

پیر متا میر طہ

شہید احمد حسین  
میرزا میرزا علی

علی پور شہان  
خلع پیکوٹ

# سوانح حیات

قدوة الواصلین زبدة العارفين غوث زمان مجدد دوران ابو العرب سنوئی ہند امری ملت قبلہ عالم  
اعلیٰ حضرت حاجی حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری قدس سرہ العزیز  
موسوم بہ اسم تارتی

# سیرت امیر ملت

۹۱ ہجری ۱۳

مصنف

حضرت جوہر ملت جناب الحاج حافظ صاحبزادہ پیر سید اختر حسین شاہ مدظلہ العالی  
(زبیرہ حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ)

ترتیب و تصویب

از پروفیسر محمد طاہر فاروقی ایم اے (فارسی اردو) دکتور ادب (جامعہ)  
سابق پروفیسر و صدر شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی پشاور

جملہ حقوق محفوظ ہیں



کتاب	سیرت امیر ملت
ناشر	صاحبزادہ الحاج پیر سید اختر حسین شاہ صاحب
تعداد صفحات	سات سو پچاس (۷۵۰)
اشاعت	ایک ہزار
بار اول	ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ
بار دوم	ربیع الاول ۱۴۰۲ھ
بار سوم	جمادی الآخر ۱۴۱۰ھ
قیمت	100.00
کتابت	امین رقم، سلاٹ ٹاؤن کوجہرانوالہ
مطبع	ای اینڈ ایس پرنٹرز - کراچی
عکاسی (پوزیٹو)	گرافک آرٹ سٹوڈیو - ملک منزل - ۹ ایک روڈ - لاہور

ملنے کا پتہ

دربار شریف علی پور سیدان ضلع سیالکوٹ

فریدی بک سینٹر

شاپ نمبر ۳۶ اردو بازار کراچی

فون ۲۱۳۰۶۹

مکتبہ فریدی

وفاقی گورنمنٹ اردو کالج

بابائے اردو روڈ کراچی نمبر ۱

فون ۷۲۰۰۱۰



# فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۲	پدری شجرہ نسب	۱۹	باب اول مقدمہ
۲۳	مادری شجرہ نسب	۲۰	مقصد تخلق، معرفت و محبت
۲۴	مولود مستعود	۲۲	حقیقت محمدیہ
۲۴	برصغیر کی زبول عالی	۲۳	تخلق آدم
۲۵	ولادت	۲۵	بعثت رسل
۲۶	نام	۲۶	خاتم المرسلین
۲۶	حضرت قبلہ کے والد ماجد	۲۸	علمائے ربانی
۲۶	پابندی شریعت	۲۹	بیعت
۲۸	کشف	۳۱	سلاسل طریقت
۲۹	والد ماجد کا احترام	۳۲	سلسلہ نقشبندیہ
۵۰	آپ کے والد ماجد کی اولاد	۳۲	تعارف کتاب
۵۰	حضرت سید شجابت علی شاہ صاحب	۳۶	باب دوم آباؤ اجداد - ولادت و تربیت
۵۱	حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب	۳۸	آباؤ اجداد
۵۱	حضرت سید صادق علی شاہ صاحب	۳۹	علی پور سیداں
۵۲	حضرت قبلہ کی اولاد امجاد	۴۰	حضرت محمد سعید فرزند شاد کی اولاد
۵۳	عہد طفولیت	۴۱	شجرہ طیبہ
۵۳	امتیازی صفات		
۵۳	پسندیدہ اطوار		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۵	بیعت	۵۲	آپ کی دادی صاحبہ
۶۵	بیعت کیا ہے	۵۲	حفظ قرآن مجید
۶۶	والد ماجد اور اساتذہ کرام سے فیض	۵۵	اتباع شریعت
۶۶	حضرت قبلہ و کعبہ بابا جی صاحب سے بیعت	۵۵	تحصیل علم
۶۶	اعطاء غلاف	۵۶	تحصیل علم میں دشواریاں
۶۶	حضرت قبلہ و کعبہ بابا جی صاحب کے ارشادات	۵۶	می تافت ستارہ بلندی
۶۸	توسیع سلسلہ عالیہ	۵۷	۱) حضرت قاری شہاب الدین صاحب کشری
۶۹	شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ	۵۷	۲) حضرت مولانا عبدالرشید صاحب علی پوری
۷۲	شجرہ طیبہ نقشبندیہ مجددیہ	۵۸	۳) حضرت مولانا قاری عبدالوہاب صاحب انصاری
۷۳	اصحاب شجرہ طیبہ کے سائے گرامی	۵۸	۴) حضرت مولانا غلام قادر صاحب بھیری
۷۵	باب سوم سیرت طیبہ	۵۹	۵) حضرت مولانا مفتی محمد عبدالشفا صاحب ٹنکی
۷۶	حلیہ مبارک	۵۹	۶) حضرت مولانا مولوی محمد منظر صاحب سہارنپور
۷۷	لباس	۵۹	۷) حضرت اساتذہ کل مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری
۷۷	غذا	۶۰	۸) حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب بکننور
۷۹	اخلاق حسنہ	۶۰	۹) حضرت مولانا مولوی احسن صاحب کانپوری
۷۹	شفقت و مدارات	۶۰	۱۰) حضرت مولانا میر محمد عبداللہ صاحب
۷۹	جو دوسخا۔ ضبط و تحمل	۶۱	۱۱) حضرت مولانا مولوی عبدالقادر صاحب لاہوری
۸۰	بے باکی و جرأت	۶۱	۱۲) حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب راسپوری
۸۰	خلق عظیم	۶۱	۱۳) حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب گنجانہ
۸۲	خدمت و ایثار	۶۱	۱۴) حضرت مولانا عبدالحق صاحب الہ آبادی
۸۲	تقویٰ	۶۱	۱۵) حضرت مولانا عبدالعلی صاحب حدت پانی پتی
۸۲	شریعت و طریقت	۶۱	۱۶) حضرت علامہ محمد عظیمیہ صاحب مدد استاقل
۸۲	کھانے میں احتیاط	۶۱	علم و فضل میں یکجا روزگار
۸۲	وضو اور استنجا	۶۲	ملازمت سے اعراض
۸۲	پانی کی احتیاط	۶۳	انور سیر صاحب اور حاجی عبدالرحمان
۸۲	متبرک جانماز	۶۳	علمی تبحر
۸۲	ریل کے سفر میں احتیاط	۶۳	حفظ احادیث
		۶۵	عقد مبارک



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۹۹	مسجد اعظم میسور	۸۵	بازار کی چیزیں
۹۹	مسجد چھنگ بازار لال پور	۸۵	تلخ ہتوہ
۱۰۰	تیس ہزار روپے	۸۶	اب جاری
۱۰۱	فراست مومن	۸۶	بے نمازی اور تماکو نوش سے پرہیز
۱۰۱	بائیس سال بعد پہچان لینا	۸۶	نئے کپڑے
۱۰۱	محمد یعقوب اودھ	۸۷	شکر اور گد
۱۰۱	انسپیکٹر پولیس	۸۷	ولایتی صابن اور دوائیں
۱۰۲	حافظ محمد شفیع انسپیکٹر پولیس	۸۸	دائم با وضو
۱۰۲	ریل میں ٹکٹ چیک	۸۸	مشکوک ہری سے اجتناب
۱۰۳	معمولات مبارک	۸۸	جو دو سخا
۱۰۳	روزانہ معمولات	۸۸	جو ادکے کہتے ہیں
۱۰۴	نرم و گرم بستہ	۸۹	غیب کے خزانے
۱۰۵	تانہ وضو اور مسواک	۹۱	انفقوا یا اجمعو؟
۱۰۵	کھانے کے معمولات	۹۱	حجان نوازی
۱۰۵	نماز تہجد	۹۲	نزدکۃ فرض حق نذج
۱۰۶	روزمرہ اوراد	۹۲	ترکہ صرف دو روپے
۱۰۶	اتباع شریعت و سنت	۹۲	رتبہ فقر و غنا
۱۰۷	پابندی شرع پر تاکید	۹۳	سائل کو رو نہ کرنا
۱۰۷	عورتوں کو احکام شریعت کا پابند بنانا	۹۳	علمائے کرام کی خدمت
۱۰۹	یاروں کو پابند شریعت و سنت بنانا	۹۳	کبھی چندہ طلب نہیں کیا
۱۱۰	خواب میں تہنید فرمانا	۹۵	حاجی امام الدین کا نذرانہ
۱۱۱	سیداکر شاہ کو وارسی رکھوانا	۹۶	ہاجرین کی اعانت
۱۱۲	پیران عظام اور سادات کی خدمت	۹۷	توکل
۱۱۲	پیرخانہ کا احترام	۹۷	توکل کیا ہے
۱۱۲	پیرخانہ کے درویشوں کی خدمت	۹۷	سفر حج کا ایک واقعہ
۱۱۳	صاحبزادگان چوہدر شریف کی خدمت	۹۸	عس شریف کا اہتمام
۱۱۵	پیر صاحب نامی شریف اور پیر صاحب گولہ شریف	۹۹	مسجد نور



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۳۸	دربار نبوت میں حاضری	۱۱۵	حضرت صاحبزادہ سید غلام محی الدین صاحب
۱۳۹	مدینہ منورہ میں صدقات جاریہ	۱۱۶	بغداد شریف کے ایک بزرگ کی توجیح مدارج
۱۳۹	ابوالعرب کا لقب	۱۱۶	سادات کا احترام
۱۳۹	مکہ معظمہ میں حاضری	۱۱۷	بابا تیرے پیچھے قرآن مجید ہے!
۱۴۰	حضور کی بیماری میں خدمت	۱۱۸	بجبر سید مبارک علی شاہ صاحب کی توجیح
۱۴۱	یاروں کو حج کی ترغیب اور حکم	۱۱۸	حج و زیارت
۱۴۲	بعض کو ہجرت مدینہ کا حکم دینا	۱۱۹	اچانک عزم حج فرمالینا
۱۴۳	بارگاہ رسالت میں تقرب	۱۲۰	حضرت حافظ پیل پیتی کی نعتیہ غزل پر فدا حج کے لئے روانگی
۱۴۴	حضرت نبی اکرم کی محبت اور حضور کا ادب	۱۲۱	۱۹۳۲ء کا سفر حج
۱۴۴	علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب	۱۲۲	نوشنودی مزاج کا اظہار
۱۴۵	حضرت قبذہ عالم کے بلند روحانی مدارج	۱۲۲	رفقائے سفر کی مدارات اور تعلیم
۱۴۵	ولایت کا آخری درجہ پانا	۱۲۳	حرمین الشرفین میں دل کھول کر فرح کرو
۱۴۶	یاروں کو نبی کریم کی زیارت کرانا	۱۲۴	اول مدینہ منورہ کی حاضری
۱۴۷	بیداری میں زیارت رسول	۱۲۴	اہل مدینہ کی خدمت
۱۴۸	دربار نبوت میں اعزاز	۱۲۵	ایر کنڈیشنڈ ڈبا
۱۴۸	مولوی محمد یوسف کلاوڑی	۱۲۶	مدینہ منورہ کے احباب
۱۴۹	مرتبہ قطبیت و غرثیت	۱۲۶	مدینہ منورہ میں دعوتیں فرمانا
۱۵۰	دربار رسالت میں خلعت فاخرہ	۱۲۷	احباب مدینہ حضور کی دعوت کرتے
۱۵۳	باب چہام تبلیغ و ارشاد	۱۲۸	حضرت آغا خلیل صاحب کی ضیافتیں
۱۵۴	تجدید و احیاء دین	۱۳۱	حضرت حمزہ رفاہی صاحب
۱۵۵	انیسویں صدی میں مسلمانوں کی زبوں حالی	۱۳۲	بحری جہاز کے بعض دلچسپ واقعات
۱۵۷	بیسویں صدی کے دو بڑے واقعات	۱۳۳	یوسف زینیل صاحب
۱۵۸	انیسویں صدی میں دس سال سفر	۱۳۴	جالی مبارک کے اندر شب باشی
۱۵۹	الاقرب فالاقرب	۱۳۵	اپنی جماعت الگ کرنا
۱۶۰	تبلیغی سفروں کا طریق کار	۱۳۶	مدینہ منورہ میں فرودگاہ
۱۶۱	اپنے نام اخراجات خود اٹھانا	۱۳۶	حرمین کے معتم
۱۶۲	مجدد دوران	۱۳۷	مدینہ میرا وطن ہے



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۹۳	دکن میں تبلیغ و ارشاد	۱۶۴	نرمی و ملاحظت و نہ سختی و تشدد
۱۹۳	حضرت قبلہ کا نیل گروھی جانا	۱۶۴	رمضان شریف کا احترام
۱۹۳	حضورؐ کی مخالفت	۱۶۵	تواضع اور مہمان نوازی
۱۹۴	غیبی امداد	۱۶۶	تراویح اور شبینہ
۱۹۵	مہاراجہ میسور کا حضورؐ کے پیغامِ حق سے متاثر ہونا	۱۶۸	پابند شریعت بنانا
۱۹۶	یاران پنجاب کا اضطراب	۱۶۰	تبلیغی دعووں کے رفقا
۱۹۸	الوداعی جلسہ	۱۶۰	سور المؤمن شفاء
۱۹۹	الوداعی جلسے کی کارروائی	۱۶۱	مولوی عبد القیوم کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی اصلاح
۱۹۹	صدر جلسہ کی تقریر	۱۶۳	فیضِ سانی کا اثر کئی پشتوں تک
۲۰۰	حضورؐ کے ارشادات	۱۶۴	ہمدوانہ رسموں کا انفراد
۲۰۱	اعطائے خلافت	۱۶۵	نکاح بیوگان اور مخالفت
۲۰۱	الوداع کا دلہوز سماں	۱۶۶	حضورؐ الا کے کارنامے
۲۰۴	مکتوب گرامی بابو غلام حسین کو ہٹی کے نام	۱۶۶	تبلیغ و ارشاد
۲۰۵	بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب قبلہ کا بیان	۱۶۹	تبلیغ دین اور ترویج سلسلہ نقشبندیہ
۲۰۶	بھیبی تشریف لے جانا	۱۸۰	عورتوں کی اصلاح اور تلقین
۲۰۶	حیدرآباد دکن کے پیدے سفر کا سبب	۱۸۰	شبانہ روز محنت اور اصلاحِ احوال
۲۰۸	حیدرآباد میں قسیم	۱۸۱	سہاری کا ویران مقام
۲۰۹	حیدرآباد کے معمولات	۱۸۲	یاغستان میں تبلیغ و اصلاح
۲۰۹	حضرت قبلہ اور حضورؐ نظام کے مراسم	۱۸۳	مہمان داری میں اصلاحِ احوال
۲۱۱	مسائل و عظیم پر انعام کا عطیہ	۱۸۵	شکل برآری اور اخلاقِ حسنہ کی بعد اصلاح
۲۱۲	سادہ انداز میں وعظ و نصائح	۱۸۶	ترن تارن میں نعرہ حق
۲۱۲	سفر کے لئے قرعہ اندازی	۱۸۸	کڑی دلا میں اگلے کلمہ الحق
۲۱۳	بیزواڑہ اسٹیشن پر پرتکلف ضیافت	۱۸۹	بہاول پور میں بیابکی کے ساتھ مسائلِ شریعت کا بیان
۲۱۳	حضورؐ کی کرامت کو خالی ڈھال گیا	۱۸۹	مخالفین کے ساتھ ملاحظت
۲۱۴	مدارس میں استقبال	۱۹۰	قرآن مجید کی سیمیری پر حضرت قبلہ کا کتاب
۲۱۴	سیلڈ بیڑی صاحب کی کڑی رقتیم	۱۹۱	ایڈیٹر جماعت تہسکی بیان کردہ دعوا و سفر
۲۱۵	حضرت قبلہ کی شاہانہ دعوت		
۲۱۶	نوعمر قاریوں کی سرپرستی کے لئے سفر		



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۳۶	لارڈ اور سیکم اسکپوٹ کا شرف باسلام ہونا	۲۱۷	کشمیر میں تبلیغ و ارشاد
۲۳۷	بنگالی ہندو کا اسلام قبول کرنا	۲۱۸	حضرت قبلہ کے دفعائے سفر
۲۳۷	سائیں فضل دین صاحب کا مسلمان ہونا	۲۱۹	کشمیر کے معمولات
۲۳۷	سکھ کا مسلمان ہونا	۲۱۹	کاچھوں میں
۲۳۸	فرجیوں میں تبلیغ و ارشاد	۲۲۰	اچھالی کے چشمے پر
۲۳۹	حاجی نصیب خان صاحب کا بیان	۲۲۱	توکل کی شان
۲۳۹	حاجی اسم خان صاحب کی دستگیری	۲۲۲	خواجہ مام کلو کا ہدایت پانا
۲۴۰	صوبیدار علی گڑھ صاحب کا بیعت ہونا	۲۲۳	خواجہ عبدالاحد کی شفا یابی
۲۴۲	افغانستان میں تبلیغ و ارشاد	۲۲۴	ہزارہ جہوں سے بخشش
۲۴۲	نادر شاہ بادشاہ کی دعوت	۲۲۵	کشمیر میں قیام گاہ
۲۴۲	گورنر قندھار کو فہمائش	۲۲۶	پیری کی نیت
۲۴۳	شاہی دولت میں باسن وجوہ تبلیغ	۲۲۶	کشمیری تحائف
۲۴۳	بوتے آمار کر نماز پڑھوانا اور شاہی رائے	۲۲۷	بے موسم بادل آگئے
۲۴۳	رد مرزائیت	۲۲۸	اسی کرامت کا اعادہ
۲۴۵	سیالکوٹ میں	۲۲۸	سب صحابہ پر سخت عتاب
۲۴۵	حضرت پیر سید علی شاہ صاحب کا تبلیغ	۲۲۹	حکیم نور دین کی گستاخی پر عتاب
۲۴۶	لاہور میں	۲۲۹	کشمیر کی دعوتیں
۲۴۶	حضور کی پیشین گوئی	۲۳۰	کشمیر میں عید الفطر
۲۴۷	حضرت پیر سید علی شاہ صاحب کی حضرت قبلہ کا ذکر لکھنا	۲۳۱	جدید تعلیم والوں میں تبلیغ و ارشاد
۲۴۷	حاجی مہتاب دین صاحب کی زبانی نصیحت	۲۳۲	نوجوانوں کی جو صلائے نسیانی
۲۴۷	رد مرزائیت میں جملے	۲۳۲	مولوی محمد عظیم صاحب کا بیان
۲۴۸	حضور دلائے مرزا کو آخری تبلیغ دیا	۲۳۳	حاجی عبدالرحمان صاحب کا بیان
۲۴۸	مرزا کی وفات	۲۳۳	میسور میں اسکولوں کا لہجوں کا مسابہ
۲۴۹	حمام کا مرزائی مسکے تائب ہونا	۲۳۴	میر سلیم محمود صاحب کی کامیابیاں
۲۵۰	محمدی جولاہے کی فتنہ انگیزی	۲۳۴	ماسٹر کرم الہی صاحب کی دینداری
۲۵۱	منجھے صاحبزادہ صاحب کے فتنہ مرزائیوں کی فتنہ طرزی	۲۳۵	انگریزی لکریاں ناموں کے ساتھ لکھا کر
۲۵۲	بچ کو انتہاء	۲۳۵	حضرت فریدی صاحب کے وعظ پر
۲۵۲	مرزائیوں سے ایک اور حقیقت	۲۳۵	اظہارِ غم و شہنودی
۲۵۲	مرزائی سب بچ کا اعتراف حق		
۲۵۲	انسان فتنہ ارتداد میں مرزائیوں کا رکاوٹ بننا		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۴۲	طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی افضلیت	۲۵۴	رد اہل حدیث
۲۴۳	نقشبندی تصوف	۲۵۵	جماعت اہل حدیث کی مخالفت
۲۴۴	مقبول خان صاحب رشتہ کی تعلقین	۲۵۶	مولوی شمس الدین امرتسری
۲۴۵	بغداد کے بزرگ کو تعلقین	۲۵۶	امرتسر کے یارانِ طریقت کا انتباہ
۲۴۶	گوشہ نشین بزرگ کو تعلقین	۲۵۷	حضرت قبلگی زئی اور درگزر
۲۴۶	بہار شاہ مجذوب	۲۵۷	نواب شاہ کے لوگوں کا قاتل ہوجانا
۲۴۷	یارانِ طریقت پر شفقت	۲۵۸	چود ڈاکو کا اہل اللہ بنانا
۲۴۷	مریدین کی تعداد	۲۵۸	حاجی شاہ بیگ
۲۴۷	داخل سلسلہ کرنا	۲۵۸	بابا محمد دامل
۲۴۷	یارانِ طریقت کہہ کر یاد فرمانا	۲۵۹	رجب علی
۲۴۸	یاروں کی آمد پر اظہارِ خوشنودی	۲۶۱	غلام محمد
۲۴۸	وسیع دسترخوان	۲۶۱	مالی ست بھرائی
۲۴۹	شکم سیر کھانے پر شکر ادا کرنا	۲۶۲	صالح محمد
۲۴۹	کنوئیں پر یاروں کی ضیافت	۲۶۲	حافظ غلام حسن
۲۸۰	دسترخوان قیامت تک وسیع رہے گا	۲۶۵	جنات کو مرید کرنا
۲۸۰	نخصت کے وقت عطیات	۲۶۵	حیات محمد صاحب کی روکی
۲۸۰	حاجی ہمتاب دین صاحب	۲۶۶	پروفیسر منشا علی صاحب کا بیان
۲۸۱	چودھری اللہ داتا صاحب	۲۶۶	مسجد کے جن کو توبہ کرانا
۲۸۱	مہر اللہ بخش کے بھائی کی مدارات	۲۶۶	بابا فضل روز
۲۸۱	مالی اعانت فرمانا	۲۶۶	جن اتارنا
۲۸۲	عیادت و تعزیت	۲۶۷	جن کو فہمائش
۲۸۲	یاروں کے گھر مہمان ہونا	۲۶۷	رتہ پیراں والے پیر صاحب کا واقعہ
۲۸۳	مطابق ضرورت مالی امداد	۲۶۸	سکرش جن کو زیر کرنا
۲۸۵	نظام دکن کی پھوپھی دربار شریف میں	۲۶۹	باب پنجم تصوف
۲۸۵	نواب ظہیر یار جنگ کی ضیافت		حضور کا تصوف
۲۸۶	بیگم ظہیر یار جنگ کی عقیدت	۲۷۰	قدیم شرعی تصوف کا احیا
۲۸۶	ایک آرزو رہ گئی	۲۷۰	نفس اتارہ کو زیر کرنا
۲۸۷	یارانِ طریقت کو سفر میں ساتھ لے جانا	۲۷۱	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۰۵	بھائی ذاکر علی صاحب کو زادراہ	۲۸۸	صحت خاں کو ہائی کے واقعات
۲۰۵	مولوی قطب الدین صاحب کو زادراہ	۲۹۱	یاران طرقت کی تعلیم و تلقین
۲۰۵	قبل از وقت جمعہ داری کی مبارکباد	۲۹۲	خواب میں ہدایت فرمانا
۲۰۶	مدینہ منورہ میں وفات	۲۹۳	مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی پر شفقت
۲۰۶	دلاور خان کے واقعات	۲۹۳	دھتے میں بتاشے
۲۰۷	دل کی بات	۲۹۴	امیر حلقہ کا تقرر
۲۰۷	زمینیں بجال رہیں	۲۹۶	خدا ہم خاص
۲۰۷	خریداری زمین کے لئے روپیہ	۲۹۷	مکاشفات
۲۰۸	زمین کو امپروومنٹ ٹرسٹ اور ریویے لائن سے بچانا	۲۹۷	مکاشفات کی قسمیں
۲۰۸	صندوق چھپ گم ہونے اور بل جانے کی اطلاع	۲۹۸	دل کی بات جان لینا
۲۰۹	قتل کے مجھڑے مقدمہ سے لڑائی لانا	۲۹۹	تار کے مضمون کی تصحیح
۲۰۹	درکوش امام الدین کو تنبیہ	۳۰۰	زمین سے فصل نہ ملنا
۳۱۰	ضبط شدہ سامان کی واگزارگی	۳۰۰	معاہدوں کے متفقہ فیصلہ کی تردید
۳۱۰	مقدمہ کے فیصلے سے پہلے برسی ہونے	۳۰۰	پس لپٹ درود شریف
۳۱۰	کی بشارت دے دی	۳۰۱	ساہوڑوں کے دل کی بات
۳۱۱	طالب علم کو پاس کرانا	۳۰۱	مسجد شہید گنج کی بابت ارشاد
۳۱۱	پچانسی سے بچانا	۳۰۱	ہجرت کی مخالفت
۳۱۲	صاحبزادہ افضل حسین شاہ صاحب کی ولادت کی پیش گوئی	۳۰۱	مرزا غلام احمد کی موت کی پیش گوئی
۳۱۲	دل کی بات کا جواب	۳۰۲	نظم دکن کی اعانت
۳۱۲	اب کے گوزگا بچہ پیدا نہیں ہوگا	۳۰۲	اولاد کی پیش گوئی
۳۱۲	چار لڑکوں کی پیش گوئی	۳۰۲	مقدمہ سے برادرت
۳۱۳	مرید کھولنے کی آرزو پوری ہوئی	۳۰۲	فراست مومن
۳۱۳	کرامات	۳۰۳	مولوی خیر البین صاحب کے جنازہ میں شرکت
۳۱۳	کرامت کا برحق ہونا	۳۰۳	حافظ غلام حسن کو تنبیہ
۳۱۵	ساری عمر ہمدانت تبلیغ و ارشاد	۳۰۳	جہاد کشمیر میں دست گیری
۳۱۶	عظیم الشان اجتماعات میں آواز کا تاجا	۳۰۳	اولاد کی خوشخبری
		۳۰۳	دعاے صمت نہیں دعاے مغفرت
		۳۰۳	میری صحت کی پیش گوئی

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۳۲	۱۹۶۵ء کی جنگ میں علی پور سیدیاں کی فتح	۳۱۶	مدت العمر شیعینے سنانا
۳۳۳	آیت کے اثر سے طوار کی دھار کند ہو گئی	۳۱۷	جو دو سخا مصارف خیر
۳۳۴	نوسلم کو آگ نہ جلا سکی	۳۱۷	کتنے ہی مہمان ہوں کھانے کا پرخ جانا
۳۳۴	حلقہ میں عنبر کی شرکت اور سہویشی	۳۱۸	حاجی مہر حاکم الدین کی دعوت
۳۳۵	اسم اللہ کی تاب نہ لا کر سہویشی لا اعلان ہے	۳۱۸	نور محمد حجام کی دعوت
۳۳۵	اسم اللہ نے عشق بھلا دیا	۳۱۹	مرید کے لئے مسلمان کا پکا یا ہو ا کھانا
۳۳۶	قدموں سے سونے کی نہر جاری ہے	۳۱۹	مہیا فرمانا۔
۳۳۶	پیاز میں بے حساب منافع	۳۲۰	تین وقت کھجور کے کھیر آباد حکم میں کھانا پھینچنا
۳۳۷	ششقل چور کو سخت سزا	۳۲۱	فوجی ڈیوٹی پر بھوک میں امداد
۳۳۸	ضرب شدید کی حالت میں نگہداشت	۳۲۱	ہائی کورٹ کے مقدمہ میں امداد
۳۴۱	بھینس سال بھر دودھ دیتی رہی	۳۲۲	آٹہ کے اولاد ہونا
۳۴۱	بچہ کا غائب ہو کر واپس آ جانا	۳۲۲	جتنے طمانچے اتنے لڑکے
۳۴۲	دارحی مندوانے سے خارش ہو جانا	۳۲۳	جس نے دم کر وہ پانی پیاس کے اولاد ہوئی
۳۴۲	دیوار مسجد کی درز کو کندھا لگا کر جوڑ دیا	۳۲۳	یتیم بچوں کے معاملے میں امداد
۳۴۳	حفاظت کے لئے قبل از وقت ریٹائر کر دینا	۳۲۴	دشمنوں سے بچہ کو بچانا
۳۴۳	ریٹائرمنٹ کے بعد بجالی اور ترقی	۳۲۵	آگ نے نہیں جلایا
۳۴۴	کند ذہن بچہ کو تین مہینے میں حفظ کراؤ	۳۲۵	سفر میں سواری فراہم کرنا
۳۴۵	موتیا بند ہوتے ہوئے نظر کام کرتی رہی	۳۲۶	سیلاب سے نکال کر منزل پہنچانا
۳۴۶	دوبوری گندم سال بھر کافی	۳۲۶	لکڑی نہیں جلی
۳۴۶	سوتے میں چور کا ہاتھ بکڑوا دیا	۳۲۷	کمرش گھوڑی کو زیر کرنا
۳۴۷	علی پر کارخ توبارش اولے بے ضرر	۳۲۷	پگڑی کا جسم سے گزر جانا
۳۴۷	بچہ کو بے فضل سٹہ عطا فرمایا	۳۲۸	لیموں کے بجائے سنگرتے
۳۴۹	باب ششم دینی اور ملی خدمات	۳۲۸	چلتی ریل سے اتر کر دیلے سے پانی لانا
۳۵۰	انجمن خدام الصوفیہ	۳۲۹	ملازمت سے دور مگر حاضر
۳۵۰	مقاصد	۳۳۰	دشمن آنکھ نہیں رہے گی
۳۵۱	جلہ گاہ	۳۳۱	لعابہ دین سے چھوڑے اپنے ہو گئے
۳۵۱	سالانہ جلسے	۳۳۲	آگ کا نہ جلانا
		۳۳۲	حجام کی دوکان سے بیچ بلانا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۷۵	مساجد کی تعمیر کا شوق	۳۵۲	انجمن کے سکرٹری
۳۷۶	مسجد نذر علی پور سیداں	۳۵۲	علماء و مشائخ کی شرکت
۳۸۰	آبائی قبرستان کی مسجد	۳۵۳	نعت خواں اصحاب
۳۸۰	عام راستے کی مسجد	۳۵۳	کل اخراجات اجلاس
۳۸۱	کنوئیں والی مسجد	۳۵۴	مہانوں کی ضیافت
۳۸۱	مسجد ریلوے اسٹیشن	۳۵۴	کھانا پکانے کا انتظام
۳۸۳	سادھو کے کی مسجد	۳۵۴	کھانے کی تقسیم
۳۸۴	چک نمبر ۱۶۴ کی مسجد	۳۵۵	کھانا کھلانے کا انتظام
۳۸۵	قدیم جامع مسجد لایل پور	۳۵۶	گوشت اور بخینی تیار کرنا
۳۸۵	جامع مسجد جھنگ بازار لائل پور	۳۵۶	انجمن کی شاخیں
۳۸۷	مسجد شاہ جماعت نارووال	۳۵۹	رسالہ انوار الصوفیہ
۳۹۱	مسجد موضع پنواں	۳۶۰	بعض دوسرے رسائل
۳۹۱	مسجد اعظم میسور	۳۶۱	مدارس دینیہ
۳۹۲	موضع کھیل کی مسجد	۳۶۱	مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں
۳۹۲	دوسری مساجد کی خدمت	۳۶۲	حضرت سراج الملت
۳۹۳	مساجد علاقہ ارتداد	۳۶۲	مدرسہ کے اساتذہ
۳۹۳	دیگر عمارات	۳۶۲	طلباء کے لئے اقامتی اور دوسری سہولتیں
۳۹۳	سرائیں اور کنوئیں	۳۶۳	مدرسہ کا کتب خانہ
۳۹۳	جماعت منزل سیالکوٹ	۳۶۴	کتب خانہ کی کتابوں کی فہرست
۳۹۴	جماعت منزل مدینہ منورہ	۳۶۸	مدینہ منورہ میں درس گاہ اور یتیم خانہ
۳۹۴	دو منزلہ زنانہ حویلی	۳۶۹	دوسرے مدارس دینیہ
۳۹۴	شیش محل	۳۷۰	مدارس علاقہ ارتداد
۳۹۵	جلسہ گاہ	۳۷۰	خدمت حرمین الشرفین
۳۹۶	دو منزلہ جہان خانہ	۳۷۱	حجاز ریلوے 'ٹک ٹک' کا قحط
۳۹۶	کنوئیں والی حویلی	۳۷۲	مدینہ فنڈ
۳۹۶	تین تالاب	۳۷۴	مدینہ فنڈ کی تقسیم کا طریقہ
۳۹۷	رفاہ عام کے کام محض رضائے الہی کے لئے	۳۷۵	ابوالعرب کا لقب
۳۹۷	آبی اور نسلاچی ادارے	۳۷۵	تعمیر مساجد

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۲۰	یارانِ طریقت کی خدمتِ خلافت	۳۹۸	مسلم یونیورسٹی
۲۲۱	پنجاب و سرحد کے جلسے	۳۹۸	حضور کے عطیہ کی رسیدات
۲۲۱	تحریک ہجرت	۴۰۰	حزبِ لاسانف
۲۲۲	فتنہ ارتداد	۴۰۰	انجمن حمایتِ اسلام
۲۲۳	شہدائی اور سنگٹھن	۴۰۱	ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۲۴	ہندوؤں کا طریق کار	۴۰۱	دوسرے آئی ادارے
۲۲۵	حضرت قبلہ میدان عمل میں	۴۰۲	مجلس احرارِ اسلام
۲۲۵	حضور کا یادگار خطبہ	۴۰۴	اڈیسر جماعت کی روداد
۲۲۹	پہلا تبلیغی وفد	۴۰۵	انجمن نعمانیہ ہند لاہور
۲۲۹	حضرت سراج الملک کا حسن انتظام تدبیر	۴۰۷	انجمن خدام المسلمین قصور
۲۳۰	حضرت شمس الملک مدظلہ	۴۰۹	تحریکِ خلافت
۲۳۰	خلفائے کرام کا حصہ	۴۰۹	جلسہ ہائے خلافت
۲۳۲	مدارس	۴۱۰	خلافتِ فتنہ
۲۳۳	مدرسین	۴۱۰	خلافت کا نفرین لائل پور
۲۳۴	مدارس کا نصاب	۴۱۱	خطبہ صدارت لائل پور
۲۳۴	مسجدیں	۴۱۴	سنو سی ہند کا لقب
۲۳۴	شفا خانے	۴۱۴	تمغہ خلافت
۲۳۵	حضرت قبلہ کا ورود آگرہ	۴۱۵	جلسہ حیدرآباد
۲۳۶	آگرہ میں ارشاد و تبلیغ	۴۱۵	انگریز کا خوف
۲۳۶	علاقہ ارتداد کے دورے	۴۱۶	چندہ دینا
۲۳۷	فتنہ ارتداد کا انشاد	۴۱۶	ملک ہجر کے دورے
۲۳۹	دوسری جماعتوں کی مخالفا کارروائیاں	۴۱۶	راولپنڈی
۲۴۰	آریوں کے جال	۴۱۷	کالی کٹ
۲۴۰	ہمارے مبلغین	۴۱۷	تلچری مالابار
۲۴۱	ملکانوں کی تعلیم و تربیت	۴۱۷	ترپور
۲۴۲	خدمت و اعانت	۴۱۸	کوہ مطور
۲۴۳	نظام و تنظیم	۴۱۸	ہندوؤں سے اجتناب
۲۴۴	کامیاب مساعی تبلیغ	۴۱۹	جلسہ ہائے خلافت میں شرکت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۶۳	پہلی قرارداد	۲۲۵	کارکنوں کی تحسین و انعام
۲۶۳	مولانا شوکت علی کی تقریر	۲۲۵	حضور کا خطبہ
۲۶۵	مولانا عبدالقدیر بدایونی کی تقریر	۲۲۷	ماسٹر صاحب کی تقریر
۲۶۵	دوسری قرارداد	۲۲۸	ساردا ایکٹ
۲۶۶	حضرت قبلہ کا خطبہ صدارت	۲۲۹	حضور کی مخالفت
۲۶۷	مجلس شوریٰ کا جلسہ	۲۲۹	دائیسراے ہند سے مطالبہ
۲۶۷	مجلس شوریٰ کا اعلان	۲۵۰	حضرت قبلہ کا خطبہ
۲۶۸	نواب صاحبہ محدثہ اخراجات مقدمہ کے قضیل بنے۔	۲۵۲	داخلت فی الدین
۲۶۹	سول نافرمانی کی تجویز	۲۵۲	حکومت کو الٹی میٹم
۲۶۹	دربار رسالت سے طلبی	۲۵۳	ایک واقعہ
۲۷۰	امر تشریح خصوصی اجتماع عظیم	۲۵۳	مسجد شہید گنج
۲۷۱	مجلس مضامین	۲۵۴	مسجد کا انہدام
۲۷۲	کھلے اجلاس عام کا فیصلہ	۲۵۵	مسلمانوں پر مظالم
۲۷۳	پرویو کونسل میں اپیل	۲۵۵	امیر ملت کا انتخاب
۲۷۳	عدالتوں کے فیصلے اور حضرت قبلہ کی پیشگوئی	۲۵۶	راولپنڈی میں دوسرا جلسہ
۲۷۴	سنی کانفرنس	۲۵۷	گرفتاری کے احکام
۲۷۴	اجلاس بدایوں	۲۵۷	مرزا معراج الدین کی مساعی
۲۷۵	اجلاس بنارس	۲۵۸	دائیسراے نے مطالبات منظور کر لئے
۲۷۶	تحریک قیام پاکستان	۲۵۹	مجلس اتحاد ملت کا قیام
۲۷۷	مسلم لیگ سے تعلق	۲۵۹	تمام ملک کے تنظیمی دورے
۲۷۷	مسلم لیگ کی حمایت	۲۶۰	شنگی تواروں کا جلوس
۲۷۷	ہندوستان بھر کے تنظیمی دورے	۲۶۰	فقید المثل جلوس
۲۷۸	سادات و مشائخ و علماء سے اپیل	۲۶۲	بادشاہی مسجد میں نماز جمعہ
۲۷۸	قائد اعظم پر حملہ	۲۶۲	جلوس کی تنظیم
۲۷۹	قائد اعظم کے نام مکتوب اور مخالف	۲۶۳	حکومت کے حفاظتی انتظامات
۲۸۰	جناب صاحب کا شکر یہ کا خط	۲۶۳	شرکائے جلوس کے نام
		۲۶۴	بیرون دہلی دروازہ جلسہ عام

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۰۳	تجزیر و تکفین	۲۸۱	مسلم لیگی کی تائید و اعانت
۵۰۳	آخری دیدار	۲۸۲	حضرت پیر صاحب مائیکہ شریفی کی آمد
۵۰۴	نماز اور تدفین	۲۸۴	کشمیر میں قائد اعظم کی شاہانہ دولت
۵۰۴	فاتحہ خوانی	۲۸۵	قائد اعظم کو کامیابی کا مرحلہ
۵۰۵	قل شریف	۲۸۵	۱۹۴۶ کے انتخابات
۵۰۶	ایصال ثواب اور چشم	۲۸۷	بیش قرار مالی اعانت
۵۰۶	سجادہ نشینی	۲۸۸	قائد اعظم کو مکتوب تہنیت
۵۰۷	سوسے گردوں رفت نال رہے کہ پیغمبر گزشت	۲۸۹	قائد اعظم کے جوابی خطوط
۵۰۸	دوبشا رتیں	۲۹۰	قیام پاکستان پر مبارک باد
۵۰۹	پیغامات تعزیت	۲۹۱	<b>باب ہفتم وصال مبارک</b>
۵۰۹	حضرت مولانا غلام محمد صاحب ترمذی	۲۹۲	وصال مبارک
۵۱۰	حضرت مولانا پیر سید فضل شاہ صاحب	۲۹۲	ایک عربی مکتوب
۵۱۲	حضرت پیر سید نذیر محی الدین شاہ صاحب	۲۹۳	بخارہ ہونا اور مجھے طلب فرمانا
۵۱۳	حضرت دیوان سید آل رسول علی خان صاحب	۲۹۴	نقاہت کی زیادتی
۵۱۴	حضرت حافظ صاحبزادہ سید ظہور علی شاہ صاحب	۲۹۴	بمشکل تیمم پر رضی ہوے
۵۱۵	جناب سردار عبدالرب نشتر صاحب	۲۹۵	نماز باجماعت، اولاد کی پابندی
۵۱۶	حضرت مولانا ضیاء القادری صاحب	۲۹۵	سر پر پالش
۵۱۷	حضرت مولانا سید احمد سعید صاحب کاشمی	۲۹۶	یاران طریقت پر شفقت
۵۱۸	جناب صاحبزادہ پیر محمد ابراہیم صاحب	۲۹۷	دعا کی فرمائش
۵۱۹	جناب مولانا عبد المجید صاحب سالک	۲۹۸	حکیم خادم علی صاحب
۵۱۹	پروفیسر محمد طاہر صاحب فاروقی	۲۹۸	قوت کے لئے ٹیکہ
۵۲۱	جناب مولانا سید محبوب شاہ حسینی القادری	۲۹۹	بیماری میں روزمرہ معمولات
۵۲۲	جناب الحاج بخش مصطفیٰ علی خان صاحب ہرمزی	۵۰۰	بڑے صاحبزادہ صاحب سے حجیت کا حکم
۵۲۲	منظومات وصال مبارک	۵۰۱	خدمتِ خلق بہترین عبادت ہے
۵۲۵	نمود قیامت صغریٰ (مولانا حامد حسن قادری)	۵۰۲	آخری نماز باجماعت
۵۳۲	قطعات بردفات حسرت آیات (مارٹر لکھی)	۵۰۲	آخری لمحات
۵۳۳	زائچہ تواریخ وصال (مولانا ضیاء القادری)	۵۰۳	وصال مبارک کی اطلاع
۵۳۴	تواریخ وصال (جناب مائیکہ شریفی)		

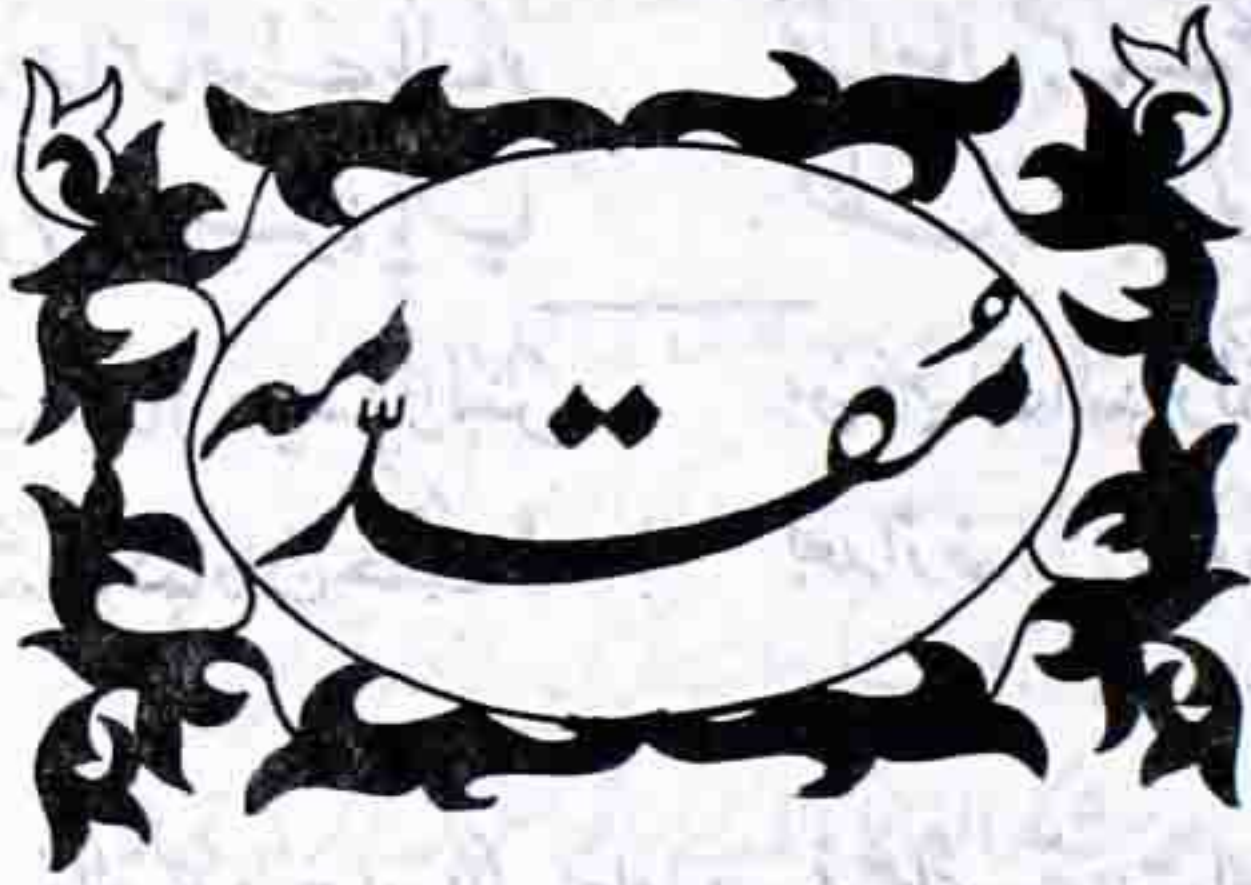




صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۸۲	خطبات و مواعظ	۵۳۶	نظم عقیدت (جناب مولانا عبدالحق)
۵۸۲	خطبہ صدارت مؤتمر جمعیتہ العلماء ہندوستان	۵۳۷	وفات نامہ (جناب گلشن حسد آبادی)
۵۸۸	خطبہ صدارت خلافت کانفرنس لائل پور	۵۳۹	امیر ملت کی لہر (جناب یامن سیالکوٹی)
۶۰۰	خطبہ صدارت سستی کانفرنس مراد آباد	۵۳۹	مادہ ہائے تاریخ برائے روضہ شریف ڈاکٹر خالد حسن ستادری
۶۳۳	مواعظ آگرہ	۵۴۱	باہشتہم انشا و خطبات
۶۳۴	پہلے جلسے کا وعظ	۵۴۲	انشاء و خطابت
۶۳۹	دوسرے جلسے کا وعظ	۵۴۲	عربی فارسی اردو ادب پر کامل عبور
۶۵۱	تیسرے جلسے کا وعظ	۵۴۳	آپ کا تجزیہ و ہی تھا
۶۵۵	پانچویں جلسے کا وعظ	۵۴۳	سادگی و پرکاری
۶۵۹	آٹھویں جلسے کا وعظ	۵۴۳	انشاء و اظہار
۶۶۲	دسویں جلسے کا وعظ	۵۴۴	اسلوب تحریر
۶۶۵	بارھویں جلسے کا وعظ	۵۴۵	ذوق سلیم و نقد صحیح
۶۶۹	باب نہہم اخلاف کرام خلفائے عظام	۵۴۶	موزوں اور بر مجمل اصلاح
۶۷۰	اخلاف کرام	۵۴۸	اشعار کا سیاق و سباق
۶۷۰	سراج الملت حضرت الحاج حافظ مولوی سید محمد حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ	۵۴۸	ملفوظات مبارک
۶۷۱	حفظ قرآن مجید	۵۵۷	مکتوبات شریف
۶۷۱	ابتدائی تعلیم	۵۵۸	مکتوب نمبر ۱
۶۷۲	تحصیل علوم	۵۵۹	مکتوب نمبر ۲
۶۷۳	سفر دہلی	۵۶۱	مکتوب نمبر ۳
۶۷۴	تحصیل علم طب	۵۶۲	مکتوب نمبر ۴
۶۷۴	عربی فارسی پر کامل عبور	۵۶۴	مکتوب نمبر ۵
۶۷۵	کتبوں کا شوق	۵۶۹	مکتوب نمبر ۶
۶۷۶	مدرسہ نقشبندیہ	۵۷۱	مکتوب نمبر ۷
۶۷۷	فستوی زبسی	۵۷۲	مکتوب نمبر ۸
۶۷۸	تقویٰ	۵۷۲	مکتوب نمبر ۹
۶۷۹	ڈاک خانہ کاشود	۵۷۴	مکتوب نمبر ۱۰
		۵۷۵	مکتوب نمبر ۱۱
		۵۸۰	مکتوب نمبر ۱۲

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۹۴	تبلیغ و ارشاد	۶۸۰	مسجد نور کاسنگ مرمر خریدنا
۶۹۵	ہمان نوازی	۶۸۱	جو دوسنی
۶۹۶	فیض رسانی	۶۸۱	ملی خدمات
۶۹۶	دینی و ملی خدمات	۶۸۲	حساب فہمی میں اہتمام
۶۹۶	شادی اور اولاد	۶۸۲	عادات کریمہ
۶۹۷	حضرت صاحبزادی بنت رسول عرف	۶۸۳	قیافہ شناس سے ملاقات
۶۹۷	بوہی صاحبہ رحمہ	۶۸۳	شادی اور اولاد
۶۹۸	اخلاق حسنہ	۶۸۵	مولوی ضیاء الدین صاحب مدنی
۶۹۸	وفات	۶۸۶	مولوی محمد اسماعیل
۶۹۹	خلفائے عظام	۶۸۷	نواب صاحب ریاست شاہ نور
۷۰۰	خلفائے عظام کے اسمائے گرامی	۶۸۷	اولاد زینہ پیدا ہونا
۷۰۵	۱۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوریؒ	۶۸۸	بیماری اور وصال
۷۰۸	۲۔ حضرت حافظ ظفر علی صاحب پٹواریؒ	۶۸۹	اپ کے خلفا
۷۰۹	۳۔ حضرت مولانا محبوب احمد الملقب بہ	۶۹۰	خادم الملّت حضرت الحاج حافظ سید
۷۱۰	۴۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بیکانیریؒ	۶۹۰	خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۷۱۰	۵۔ حضرت مولانا غلام احمد صاحب انگر امرتسریؒ	۶۹۰	تحصیل علم
۷۱۱	۶۔ حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب کشمیریؒ	۶۹۱	اخلاق حسنہ
۷۱۲	۷۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب یاغستانیؒ	۶۹۱	شادی اور اولاد
۷۱۲	۸۔ حضرت سید جعفر شاہ صاحب بخاریؒ	۶۹۱	کتب خانہ
۷۱۲	۹۔ حضرت مولوی محمد مقصود صاحب بنگالیؒ	۶۹۱	وفات
۷۱۳	۱۰۔ حضرت خواجہ احمد شاہ صاحب امرتسریؒ	۶۹۲	شمس الملّت حضرت الحاج حافظ سید
۷۱۳	۱۱۔ حضرت سید حیات محمد شاہ صاحب سیالکوٹیؒ	۶۹۲	نور حسین شاہ صاحب مدظلہ
۷۱۴	۱۲۔ حضرت کریم بخش صاحب قصوریؒ	۶۹۲	حلیہ شریف
۷۱۴	۱۳۔ حضرت مولانا امام الدین صاحب ریلے پوریؒ	۶۹۲	حصول علم
۷۱۴	۱۴۔ حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب گجراتیؒ	۶۹۳	اتباع شریعت و سنت
۷۱۴	۱۵۔ حضرت پیر افضل شاہ صاحب کشمیریؒ	۶۹۳	سخاوت اور دریادلی
۷۱۴		۶۹۳	حج و زیارت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۳۹	حضرت مولانا سعید احمد شاہ صاحب کوہاٹی	۷۱۶	۱۶- حضرت پیر گل شاہ صاحب کشمیری
۷۴۰	۲۴- حضرت حاجی سرور خان صاحب کوہاٹی	۷۱۶	۱۷- حضرت پیر عبد الرحمان صاحب کشمیری
۷۴۰	۲۵- حضرت حاجی اکبر خان صاحب کوہاٹی	۷۱۷	۱۸- حضرت ڈاکٹر اللہ داتا صاحب کنجاہی
۷۴۰	۳۶- حضرت الحاج حافظ نواز احمد صاحب بھنگلی	۷۱۸	۱۹- حضرت ناصر محمد کرم الہی صاحب سیالکوٹی
۷۴۱	۳۷- حضرت الحاج حکیم خادم علی صاحب سیالکوٹی	۷۱۹	۲۰- حضرت الحاج مولانا قطب الدین صاحب بھنگلی
۷۴۲	۳۸- حضرت الحاج سید ولی محمد صاحب شاہ آبادی	۷۲۰	۲۱- حضرت مولانا قاضی حفیظ الدین صاحب بھنگلی
۷۴۳	۳۹- حضرت ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب اترتھی	۷۲۱	۲۲- حضرت مولانا سعید المجید خان صاحب بھنگلی
۷۴۳	۴۰- حضرت مولانا صوفی ناصر محمد عظیم صاحب فیروز پوری	۷۲۳	۲۳- حضرت الحاج نصیب خان صاحب بھنگلی
۷۴۳	۴۱- حضرت مولانا محمد عالم صاحب میر پوری	۷۲۳	۲۴- حضرت الحاج بھائی ڈاکر علی صاحب بھنگلی
۷۴۴	۴۲- حضرت الحاج حافظ عبد الحمید صاحب	۷۲۴	۲۵- حضرت الحاج مولانا عابد حسن صاحب فریدی
۷۴۴	۴۳- حضرت الحاج خوشی محمد صاحب فیروز پوری	۷۳۰	۲۶- حضرت الحاج مولانا حامد حسن صاحب قادری
۷۴۴	۴۴- حضرت قاری شہاب الدین صاحب حیدر آبادی	۷۳۲	۲۷- حضرت مولانا محمد خوب صاحب احمد آبادی
۷۴۶	۴۵- حضرت الحاج مولانا محمد اصل صاحب بھنگلی	۷۳۵	۲۸- حضرت الحاج بخش مصطفیٰ علی خان صاحب بھنگلی
۷۴۶	۴۶- حضرت حکیم سید قمر احمد صاحب اکبر آبادی	۷۳۸	۲۹- حضرت حافظ علی احمد بلبل صاحب پشاور
۷۴۸	۴۷- حضرت مہر امیر اللہ صاحب گلانوی	۷۳۸	۳۰- حضرت حافظ سلطان احمد صاحب پشاور
۷۴۹	اختتامیہ	۷۳۸	۳۱- حضرت سید محمود شاہ صاحب ہزاروی
		۷۳۹	۳۲- حضرت سید عبد القاضی صاحب ہزاروی



مقصد تخلیق — معرفت و محبت

حقیقت مجرب — خاتم المرسلین

بیعت — سلاسل طریقت

تعارف کتاب

## مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
حَامِدًا وَ مُصَلِّیًّا

نورِ ایماں جس نے بخشا خاک کو	حمد بے حد اس خدائے پاک کو
قطرہ ناچیز کو دریا کیا	خاک کو پُر نور سرتا پاکیا
مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيرِ لَقَدْ نُورَ الْقَمْرِ	يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرِ
بعد از خدا بزرگ توئی فقط مختصر	لَا يَمُنُّ الشُّعَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ

**مقصدِ تخلیق** | خالق کائنات اور مالکِ سماوات نے عجائبِ قدرت اور غرائبِ فطرت کی طرف اپنے کلامِ معجزِ نظام میں بار بار انسانوں کو توجہ دلائی ہے۔ اور ان کو تاکید کی ہے کہ تفکر و تدبیر کو کام میں لائیں۔ تاکہ ایک طرف اگر وہ حقیقتِ مطلقہ کا عرفان حاصل کریں، تو دوسری طرف اس کی عطا کردہ امانت کے حقوق ادا کر سکیں۔ اور اس مقامِ بلند تک پہنچنے کے اہل بنیں جو رب تعالیٰ نے اپنے کرمِ خاص سے انسانِ کامل کے لئے معین فرمایا ہے۔

باری تعالیٰ کے خالقِ مطلق اور رب الارباب ہونے کے بارے میں مومن و کافر سب اتفاق رائے رکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: **وَلَيْسَ سَاءَ لَتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لِيَقُولُنَّ اللَّهُ** (ترجمہ) "اور اگر تم ان (مشرکوں) سے پوچھو کہ کون ہے وہ (ذات) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، تو البتہ وہ یہی کہیں گے کہ وہ (ذاتِ صرف) اللہ تعالیٰ (کی ذات) ہے" یہ اور بات ہے کہ کفار اپنے اس اعتراف و یقین پر دوسرے توہمات اور تاویلات کا پردہ ڈال کر خود اپنے آپ کو فریب دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

اسی طرح رب عز و جل نے فرمایا ہے: **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ** (ترجمہ) "اور میں نے جن اور انسان کو نہیں پیدا کیا مگر صرف اس مقصد کے لئے کہ وہ میری عبادت کریں"۔

”عبادت“ ایسا جامع لفظ ہے کہ اس کا اطلاق جملہ فرائض انسانیت پر عاید ہوتا ہے جیاتِ انسانی کے وہ تمام حقوق و فرائض جو اس پر کسی اعتبار سے بھی واجب ہوتے ہیں اس میں شامل ہیں۔ اخلاق و کردار معاملات و معاشرت، عبادات و اطاعات، واجبات عقلی و نقلی، فرامین الہی کی بجا آوری، کاروبار دنیوی اور معرفت الہی، وظائف ظاہری اور مدارجِ روحانی سب اس ایک لفظ ”عبادت“ کے تحت آجاتے ہیں۔ اور جو انسان ان سب سے کما حقہ عہدہ برآ ہوتا ہے، وہ منشا سے ایزدی بجا لاکر اس رب العزت کے انعام و اکرام کا مستحق قرار پاتا ہے۔

اسی مقصدِ تخلیق کو ایک حدیث قدسی میں یوں بیان فرمایا ہے **كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ** (ترجمہ) (رب تعالیٰ فرماتے ہیں) ”میں ایک گنجِ مخفی تھا تو جب میں نے یہ پسند کیا کہ میری معرفت کی جائے تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔“ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اس حدیث کو الفاظِ بالا کے ساتھ نقل کر کے فرماتے ہیں کہ

”ذاتِ بحت ایک مخفی خزانہ تھی۔ اس کی مشیت کا تقاضا ہوا کہ اپنی ذات کو جو جمیع صفاتِ کمال کی مستجمع اور اوصافِ متضاد

## معرفت و محبت

و متبانیہ کی جامع ہے۔ جلوہ گر شہود اور عیاں کرے، اور اپنی بے زنگی کا جلوہ آئینہ قلوب میں مشاہدہ فرمائے، تو اس وقت اس نے مخلوقات کی تخلیق کا سلسلہ شروع فرمایا۔ کائنات کی تکوین کی بنیاد ڈالی، اور تمام عالم کو پیدا کر کے عالمِ ناسوت، ملکوت، جبروت میں جلوہ گر شہود ہوا۔ چونکہ تخلیق کی اہم ترین غایت و حکمت (جیسا کہ اس حدیث قدسی سے ظاہر ہے) ”معرفت“ رکھی گئی ہے، اور اس سلسلہ معرفت کی اصل محرک ”محبت“ ہے، جیسا کہ ”فَاحْبَبْتُ“ کے کلمہ سے واضح ہے، تو اس غایت کی تکمیل اور مقتضائے محبت کی خاطر، ضروری تھا، کہ سب سے پہلے منقذہ شہود پر جو جلوہ فگن ہو، وہ محبوب ہو۔ جو صالح کی ذات و صفات کا مظہر اتم و اکمل ہو۔ اور جو نسبت اس صادر اول کو خالق کے ساتھ ہو۔ ایسی نسبت کائنات اور مخلوق میں سے کسی دوسرے کو حاصل نہ ہو، اور وہی محبوب صدور کائنات کا واسطہ اور تخلیق عالم کا سبب ہو، وہی درِ مکنون کل مکنونات کا ذریعہ ٹھیرے، اور وحدت سے کثرت کا جس قدر بروز و ظہور ہو اسی جوہر یکیتا کے طفیل ہو، اور وہ کافۃ الخلق کے لئے

رحمت اور خدائی امانت کا حامل ہو اور وہ صادرِ اول صانعِ مطلق کی صنعت اور کارگیری کا سب سے بہتر نمونہ ہو اور قرب و عرفان کی سب سے اعلیٰ منزل پر متمکن ہو، کائنات کی رشد و ہدایت کا بے پناہ جذبہ اس میں موجود ہو، اسمائے الہی کے اسرار و رموز کا پورا عالم اور تدبیرِ خلق کا تدبیرِ کامل ہو، اور اس کی آغوشِ رحمت میں رہ کر کائنات پر وصول الی الحق کی راہیں متکشف ہوں، اور اس کے ذریعے سے رضا کے الہی حاصل ہو۔ اس کے اتباع سے بعض لوگ سعید بنیں، اور کچھ لوگ شقی اور راندہ درگاہ ٹھہرائے جائیں۔ الغرض اس صادرِ اول کا ان تمام صفاتِ کمال اور شمائلِ عالیہ کا جامع ہونا از بس ضروری تھا۔“

یہ صادرِ اول نورِ محمدی اور حقیقتِ محمدیہ ہے۔ جو انوار و تجلیات، اسرار و رموز، اور حقائق و عوامض کو ذاتِ نجات

حقیقتِ محمدیہ  
صلی اللہ علیہ وسلم

سے بلا واسطہ حاصل کر کے جمیع کائنات کو علیٰ حسبِ مراتب تفویض فرماتا ہے۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورِي (ترجمہ) ”سب سے پہلے اللہ نے جسے خلق فرمایا وہ میرا نور تھا۔“ کی حدیث اس بیان پر شاہدِ عادل ہے۔ نورِ محمدی میں حرکت بالذات مضموم ہے۔ اگر آپ کا نور متحرک نہ ہوتا تو عوالم و کائنات کا ظہور محال تھا۔ جیسا کہ حدیث قدسی سے ثابت ہے فرمایا ہے، لَوْلَا كَلَّمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (ترجمہ) ”اگر تو نہ صادر ہوا ہوتا تو میں افلاک (اور کائنات) کو ہی پیدا نہ کرتا۔“

بعض روایات میں ”نوری“ کے بجائے ”العقل“ کا لفظ آیا ہے۔ اس میں نہ اختلاف ہے نہ تضاد۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحاتِ مکیہ (باب ششم) میں لکھا ہے کہ ان دونوں روایتوں کا مصداق ”حقیقتِ محمدی“ ہے۔ اسی حقیقت کو کبھی ”نور“ کہا گیا ہے اور کبھی ”عقل“۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں :

اِنَّ مَعْنَاهُمَا وَاٰحِدٌ - لِاَنَّ حَقِيْقَةَ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) تَارَةً يُعْبَرُ عَنْهَا بِالْعَقْلِ وَتَارَةً بِالنُّوْرِ • (ترجمہ) بے شک ان دونوں کا معنی ایک ہے کیونکہ حقیقتِ محمدیہ کو کبھی عقل اور کبھی نور کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے • امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی مکتوبات شریف میں یہی فرماتے ہیں کہ حقیقتِ محمدیہ ”جامع نور و شعور“ ہے۔ اس کو کبھی عقل فرمایا کبھی نور۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں :

”وہر دو یکے است۔ ہم نور است و ہم عقل و شعور۔“

کنزِ مخفی سے جس صادرِ اول نے ظہور و شہود کیا وہ ”حقیقتِ محمدی“ ہے۔ اس تعینِ اول کو حضرت مجدد الف ثانی ”رواصطلاحات“ کا نام دیتے ہیں۔ آپ ”تعینِ حجتی“ کو ”تعینِ وجودی“ پر مقدم بتاتے ہیں۔ ”تعینِ حجتی“ کو ”حقیقتِ محمدی“ اور ”تعینِ اول“ اور ”تعینِ وجودی“ کو ”حقیقتِ محمدی“ کا نطل اور ”تعینِ ثانوی“ قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ :

”ان دونوں روایتوں کو عمیق نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب سے قبل جو چیز منصفہ ظہور پر آئی ”محبت“ تھی۔ یہ محبت ہی تخلیقِ ظالِق اور تکوینِ کائنات کا سبب ہوئی۔ اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجادِ عالم کا دروازہ ہی نہ کھلتا۔ گویا ”تعینِ حجتی“ بمنزلہ دائرہ کے مرکز کے ہے۔ اور تعینِ وجودی ”بمنزلہ دائرہ کے محیط کے۔ اور ظاہر ہے کہ مرکز کا درجہ محیط پر مقدم ہوتا ہے۔ لہذا تعینِ حجتی ہی تعینِ اول ہے۔ اور حقیقتِ محمدی یا حقیقۃ الحقائق سے ہماری مراد بھی یہی تعینِ حجتی ہے۔“  
تو واضح ہوا کہ خلقتِ کائنات کی سب سے اہم غایت ”معرفت اور محبت“ ہے۔ کائنات میں سے جس مخلوق کو ”معرفت اور محبت“ میں کمال حاصل ہوگا وہی بارگاہِ الہی میں بھی سب سے زیادہ افضل قرار پائے گی۔

وہ امانتِ الہی ”جس کا بوجھ اٹھانے سے آسمان، زمین اور پہاڑ بھی عاجز رہے، اس کا بار انسان نے اٹھایا۔“ امانت کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ لیکن مرتبہ اعلیٰ میں اس کی توجیہ ”محبت و معرفت“ ہی سے کی جاتی ہے۔ ملائکہ بھی محبت سے سرشار اور معرفت میں غرق ہیں۔ لیکن انسان کو ان پر بھی فضیلت حاصل ہے۔ اس لئے کہ وہ محبت جو مصائب و آلام کی بھٹی میں تپنے، ریاضاتِ شاقہ انجام دینے، ہوا و ہوس و نیوی سے احتراز کرنے اور تکلیفاتِ شرعی کی بجا آوری کے بعد حاصل ہو، اس سے صرف انسان ہی بہرہ ور ہوتا ہے۔ اور یہ محبت ”معرفت کے جن مدارج بلند کی جانب لے جاتی ہے وہ صرف انسان کا حصہ ہیں۔“

تخلیقِ آدمؑ | تخلیقِ آدمؑ کے بیان میں قرآن مجید صراحتاً بیان کرتا ہے کہ جب ملائکہ نے یہ اعتراض کیا کہ بارگاہِ الہیٰ کیا تو اپنی نیابت اس کو دینا چاہتا ہے جو



زمین میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائے گا، حالانکہ ہم تیری تسبیح اور تقدیس میں مصروف رہتے ہیں (اور اس لئے تیرے نائب بنائے جانے کے زیادہ مستحق ہیں)۔ تو جہاں باری تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ: **إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ** (ترجمہ) ”میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تمہارے علم میں نہیں ہے“ وہیں ملائکہ کا اس طرح امتحان بھی لیا کہ **عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا** (ترجمہ) آدم کو تمام اسماء سکھادیے“ اور پھر ان کو فرشتوں کے سامنے لا کر ان کی بابت استفسار فرمایا۔ ظاہر ہے کہ تعلیم الہی کے بعد آدم کو فرشتوں پر برتری حاصل ہو چکی تھی۔ ملائکہ کو اعترافِ عجز کے علاوہ چارہ کار نہ رہا اور انہوں نے اعتراف کیا کہ **سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ** (ترجمہ) ”اے پروردگار! تیری ذات پاک ہے ہمیں جو کچھ تو نے سکھایا ہے، اس کے علاوہ ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔ بے شک تو ہی رہنما و باطن کا) جاننے والا اور (سرار و رموز کی) مصلحت کو پہچاننے والا ہے۔“

جب فرشتوں کو اس امتحان میں آدم کے مقابلے میں زک اٹھانی پڑی، اور انہوں نے خود اپنی کوتاہی کا اعتراف کر لیا، تو باری تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ آدم کے آگے سجدہ تعظیمی بجالائیں۔ یہ گویا بارگاہِ رب العزت سے اس امر کا اعلان تھا کہ انسان تمام کائنات سے افضل و برتر ہے۔

قرآن مجید میں آیا ہے **وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ** (ترجمہ) ”اور تم اپنے نفوس کے باطن میں کیوں نظر تعمق سے نہیں دیکھتے“ دوسری جگہ ارشاد ہے: **سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ اللَّهَ الْحَقُّ** (ترجمہ) ہم ان کو آفاق میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے، نیز خود ان کے نفوس میں نشانیاں دکھائیں گے، تاکہ ان پر روشن ہو جائے کہ وہی حق ہے“ تدبر و تفکر کا یہ مادہ اور غور و تعمق کی یہ صلاحیت انسان کو ہی ودیعت کی گئی ہے۔ تاکہ وہ **عَلَّمَ الْأَسْمَاءَ** کا مظہر کامل بن سکے، اور اسے معرفت کاملہ حاصل ہو۔ یہ صفت ملائکہ تک میں نہیں پائی جاتی، اسی لئے انسان کو ملائکہ پر بھی فضیلت حاصل ہے۔

برگ و رختاں سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریت معرفت کردگار (سہ)

خدا نے قدوس اپنے بندوں پر خصوصی شفقت فرماتا ہے۔ اسی لئے اس نے اپنی رحمت کاملہ

اور حکمت بالغہ سے انسان کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے اور اسے اپنے مدارج تک رسائی حاصل کرنے میں رہبری و رہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً ایسے برگزیدہ نفوس کو بھیجا، جو اس کی بارگاہ میں تقریباً کامل رکھنے کی وجہ سے اس ذاتِ بحت سے بلا واسطہ (یا بواسطہ رُوح القدس) فیوضات و برکت حاصل کرتے تھے، اور فرمانِ الہی کی رو سے مسندِ ارشاد پر متمکن ہوتے تھے۔

## بعثتِ رسل

یہ مقدس نفوس یعنی انبیاء و مرسلین من جانب اللہ مامور ہوتے تھے کہ انسان کے اعمال و افعال، عادات و اخلاق اور معاملات و کردار کو خدائی احکام کا پابند بنائیں۔ اسے نفسِ امارہ اور شیطان کی مفسدہ پر ازلیوں سے محفوظ رکھیں اور اسے معرفتِ الہی اور تقربِ خداوندی کی راہیں بتائیں۔ جن لوگوں نے ان برگزیدہ شخصیتوں کے پیغام پر عمل کیا، انعاماتِ الہی اور احساناتِ خداوندی کے مستحق قرار پائے۔ اور جنہوں نے ان کی تعلیمات سے مجرمانہ غفلت برتی اور سرکشی کی وہ خسر الدُّنیا وَالْآخِرۃ (ترجمہ) ”دنیا اور آخرت (دونوں) میں گھائے میں رہے“ کے مصداق بنے اور عذابِ الہی کے سزاوار ہوئے۔ رب العزت فرماتے ہیں وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا (ترجمہ) ہم اس وقت تک عذاب نہیں اتارتے جب تک کہ ہم اپنے رسول کو نہ بھیجیں۔ یہ قاعدہ کلیہ اس لئے ہے کہ اس کی ذاتِ ارحم الراحمین ہے۔ اس کی رحمت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے پورے مواقع فراہم کرے اور اتمامِ حجت فرمائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیاء و مرسلین مبعوث ہوئے سب کی نبوتِ زمان و مکان میں محدود تھی۔ ان کی جو تعلیمات دُنیا میں باقی ہیں وہ خود شہادتِ دیتی ہیں کہ ان کا پیغام صرف ان کے زمانے یا ان کی قوم کے لئے محدود و معین تھا۔ اور ان کے احکامِ شریعت عالم گیر حیثیت اور آفاقی قدریں کے حامل نہ تھے۔ صرف وقتی اور مہنگامی تقاضوں کو پورا کرتے تھے۔ لیکن آخر وہ وقت آیا کہ دربارِ خداوندی سے وہ ضابطہ حیات بھیجا جائے، جو گذشتہ پیغامات کی تکمیل کرے، اور مخلوق کی رہنمائی کے لئے ابد الابد تک روشن رہے۔ مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے :

جب اپنی پوری جوانی پہ آگئی دُنیا تو زندگی کے لئے آخری نظام آیا

چنانچہ نبی اکرم اور رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم شانِ رحمۃ للعالمین کے ساتھ منقہ شہود پر جلوہ افروز ہوئے۔

تسآن مجید شہادت دیتا ہے کہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔ (ترجمہ) ”ہم نے تم کو تمام انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔“ نیز ارشاد ہوا کہ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ (ترجمہ) آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا جو فرامین و احکام آدم سے اب تک جزئی طور پر اور وقتی مصالح کے لحاظ سے بھیجے گئے تھے، آج وہ مجموعی اور تکمیلی صورت میں مکمل ضابطہ حیات بنا دیے گئے۔ اور میں نے تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا (اب تک بعثت انبیاء ہمارے، طرف سے انسانوں کے لئے نعمت بنی رہی ہے لیکن آج وہ نعمت و احسان جس کا مل و اہل شکل میں تمہارے اوپر نازل ہوئے، اس کے بعد انسان کو کسی اور پیام کی ضرورت نہیں ہوگی۔) اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔ (یہی دین اسلام اگلے انبیاء عظام کے ذریعے تم تک پہنچایا گیا، لیکن آج وہ دین اپنے تمام اصول و احکام کے لحاظ سے مکمل ترین صورت میں تم کو دیا گیا ہے، تاکہ ابد الابد تک انسان کی رہنمائی کا ضامن اور ان کی مشکلات کا کفیل بنا رہے۔ اور وہ ان تعلیمات کی بدولت صراطِ مستقیم پر گامزن رہ کر فرائضِ تخلیق کو بخوبی و باسانی انجام دیتے رہیں۔“

## خاتم المرسلین

فرمانِ آہی ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (ترجمہ) محمد تم میں سے کسی مرد

کے باپ نہیں ہیں (یعنی آپ کی اولاد ذکر بقید حیات نہ رہی) لیکن وہ خدا کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔“ خاتم کے زبر سے ہے لیکن عربی کے لغات اور تفسیروں کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ خاتم کے معنے بھی خاتم ہی کے ہیں۔ زبر اور زیر کا فرق معانی میں تبدیلی پیدا نہیں کرتا۔ قاموس اور تاج العروس عربی کے مستند ترین لغات ہیں۔ وہاں صاف لکھا ہے الْخَاتَمُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ عَاقِبَتُهُ وَآخِرَتُهُ وَالْخَاتَمُ آخِرُ الْقَوْمِ كَالْخَاتِمِ وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ اِنَّمَا آخِرُهُمْ (ترجمہ) ”ہر چیز کی خاتم وہ (چیز) ہے جو اس کا

انجام اور اس کا آخر ہو۔ خاتم القوم بھی خاتم القوم ہے۔ (یعنی زبر سے ہو یا زیر سے معنی آخری ہی ہوتے ہیں۔) اور یہیں سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول خاتم النبیین یعنی نبیوں میں سے آخری نبی۔“  
لسان العرب اور صراح جیسے مستند لغات میں بھی یہی معنی بتائے گئے ہیں۔ مفردات امام راغب اصفہانی، جامع البیان، ابن جریر، تفسیر عباسی، تفسیر خازن، ابن کثیر، تفسیر کشاف اور دیگر بہت سی تفسیر کی کتابوں میں انہی معانی کی تائید و تاکید ملتی ہے۔ جس میں نہ کسی توجیہ کی ضرورت ہے نہ کسی تاویل کی گنجائش۔ علمائے زبان اور ماہرین لسان کو ان معانی کے تسلیم کرنے میں کبھی ذرہ برابر بھی تامل تردد نہیں ہوا اس لئے کہ عربی زبان کا روزمرہ صرف انہی معانی پر شاہد عادل ہے۔

یوں تو اور بہت سی آیات ختم نبوت کی شہادت دیتی ہیں۔ لیکن ابتداء میں جو دو آیات نقل کی گئیں، انہی پر غور کیجئے تو تامل کی گنجائش نہیں رہتی۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت زمان و مکان میں محدود نہیں اور آپ کافّةً لِلنّاس کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے تو آپ بے شک آخری رسول ہیں۔ ورنہ (نعوذ باللہ) رب تعالیٰ کا فرمانا بجا نہیں۔ حالانکہ یہاں زمان و مکان کی قید کے بغیر تمام مخلوقات اور سارے انسانوں کے لئے آپ کو رسول بیان فرمایا گیا ہے۔

اسی طرح جب باری تعالیٰ نے ”تکمیل دین“ اور ”اتمام نعمت“ کا بر ملا اعلان فرمایا۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کے بعد بھی کوئی نبی اور کوئی رسول مبعوث ہو۔ جو دین خداوندی اور نعمت آپہی کو جاری کرے۔ کوئی بد بخت اللہ اور اس کی نازل کردہ کتاب پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے، یہ کیسے سوچ سکتا ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ کا یہ فرمانا کہ ”میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا“ اور ”میں نے تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا“ درست نہیں ہے۔ اگر یہ تصور کیا جائے کہ آپ آخری رسول اور خاتم النبیین نہیں ہیں تو (معاذ اللہ) ”تکمیل دین“ اور ”اتمام نعمت“ کا مفہوم ہی صحیح نہ ہوگا۔ رب العزت سب مسلمانوں کو ایسی ”بے دینی“ سے محفوظ رکھے!!

احادیث صحیحہ سے حضور پر ختم نبوت ہو جانے کا مزید واضح ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

۱۱ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ سے ترمذی اور ابوداؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا **وَإِنَّا خَلَقْنَا النَّبِيَّ لَأَنْبِيََا بَعْدِي** (ترجمہ) اور میں سب نبیوں میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (۲) مسلم، ترمذی اور نسائی میں حدیث مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا **أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخَتَمَ بِي النَّبِيُّونَ** (ترجمہ) میں ساری مخلوق کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔ اور میرے اوپر نبی ختم ہو گئے۔ (۳) بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث میں حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **إِنَّا الْعَاقِبُ - وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ** (ترجمہ) میں عاقب ہوں۔ (یعنی سب سے بعد میں آنے والا یا میرا ایک نام عاقب ہے) اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس دنیا سے فانی ہوئے تو وصیت فرمائی تھی کہ میں تمہارے درمیان اپنی عمرت اور یہ کتاب (قرآن حکیم) چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک تم اس پر عمل کرتے ہو گے کبھی راہِ راست سے نہیں ہٹو گے۔ نیز آپ کا ارشاد ہے۔ **عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ** (ترجمہ) ”میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہیں۔“

**علمائے ربانی** انبیاء کرام میں صاحبِ شریعت رسول صرف چند ہوئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین اپنی امت کے لئے لائے تھے۔ جب ان پیغمبروں کی امت احکام خداوندی سے سرتابی کرتی اور راہِ راست سے بھٹکتی تو بنی اسرائیل کے نبی ان کو شریعتِ الہی کے فرمان بتاتے اور سچی تبلیغ فرماتے کہ وہ صراطِ مستقیم سے دُور بھٹک کر عقوبتِ الہی میں گرفتار نہ ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ختم ہو گئی، وحی الہی بند ہو گئی، آخری کتاب اتاری جا چکی اور دینِ ایزدی کی تکمیل ہو چکی۔ لیکن رحمتِ خداوندی اور سنتِ الہی بدستور جاری ہے۔ اس لئے فرمانِ نبوی کے مطابق صالحین امت اور علمائے ربانی کو ارشاد و ہدایت کے اس منصب پر فائز کیا گیا جو بنی اسرائیل کے انبیاء کو حاصل تھا۔ تاکہ دینِ حق کی تبلیغ و اشاعت جاری رہے اور بندگانِ خدا رحمتِ الہی سے محروم نہ ہونے پائیں۔

قرآن مجید میں صالحین، متقیین، علماء، اولیاء وغیرہ کا ذکر واضح طور پر موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محبتِ الہی اور معرفتِ خداوندی کے حاملین ہر دور میں پائے گئے۔ یہی وہ علمائے امتِ محمدیہ ہیں جن کو حضور نے انبیاء بنی اسرائیل کی مانند بتایا ہے اور جو تبلیغ و ارشاد کے منصب پر قائم

رہ کر لو اے محمدی کو سر بلند رکھیں گے۔ اور محبت و معرفت الہی کے دروازے دوسروں کے لئے کھولیں گے۔ تاکہ منشاء ایزدی کے مطابق مومنوں کو "نعمت الہی" سے حصہ وافر نصیب ہو، اور وہ اپنے اندر اخلاقِ حسنہ اور صفاتِ برگزیدہ پیدا کر کے انسانیت کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ سکیں۔

## بیعت

رشد و ارشاد کا یہ سلسلہ ہمیشہ سے قائم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جاری فرمایا اور قائم رکھا۔ حضور کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام، اور صالحین عظام نے بھی اسی پر عمل کیا۔ اور آج تک صلحاءِ اُمت اور برگزیدہ نفوس اسے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اس طریقہ خاص کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، اور اسی کو عرفِ عام میں "بیعت" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

انسان کے تمام دنیوی معاملات میں قول و قرار اور عہد و پیمانہ کو خاص مقام حاصل ہے۔ معاملات، اقتصادیات، کاروبار، سیاسیات، صلح و امن جملہ امور میں روزِ معاہدے کئے جاتے ہیں اور حلف اٹھائے جاتے ہیں، یہی عمل جب ظاہری و باطنی اعمال، تزکیہ و نفسِ تصفیہ قلب اور تجلیہ روح جیسے اہم اور مقدس مقصد کے لئے انجام دیا جاتا ہے۔ تو "بیعت" کی اصطلاح پاتا ہے عقلِ سلیم اور فہمِ مستقیم کی رو سے یہ امر منطقی، سائنسی اور عقلی حیثیت سے بیحد مستحسن اور واجب ہے جس پر فرامینِ الہی کی تصدیق اور تجرباتِ زندگی کی مہر لگی ہوئی ہے۔

بیعت کرنا یا لینا یعنی عہد کرنا یا عہد لینا، ایک ایسا عمل ہے جس کے لئے بحث و تمحیص کی چنداں ضرورت نہیں۔ جب روزِ مزہ کے معمولات میں ہم آئے دن عہد و پیمانہ کرتے رہتے ہیں بلکہ اسے پسندیدہ اور لازمی جانتے ہیں، تو اعمالِ صالحہ اور اوامرِ نواہی میں اسے کیونکر روانہ رکھیں اور مستحسن نہ جانیں۔ بلکہ آخر الذکوہ حیاتِ انسانی کی فلاح و نجات میں جو عظمت و اہمیت حاصل ہے، اس کے پیش نظر "بیعت" اور عہد کو یہاں اور بھی زیادہ لازم و اہم سمجھا جانا چاہیے۔ اسی لئے قرآن مجید اور حدیث شریف میں "بیعت" لینے اور بیعت کرنے کے احکام و وضاحت و صراحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جو عہد نامہ مرتب ہوا، اور حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے مکہ سے واپس نہ آنے سے جو غلط فہمی پیدا ہوئی، جس کے باعث حضور نے صحابہ کرام سے

بُعِيتَ لِي، اسے "بُعِيتَ رَضْوَان" کے مقدس لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ اور رب العزت نے اس بُعِيت اور معاہدے میں اپنی ذات اقدس کو شامل فرما کے اسے عظیم ترین عہد نامہ (بُعِيت) کی حیثیت عطا فرمائی ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے: **إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ط يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ط فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ ط وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمِنَّا** (ترجمہ) بے شک جو لوگ تمہاری بُعِيت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ سے بُعِيت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ تو جس نے عہد کو جو اس نے اللہ سے باندھا ہے پورا کیا، تو اللہ اس کو جلد ہی بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس عہد اور بُعِيت کو جو صحابہؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی خود اپنی ذات کی طرف منسوب کیا۔ تکمیل و توثیق کے لئے اپنے دست مبارک کو مومنین کے ہاتھوں پر جتایا۔ اور ایفائے بُعِيت اور عہد شکنی کے لئے سزا کا وعدہ فرمایا۔ اس سے زیادہ واضح اور روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے!! معاملات دنیوی ہوں یا کاروبار آخرت، سب میں "بُعِيت" کی اہمیت اور وجوب صرف اس ایک آیت مبارکہ اور سنت حضرت رسالت مآب سے ثابت و مبرہن ہے۔ ایک اور مقام پر رب العزت فرماتے ہیں: **إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعُنَكَ عَلَى أَنْ لَّا يَشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ** (پ) (ترجمہ) اے نبی! جب مسلمان عورتیں تمہارے پاس اس بات پر بُعِيت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھیرائیں گی، اور نہ چوری کریں گی، اور نہ بدکاری کریں گی، اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، اور نہ وہ اپنے ہاتھوں اور ٹانگوں کے درمیان کوئی بُہتان اٹھائیں گی، اور نہ کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی کریں گی، تو تم ان سے بُعِيت لو۔ اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت مبارکہ میں بُعِيت کرنے والی عورتوں کو "مؤمنات" کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ یعنی اس بُعِيت سے قبل وہ مشرف بہ ایمان ہو چکی ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ایمان کا شرف حاصل کر لینے کے بعد

چند اوامر و نواہی یا بعض خصوصی معاملات کے لئے ”بیعت“ ہوتی یا ہو سکتی ہے۔ اور یہ عمل از روئے فرمانِ آہی اور سنتِ نبویؐ نہایت مستحسن اور پسندیدہ ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک میں ”بیعت“ کی بے شمار مثالیں صحیح احادیث میں جا بجا روایت ہوئی ہیں۔ جس کے بعد بیعت کی رسم کے رواج عام کا استحسان بلکہ لزوم و وجوب شک و شبہ سے ہر طرح بالاتر، دل نشین اور عقل و فہم کے لئے قابل قبول ہو جاتا ہے۔

(۱) بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث میں حضرت جبریر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَنُصْحِ الدِّينِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ (ترجمہ) ”میں نے نماز ادا کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کو دین سکھانے پر رسول اللہ سے بیعت کی۔“

(۲) امام مسلم نے حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے! انہوں نے فرمایا کہ بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَنْ لَا نُشْرِكَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا نَزْنِي وَلَا نَسْرِقُ وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ۔ (ترجمہ) ”ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے، اور بدکاری نہیں کریں گے، اور چوری نہیں کریں گے اور حق بات کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کریں گے۔“

غرض اس طرح کی احادیث بکثرت ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان مرد اور عورتوں سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنات و اوامر کی انجام دہی اور محرمات و منہیات سے بچنے اور ان سے دور رہنے پر بیعت لی ہے۔ اور یہی سنتِ نبویہؐ آج تک جاری ہے کہ تصوف کے سلاسلِ عالیہ میں اہل ایمان صالحین و مشائخ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرتے ہیں۔ گویا اوامر کی بجا آوری، نیکیوں پر مداومت، ممنوعات سے احتراز اور رب تعالیٰ سے انابت پر اسی کے ایک برگزیدہ بندے کو گواہ بنا کر عہد کی توثیق کرتے ہیں۔ تاکہ اپنے آپ کو اس کے فضل و کرم اور انعام و احسان کا مستحق بنائیں۔

واضح ہو کہ تمام سلاسلِ طریقتِ حق ہیں، اور کسی پر نکتہ چینی روا نہیں۔  
منزل مقصود سب کی ایک ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ خود

سلاسلِ طریقت



مختلف سلسلوں میں بیعت لیا کرتے تھے۔ البتہ آپ کا پسندیدہ سلسلہ طریقیہ نقشبندیہ ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ”سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سب سلسلوں سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ اس کی ابتداء دوسروں کی انتہا ہے“

## سلسلہ نقشبندیہ

نیز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

”طریقیہ نقشبندیہ کے سر حلقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو

انبیائے کرام کے بعد تحقیقی طور پر تمام نبی آدم سے افضل ہیں۔ اسی لحاظ سے اس طریقیہ کے بزرگوں کی تحریروں میں آیا ہے کہ ”ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے“ نسبت سے ان کی مراد خاص حضور اور آگاہی ہے جو بعینہ حضرت صدیق اکبرؓ کی نسبت اور حضورؐ ہے۔ جو تمام آگاہوں سے بڑھ کر ہے“

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترجیح کے بے شمار اسباب میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ طریقیہ زیادہ سے زیادہ فیوضِ آہی اور برکاتِ یزدانی سے ممتاز بنایا گیا ہے۔ یہاں انسان ہر وقت خطرات اور وساوس سے بالاتر رہ کر متوجہ الی اللہ اور ذاکر رہ سکتا ہے۔ وہ دنیا کے کاموں میں مشغول نظر آتے ہوئے بھی اذکروا اللہما کثیراً کا مصداق بن سکتا ہے سلطان الاولیاء خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ”آپ کے طریقے کی بنیاد کس چیز پر ہے“ تو آپ نے فرمایا: (ترجمہ) تم اللہ کو کثرت سے یاد کرو؛ خلوت در انجمن۔ ظاہر باخلق و باطن باحق سبحانہ و تعالیٰ“

”خلوت در انجمن“ سے مراد یہ ہے کہ ظاہر میں خلقت اور باطن میں حق تعالیٰ سے

مصرف رہے۔

دل در ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار می دار نہفتہ چشم دل جانب یار

از دروں شو آشنا و از برین بگمانہ ویش این چنین زیبا روش کم تر بود اندر جہاں

زیر نظر کتاب میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک درویش

کامل، مومن صالح، صوفی باصفا، مردِ خدا، عوثِ زماں، قطبِ دوران

## تعارف کتاب

کے سوانح حیات پیش کئے جا رہے ہیں۔ حضرت امیر ملت قبلہ عالمِ محدث علی پوری قدس سرہ العزیز فی الواقع اس عصر کے عوث، قطب اور مجدد تھے۔ آپ مسند ارشاد و ہدایت پر تقریباً ایک صدی

تک رونق افروز ہے۔ اور اس تمام مدت میں اجماع دین، تبلیغ و ارشاد اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ تفصیلی اور جامع سیرت کے لئے تو دفتر بھی کافی نہیں ہو سکتے لیکن میرا مقصد یہ ہے کہ مختصر طور پر آپ کی دینی، روحانی، اخلاقی، مذہبی اور ملی خدمات و فیضان کا ذکر کر دیا جائے تاکہ یادگار ہے اور موجودہ نیز آئندہ نسلوں کو معلوم ہو کہ بزرگان دین، کالمین امت، اور علمائے کرام کا مثالی کردار اور سیرتِ طیبہ کیا ہوتی ہے اور وہ کس کس طرح ان کی فلاح و بہبود کے لئے سرگرم عمل رہتے چلے آئے ہیں۔

مجھے حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ کے آغوشِ عاطفت میں اور زیر سایہ پوری عمر گزارنے کی عزت و سعادت حاصل رہی ہے۔ اور تقریباً پچیس سال میں حضور کی حیات مبارک میں مہتمم امور اور نگرانِ کار کی حیثیت سے اور بھی زیادہ قربت کا شرف حاصل کر سکا ہوں۔ نیز آپ کے خلیف اکبر اور سجادہ نشین اول حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر ہونے کے لحاظ سے مجھے حضور کی شفقت بزرگانہ اور محبت کریمانہ سے بھی حظ وافر حاصل ہوتا رہا۔ میں نے اس کتاب میں عام طور پر وہی احوال و کوائف درج کئے ہیں جن کا مجھے ذاتی طور پر علم اور مشاہدہ ہوا۔ یا پھر کچھ باتیں وہ ہیں جو ثقہ اور محسب راویوں نے خود مجھ سے بیان کیں، اور مجھے ان کی تصدیق و توثیق دوسرے ذرائع سے بھی حاصل ہوئی۔ تاکہ سیرتِ طیبہ اور حیات مبارک کے تمام پہلو مستند ہوں۔ اور قارئین کے لئے فیض کا سامان بہم پہنچائیں۔

میں اس اعتراف میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے شاندار کا نام، درخشاں خدمات، روحانی فیوضات اور بلند درجات کے ذکر مبارک کا پورا حق مجھ سے ادا نہیں ہو سکا۔ ظاہر ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ کے کمالات ظاہر و باطن فیوضاتِ روحانی و دنیوی اور خدماتِ دینی و ملی کا کما حقہ تذکرہ از بس دشوار ہے۔ اور اس کے لئے دفتر کے دفتر بھی کفایت نہیں کر سکتے۔

نہ حسدش نہ غایتے دار و نہ سعدی را سخن پایاں

بمیر و تشنہ مستسقی و دریا ہم چیناں باقی

مجھے یہ بھی اعتراف ہے کہ سیرت امیر ملت بہت تاخیر سے شائقین کی خدمت میں

پیش کی جا رہی ہے۔ جب میں نے محسوس کر لیا کہ کوئی اور صاحب اس خدمت کی حامی نہیں بھرتے، تو میں نے مواد جمع کرنا شروع کیا۔ فرائض اور مصروفیات کی کثرت اور تنوع نے اس مرحلے کو میرے لئے بہت دشوار بنا دیا۔ مگر میں لگا رہا۔ اور کئی سال میں بہت سا مواد جمع کر لیا۔ یہ کام اک گورہ مکمل ہوا تو تسوید و ترتیب کا مرحلہ اور بھی مشکل نظر آیا۔ بارے یہ دشواری بھی حل ہوئی۔ اور خدا خدا کے کتاب مکمل ہو گئی۔

پروفیسر محمد طاہر فاروقی ۱۹۲۲ء میں اس وقت داخل سلسلہ ہوئے تھے۔ جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فتنہ ارتداد کے انسداد کے سلسلے میں پہلی مرتبہ آگرہ تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے درس نظامیہ اور دورہ حدیث کی تکمیل کے بعد انگریزی تعلیم کی طرف توجہ کی۔ اور فارسی اور اردو میں ایم اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ایم اے کے ان دونوں امتحانوں میں آپ نے اعلیٰ نمبر حاصل کرنے میں آگرہ یونیورسٹی میں ریکارڈ قائم کیا۔ جو آج تک برقرار قائم ہے۔ آپ پینتالیس سال معلمی کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔ آگرہ یونیورسٹی، پنجاب یونیورسٹی اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں ملازم رہے۔ آخر میں پشاور یونیورسٹی میں شعبہ اردو کے پروفیسر اور صدر تھے۔ ۱۹۶۸ء میں یہاں سے ریٹائر ہو کر آپ ترکی کی انقرہ یونیورسٹی گئے اور وہاں شعبہ زبان اردو و مطالعہ پاکستان کے پروفیسر اور صدر شعبہ کی حیثیت سے تین قلمی سال گزار کر اب پشاور میں ہی توطن رکھتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد کئی درجن تک پہنچی ہے۔ جن میں زیادہ تر زبان و ادب کے موضوعات سے متعلق ہیں۔ اب آپ اپنا وقت گھر بیٹھ کر لکھنے پڑھنے میں گزار رہے ہیں۔ میں نے سیرت امیر ملت کی ترتیب و تسوید کے لئے فاروقی صاحب کا انتخاب کیا تو انہوں نے بڑے شوق اور کمال رغبت سے یہ بار اٹھانا منظور کیا۔ اور توجہ، شوق اور تن دہی سے اسے تکمیل تک پہنچایا۔

مواد جمع کرنے کے دوران یارانِ طریقت میں سے بہت سے افراد مجھے اپنے مشورے سے فائدہ پہنچانے کی سعی کرتے رہے۔ ان میں خاص طور پر دو صاحبان کا ذکر مناسب ہے۔ پروفیسر زاہد حسن فریدی ایم اے (فارسی و اردو) حال پرنسپل گورنمنٹ کالج تلہ گنگ، اور پروفیسر منشا علی ایم اے (فارسی و اردو) حال پروفیسر گورنمنٹ کالج بہاول نگر، معین معتمد مرکزی انجمن خدام الصوفیہ۔ ان دونوں اصحاب نے میرے جمع کئے ہوئے مواد پر نظر ڈالی اور مشورے دیے۔

مولوی الحاج محمد اسماعیل صاحب خیر اللہ پوری - منشی فاضل، ایس وی، پستہ کے لحاظ سے مدرس، درس نظامیہ کے سند یافتہ اور علم دوست یاروں میں سے ہیں۔ مواد کی فراہمی میں نقل اور املا میں، مجھے ان سے بہت زیادہ مدد ملتی رہی ہے۔ میں ان سب یاروں کے تعاون کا معترف ہوں اور ان کے لئے زیادہ سے زیادہ فلاح دینی و دنیوی کی دعا کرتا ہوں۔

ازگدا جرحہ دعائیاں دیدہ پیچ

چہ کند بے نوا ہمیں وارد

فاروقی صاحب اور منشاد صاحب کو کتاب کا نام تجویز کرنے میں توار و ہوا۔ دونوں نے اپنے اپنے طور پر "سیرت امیر ملت" تاریخی نام تجویز کیا تھا جس سے ۱۳۹۱ سن ہجری برآمد ہوتے ہیں۔ توقع تھی کہ اس سال ترتیب و تسوید کا کام مکمل ہو جائے گا۔ اس لئے سب نے کتاب کے لئے یہی نام طے کیا۔ مگر کام بڑھتا گیا اور وقت گزرتا گیا۔ تا آنکہ ۱۳۹۳ھ بھی ختم پر آ گیا۔ مگر چونکہ سب کو یہی نام پسند ہے، اس لئے کتاب کے لئے یہی نام اختیار کیا گیا ہے۔

سید اختر حسین عفی عنہ

علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ

۱۱ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

۱۵ دسمبر ۱۹۷۳ء

علی پور سیٹل کی قدیم جامع مسجد



# آباؤِ اجداد وِ اولاد تہ تہ

آباؤِ اجداد — شجرہ طیبہ — مولود بسعود

حضرت قبلہ کے والد ماجد — آپ کے والد ماجد کی اولاد

عہد طفولیت — تحصیل علم — عقد مبارک

بیعت — شجرہ عالیہ نقش بندہ محب و تہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# آبا و اجداد

ہندوستان آنا اور آباد ہونا

آباء و اجداد

جب ہمایوں بادشاہ کو شیر شاہ سوری کے مقابلے میں شکست ہوئی۔ اور اسے مجبور ہو کر ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ تو ایران میں جا کر پناہ لی۔ طہاسپ صفوی شاہ ایران نے پذیرائی کی۔ لیکن عرصہ دراز تک مصاح ملک کی بنا پر امداد و اعانت سے گریز کرتا رہا۔ آخر کسی درویش کی رہنمائی پر ہمایوں بادشاہ نے حضرت سید حسین شاہ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کرنے کا ارادہ کیا۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ عَنِ ابْنِ مَرْثِدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُرَّتْ اَشْعَثُ مَذْمُوعٌ عَنِ الْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلٰى اللّٰهِ لَا كَبَّرَا۔ (رواه مسلم مشکوٰۃ ص ۴۲۲ ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے ایسے پراگندہ بالوں والے لوگ، جن کو دروازوں سے دھکیل دیا جاتا ہے (ایسے ہیں کہ) اگر وہ خدا کی قسم کھا کر (کسی کام کی بابت) حکم لگا دیں تو خدا ان کے قول کو سچا کر دیتا ہے۔“

سچ ہے جب کسی کے اچھے دن آتے ہیں تو اس کو خدا کی طرف سے توفیق نصیب ہوتی ہے۔ اور وہ بارگاہِ خداوندی کے مقبول بندوں کی جانب رجوع کرتا ہے۔ جن کے فیض و کرم سے اس کا نصیبہ چمک اٹھتا ہے۔ اور وہ کامیاب و کامران ہوتا ہے۔

اولیا را ہست قدرت از آکہ تیر جہت باز گرداند ز راہ (رومی)

جب ہمایوں بادشاہ نے حضرت سید حسین شاہ شیرازیؒ کے ذرا قدس پر حاضری دی۔ اور شرف ملاقات حاصل کر کے اپنی مشکلات پیش کیں۔ اور کامیابی و کامرانی کی دعا کی درخواست کی۔ تو حضرت اقدس نے ہمایوں کے لئے دعا کی۔ اور دوبارہ سلطنت ہندوستان حاصل ہونے

کی بشارت دے کر ہندوستان پر فوج کشی کی ہدایت فرمائی۔

ہمایوں بادشاہ نے حصول برکت و سعادت کے لئے التماس کیا کہ صاحبزادگان والا شان میں سے حضرت کے چھوٹے بھائی حضرت سید حسن شاہ صاحب اور صاحبزادے سید محمد سعید نوروز شاہ صاحب کو بادشاہ کے ہمراہ ہندوستان جانے کی اجازت مرحمت کی جائے۔ دربار اقدس کے متوسلین نے بھی ہمایوں بادشاہ کی سفارش کی۔ تو حضرت اقدس نے ان دونوں صاحبزادگان والا تبار کو سفر کی اجازت دے دی۔

در اصل حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اقدام فرمانِ علیہ کے تحت اس مصلحت سے تھا کہ ان بزرگوں کے وسیلے سے ہندوستان میں تبلیغ اسلام ہو۔ اس سرزمین میں اسلام کا نور پھیلے اور نو مسلموں کو شریعتِ مطہرہ کی صراطِ مستقیم دکھائی جائے۔ چنانچہ ہمایوں بادشاہ نے صاحبزادگان والا تبار کی ہمراہی میں ہندوستان پر فوج کشی کی۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ اسے یہ توفیق حاصل ہوئی کہ مغل سلطنت دوبارہ ہندوستان میں قائم کرے۔

کیسی سچی بات کہی گئی ہے کہ ”پیرانِ مادر میانِ ما بورد۔ خدائی در دستِ ما بورد۔“ ہمایوں نے جو مانگا ان صاحبزادگان کے فیض سے اس کو مل گیا۔ ایسا ہی سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ کے ساتھ ہوا۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا پیراہن مبارک محمود نے حاصل کیا۔ اور اس کی برکت کے اعتماد پر خدا کے فضل و کرم سے سو منات فتح کیا۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی نے سنا تو کیا خوب فرمایا تھا کہ ”محمود نے بارگاہِ رب العزت سے میری قمیص کا کیا معاوضہ طلب کیا ہے!۔ صرف سو منات کی فتح۔ اگر تمام ہندوستان کے کفار کے مسلمان ہو جانے کی آرزو اور التجا کرتا تو سب مسلمان ہو جاتے۔“

جب ہمایوں بادشاہ نے وفات پائی اور اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھا۔ تو حضرت  
**علی پور سیدال** صاحبزادہ سید محمد سعید نوروز رحمۃ اللہ علیہ نے گوشہ نشینی اختیار کرنے کا

تہیہ کر لیا۔ اکبر نے آپ کو اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن آپ کو حکم الہی زیادہ عزیز تھا۔ آپ نے اپنا ارادہ نہ بدلا۔ تو اکبر بادشاہ نے آپ کے اور متوسلین کے اخراجات کے لئے پسرور (ضلع سیالکوٹ) سے نو میل کے فاصلے پر ایک سرسبز قطعہ اراضی آپ کی خدمت میں نذر کیا۔



حضرت محمد سعید نوروز شاہ نے اپنے اور درویشوں کی رہائش کے لئے ایک مختصر عمارت تعمیر کی۔ اور اس طرح "علی پور" کی بنیاد پڑی۔

حضرت نے اس بستی کا نام اپنے جد امجد کے نام پر "علی پور سیداں" رکھا۔ علی پور سیداں کی تحصیل نارووال اور ضلع سیالکوٹ ہے۔ سیالکوٹ سے جنوب مشرق میں تیس میل۔ نارووال سے نو میل۔ لاہور سے شمال مشرق میں تقریباً ۶۳ میل ہے۔ وزیر آباد نارووال ریلوے لائن پر علی پور سیداں کا ریلوے اسٹیشن آبادی سے تقریباً ایک میل پر واقع ہے۔

حضرت سید محمد سعید نوروز شاہ کی اولاد مفصلہ ذیل چار دیہات میں آباد ہے۔ علی پور سیداں۔ خیر اللہ پور سیداں۔

### حضرت نوروز شاہ کی اولاد

فتح پور سیداں۔ اور اونچی رسول پور سیداں۔ علی پور سیداں اور فتح پور سیداں کے سادات اپنے آباؤ اجداد کے مذہب اہل سنت پر قائم ہیں۔ مگر خیر اللہ پور سیداں اور رسول پور سیداں کے سادات نے صرف چند پشت اوپر سے اپنا آبائی مذہب ترک کر کے شیعہ مسلک اختیار کر لیا ہے۔ حضرت سید محمد سعید نوروز شاہ کا مزار مبارک اونچی رسول پور سیداں میں واقع ہے۔ حضور کے وصال کے سال و ماہ کا صحیح تعین نہیں کیا جاسکا۔ ان چاروں گانوں میں سادات کے علاوہ کوئی دوسری قوم زمین کی مالک نہیں۔ دیگر قوموں کے افراد جو ان گانوں میں آباد ہیں مختلف پیشوں سے متعلق اور تابع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت سید محمد سعید نوروز شاہ کی اولاد میں سے سید شجاع الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد موضع ابہال سیداں تحصیل کھاریاں ضلع جہلم میں جا کر آباد ہو گئی ہے۔

حضرت سید محمد سعید نوروز شاہ کے چچا حضرت سید حسن شاہ کو اکبر بادشاہ نے ضلع گورداسپور میں زمین دی تھی۔ آپ نے اپنی اور درویشوں کی رہائش کے لئے مکانات تعمیر کئے۔ اور اس بستی کا نام بھر پور سیداں رکھا۔ جو بعد میں بگڑ کر بھوپور سیداں مشہور ہوا۔ حضرت سید حسن شاہ کی اولاد اسی گاؤں میں آباد رہی۔ چونکہ یہ شاخ آبائی عقاید اہل سنت پر قائم رہی، اس لئے علی پور سیداں اور بھوپور سیداں کے سادات میں رشتے ناتے ہوتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد بھوپور سیداں ہندوستان میں چلا گیا، تو وہاں کے سادات ہجرت کر کے موضع

کھاریاں والا تحصیل (ضلع شیخوپورہ) موضع ڈھولہ اور موضع پنچکرا میں (ضلع سیالکوٹ) میں آکر آباد ہو گئے۔  
یہ گاؤں علی پور سیداں سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہیں۔ خدا تعالیٰ ان سب حضرات کو اپنے فضل و کرم  
سے نوازے۔

## شجرہ طیبہ

فرمان الہی ہے :

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا  
أَلْتَنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ (پاہ ۲۷) (ترجمہ) ”اور جو ایمان لائے۔ اور ان کی اولاد  
نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملایا اور ان کے عمل میں فراسی بھی کمی نہیں کی“  
حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب الدین کی جانب سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
تک پہنچتا ہے۔ اس طرح آپ نجیب الطرفین ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد سب کے سب مومن و متقی ،  
صالح و برگزیدہ حیثیت کے حامل تھے۔ اور آیت بالا کے صحیح مصداق۔ گویا آپ کا شجرہ نسب صحیح معنی  
میں اس آیت شریفیہ سے مطابقت رکھتا ہے۔ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا  
فِي السَّمَاءِ (ترجمہ) ”مثل اس پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ قائم ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں“  
حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس مقدس اور مستحکم درخت کی وہ پاکیزہ شاخ تھے جن کا شجرہ  
نسب ان کے تقدس کی دلیل اور جن کے اعمال صالحہ ان کی علو شان پر شاہد عادل ہیں۔ آپ کی حیات  
پاک اپنے آباؤ اجداد اور بالخصوص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل اتباع میں بسر ہوئی اور اس  
آخری دور میں آپ نے اعلیٰ کلمۃ الحق اور اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ایمان افروز  
اور روح پرور مثال قائم کی کہ باید و شاید۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (ترجمہ) ”یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہے

اپنے فضل سے نوازے“

## پدری شجرہ نسب

۱	رسول اکرم و نبی محترم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱	حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ	۲۱	حضرت سید نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۱	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ
۲	سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول خدا (زوجہ حضرت علی ابن ابی طالب)	۱۲	حضرت سید عارف رحمۃ اللہ علیہ	۲۲	حضرت سید منصور رحمۃ اللہ علیہ	۳۲	حضرت سید میر محمد رحمۃ اللہ علیہ
۳	حضرت حسین ابن علی سید الشہداء رضی اللہ عنہ	۱۳	حضرت سید خسرو رحمۃ اللہ علیہ	۲۳	حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۳	حضرت سید عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ
۴	حضرت علی ابن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ	۱۴	حضرت سید اسد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۴	حضرت سید علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۴	حضرت سید امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۵	حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ	۱۵	حضرت سید کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۵	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵	حضرت سید محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ
۶	حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۶	حضرت سید نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۶	حضرت سید امام الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۶	حضرت سید محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ
۷	حضرت محمد مامون قطب شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷	حضرت سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۷	حضرت سید میر احمد رحمۃ اللہ علیہ	۳۷	حضرت سید منور علی رحمۃ اللہ علیہ
۸	حضرت علی عارض رحمۃ اللہ علیہ	۱۸	حضرت سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۸	حضرت سید محی الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۸	حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۹	حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ	۱۹	حضرت سید خلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۹	حضرت سید حسین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	۳۹	امیر ملت محی السنہ مجدد دعدان قیوم زمان قدوس الہی زبده العارفین حضرت حاجی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب مدظلہ العالی پوری رحمۃ اللہ علیہ
۱۰	حضرت سید طاہر احمد رحمۃ اللہ علیہ	۲۰	حضرت سید حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۴۰	حضرت سید محمد سعید نوروز رحمۃ اللہ علیہ		

## مادری شجرہ نسب

آپ کا مادری شجرہ نسب ساتویں پشت پر پہنچ کر پدری شجرہ نسب سے مل جاتا ہے۔ حضرت سید عبد الرحیم رحمہ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے حضرت سید امان اللہ آپ کے جد امجد (دادا) اور دوسرے صاحبزادے حضرت عزیز الرحمن آپ کے نانا تھے۔

۱	رسول اکرم و نبی محترم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱	حضرت سید ابراہیم رحمہ اللہ علیہ	۲۱	حضرت سید نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۱	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ
۲	سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول خدا زوجہ حضرت علی بن ابی طالب	۱۲	حضرت سید عارف رحمۃ اللہ علیہ	۲۲	حضرت سید منصور رحمۃ اللہ علیہ	۳۲	حضرت سید میر محمد رحمۃ اللہ علیہ
۳	حضرت حسین بن علیؑ رضی اللہ عنہ	۱۳	حضرت سید خسرو رحمۃ اللہ علیہ	۲۳	حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۳	حضرت سید عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ
۴	حضرت علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ	۱۴	حضرت سید اسد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۴	حضرت سید علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۴	حضرت سید عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ
۵	حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ	۱۵	حضرت سید کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۵	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵	حضرت سید محمد خلیل رحمۃ اللہ علیہ
۶	حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۶	حضرت سید نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۶	حضرت سید امام الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۶	حضرت سید سونو شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۷	حضرت محمد مومن قطب شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷	حضرت سید عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۷	حضرت سید میر احمد رحمۃ اللہ علیہ	۳۷	حضرت سید حسن علی رحمۃ اللہ علیہ
۸	حضرت علی عارض رحمۃ اللہ علیہ	۱۸	حضرت سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۸	حضرت سید محی الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۸	نور فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا بنت حضرت سید حسن علی رحمۃ اللہ علیہ (زوجہ حضرت سید کریم شاد رحمۃ اللہ علیہ)
۹	حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ	۱۹	حضرت سید خلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۹	حضرت سید حسین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	۳۹	امیر ملت محی السنّت مجدد دوزان قیوم زمان قدوة الساکین
۱۰	حضرت سید طاہر احمد رحمۃ اللہ علیہ	۲۰	حضرت سید حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۰	حضرت سید محمد سعید نوروز رحمۃ اللہ علیہ		زبدۃ العارفین حضرت حاجی حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

## مولود مسعود

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالہ حیا تا بزرم عشق یک دانائے سراز آید برون (اقبال)

چمن ہند جہاں صدیوں سے اسلامی شاہین حکمران رہے تھے،

وہاں بوم کا تسلط نظر آ رہا تھا۔ جہاں کبک انکھیلیاں کرتے

**برصغیر کی زبوں حالی**

تھے وہ گرگسوں کی جولاں گاہ تھی۔ جہاں گل ہائے نو بہار فروس نظر ہوتے تھے وہاں خس و خاشاک

خازنگاہ تھے بغرض گلستان ہستی خزاں رسیدہ تھا، اور خزاں کی چہرہ دستیوں سے گلوں کی تکہت

افشانیوں اور عنادوں کی نغمہ ریزیاں گلہ ستہ طاق نسیاں بن چکی تھیں۔

سکتھا شاہی کا دور تھا۔ ان کی مسلم دشمنی اور وحشیانہ بربریت تاریخ عالم کا تاریک ترین

زمانہ ہے۔ اذان کی آواز تک سے سکھوں کا خون کھولنے لگتا تھا، اور وہ مرغ سحر کو بھی گردن

زدنی خیال کرتے تھے۔ مسلمانوں کا دین و ایمان، جان و مال، عزت و آبرو ہمہ وقت شدید

ترین خطرے میں تھی۔ عدل و انصاف کا نام بھی باقی نہ تھا اور جو ر و ظلم، قتل و غارت سکر لایع الوقت

تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کہنے کو تو ”سب کو ایک آنکھ سے دیکھتا تھا“، لیکن دل کا اندھا اور

عقل سے بے بہرہ تھا جس آنکھ میں بصارت تھی، مسلمانوں کے خلاف، اس پر بھی تعصب و انتقام

کی عینک لگی ہوئی تھی۔

رنجیت سنگھ کے بعد آنے والے سکھ حکمران اور بھی بدتر تھے۔ مسلمانوں کے عناد کے

علاوہ اسلام دشمنی ان کی رگ و پے میں سرایت کئے ہوئی تھی۔ اسلام کے استیصال اور

مسلمانوں کو فنا کے گھاٹ اتارنے کے لئے ہر قسم کی سازشیں اور سفاکیاں ان کا روزمرہ تھیں۔

غرض باسباب ظاہر مسلمان بدترین حالات سے گزر رہے تھے۔ اور سکتھا شاہی برصغیر سے ان

کا نام و نشان مٹانے کے لئے تمام حربے استعمال کرنے میں سرگرم تھی۔

سکتھا شاہی کے وارث انگریز قرار پائے تو انھوں نے مسلم دشمنی کو اپنے تدبیر اور فرست

سے خوش رنگ پردوں میں پرداں چڑھایا۔ سکھوں نے مسلمانوں میں مفسد گروہ قائم کر کے ان کی

سُرپستی کی تھی۔ اور فرقہ بندی کو نہواوی تھی۔ انگریزوں نے ان اندرونی تفریقوں اور گروہ بندیوں کو اور مستحکم کیا۔ تاکہ مسلمانوں کی جمعیت پارہ پارہ ہو جائے۔ اور اس پر صغیر سے مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹ جائے۔

اسلام کو روزِ اول سے ایسی فتنہ پرازیوں اور ریشہ و اینیوں کا مقابلہ کرنا پڑا ہے، حتیٰ و باطل کی یہ جنگ ابتدا سے ہوتی چلی آرہی ہے۔ مگر اسلام ان محروکوں میں ہمیشہ فتح یاب و کامران ہوا ہے۔ اور شعلہ نمرود سے اور زیادہ درخشان و تابناک ہو کر نکلا ہے۔

اسلام کی فطرت میں قدرتِ نیک لکھی ہے۔ اتنا ہی پھر ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

فرمانِ حق ہے: **يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَ اللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ** (ترجمہ) ”وہ چاہتے ہیں کہ بچھوئیں مار کر خدا کے نور کو بجھا دیں۔ لیکن اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔ خواہ یہ بات کافروں کو کتنی ہی ناپسند ہو“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی آیا نہ آئے گا۔ سنتِ اللہ یہ ہے کہ جب اسلام پر بُرا وقت آیا ہے، اس نے حفاظتِ دین کے لئے کسی برگزیدہ ہستی کو پیدا کر دیا ہے۔ جس نے دشمنوں کی مساعی کا سدباب کیا۔ اور شمعِ اسلام کی روشنی کو اور زیادہ درخشندہ و تابندہ کر دیا۔

چنانچہ گمراہی و ضلالت، اور کفر کی چیرہ دستیوں کے اس دور میں بھی یہی سنتِ الہی قائم رہی۔ اور ایک بندہ خدا اور مردِ با خدا کے ظہور سے نخلِ اسلام کی آبیاری کا ہر قطرہ بہاؤ آفرین اور ہر چھینٹا فردوسِ بداماں تھا۔ چنانچہ کفر کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور ہر طرف **اَللّٰهُ اِلَّا اللّٰهُ** کے شادیاں بچنے لگے۔

**ولادت** یعنی ۱۸۳۰ء اور ۱۸۴۰ء کے درمیانی دہے میں مبارک و مسعود سال، پہلے اور دن میں حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے نورِ نظر امیرِ ملتِ قبلہ عالم حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پردہ عدم سے عالم وجود میں ظہور فرمایا۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی ولادتِ مسعود کا صحیح دن اور وقت کسی طرح تحقیق

نہ ہو سکا۔ ۱۹۵۱ء میں آپ کی وفات سے چند روز قبل ایک ڈاکٹر نے آپ کی عمر دریافت کی تھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ "ایک سو دس سال سے ایک سو بیس سال تک" اس سے صرف اتنا اندازہ کرنا ممکن ہے کہ آپ کی ولادت ۱۸۳۰ء اور ۱۸۴۰ء کے درمیان ہوئی ہوگی۔

آپ کے والد ماجد حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک کامل ولی اللہ تھے۔ آپ کو از روئے کشف نو مولود کے عظیم المرتبت ہونے کا حال روشن تھا۔ اس لئے آپ نے حضرت امیر ملت کی ولادت پر غیر معمولی جوش و مسرت کا اظہار کیا۔ تہنیت و تبریک کے لئے آنے والے کو مناسب اور دہش سے نوازا۔ اور بارگاہ رب العزت میں ہر ٹیہ عجز و نیاز پیش کیا۔ حقیقہ کا دن آیا تو قصاب کو حکم ہوا کہ صبح عمر و صحت کے بکرے لائے جائیں تاکہ سنت کی ادائیگی کا حقہ انجام پائے۔ حقیقہ کے بال بجلے چاندی کے سونے میں تولے گئے۔ تاکہ بندگان خدا کو زیادہ سے زیادہ فیض پہنچ سکے۔

نام رکھنے کا مرحلہ پیش آیا تو جتنے منہ اتنی باتیں۔ ہر شخص نے اپنی رائے اور خیال کے مطابق نام تجویز کیا۔ لیکن آپ کے والد ماجد نے "جماعت علی" نام پسند کیا۔

نام

ع "خدا کی باتیں خدا ہی جانے" ایک فرد کا نام جماعت انوکھی سی بات ہے۔ لیکن منشاء ایزدی میں یہ امر مضمر تھا کہ یہ فرد ایک نہیں، اس کے ساتھ ایک جماعت ہوگی۔ لاکھوں انسانوں کی جماعت۔ نام کا یہ انتخاب منجانب اللہ اشارہ تھا، اس عظیم کام کی جانب جو اس فرد واحد کے ہاتھوں اعلیٰ کلمۃ الحق اور احوالے سنت نبوی کے لئے انجام پانے والا تھا۔

سکتوں کی مسلمان کش اور اسلام دشمن حکومت حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی ولادت مسعود کے بعد ہی ختم ہو گئی تھی۔ مگر انگریز جو اس حکومت کے وارث بنے، اس سے زیادہ خطرناک دشمن ثابت ہوئے۔ جنہوں نے مسلمانوں میں افتراق و قشتت کے لئے نئے نئے حربے ایجاد کیجئے۔ مگر حضور والا کی سیرت طیبہ شاہد ہے کہ آپ نے مدت العمر کیسی ہمت اور پامردی سے ان سب کا مقابلہ کیا۔ اور اسلام کی حفاظت و اشاعت کے لئے انگریزوں، ہندوؤں اور دوسرے فرق باطلہ کے مقابلے میں کس کس طرح کامیابیاں حاصل کیں۔

اہل دل اور اہل نظر کی بات کوئی کیا پاسکتا ہے۔ اونچی رسول پوریداں والے مولوی غلام سول مرحوم نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے قلعہ سو بھاسنگہ جایا کرتے تھے۔ جب آپ علی پور سیداں پہنچتے

تو جوتا اتار کر ننگے پاؤں ہو جاتے۔ اور فرماتے کہ اس سرزمین میں عنقریب اللہ کا ایک بندہ پیدا ہونے والا ہے۔ جو تمام ہندوستان میں دین کی دولت بانٹے گا، اور دین کی خدمت انجام دے گا۔

## حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد

آپ کے والد ماجد حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی و دیندار، سادہ مزاج، حلیم لطیف اور دریا دل تھے۔ آپ اپنے زمانے کے صاحب عزم و خدمت ولی اللہ تھے مخلوقِ خدا، خدمت میں حاضر ہوتی، اپنی مشکلات پیش کرتی، اور فیض یاب ہو کر اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرتی۔ آپ کی زبان مبارک سے جو فرمان صادر ہوتا پورا ہوتا۔ کیوں ایسا ہوتا، آپ پر رب تعالیٰ کا خاص فضل تھا۔ آپ کی درھیال اور نھیال بلند پایہ کامل ولی اللہ حضرات پر مشتمل تھی۔

آپ کے نانا حضرت سید حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف (ضلع گورداسپور) والے اپنے زمانے کے کاملین میں سے گزرے ہیں۔ آپ آٹھ سال کے تھے کہ حضرت سید حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ساتھ لے کر پیدل سموال شریف (ضلع میرپور) ایک بزرگ سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ زمانہ ان کی ضعیف العمری کا تھا۔ بچہ کو اس لئے ساتھ لیا تھا کہ راستے میں خدمت کرتا رہے۔ آپ کی خدمت سے حضرت شاہ صاحب اس قدر خوش ہوئے کہ واپسی میں آپ کو بشارت دی کہ ”تیری اولاد میں قیامت تک ولی اللہ پیدا ہوتے رہیں گے۔“

حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی پابندی شریعت کا یہ حال تھا کہ تمام عمر قلعہ سو بیگانگہ جا کر نماز جمعہ ادا فرماتے رہے۔ حضرت امیر ملت

### پابندی شریعت

قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں بارہ تیرہ سال کا تھا، ایک بار اپنے والد صاحب کے ہمراہ تحصیل شکر گڑھ میں گھوڑی پر سوار جا رہا تھا۔ راہ میں بیلنا چل رہا تھا۔ میں نے عرض کیا، رس پینے کو جی چاہتا ہے۔ آپ نے خادم کو حکم دیا کہ چار پیسے کا ان سے رس خرید لاؤ۔ اس نے جا کر زمینداروں سے کہا پیسے لے لو۔ اور پتھے کو رس دیدو۔ ان زمینداروں نے جواب دیا ہم رس فروخت نہیں کرتے۔ یہ کوئی دکان ہے۔



جس جگہ حضرت شاہ صاحب قبلہ کھڑے تھے اسی کے قریب انھی میں کی ایک عورت گائے کا دودھ دو رہی تھی۔ والد صاحب نے فرمایا "یہ ہم کو قیمتاً رس نہیں دیتے، تو ان کو دودھ کیوں دیتی ہے؟" یہ سنتے ہی گائے نے ایسی لات ماری کہ وہ عورت ایک طرف اور دودھ کا برتن دوسری طرف جا پڑا۔ وہ عورت بھاگ کر اپنے آدمیوں کے پاس گئی اور ان کو سارا قصہ سنا کر ملامت کی کہ تم نے ان بزرگ کا کہنا کیوں نہ مانا۔ اور رس کیوں نہ دیا۔ وہ لوگ دوڑے اور منت سماجت سے معافی چاہی حضور نے معاف فرما دیا۔ مگر رس قبول نہیں کیا۔

شیخ سعدی نے کس قدر سچی بات کہی ہے:

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ  
آپ نے تقریباً ایک سو پچیس سال کی طویل عمر پائی۔ اس تمام مدت میں نماز قضا ہونے کا تو کیا سوال، آپ نے کبھی بیٹھ کر بھی نماز ادا نہیں کی۔ آخر عمر میں کسی شخص نے عرض کیا کہ "آپ بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ بیٹھ کر نماز ادا فرمایا کیجئے"۔ جواب دیا "نہیں! کوئی کمزوری نہیں۔ نماز کھڑے ہو کر پڑھ لیتا ہوں۔ اور کون سی کشتی لڑتی ہے۔ جو کام ہے وہ میں کر ہی لیتا ہوں"۔

حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ "والد صاحب کی آخری عمر تھی۔ آپ نے حکم دیا کہ شبینہ سناؤ۔ میں نے تمہیں ارشاد کی۔ پہلی رکعت میں پچیس پارے پڑھے اور دوسری رکعت میں چار پارے سنا کر سلام پھیرا"۔ تو والد صاحب نے فرمایا "حافظ جی! خیال رکھنا چلیے ضعیف لوگ بھی پیچھے ہوتے ہیں۔ نماز ختم کرنے کے بعد میں نے ساتھ والے نمازی سے پوچھا کہ کسی نے کھڑے ہو کر بھی پورا قرآن پاک سنا کہ نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ "ہاں! صرف آپ کے والد صاحب نے"۔ اللہ اکبر! یہ ہے تقویٰ اور پرہیزگاری کا کمال۔ یہ ہے روحانیت کا کرشمہ! کہ ایسی ضعیفی کے عالم میں بھی بیٹھ کر نماز ادا کرنا پسند نہ کیا۔ اور کھڑے ہو کر سارا کلام مجید سنا۔

حضرت متبد سید کریم شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کا کشف بہت بڑھا ہوا تھا۔ اور آپ کی بے شمار کرامات عام طور پر معروف ہیں۔ ایک دفعہ حضرت رحمۃ اللہ

**کشف**

نے دیکھا کہ ایک خادمہ گوہر بی بی (سکنہ سادھو کے) حضرت کے دو دمان عالی کے ایک بچے کو گود میں لے جے ہوئے ہے۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا "گوہر! تیرا بھی کوئی بچہ ہے"۔ اس نے عرض کیا "حضور!

میرے تو کوئی اولاد نہیں۔“ فرمایا ”رب تعالیٰ تجھے بھی لڑکا دے گا۔“ حضور کی بشارت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا عطا فرمایا۔

ایک دن گوہر کا وہ بچہ گھٹنوں کے بل چل رہا تھا۔ سامنے حضور تشریف فرما تھے۔ گوہر بی بی عرض کیا۔ حضور! یہ اکیلا ہے۔“ ارشاد فرمایا۔“ یہ اکیلا نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے آٹھ بیٹے عطا فرمائیں گے۔“ وہ بولی ”حضور! میرے مرنے کے بعد ہوئے تو مجھے کیا!“ فرمایا ”نہیں! تیری زندگی ہی میں ہوں گے۔“ اس نے عرض کیا ”حضور! تو میں ان لڑکوں میں سے ایک حضور کی خدمت میں پیش کروں گی۔“ ساتھ ہی اس نے مزید جرات کر کے کہا ”حضور! اس کے تو آٹھ بیٹے ہو جائیں گے مگر یہ خود تو پھر بھی اکیلا ہی رہا۔“ فرمایا ”نہیں! اللہ تعالیٰ اسے بھی بھائی دے گا۔“ چنانچہ سامنے کی بات ہے، سب کو معلوم ہے کہ حضور کے ارشاد کے مطابق ہی ہوا۔ چودھری حاکم دین گوہر بی بی کے دوسرے لڑکے ہیں۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق اس کے آٹھ پوتے ہوئے۔ ان میں سے چھ اب بھی یقید حیات میں۔ دو کچھ عرصہ ہوا فوت ہو چکے ہیں۔ ان پوتوں میں سے ایک لڑکا محمد خان اس نے حسب وعدہ خدمت کے لئے نذر کر دیا تھا۔

**والد ماجد کا احترام** | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد حضرت سید کریم شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کا بغایت احترام فرماتے تھے۔ مدت العمر ان کی خواہش کے مطابق تراویح میں قرآن مجید سناتے رہے اور جیسا کہ ذکر آچکا ہے حکم کے مطابق تیسرے بھی سنایا کرتے تھے۔ اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو کس قدر احترام اور پاس خاطر ملحوظ رہتا تھا، اس کا کچھ اندازہ اس ایک فقرے سے ہو سکتا ہے۔

جب مولوی سید حسرت علی شاہ صاحب باہر سے تعلیم حاصل کر کے نئے نئے گاؤں آئے تو برادری میں جھگڑا ہو گیا۔ اہل سنت و الجماعت اور شیعہ مسلک کھنے والوں میں اتنا اختلاف بڑھا کہ مناظرہ کی ٹھن گئی۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں میسور تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ برادری والوں نے آپ کو تار پہ تار دے کر وہاں سے بلایا۔ اور مناظرہ کے لئے تاریخ مقرر ہو گئی۔ مقررہ تاریخ پر فوجد دؤد سے خلقت جمع ہو گئی۔ فساد کا اندیشہ تھا اس لئے پولیس بھی آگئی۔ اسی اثنا میں برادری کے شیعہ سنی بزرگ جمع ہوئے۔ اور بڑی رد و دک کے بعد یہ فیصلہ ہو گیا کہ مناظرہ نہیں ہونا چاہیے۔ ایک اضی نامہ لکھا گیا جس پر سب نے دستخط کئے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی دستخط کرنے کی درخواست کی گئی۔ مگر آپ نے صاف انکار کر دیا۔

اور فرمایا کہ "میں مناظرہ ضرور کروں گا۔ تاکہ حقانیت واضح ہو جائے۔ اور سب پر کھل جائے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا۔  
 جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خوشامد دراند سے کسی طرح راضی نہ ہوئے تو ساری برادری حضرت کے  
 والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور آپ سے امداد کی درخواست کی۔ آپ ازراہ کرم برادری  
 کے ساتھ حضرت قبلہ کے پاس آئے۔ حضرت قبلہ اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو آنا دیکھ کر فوراً احترام کے لئے کھڑے  
 ہو گئے۔ حضور نے صرف اتنا فرمایا "حافظ جی! ساریاں کھیڈاں کھیڈیاں، اک نہ کھیڈی ہارن، سارے کم نوان"  
 حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے فوراً راضی نامہ کاغذ لے لیا اور اس پر دستخط فرما دیے۔  
 چونکہ لاتعداد خلقت دور دور سے آئی ہوئی تھی، اس لئے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے  
 دستور کے مطابق ان کے استفادے اور استفاضے کے لئے مواظبت حسنہ سے نوازا۔ اور دیر تک  
 حقانیت اسلام اور حقانیت مسلک اہل سنت پر تقریر فرمائی۔ جس سے حاضرین کے قلوب  
 نور ایمان سے روشن ہو گئے۔

## آپ کے والد ماجد کی اولاد

حضرت قبلہ و کعبہ سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تین  
 فرزند تھے۔

حضرت قبلہ نجابت علی شاہ صاحب

۱، حضرت قبلہ سید نجابت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے فرزند تھے۔ آپ بڑے پایہ کے بزرگ  
 اور سیف زبان تھے۔ جو زبان سے نکل جاتا پورا ہوتا۔ آپ نہایت خوبصورت، خوش مزاج، اور  
 باعرب شخص تھے۔ لباس فاخرہ زیب تن کرتے اور صفائی کو بے حد پسند کرتے تھے۔ چہرہ مبارک  
 شاندار، رنگ سرخ سپید، دائرہ میں مہندی لگی ہوئی، حج بیت اللہ شریف اور روضہ نبوی کی  
 حاضری کا شرف حاصل کیا تھا۔ آپ فریض، واجبات، سنن اور نوافل کی ادائیگی میں پورا انہماک  
 رکھتے اور ذوق و شوق سے ادا کرتے تھے۔ بشریعت پر کاربند تھے اور تمام اعمال کو مطابق سنت پورا  
 کرتے تھے۔

آپ گھوڑوں کے بڑے تاجر تھے۔ اس لئے راجاؤں اور مہاراجوں سے کام پڑتا تھا۔

دوسرے تاجر آپ کی بزرگی اور تقویٰ کی عزت کرتے اور آپ سے عقیدت و احترام سے پیش آتے تھے۔ آپ دم اور تعویذ کچھ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ضرورت مندوں سے کہہ دیتے کہ "جاؤ۔ یہ کام یوں ہو جائے گا۔" اور خدا کا کرنا یہ کہ جیسا آپ کی زبان مبارک سے نکلتا ویسا ہی ظہور میں آتا۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود (روئی)

آپ کی اولاد میں تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ بڑے فرزند حضرت جی سید علی حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔ منجھلے فرزند حضرت حاجی سید احمد حسین شاہ صاحب چھوٹے فرزند حضرت حافظ سید محمود حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت سید علی حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی چار لڑکیاں۔ اور ایک لڑکا حاجی حافظ پیر سید نذیر حسین شاہ ہے۔

حضرت سید احمد حسین شاہ صاحب کے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ اور سید محمود حسین شاہ کی ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے۔

حضرت قبلہ عالم سید جماعت علی شاہ صاحب

(۲) دوسرے فرزند حضرت امیر ملت قبلہ عالم حاجی حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری

رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جن کے احوال مبارک اس کتاب میں قارئین کی نظر سے گزریں گے۔

(۳) تیسرے اور چھوٹے فرزند حضرت حاجی پیر سید

حضرت قبلہ سید صادق علی شاہ صاحب

صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

آپ بڑے متقی، پرہیزگار، پابند شریعت، متبع سنت اور سخی تھے۔ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ نبوی سے مشرف ہوئے تھے۔ چونکہ بڑے صاحبزادے تاجر تھے۔ اور تجارتی مصروفیات کے باعث گھر پر مستقل قیام نہ کر سکتے تھے۔ اور منجھلے صاحبزادے حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز تبلیغ و اشاعت دین کی ہمہ وقتی سرگرمیوں کے باعث اکثر و بیشتر سفر میں رہتے تھے، اس لئے چھوٹے صاحبزادے حضرت سید صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد کے سجادہ نشین قرار دیے گئے تھے۔

آپ بڑے بزرگ اور کامل ولی اللہ تھے۔ دربار شریف کے جملہ انتظامات، اور زمینداری

کاشتکاری کے تمام امور آپ کی نگرانی میں بخیر و خوبی انجام پاتے تھے۔ مسلمان زائرین کے علاوہ ہندو، سکھ،

عیسائی وغیرہ بکثرت حاضر خدمت ہوتے۔ آپ مہمان نوازی فرماتے۔ اور ضرورت مندوں کی خدمت

کرتے۔ کوئی آپ کے آستانے سے مالوس و ناکام واپس نہ جاتا تھا۔

آپ عادات و اعمال میں سنت نبوی کی کامل پیروی کرتے تھے۔ آپ کی سخاوت سے غرباء و مسکین بیوہ عورتیں اور یتیم بچے یکساں فیض یاب ہوتے تھے۔ ہزار ہا روپے کی آمدنی تھی لیکن ورثہ میں ایک پیسہ بھی نہیں چھوڑا۔ آپ روپیہ ہرگز جمع نہ فرماتے۔ جو آتا بندگانِ خدا اور مستحقین میں تقسیم کر دیتے۔

تینوں بھائی ایک ہی جگہ اقامت گزین تھے۔ حضرت قبلہ سید صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں بڑے بھائیوں کی حد درجہ عزت و توقیر کرتے۔ اور بڑے دونوں بھائی ان پر کمال شفقت و مہربانی کرتے تھے۔ اتباع سنت نبوی اور سلف الصالحین کی پیروی میں سب بزرگ خلق خدا کی مقصد برآری اور مہمانوں کی خدمت کو اپنا شعار بنائے ہوئے تھے۔

حضرت قبلہ سید صادق علی شاہ صاحب کے دو صاحبزادے ہیں۔ حاجی سید پیر اولاد حسین شاہ صاحب۔ اور حافظ سید پیر آل حسین شاہ صاحب۔ حاجی سید اولاد حسین شاہ صاحب کے ایک صاحبزادے ہیں۔ حاجی حافظ پیر سید حسین شاہ صاحب دام اللہ بقاؤہ۔ حضرت حیدر شاہ صاحب حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ کے نواسے بھی ہیں۔ حافظ سید آل حسین شاہ صاحب کی اولاد بچپن ہی میں فوت ہو گئی اور خود انھوں نے بھی جوانی میں وفات پائی۔

مناسب ہے کہ حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد کا مختصر ذکر مبارک بھی یکجائی کی خاطر یہیں کر

### حضرت قبلہ عالم کی اولاد امجاد

دیا جائے۔ آپ کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہوئیں۔ فرزند اکبر فاضل اہل عالم بے بدل حضرت قبلہ حاجی حافظ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کا لقب سراج الملت تھا۔ اور آپ حضرت امیر ملت کے پہلے سجادہ نشین تھے۔ منجملے فرزند حضرت قبلہ حاجی مولانا حافظ پیر سید خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ اور سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت قبلہ حاجی حافظ مولانا پیر سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی و دام اللہ بقاؤہ۔ آپ کا لقب شمس الملت ہے۔ اور آپ حضرت سراج الملت کے وصال کے بعد سجادہ نشین ثانی ہیں۔ حضرت امیر ملت کی صاحبزادی سیدہ حاجیہ بنت رسول صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا تھیں۔

## عہدِ طفولیت

فرمانِ ایزدی ہے :

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَنْزَلِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا  
لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا • (سورہ فرقان - پارہ ۱۹) ترجمہ اور وہ لوگ جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد میں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر۔ اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ حضرت قبلہ عالم  
رحمۃ اللہ علیہ اس آیت پاک کے صحیح مصداق تھے۔

امتیازی صفات

آپ طفلی ہی سے وہ شاہبازِ ولایت تھے کہ اپنے ہم عمروں سے امتیازی صفات  
کے مالک تھے۔ آپ کا بچپن عام بچوں سے جداگانہ نوعیت رکھتا تھا۔ آپ  
کی والدہ صاحبہ پاکی و تقویٰ کا نمونہ تھیں۔ تو آپ ابتدا ہی سے حاجات ضروریہ تک میں ایسے پابند وقت تھے  
کہ گویا چاہتے تھے کہ والدہ محترمہ کے حفظِ اوقات اور طہارت و پاکیزگی میں ذرہ برابر فرق نہ آنے پائے۔

آپ ابتدا سے ذکرِ الہی میں مشغول رہتے اور فاذا کورونی اذکوکم (ترجمہ) "تم مجھے یاد رکھو  
تو میں تمہیں یاد رکھوں گا" کے حکم ربانی پر عمل پیرا رہتے۔ مرورایام کے ساتھ ساتھ دل خوش کن باتیں اور  
حیران کن الہامی گفتگو آپ سے سرزد ہونے لگی۔ یہاں تک کہ عمر مبارک چار سال چار ماہ چار دن کی  
ہو گئی۔ تو آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم کے لئے مسجد میں بھیج دیا۔

آپ کے والد ماجد حضرت حافظ شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خاص طور پر اس کام  
کے لئے قلعہ سوہاننگھ سے علی پور شریف لائے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ صاحب کا  
تلمذ اختیار کیا۔ اور سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ حافظ صاحب مرحوم کو خانوادہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ  
کے تمام نونہالوں کی استادی کا شرف حاصل رہا۔

پسندیدہ اطوار

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بدو طفلی ہی سے پاکیزہ اخلاق اور پسندیدہ اطوار کے  
حامل تھے۔ صفائی اور پاکی کا ابتدا سے خصوصی لحاظ تھا۔ خود دار، بردبار، متواضع  
صاحب مروت اور مہمان نواز تھے۔ لہو و لعب سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔ بلکہ ہر بے فائدہ قول و  
فعل سے گریز فرماتے۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی لہو و لعب میں وقت ضائع کرنے سے روکتے۔ ہمہ وقت

حفظِ قرآن میں مشغول اور پڑھانی میں مصروف رہتے۔

آپ کے بچپن کے ساتھی نبردِ ارقاوم علی شاہ صاحب کہتے تھے کہ "حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کبھی تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ یا تو اپنے چھوٹے چھوٹے دوستوں کو حویلی کے اندر ساتھ لے جا کر ان کے ہمراہ کھانا تناول فرماتے۔ یا باہر کھانا لے آتے اور ان سب کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔ آپ کے سب ساتھی آپ کا احترام کرتے۔ اور آپ کا حکم ماننے میں فخر محسوس کرتے تھے۔" آپ کا لباس نہایت صاف ستھرا ہوتا۔ کبھی جسم کے کسی حصے کو برہنہ نہ ہونے دیتے۔ یہاں تک کہ سجالتِ غسل بھی کبھی برہنہ نہ ہوئے۔ اپنے ساتھیوں کو بھی شرم دلاتے اور برہنگی سے باز رکھتے۔ آپ کے استاد آپ کے ساتھ خصوصی شفقت سے پیش آتے تھے۔ اور آپ کے ذوق و شوق اور محنت و شغف کے باعث دوسے شاگردوں کے مقابلے میں آپ پر زیادہ توجہ مبذول کرتے تھے۔

آپ کی دادی صاحبہ حضرت سیدہ حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی تھیں۔ ایک بار آپ دادی صاحبہ کے ہمراہ سات سال کی عمر

میں ان کے گاؤں مکان شریف (ضلع گورداسپور) جا رہے تھے۔ تو آپ نے راستے میں دادی صاحبہ سے کہا: "مجھے کچھ کھلاؤ تو آپ کو ایک بات سناؤں" دادی صاحبہ نے زادِ راہ میں سے کچھ کھانے کو دیا۔ آپ تناول فرما چکے تو کہا کہ "میری پیدائش کے بعد مال کاٹنے کے لئے آپ تیز دھار آلہ تلاش کر رہی تھیں، جو نہیں ملتا تھا۔ میں بتانے لگا کہ کوٹھی کے نیچے پڑا ہے۔ مگر کسی نے میرا منہ بند کر دیا۔ اور میں نہ بتا سکا۔"

اسی سفر کے موقع پر واپسی کے وقت آپ نے دادی صاحبہ سے کہا کہ "آج نہیں کل چلیں گے" مگر سچے کی بات تھی انہوں نے توجہ نہ کی۔ دریا پر پہنچے تو کشتی موجود نہ تھی مجبوراً واپس آنا پڑا۔ آپ نے فرمایا "میں نے تو پہلے ہی منع کر دیا تھا کہ آج نہیں کل چلیں گے۔"

غرض اس طرح کے بہت سے عجیب و غریب واقعات ہیں جو بچپن میں رونما ہوئے۔ مگر طوالت کے خیال سے ذکر سے گریز کیا گیا۔ آپ کے والدین

حفظِ قرآن مجید

آپ پر بے حد شفیق تھے۔ جب بہت چھوٹی عمر میں آپ نے قرآن پاک حفظ کر لیا تو گاؤں کی درمیانی مسجد میں

سنایا۔ کم عمری کے باوجود حفظ میں پختگی اور صحت سے سب نمازی بے حد متاثر ہوئے۔ اور انہوں نے باپ اور استاد کو پورے اخلاص سے مبارک باد پیش کی۔

آپ کے والد ماجد نے اس خوشی میں پلاؤ زرے کی دلیلیں پکوا کر تقسیم کیں۔ اور آپ کے استاد حافظ صاحب کی خوب خدمت کی اور ان کو خوش کر کے خود بھی مسرور ہوئے۔ علی پور سیدان میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وہ پہلے خوش قسمت بچے تھے جس نے قرآن پاک حفظ کیا۔ اتنی چھوٹی عمر میں قرآن مجید حفظ کرنا حضرت قبلہ کے علو مراتب کی روشن دلیل ہے۔

**اتباع شریعت** آپ کو بچپن ہی سے اتباع شریعت کا اہتمام تھا۔ جس وقت بچے پر نماز فرض نہیں ہوتی، اسی عمر سے آپ پابند صلوٰۃ تھے۔ اور کبھی کوئی نماز قضا

نہیں ہونے پائی۔ اسی طرح دیگر اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ آپ میں بچپن سے پائے جاتے تھے۔ اصوب بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی بچپن سے التزام تھا۔ چنانچہ آپ کی رفاقت میں رہنے والے دوسرے نو عمر بھی احکام شریعت کے پابند ہو گئے تھے۔ آپ کا فیض عام آپ کے بچپن ہی سے ہر ایک کی رہنمائی کا ضامن تھا۔

## تحصیل علم

علم و رتہ نبوت ہے۔ اور فرمان نبوی **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ** (ترجمہ) ”علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے“ کے مطابق ہر شخص پر لازم۔ علم بغیر عرفان آہی بھی ناممکن ہے۔

ع کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

اور علم ہی کے ذریعے اتباع شریعت و سنت میسر ہو سکتا ہے۔ علم ایمان کا زیور ہے اور اعمال حسنہ کی صحت کے لئے شرط۔ عباد الرحمن سدا علوم ظاہری و باطنی کے زیور سے مزین رہے ہیں۔ اور صالحین نے حصول علم کے لئے سخت مشقتیں برداشت کی ہیں۔



## تحصیل علم میں شواہیاں

انیسویں صدی کے وسط میں ذرائع حمل و نقل بے حد دشوار بلکہ ناپید تھے۔ لیکن حکم نبویؐ کی پیروی اور سنت سلف کے اتباع میں حضرت

قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تحصیل علم کے لئے ہر قسم کی مشکلات کو آسان سمجھا اور دور دور کے سفر کئے۔ انیسویں صدی کے وسط میں عام طور پر نہ سڑکیں تھیں نہ سواریاں نہ ریلیں۔ گھوڑوں پر، بیلوں کے تانگوں پر اور پیدل سفر کئے جاتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے لاہور تک کے پیدل سفر کے واقعات معلوم ہیں۔ یہ بھی جاننا چاہیے کہ حضورؐ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ صرف زمیندار تھے۔ اس لئے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو تحصیل علم کے لئے سفر کرنے میں کیسی کچھ دشواریاں کا مقابلہ نہ کرنا پڑتا ہوگا۔ علی پور سیداں سے لاہور تک کا سفر ہی سو، سو اسو سال پہلے آسان نہ تھا۔ اور حضورؐ صبح پیدل چلتے تھے اور شام تک لاہور پہنچ جاتے تھے۔ آپ کے اساتذہ کرام کے صرف نام جان لینے سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ نے سہارنپور، کانپور، لکھنؤ اور گنچ مراد آباد جیسے دور دراز مقامات پر جا کر تحصیل علم فرمائی تھی اور مشکلات سفر و حضر کو سہل جانا تھا۔ اور یہ تمام سفر پیدل یا گھوڑے پر کئے۔

اُسے صدی کے اوائل تک ہمارے دینی مدارس عموماً مساجد میں ہوتے تھے۔ ان کے لئے علیحدہ عمارتیں نہ تھیں۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللہ۔ پھر طالب علموں کے قیام و طعام کے لئے کوئی مستقل انتظام نہ ہوتا تھا۔ اور ان کو ہر طرح کی صعوبتوں کا سامنا کرنا ہوتا تھا۔ جیسا کہ بیان ہوا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا گھر متوسط الحال زمیندار کا گھر تھا۔ ایسے خانوادے کے نوجوان کو تحصیل علم کے لئے دور دراز کے سفر اور مدتوں گھر سے دور رہ کر کیسی کیسی تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑتا ہوگا۔ قیاس کیا جاسکتا ہے۔ مگر علوم ظاہر و باطن کی تکمیل کے لئے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سب مشقتیں برداشت فرمائیں۔ اور سلف صالحین کا اتباع کر کے اس آخری زمانے میں ایک اعلیٰ مثال قائم کی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ گرامی شان کے پورے نام بھی کسی کو معلوم نہیں۔ مگر یہ تحقیق ہے کہ آپ کے

## می تافت ستارہ بلندی

اساتذہ آپ کے ساتھ کامل شفقت اور خصوصیت کا برتاؤ کرتے تھے۔ ان کو نظر آتا تھا کہ

## بالائے سرش زہوش مندی می تانت ستارہ بلندی

اس لئے وہ آپ کو تمام علوم ظاہر باطن سے مشرف و ممتاز بنانے میں خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ تا آنکہ آپ علوم فقہی معقولات و منقولات کے جامع اور فاضل اجل بن گئے۔ اور علم و فضل میں یگانہ روزگار اور علامہ ذی وقار ہونے کا شہرہ دور دور تک عام ہو گیا۔

یہاں یہ نکتہ قابل ذکر ہے کہ اہل بصیرت اور فکر و نظر والوں کو اسی وقت سے نظر آتا تھا کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز مستقبل میں اس دور کے مجتہد و مجدد بنیں گے۔ اور دین متین کی وہ خدمات انجام دیں گے جو آپ ہی کی شان کے شایاں ہیں۔ جب آپ فارغ التحصیل ہو گئے تو حضرت پیر امام علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پیر صاحب نے فرمایا "صاحبزادے! میری طرف دیکھو" چند بار آپ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالی اور پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "ان صاحبزادے کی پیشانی میں ایسا نور ہے جو سارے ہندوستان میں روشنی پھیلانے کا ہے"

● آپ کے جن اساتذہ کے اسمائے گرامی کا علم ہو سکا درج ذیل ہے۔

۱، حضرت حافظ قاری شہاب الدین صاحب کاشمیری کو آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ قلعہ سوہما سنگھ سے علی پور سیدال لائے تھے۔ تاکہ آپ کو حفظ کرائیں۔ آپ نے بہت کم مدت میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ آپ کے حفظ قرآن کا یہ حال تھا کہ مدت العمر ہر سال رمضان شریف کے آخری عشرے میں ہرات شبینہ سنایا کرتے تھے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ اور منجھلے صاحبزادے حضرت خادم الملت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قاری شہاب الدین صاحب سے کلام مجید حفظ کیا تھا۔ جب کہ چھوٹے صاحبزادے حضرت شمس الملت مدظلہ العالی نے قاری صاحب کے لڑکے حافظ عبدالرحمان صاحب سے حفظ کیا تھا۔ قاری حافظ شہاب الدین صاحب کاشمیری دیندار، صالح اور متقی شخص تھے۔ قرآن مجید بہت اچھا حفظ تھا اور بڑی خوش الحانی کے ساتھ قرأت کرتے تھے۔

۲، حفظ قرآن سے فارغ ہوئے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بہت کم سن تھے۔ اس لئے تحصیل علم کے لئے کہیں باہر بھیجنا مناسب تھا۔ چنانچہ آپ کو حضرت مولانا مولوی عبدالرشید صاحب علی پوری کی شاگردی میں دے دیا گیا۔ مولوی عبدالرشید صاحب کا تمام خاندان دولت علم و عمل

سے مالامال تھا۔ مولوی صاحب خود بڑے عالم، بڑے بزرگ اور صوفی مشرب تھے۔ اپنی جدی مسجد علی پور سیداں واقع کوٹ میں مخلوق خدا کو فیض یاب کرتے تھے۔ یہیں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اُردو اور فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اور کریا، گلستان، بوستان اور مولانا جامی کی احسن القصص پڑھیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بہت جلد یہ ابتدائی مدارج طے کر لے۔ اور اسی کے دوران خوش نویسی میں کمال حاصل کیا۔ آپ کو بچپن سے تصوف سے خصوصی تعلق تھا۔ مولوی صاحب خود عالم اور صوفی تھے، پھر شاگرد وہ جو عباء الرحمن کے زمرے میں تھا۔ ان ابتدائی کتب کے مطالعے کے دوران ہی رموز و نکات اور مطالب روحانی و باطنی منکشف ہوتے جاتے تھے۔ جن کی تشریح بیان کی مستحکم نہیں ہو سکتی۔

(۳) عنفوانِ شباب میں آپ حضرت مولانا مولوی صوفی قاری عبدالوہاب صاحب امرتسری کے تلامذہ میں شامل ہوئے۔ صرف، نحو، منطق وغیرہ کی ابتدائی کتابیں آپ سے پڑھیں۔ اس زمانے میں بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زلمنت و فطانت اور ذوق و شوق نے آپ کو اپنے ہم سبق ساتھیوں میں امتیاز اور سبقت دی۔

(۴) اس کے بعد آپ حضرت مولانا مولوی غلام قادر صاحب بھیروی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا غلام قادر صاحب جلیل القدر عالم اور فاضل بے بدل تھے۔ آپ علم تصوف و طریقت کے بحر ذخار اور صوفی کامل تھے۔ آپ کے عقیدت مندوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ اور ایک عالم آپ سے فیض پاتا تھا۔ مولوی صاحب نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی خوشی کے ساتھ اپنے شاگردوں کے حلقہ میں داخل کیا۔ وہ آپ کی تعلیم پر خاص توجہ فرماتے تھے۔ اور آپ کے ساتھ خصوصیت و شفقت سے پیش آتے تھے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے آپ کو اپنے کمالات علمی و عملی اور فیوضات معنوی و روحانی سے مستفیض فرمانے میں کامل توجہ مبذول کی۔

مولوی صاحب کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا تعلق خاطر پیدا ہو گیا تھا کہ آپ نے اپنی وفات کے وقت معتقدین اور متوسلین کو تاکید کی تھی کہ وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی

خدمت میں حاضری دیتے رہا کریں۔ چنانچہ شاگردی کے اس زمانے میں آپ نے حضرت قبلہ عالم رحمہ اللہ کی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

(۵) حضرت مولانا مولوی مفتی محمد عبداللہ ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر عالم تھے۔ حمد اللہ منطلق کی معرکہ کی کتاب ہے اور درس نظامیہ میں اہم حیثیت رکھتی ہے۔ مفتی صاحب نے اس کی جو شرح لکھی ہے وہ آپ کے تجربہ علمی کا ثبوت ہے۔ مفتی صاحب عالم باعمل، متقی اور خوش اخلاق بزرگ تھے۔ مخالفین بھی آپ کے پاس آکر آپ کے گرویدہ ہو کر واپس جاتے تھے۔ آپ کے حلقہ درس کا دور دورہ شہرہ تھا۔

جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی صاحب کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہونے کا قصد ظاہر کیا تو مفتی صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور خاص شغف اور توجہ مبذول کی۔ چنانچہ آپ نے تھوڑی مدت میں لائق استاد سے بہت کچھ فیض پایا۔ اور علوم دینیہ کے ساتھ تصوف کے اسرار و رموز بھی حاصل کئے۔

(۶) اس کے بعد آپ سہارن پور گئے۔ اور حضرت مولانا مولوی محمد منظر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور کی خدمت میں علوم دین کی تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ مولانا موصوف اپنے وقت کے فاضل ترین استاد اور عالم شمار کئے جاتے تھے۔ آپ اوصاف حمیدہ اور اخلاق کریمہ سے آراستہ تھے۔ اتباع سنت کا خاص اہتمام تھا اور ہر کام میں رضائے الہی کے حصول کی کوشش فرماتے تھے۔ مولانا صاحب نے بھی حضرت قبلہ کو اپنے علم و عرفان کے سمندر سے فراخ دلی کے ساتھ فیضیاب کیا۔

(۷) حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جس قدر تحصیل علم میں آگے بڑھتے جاتے تھے، آپ کی تشنگی بڑھتی جاتی تھی۔ اور علوم دینیہ کے حصول کا شوق اور زیادہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ آپ استاد اکل حضرت مولانا مولوی فیض الحسن سہارن پور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا فاضل اجل اور صوفی کامل تھے۔ علم و عرفان میں دور دور آپ کی شہرت تھی۔ ملک بھر سے تشنگان علم سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے تفسیر و حدیث کے مطالب و معارف حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور آپ بڑی فراخ دلی سے ان کی سیری فرماتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مقبول تلامذہ میں تھے اور آپ کے علم و عرفان سے کما حقہ بہرہ ور ہوئے تھے۔

(۸) حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے شوق و ذوق کا یہ عالم تھا کہ آپ تحصیل علم میں بدستور سابق سرگرم تھے۔ چنانچہ سہارن پور سے آپ نے لکھنؤ کا سفر کیا۔ اور حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم ندوۃ العلماء کا تلمذ اختیار کیا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب خدائے سیدہ عالم تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم کے محرم اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ آپ نے بیک وقت لائق و فائق شاگرد کے مراتب کو پہنچانا۔ بجز و مسرت حلقہ شاگردان میں شامل کیا۔ اور بہت کم مدت میں علوم ظاہر و باطن کی تکمیل فرمائی۔

(۹) لیکن حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق اب بھی تشنگی محسوس کرتا تھا۔ اس لئے آپ کانپور تشریف لے گئے۔ اور حضرت مولانا مولوی احمد حسن صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے درس حدیث میں شرکت کی۔ حضرت مولانا شارح مشنوی مولانا روم اور محدث عصر ہونے کی حیثیت سے ملک بھر میں خصوصی شہرت رکھتے تھے۔ آپ متواضع، خوش اخلاق، متقی، علیم الطبع، کریم النفس اور خداترس بزرگ تھے آپ کے صاحبزادگان میں حضرت مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس اول مدرسہ عالیہ کلکتہ، اور حضرت مولانا مفتی نثار احمد صاحب مفتی اکبر آباد جید عالم باعمل گزرے ہیں۔

حضرت مولانا احمد حسن صاحب اہل دل اور صاحب نظر تھے۔ آپ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو پہچانا کہ یہ شہباز معرفت رتبہ بلند پرفاؤز اور خلق اللہ کی فیض رسانی پر مبنی جانب اللہ مامور ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ مبذول کی۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے فیض سے پوری طرح مستفید ہوئے۔

(۱۰) حضرت مولانا مولوی میر محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صوفی فنش اور روشی صفت عالم و فاضل بزرگ تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے رجوع کیا۔ اور آپ نے بھی شاگرد رشید کی حالت و کیفیت سے باخبر ہو کر خصوصی توجہ فرمائی۔ دیگر علوم کے علاوہ آپ عقاید کی کتابیں بھی پڑھاتے رہے۔ دورانِ درس عقاید کے رموز و نکات حضرت قبلہ بیان فرماتے تو خود استادِ کامل کو حیرت ہوتی۔

(۱۱) حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور زمانہ بزرگ اور عالم حضرت مولانا مولوی عبدالقادر صاحب لاہوری سے استفادہ فرمایا۔ اور انھوں نے بھی کابل دہلی اور پوری توجہ سے فکاگرد کو فیض یاب کیا۔

(۱۲) اس کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا مولوی ارشد حسین صاحب امپوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے بھی کمال لطف مہربانی فرمائی اور دیگر شاگردوں کے مقابلے میں خصوصی توجہ مبذول فرمائی۔

(۱۳) انھی ایام میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گنج مراد آباد شریف حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا صاحب اپنے وقت کے جلیل القدر ولی اللہ اور زاویہ گزین درویش تھے۔ آپ نہایت اخلاق و محبت سے پیش آئے۔ جو دینا تھا دیا۔ اور کلاہ مبارک اپنے سر سے اتار کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر رکھ دی۔ ضروری اوراد تعلیم کئے۔ اور فرمایا جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا نام خلق خدا کو بتایا کرو۔ نیز سند حدیث کی اجازت دی۔

(۱۴) حضرت مولانا مولوی عبدالحق صاحب آبادی مہاجر مکی بہت بڑے ولی اللہ تھے عالم باعمل متقی، شب زندہ دار اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ اہل مکہ آپ کو ”قطب مکہ مکرمہ“ کہا کرتے تھے۔ آپ نے بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث سنیں اور روایت حدیث کی سند عطا فرمائی۔ حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ شریف میں آپ کو پانی دم کر کے پلایا۔ کھجور دم کر کے کھلائی۔ اور حدیث اسودین کی اجازت عطا کی۔

(۱۵) حضرت مولانا مولوی عبدالعلی صاحب محدث پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سند حدیث حاصل کی۔

(۱۶) نیز حضرت اہل، علامہ محمد عمر ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث استانبول (ترکی) نے بھی آپ کو سند حدیث عطا کی تھی۔

علم و فضل میں یگانہ روزگار | حق یہ ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ذہن وقاد، طبع سلیم اور عقل کامل فطری طور پر عطا ہوئی تھی۔ استادان

کامل الفتن نے خصوصی توجہ سے ان پر اور جلا کر دی۔ علوم عقلی و نقلی پر عبور کامل حاصل کرنے کے ساتھ ہی

آپ باطنی و روحانی ترقیاں حاصل کرتے رہے۔ چنانچہ عالم پر روشن ہے کہ آپ حفظ میں امام ذہبیؒ اور ضبط میں علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کے ہم پلہ ہوئے۔ توفصاحت میں سبحان عصر اور خطابت میں بختائے ہر

بنے۔  
وَلَيْسَ عَلَى اللَّهِ بِمُسْتَسْكِرٍ

أَنْ يَجْمَعَ الْعَالَمَ فِي وَاحِدٍ

(ترجمہ) ”اللہ کے لئے یہ کوئی انوکھی بات نہیں کہ وہ ایک عالم (کے صفات و کمالات) کو ایک فرد واحد

میں جمع کر دے۔“

حدیث شریف میں آیا ہے: مَا صَبَّ اللَّهُ فِي صَدْرِي شَيْئًا إِلَّا صَبَبْتُهُ فِي

صَدْرِ أَبِي بَكْرٍ (نزہۃ المجالس صفحہ ۱۲۸) (ترجمہ) ”اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں جو کچھ ڈالا

وہ میں نے ابو بکرؓ کے سینے میں ڈال دیا۔“

نیز حدیث ہے کہ اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَىٰ بَابِهَا (مناقب الخلفاء صفحہ ۱۱۰)

(ترجمہ) ”میں علم کا شہر ہوں تو علیؓ اس شہر کا دروازہ ہیں۔“

سلسلہ نسب کی رو سے آپ حدیث دوم کے وارث تھے تو سلسلہ طریقت کے واسطے

سے پہلی حدیث کے۔ اس لئے لازم تھا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جامع کمالات بنیں۔ کہ آپ

کو زمانے بھر کو اپنے رشد و ہدایت سے فیض یاب کرنا تھا۔ اور آپ کے ذریعے سلسلہ عالیہ

نقشبندیہ کو رواج عام حاصل ہونا تھا۔ اسی لئے وہی طور پر آپ نے جو اسرار و رموز جاننے

اور جن عوارف و معارف پر عبور حاصل کیا، ان کا کون احاطہ کر سکتا ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک بار

مجھے اور نیشنل کالج لاہور میں استاد کا عہدہ پیش

ملازمت سے اعراض

کیا گیا۔ میں نے والد صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”میں نے

تمہیں اس لئے نہیں لکھایا پڑھایا ہے کہ تم ملازمت کرو اور اس کے صلہ میں تنخواہ پاؤ۔ تمہاری

اعلیٰ تعلیم سے میرا مقصد یہ ہے کہ تم خلق خدا کی خدمت کرو، دین کی تبلیغ کرو اور لوگوں کے

دلوں کو نور ایمان سے منور کرو۔ رزاق حقیقی رب تعالیٰ کی ذات ہے۔ تم خلق خدا کی خدمت

کرو گے تو رب العزت تمہاری اعانت فرمائیں گے۔ بس تم رمضان شریف میں مجھے قرآن مجید

سُنایا کرو۔ اور باقی تمام سال مخلوق کی ہدایت و رہنمائی میں صرف کرو۔“ سارے عالم پر روشن ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مدت العمر اپنے والد ماجد کے فرمان پر عمل کیا۔ اور لاکھوں بندگانِ خدا نے آپ کے وسیلے سے صراطِ مستقیم پر چلنا سیکھا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ جھنگ لکھیا نہ کے جلسہ میں حاجی عبدالرحمن صاحب اور حاجی

انور پیر صاحب و حاجی عبدالرحمن کے واقعات

لقمان صاحب نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دو سو روپے نذرانہ پیش کرنا چاہا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا تو مولوی قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سفارش کی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مولوی جی! میرے باپ نے مجھے علم فروخت کرنے کے لئے نہیں پڑھایا ہے۔“ اور وہ نذرانہ قبول نہ کیا۔ ایسے واقعات بارہا پیش آئے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارک تھی کہ جس جلسے میں بھی تشریف لیجاتے، اپنی جیب خاص سے زرِ کثیر صرف فرماتے۔ ہتھمیں جلسہ کی حوصلہ افزائی اور اعانت کے ساتھ اس کا رخیہ پر کار بند رہنے کی ان کو تلقین فرماتے۔ مگر ان کی جانب سے کوئی رسم قبول نہ کرتے۔

ایک بار حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بریکانیر دراجپوتانہ، تشریف لے گئے۔ وہاں جلسے میں شرکت فرمائی تھی۔ لیکن دورانِ سفر حضور کی طبیعت خراب ہو گئی تو خود جلسے میں شرکت نہ فرما سکے۔ آپ نے برادرم عزیزم الحاج سید انور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی بجائے جلسے میں شرکت کے لئے بھیج دیا۔ اور سختی سے تاکید فرمائی کہ اگر جلسے والے کچھ خدمت کرنا چاہیں تو ہرگز ہرگز قبول مت کرنا۔ چنانچہ انھوں نے حکم والا کی پابندی کی۔ آپ اہل خاندان میں سے ہر ایک کو ایسی ہی تاکید فرماتے تھے۔ اور جلسوں کی شرکت پر کسی قسم کا نذرانہ قبول نہیں کرنے دیتے تھے۔

علمی تہجیر | آپ کے خادم غلام حسین نے بیان کیا کہ ”ایک دن شام کا وقت تھا۔ میں نے عرض کیا جناب! مغرب کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ نے التفات فرمایا۔

میں نے دوسری اور تیسری مرتبہ توجہ دلائی۔ تو آپ نے فرمایا: ”مجھے وقت کا تم سے زیادہ پتہ ہے میں نے اساتذہ کرام کی خدمت میں تیس سال کا عرصہ گزارا ہے۔ اور علومِ شرعی کو بخوبی پڑھا ہے۔“ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ ایک بار میرے پاس امرتسر میں ایک پٹھان



آیا۔ اور اس نے کہا ”میرے ساتھ چلئے، آج ایک مجتہد کے ساتھ آپ کا مناظرہ ہے۔“ میں وہاں پہنچا تو مجتہد نے سوال کیا: ”آپ نے کتنے علوم حاصل کئے ہیں۔“ میں نے جواب دیا ”تائیس“ وہ حیران ہو کر کہنے لگا: ”علوم کی تعداد تو اتنی نہیں ہے۔ آپ گن کر بتائیے۔“ میں نے گن کر بتادیئے۔ تو وہ بولا کہ ”آپ نے علمِ صلوات بتایا ہے۔ میں نہیں جانتا یہ کیا ہے، تشریح کیجئے“ میں نے جواب دیا ”نَظَرَفِيهِ، نَظَرَ عَلَيْهِ، نَظَرَ مِنْهُ۔ دیکھو نظر کا صلہ تبدیل ہو جانے سے معنی یکسر بدل جاتے ہیں۔“

فِيهِ کی وجہ سے نظر کے معنی غور کرنا ہوئے۔

عَلَيْهِ کی وجہ سے نظر کے معنی سبقت کرنا۔

مِنْهُ کی وجہ سے نظر کے معنی ناراض ہو جانا۔

اس پر وہ مجتہد خاموش ہو گیا۔ پٹھان اٹھ کر خوشی سے ناپحنے کو دئے لگا، مجھے اوپر اٹھالیا۔ اور کہنے لگا۔ ”ہم جیت گئے۔ یہ اچھا مجتہد ہے، جسے علموں کی قسمیں اور تعداد بھی معلوم نہیں۔“

بھائی ذاکر علی صاحب رستکی خلیفہ مجاز بیان کرتے ہیں کہ ایک بار

### حفظ احادیث

عرس شریف کے موقع پر دورانِ وعظ حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”مجھے مع اسناد کے دس ہزار احادیث زبانی یاد ہیں۔ جس کا دل چاہے میرا امتحان کر لے۔“ سننے والے حیران ہو گئے۔

پسح ہے: ع لوح محفوظ است پیش اولیا

یہ قدرت و وسعت اور حافظہ و ذہن صرف عطیہ خداوندی ہے۔ کسی علوم و بہی کمالات کا کہاں مقابلہ کر سکتے ہیں۔

ان مختصر نگارشات سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے علوم و فنون، اور معقولات و منقولات و شرعیات میں کیسی کچھ بصیرت حاصل کی تھی۔ اور کتنی طویل مدت تک تحصیلِ علوم میں سعی بلیغ فرمائی تھی۔ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جسے چاہے عطا فرمائے۔

## عقد مبارک

نکاحِ سنتِ نبویؐ ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ **وَاتَزَوَّجُ النِّسَاءَ۔ فَمَنْ مَرَّ عِنْدَ عَنِّ مَسْنَتِي فَلَيْسَ مِنِّي** (مسلم شریف مع النووی صفحہ ۲۲۹ - فتح القدیر جلد ۲ - صفحہ ۱۲۲۳) (ترجمہ) میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ تو جو کوئی میری سنت سے ہٹے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔“

چنانچہ فرمانِ مصطفویؐ کی تعمیل میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ماموں حضرت سید توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر سیدہ امیر بیگم سے شادی کی۔ یہ نیک بخت خاتون جملہ اعمال و افعال میں شریعت کی کامل پابند تھیں۔ تہجد گزار، مہمان نواز، حلیم الطبع اور نہایت پارسا بی بی تھیں۔ خود چکی پیستیں اور دیگر امور خانہ داری انجام دیتی تھیں۔ مہمانوں کی خاطر تواضع میں خاص مسرت محسوس کرتیں۔ اور کاروبار کے دوران بھی ذکر اور اوراد میں مشغول رہتی تھیں۔

آپ کی شادی احکامِ شریعت کے مطابق نہایت سادگی سے انجام پائی تھی۔ نہ گانا نہ بجانا۔ نہ شور نہ غوغا۔ و اہیات رسموں اور بدعتوں سے یکسر مبرا۔ بس حکمِ شرعی کے مطابق خطبہ مسنونہ پڑھا گیا۔ ایجاب و قبول ہوا۔ اور وقت مقررہ پر خوش و اقارب اور غربا و مساکین کو دعوتِ لیمہ میں شریک کیا گیا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی چار اولادیں ہوئیں۔ تین صاحبزادگان اور ایک صاحبزادی۔ چاروں زمانہ وصال مبارک تک بہ قیدِ حیات رہے۔ ان کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

## بیعت

### بیعت کیا ہے

بیعت ایک عہد اور اقرار کا نام ہے۔ بیعت کرنا اور بیعت لینا

حکمِ خدا اور سنتِ رسولؐ کے عینِ مطابق ہے۔ اعمالِ صالحہ، اتباعِ شریعت اور پیرویِ سنت کی پابندی کے لئے اور منہیات و ممنوعات سے بچنے کے لئے عہد اور بیعت ہو تو یقیناً ثواب اور صواب ہے۔ قرآن مجید میں مومنین اور مومنات کے اس طرح کے عہد و اقرار کو بیعت کے نام سے یاد

کیا گیا ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی ضروری ہے کہ خود رب تعالیٰ جن اشخاص کو مومن کے لفظ سے یاد فرماتے ہیں، ان کی بیعت کا بھی ذکر کرتے ہیں جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ تجدید عہد اور توثیق عہد کیلئے بھی بیعت ہوتی اور ہو سکتی ہے۔

مقدمہ میں ہم نے آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے اس مسئلہ کو مدلل طور پر بیان کیا ہے۔ وہاں تفصیل کا مطالعہ کیجئے۔ تکرار اور اعادہ موجب ملال ہوگا۔ البتہ یہ بیان کرنا مناسب ہے کہ احادیث کثیرہ اس بارے میں موجود ہیں کہ حضرت رسول اکرم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ اور صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بیعت لیا کرتے تھے۔ جس کی نوعیت مختلف بھی ہوتی تھی۔ مگر حاصل سب کا یہی ہوتا ہے کہ وہ اوامر کا اتباع اور نواہی سے احتراز کریں گے۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، بیہقی، ترمذی، طبرانی اور دیگر مستند کتب حدیث میں ایسی بہت حدیثیں وارد ہیں۔ جو صحیح ہیں۔ جن سے بیعت کا ثبوت ملتا ہے۔ غرض بیعت ایک طرف نص صریح سے ثابت ہے تو دوسری جانب سنت رسول سے۔ اسی لئے اُمت مسلمہ میں رسم بیعت ہمیشہ سے عام اور شایع ہے۔ اور پسندیدہ و متحسن سمجھی جاتی ہے۔

ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو زندگی کے معمولی کاروبار میں تو عہد، اقرار، رجسٹری، حلف اور ہر قسم کی تاکید و توثیق روا رکھتے ہیں۔ اور امور دینی اور معاملات روحانی میں عہد و بیعت کو بے ضرورت گردانتے ہیں۔ درانحالیکہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے بیعت کا وجود ہی نہیں لزوم استحسان ثابت ہے۔ البتہ یہ بھی لازم ہے کہ بیعت کے لئے صحیح شخص کا انتخاب کیا جائے شیخ میں جن صفات کا پایا جانا ضروری ہے وہ کتب تصوف میں منقول ہیں۔ اسی طرح بیعت کنندہ پر جو فرائض عاید ہوتے ہیں وہ بھی تفصیل کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ ان پر پوری طرح کاربند ہونے والوں کو یقیناً منجانب اللہ اجر عظیم حاصل ہوگا۔ اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہوں گے۔

والد ماجد اور اساتذہ کرام سے فیض

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت قبلہ سید کریم شاہ صاحب سلسلہ نقشبندیہ میں اپنے نانا

حضرت سید حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے داخل تھے۔ آپ کامل ولی اللہ تھے اور آپ کا فیض عام تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد سے اپنا حصہ حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ کرام میں کئی

بزرگ بڑے پایہ کے کا ملین میں تھے اور انھوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو فیض پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی تھی۔ لیکن حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت سیر نہوتی تھی۔ اور آپ شیخ طریقت کی تلاش میں کوشاں تھے۔

حضرت قبلہ و کعبہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت  
انہی ایام میں شاہباز ولایت،  
قطبِ زمان، حضرت بابا فقیر محمد

صاحب چوراہی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، علی پور شریف کے قریب ہی، موضع چک قریشیاں ضلع سیال کوٹ، میں مولوی غلام نبی صاحب کے یہاں تشریف لائے۔ اطلاع ملتے ہی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت باباجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت باباجی صاحب نے کمال شفقت فرمائی۔ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل فرمایا۔ اور خاص توجہ اور مسرت کا اظہار کیا۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت باباجی صاحب کی خدمت  
اقدس میں چورہ شریف حاضر ہوئے۔ یہ آپ کی چورہ شریف میں پہلی  
حاضری تھی۔ جب واپس ہونے لگے تو حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دستار مبارک اتار  
کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر رکھ دی۔ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور فرمایا کہ "یا وَاٰلِہٖیَا سَلَامٌ  
اور لوگوں کو اللہ کا نام بتایا کرو۔"

بعض حضرات نے چہ می گوئیاں شروع کیں۔ اور شکایت کی کہ ہم عرصہ دراز سے حاضر خدمت ہیں،  
دن رات محنت کرتے ہیں، تعمیل ارشاد میں سرگرم رہتے ہیں۔ اور یہ ابھی آئے اور ابھی ان کو رتبہ بلند  
عطا کر دیا گیا۔ حضرت قبلہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ میں  
اللہ تعالیٰ کے حکم بغیر اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا۔ حافظ جی صاحب چراغ ہستی تیل سب کچھ اس کا دیا ہوا  
ساتھ لائے تھے۔ میں نے حکم خداوندی کے مطابق چراغ کو روشن کر دیا۔" ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُوْتِیْہٖ  
مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

حضرت قبلہ باباجی فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ قطب زمانہ اور  
کامل ولی اللہ تھے۔ شایقین کو چاہیے کہ آپ کے سوانح حیات

کا مطالعہ کریں۔ حضرت قبلہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پر بے حد مہربان تھے۔ اکثر ایاموں

سے کہتے ”مجھ سے ملنے کو دل چاہے تو شاہ صاحب سے مل لیا کرو۔“ کبھی فرماتے ”مجھے دیکھنا ہو تو شاہ صاحب کو دیکھ لیا کرو۔“ بعض یارانِ طریقت سے کہا: ”شاہ صاحب تم کو دیے ہیں۔ اب یہ تمہارے پیر ہیں۔“ آپ نے یہ بھی دعا فرمائی تھی کہ ”شاہ صاحب کا کوئی ثانی نہ ہوگا۔“ ایسا بھی ہوا کہ اپنی موجودگی میں آپ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو عورتوں کے بیعت کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا ”شاہ صاحب مردوں اور عورتوں کے پیر ہوں گے۔“ نیز ارشاد ہوا کہ ”عنقریب وہ وقت آئے گا کہ حافظ صاحب کا کوئی ثانی نہ ہوگا۔“ بعض دفعہ فرماتے ”حافظ جی کا مقام بہت بلند ہے۔“ کبھی کہتے کہ ”شاہ صاحب کے مقام کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ کتنا بلند ہوگا۔“

جناب محمد اوس خاں صاحب غوری ”سینج گنج علی پوری“ میں لکھتے ہیں کہ حضرت قبلہ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ”لاہور میں حضرت حنین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے موقع پر حضور کو تمام خاندان ہٹے قادر یہ چشتیہ۔ اویسیہ۔ رسولیہ کی بھی اجازت عطا کی۔ اور دیر تک دعا کرتے رہے۔“

انہی کا بیان ہے کہ ”حضور کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ حضرت قبلہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ”اب تو آپ کے غلام کے مریدِ قصور اور فیروز پور تک پھیل گئے ہیں۔“ حضرت بابا جی صاحب نے ارشاد فرمایا ”شاہ صاحب! حافظ صاحب کے مرید تمام ہندوستان میں ہوں گے۔“

آپ نے ارشاد شیخ کے مطابق ساری عمر تبلیغ دین اور ترویج سلسلہ عالیہ توسیع سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں صرف کی۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔ حضرت قبلہ بابا جی صاحب

رحمۃ اللہ علیہ سیف زبان اور غوث زمان تھے۔ جو فرمادیتے تھے ویسا ہی ظہور میں آتا تھا۔ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ العزیز کے بارے میں بھی ان کے ارشادات لفظ بلفظ پورے ہوئے۔ چنانچہ پشاور اور کشمیر سے مدراس اور میسور تک اور بمبئی سے کلکتہ اور دارجلینگ تک آپ کے لاکھوں مرید پھیلے ہوئے ہیں۔ بلکہ افغانستان، برما، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ تک میں حضور کے غلام موجود ہیں۔ بڑے بڑے علماء اور فضلاء نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ مغربی تعلیم حاصل کرنے والوں میں سے بھی لاکھوں آپ کے حلقہٴ ارادت میں شامل ہوئے۔ جن میں پروفیسر، ڈاکٹر، وکیل، بیرسٹر

اور افسر شامل ہیں۔ حضور کے فیض و توجہ سے ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی جو باوجود اعلیٰ انگریزی تعلیم کے علوم دینیہ سے بخوبی واقف ہے۔ پنجاب، یوپی، حیدرآباد دکن، میسور اور دیگر مقامات پر ایسے بہت حضرات تھے جنہوں نے اپنے اپنے حوصلہ کے مطابق حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ و ارشاد کو اور آگے بڑھانے میں کارنامے انجام دیے۔ اور فیض و ہدایت کو عام کیا۔

## شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

(تصنیف جناب الحاج پروفیسر مولانا حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ محب از حضرت امیر ملت)

رحم اے رحیم اپنی ہی قدرت کے واسطے	دیتا ہوں تیری رحمت و رافت کے واسطے
کہ مجھ پر حرم ختم رسالت کے واسطے	صدیقؑ اولیں کی صداقت کے واسطے
سلمان فارسیؓ کی ریاضت کے واسطے	قاسم بن کے اتقاء و اطاعت کے واسطے
جعفر بن کے علم و فضل و امامت کے واسطے	اور شاہ بازیدؒ کی طاعت کے واسطے
ہاں بو الحسنؒ کے خرقہ و عزت کے واسطے	ہاں بو علیؒ کے پایہ رفعت کے واسطے
یوسفؑ کے حسن ذوق عبادت کے واسطے	خالقؒ کے خلق نیک و کرامت کے واسطے
عارفؒ کی حق شناس طبیعت کے واسطے	محمودؒ کے محاذ خصلت کے واسطے
راستیؒ صاحب برکت کے واسطے	سماسیؒ ہمائے سعادت کے واسطے
میر کلالؒ تارک کثرت کے واسطے	اور نقشبند اولؒ وحدت کے واسطے
عطارؒ عطر بیز موذت کے واسطے	یعقوبؒ اشک ریز محبت کے واسطے
احرارؒ کی فقیری و دولت کے واسطے	زاہدؒ کے زہد و ترک و قناعت کے واسطے
درویشؒ بادشاہ ولایت کے واسطے	اور مقتداؒے راہ ہدایت کے واسطے
باقیؒ بحق فنا کن بدعت کے واسطے	شیخ احمدؒ مجدد امت کے واسطے
معصومؒ خواجہ صاحب عصمت کے واسطے	اور نقشبند ثانیؒ حجت کے واسطے
خواجہ زبیرؒ ہادی ملت کے واسطے	قطبؒ سپہر جاہ و جلالت کے واسطے

شاہ جمالؒ روئے طریقت کے واسطے عیسیٰؑ آسمانِ حقیقت کے واسطے

فسیفؒ خزانہٴ صدیقیت کے واسطے نورِ یگانہٴ احدیت کے واسطے

بابا فقیرؒ پیرو سنت کے واسطے میرے امام شاہ جماعت کے واسطے

شاہ جماعتؒ آیہٴ حکمت کے واسطے

ان کے کمال شان و فضیلت کے واسطے

ہاں ان کی عفت اور عدالت کے واسطے ان کی سخاوت اور شجاعت کے واسطے

علم حدیث و فقہ و شریعت کے واسطے قرآن کے حفظ اور تلاوت کے واسطے

ان کی بزرگی، ان کی سیادت کے واسطے ان کی ہدایت ان کی قیادت کے واسطے

ان کے حج اور ان کی زیارت کے واسطے عشقِ نبویؐ میں قطع مسافت کے واسطے

ہاں ان کی ماہِ تہاب سے صورت کے واسطے ہاں ان کی آفتاب سے سیرت کے واسطے

ان کی جلائے طبع و قریحیت کے واسطے ان کی صفائے خاطر و طینت کے واسطے

ان کی فلک کمالِ جبلت کے واسطے ان کی ملکِ نحصالِ طبیعت کے واسطے

ان کی ولادے نامِ نبوت کے واسطے ان کی صلایے عامِ انخوت کے واسطے

ان کی صفا شعاری خلوت کے واسطے ان کی وفانگاریِ جلوت کے واسطے

ان کی ادا شناسی قدرت کے واسطے ان کی رضا اساسی فطرت کے واسطے

ان کے وسیع سایہٴ رحمت کے واسطے ان کے رفیع پایہٴ رافت کے واسطے

ان کے توکل اور قناعت کے واسطے ان کی فقیری اور امارت کے واسطے

ان کے مجاہدات و ریاضت کے واسطے ان کی افادت اور افاضت کے واسطے

ان کے خلوص و پاکی نیت کے واسطے ان کے وثوقِ قصد و عزیمت کے واسطے

ہاں ان کے پند و وعظ و نصیحت کے واسطے ہاں ان کے لطف و مہر و مروت کے واسطے

ہاں ان کی بے نظیر خطابت کے واسطے ہاں ان کی بے عدلیٰ فصاحت کے واسطے

ہاں ان کی منہی منکر و بدعت کے واسطے ہاں ان کے امر خیر و شریعت کے واسطے

احکامِ دین سے ان کی محبت کے واسطے اعدائے دین سے ان کی عداوت کے واسطے

ان کے وفور جو شمش غیرت کے واسطے  
 ان کی عجیب قوت و سمہت کے واسطے  
 ان کے فیوض حلقہ ربیعت کے واسطے  
 ان کی عطائے فخر خلافت کے واسطے

کافی ہے جو عقول کی حیرت کے واسطے  
 جو وقف ہے جہان کی خدمت کے واسطے  
 ان کے تمام اہل ارادت کے واسطے  
 اور ان کے صاحبان اجازت کے واسطے

ان کی تمام آل کے عمرت کے واسطے

اولاد برگزیدہ سریرت کے واسطے

فرزند اکبر اہل کرامت کے واسطے  
 نور نگاہ نور ہدایت کے واسطے  
 کر فضل اے خدام رحمت کے واسطے  
 دے علم مجھ کو کسب فضیلت کے واسطے  
 صحت عطا کر اپنی عبادت کے واسطے  
 زندہ رہوں میں تیری محبت کے واسطے  
 یاں عزم جاں ہو منزل رحمت کے واسطے  
 حکم قیام جب ہو قیامت کے واسطے

مخدوم قوم خادم ملت کے واسطے  
 سب اختران چرخ سیادت کے واسطے  
 اس خضر گم رہان ضلالت کے واسطے  
 دے عمر مجھ کو شیخ کی طاعت کے واسطے  
 دولت دے اپنے بندوں کی خدمت کے واسطے  
 دوں جان دین حق و صداقت کے واسطے  
 واں حکم فتح باب ہو جنت کے واسطے  
 اذن کرم ہو میری شفاعت کے واسطے

ایہ سب کرم ہو شاہ جماعت کے واسطے

یارب کرم ہو شاہ جماعت کے واسطے

آہی کار مایا بد تمامی

طفیل نقشبندان گرامی



# شجرہ طیبہ نقشبندیہ مجددیہ

انما جناب ماسٹر محمد کرم آہی صاحب بی اے ایل ایل بی - ایڈووکیٹ سیالکوٹ  
خلیفہ مجاز حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز

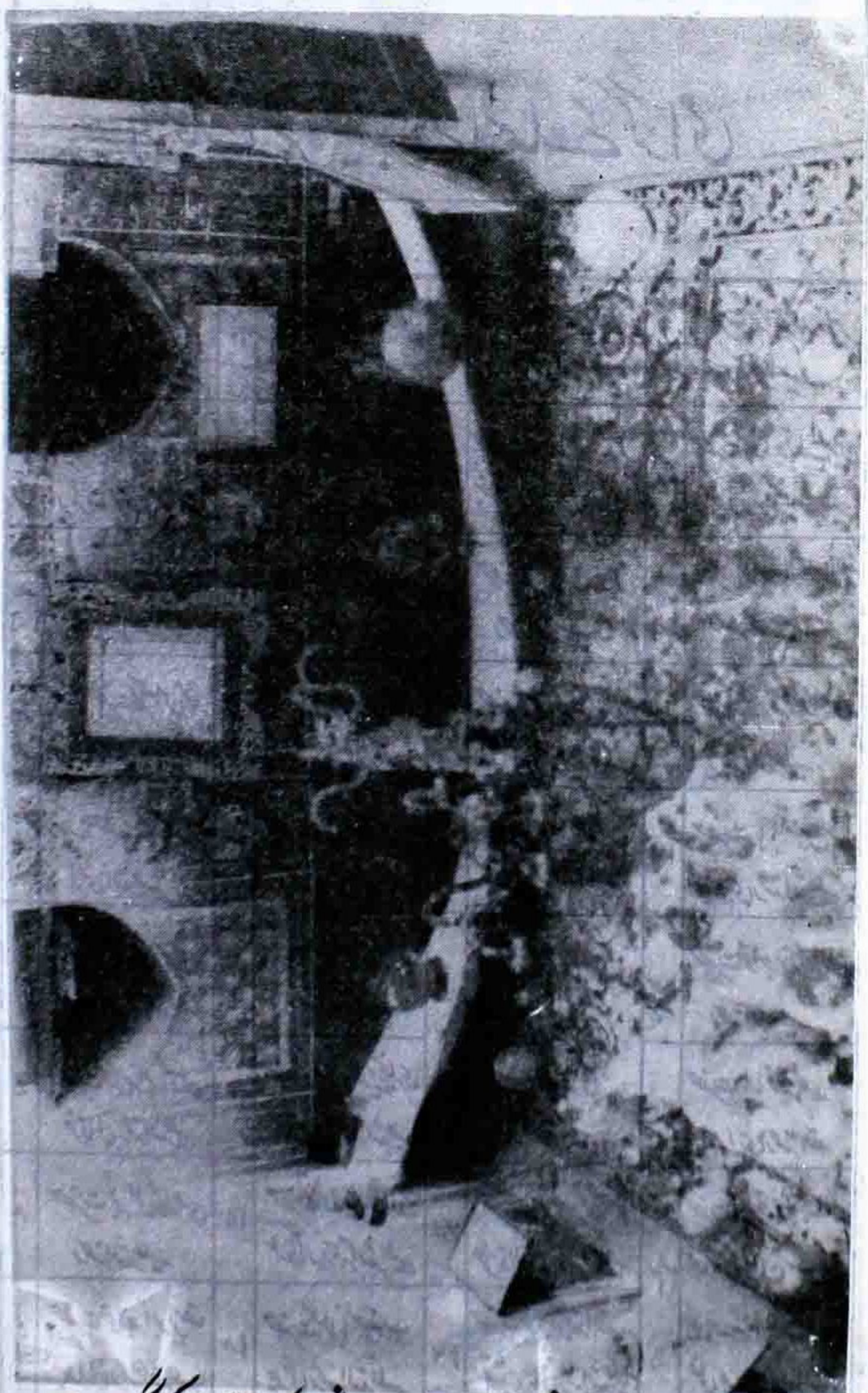
شافع اعظم حبیب کبریا کا ساتھ ہو	اے خدا دارین میں خیر الوری کا ساتھ ہو
جعفر صادق امام الاصفیا کا ساتھ ہو	حضرت صدیق و سلمان قاسم ذی القبا
یوسف ہمدانی یوسف لقا کا ساتھ ہو	بایزید و بو الحسن بوالقاسم و شہ ابو علی
اور عزیزان علی حق نما کا ساتھ ہو	عبد خالق نجدانی عارف و محمود کا
شہ بہاؤ الدین شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو	حضرت بابا سماسی سید میر کلال
خواجہ زاہد محمد پارسا کا ساتھ ہو	خواجہ عطار و یعقوب و عبید اللہ ولی
حضرت باقی باللہ با خدا کا ساتھ ہو	خواجہ درویش و امکنگی محمد مقتدا
حجۃ اللہ اور زمبیر اولیا کا ساتھ ہو	اور مجدد الف ثانی خواجہ معصوم کا
سیدی شہ فیض اللہ شاہ کا ساتھ ہو	خواجہ قطب الدین اشرف شہ جمال اللہ ولی
شہ جماعت علی مقتدا کا ساتھ ہو	خواجہ نور محمد بابا تیراہی فقیہ
اس مجدد عصر صدر اولیا کا ساتھ ہو	میر ملت بغوث اعظم اور قیوم زماں
شہ محمد حسین شاہ اتقیا کا ساتھ ہو	عارف کامل ولی و متقی پریہنگار
روز عشر شافع روز جزا کا ساتھ ہو	بہر حسنین و علی و سیدہ خیر النساء

جملہ یاران طریقت کا بروز حشر بھی

نقشبندی سلسلے کے اولیاء کا ساتھ ہو

## اصحاب شجرہ طیبہ کے اسمائے گرامی

۱	رسول اکرم و نبی معظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۰	حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۹	حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ	۲۷	حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ
۲	امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۱	حضرت خواجہ محمد عارف دیوگری رحمۃ اللہ علیہ	۲۰	حضرت خواجہ محمد زاہد دخشی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸	حضرت خواجہ قطب الدین حیدر رحمۃ اللہ علیہ
۳	سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۱۲	حضرت خواجہ محمد انجیر فختوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۱	حضرت خواجہ درویش رحمۃ اللہ علیہ	۲۹	حضرت خواجہ حافظ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۴	سیدنا حضرت قاسم ابن محمد ابن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ	۱۳	حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲	حضرت خواجہ محمد مقتدی اکٹنگی رحمۃ اللہ علیہ	۳۰	حضرت خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
۵	سیدنا حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۴	حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ	۲۳	حضرت خواجہ محمد باقی بالہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۱	حضرت بابا فیض اللہ تیراہی رحمۃ اللہ علیہ
۶	حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵	حضرت خواجہ میر کللال رحمۃ اللہ علیہ	۲۴	حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ	۳۲	حضرت خواجہ نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ
۷	حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۶	حضرت خواجہ سید الدین بخاری نقشبند اول رحمۃ اللہ علیہ	۳۳	حضرت بابا فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ		
۸	حضرت ابو علی فارسی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷	حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ	۲۵	حضرت خواجہ محمد مصوم عزیز الوثقی رحمۃ اللہ علیہ	۳۴	حضرت امیرت قبیلہ عالم مجدد دوران سید جماعت علی شاہ شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ
۹	حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۸	حضرت سہلانا یعقوب چرخمی رحمۃ اللہ علیہ	۲۶	حضرت خواجہ حجۃ اللہ نقشبند ثانی رحمۃ اللہ علیہ		



مسجد لور کا اندرونی منظر (مچلی کا کانٹا بطور شہتیر استعمال کیا گیا ہے)



حلیتہ مبارکے۔ بیکس۔ غذا۔ اخلاق حسنہ

تقویٰ۔ جود و سخا۔ توکل

فرستے مومن۔ معمولات مبارکے۔ اتباع شریعت و سنت

پیرایہ عظمیٰ اور سادات کی خدمت۔ حج و زیارت

بارگاہِ اقدس میں تقرب

## حلیہ مبارک

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کا وقت مبارک درمیانہ تھا۔ موزوں، متناسب اور ماٹل برہندی۔ جوانی میں اعضا سڈول اور مضبوط تھے مگر ضعیفی میں لاغر و نحیف ہو گئے تھے۔ جوانی میں سُرخ و سفید تھے۔ سپری میں بھی چہرے کی صباحت و نظارت قائم تھی۔ سر بڑا، پیشانی کشادہ و بلند، اور اس پر نہایت خفیف سجدے کے نشان۔ گردن بلند اور ناک اونچی تھی۔ آنکھیں متوسط اور روشن اور پتلی سیاہی ماٹل۔ لب پتلے اور دہن متوسط و خوبصورت۔ تبسم میں صرف آگے کے دانت نظر آتے تھے کبھی آواز سے نہیں بنے، خوش طبعی کے موقع پر بھی تبسم فرماتے تھے۔ کندھے اٹھے ہوئے اور سینہ کشادہ تھا۔ دانت سفید تھے۔ نوے سال کی عمر تک اتنے مضبوط رہے کہ خود گنا چھیل کر چوستے تھے۔ ہاتھوں کی انگلیاں پتلی، نرم اور دراز تھیں۔ ٹانگیں مضبوط اور توانا۔ میلوں چلتے اور نہ تھکتے۔ عالم ضعیفی میں البتہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔

سر کے بال استرے سے منڈواتے تھے، اس لئے کبھی بڑھے ہوئے نظر نہ آئے۔ بائیں ہاتھ کی نبصر میں چاندی کی انگوٹھی پہنتے تھے جس پر ایک نگینہ ہوتا تھا۔ جسم مبارک اور اعضا اس قدر قوی و توانا تھے کہ دبانیے والے سپینہ سپینہ ہو جاتے۔ بلکہ ایسے میں بھی باتیں کرنا اور مسئلے سنانا جاری رہتا۔ اور آواز میں لرزش تک نہ آتی۔ آواز دھیمی اور مدہم تھی۔ مگر بڑے سے بڑے مجمع میں سُنی جاتی تھی۔ گفتگو اور تقریر آیات قرآنی، احادیث نبوی، اشعار، امثال، شواہد سے مزین ہوتی۔ اور ایسی پرتاثر کہ دلوں میں اترتی چلی جاتی تھی۔ چلتے تھے تو درمیانہ رفتار سے چلتے تھے۔ مگر تیز رفتار والے بھی آپ سے پیچھے رہ جاتے تھے۔ ریش مبارک سنت نبوی کے مطابق تھی۔ کبرسن میں مہندی استعمال فرماتے تھے۔ اس لئے داڑھی خوب سُرخ نظر آتی تھی۔ سن کہولت سے آخر عمر تک ہلکا اور خوب صورت عصا راہ چلنے میں ہاتھ میں رکھتے تھے۔

## لباس

آپ ہمیشہ سفید لباس پسند فرماتے تھے۔ کرتا چکن کا اور شلوار قمیٹی لٹھے کی ہوتی تھی۔ سفید تنزیب کا کرتا بھی کبھی کبھی زیب تن فرمایا ہے۔ عمامہ دس گز باریک ململ کا ہوتا تھا۔ پوٹھو ہار کا زری کا قمیٹی جو تا پاؤں میں ہوتا تھا۔ گرمیوں میں چراہیں نہیں پہنتے تھے معتدل موسم میں عدن سے آئی ہوئی بردیمانی اور ہتھتے تھے۔ کبھی مدینہ منورہ سے لایا ہوا کھدر کا لباس بھی جاڑوں میں زیب تن فرماتے تھے۔

سرد موسم میں واسکٹ اور وایکوناک سیاہ شیروانی پہنتے تھے۔ آخر عمر میں بانات کی شیروانی بھی پہنی ہے۔ زیادہ سردی میں شیروانی کے اوپر سمور کی واسکٹ اور پوستین پہن لیتے تھے۔ جاڑوں میں کابل یا کشمیر کا دھتہ بھی اور ہتھتے تھے۔ ادھیڑ عمر میں سفید پشمینہ کا لباس بھی جاڑوں میں پہنا ہے۔ سرمایہ سبز رنگ کے پشمینہ کی پگڑی باندھتے تھے جس کے دونوں کناروں پر کشمیری کام ہوتا تھا۔ آخر عمر میں یہ چھوٹ گیا تھا اور جاڑوں میں بھی ململ کی پگڑی ہی باندھتے تھے۔ سردی میں سفر و حضر میں چمڑے والے موزے (ممنقلین) استعمال فرماتے تھے۔ کبھی زیادہ سردی میں کسبل بھی اور ہتھ لیتے تھے۔ آپ کا بستر گداز اور نرم ہمیشہ زمین پر ہوتا تھا۔ البتہ گرمیوں میں اول شب میں کوٹھے پر پلنگ کے اوپر استراحت فرماتے تھے۔

## غذا

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نہایت سادہ غذا تناول فرماتے تھے۔ بارہ مہینے حضور کی غذا مرغی کا شوربا پھلکا اور خشک ہوتی تھی۔ شہد بہت مرغوب تھا اور اسی طرح لستی بھی۔ دونوں وقت کھانے کے ہمراہ استعمال فرماتے تھے۔ دن کے کھانے کے ساتھ وہی بھی ضرور تناول فرماتے۔ نہار منہ دودھ نوش جان فرماتے۔ گرمیوں میں بکری کا اور جاڑوں میں عموماً بھینس کا۔ گرم گرم نوش فرماتے تھے۔ جاڑوں میں سسوں کا ساگ بہت مرغوب تھا۔ کھانے کے وقت مکھن کے ساتھ متن اول

فرماتے تھے۔ ساگ کو سکھا کر رکھ لیتے جو دوسرے موموں میں پکاتے کھاتے تھے۔ رس کی کھیر (رسا دل) بھی پسند تھی۔ وہی کے ساتھ تناول فرماتے۔ گنا پسند فرماتے تھے۔ اور خود منہ سے چھیل چھیل کر کھاتے۔ جب تک و انت قائم رہے یہ عادت مبارک جاری رہی۔ رس نکلا کر نوش فرماتے۔ اور پسند کرتے تھے۔ اسی طرح گاجر بھی بہت مرغوب تھی۔ کدو کش میں کسوا کر اس کا گجر ملا پکواتے اور تناول فرماتے تھے۔ گاجریں کس کے اور سکھا کے رکھ لی جاتی تھیں۔ تاکہ دوسرے موموں میں گجر ملیے کے کام آئیں۔ کھانے کے وقت مقوڑی سی موی کھانا بھی مرغوب خاطر تھا۔ ضرورت تناول فرماتے۔ شلغم پسند تھے۔ عموماً سالن میں شلغم ڈلواتے تھے۔ ہر لسیہ مرغوب خاطر تھا۔ نملین پسند فرماتے تھے۔ کسٹرڈ کی کھیر بھی شوق سے تناول فرماتے تھے۔

گرمیوں میں آپ کو کدو بہت پسند تھا۔ اس لئے سالن میں ڈالا جاتا تھا۔ کدو کش میں کسوا کر کدو کی کھیر بھی تیار کرواتے اور شوق سے تناول فرماتے۔ پھلوں میں آم بہت مرغوب تھا۔ اسی طرح انٹناس۔ لیمبی۔ خربوزہ اور تربوز (ہندواند) پسند فرماتے تھے۔ سالن میں سکھایا ہوا سرسوں کا ساگ پکواتے۔ ورنہ خرفہ کا ساگ بھی شوق سے تناول فرماتے تھے۔

جیسا کہ دوسرے مقامات پر ذکر آئے گا، حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ قہوہ نوش جان فرماتے تھے۔ اور وہ بھی ہمیشہ تلخ (بغیر شکر چینی کے) استعمال فرماتے تھے۔ کالی چائے کبھی پیتے نہیں دیکھا۔ دودھ کی چائے نوش فرماتے تو سبز چائے ہوتی۔ جسے عرف عام میں کشمیری چائے کہتے ہیں۔ حضور کے قہوہ میں عام طور پر ادک بھی ڈال دیا جاتا تھا۔ نیز حضرت کی بیالی میں عنبر کی ایک چھوٹی سی ڈلی بھی ڈالی جاتی۔ اگر کسی اور کو قہوہ عطا فرماتے تو وہ عنبر کی ڈلی نکال لی جاتی۔

شلغم کا اچار بہت مرغوب تھا۔ اور ک کامرتہ اور زیتون کا اچار بھی پسند خاطر تھا۔ آم کا اچار اور چٹنی بھی رغبت سے تناول فرماتے تھے۔ دوسرے اچار بھی کبھی کبھی استعمال فرماتے ہیں۔ ذبیحہ میں خصوصی احتیاط مد نظر ہوتی تھی۔ جب تک یہ اطمینان نہ ہو کہ ذبح کرنے والا نمازی اور متقی ہے ہرگز گوشت استعمال نہیں فرماتے تھے۔ بے نمازی، ہندو اور دوسرے غیر مسلم کے ہاتھ کی پکی ہوئی کوئی چیز ساری عمر بھی تناول نہیں فرمائی۔ دوسروں کو بھی ایسا کرنے سے بتا کید منع فرماتے تھے۔

نذرانے کے طور پر پیش کی جانے والی چیزوں میں اگر مال حلال ہونے کا شتمہ برابر شہبہ بھی ممکن ہوتا تو ہرگز نذرانہ مقبول نہیں فرماتے تھے۔

## اخلاقِ حسنہ

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز اخلاقِ کریمانہ اور صفاتِ حسنہ سے متصف تھے۔ آپ اپنے جملہ اعمال و اقوال میں صاحبِ خلقِ عظیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کا کامل اتباع فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ خود اخلاقِ نبویہ کے پرتو سے مومن کامل کی صفات سے آراستہ ہو گئے تھے۔ اس کتاب میں جا بجا آپ کے محامد کا ذکر ہوا ہے، کچھ عاداتِ اخلاق کا ذکر یہاں اس عنوان کے تحت بھی کیا جاتا ہے۔

**شفقت و مدارات** | آپ اپنا ہویا غیر ہر ایک کے ساتھ انتہائی شفقت اور مدارات سے پیش آتے تھے۔ مہمان داری اور مہمان نوازی آپ کی طبیعتِ ثانیہ بن گئی تھی۔ اور یہ خصوصی برتاؤ غیر مسلموں تک عام تھا۔ جو بھی آپ کے پاس حاضری دیتا فیضِ عام سے مستفید ہوتا تھا۔ ہر کس و ناکس کے ساتھ آپ خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے اور سب کی یکساں خاطر مدارات فرماتے تھے۔ یارانِ طریقت کے ساتھ ایسا محبتانہ و مشفقانہ برتاؤ فرماتے کہ آج تک سب ہی محسوس کرتے ہیں کہ مجھی پر سب سے زیادہ شفقت فرماتے تھے۔

**جود و سخا و ضبط و تحمل** | آپ کے جود و سخا کا بھی یہی حال تھا کہ کبھی کوئی سائل اور حاجتمند آپ کے در سے خالی نہیں جانے پایا۔ حدیث ہے کہ خود کچھ پاس نہ ہوتا تو دوسروں سے قرض لے کر ضرورت مند کی ضرورت اور سائل کا سوال پورا فرماتے۔ دردِ مندی اور غمخواری کا یہ عالم تھا کہ خود جا کر دوسروں کی مشکلات حل کرتے اور ان کو تسلی و تسفی دیتے تھے۔ ضبط و تحمل اور صبر و استقلال اس درجہ تھا کہ کسی مخالفت، عناد اور مصیبت کے وقت بھی پائے استقامت میں لغزش نہ آتی۔ بلکہ دشواریاں جتنی زیادہ اور مقابلہ جتنا سخت ہوتا آپ کا



حوصلہ بھی اتنا ہی بلند اور عزم اتنا ہی راسخ ہو جاتا تھا۔ نرستان جا کر سکھوں کے عظیم اجتماع میں حقانیت اسلام پر بڑے دھڑکتے سے وعظ فرمایا اور ذرا باک نہ کیا۔ خلافت، فتنہ ارتداد اور قیام پاکستان کے ادوار میں آپ کی خدمات اور خطبات اس اعتبار سے یادگار حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کا ذکر آگے آئیگا۔

## بیباکی و جرات

مذہبی معاملات میں مداخلت یا اسلام کی مخالفت میں کہیں سے بھی آواز آتی تو آپ پورے اہتمام سے تحفظ مذہب اور حفاظت شعائر اسلام کے لئے سینہ سپر ہو جاتے اور کسی قسم کی مخالفت اور طاقت سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔ جب ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں ساردا پل پیش ہوا ہے، جس کا مقصد یہ تھا کہ کم عمری کی شادیاں خلاف قانون قرار دی جائیں۔ اور اس عمل کو تعزیرات ہند کی رو سے قابل سزا گردانا جائے، تو آپ نے اس کے خلاف بیانات جاری کئے۔ اور حکومت ہند کو کھلا الٹی میٹم دیا کہ ”اگر اس بل کو قانونی شکل دی گئی، تو فی الفور میں اپنے لاکھوں مریدین کو حکم دوں گا کہ اپنے صغیر سن بچوں کی اسی دم شادیاں کر دیں۔ یہ مداخلت فی الدین ہے جسے ہم کسی طرح گوارا نہیں کر سکتے۔“

حج زیارت کے عنوان کے تحت مدینہ منورہ میں سرکاری امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے سلسلے میں مدینہ شریف کے گورنر سے آپ کے ٹکر لینے کا ذکر آگے آئے گا۔ اسی طرح حضور نظام دکن کو برملا ٹوکنے میں آپ نے جس جرات کا اظہار فرمایا وہ بھی بیان ہوگا۔ غرض دینی مسائل اور شعائر اسلام کے معاملے میں آپ کبھی کسی مصلحت اور تامل کے قائل نہ تھے۔ اور بے محابا جرات مندانہ اقدام فرماتے تھے۔ علامہ اقبال نے ایسے ہی کردار عظیم کے لئے کہا ہے۔

بندۂ مومن کا دل ہم درجاسے پاک ہے۔ قوتِ فرماں روا کے سامنے بے باک ہے

نیز علامہ کا یہ شعر بھی آپ ہی کے حسب حال ہے۔

ہو مجمع یاراں تو برہنیم کی طرح نرم  
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز از روئے توارث نیز موہبت، ایزدی سے خُلقِ عظیم کے رتبہ بلند پر فائز تھے۔ کافر بھی آپ کے اخلاقِ حسنہ سے

متاثر ہو کر مسلمان ہو جاتے تھے اور ہزاروں لاکھوں ڈانواں ڈول مسلمان آپ کی رفیق و ملاطفت اور رافت و شفقت کے گردیدہ ہو کر صالح اور دیندار بن جاتے تھے۔ خلافِ شریعت کوئی بات

آپ ہرگز برداشت نہ فرماتے اور طرح طرح سے روکتے ٹوکتے تھے۔ اگر کوئی بد بخت باز نہ آتا تو حضور عملی طور پر سختی فرماتے۔ اور یہ سب اللہ، رسول اور شریعت کی خاطر ہوتا۔ ذاتی طور پر آپ محبت و شفقت تھے۔ ایک دفعہ ایک عورت اپنی چھت پر کھڑی ہوئی زور زور سے گالیاں بک رہی تھی۔ حضور نے فرمایا یہ کس کو بُرا بھلا کہہ رہی ہے۔ غور فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ آپ ہی کی شان اقدس میں ہرزہ سرائی کر رہی تھی۔ ارشاد فرمایا ”دروازہ بند کرو۔ اللہ اس کو ہدایت دے۔“ اس وقت حضور کی خدمت الایمیں بہت لوگ حاضر تھے، وہ سب کرم و رافت کے اس عظیم مظاہرے سے بے حد حیران و متاثر ہوئے۔

در حقیقت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اشدّ اعداء علی الکفار و رُحماء مبینہم کی صحیح مثال پیش فرماتے تھے۔ گوجرانوالہ کے خطیب مولوی عبدالعزیز صاحب فالج میں بیمار ہو گئے۔ ان کی بیماری نے طول کھینچا تو حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی غلطیوں اور گستاخیوں کی معافی طلب کی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ”مولوی صاحب! مجھے آپ سے کوئی ذاتی رنجش نہیں ہے۔ نہ ہی مجھے آپ کی کوئی بات یاد ہے۔ البتہ آپ نے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان مبارک میں گستاخیاں کی ہیں۔ اس لئے آپ اللہ تعالیٰ سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی طلب کیجئے۔ میں بھی آپ کے لئے دُعا کروں گا۔“ اس کے بعد مجھے طلب کیا اور حکم دیا۔ مولوی صاحب بیمار ہیں۔ ان کا علاج کراؤ۔ ان کی تیمارداری اور خدمت گزاری کرو۔ مولوی صاحب کو کسی طرح کی تکلیف نہونے پائے۔ مولوی صاحب آپ کے خُلق و کرم سے بے حد متاثر ہوئے۔ اپنی غلطیوں اور قصوروں سے تائب ہوئے۔ اور فلاح دارین حاصل کی۔

حضرت مولانا شبلیہ احمد صاحب عثمانی اور مولوی محمد ابراہیم صاحب سیال کوٹی سے حضور نے جس لطف و کرم کا اظہار کیا وہ دوسرے مقامات پر آیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خُلقِ عظیم کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مولوی ابراہیم صاحب کے داماد اور بھتیجے، عبدالقیوم صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول۔ پسرور علی پور سیداں آئے تو کس طرح ان کی اصلاح فرمائی اور ان کا اجر اگھر لے لیا، یہ بھی اپنی جگہ پر درج ہوا ہے، اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاقِ کریمانہ کی جھلک پیش کرتا ہے۔ افغانستان کے سفر میں آئے گا کہ آپ گورنر قندھار اور نادر شاہ بادشاہ سے

کیسی ملاحظت سے پیش آئے اور ان کو اپنے خلقِ عظیم سے کس طرح گرویدہ بنایا۔ آپ کی حیاتِ طیبہ میں ایسے ہزاروں واقعات پیش آتے رہے ہیں۔ کچھ کا ذکر اس کتاب میں بھی مناسب مقامات پر کیا گیا ہے۔ اعادہ و تکرار سے بچنے کے لئے یہاں محض اشارات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

## خدمت و ایثار

مسجد، مدرسہ اور دوسرے فلاحی اداروں کے قیام اور تعمیر میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو حد درجہ اہتمام مقصود ہوتا تھا۔ اور تعمیر کے موقع پر مزدوروں کے ساتھ مل کر خود بھی کام کرتے تھے۔ موضع مہیس ضلع لائل پور کی مسجد میں آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈالی۔ اور لوگوں کے ساتھ دوسرے کاموں میں لگے رہے۔ سادھو کے تحصیل ناؤں کی مسجد کی تعمیر کے وقت نچتہ اینٹیں خود اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔ علی پور سیداں ریلوے اسٹیشن کی مسجد اور سرائے کی تعمیر میں آپ نے خود مزدوروں کے ساتھ کام کیا۔ علی پور شریف کی مسجد نور کی تعمیر کے دوران آپ خود دُور سے اینٹیں اٹھا اٹھا کر لائے، پتھر کی رگڑانی میں مزدوروں کے ساتھ شریک کار بنے اور دوسرے بہت سے کام اپنے ہاتھ سے انجام دیے۔ اگر کوئی شخص آپ کا کام خود سر انجام دینے کے لئے آگے بڑھتا تو آپ اسے نہ کرنے دیتے۔ اور فرماتے ”تم اپنی قبر میں جاؤ گے میں اپنی میں“ غرض مکارمِ اخلاق، خلق و مدارات، خدمت و تحمل، سخاوت و ایثار، عزیمت و استقامت، تواضع و مہمان نوازی آپ کے ایسے ممتاز اوصاف تھے کہ دشمن بھی متاثر ہوتے اور مخالف بھی رام ہو جاتے تھے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ہزاروں غیر مسلم صرف آپ کے خلقِ عظیم اور اخلاقِ کریمانہ کی بدولت دولتِ ایمان سے مالا مال ہوئے۔

## تقویٰ

### شرعیات و طریقت

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ شریعت کے کامل پابند اور سنت کے پکے متبع تھے۔ آپ سے زیادہ کوئی کیا جان سکتا تھا کہ شریعت کی حقیقت پر عمل کرنے کا نام تصوف ہے۔ ترکِ شریعت یا خلافِ شرع کیا تو وہ تصوف نہیں زندہ ہے۔ شریعت کی حد یہ ہے کہ انسان دلی تسلی سے یقین حاصل کرے۔ اگر سہواً غلطی ہو جائے تو معاف ہے۔

مگر تصوف میں عزیمت پر عمل کرنا واجب ہے۔ ورنہ ولایت سلب ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ولایت کی دو شرطیں ہیں۔ ایک ایمان دوسرے تقویٰ۔ فرمان خداوندی ہے: **الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ** (ترجمہ) ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور جو تقویٰ کرتے ہیں“ اسی لئے تصوف کی روئے مشکوک اور مشتبہ چیز سے پرہیز لازم ہے۔ یہی تقویٰ ہے۔ تقویٰ نہ تو ولایت کہاں!

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پابندی شریعت اور اتباع سنت کے ساتھ ہی تقویٰ پر عامل اور کار بند تھے۔ اور مدت العمر خلافت احتیاط اور مشکوک عمل سے پرہیز فرماتے رہے۔ کھانے پینے میں نیز استعمالی چیزوں میں ہمیشہ طہارت، پاکیزگی اور تقویٰ آپ کا معمول رہا۔ اور آپ کے فیض سے آپ کے ادنیٰ غلام بھی پابند شریعت اور پرہیزگار بن گئے۔

حضور والا ہمیشہ پاک اور صاف کپڑوں سے نماز ادا فرماتے تھے۔ یوں بھی ہمیشہ آپ کے کپڑے صاف شفاف ہوتے تھے مگر نماز میں اس کا اور بھی زیادہ اہتمام ملحوظ ہوتا تھا۔ پسینہ زیادہ آجائے تو فوراً غسل فرمالتے اور ارشاد ہوتا کہ پسینے میں بُو ہوتی ہے۔ خوشبو پسند تھی۔ عطر اور خوشبو کا استعمال عموماً فرماتے تھے۔

**کھانے میں احتیاط** کھانا پکانے کے برتن، پانی کے ظروف، چائے کا سامان، وضو کا لوٹا، لباس، دوسرے کپڑے سب ہر طرح پاک و صاف ہوتے۔

اور آپ کے لئے بالکل الگ رکھے جاتے۔ کسی غیر محتاط شخص کو ہاتھ لگانے سے بھی سختی سے منع فرماتے۔ جن اصحاب کا پاک و صاف ہونا درجہ یقین کو پہنچا ہوتا صرف وہی آپ کے استعمال کی چیزوں کو اٹھاتے، چھوتے اور رکھتے تھے۔ ہندوؤں کا پانی اور ان کی پکائی یا تیار کی ہوئی کوئی چیز آپ نے کبھی استعمال نہیں کی۔ خود بھی کامل احتراز فرماتے اور تمام پیر بھائیوں کو بھی ہندوؤں کی ہر چیز سے کامل پرہیز اور احتراز کی شدید و اشد تاکید کرتے تھے۔

کھانا دسترخوان پر آنے سے قبل لازم تھا کہ سب ہاتھ دھوئیں۔ آپ کھانے کے لئے ہاتھ دھوتے تو کپڑے سے نہ پونچھتے اور دوسروں کو بھی یہی ہدایت فرماتے۔ کھانے کے بعد خود بھی صابن سے ہاتھ دھوتے اور دوسروں کے ہاتھ بھی صابن سے دھواتے اور پاک تولیہ سے ہاتھ خشک کرتے۔

## وضو اور استنجا

حضورِ والا استنجا دہرا کرتے تھے۔ اول مٹی کے ڈھیلے سے پھر پانی سے۔ دونوں کام ایک ساتھ انجام دیتے اور سفر و حضر میں اس کا التزام رکھتے۔

فارغ ہو کر واپس آتے تو صابن سے پھر ہاتھ دھوتے۔ اسی طرح وضو کے بعد آپ گیلے پاؤں جوتے میں نہیں رکھتے تھے۔ کیونکہ چمڑا گھیلا ہو جانے کے بعد مشکوک ہو جاتا ہے۔ لکڑی کی کھڑاؤں جس پر نواڑ کی پیٹی لگی ہوتی تھی وضو کے لئے استعمال فرماتے تھے۔

## پانی کی احتیاط

کنوئیں سے پانی نکالنے کے لئے آپ ہر ڈول استعمال نہیں کرتے تھے۔ بھلوال کے شیخ فضل دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ صحیح ذبح کئے ہوئے جانور کی

کھال خود اپنے گھراہتمام کے ساتھ پکوا کر ڈول تیار کر کے لاتے تھے تو وہی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اسی طرح جس کنوئیں میں سے ہر کس و ناکس اچھے بڑے ظروف سے پانی نکالتا ہو اس کے استعمال سے پرہیز کرتے تھے۔ پانی بھرتے وقت ڈول میں ہاتھ ڈالنے سے بھی منع فرماتے۔ اسی طرح آپ اس بات کو بھی خلاف احتیاط فرماتے کہ جہاں پاؤں رکھے جاتے ہوں وہیں ڈول رکھا جائے۔

## مستبرک جانماز

آپ جس جانماز پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے وہ پچیس سال حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ کے استعمال میں رہ چکا تھا۔ حضرت آغا صاحب

روضہ مطہرہ کے چابی بردار تھے، ان کا ذکر حج و زیارت کے باب میں آچکا ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ پچیس تیس سال اسی جانماز پر نماز پڑھتے رہے۔ اب یہ جانماز بطور تبرک برادر م عزیز م حاجی حافظ سید پیر حیدر حسین شاہ صاحب کے پاس رکھا ہے۔

## ریل کے سفر میں احتیاط

ریل کے سفر میں سیٹ کو صاف کروانے کے اس پر اپنا پاک کپڑا بچھواتے تب تشریف رکھتے۔ یارانِ طریقت کو بھی مشکوک

چیزوں کے استعمال سے منع کرتے، اور نماز کے لئے تو خصوصیت سے تاکید فرماتے کہ ہرگز مشکوک چیز پر نہ ادا کی جائے۔ ایک بار ایسے ہی ایک موقع پر صوفی غلام رسول صاحب زرگر کو تین دفعہ نماز لوٹانے کا حکم دیا اور آئینہ کے لئے سختی سے احتیاط کی تاکید فرمائی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ صرف اپنے خادم خاص کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا تناول فرماتے تھے۔

دعوتوں میں آپ میزبان کو ہدایت کرتے کہ میرا خادم آئے گا اور تم سے خشک جنس لے کر خود میرے لئے پکائے گا۔ یارانِ طریقت میں سے بعض حضرات اور خلفاء جن کے یہاں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فیض و توجہ سے کامل احتیاط برتی جاتی تھی، ان کے پیش کردہ کھانے کو البتہ اولوش فرمادیتے تھے۔ ریل گاڑی اور بحری جہاز میں بھی یہی خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ اس عمل میں یہ راز مضمحل تھا کہ آپ نے مدتِ عمر تما کو نوش اور بے نمازی کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا نہیں تناول فرمایا۔

### بازار کی چیزیں

اسی طرح حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بازار کا عام گوشت خرید کر نہیں کھاتے تھے۔ نہ مہمانوں کے لئے ایسا ہونے دیتے تھے۔ علی پور شریف میں جو قصاب آتا وہ عادت مبارک سے واقف ہوتا۔ اس لئے اپنا بکرہ حافظہ رحمت علی صاحب یا مدرسہ نقشبندیہ کے کسی مدرس سے ذبح کراتا تو آپ اس سے مہمانوں کے لئے گوشت خرید لیتے۔ ورنہ مہمانوں کے لئے بھی مرنع ذبح کراتے تھے۔

ایک دفعہ لائل پور میں ایک پیر بھائی شکار مار کے لایا۔ میں نے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا۔ فرمایا ”اگر حاجی مہر عبدالحق نے فرج کیا ہے تو پکالو، کھالیں گے۔ ورنہ اسی کو واپس کر دو۔ وہ اپنے گھر پکا کر بچوں کے ساتھ کھالے۔ پتہ نہیں اس نے درست فرج کیا ہے کہ نہیں؟“

آپ نے کسی دوکان دار کے ہاتھ کی بنائی پکائی ہوئی کوئی چیز کبھی تناول نہیں فرمائی۔ اگر پیر بھائیوں میں سے کوئی دوکان دار پکی و پاکیزگی کا پورا لحاظ کر کے کوئی چیز تیار کر کے لاتا تو آپ قدرے تناول فرماتے۔ البتہ مدینہ منورہ کی دوکانوں کی بسنی ہوئی چیزیں تناول فرمانے میں کوئی تاثر نہ کرتے اور فرماتے ”یہاں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں۔ یہاں جتنا پیٹ بھر کر کھائیں حضور خوش ہوں گے۔“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ زیادہ تر ہتھوہ استعمال کرتے تھے۔ جس میں رازیہ

### ہتھوہ

تھا کہ دوسرے مقامات پر غیر مشکوک دودھ دستیاب ہونا یقینی نہ ہوتا تھا۔ آپ نے بے نمازی یا تما کو پینے والے کے ہاتھ کا دودھ کبھی عمر بھر استعمال نہیں فرمایا۔ سفر میں اگر اپنا آدمی خود جا کر پاک و صاف برتن میں دودھ دوہ کر لاتا تو استعمال کر لیتے تھے۔ اسی طرح اگر

کوئی نیک نمازی پیر بہن اپنے گھر کا صاف ستھرا گھی لاکر پیش کرتی، اور اطمینان دلاتی کہ اس نے اس کی تیاری میں پوری احتیاط برتی ہے تو آپ استعمال فرماتے۔ ورنہ سفر میں ہمیشہ گھر کا تیار کیا ہو گا گھی آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ اور ختم ہو جاتا تو آپ اور منگوا لیتے تھے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ دریا، نہر، نل یا چلتے کنوئیں کا پانی استعمال فرماتے تھے۔ علاقہ میر پور (آزاد کشمیر) جانا ہوتا تو آپ پانی کے گھڑے ساتھ

**آب جاری**

لے جاتے تھے، کیونکہ وہاں دریا یا چلتے کنوئیں کا پانی دور دور تک دستیاب نہیں ہوتا تھا۔ بھائی ذاکر علی صاحب رہنکی خلیفہ مجاز نے بیان کیا کہ ”جب رہتک میں حضرت ہمارے گھر مہمان ہوتے تو والد صاحب (یعنی حضرت حافظ ماجی انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) چھ سات میل دور سے تانگہ یا گڈے پر نہر کا پانی منگواتے۔ اور یہ اہتمام کرتے کہ وہیں سے پانی کے برتن پر ڈھکنا ڈھک کر اور منہ پر کپڑا باندھ کر لایا جاتا کہ کسی قسم کا مشبہ نہ پیدا ہو۔“

گھر پر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بڑی حوصلی والے کنوئیں کا پانی استعمال کرتے تھے آپ کے شیخ طریقت حضرت بابا فقیر محمد صاحب چوڑا ہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ”شفا“ فرمایا ہوا ہے۔ اس پانی کے استعمال سے بے شمار مرضیں شفا یاب ہوئے ہیں۔ اس کنوئیں سے پانی نکلنے میں بھی آپ پاکیزگی کی پوری احتیاط ملحوظ رکھتے۔ کبھی کبھی اس کنوئیں کا پانی نکلوا کر اس کو صاف بھی کرواتے رہتے تھے۔

بے نمازی اور تماکو نوش سے پرہیز

بے نمازی کے ہاتھ کی پکانی ہوئی چیزوں سے یا اس کی جھوٹی چیز سے کامل پرہیز فرماتے بے نماز کا جھوٹا کیا ہوا برتن جب تک اچھی طرح پاک صاف نہ کر لیا جائے استعمال نہ کرتے۔ حُقر، سگرٹ، سگار سب کے پینے سے سختی سے منع فرماتے۔ اور تماکو نوش کرنے والے کے جھوٹے سے خود بھی پرہیز کرتے اور تمام پیر بھائیوں کو بھی پرہیز کی سخت تاکید فرماتے۔

نئے کپڑے

نیا کپڑا ہمیشہ دھوبی سے دھلوا کر پہنتے تھے، اور یاران طریقت کو بھی ایسا کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ ہر شہر میں آپ کے کپڑے دھونے کے لئے خاص پیر بھائی مقرر تھے۔ صرف انہی کے دھوئے ہوئے کپڑے آپ استعمال کرتے تھے۔ وہ

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق بہتے ہوئے پانی یا نلکے سے دھوتے، پاک رستی پر سکھاتے، غرض کامل احتیاط کرتے اور پاکیزگی کا لحاظ رکھتے۔ یہی صورت حجامت کی ہوتی تھی کہ جب تک کوئی نیک مسلمان حجام نہ ملتا آپ حجامت نہ بنواتے۔ سفر میں بعض دفعہ دھوبی اور نائی کے معاملے میں کافی دشواری کا سابقہ ہوتا تھا۔ جیسا کہ حضرت بخشئی مصطفیٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی کہتے تھے کہ جنگور میں مسلمان دھوبی اور حجام ایک دوسری تھے۔ اور وہ بڑی مشکل سے ہاتھ آتے تھے۔ مسلمان حجام کو بھی حکم دیتے کہ اپنے سارے اوزار اچھی طرح پاک کرے اور خوب دھو کر ہاتھ پاک کرے۔

**شکر اور گڑ** آپ شکر اور گڑ صرف اپنے گھر کا تیار کرایا ہوا استعمال کرتے تھے۔ گھر پر گڑ خاص اہتمام سے تیار کیا جاتا تھا۔ سیلنے کے اور خاص پر وہ ہوتا کہ کتے کے منہ لگانے کا احتمال بھی نہ ہو۔ اس پرے کو اتار کر سیلنے کو خوب دھو کر پاک صاف کیا جاتا۔ دوسرے برتن گو نچتہ مکان میں بند ہوتے مگر ان کو بھی خوب دھویا جاتا۔ نمازی اور پرہیزگار درویشوں کے علاوہ کوئی دوسرا گڑ کی تیاری میں ہاتھ بھی نہیں لگاتا تھا۔

ابتدائی زمانے میں آپ نے چینی بنانے کی مشین بٹالہ سے منگوا کر گھر میں لگوائی تھی۔ صفائی اور پاکیزگی کا پورا اہتمام کیا جاتا، اور آپ خود پاس کھڑے ہو کر تیار کرتے کہ کوئی بے احتیاطی نہ ہونے پائے۔ بعد میں آپ مدینہ منورہ سے بصرہ کی بنی ہونی چینی اور مصری کی ٹکڑیوں دکیوب کے بند ڈبے خرید کر لے آتے تھے اور بوقت ضرورت استعمال فرماتے تھے۔ ورنہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے آپ عموماً تلخ قہوہ پیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ چینی کے کارخانے تشریف لے گئے تو ملاحظہ فرمایا کہ چینی کی تیاری، سوکھنا، بوریوں میں بند ہونا، سارا کام بغیر ہاتھ لگائے مشینوں سے انجام پاتا ہے تو آپ چینی استعمال کرنے لگے تھے۔

**ولایتی صابن اور دوائیں** آپ نے ولایت کا بنا ہوا صابن کبھی استعمال نہیں کیا، کہ معلوم نہیں اس میں مردار جانور کی چربی کی آمیزش نہ ہونی ہو۔ ویسی صابن بھی ہر جگہ

کا استعمال نہیں فرماتے تھے۔ بعض صابن ساز پیر بھائی آپ کے لئے پوری احتیاط اور پاکیزگی سے صابن تیار کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر انگریزی دوائیں استعمال نہیں کیں کہ ان میں اسپرٹ شامل ہوتی ہے۔ فرماتے تھے ”جب انگریزی دوائیں نہیں تھیں تو کیا بیماروں کو شفا نہیں



ہوتی تھی۔“ طب کی بھی صرف وہ دوا میں استعمال کرتے تھے، جن کی بابت یقین ہوتا تھا کہ کسی متقی پرہیزگار پر بھاری  
نے احتیاط سے تیار کی ہیں۔

## دائم با وضو

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود تو ہمیشہ با وضو رہتے ہی تھے، یا رانِ طریقت کو بھی خالص  
تاکید تھی کہ ہر وقت با وضو رہیں۔ مگر یہ بھی عادت تھی کہ با وجود وضو ہونے کے  
ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے تھے۔ آپ کو پیشاب کا عارضہ بہت عرصہ رہا۔ آخر عمر میں اس سبب  
سے بعض دفعہ ایک نماز کی تکمیل کے لئے آپ کو کئی بار وضو کرنا پڑتا۔ مگر خواہ کتنی ہی بار وضو  
کیوں نہ کرنا پڑتا آپ تمیم کے روادار نہ ہوئے۔ سوائے آخر کے چند ایام کے کہ اس وقت آپ  
کے لئے اٹھنا، بیٹھنا، وضو کرنا سب ناممکن ہو گیا تھا۔

## مشکوک ہدیہ سے اجتناب

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مشکوک مال کا ہدیہ اور نذرانہ بھی  
ہرگز قبول نہیں فرماتے تھے۔ ایک بار چوراں والی کے فضل الہی  
صاحب تھا نیدار نے کوہ مری میں مُرع نذر میں پیش کئے۔ آپ نے قبول نہیں فرمائے اور کہا کہ یہ رشوت  
کے مال کے ہوں گے۔ اُنھوں نے کہا حضور! یہ میں تنخواہ کی رسم سے خرید کے لایا ہوں۔ فرمایا تم تقانیداً  
ہو۔ تم کو سستے بلے ہوں گے۔ وہ واپس چلے گئے۔ اور اپنی تنخواہ کے پیسوں میں سے کسی دوسرے شخص  
سے خریدو ا کے دوبارہ پیش کئے۔ اور یہ ساری تفصیل بیان کی۔ تو حضور دالانے ان کی نذر قبول فرمائی۔  
غرض حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ کے درجہ کمال پر فائز تھے۔ مدتِ العمر حضور نے کامل  
احتیاط اور تقویٰ میں بسر فرمائی اور سینکڑوں ہزاروں کو اپنے فیضانِ وکرم سے متھی بنا دیا۔

## جو دوسخا

## جواد کسے کہتے ہیں

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کا جو دوسخا فضلِ خداوندی کا ایک  
کرم تھا جس کی مثال تلاش سے بھی نہیں مل سکتی۔ آپ دینی اور  
رُومانی نعمتوں کی عطا کے ساتھ مال و متاعِ دنیوی سے بھی نوازتے رہتے تھے۔ سخاوت کے مفہوم  
مک پہنچنا بہت مشکل بات ہے۔ سخاوت یہ نہیں ہے کہ کسی کے پاس ایک لاکھ روپے ہیں اور

وہ ان میں سے دس بیس، سو دو سو یا ہزار دو ہزار بخش دیتا ہے تو وہ سخی ہے۔ بلکہ سخاوت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ نہ ہو، وہ اپنی عادت مستمرہ کے مطابق خوش دلی کے ساتھ دیتا رہے۔ بلکہ تنگی کے وقت جب اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، اس وقت بھی خندہ پیشانی کے ساتھ سائل کو اس کی ضرورت اور سوال سے زیادہ عطا کرے۔ سخی کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ اس کے پاس کچھ ہے یا نہیں۔ بخشش و عطا اس کی عادت بن جاتی ہے۔ سخاوت کے درجہ سے بھی آگے بڑھتا ہے تو اس میں جو اد کی صفت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو دو سخا اب اس کی طبیعت اور سرشت بن جاتا ہے۔ وہ سائل کے سوال کا بھی منتظر نہیں ہوتا۔ اپنی عادت اور سرشت کے مطابق ہر ایک کو اپنے عطیات سے سرفراز کرتا رہتا ہے۔ جو لوگ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں، ان کو بخوبی معلوم ہے کہ حضور جو دو سخا کے رتبہ عالی پر فائز تھے۔ اور ہر وقت، ہر حالت میں، ہر شخص کو اپنے فیض عام سے نوازتے رہتے تھے۔ خود ارشاد فرماتے ”ہمارا ہاتھ خدائی خزانے میں ہے۔ جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔“

سخیاں ز اموال برمی خورند بخیلان غنم سیم و زر می خورند

**غیب کے خزانے** | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وہی طور پر امیر تھے۔ آپ نے تحصیل دولت کے لئے کوئی کام کبھی نہیں کیا۔ آپ کی عمر مبارک کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے دین متین کی خدمت اور خلق خدا کی ہدایت میں گزرا۔ رب العزت کا آپ پر خاص کرم تھا کہ خزانہ غیب سے آپ کو عطا فرماتا۔ آپ بھی سنت نبوی پر عامل رہے کہ جو آقا فوزاً سائلوں اور ضرورت مندوں کو بخش دیتے تھے۔ آپ کے پاس صد ہا سائل روز آتے اور اپنی مراد پا کر واپس جاتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ”خدا جانے یہ لوگ مجھے کوئی جاگیر داریا امیر کبیر جانتے ہیں جو برابر دوڑے چلے آتے ہیں۔ یہ تو فقط رب تعالیٰ کا کرم اور انعام ہے کہ اس نے مجھے خدمت کے لئے مامور فرمایا ہے۔ اور وہی اپنے خزانے سے عطا فرماتا ہے۔“

ایک دفعہ مولوی قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز و عطا فرما رہے تھے۔ دوران و عطا کہا کہ ”حدیث قدسی ہے کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ یٰ رَبِّیْ (ترجمہ) رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ”میں اپنے بندے کے ساتھ اسی طرح ہوتا ہوں جیسا وہ میری بابت گمان کرتا ہے۔“ دیکھو! دھوبی، لوہار،

ترکھان، زمیندار وغیرہ سب کسب و کاریہ گمان کرتے ہیں کہ یہ کام کرتا ہوں تو کماتا کھاتا ہوں۔ کام نہ کروں تو بھوکا رہوں۔ اس کا اپنے رب کے ساتھ یہی ایمان اور اعتقاد ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: ”یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کا ایمان ہے کہ رب دیتا ہے، ہم کھاتے ہیں اور کھلاتے ہیں۔ اکیلے نہیں اپنے ساتھ سیلنگڑوں اور ہزاروں مہازوں کو۔ اور وہ بھی فقط دال روئی نہیں، اچھے سے اچھا اور قیمتی سے قیمتی کھانا سب کو کھلاتے ہیں۔ ان کا ایمان اور اعتقاد اپنے رب پر ایسا ہی قوی ہے۔ وہ بھی ان کے لئے عیب خیزانے کھولے ہوئے ہے۔“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”مولوی صاحب! وہ کما کر کھاتے ہیں۔ ہم رب کی اور اس کے دین کی خدمت کرتے ہیں، اس لئے دنیا کے کسب کی طرف سے بے نیاز ہیں۔ وہ ہم کو دیتا ہے، ہم بھی اسی کی راہ میں خرچ کر ڈالتے ہیں۔ یہ اس ذات پاک کا کرم ہے، ورنہ ہم کس قابل ہیں۔“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ محض زمیندار تھے۔ اور کوئی ذریعہ آمدنی نہ تھا۔ پھر آپ کا معمول رشد و ارشاد اور تبلیغ و ہدایت کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ مگر آپ جس قدر راہ خدا میں خرچ فرماتے، اسی قدر مال و دولت من جانب اللہ عطا ہوتا تھا۔ عام لوگ سمجھتے تھے کہ ان کے لاکھوں مریدین ان کو بیش قرار نذرانے دیتے رہتے ہیں۔ ورنہ یہ کہاں سے دیتے دلاتے۔ حالانکہ ایسا نہ تھا۔ بعض ارادت مند ”لنگر شریف“ میں شرکت کی سعادت حصول ثواب کے لئے ضرور حاصل کرتے تھے۔ مگر یہ شرکت ایسی ہی ہوتی جیسے آٹے میں نمک۔ اس کی مزید تفصیل ”یارانِ طریقت“ کے عنوان کے تحت آئے گی۔

ایک دفعہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”یا اللہ پاک میں کیا کروں۔“ منشاء مبارک یہ تھا کہ میرے پاس کچھ نہیں، مانگنے والوں کو کیا دوں!۔ میں نے عرض کیا۔ ”اللہ تعالیٰ نے تو عیب کے خزانے آپ کے لئے کھول دیے ہیں۔ مگر آپ تو سر کے اوپر ہی سے بخش دیتے ہیں، نیچے تک آنے ہی نہیں دیتے۔“ فرمایا ”کیا کہتا ہے۔ میرے پاس کچھ ہوتا ہی نہیں، دینا ہی کیا ہے!“ بات یہ تھی کہ آپ ہر سائل کو زیادہ سے زیادہ عطا فرمانا چاہتے تھے۔ کسی دفعہ

ایسا ہوا ہے کہ پاس کچھ نہیں نکلا تو قرض لے کر سائل کی ضرورت پوری کی۔ اور بعد میں قرض اُتارا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ مانگنے والوں کو کئی دن اپنے پاس مہمان رکھتے۔ اور اس وقت تک واپس جانے کی اجازت نہ دیتے جب تک ان کی ضرورت حل نہ ہو جاتی۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ حاجت مند اور سائل آپ کے پاس بغیر اپنی حاجت روائی کے واپس گیا ہو۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر اپنے پاس کوئی پیسہ نہیں رکھا۔ آپ کے کرتے میں حبیب ہوتی ہی نہ تھی۔ ادھر آتا ادھر سائل

الْفِقْوُ يَا أَجْمَعُوا؟

کو یا دوہری ضروریات کے لیے عطا فرما دیتے۔ بظاہر آتا ہوا بھی نظر نہ آتا تھا۔ بس تمکیہ یا گدی کے نیچے سے نکال نکال کر عطا فرماتے رہتے تھے۔ فرماتے تھے "قرآن شریف میں رب تعالیٰ نے أَنْفِقُوا (خرچ کرو) ارشاد فرمایا ہے۔ أَجْمَعُوا (جمع کرو) کا حکم نہیں دیا۔" قرآن مجید میں رب العزت نے ارشاد کیا۔ مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٍ ۗ وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (پارہ ۳، بجز اول) (ترجمہ) جو لوگ اپنے مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایک دانہ جیسی ہے کہ اس دانے سے پھولیں سات بالیں۔ ہر مال کے اندر سوراخ ہے۔ اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے کسی گنا زیادہ فرما دیتا ہے اور اللہ بڑی فراخی والا اور جاننے والا ہے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وسیع دسترخوان کا ذکر حسب موقع جا بجا آیا ہے۔ دن رات مہمان آتے اور جاتے رہتے تھے کبھی کسی کو بغیر کھانا کھائے

مہمان نوازی

واپس جانے نہیں دیا۔ آپ کی اپنی خوراک نہایت سادہ اور مختصر ہوتی تھی۔ تھوڑا سا خشک، شوربا اور پھلکا۔ مگر مہمانوں کے لئے لذیذ سے لذیذ کھانے تیار کرواتے تھے۔ سفر ہو یا حضر، کھانے کے وقت جملہ حاضرین کو حکم ہوتا کہ خوان لیخا میں شریک ہوں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ شرکائے طعام کی تعداد سینکڑوں سے زیادہ ہو جاتی تھی۔ اور عرس شریف کے دنوں میں تو سب کا مشاہدہ ہے کہ ہر وقت مہمانوں کی تعداد ہزاروں سے مستجاوز ہوا کرتی ہے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود ان مہمان داروں اور مہمان نوازیوں کے لئے کوئی خاص اہتمام نہ فرماتے تھے۔ ہم لوگ جو جلس فرما کرتے وہ ہرگز کافی و روانی نہ ہوتی تھی مگر کبھی کسی چیز کا ٹوڑا

دیکھنے میں نہ آیا۔ بس اللہ تعالیٰ کی دین تھی کہ سب اخراجات بے غل و غش انجام پاتے رہتے تھے۔  
 کبھی کبھی ارشاد فرمایا ہے کہ ”ہمارا سب سے بڑے شہنشاہ کے خزانے میں ہاتھ ہے۔ ہمیں کسی چیز  
 کی کمی نہیں۔ رب تعالیٰ ہمیں اتنا دیتا ہے کہ بادشاہوں کو بھی اتنا نصیب نہیں ہوتا۔“

یہ سن کر اور پڑھ کر لوگوں کو شاید تعجب ہو گا کہ حضرت قبلہ عالم  
 رحمۃ اللہ علیہ پر ساری عمر نہ زکوٰۃ فرض ہوئی اور نہ حج۔

## نہ زکوٰۃ فرض تھی نہ حج

آپ کبھی صاحب نصاب نہ ہوئے کہ زکوٰۃ فرض ہوتی۔ پچیس سال سے زیادہ لین دین کا سارا  
 کام مجھ سے متعلق رہا۔ میرا تجربہ ہے کہ حضور کے پاس جس قدر آتا اس سے زیادہ غریب و مساکین اور  
 حاجات و ضروریات میں خرچ فرمادیتے تھے۔ کبھی اس کے بھی روادار نہ ہوتے کہ آئی ہوئی رقم چند  
 روز پاس رہ جائے۔ آپ نے جتنی زیادہ تعداد میں حج کئے، اتنے اس صدی میں یقیناً کسی کو  
 حاصل نہ ہوئے ہوں گے۔ مگر میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح زکوٰۃ کی فرضیت کے لئے مولانا حول  
 کی کبھی نوبت نہ آئی، اسی طرح اخراجات حج کی پوری کیا ادھوری رقم بھی کبھی پہلے سے جمع نہ ہوئی۔ حج کے  
 باب میں آپ کی دریا دلی اور شاہ خرچی کا کچھ اور ذکر آئے گا۔

بعض بے خبر اور کم فہم لوگوں کا خیال تھا کہ آپ کی اولاد کو ورثہ میں  
 لاکھوں روپے ملے ہوں گے۔ اسی غلط فہمی کی بنا پر حکومت پاکستان

## ترکہ صرف دو روپے

نے حضرت والد صاحب قبلہ (یعنی سراج الملت حضرت الحاج حافظ سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 حلف اکبر اور سجادہ نشین اول) سے حساب فہمی کا مطالبہ کیا۔ انکم ٹیکس آفیسر سیکوٹ نے والد صاحب  
 قبلہ کو بلا کر حلفی بیان لیا کہ ترکہ میں آپ کو کتنا نقد روپیہ بلا۔ آپ نے ارشاد کیا ”صرف دو روپے۔  
 جس میں ہم تین بھائی اور ایک ہمشیرہ حصہ دار ہیں۔ حضرت کی شیردانی کی جیب سے صرف دو روپے  
 برآمد ہوئے تھے“ حکومت نے تمام بینکوں سے استفسار کیا۔ مگر معلوم ہوا کہ کبھی کسی بینک  
 میں آپ کا ذاتی حساب نہیں رہا۔ آخر کامل تحقیقات کے بعد حکومت کو صورت حال تسلیم کرنے  
 کے علاوہ کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ اور مسل بند کر دی گئی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فقیر بھی تھے اور غنی بھی۔ آپ فقر سے بڑھ کر غنا  
 کے بلند مقام پر فائز تھے۔ مال و دولت بے اندازہ ہو تو انسان کو ظاہر ہے

## رتبہ فقر و غنا

کہ فقیر نہیں کہا جاسکتا مگر وہ غنی بھی نہیں ہوتا۔ جب تک دل قلیل و کثیر اور جمع خرچ میں مبتلا ہو انسان غنا سے دور رہتا ہے۔ ایک بزرگ نے دوسرے بزرگ سے دریافت کیا ”اسپے کا رب کی رزاقیت پر ایمان کیا اور کیسا ہے۔“ انھوں نے جواب دیا ”تمام رُوسے زمین پر اگر ایک اُنہ بھی نہ رہے، تب بھی وہ رزق دے گا۔“ پہلے بزرگ نے فرمایا۔ ”میرا ایمان تو یہ ہے کہ زمین بھی ہو یا نہ ہو، وہ رزق دے گا۔“ میں تو کہتا ہوں کہ کائنات کا خیال بھی دل میں آنا غنا کے منافی ہے۔ غنی کا دل تو ماسوا سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے ”حد سے گزرے تو ولی بے حد سے گزرے تو پیر۔ اور حد بے حد دونوں سے گزرے تو فقیر۔“ میں کہتا ہوں کہ غنی کا مقام فقیر سے بھی ماورا ہے وہاں تو حد بے حد کا خیال آنا بھی غنا کے منافی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے یہی بات ان الفاظ میں کہنی چاہی ہے۔

واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد دُنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبتی بھی چھوڑ دے

خصوصاً قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سائلوں اور حاجت مندوں کو بے اندازہ و بے حساب دیتے تھے مگر دل سیر نہ ہوتا تھا۔ اور پھر بھی یہی فرماتے کہ ”میرے پاس ہے ہی کیا۔ میں کیا دے سکتا ہوں۔“ غنی کی یہی شان اور یہی مقام ہوتا ہے۔ رب العزت کے فضل و کرم سے آپ غنا کے مقام بزرگ و برتر پر فائز تھے۔ ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ عَطَا

جیسا کہ ابھی بیان ہوا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو قرض لے کر حاجت مندوں کی ضرورت پوری کرتے تھے۔

## سائل کو روزہ کرنا

بسا اوقات اہل مجلس سخت مکدر ہوتے کہ اس وقت حضرت کے پاس نہیں ہے، پھر بھی سائل حضور کو تنگ کرنے سے باز نہیں آتے۔ اور آپ کو قرض کا بار اٹھانا پڑتا ہے۔ مگر آپ ہرگز تنگ نہ ہوتے۔ بلکہ سائلوں کی کثرت سے خوش ہوتے اور فرماتے کہ ”یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ اس نے ان کو میرے پاس بھیجا ہے۔“

آپ ہمیشہ سائلوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور کشادہ دلی سے پیش آتے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ کے پاس کچھ نہیں ہے تو آپ نے اپنے کپڑے اتار کر عطا فرما دیے۔ ایک دفعہ آپ آگرہ میں حضرت الحاج پروفیسر عابد حسن صاحب فریدی خلیفہ مجاز کے گھر تیارم فرماتے تھے

تو ایک سائل کو اپنی اونی شیروانی، اور دوسرے کو اپنا قیمتی دھستہ اتار کر عطا فرما دیا۔ اور خود وطن  
اڑھ کر بیٹھ گئے۔ اس پر درویش خاص حاجی بوٹا صاحب نے کہا۔ ”اب غریب درویش کے کمبل  
کی باری آیا چاہتی ہے!“

ایک مرتبہ نواب افتخار حسین صاحب ممدوٹ حاضر ہوئے تو ان سے فرمایا  
”نواب صاحب آپ کی اچکن بہت ہلکی ہے، یہ کیا سڑی کو روکتی ہوگی؟“ اور اپنی پوستین کی  
قیمتی صدری اتار کر نواب صاحب کو پہنا دی۔ نواب صاحب نے کہا ”آپ کو سڑی لگے گی۔“  
فرمایا میرا رب مجھے اور دے دیگا۔

علمائے کرام کی خدمت

علمائے کرام کی آپ بہت زیادہ خدمت فرماتے تھے۔  
نقد، لباس اور دوسرے تحائف سے ان کو نوازتے

تھے۔ اگر وہ لینے سے انکار کرتے تو آپ باصرار لینے پر مجبور کرتے اور فرماتے۔ ”مولوی  
جی! دینا مشکل ہے، لینا مشکل نہیں۔ لے لو، میں دے کر واپس نہیں لیا کرتا۔ عجیب بات  
ہے آپ کو لینا بھی مشکل ہو رہا ہے۔“ اسی طرح جو عرب ہندوستان آتے اور آپ کے  
مہمان ہوتے، ان کو ہفتوں اور مہینوں مہمان رکھتے، خوب خاطر مدارات کرتے۔ اور  
رخصت کرتے وقت نقدی اور تحائف سے مالا مال کر دیتے تھے۔ حرمین الشریفین میں  
آپ کی داد و پیش کا کچھ تذکرہ ”حج زیارت“ کے باب میں آئے گا۔

کبھی چند نہیں طلب کیا

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کسی دینی، فلاحی  
یا قومی کام میں دوسروں سے کبھی چندہ طلب نہیں

کیا۔ مگر ہوتا یہ کہ آپ کے عطیہ سے از خود سب کو تحریک ہوتی اور روپوں کی ریل پیل ہو  
جاتی۔ مساجد، مدارس، اور دوسرے فلاحی و قومی اداروں میں اس فراخ دلی سے چندہ  
مرحمت فرماتے کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔ لائل پور کی قدیم جامع مسجد میں ایک جمعہ  
پر ایک ہزار روپیہ اپنے پاس سے عطا فرمایا۔ تو اسی وقت حاضرین نے سات ہزار روپیہ  
چندہ دیا۔ دوسرے جمعہ میں پھر ایک ہزار روپیہ عطا کئے اور فرمایا ”مسجد کی چھت ضرور المنی  
ہے۔ میرے پاس اور تو کچھ نہیں ہے۔ میرا یہ دھستہ ہے، اس کو خرید لو۔“ چنانچہ پھر لوگوں

نے سات ہزار چنڈہ جمع کر دیا۔ اور مسجد کی چھت پڑ گئی۔

حاجی امام الدین کا نذرانہ | حاجی امام الدین صاحب کے لڑکے کی شادی میں آپ نے شرکت کی تو انہوں نے تین ہزار روپے

ایک بڑے پرات میں رکھ کر اور رومال سے ڈھک کر پیش کئے۔ دریافت فرمایا "آخر یہ کیا ہے؟" میں نے عرض کیا "نذرانہ ہے۔" فرمایا "ہمیں کیا کرنے ہیں؟" اسی وقت مولوی عبدالغنی صاحب کو بلا کر کہا "مولوی صاحب یہ لے جاؤ۔ روپیہ مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا اور پرات میں اٹا گوندھنا۔" حاجی امام الدین صاحب لکھ پتی آدمی تھے مگر یہ شان بنیاد و عطا دیکھ کر ان کا رنگ فق ہو گیا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی دلی کیفیت بھانپ کے فرمایا "ماسٹر صاحب! میرے اور آپ کے نامہ اعمال میں قیامت تک اس کا ثواب درج ہوتا رہے گا۔ اگر میں اس کو گھر لے جا کر خرچ کرتا تو نہ مجھے کچھ ملتا اور نہ آپ کو۔" ماسٹر صاحب نے عرض کیا کہ اس میں صاحبزادگان کے نذرانے بھی شامل تھے۔ ارشاد فرمایا "ان کا ثواب ان کو ملے گا۔"

سائیں کمال الدین صاحب سے فرمایا میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ جیب ٹٹولتے ہوئے کہا لو جو تمہاری قسمت میں ہونیکلے گا۔ انہوں نے کہا سٹو کا نوٹ ہے۔ فرمایا الحمد للہ۔ میرے پاس تو کچھ نہ تھا۔ تمہاری قسمت ہے۔

اکثر لوگ حاضر ہوتے اور عرض کرتے ہماری لڑکیاں جوان ہیں، شادیاں کرنی ہیں مگر ہمارے پاس کوئی چیز نہیں جو خرچہ اٹھائیں۔ فرماتے اچھا ذرا ٹھہرو۔ پھر جو کچھ آتا اس کی ضرورت مند کو عطا فرمادیتے۔ اور کہتے "لے جاؤ۔ گھر جا کر دیکھنا۔ کام ہو جائے گا۔" وہ گھر جا کر گنتا تو اس کی ضرورت سے بہت زیادہ روپیہ ہوتا۔

سرویوں میں کسبل، روٹی کی بندھی، ٹوپی اور پوستین وغیرہ زیادہ تعداد میں منگوا کے غرباء میں تقسیم فرماتے تھے۔ یارانِ طریقت کو بھی عطا فرماتے تھے۔ بعض کے پاس اب تک تبرگامو موجود ہیں۔ جن غریب یارانِ طریقت کو آمد و رفت کا کرایہ عطا فرمایا کرتے ان کی تعداد سینکڑوں



سے زیادہ ہے۔ اکثر ضرورت مند پیر بھائیوں کو ان کے خانگی اخراجات کے لئے بھی عطا فرمایا کرتے۔ کسی عالم اور لغت خوان کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتے تھے۔ کسی حاجت مند سے یہ نہ کہتے کہ اس وقت نہیں ہے پھر آنا۔ کچھ نہ بھی ہوتا تو اسے روکے رکھتے، تا وقتیکہ غیب سے کوئی سبب پیدا ہو جاتا۔

۱۹۴۷ء میں جو مہاجر پیر بھائی ہندوستان سے آئے۔ ان کو لباس، خوراک اور نقد روپیہ عطا فرماتے رہے۔

## مہاجرین کی اعانت

دوسرے مہاجر جو بھی حاضر خدمت ہوئے عطیات سے نوازے گئے۔ اگر میں کسی وقت عرض کرتا کہ ”قرض بہت زیادہ ہو گیا ہے“ تو فرماتے ”اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاؤ کہ ان لوگوں کو ہمارے دروازے پر بھیجا ہے۔ اگر وہ ہمیں ان کے دروازے پر بھیجتا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔ قرض کی کوئی بات نہیں۔ اتر جائے گا۔“

• محمد صدیق صاحب (حال ساکن کھروڑ پکا) نے بیان کیا کہ وہ اور ان کے ماموں رسالدار حسین خان صاحب مہاجر بن کر آئے تو حضور قلباً عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کو پچاس پچاس روپے اور ایک ایک کھیس عطا فرمایا۔ صدیق صاحب نے چاہا کہ صرف کھیس لے لیں اور روپے نہ لیں۔ ادب سے عرض کیا تو حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا ”لوگوں کو دنیا مشکل ہوتا ہے۔ اور تجھے لینا مشکل ہو رہا ہے۔“ چنانچہ ہر دو اشخاص کو نقدی اور یہ کھیس قبول کرنے پڑے۔

آپ نے مدت العمر ایسا نہیں کیا کہ کچھ پاس رکھا ہو اور کچھ سائل کو دے دیا ہو۔ بلکہ جو کچھ پاس ہوتا سب کا سب سائل کو دیتے تھے۔ حضور کا دل چاہتا تھا کہ سائل کو اتنا غنی کر دیں کہ پھر اسے سوال کی حاجت نہ رہے۔ اکثر گھر کا گڑ، شکر، گنے۔ مکی کا آنا وغیرہ عطا فرماتے۔ اور اس مقدار میں دیتے کہ اٹھا کر لے جانا مشکل ہو جاتا تھا۔ آپ کی سخاوت پنجابی کی اس ضرب المثل کا صحیح مصداق تھی۔

”سخنی کال باجوں، گھوڑا چال باجوں“ تاہیں جانیئے جو لکھ شعور ہوئے۔“

# توکل

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور اس کی صفات پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو کامل یقین اور پکا بھروسہ تھا۔ سخت مشکلات کے وقت بھی آپ کے دل

**توکل کیا ہے**

میں کوئی وسوسہ نہ آنے پاتا۔ اور آپ اٹے وقتوں میں بھی صبر و تحمل کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ آپ کو رب العزت کی ذات پر کامل اعتماد ہوتا، اور رضائے مولیٰ پر راضی رہتے۔ توکل کا یہ مطلب نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیکار بیٹھ جاؤ۔ حیلہ اور وسیلہ تلاش کرنا لازم ہے۔ البتہ اس حیلے اور وسیلے کو دانا خیال کرنا کفر ہے۔ دانا صرف اسی کی ذات پاک ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر کوئی روپیہ پسیہ اپنے پاس نہیں رکھا۔ اس ہاتھ آتا اس ہاتھ دے ڈالتے۔ کبھی بستر اور سند پر ہی چھوڑ دیتے۔ بعد میں کوئی خادم اٹھا لیتا۔ کوئی ضرورت پیش آتی تو خادم کو حکم ہوتا، وہ خرچ ہو جاتا۔ ”جو دو سخا“ اور ”حج و زیارت“ کے تحت ایسے کئی واقعات بیان ہوں گے۔ سفر حج میں آپ کی ہدایت کے مطابق میں خرچ کرتا رہا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ جب علی پور سیداں کے اسٹیشن پر واپس پہنچے تو مجھ سے دریافت کیا ”پاس کیا ہے“ میں نے عرض کیا ”دس آنے“ فرمایا ”الحمد للہ۔ اب سحلی اور کنوئیں والی سجد بن جائے گی۔ ہم اللہ تعالیٰ کا کام کر آئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا کام پورا کر دیں گے“

**سفر حج کا ایک واقعہ** ابتدائی دنوں کی بات ہے۔ حج کے ایک سفر میں بحری جہاز میں راشن بہت کم رہ گیا۔ تو حضرت مولانا محمد حسین صاحب

رحمۃ اللہ علیہ نے خادم کو تاکید کی کہ ”صرف حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کھانا پکاؤ۔ ہم جہاز والوں سے بچھنے ہوئے چنے لے کر گزارا کر لیں گے۔ باوجود مخالف کی وجہ سے جہاز کے سفر میں کافی رکاوٹ اور کئی دن کی تاخیر ہو گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ حضرت کو تکلیف ہو“ اتفاقاً عصر کے وقت حضور باورچی کی طرف سے گزے۔ روایت فرمایا کہ ”اتنا تھوڑا کیوں پکا رہے ہو“ اس نے تفصیل عرض کر دی۔

حکم دیا "جتنا راشن ہے سب لے آؤ۔ اور سب کا سب ابھی پکالو۔" باورچی نے تعمیل کی سب کھانا کھا چکے تو جو بچا وہ پکار پکار کے اور بلا بلا کے دوسروں میں تقسیم کر دیا۔

اگلے دن کوئی چیز پاس نہ تھی، اس لئے صبح کچھ تناول نہیں فرمایا۔ حضرت مولانا صاحب اور دوسرے یارانِ طہارت سخت پریشان کہ حضور نے آج مہوہ بھی نوش نہیں فرمایا۔ اس زمانے میں جہاز میں خورد و نوش کی کوئی چیز خریدنی بھی ممکن نہ تھی سب اسی پریشانی کے عالم میں تھے کہ اتنے میں جہاز کا انگریز کپتان حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ دوران گفتگو مولوی صاحب کی وساطت سے انگریزی میں کہا کہ میں آپ کی دعوت کرنی چاہتا ہوں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم تکلیف مت کرو۔ اس کے بہت زیادہ اصرار پر آپ نے ارشاد کیا کہ "میں تمہارے باورچی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاؤں گا۔" اس نے جا کر آٹا، چاول، چینی اور خورد و نوش کی دوسری چیزیں بند بوریوں میں بھجی ہیں۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا "مولوی صاحب یہ کیا ہے؟" عرض کیا آپ کی دعوت کے لئے کپتان نے کچی جنس بھیجی ہے۔ فرمایا "مولوی صاحب! رب تعالیٰ کو خشکی کا رازق مانتے ہو تری کا نہیں۔ وہ ہر جگہ ہر چیز کا رازق ہے۔" حکم دیا۔ "زیادہ سے زیادہ پکاؤ۔ خود بھی کھاؤ اور اوروں کو بھی کھلاؤ۔"

حاجی عبداللہ صاحب اور حاجی اسرائیل صاحب کے ساتھ خوان لیغا اور دعوت عام کے واقعات "کشمیر" کے ذکر میں مطالعہ کیجئے تاکہ حضور کے توکل اور تصرف کی ایک جھلک نظر آئے۔

ایک دفعہ عرس شریف قریب تھا اور میرے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ میں نے کئی بار عرض کیا مگر آپ خاموش رہے۔

جب بالکل وقت آہی گیا تو میں پھر حاضر ہوا۔ اور میں نے عرض کیا "پرسوں عرس ہے۔ کمی ہزار ہمان آئیں گے۔ تمام چیزیں خریدنی ہیں اور پیسہ مطلق نہیں" فرمایا "میرے تکیہ کے بیچے سے لے لو۔ مگر تکیہ مت اٹھانا۔" میں نے تکیہ کے بیچے سے رتسم اٹھالی۔ اور نارو وال جا کر ہر قسم کا سامان خرید لایا۔ جو عرس شریف کے ختم ہو جانے پر گھر میں بھی استعمال ہوتا رہا۔

## مسجد نور

آپ مسجد نور کے لئے لکڑی خریدنے سیال کوٹ تشریف لے گئے۔ ماسٹر کرم الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی بار عرض کیا کہ مسجد کے لئے عمدہ اور اچھی لکڑی

خریدیے۔ تو آہستہ سے ان کے کان میں کہا ”ماسٹر صاحب! کرایہ گنگارام کھشتری سے قرض لے کر آیا ہوں“ مسجد نور کیسے تعمیر ہوئی تھی کوئی نہیں جانتا۔ یہ بخوبی سب کو معلوم ہے کہ حضور نے اس کی تعمیر کے لئے کبھی کسی سے چندہ طلب نہیں کیا۔ اور یہ بھی سب کے سامنے ہے کہ سنگ مرمر کی اس خوبصورت مسجد کی تعمیر میں کئی لاکھ روپیہ صرف ہو چکا ہے۔

میسور کی مسجد اعظم بہت خستہ اور بوسیدہ ہو گئی تھی۔ حضرت قبلہ عالم

## مسجد اعظم میسور

رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو از سر نو بنوانے کا اہتمام فرمایا۔ پاس

پیسہ نہیں اور ملک پر دس لاکھ روپے کا خرچ ہزاروں سے زیادہ کا درجہ پیش۔ مگر آپ نے عزم کیا تو بے تامل

کام شروع کر دیا۔ سیٹھ جمال صاحب مدرسی نے دس ہزار روپے تعمیر مسجد کے لئے ارسال

خدمت کئے۔ مہاراجہ میسونے بھی دس ہزار روپے ارسال کئے۔ حضور نے مہاراجہ کو پیغام بھیجا

کہ اب مسجد تعمیر ہو جائے گی۔ اس لئے کہ آپ کے عطیہ کے ساتھ سیٹھ جمال صاحب کے دس ہزار بھی

وصول ہو گئے ہیں۔ مہاراجہ نے اگلے دن دس ہزار روپے اور ارسال کئے کہ میں سیٹھ جمال سے

زیادہ دینا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت فراخ دلی سے مسجد تعمیر کروائی۔

اور کہا کہ اگر اور ضرورت پڑی تو مزید تمام خرچ میں خود برداشت کروں گا۔ چنانچہ نہایت عمدہ اور فراخ

مسجد تعمیر ہو گئی۔ میں نے بھی اس مسجد کی زیارت کی ہے۔ اب اسی مسجد میں مدرسہ نقشبندیہ بھی جاری ہے۔

لائل پور تشریف لے گئے تو جامع مسجد جھنگ بازار

## مسجد جھنگ بازار لائل پور

کے لئے جلسہ عام میں پانچ سو روپے دینے کا وعدہ

فرمایا۔ فرودگاہ پر تشریف لائے تو مجھے بلا کر کہا کہ ”میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں، اور میں پانچ سو

کا وعدہ کر آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پورا فرمائیں گے“ اگلے جمعہ کو مجھے بلا کر حکم دیا کہ ”نصیب خان کے

پاس جو کچھ ہو لے لو۔ اور باقی خود لو لے کر کے ساتھ لے چلو“ حاجی نصیب خان صاحب کے

پاس آٹھ سو پچھتر روپے تھے۔ انہوں نے سب کے سب پیش کر دیے۔ میں نے سوچا کہ باقی روپے

کسی اور ضرورت میں کام آئیں گے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ”آپ کے وعدے

سے اتنے روپے زائد ہیں " ارشاد ہوا " تم اور روپے شامل کر کے پورے ہزار کر دو " میں نے حکم کی تعمیل کی۔ وعظ کے دوران مسجد میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے جب وعدہ کیا تھا تو میرے پاس ایک پیسہ نہ تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار روپے کا انتظام کر دیا ہے۔ تو میں ایک ہزار دیتا ہوں "۔

حدیث قدسی ہے کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ رَبِّیْ (ترجمہ) "میں بندے کے خیال کے مطابق اس کے پاس ہی ہوتا ہوں "۔ جتنا ایمان مضبوط ہوگا اتنا ہی توکل کامل اور مہروسہ نچتہ ہوگا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (ترجمہ) "جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو وہ خود اس کے لئے کافی ہوگا " حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو رب تعالیٰ پر کامل مہروسہ تھا۔ آپ نے کبھی کسی مقصد کے لئے چندہ جمع نہیں کیا۔ فرمایا کرتے۔ "کام شروع کر دو۔ اللہ تعالیٰ پورا کرنے والے ہیں "۔ چنانچہ توکل بخدا کام شروع کر دیا جاتا اور فضل خدا سے انجام کو پہنچ جاتا۔ یہی آپ کے توکل کی شان تھی۔ اسی لئے ہمیشہ آپ کے فرمان کے مطابق سارے کام پورے ہوتے تھے۔

ایک دفعہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ امرتسر تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری نے اپنی نسلی کوٹھی بنائی تھی

### تیس ہزار روپے

اس میں فروکش ہوئے تو دریافت فرمایا اس کی تعمیر پر کتنا خرچ ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے کہا تیس ہزار روپے۔ ارشاد فرمایا "میں نے تو کبھی تیس ہزار روپے کی صورت بھی نہیں دیکھی "۔ یہ حقیقت ہے۔ جو دو سخا کے باب میں سینکڑوں اور ہزاروں کے نہیں لاکھوں کے عطیات کا ذکر آیا ہے۔ مگر قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس واقعی کوئی رقم نہیں ہوتی تھی۔ وہ تو آپ کا ہاتھ خدائی خزانے میں تھا۔ ورنہ گھر پر سوائے توکل کے اور کچھ نہ تھا۔ ادھر سے آتا ادھر عطا فرما دیا جاتا۔ دینے والا بے حدودے شمار دیتا مگر آپ کے پاس ایک حبہ نہ ہوتا۔ جو ہوتا سائل اور حاجت مند کو عطا فرما دیا جاتا اور خود بدستور سابق رب تعالیٰ کے توکل پر تکیہ کئے رہتے تھے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارک میں آیت شریف وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (ترجمہ) جو خدا پر توکل کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے، کا صحیح مصداق اور سچا نمونہ نظر آتا تھا۔

# فرست مومن

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یارانِ طریقت اور ملاقاتیوں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز تھی۔ پھر ان میں کتنے ایسے ہوتے تھے جو ساہا سال بعد دوسری دفعہ سامنے آتے تھے۔ مگر آپ ہر ایک کو بیک نظر پہچان لیتے تھے، اور اسی تفصیل سے پرانی باتیں اس کو یاد دلاتے کہ سب کو حیرت ہو جاتی تھی۔ سفر و حضر میں آئے دن ایسے واقعات پیش آتے رہتے تھے کہ جو لوگ اپنی آنکھوں دیکھتے اور اپنے کانوں سنتے تھے، ان کو بھی باور کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔

یارانِ طریقت میں سے اگر کوئی دس پندرہ اور بیس سال بعد

## بیس سال بعد پہچان لینا

بھی ملنے آتا تو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس کو نہ صرف یہ کہ پہچان لیتے بلکہ سال مہینہ اور دن یاد دلا کر فرماتے کہ آپ اتنی مدت بعد آئے ہیں۔ ایک شخص قصور میں ملا۔ بہت ضعیف تھا۔ اس نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے پہچانا۔ حضرت نے فرمایا بیس سال کا عمر ہوا، تم مہی کی بندرگاہ پر داخل ہوئے تھے۔ وہ حیران رہ گیا اور اس نے اعتراف کیا کہ اس دن کے بعد آج ہی حاضر خدمت ہوا ہوں۔ اس نے کہا ”مجھے یقین ہے کہ حضور قیامت میں بھی مجھے یاد رکھیں گے۔“

لیل پور میں محمد یعقوب اور سیر خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں فلاں شخص کا بیٹا ہوں۔ ارشاد فرمایا ”اس کے کوئی بیٹا نہ تھا۔“ یعقوب نے کہا میں اس کے

## محمد یعقوب اور سیر

بھائی کا لڑکا ہوں۔ فرمایا ”اس کے تین بھائی تھے۔“ سب کے نام بتائے۔ پھر ان کے لڑکوں کے نام گنا کے اور دریافت کیا ”تمہارا کیا نام ہے؟“ تب اوو سیر نے اپنا نام بتایا۔ محمد یعقوب مجھ سے کہتا تھا ”اس کا نام یادداشت نہیں، یہ تو روحانی کیفیت اور فورانیت ہے۔ ورنہ کسے ایسی غیر متعلق تفصیلات محفوظ رہ سکتی ہیں۔“

ایک پولیس افسر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے پوچھا ”تمہارا گھر کہاں ہے؟“ اس نے کہا ضلع سرگودھا۔ قوم پوچھی اس نے بتائی۔ فرمایا ”اس قوم کا تو

## انسپکٹر پولیس

ضلع سرگودھا میں ایک آدمی بھی نہیں۔“ تب اس نے اپنے گاؤں اور ضلع کا صحیح نام بتایا۔ فرمایا ”میں تمہارے

گاؤں میں ایک دفعہ گیا ہوں۔ پھر ایک شخص کا نام لے کر پوچھا اس سے تمہارا کیا رشتہ ہے۔ اس نے کہا میں اس کا پوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا "اس کے چار لڑکے تھے۔ پھر ان سب کی اولاد کی تفصیل بیان کی اور پوچھا "تم ان میں سے کس کی اولاد ہو۔" اس نے بتایا بڑے لڑکے کا بیٹا ہوں۔ فرمایا "اسے گھوڑوں کا بڑا شوق تھا۔ پھر ارشاد ہوا۔ "تمہارا دادا اور والد بہت نیک اور بزرگ آدمی تھے۔" وہ پوس افسریہ سب دیکھ سُن کر بے حد حیران ہوا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ کی خدمت سے فارغ ہو کر نیچے آیا تو کہتا تھا "یہ تو محض نورانیت ہے۔ ورنہ سو سال کی عمر والوں کو تو خود اپنی خبر نہیں رہتی۔ میرے دادا کو تو فوت ہوئے بھی اب سچا سو سال ہو چکے ہیں۔"

کشمیر کے سفر سے واپسی میں ہم کو رام بن میں ات  
**حافظ محمد شفیع انسپٹر پوس**  
 ہو گئی تو سرکاری ریسٹ ہاؤس میں ٹھہر گئے

برابر کے کمرے میں سے ایک آٹھ نو سال کی بچی لاسٹین لے کر آئی۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا "تیرا گھر کہاں ہے۔" اس نے سیالکوٹ کا نام لیا۔ باپ کا نام دریافت کیا تو اس نے محمد شفیع نام بتایا حضرت نے قبلہ عمومی صاحب مدظلہ سے فرمایا یہ فلاں شخص کی پوتی ہے۔ بچی سے فرمایا "تیرا باپ تو ہم سے کبھی نہیں ملا۔ تیرا دادا بہت نیک اور بزرگ آدمی تھا۔ لڑکی نے واپس جا کر اپنی ماں کو بتایا تو وہ دوڑی ہوئی آئی۔ اور عرض کیا اس کا باپ دورے پر گیا ہوا ہے۔ اس نیک خاتون نے بہت خدمت کی۔"

بنگلور سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ٹکٹ سیدھے  
**ریل میں ٹکٹ چیکر**  
 علی پور سیداں تک کے تھے۔ سفر کے وقت ٹکٹ وہیں

بھول گئے۔ راستہ میں ٹکٹ چیکر آگیا۔ ٹکٹ نہ پا کر اس نے کمی سو روپے کا مطالبہ کیا۔ حضرت نماز پڑھ رہے تھے۔ فارغ ہو کر چائے پینے لگے تو فرمایا اسے بھی چائے پلاؤ۔ اس سے پوچھا "تمہارا گھر کہاں ہے۔" اس نے جواب دیا حیدرآباد دکن۔ آپ نے فرمایا تمہاری اُردو حیدرآباد کی نہیں ہے۔ اس نے کہا دراصل سیالکوٹ کا ہوں۔ ایک شخص کا نام لے کر پوچھا "تم اس کے کیا لگتے ہو۔" اس نے عرض کیا اس کا پوتا ہوں۔ فرمایا "اس کے چار بیٹے تھے۔ ان کے نام گنائے اور دریافت کیا کس کے لڑکے ہو۔ اس نے باپ کا نام بتایا۔ اور استفسار کیا کہ آپ

کہاں کے رہنے والے ہیں۔“ علی پور سیداں کا نام سن کر وہ بہت شرمندہ ہوا۔ معافی طلب کی۔ اور حیدرآباد دکن پہنچ کر خود ہی ٹکٹوں کے بارے میں ضروری کارروائی کی۔ اور فہمہ لیا کہ کل تک بنگلور سے ٹکٹ آجائیں گے۔ چنانچہ دوسرے دن ایک آدمی ٹکٹ لے کر آگیا۔

غرض حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نورانی قیافہ شناسی اور فراست مومن کے ایسے صدقہ عجیب و غریب واقعات میں، جن کو جان کر حیرت بھی ہوتی ہے اور حضرت کی روحانی بلندی کا یقین بھی ہوتا ہے۔

## معمولات مبارک

خدا کے فضل و کرم سے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے بہت طویل عمر پائی تھی تحصیل علم کے زمانے کے بعد سے مدت العمر آپ نے اپنا

### روزانہ معمولات

سارا وقت تبلیغ و ارشاد میں صرف کیا۔ عمر کا وہ حصہ جسے کہولت میں شامل سمجھا جاتا ہے، اس دور میں بھی آپ شبانہ روز خلق خدا کی خدمت اور ہدایت میں مصروف رہتے تھے۔ سفر ہو یا حضر ان معمولات میں فرق نہ آتا تھا۔ ہزاروں لاکھوں آدمی دن رات حاضر خدمت ہوتے رہتے، مگر آپ مطلقاً تھکنے نہ پاتے، ان کی مقصد برآری فرماتے اور ان کی خدمت سے خوش ہوتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مبارک زندگی کا بیشتر حصہ سفر میں گزارا ہے۔ اور اکثر مہینوں بلکہ بعض دفعہ برسوں وطن سے دور رہے ہیں۔ ان مواقع پر زیادہ تر یہ ہوتا تھا کہ دن بھر عقیدت مند اور ملنے والے آتے رہتے اور آپ ان کو مسائل شرعیہ سناتے اور امور دینیہ بتانے میں مصروف رہتے۔ رات کو عموماً جلسوں میں شرکت فرماتے اور کئی کئی گھنٹے وعظ فرماتے۔ جلسے سے واپسی پر مشکل کچھ وقفہ بیستر آتا ورنہ نماز تہجد ادا فرماتے۔ سب یا ان طریقیت بھی نماز تہجد ادا کرتے۔ پھر حبلہ حاضرین چائے یا چہوہ پیتے۔ نماز فجر سے قبل نئے ارادت مند داخل سلسلہ ہونے کے لئے جمع ہو جاتے۔ آپ ان کو توبہ کراتے، عہد لیتے اور داخل سلسلہ فرماتے۔ اس کے بعد نماز فجر ادا کرتے اور تھوڑا وقت ذکر و مراقبہ میں صرف فرماتے تھے۔



اس کے بعد عورتوں کی حاضری کا وقت ہوتا تھا۔ عورتیں داخل سلسلہ ہوتیں۔ ان سے صوم و صلوٰۃ اور دیگر اعمال صالحہ کی پابندی کا عہد لیتے۔ ان میں سے کتنی ہی عورتوں کو تعویذ عطا کرتے۔ نیز ان کے لئے دُعا فرماتے۔ یہاں سے فارغ ہو کر محفل مردوں کی ہو جاتی۔ چائے اور قہوہ پیا جاتا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس دوران میں برابر شرعی مسائل بیان فرماتے رہتے۔ لوگ اپنی مشکلات کے لئے دُعا اور تعویذ کی درخواست کرتے۔ اور حضور جو مناسب خیال فرماتے اس کے مطابق عمل کرتے۔ دُعا فرماتے تو سب حاضرین کو ہدایت کرتے کہ دُعا کرو۔

نماز اور کھانے کے اوقات کے علاوہ سارا دن ملاقاتوں، حاجت روائیوں اور مسائل بتانے میں صرف ہو جاتا۔ اور رات آتی تو پھر وہی سلسلہ شروع ہو جاتا جس کا اوپر ذکر ہوا۔ کبھی کبھی بعد عشا بھی داخل سلسلہ کرنے کے لئے حلقہ منعقد کیا جاتا۔ غرض دن رات میں کوئی وقت تخلیے اور تنہائی کا نہیں تھا۔

چائے اور کھانے کے اوقات میں جملہ حاضرین محفل کو شرکت کا حکم دیا جاتا۔ اس میں سفر و حضر کا کوئی فرق نہوتا۔ ریل کے ڈبے میں جو دوسرے مسلمان ہم سفر ہوتے ان کو بھی اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ پہلے آپ کے وسیع دسترخوان اور مہمان نوازی کا مختلف مقامات پر ذکر آچکا ہے۔

آخر عمر میں جب حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بے حد کمزور ہو گئے تو آپ نے رمضان شریف میں شبینہ سنانا چھوڑ دیا تھا، ورنہ مدتِ العمر یہ معمول رہا کہ ماہ رمضان المبارک میں آپ کئی کئی شبینے سنایا کرتے تھے، اور عموماً صرف دو رکعتوں میں سارا کلام مجید ختم فرماتے تھے۔ آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا کہ ایک ات ایک مقام پر شبینہ سنایا تو دوسری رات دوسرے مقام پر۔ اسی طرح آپ گاؤں گاؤں شہر شہر قرآن مجید شبینے میں سناتے ہوئے وہی پہنچ جاتے تھے۔

سردی میں بستر مبارک بہت نرم ہوتا تھا۔ اور عموماً پروں کا بستر استعمال فرماتے تھے جو نرم کے ساتھ گرم بھی ہوتا ہے۔ باوجود اس کے کہ عشا کے

**نرم و گرم بستر**

بعد دیر تک مہمانوں اور ارادتمندوں میں وعظ و تذکیر کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ لیکن سحری کے وقت تہجد کے لئے بیدار ہو جاتے تھے۔ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "آپ کا بستر سینجل اور پروں کا بہت نرم و گرم ہوتا ہے۔ باوجود اس کے آپ رات کو دوجے سے اٹھ بیٹھتے ہیں، یہ آپ ہی کا

کمال ہے۔ حافظ صاحب کے دل میں خدا کا خوف اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق بہت زیادہ ہے۔  
 نیز فرمایا کہ ”سو سال کی عمر میں پوہ کے مہینے میں اتنے نرم و گرم بستر کو چھوڑ کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے  
 ہیں، یہ درجہ کمال کی دلیل ہے۔ ان کے مداح بہت بلند ہیں۔“

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات روزمرہ پر نظر ڈالیے تو حیرت ہوتی ہے۔ اور معلوم ہوتا  
 ہے کہ ”دل بیار و دست بکار“ اسے کہتے ہیں۔ ”بے ہمہ و باہمہ“ کی کیفیت یہ ہوتی ہے۔ اور  
 ”ہتھ کار و دل یار و دل“ کا اجتماع اس طرح ہوتا ہے۔

## تازہ وضو اور مسواک

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں یہ بات خاص طور پر  
 قابل ذکر ہے کہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو فرماتے تھے۔ بیماری

اور کبرسنی کے زمانہ میں ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک ہی نماز کی تکمیل کے لئے بار بار وضو فرمانا پڑا ہے۔  
 ہر وضو کے ساتھ مسواک ضرور فرماتے۔ دوسروں کو بھی مسواک کی پابندی کی تاکید فرماتے اور اس کے  
 فوائد نیز اس سنت مبارک کی اہمیت بیان فرماتے۔ آخر عمر تک یہ عادت مبارک جاری اور قائم  
 رہی۔ یہاں تک کہ جب اُنت بالکل نہیں رہے تھے تب بھی اتباع سنت کی خاطر ہر وضو کے  
 ساتھ مسواک ضرور استعمال فرماتے تھے۔

## کھانے کے معمولات

کھانے میں تمام مہمانوں اور فی الوقت موجود لوگوں کو باصرار و  
 تاکید شریک کرتے تھے۔ اول سب کے ہاتھ دھلوانے کا

حکم دیتے۔ آفتابہ اور سلفچی یا لوٹا اور تلو لاکر سب کے ہاتھ دھلوائے جاتے۔ سب کے  
 بعد خود ہاتھ دھوتے۔ اس وقت ہاتھ تولیہ سے نہیں پونچھتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی یہی ہدایت  
 ہوتی تھی۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ اٹھا کر مسنون دعا پڑھتے اور پھر ہاتھ  
 دھوئے جاتے۔ اول خود ہاتھ دھوتے۔ صابن اور تولیہ پیش کیا جاتا۔ صابن سے ہاتھ دھونے  
 اور تولیہ سے پونچھنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ بھی اسی طرح دھلوائے جاتے تھے۔

## نماز تہجد

نماز تہجد ہمیشہ تنہائی میں ادا کرتے تھے۔ نماز فجر کے بعد طلوع تک  
 اور نماز عصر کے بعد غروب تک مطلق گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ اگر کوئی

شدید ضرورت پیش آجاتی تو اشاروں سے ہدایت فرماتے تھے۔ نماز فجر کے بعد اور نماز عصر کے

بعد عموماً خلوت پسند فرماتے تھے۔ ان اوقات میں حضور استراحت فرماتے تو خدام جسیم مبارک کو دباتے تھے۔ حسب ہدایت و ضرورت کبھی صرف ٹانگیں، کبھی ہاتھ اور ٹانگیں، اور کبھی سارا جسم زور زور سے دبایا جاتا تھا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور اشدید پابندی سے ادا فرمایا کرتے تھے۔  
**روزمرہ اوراد**  
 روزانہ کا معمول یہ اوراد تھے۔

(۱) تہجد کے بعد تین سو مرتبہ درود شریف ہزارہ پڑھنا۔

(۲) نماز فجر سے قبل سو مرتبہ استغفار پڑھنا۔

(۳) بعد نماز عصر ختم معصومیہ پڑھنا۔

(۴) ختم معصومیہ کے بعد نماز مغرب تک تلاوت کلام مجید کرنا۔ جب عالم ضعیفی میں

خود تلاوت فرمانا دشوار ہو گیا تو کسی دوسرے سے سماعت فرماتے تھے۔ جیسا کہ مولوی عبدالرشید صاحب اور صاحبزادہ سید فضل حسین شاہ سلمہ اور دیگر حضرات سناتے۔

(۵) بعد نماز عشا سو مرتبہ استغفار پڑھنا۔

(۶) سوتے وقت دائیں کروٹ قبلہ رو لیٹ کر سو بار سورہ اخلاص پڑھنا۔

## اتباع شریعت و سنت

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ علوم نقلی و شرعی کے جید عالم فقیہ اور محدث تھے۔ چنانچہ آپ کامل طور پر احکام شرعیہ کے پابند رہے اور مریدین و معتقدین کو راہ شریعت دکھاتے اور مسائل شرعیہ پر کار بند رہنے کی تبلیغ فرماتے رہے۔ آپ شاہباز اوج طریقت تھے، تمام علم یاران طریقت کا تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کرتے رہے اور کتبوں کو اعلیٰ روحانی مدارج پر پہنچا دیا۔ آپ کو از حد التزام تھا کہ ہر امر میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتکریم کی پیروی فرماتے اور دوسروں کو بھی سنت نبوی پر قائم رہنے کی تاکید کرتے تھے۔

**پابندی شرع پر تاکید** | حضور والا سجدہ و تعظیمی کو تو حرام جانتے ہی تھے کسی کو قدم بوسی کی بھی اجازت نہ دیتے اور سختی سے منع فرماتے۔ اگر کوئی شخص مصافحہ کی بجائے پاؤں کی طرف جھکنے لگتا تو تہنیت کرتے کہ ”سنت ترک کر کے حرام غسل کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور مجھے بھی گنہگار کرنا چاہتا ہے“ ہندو اور سکھ زمین پر ماتھا ٹیک کر اپنے قاعدے کے مطابق بندگی بجالانا چاہتے تو ان کو بھی منع کر دیتے، کہ ”ہمارے مذہب میں ایسا کرنا منع ہے“

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر فرائض کی ادائیگی کی سختی سے سخت تاکید فرماتے۔ اور جزئیات و فروعیات میں بھی پابندی شریعت کا تاکید حکم دیتے تھے۔ اسی طرح محرمات اور مکروہات سے دور رہنے کا سختی سے حکم دیتے، اور معمولات زندگی میں ہر قسم کی ممنوعات شرعیہ سے باز رہنے پر سخت تاکید فرماتے تھے۔ ساز، طبلہ، مزامیر، سننا نا جائز سمجھتے تھے۔ خود بھی کبھی سماعت نہ فرمایا اور دوسروں کو بھی تاکید منع کیا۔ تماکو نوشی سے سختی سے روکتے، حرقہ، سگریٹ، بیٹری، ہرگار وغیرہ نہ پینے کی سخت تاکید فرماتے تھے۔ تماکو نوشی کرنے والے اور بے نمازی افراد کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانے یا ان کا جھوٹا کھانے سے بھی منع کرتے تھے۔ غرض جزئیات تک میں آپ حرام تو حرام، مکروہات تک سے بچنے اور پرہیز کرنے کی سخت تاکید فرماتے تھے۔ یہ وضو کے ساتھ مسواک ضرور فرماتے۔ حدیث ہے کہ کبر سن میں جب دانت نہیں رہے ہیں تب بھی آپ وضو کے ساتھ مسواک ضرور استعمال فرماتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی پابندی سے مسواک کرتے رہنے کا حکم دیتے تھے۔

**عورتوں کو احکام شریعت کا پابند بنانا** | عورتیں جاہل اور اکھڑ ہوتی ہیں۔ مگر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فضیل اور توجہ

سے سینکڑوں، ہزاروں عورتیں بے حد نیک اور پارسا بن گئیں۔ آپ عورتوں کو نماز روزے کے مسائل بتاتے اور پابندی کی سخت تاکید فرماتے۔ عورتوں کے مخصوص مسائل سے ان کو واقف کرتے۔ پاکی پلیدی، غسل و وضو، فرائض خانگی اور حقوق خاوندان کے احکام تفصیل سے ان کو بتاتے اور ان پر کار بند رہنے کی سخت تاکید کرتے۔ پرے کا حکم تاکید ہی طور پر دیتے اگر کوئی

عورت حکم شرعی کے مطابق لباس پہنے ہوئے نہ ہوتی تو اسے آپ کے سامنے آنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔

کشمیری عورتیں عام طور پر ایک لمبا کرتا پہنتی ہیں۔ اسی طرح دکن میں عورتیں صرف ساتھی باندھتی ہیں۔ دونوں جگہ نیچے سوار یا پاجامہ پہننے کا رواج نہیں ہے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تاکید فرماتے کہ ”نیچے شلوار ضرور پہنا کر و۔ عورت کو تو کفن میں بھی شلوار کا حکم ہے۔“ جو عورتیں صرف تہ بند باندھتی ہیں ان کو بھی شلوار پہننے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ ”یہ پردہ دار لباس ہے۔“

بعض عورتیں نصف آستین کی قمیص پہنے ہوئے سامنے آتیں تو تہنہہ فرماتے تھے۔ نواب ظہیر یار جنگ بہادر کی بیوی سے فرمایا ”تم کو ایک بالشت بھر کپڑا اور دستیاب نہ ہو جو آستین پوری کر لیں۔ عورتوں کے لئے بازو ننگا رکھنا حرام ہے۔ نیم آستین سے نماز نہیں ہوتی۔“ چنانچہ انہوں نے توبرہ کی کہ آئندہ ایسی قمیص نہیں پہنوں گی۔ سر ننگا رکھنے سے، ایسا باریک دوپٹہ اوڑھنے سے جس میں بال نمایاں ہوں اور باریک کپڑا پہننے سے بھی عورتوں کو منع فرماتے تھے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے احکام و فرامین پر عامل و کار بند ہو کر بعض عورتیں تو اپنے شوہروں سے زیادہ متقی اور صالح بن جاتی تھیں اور پھر اپنے خاوندوں کی کوتاہیوں کی شکایت حضور سے کرتی تھیں۔ بلوانہ ضلع جھنگ کی ایک مانی نے عرض کیا ”میرے سر کا کپڑا پلید ہے۔“ آپ نے فرمایا ”دھولے۔“ اس نے عرض کیا ”میرے دھونے سے پاک نہیں ہو سکتا۔“ آپ نے حاضرین سے دریافت کیا ”مانی جانگلیانی کیا کہتی ہے؟“ سب نے عرض کیا ہم نہیں جانتے۔ آپ نے مانی سے فرمایا ”محبت کے صابن سے دھو تو انشاء اللہ پاک ہو جائے گا۔“ وہ منت سماجت کر کے اپنے خاوند کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اس پر ایسی توجہ کی کہ وہ نماز روزے کا پابند بن گیا۔ چوری بدکاری سے بھی توبرہ کی۔ متقی اور دین دار بن گیا۔ قرآن مجید پڑھ کر مستقل پابند شریعت ہو گیا۔ آپ دوبارہ اس گاؤں میں تشریف لے گئے اور وہ مانی حاضر خدمت ہوئی تو آپ نے فرمایا ”الحمد للہ اب مانی کے سر کا کپڑا پاک ہو گیا ہے۔“

چند سال ہوئے میں نے اسی گاؤں بلوانہ میں نور محمد صاحب کی والدہ سے دریافت کیا ”مانی جی نماز پڑھتی ہو؟“ یہ مانی بہت ضعیف اور نابینا تھیں۔ ان کے پوتے پڑپوتے، نواسے پڑنواسے

پورا خاندان تھا۔ مانی نے جواب دیا۔ ”الحمد للہ! پابندی سے پڑھتی ہوں۔ میری تہجد بھی کبھی قضا نہیں ہوتی۔ میرے پیر کا حکم ہے ”جان جائے پر نماز نہ جائے“ پھر مانی نے کہا ”میرے پیر کی برکت سے مجھے ہر طرح کا آرام ہے۔ پیر کی توجہ سے میرے لڑکے لڑکیاں، پوتے پوتیاں سب میری خدمت میں حاضر رہتے ہیں۔ یہ مانی ہر وقت درود شریف پڑھنے میں مشغول رہتی تھی۔ اس کاؤل میں اور بہت عورتیں نماز، روزہ، تہجد، تلاوت، درود کی پابند تھیں۔

مثال کے طور پر میں نے ایک گاؤل کا نام لیا۔ ورنہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا فیض تو اس بڑے صغیر میں دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ سیالکوٹ، موضع بھوڑ پسیداں، موضع مہیس ضلع لائل پور وغیرہ میں لاتعداد بیبیاں اسی طرح اتباع شریعت و سنت میں سرگرم عمل رہتی تھیں۔ اکثر گھروں میں سحری کے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دن نکل آیا ہے، محلہ محلہ میں گہما گہمی نظر آتی ہے۔ رہتک، دہلی، آگرہ، پشاور، کوہاٹ، کوٹہ، کراچی، حیدرآباد دکن، بنگلور، میسور، نیل گڑھی، کڑک، مدراس، کشمیر وغیرہ ہر جگہ حضور کا فیض عام تھا۔ مردوں اور عورتوں کو ہزاروں کی تعداد میں آپ نے احکام شریعیہ کا پابند اور سنت نبویہ کا متبع بنا دیا۔ آج تک وہ لوگ اور ان کے گھر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے پکے مسلمان اور اچھے دیندار بنے ہوئے ہیں۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اہل سلسلہ فرماتے تو دیگر احکام اور پابندی شریعت کے اقرار کے ساتھ یہ حکم بھی دیتے کہ بے نمازی کے ہاتھ کا پکا یا ہوا کھانا کھانے سے پرہیز کرو۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ اپنی بیبیوں اور گھر کی عورتوں کو صوم و صلوٰۃ کی تاکید کرتے۔ چنانچہ کتنی ہی عورتیں اس طرح راہ راست پر آگئیں۔ اور نماز روزے کی پابندی بن گئیں۔ گھر کی عورتوں کا پابند شریع ہونا دوسرے افراد خانہ پر اچھا اثر ڈالتا ہے۔ اس لئے ان کے اچھے کردار سے دوسروں کی اصلاح ہوتی اور خاندان کے خاندان اسلامی زندگی کا اچھا نمونہ بن جاتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ یارانِ طریقت کو پابند شریعت

**یاروں کو پابند شریعت و سنت بنانا**

و سنت بنانے میں خصوصی توجہ صرف فرماتے تھے۔ اور یہ

فیضان و توجہ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی بدستور جاری رہا۔ خطا کاروں اور گناہگاروں پر حضور اور زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ اور حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے ان کا دین اور دنیا سدھ جاتی تھی۔

مثال کے طور پر بعض واقعات لکھے جاتے ہیں۔

بنگلور میں سیٹھ یونس صاحب نے اور میں نے فجر کی نماز حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جماعت سے ادا کی۔ سیٹھ صاحب نے نماز کے بعد میرے کان میں کچھ کہا۔ آپ نے آواز سنی تو دریافت فرمایا ”اختر کون ہے“ میں نے عرض کیا سیٹھ یونس۔ فرمایا ”الحمد للہ! رب تعالیٰ نے میری مدت کی آرزو پوری کی۔ اور دعائیں قبول فرمائیں۔ کہ سیٹھ صاحب نماز جماعت سے پڑھا کریں۔“ سیٹھ صاحب نے دوڑ کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں پکڑ لیے۔ اور رو رو کر عرض کرنے لگے ”حضور! میں عہد کرتا ہوں کہ اُسندہ ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھا کروں گا۔“ ارشاد فرمایا ”اسی لئے تو کہتا ہوں کہ آج رب تعالیٰ نے میری دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا ہے۔“ معلوم ہوا کہ حضور طویل عرصے تک بھی اصلاح احوال کے لئے توجہ اور دعائیں مصروف رہتے تھے۔ تاکہ یارانِ طہارت کی عاقبت سدھ جائے۔

ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی منشی احمد دین صاحب کو ایک پیر صاحب کی خدمت میں کسی کام سے بھیجا۔ منشی صاحب کو وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ پیر صاحب نے ارٹھی منٹے کو مرید نہیں کرتے۔ واپس آئے تو انھوں نے حضرت سے یہ بات عرض کی۔ ارشاد فرمایا۔ ”یہ کیا کمال ہے! اگر گھر ہی سے ارٹھی رکھ کر آیا تو پیر کو کیا ملا۔ نہ رکھنے والے کو ارٹھی رکھائے گا تو پیر کو ثواب ملے گا۔ اتباعِ شریعت نہ کرنے والے کو شریعت کے راستے پر لگائے گا تبھی تواجب کا مستحق بنے گا۔“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اسی پر عمل تھا۔ اور آپ نے لاکھوں لاکھوں کو اتباعِ شریعت و سنت کی صراطِ مستقیم پر گامزن بنا دیا تھا۔

محمد یعقوب صاحب جندو والے کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں آکر حکم دیا کہ محمد اسلم کو منع کرو۔ یہ عادتِ برکت

خواب میں تنبیہ فرمانا

نہیں بری ہے۔ انھوں نے محمد اسلم صاحب سکند ڈسکہ کو حکم پہنچایا۔ تو انھوں نے کہا ”میں بہت زیادہ تھکن کی وجہ سے تین دن سے عشا کی نماز چارپائی پر پڑھ رہا ہوں۔ آئندہ کے لئے توبہ کرتا ہوں۔ اللہ معاف فرمائے۔“

## سید اکبر شاہ کو دارِ ٹھی رکھوانا

سید اکبر شاہ صاحب سکنہ مومدی پور مدینہ ضلع گجرات کو  
حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار ہدایت فرمائی کہ

”دارِ ٹھی رکھو۔“ مگر وہ جوان تھے خیال نہ کیا۔ تاآنکہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا۔ اور  
وہ حضور کی ہدایت بھی بھول گئے۔ ایک وزیر ایک درویش جس سے پہلے کوئی تعارف نہ تھا، کراچی سے ان  
کا پتہ معلوم کرتا ہوا آیا۔ اور ان کا ہمان بنا۔ وہ درویش تین ماہ سے زیادہ اکبر شاہ صاحب کے یہاں  
ٹھہرا رہا۔ اس دوران اس نے بار بار ان سے دارِ ٹھی رکھنے کو کہا۔ مگر اکبر شاہ صاحب نے کوئی توجہ  
نہ کی۔ ایک دن اس درویش نے کہا ”مجھے اجازت دو، میں جانا ہوں۔“ اکبر شاہ صاحب نے اور زیادہ  
قیام پر اصرار کیا۔ تو اس نے کہا کہ ”مالک مجھ پر ناراض ہوتے ہیں کہ تو تین چار ماہ سے حرام کھا رہا  
ہے۔ جس کام کے لئے تجھے بھیجا تھا وہ تو نے اب تک نہیں کیا۔ تیرے یہاں رہنے کا کیا فائدہ ہے۔“  
اکبر شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ ”کون مالک اور کیسا کام۔ میں تو کچھ نہ سمجھا۔“ اس نے کہا  
”بات بتانے کی نہیں ہے۔ میں مجرم بنوں گا۔“ اکبر شاہ صاحب نے بہت اصرار کیا تو اس  
نے جواب دیا۔ ”آپ کے پیر صاحب نے مجھے کراچی سے آپ کو دارِ ٹھی رکھوانے کے  
لئے یہاں بھیجا تھا۔ آپ دارِ ٹھی نہیں رکھتے۔ وہ مجھ پر ناراض ہوتے ہیں۔“ اکبر شاہ کہتے تھے کہ  
یہ سن کر مجھے غش آنے لگا۔ کہ کم سجت! حضور کو اب بھی تیری دارِ ٹھی کا اتنا خیال ہے۔ انھوں نے  
درویش کے سامنے قسم کھائی۔ کہ آج کے بعد کبھی دارِ ٹھی کو قینچی بھی نہیں لگاؤں گا۔

شاہ صاحب اس درویش کو لے کر علی پور شریف حاضر ہوئے۔ تو اس درویش نے  
مجھ سے کہا کہ ”حضرت اب بھی تبلیغ کا کام اسی طرح انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے میری  
ڈیوٹی اکبر شاہ صاحب پر لگائی تھی۔ ورنہ میں تو نہ ان کو جانتا تھا نہ ان کے گاؤں سے واقف  
تھا۔“ اتنے میں کھانا آگیا۔ سائیں صاحب سے کھانے کو کہا گیا تو آپ نے کہا کہ ”مجھے تو حضرت  
نے حکم دیا ہے کہ ماش کی دال کھاؤ۔ اور وہ دسترخوان پر نہیں ہے۔ اس لئے میں کھانے میں شامل  
نہیں ہوتا۔“ میں بہت حیران ہوا کیا کروں۔ مگر دیکھا تو روٹیوں کے نیچے ماش کی دال موجود تھی۔ میں  
نے ان سائیں صاحب کے سامنے پیش کر دی۔ چنانچہ وہ کھانے میں شامل ہوئے۔ مگر صرف وہ دال  
کھائی۔ کسی اور کو دال کو ہاتھ نہ لگانے دیا اور خود کسی اور کے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔



# پیران عظام اور سادات کی خدمت

## پیرخانہ کا احترام

اپنے شیخ طریقت حضرت قبلہ و کعبہ بابا فقیر محمد صاحب چورہی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جیسا احترام فرماتے تھے اس کی مثال کم ملتی ہے۔ جب چورہ شریف حاضری دیتے تو اسٹیشن سے چورہ شریف تک پیدل تشریف لے جاتے اور پیدل ہی اسٹیشن واپس آتے تھے۔ شیخ عبدالشکور صاحب (ولد شیخ عبدالغفور صاحب) الہوی بیان کرتے تھے کہ چورہ شریف کی حاضری میں ایک بار میں بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہم رکاب تھا۔ چورہ شریف کی زمین میں داخل ہونے سے قبل آپ نے جو تار لیا اور جب تک وہاں قیام رہا جو تار نہیں پہنا۔ حالانکہ سخت سردی کا موسم تھا۔ "مستری علم دین صاحب (ساکن مرڑچک ۲۲ متصل سالگلہ ہل) نے بیان کیا کہ: حضور فرماتے تھے کہ میں اپنے پیرخانہ میں کبھی جو تار پہن کر نہیں جاتا۔"

میرے بچپن کا واقعہ ہے یہی حضرت عموی سجادہ نشین ثانی مدظلہ العالی کے ہمراہ چورہ شریف حاضر ہوا۔ اس وقت میں نے کلاہ پر طرہ دار لگڑی باندھی ہوئی تھی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ زمین چورہ شریف سے باہر استنجے کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں سامنا ہوا۔ میں نے سلام کر کے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو آپ نے اپنے ہاتھ کھینچ لئے۔ اور فرمایا "پیرخانہ میں اس طرح نہیں آیا کرتے۔ پیرخانہ میں ننگے سر ننگے پاؤں حاضر ہونا چاہیے۔" چنانچہ میری لگڑی اتروادی۔ کلاہ اور صافے کو جدا کروایا۔ پھر مجھے دست بوسی کا شرف حاصل کرنے کی اجازت دی۔

## پیرخانے کے درویشوں کی خدمت

حضرت قبلہ بابا حاجی رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی آپ کے یہاں ہوئے تو حضور نے ان کے ہمراہی درویشوں کی ایسی خدمت کی کہ باید و شاید۔ سب درویش بے حد خوش اور مطمئن واپس جاتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خدمتِ خلق کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ

ع خدمت از رسم و رہ پیغمبری است۔ حضرت قبلہ باباجی صاحب قدس سرہ العزیز تو آپ کے شیخ طریقت تھے ان کی خدمت سبھی سے بڑھ چڑھ کر فرماتے تھے۔ بہتر سے بہتر کھانے پکواتے۔ اور خود کھڑے ہو کر حضرت باباجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو کھلاتے۔ حدیہ کہ حضرت باباجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہی درویشوں کے خود ہاتھ دھلاتے۔ خود دسترخوان لگا کر کھانا پیش کرتے۔ اور کھڑے ہو کر خود کھلاتے تھے۔ اسی طرح ان کی تمام دوسری ضروریات اور آرام کا خیال رکھتے تھے۔

حافظ مہر دین صاحب حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص تھے۔ ان کو حلوا بہت مرغوب تھا۔ حضور کرڑا ہی بھر کر ان کے لئے حلوا تیار کراتے۔ اور اس میں بافراط میوے (بادام، پستہ، چار مغز، وغیرہ) ڈلو کر اسے زیادہ سے زیادہ لذیذ بنواتے تھے۔ اور وہ ساری کرڑا ہی حافظ صاحب کی خدمت میں پیش کرتے۔ وہ بہت خوش ہوتے اور خوب کھاتے اور دعائیں دیتے تھے۔

ایک بار حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علی پور سیداں تشریف لے جانے کی درخواست کی۔ حضرت باباجی صاحب نے انکار فرما دیا۔ حضور نے سائیں حافظ مہر دین صاحب سے کہا کہ ”حضرت علی پور سیداں تشریف لے جانے پر راضی نہیں ہیں۔“ سائیں صاحب نے حضرت باباجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا۔ انھوں نے ارشاد فرمایا ”اس شرط پر سبب بتاتا ہوں کہ تم شاہ صاحب کو نہ بتانا۔“ ساتھ ہی ان سے یہ الفاظ کہلوئے کہ ”اگر میں شاہ صاحب کو بتاؤں تو جہنم میں جاؤں۔“ مگر حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سبب معلوم کر کے باہر آ کے انھوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے کہہ دیا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا منشاء مبارک معلوم کر کے اس کا تدارک کیا۔ آخر حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ علی پور سیداں آنے پر راضی ہو گئے۔ مگر سائیں صاحب سے فرمایا کہ تم نے تو قول دیا تھا کہ اگر میں شاہ صاحب کو بتاؤں تو جہنم میں جاؤں۔ پھر بھی تم نے بتا دیا۔“ سائیں صاحب نے جواب دیا ”میرا کیلے کا کیا ہے۔ حضور کی اور شاہ صاحب کی وجہ سے اتنی مخلوق جہنم سے بچ جائے، اور میں اکیلا جہنم میں چلا جاؤں“

تو کیا مضائقہ ہے؟ حضرت بابا جی صاحب ان کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا: ”تو بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔“

حضرت قبلہ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادگان میں سے کوئی بھی

## صاحبزادگان چورہ شریف کی خدمت

جب علی پور سیداں تشریف لاتے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کا کمال احترام اور بزرگی داشت فرماتے۔ کوشش فرماتے کہ وہ آپ کی مسند پر تشریف رکھیں۔ وہ باوجود اصرار کے بھی مسند پر بیٹھتے تو آپ بھی مسند سے الگ ہو کر تشریف رکھتے۔ اسی طرح صاحبزادگان کے قیام علی پور کے زمانے میں ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کو کھانا کھلاتے اور خود بھی شریک ہوتے تھے۔ عرس شریف کے دنوں میں صاحبزادگان میں سے کوئی صاحب تشریف لاتے تو آپ ان سے اجلاس کی صدارت کرواتے اور دوسرے یارانِ طریقت کو چھوڑ کر ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے۔ واپسی پر ان کی خدمت کرتے، تحفے دیتے اور نذرانہ پیش فرماتے تھے۔ اسی طرح چورہ شریف کے درویشوں بلکہ باشندوں میں سے اگر کوئی علی پور سیداں آجاتا تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس کی خوب خاطر مدارات فرماتے اور احترام کرتے تھے۔ وہ واپس جانے لگتے تو ان کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتے۔ نقد نذرانہ اور تحفے پیش فرماتے تھے۔ حضرت قبلہ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارک میں جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ چورہ شریف حاضر ہوتے، تو دورانِ قیام کپڑے، نقدی، تحفے پھل وغیرہ جو آپ کے پاس ہوتے تھے سب خدمتِ شیخ میں پیش کر دیتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے پاس واپسی کا کرایہ بھی نہ رہتا تھا۔

ایک دفعہ کسی معاملے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عموی شمس الملّت صاحب مدظلہ (سجادہ نشین ثانی) سے ناخوشی کے ساتھ فرمایا کہ ”یہ جو کچھ ہے میرے پیر کا صدقہ ہے۔ حتیٰ کہ رزق بھی انھی کے صدقے میں ملتا ہے اور لوگ پیرخانہ کا احترام نہیں کرتے“ حضرت شمس الملّت مدظلہ نے حقیقتِ حال بیان کی اور بتایا کہ یہاں کسی نے ایسی کوئی بات نہیں کی جس میں پیرخانہ کی سرمو مخالفت کا تصور کیا جاسکے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مطمئن ہو گئے تو آپ نے فرمایا ”تم خود چورہ شریف جا کر ساری بات بناؤ اور صفائی کرو“ چنانچہ اس معاملے کی اصلاح او

غلط نہیں کو دور کرنے کے لئے حضرت شمس الملت مدظلہ کو چورہ شریف جانا پڑا۔

پیر صاحب مانگی شریف اور پیر صاحب گولڑہ شریف | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ  
مشایخ عظام، علمائے کرام اور

سادات کے اعزاز و احترام کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ ایسے بعض واقعات اس کتاب میں بھی  
آئیں گے جہت پیر صاحب مانگی شریف رحمۃ اللہ علیہ کے علی پور سیداں تشریف لانے اور حضرت قبلہ عالم  
رحمۃ اللہ علیہ کا ان کی خاطر مدارات میں اہتمام فرماتے کا حال ”تحریر قیام پاکستان“ میں تفصیل  
سے آئے گا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (گولڑہ شریف) سے بھی آپ کے بیچہ خصوصی  
مراسم تھے۔ ”رؤ مرزائیت“ میں ان کا ذکر خیر آئے گا۔ حضرت صاحبزادہ پیر غلام محی الدین صاحب  
سجادہ نشین گولڑہ شریف حج کو گئے تو حضور بھی تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ وہاں ہر  
مقام اور ہر موقع پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تواضع اور مدارات فرمائی۔ جب وہ حضرت  
قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لائے ہیں تو ہم سب نے ان کی ضیاء  
کی عزت حاصل کی۔

حضرت صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب | جب حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز ۱۹۴۹ء  
میں حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے

ہیں تو حضرت صاحبزادہ سید غلام محی الدین صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف بھی حج کے لئے گئے ہوئے تھے  
مکہ شریف میں دونوں کے معلم بھی عبدالحسن صاحب تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان  
کی دعوت کی تو ان کے تمام ساتھیوں کو بھی بلایا۔ انہوں نے بہت اصرار اور عذر کیا کہ میرے ساتھ  
بہت آدمی ہیں۔ آپ اتنی تکلیف نہ فرمائیں۔ مگر حضرت نہ مانے۔ عادت کے مطابق نہایت پرکھف  
کھانے پکوانے اور خوب اہتمام سے کھلائے۔ مزید اصرار کیا کہ آپ ہر روز میرے ساتھ کھانا کھایا  
کریں۔ اس پر حضرت سجادہ نشین صاحب گولڑہ شریف نے معذرت کی اور فرمایا میرے ساتھی سخت  
بدول ہوں گے۔ اس لئے یہ التزام نہ فرمائیے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مان گئے۔ مگر روزانہ  
کھانا۔ پھل۔ مٹھائی وغیرہ ان کی فرودگاہ پر بھجوتے رہے۔ منی میں دونوں حضرات کے خیمے قریب  
قریب ہی تھے تو حضرت تہجد کے وقت قہوہ بھی بھجوا کرتے تھے۔ غرض محبت و شفقت کا وہ

بے مثال نمونہ نظر آتا تھا کہ باید و شاید حضرت سجادہ نشین گوڑہ شریف نے واپس آکر یہاں مختلف صحبتوں میں ان مداراتوں کا تشکر کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ رجب علی ساکن بلوآنہ راوی ہے کہ ایسی ہی ایک صحبت میں انہوں نے فرمایا کہ حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ پر میرے باپ سے بھی زیادہ شفقت فرمائی ہے۔

حضرت حمزہ رفاغی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے بڑے خصوصی مراسم تھے۔ مدینہ منورہ میں ان دونوں بزرگوں کے ساتھ خاطر مدارات، دعوت و ضیافت اور تحفہ تحائف کے جو واقعات گزرتے رہتے تھے، ان کا مختصر بیان ”حج و زیارت“ کے باب میں آئے گا۔

حضرت نقیب الاشراف  
(بغداد شریف) کے بھائی

بغداد شریف کے ایک بزرگ کی تواضع و مدارات

ہندوستان کی سیاحت کے لئے تشریف لائے تھے۔ بمبئی کے قیام کے دوران حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملاقات کر چکے تھے۔ جب وہ میسور آئے تو ایک ہوٹل میں قیام فرمایا۔ انہی دنوں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بھی میسور تشریف لے گئے۔ آپ کو علم ہوا تو ان سے ملنے ہوٹل تشریف لے گئے۔ ساتھ میں یارانِ طریقت بھی تھے۔ پھل، پھول، مٹھائی وغیرہ پیش کی۔ اور باصران کی دعوت فرمائی۔ اس دعوت کے لئے ان کے شایانِ شان بڑے خصوصی اہتمامات کئے گئے تھے۔ جب وہ میسور سے واپس جانے لگے ہیں تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی مشالعت فرمائی اور شہر میسور کے دروازے تک ان کو رخصت فرمایا۔

اسی طرح آپ سادات کا خاص طور پر احترام فرماتے تھے۔  
سادات کا احترام | اس میں شیعہ سنی کی تفریق بھی نہ تھی۔ برادرِ عزیز سید

نذر حسین سلمہ کی برات میں ساری برادری کے سادات مدعو تھے۔ اور بھی بہت سے معززین اور مہمان جمع تھے۔ آپ نے ان سب مہمانوں سے فرمایا۔ آج میں اپنی برادری کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤں گا۔ جب سب دسترخوان پر بیٹھ گئے تو ہم سب کو حکم دیا کہ ”تم سب کے ہاتھ دھلاؤ اور خود ساری برادری کو کھانا کھلاؤ۔“ آپ خود ساتھ بیٹھ گئے۔ برادری نے احتجاج کیا اور کہا کہ

ہم صاحبزادگان کو ہاتھ نہیں دھلانے دیں گے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جی تو میرا یہ چاہتا تھا کہ میں خود آپ سب کے ہاتھ دھلاتا۔ اور آپ کی خدمت کرتا۔ مگر آپ کو معلوم ہے کہ میں معذور ہوں۔ آپ سب سے عذر خواہ ہوں۔“

ایک بار نواب صاحب ممدوٹ وزیر اعلیٰ پنجاب کی آمد پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کسی ناراضگی کے باعث علی پور سیداں سے چلا جانا چاہتے تھے۔ کوٹہ کے لئے سیدٹ محفوظ کرا لی گئی تھی۔ میں نے برادری کے سادات سے درخواست کی کہ وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کریں۔ سب حاضر خدمت ہوئے تو تھوڑی دیر حضور ان سے خوش طبعی فرماتے رہے کہ میں نے تو ٹکٹ خرید لیا ہے۔ میں سب کو مطلع کر چکا ہوں۔ مگر کہنے سننے پر آپ نے سفر کا ارادہ ملتوی فرما دیا۔ ان سب نے شکریہ ادا کیا تو آپ نے فرمایا: ”شاہ صاحب! جب سے آپ لوگ یہاں آئے اسی وقت سے میں نے رکنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ کیونکہ میں نے ساری زندگی کسی سید کا کہنا رد نہیں کیا۔“

حضرت مولانا سید ضیا جعفری قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ  
 (پشاور) نے پروفیسر محمد طاہر فاروقی کو اپنا یہ واقعہ کئی

## بابائے پیچھے قرآن مجید ہے

دفعہ سنایا تھا کہ ”میری نوجوانی کا زمانہ تھا۔ دارُحیٰی مونچھ منڈاتا تھا۔ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پشاور تشریف لائے تو مجھے ملاقات کا اشتیاق ہوا۔ حضور کے پاس اس وقت بھی حسبِ دستور بہت اجتماع تھا۔ میں حاضر ہوا۔ حضور نے میرے اور میرے خاندان کے تمام حالات دریافت کئے اور مجھے اپنے سامنے ہی بٹھا لیا۔ کمرے میں ہجوم تو تھا ہی، اتنے میں ایک بڑھا آیا۔ اور حضرت سے دست بوس ہو کر میرے اور حضرت کے درمیان بیٹھ گیا۔ حضرت نے اس سے پنجابی میں فرمایا ”بابا! دیکھ تیرے پیچھے قرآن مجید ہے۔“ اس نے پلٹ کر ہر طرف نظر ڈالی کہیں قرآن مجید نظر نہ آیا تو پھر میری طرف بیٹھ کر کے بیٹھ گیا۔ حضرت نے دوبارہ تاکیداً ایسے ہی الفاظ فرمائے۔ اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ پھر ویسے ہی بیٹھ گیا۔ تیسری بار حضرت نے ذرا ناگواری کے لہجے میں فرمایا ”دیکھتا نہیں پیچھے سید بیٹھا ہوا ہے۔“ اب اس بڑھے نے بات سمجھی اور میرے آگے سے ہٹ کر ایک طرف ہو بیٹھا۔“

## میجر سید مبارک علی شاہ صاحب کی تواضع

۱۹۲۳ء میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ میں بھی میسور میں تھا کہ میجر سید

مبارک علی شاہ صاحب میسور آئے اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان سے بڑے احترام کے ساتھ بغل گیر ہوئے۔ ان کی مدارات فرمائی۔ اور یاروں میں سے ایک سیٹھ صاحب کو کار لانے کا حکم دیا۔ پھر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم شاہ صاحب کے ساتھ جاؤ اور انہیں سارے میسور کی سیر کراؤ۔ ہم عصر تک سب جگہ گھومتے دیکھتے پھرے۔ اس کے بعد میجر صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ ”مجھے اسی وقت کی گاڑی سے واپس جانا ہے۔ اس لئے مجھے اسٹیشن پہنچا دو۔ میرا آدمی سامان لے کر پہنچ چکا ہوگا“ میں انہیں اسٹیشن پہنچا کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس واپس آیا۔ تو دریافت فرمایا ”شاہ صاحب کہاں ہیں“ میں نے تفصیل عرض کی۔ ارشاد فرمایا ”سارے دن انہوں نے کچھ نہیں کھایا۔ تمہیں چاہیے تھا کہ ان کو ساتھ واپس لاتے“ اسی وقت برتنوں میں — کھانا جمع کیا گیا اور تیار ہو گیا تو مجھے حکم دیا کہ فوراً شاہ صاحب کے پاس لے جاؤ۔ ان کا تو روزہ ہو گیا! — کچھ برس ہوئے ایک بار میجر مبارک علی شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ کسی گھنٹے ساتھ رہا۔ اس دوران برابر شکر و امتنان کے ساتھ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کرتے رہے۔ ایسے ہزاروں واقعات ہیں جو سب کے سب ضبطِ تحریر میں نہیں آسکتے۔ دیگر ابواب کی طرح یہاں بھی اختصار ملحوظ ہے۔ حضرت قبلہ رحمہ کے اس خصوصی وصف کی ایک جھلک بھی کافی ہے۔ ”دانا را اشارہ بس است۔“

## حج و زیارت

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اتنے زیادہ حج کئے ہیں کہ کسی کو بھی ان کی تعداد معلوم نہیں۔ صرف اتنا علم ہے کہ آپ نے سب سے پہلا حج ۱۳۱۰ ہجری میں کیا تھا۔ بعض سال ایسے گزرے ہیں کہ آپ حج و زیارت کے لئے نہ جاسکے، ورنہ آپ ہمیشہ ذہنی طور پر تیار رہتے

تھے۔ البتہ ادھر سے بلاوے کا انتظار ہوتا تھا۔ جب تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہ ہوتا آپ روانگی کا ارادہ نہ فرماتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کنجی برادرِ روضہ مقدس حضرت کو تحریر کرتے کہ ”مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ آپ ہمسال پھر حاضر ہوں گے۔“ یا کبھی خود حضور کو ہی بشارت ہوتی، تو آپ فوجاً حرمین الشریفین کے لئے روانہ ہو جاتے۔

فضل ان کا ہے کرم ان کا ہے احساں ان کا

دل بیتاب ہوا دید کا خواہاں ان کا

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تھا کہ میں پہلی مرتبہ ۱۳۱۰ ہجری میں گیا تھا۔ جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پہلی دفعہ حج کو تشریف لے گئے ہیں تو جاتے ہوئے مہیٹی تاجدہ بھری جہاز کا کرایہ پانچ روپے اور واپسی میں بھری جہاز کا کرایہ سات روپے تھا۔ آج یہ معمولی رقمیں پڑھ سُن کر موجب حیرت ہو گا۔ مگر اس سے یہ اندازہ ممکن ہے کہ پانچ روپے کے لئے کتنے کم تھے۔ اگر کوئی شخص پوچھتا کہ آپ نے کتنے حج کئے ہیں تو فرماتے کہ ”میں نے گنتی کے لئے حج نہیں کئے، اللہ کے لئے کئے ہیں۔ اللہ جل شانہ بلا تے رہے میں حاضر ہوتا رہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کشش مجھے لے جاتی رہی“ یہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی کا حصہ تھا کہ آپ نے مدتِ العمر میں اور پھر ضعیفِ العمری اور بیماریوں کی حالت میں لا تعداد حج کئے۔ مشکل ہے کہ کسی اور کو اتنی تعداد میں حج نصیب ہوئے ہوں!

بعض دفعہ ایسے اچانک ارادہ فرمایتے کہ کسی قسم کی تیاری

اچانک عزم حج فرمالینا

اور سامانِ ظاہری ہے نہیں، اور حاجی بوٹا صاحب کو حکم ہو گیا کہ بستر باندھو اور چل پڑو۔ ایک دفعہ حضور میں ایک مجلس میں کسی نے یہ شعر پڑھا۔  
 ڈبویا مجھ کو ہمت نے نہ پہنچا طے طیبہ تک۔ یہ جھوٹا دمِ محبت کا ”مدینہ آرزو دارم“  
 حضرت بوٹا صاحب مرحوم درویش کو، جس نے حضور کی رفاقت میں سب سے زیادہ حج کئے ہیں، حکم ہوا کہ آج ہی چلو۔ اس نے عرض کیا، ”اس وقت نہ تو پیسہ پاس ہے اور نہ ہی کوئی اور سامان۔ گھر سے ہو کر چلیں گے۔“ ارشاد فرمایا  
 پلے خرچ نہیں بندھئے پنچھی تے درویش۔ جنھاں تقویٰ رب ااونھاں زرق ہمیش



ہم اللہ تعالیٰ کے ہمان ہیں۔ آج ہی چلو۔ گھر بھی اطلاع مت کرو۔ بس قصور ہی سے راستہ بمبئی روانہ ہو گئے۔ اور عادت مبارک کے مطابق بے دریغ خرچ فرماتے رہے۔ ایک دفعہ مجھے علم ہوا کہ حضور اچانک حج کے ارادے سے روانہ ہو گئے ہیں میں ڈرتا ہوا اسٹیشن پہنچا۔ مجھ سے فرمایا ”میرا اور بڑا کا بمبئی کا ٹکٹ خرید دو۔“ میں نے عرض کیا ”میں پیسے لے کر نہیں آیا۔ اسٹیشن ماسٹر سے پوچھتا ہوں۔ وہ ٹکٹ ادھار دیدے، تو گھر سے اسے روپیہ بھجوا دوں گا۔“ علی پور سیداں کے ہندو اسٹیشن ماسٹر سے میں نے صورت حال بیان کی تو اس نے ٹکٹ دیدیے۔ حضور کو ریل میں سوار کرانے کے بعد میں گھر آیا تو میں نے اسٹیشن ماسٹر کو روپیہ بھجوایا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بمبئی پہنچے تو وہاں سے مجھے گیارہ سو روپے ارسال کئے۔ اور یہ ہدایت لکھ کر بھیجی کہ میں حج کو جا رہا ہوں۔ اس رسم سے میرے تمام قرضے ادا کر دو۔

۱۹۱۶ء کی بات ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل دورہ کے بعد لاہور مسجد پٹولیاں میں فرودکش تھے۔ سردی کا موسم تھا

حضرت حافظ پبلی بھتی کی نعتیہ غزل پر  
فوزا حج کے لئے روانگی

اور آپ کو شدید بخار تھا۔ میر ہدایت اللہ صاحب مرحوم پرنسپل میڈیکل کالج امرتسر، میر حبیب اللہ صاحب اور حافظ انور علی صاحب مرحوم رہتگی حج آپ کے پاس تھے۔ اتنے میں خادم نے اطلاع کی کہ حضرت حافظ پبلی بھتی سلام کو آئے ہیں۔ حافظ صاحب برصغیر کے مشہور نعت گو شاعر تھے۔ حافظ ذلیل الدین آپ کا نام اور حافظ تخلص تھا۔ پبلی بھیت (دیوبند) میں آنری مجسٹریٹ تھے۔ آپ کی نعتیہ غزلوں کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا ”فوزا بلاؤ“ حالانکہ آپ لہاف اوڑھے ہوئے تھے اور کیکسی طاری تھی۔

شیخ عبد الشکور صاحب لاہوری کا بیان ہے کہ ”میں بھی اس وقت حاضر تھا۔ آپ نے حافظ صاحب سے فرمایا ”آپ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نعتیں لکھتے ہیں۔ افسوس کہ بیماری کی وجہ سے آپ کا استقبال نہ کر سکا“ پھر دریافت فرمایا ”حافظ صاحب کوئی تازہ نعت لکھی ہے“ حافظ صاحب فوزا دوزانو ہو بیٹھے۔ بیاض کھولی

اور نعت شروع کی۔ مطلع تھا۔

زائرؤں کی بھیڑ بہوروضہ تراہوئیں نہوں۔ ولے ناکامی کہ اک خلق خدا ہوئیں نہوں  
مطلع بے پناہ تھا، سب محظوظ ہوئے۔ حضرت نے فرمایا مکرر پڑھو۔ دوتین بار سماعت فرمایا۔  
اور لحاف چہرہ مبارک سے دور کر دیا۔ حافظ صاحب نے دوسرا شعر پڑھا۔  
صدقے اس روضے کے جس پر سے دل سے جان سے۔ اک جہاں اک خلق اک عالم خدا ہوئیں نہوں  
اب تو حضور نے بے ساختہ لحاف جسم پر سے اتار دیا۔ ہم سب ڈر رہے تھے کہ کہیں سردی نہ لگ  
جائے۔ حافظ صاحب نے تیسرا شعر پڑھا۔

میں وہ ردّ خلق ٹھیرا ہوں کہ بزم شاہ میں۔ انس ہو جن ہو فرشتہ ہو۔ پورا ہو میں نہوں  
اب تو حضور اٹھ کر اس طرح بیٹھ چکے تھے کہ گویا بخار تھا ہی نہیں۔ ہم سے پسینہ جاری تھا،  
بے اختیار د ا دوے رہے تھے اور کیفیت طاری تھا۔ جب حافظ صاحب نے یہ شعر پڑھا۔  
میں ہاں ہوں وہ دہاں ہوں یا ہوں پر یہ نہو۔ شاہ کے دربار میں چرچا مرا ہو میں نہوں  
تو حضرت بے تاب ہو گئے۔ اور اک دم حجرہ سے مسجد میں تشریف لے آئے۔ اور حاجی بوٹا کو  
حکم دیا ”جلد اسباب باندھو۔ اور مدینہ شریف چلو“ جہاں پر سوار ہوتے وقت بھی یہ  
مصرع زبان پر جاری تھا ”شاہ کے دربار میں چرچا مرا ہو میں نہوں“

۱۹۴۲ء کا سفر حج

۱۹۴۲ء میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ گجرات سے علی پور سید  
تشریف لائے۔ بہت سے یاران طرقت کے ساتھ میں بھی

اسٹیشن پر حاضر تھا۔ فرمایا ”اختر! چلو تم کو بھی حج کرا لائیں“ میں نے ولی مسرت سے  
شکر گزار ہوتے ہوئے عرض کیا ”بہت اچھا“ فرمایا ”میں کل دس بجے لاہور  
جاؤں گا۔ تم پر سوں آ جانا۔ میں تمہارا ملکٹ کراچی کا لاہور سے خریدوں گا“ اور صورت  
یہ تھی کہ نہ تو میرے پاس خرچ کا انتظام تھا نہ حضرت کے پاس۔ حضرت قبلہ عمومی الحاج حافظ  
سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی نے مجھے سفر حج کے لئے سات سو روپے عطا فرمائے۔  
کچھ رقم میرے پاس تھی۔ اگلے دن لاہور حاضر خدمت ہوا تو عبدالعزیز درویش نے حضور  
سے پوچھ کر مجھے چھ سو روپے دیے۔ حاجی بوٹا درویش سمیت ہم دو کے روز کراچی روانہ ہو گئے۔

دوران سفر حضور جو کچھ عطا فرماتے ہیں بے گنے جیب میں ڈال لیتا۔ اور جب خرچ کا حکم دیتے خرچ کرتا رہتا۔ کئی بار آپ نے دریافت فرمایا ”کیا باقی ہے“ میں عرض کرتا ”نہ گن کر لیتا ہوں، نہ گن کر دیتا ہوں، بس قسیم ارشاد کرتا ہوں“ واپسی پر جہاز میں سوار ہونے کے بعد فرمایا ”گن کر بتاؤ اب کیا باقی ہے“ شمار کرنے پر پتہ چلا کہ ایک سو پچپن روپے دس آنے بچے ہیں۔ فرمایا ”الحمد للہ! کراچی سے علی پور تک کے ٹکٹ آجائیں گے“ میرا اندازہ ہے کہ اس سفر میں ہزاروں سے زیادہ خرچ ہوئے ہوں گے۔ علی پور سیدیاں کے اسٹیشن پر پھر دریافت کیا ”کیا بچا ہے“ میں نے عرض کیا ”صرف دس آنے“ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ”الحمد للہ! اس کے لاکھ پتے جس کا کام چلے“

اللہ تعالیٰ دیتے تھے آپ خرچ کرتے تھے۔ خرچ کرنے والوں کو ہی ملتا ہے۔ جو لے کر دیتے نہیں انہیں پھر کون دیتا ہے!!

حضرت قبلہ عمومی الحاج حافظ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ  
 خوشنودی مزاج کا اظہار ہمیشہ حج سے واپسی پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی پیشوائی

کے لئے کراچی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۴۲ء میں بھی حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے جہاز میں بھی آپ ہی پہنچے۔ دست بوسی کے بعد مزاج پرسی کی تو حضور نے فرمایا ”مردہ گیا تمہارا زندہ آیا ہوں“ پھر کہا ”میری زندگی میں یہ پہلا سفر ہے کہ آخر نے مجھ سے یہ نہیں کہا کہ پیسے ختم ہو گئے ہیں میں جس جگہ خرچ کرنے کو کہتا یہ فراخ دلی سے خرچ کرتا۔ اس وجہ سے میرا دل خوش رہا اور خون بڑھتا رہا۔ حضرت قبلہ عمومی صاحب مدظلہ نے فوراً کہا ”میں آپ کی خدمت کے صلہ میں آخر کو دوسرے حج کے لئے دو ہزار روپیہ بطور انعام دیتا ہوں“ چنانچہ آنجناب نے حسب وعدہ بندہ کو ۱۹۴۶ء میں دو ہزار روپیہ عطا کیا تو میں ایک دفعہ پھر حرمین الشریفین کی زیارت اور حج سے مشرف ہوا۔

رفقائے سفر کی مدارات اور تعلیم حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے اکیلے کبھی تشریف نہیں لے جاتے تھے ہمیشہ پورا قافلہ ہمراہ ہوتا تھا۔

جس کے لئے سفر حج کا اشارہ اور حکم ہو جاتا، وہ نیت کر لیتا۔ اور ظاہری اسباب کے

نہوتے ہوئے بھی سامانِ سفر مہیا ہو جاتا۔ بہت سے غربا بھی ہمراہ ہو جاتے اور آپ خود ان کا بار برداشت کرتے۔ دورانِ سفر سب ہمراہیوں کو ہدایت ہوتی کہ ”میرے ساتھ کھانا کھاؤ، کسی کنستری، کسی بوری آٹا اور چاول علی پرستیوں سے ساتھ لے جاتے اور حاجیوں کی مہمانداری فرماتے۔ آپ ہر حاجی کی خدمت کرنے کو سعادت جانتے اور فرمایا کرتے کہ ”حاجیوں کی خدمت کا نام حج ہے“ جہاں میں ہر روز وعظ فرماتے، حج کے مسائل و احکام اور زیارت کے ادب و آداب تعلیم کرتے، نیز دیگر مسائلِ شرعیہ اور امورِ دینیہ کی تعلیم دیتے۔ اسی طرح مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی حاضری کے دوران شبانہ روز تبلیغ و تلقین کا کام جاری رہتا۔

۱۹۴۶ء میں حضور قلب عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اچی پہنچ کر ایسے شدید بیمار ہو گئے، کہ عقیدت مندوں کے اصرار پر حج کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ تو تقریباً ستر حاجیوں کے قافلہ کی خدمت کا موقع مجھے ملا۔ میں اور بھائی ذاکر علی صاحب اسے خوش بختی اور فلاح دارین کا ذریعہ سمجھتے ہوئے، پوری دلچسپی سے فرائضِ خدمت انجام دیتے رہے۔ واپسی پر حضور نے حاجیوں سے ہمارے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کلماتِ خیر کہے اور ہماری خدمت کا اعتراف کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا ”ان دونوں کا حج مقبول و مبرور ہے حاجیوں کی خدمت کا نام حج ہے“

حرمین الشریفین میں دل کھول کر خرچ کرو | حرمین الشریفین کے لوگ اب تک کہتے ہیں کہ حضرت جس فراخِ حوصلگی اور کشادہ دلی

سے یہاں خرچ کیا کرتے تھے وہ بادشاہوں کو بھی ممکن نہیں۔ آپ کا ہاتھ خدائی سوزا نے میں تھا ورنہ ایسی دریا دلی سے تو بڑے بڑے خزانے بھی خالی ہو جائیں۔ کسی دنیا دار میں یہ بہت کہاں کہ ایسی سخاوت کر سکے۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ ”ہمارا واسطہ کسی کنگال سے نہیں ہے“ سفرِ حجاز سے واپسی پر آپ نقدی، کپڑے، بستر، اشیائے خورد و نوش اور دوسرا سامانِ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے غربا میں تقسیم فرما دیتے۔ اور کوئی چیز واپس ساتھ نہ لاتے۔ سب ساتھیوں کو بھی یہی تاکید ہوتی کہ کوئی چیز بچا کر ساتھ نہ لے جاؤ۔ مکہ شریف میں ایک کے بدلے لاکھ کا اور مدینہ شریف میں ایک کے عوض پچاس ہزار کا ثواب ملے گا۔ یہ خوش قسمتی ہے کہ

آپ لوگوں کو یہاں کی حاضری نصیب ہوتی ہے :-

### اول مدینہ منورہ کی حاضری

جب حضور ﷺ کے لئے تشریف لے جاتے تو پہلے مدینہ منورہ حاضر ہوتے اور سب ہمراہیوں کو بھی پہلے مدینہ شریف

ساتھ لے جاتے۔ اگر کوئی شخص اپنے طور پر علیحدہ حج کے لئے جاتا تو اسے بھی یہی تاکید فرماتے کہ پہلے دربار رسالت میں حاضر ہونا۔ کیونکہ رب العزت جل شانہ کا ارشاد ہے: **وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَجِيمًا** (پارہ ۵- رکوع ۶) ترجمہ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور میں حاضر ہوں۔ پھر اللہ سے معافی چاہیں۔ اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں۔ تو اللہ توبہ کرنے والے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔“

### اہل مدینہ کی خدمت

جب مدینہ شریف قریب آجاتا تو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک ہشاش بشاش نظر آنے لگتا۔ سب ساتھیوں سے

ارشاد ہوتا داب وقت آگیا ہے۔ خوب تقسیم کرو۔ بہت اجر ملے گا۔“ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایے ہیں۔ یہ بہت مستحق ہیں۔ ہم ان کی خدمت کے لئے ہی آتے ہیں۔ ہر روز یہ موقع کہاں نصیب ہوتا ہے۔“ خود بھی اتنا دیتے کہ لوگ لیتے لیتے تھک جاتے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں ہمراہی بھی کھلے دل سے خوج کرتے تو آپ بہت خوش ہوتے۔ جو کوئی جتنا زیادہ خرچ کرتا اسے اتنا ہی زیادہ شاباشی دیتے۔ اور فرماتے ”ڈرومت۔ کھلے دل سے خرچ کرو۔ مجھے یہاں سے قرض مل جاتا ہے۔ میں یہاں سے لے کر دے دوں گا۔“

مدینہ منورہ میں تو خصوصاً حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا دروازہ ہر کہ و مہ کے لئے چوبیس گھنٹے کھلا رہتا۔ جو شخص خدمتِ الایمیں حاضر ہوتا اسے خالی ہاتھ نہ جانے دیتے۔ اس کی توقع سے زیادہ عطا فرماتے۔ تاکہ اہل مدینہ کی خوشنودی حاصل ہو۔ عوام میں مشہور تھا کہ حضرت کے علاوہ کوئی بادشاہ بھی یہاں آکر اس طرح اپنا دروازہ ہر وقت کھلا نہیں رکھ سکتا۔ شاہی خزانہ بھی ختم ہو جائے اور وہ کنگال ہو جائے۔ مدینہ شریف میں آپ کا قیام عموماً کئی ہفتے اور کئی مہینے تک طویل ہوتا تھا۔ سائیکلین کا ہجوم شب و روز کیساں رہتا اور آپ کا ہاتھ بھی کبھی نہ رکتا۔ اگر کوئی کہہ دیتا کہ یہ سائل تو ابھی لے کر

گی تھا، اور اب دوبارہ آگیا ہے، تو آپ فرماتے ”ہمارے پاس کون سی کمی آگئی ہے۔ اس کو اور زیادہ دو۔ شاید اس کو زیادہ ضرورت ہو۔ اسی لئے دوبارہ آیا ہے“

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں مہر حاکم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاضر خدمت تھے۔ سائلوں کا بڑا ہجوم ہوا تو اٹھ کر جانے لگے۔ آپ نے فرمایا ”مہر جی بیٹھو“ مہر صاحب نے عرض کیا ”یہ اجازت میں نہیں دیکھ سکتا“ فرمایا ”مہر جی! ان کو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے میں بلانے نہیں جاتا۔ یہ اس کا فضل و کرم ہے کہ اس نے ان کو میرے پاس بھیجا ہے۔ اگر وہ مجھے ان کے پاس بھیجنا چاہتا تو اس کے لئے یہ بھی بعید تھا“

ماسٹر نواب دین صاحب لکھ پتی آدمی تھے ایک دن مدینہ شریف میں انھوں نے خیال کیا کہ آج میں بھی حضرت کی طرح تقسیم کروں گا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مساکین آئے تو ایک بار تو انھوں نے بھی حضور کے برابر ہی ان کو دیا۔ کمرہ پھر دوسری دفعہ بھر گیا تو اب کچے ماسٹر صاحب نے حضرت سے ایک ایک روپیہ کم دیا۔ یہ جماعت رخصت ہوئی تو کمرہ پھر بھر گیا حضور تو معمول کے مطابق اب بھی سب کو مساوی تقسیم فرماتے رہے۔ ماسٹر صاحب نے اب کے دو دو روپے کم دیے۔ اور اس کے بعد اٹھ کر چلنے لگے۔ حضور نے فرمایا ”ماسٹر جی! آپ تو لکھ پتی ہیں۔ سید کا ایک گڑا تو برداشت کرتے“ ماسٹر صاحب نے عرض کیا ”ہم تو دنیا دار لوگ ہیں آپ کا ہاتھ خدائی خزانے میں ہے“

حاجی بشیر احمد صاحب ولد حاجی مہر حاکم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سب روپیہ لاکر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اسی وقت وہ سب کا سب روپیہ ایک ہی آدمی کو عطا فرما دیا۔ اور مجھ سے کہا کہ ”حاجی بشیر احمد کو جتنی ضرورت پڑے دیتے رہو۔ انھیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے“ آپ فرماتے تھے کہ ”آج تک میرے ساتھ جتنے آدمی حج کو آئے ہیں، ان میں سے دو افراد، ایک کنشی مصطفیٰ علی خاں صاحب اور دوسرے مہر حاکم دین صاحب نے بادشاہوں سے زیادہ خرچ کیا ہے“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے آخری حج میں (۱۹۴۹ء) حضرت کے اور ہمراہیوں کے تمام اخراجات سفر قبلہ عموی الحاج حافظ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی نے برداشت فرمائے تھے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ کمزور تھے۔

ایئر کنڈیشنڈ ویا

پھر موسم گرم اور راستہ میں گرد اور ریت۔ اس خیال سے کہ کہیں ۱۹۴۶ء کی طرح طبیعت خراب نہ ہو جائے، عموی صاحب قبلہ نے ایک پورا ایئر کنڈیشنڈ ڈبا محفوظ کرالیا تھا۔ راستے میں حضور نے مجھ سے دریافت کیا ”اختر! ٹھنڈی ہوا کہاں سے آتی ہے۔ دروازے تو بند ہیں“ میں نے بتایا کہ یہ ڈبا ایئر کنڈیشنڈ ہے تفصیل جان کر ارشاد کیا ”یہ قسم کیوں فضول خرچ کی ہے۔ ہم یہ قسم مدینہ منورہ میں غریبا کو دیتے“ میں نے عرض کیا ”یہ مدینہ منورہ ہی کا سفر ہے“ فرمایا ”اس کا اتنا ثواب نہیں ملتا۔ جتنا وہاں جا کر خرچ کرنے کا ملتا ہے“ فرمایا ”یہ سفر ہے۔ مدینہ منورہ نہیں“

جب آپ مدینہ منورہ حاضر ہو جاتے تو پہلے دن ہی آپ کے سب دوست احباب ملاقات کے لیے مکان پر آتے۔ حضرت آغا

### مدینہ منورہ کے احباب

خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حمزہ رفاعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ چلنے پھرنے سے معذور تھے۔ حضرت آغا صاحب کو ان کے دو ملازم بازو پکڑ کر سہارا دیتے ہوئے سیڑھیاں چڑھاتے اور حضرت کے کمرے میں لاتے۔ اسی طرح حضرت حمزہ رفاعی صاحب خدام کی مدد سے حضور تک آتے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ”آپ نے کیوں تکلیف فرمائی۔ جب میں اتنے ہزار میل سے سفر کر کے یہاں حاضر ہو گیا ہوں، تو اور چند قدم چل کر آپ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کرتا“ وہ حضرات جواب دیتے ”آپ نے اتنے ہزار میل سفر کا ثواب حاصل کیا ہے، تو ہم ان چند قدموں کا ثواب بھی نہ لیں“ یہ دونوں بزرگ فرماتے تھے کہ ”مدینہ منورہ میں بڑے بڑے بادشاہ آتے ہیں۔ مگر ہم کسی کے پاس نہیں جاتے۔ اور جب آپ تشریف لاتے ہیں تو ہم سے ہی طرح گوارا نہیں ہوتا کہ گھر بیٹھے رہیں، اور آپ سے آکر نہ ملیں“ ان حضرات کے کمرے میں داخل ہوتے ہی حضور فرماتے ”مجھے پکڑ کر اٹھاؤ، آپ تعظیماً کھڑے ہو جاتے۔ اور نہایت محبت اور خلوص کے ساتھ ان حضرات سے معاف و مصافحہ فرماتے“

مدینہ منورہ میں دعوتیں فرمانا

مدینہ شریف پہنچتے ہی دعوتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حرم شریف کے خدام، انخوا، جاوہر کش، پانی پلانے والے، دربان، مؤذن، اور دیگر امداد و غریبا کے جملہ طبقات کی الگ

الگ دعوت کرتے۔ پُر تکلف کھانے تیار کر کے ضیافت کرتے اور سب مہمانوں کی نقد اور جنس سے بھی خدمت فرماتے۔ ہر جماعت کے سرکردہ افراد کو دگنا حصہ عطا کرتے۔ اور خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہونے دیتے۔ ہر ایک کو خود جا کر دعوت دیتے۔ اور عرب کے مہمان داری کے جملہ لوازم پورے اہتمام کے ساتھ ادا کرتے۔

روزانہ کثیر قسم حرم شریف کے کبوتروں کے دانے پر صرف کرتے تھے۔ اسی طرح اوروں کی دعوتوں کے بعد مکانِ مدینہ کی دعوت کرتے۔ یوں تو دعوتوں کے باعث کتنے روز ہی جمع رہتے تھے اور ان کو خاص طور پر روٹی ڈالی جاتی تھی۔ لیکن ایک دن کتوں کی خصوصی دعوت کا ہوتا تھا۔ عمدہ سے عمدہ چیزیں پکوائی جاتیں اور اپنے آدمیوں کے ذریعے محلوں اور بازاروں میں دور دور بھج کر کتوں کی ضیافت کی جاتی۔ یہ جو معاذین نے بعض خلاف شرع باتیں اڑا رکھی ہیں کہ آپ نے کتے کو گود میں بٹھایا یا ہاتھوں میں اٹھایا، محض افترا، دروغ اور لغو ہے اسی خلاف شرع باتوں کی کوئی اصل نہیں۔ بس صرف اتنا درست ہے کہ آپ کو دیا رحیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چیز عزیز تھی، ہر شے سے محبت تھی۔ مگر حد و شرعیہ سے آپ نے کبھی ہر مو تجاوز نہیں فرمایا۔ شریعت اور سنت کی پابندی تو آپ کو ہر جزئی اور فروعی امر میں ملحوظ رہتی تھی۔ ان سے تجاوز کا احتمال تو دور سے بھی ممکن نہ تھا۔ یہ سچ یہ ہے کہ

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق ہر ہوس ناکے نداند جام و سنداں باختم

اجاب مدینہ حضور کی دعوت کرتے | جس طرح حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے احباب کی دعوتیں کرتے، وہ حضرات بھی آپ کو مدعو فرماتے

اور آپ کے تمام رفقا کو بھی بلاتے۔ جس طرح حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پر تکلف ہندوستانی کھانوں کا اہتمام کرتے تھے، اسی طرح وہ بھی کئی کئی سالم دُنبے اور لذیذ کھانے پکواتے۔ غرض جب تک آپ مدینہ منورہ میں فرودکش رہتے خوب رونقیں رہتیں اور دعوتوں کے ذور چلتے رہتے۔ حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حمزہ رفاہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عتیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتیں خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ وہ حضور کی اور تمام رفقا کی دعوت باغوں میں لے جا کر کرتے۔ خود آ کر دعوت دیتے، اور لے جا کر خود سامنے کھڑے ہو کر کھلاتے۔



مجھے یاد ہے ۱۹۴۲ء میں آغا خلیل صاحب نے کئی سالم دُنبے پکائے تھے اور انواع و اقسام کی نعمتیں دسترخوان پر تھیں۔ آغا صاحب خود کمر میں پٹکا باندھ کر کھلا رہے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور ہم سب نے بہت کہا کہ ”اپنی تکلیف نہ فرمائیں، آپ کے ملازمین موجود ہیں مگر آغا صاحب نے فرمایا کہ ”خدمت کرنا میرا فرض ہے، ملازمین کا نہیں“

۱۹۴۶ء میں ہم اکثر افراد خاندان حج کو گئے تھے۔

جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے، حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

## حضرت آغا خلیل صاحب کی ضیافتیں

شدید علیل ہو جانے کی وجہ سے کراچی سے واپس تشریف لے آئے تھے۔ ہم سب مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ روضہ اقدس کی حاضری کے بعد حضرت آغا خلیل صاحب کے پاس گئے۔ انھوں نے دریافت کیا ”خادم حسین کہاں ہیں“ میں نے عرض کیا ”ابھی آتے ہیں“ فرمانے لگے ”مجھے اٹھاؤ“ میں نے کہا آپ تشریف رکھیں۔ اصرار اور تاکید سے کہا ”نہیں! مجھے اٹھاؤ“ حضرت قبلہ عموی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لغل گیر ہو کر ملے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا ”میرے پاس بادشاہ بھی آتے ہیں۔ میں کسی سے کھڑے ہو کر نہیں ملتا۔ یہ شاہ صاحب کی اولاد ہیں۔ میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ یہ آئیں اور میں بیٹھا رہوں“

میں آغا صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ ان کے غلام نے آکر کہا کہ ”دعوت کے لئے تین دُنبے خریدے ہیں۔ اور رسم تو ادا کر دی ہے، مگر تینتیس ریال باقی ہیں“ آغا صاحب نے سب جیبیں ٹٹولیں تو بھی صرف بائیس ریال نکلے۔ عربی میں کہا ”دُنبے والے سے کہنا کہ شاہ صاحب کی برکت سے گیارہ ریال اور ابھی آئے جاتے ہیں، ذرا دیر میں ویدیں گے“ میں نے کہا میں دیے دیتا ہوں۔ فرمایا ”ہرگز نہیں۔ تمہاری ہی تو دعوت ہے“ ضلع سرگودھا کا ایک آدمی اسی مجلس میں موجود تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ ”میرے لڑکے پر قتل کا مقدمہ چل رہا ہے۔ دعا کرادو“ میں نے عربی زبان میں آغا صاحب سے دعا کے لئے درخواست کی۔ آغا صاحب نے دعا کے بعد فرمایا ”وہ بری ہو گیا ہے“ میں نے اس شخص کو خوشخبری سنائی۔ اس نے تاریخ دریافت کی۔ میں نے تاریخ بتائی تو بولا ”آج ہی فیصلے کی تاریخ تھی۔ ضرور بری ہو گیا ہوگا“ اس نے گیارہ ریال نذر پیش کی۔ آغا صاحب نے فرمایا ”اختر! اگر یہ

ریال دس یا بارہ ہوتے تو میں خیال کرتا کہ شاہ صاحب کی توجہ سے نہیں آئے۔ یہ گیارہ ہیں۔ حضرت کی توجہ سے ہی آئے ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ ”ہمارے قافلے میں ستر آدمی ہیں۔ آپ صرف ہماری یعنی حضرت کے خاندان کی دعوت کر دیجئے۔ سارے قافلے کی دعوت کی تکلیف نہ فرمائیے“ کہنے لگے ”میں شاہ صاحب کی دعوت ہمیشہ مع سارے قافلے کے کیا کرتا ہوں۔ ان کے ساتھ تو کسی سو پھر ہی ہوتے ہیں۔ اب صرف ان کی اولاد کی دعوت کروں۔ تو شاہ صاحب کیا خیال فرمائیں گے۔ آپ کے ساتھ تو صرف ستر آدمی ہیں۔ کسی سو ہوتے جب بھی معمول کے مطابق دعوت کرتا“

کھانے کے بعد ہم نے حضرت آغا صاحب کی خدمت میں گیارہ سو ریال حضرت کی طرف سے پیش کئے۔ پھر سب اہل خاندان نے اپنے اپنے نذرانے دیے۔ میرے اشارے پر سب قافلہ والوں نے بھی حسب حیثیت نذریں پیش کیں۔ اس طرح کل چھ ہزار ریال سے زیادہ ہو گئے۔ آغا صاحب نے فرمایا ”تمہیں معلوم ہے میں اس رسم کا کیا کروں گا؟ میں نے حضرت کے نام سے ایک مسجد شروع کی ہے۔ جو بابِ قبا کے باہر ہے، اس کی تعمیر پر خرچ کروں گا“ میں نے عرض کیا ”یہ مسجد اپنی نیت سے کیوں نہیں بناتے“ تو آغا صاحب نے کہا ”واہ! روپیہ تو شاہ صاحب دیں اور نیت میں اپنی کروں“ پھر فرمایا ”مجھے بھی رب تعالیٰ ان کی بدولت اجر عطا فرمائیں گے۔ جتنا ثواب انہیں ملے گا، اتنا ہی مجھے بھی ملے گا“

عرب کے لوگ بہت مہمان نواز ہوتے ہیں۔ مگر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مہانداری اور مہمان نوازی دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ مدینہ شریف کے معلم شیخ عتیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان تشریف لائے تو کئی ماہ تک حضرت کے مہمان رہے۔ رخصت کے وقت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ہزاروں روپے نقد اور بہت سے قیمتی تحائف عطا کئے۔ مکہ شریف کے معلم عبدالحسن صاحب جب کبھی ہندوستان تشریف لاتے تو وہ بھی کئی کئی مہینے حضرت کے مہمان رہتے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کو سرد مقامات، کشمیر مری وغیرہ ساتھ لے جاتے۔ ان کے تمام اخراجات کی خود کفالت کرتے اور پیشِ قرار رقم اور تحفے عطا فرماتے۔ مدینہ شریف

کے موجودہ معلم حیدر الحدیدی صاحب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی بھی ایسی خدمت اور خاطر داری کی کہ دوسرے کے لئے ممکن نہیں۔

ایک دفعہ حجاز میں حکومت کی تبدیلی کے باعث حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں سے سفر مناسب سمجھا۔ تو ایران، ترکی، مصر، عراق، ہندوستان کے تمام سلاطین و امراء کو چھوڑ کر سیدھے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ سیال کوٹ پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضور حیدر آباد دکن تشریف لے گئے ہیں تو کابل جانے کا ارادہ کر لیا۔

حضرت آغا صاحب عازم کابل ہوئے تو وزیر آباد کے اسٹیشن پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک غلام حافظ غلام مصطفیٰ صاحب نے ان سے عرض کیا کہ ”آپ میرے گاؤں تشریف لے چلئے۔ میں فوراً حضرت کو تار کے ذریعے آپ کی تشریف آوری سے مطلع کر دوں گا۔ تو حضرت واپس چلے آئیں گے۔“ مگر آغا صاحب نے فرمایا کہ ”اب تو میں نے پشاور کا ٹکٹ خرید لیا ہے۔“ آخر حافظ صاحب نے جو کچھ ان کے پاس تھا، نقد، چھتری، لوٹا سب آغا صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اس کے بعد حافظ غلام مصطفیٰ صاحب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حج کو گئے، تو آغا صاحب بھی واپس مدینہ منورہ پہنچ چکے تھے۔ حضرت نے پوچھا ”آغا صاحب آپ نے انہیں پہچانا؟“ آغا صاحب نے پہچانا تو کھڑے ہو کر معانقہ کیا اور فرمایا ”میں انہیں قسمتاً تک نہیں بھول سکتا۔“ پھر آپ نے حافظ صاحب کی خصوصی دعوت کی۔ آغا صاحب کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ محبت تھی۔ حضرت کو بھی آپ سے دلی انس اور عقیدت تھی۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے عرض کیا کہ ”میں نے آپ کے لئے مدینہ تشریف میں ایک عالی شان کئی منزلہ مکان تعمیر کیا ہے۔ آپ اس میں تشریف لے چلیں۔“ آپ نے ارشاد کیا ”شرط یہ ہے کہ اپنا مکان ہو جانے کے بعد میں ہرگز ہندوستان نہیں جاؤں گا۔“ آغا صاحب نے فرمایا ”یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ ہندوستان واپس نہ جائیں۔ اس طرح تو ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ایمان ضائع ہو جائیں گے۔ اور ہزاروں لاکھوں کافر دولت، سلام سے محروم رہ جائیں گے۔“ آپ نے

کہا ”جوارشاد ہو میں تمہیں کروں گا“ آغا صاحب نے فرمایا ”آپ کا ہندوستان جانا نہایت ضروری ہے“ پھر آغا صاحب نے اس مکان میں تالا لگوا دیا، اور خود اپنے پرانے مکان ہی میں اقامت پذیر رہے۔ ۱۹۲۶ء میں جب میں حج کو گیا تو آغا صاحب نے زیارت کے لئے مجھے اس مکان کی کنجی عنایت کی۔

آغا صاحب موصوف کے علاوہ مدینہ منورہ کے دوکے  
**حضرت حمزہ رفاغی صاحب**  
 بزرگ اور خدا رسیدہ اصحاب بھی حضرت قبلہ عالم

رحمۃ اللہ علیہ کا خاص احترام کرتے تھے۔ مدینہ شریف میں سلاطین ترک کے مرشد حضرت حمزہ رفاغی رحمۃ اللہ علیہ بھی اقامت گزریں تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خالوادہ کے ہم کئی افراد ان کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا ”تم کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے تمہیں حضرت کی اولاد میں پیدا کیا ہے۔ پھر حضرت حمزہ رفاغی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”حضرت بہت بڑے بزرگ ہیں۔ آج زمانے میں ان کا کوئی ثنائی اور ہمسر نہیں ہے۔ وہ ہندوستان میں ہیں، مگر میری ضروریات اور حالات کا بھی ان کو کامل علم ہے“ پھر اپنا یہ قصہ سنایا کہ ”ایک دفعہ میرا بڑا لڑکا میرے پاس آیا کہ کل عید ہے اور ایک پلیسہ پاس نہیں ہے۔ میں نے ہدایت کی کہ دادا سیٹھ کے پاس جاؤ اور میرے نام سے گیارہ سو ریال قرض لے آؤ۔ اس نے دادا سیٹھ سے جا کر کہا تو دادا سیٹھ نے گیارہ سو ریال دیے اور کہا کہ ”یہ حضرت نے علی پور شریف سے آپ کے لئے بھیجے ہیں“ میں نے خیال کیا کہ حضرت شاہ صاحب کو وہاں بھی میرے حالات کا علم ہے کہ نہ زیادہ نہ کم، ضرورت کے مطابق رقم ارسال کی ہے۔ وہ بہت خدا رسیدہ ہیں اور ان کے مدارج بہت بلند ہیں۔“ میں نے علی پور شریف واپس آ کر حضرت سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا ”میرے متعلق ان کا حسن ظن محبت پر مبنی ہے۔ وہ خود بڑے بزرگ اور بزرگوں کی اولاد ہیں“ حضرت حمزہ رفاغی صاحب کی عمر اس وقت سو سال سے زیادہ تھی۔ اب وفات پا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا کرے۔

مدینہ شریف کے ان بزرگوں کو جیسے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تحائف عطا کرتے تھے،

ویسے ہی یہ حضرات بھی حضرت کو عمدہ سے عمدہ تحفے دیتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے ہاتھ حضرت کی خدمت میں ایک نہایت قیمتی چغہ ارسال کیا۔ یہ چغہ انھیں کسی بادشاہ نے تحفہ بھیجا تھا۔ میں نے عرض کیا ”آپ نے خود تو کھدر کا پہن رکھا ہے، اور حضرت کے لئے بانات کا بیج رہے ہیں“ فرمایا ”وہ بادشاہ ہیں میں درویش۔ وہ تو بانات کا بھی سادہ چغہ پہننا پسند نہیں کرتے۔ پہلے میں نے ان کو بانات کا ایک سادہ چغہ دیا تھا، تو آپ نے اس پر پشاور میں سو روپے کا کام بنوا کے پہننا تھا۔“ پھر کہنے لگے ”یہ کھدر میرے لئے حضرت نے گھر کا سوت کتوا کر اور بنوا دھلوا کے بھیجا ہے۔ میں اسے ہر بانات پر ترجیح دیتا ہوں“

حضرت آغا صاحب کی نشست گاہ میں نیچے قیمتی قالین بچھا ہوا تھا۔ اور اس کے اوپر گا با۔ میں نے عرض کیا ”یہ معمولی قیمت کا گا با آپ نے اوپر بچھایا ہے اور اتنا قیمتی قالین نیچے“ ارشاد ہوا ”یہ گا با حضرت نے میرے لئے کشمیر سے تیار کرا کے بھیجا ہے۔ اور یہ قالین ایک بادشاہ کا تحفہ ہے۔ میری نظر میں اس گا با کے مقابلے میں اس قالین کی کوئی قیمت نہیں ہے“ اس گا با کا واقعہ یہ تھا کہ ایک دفعہ کشمیر میں ایک نمائش تھی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نمائش میں تشریف لے گئے تو آپ کے پاس تین سو روپے تھے۔ ہر دوکاندار سے آپ نے کچھ نہ کچھ خریدا تو وہ روپے ذرا سی دیر میں ختم ہو گئے۔ پھر کچھ چیزیں ادھار لیں اور بعد میں قیام گاہ سے وہ رستم بھیجی۔ اس وقت وہ گا با خاص طور پر نمائش کر کے بنوایا تھا۔ اور حضرت آغا صاحب کے پاس مدینہ منورہ بھیجا تھا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حج کے سفروں کے ابتدائی دور میں جہاز میں

## بحری جہاز کے بعض دلچسپ واقعات

میلٹھا پانی صرف پینے کے لئے ملتا تھا اور وہ بھی بہت کم ہوتا تھا۔ وضو اور طہارت کے لئے سمندر کا کھاری پانی استعمال ہوتا تھا جس سے جسم پر آبلے پڑ جاتے تھے۔ ایک بار حضرت کو بھی یہ تکلیف ہو گئی تھی۔ آپ مدینہ شریف پہنچے تو بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ زخموں سے پانی رستا ہے۔ وضو نہیں رہنے پاتا، اس طرح میں حاضری سے قاصر ہوں“ ہدایت کی گئی کہ حرم پاک کے کنوئین کا پانی

زخموں پر لگاؤ۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ”پہلے تو خیال آیا کہ زخموں پر اس پانی کو لگانا سو، ادب ہے۔ پھر سوچا کہ یہ تو خود انہی کا حکم ہے، تحصیل ضروری ہے“ رات کو زخموں پر چیر کر سو گئے۔ صبح اٹھے تو زخموں کا نام نشان نہ تھا۔

سب کو ابتدائی ایام میں جہاز میں کھانا خود پکانا پڑتا تھا۔ بعد میں جہاز والے خود کھانا پکانے لگے اور مسافروں کو خود پکانے کی ممانعت ہو گئی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہمیشہ خادم ہوتا تھا جو آپ کے لئے کھانا تیار کرتا تھا۔ مرغ کر اچی سے خرید کر ساتھ لے لئے جاتے، دوسری تمام چیزیں گھر ہی سے ساتھ آتی تھیں۔ جہاز کے کپتان سے اجازت لے کر باورچی خانے میں ایک چوکھا حضرت کے لئے محفوظ ہو جاتا۔ ۱۹۴۲ء کے سفر میں خود میں نے جا کر کپتان سے اجازت لی تھی۔ جہاز والے کھانے کی قیمت بھی کرایہ کے ساتھ وصول کر لیتے تھے۔ آپ بھی اس رسم کی ادائیگی فرماتے۔ جہاز والے آپ کے حصے کا کھانا ضرور بھیجتے، جو دوسرے رفقا کے کام آجاتا تھا۔

ایک دفعہ جہاز کا انگریز کپتان آیا اور درخواست کی کہ ”حضور دعا فرمائیں کہ میری اولاد پانی کی نوکری نہ کرے“ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمان کی وساطت سے وجہ دریافت فرمائی تو اس نے کہا ”میری ساری زندگی اسی فکر میں گزری کہ اب ڈوبا۔ اب ڈوبا“ حضرت نے بڑے جوش کے ساتھ فرمایا ”کیا خشکی پر موت نہیں آتی؟ یا سمندر میں متبل از وقت آجاتی ہے؟ موت کا تو ایک وقت مقرر ہے، پھر فکر کس بات کی“ کپتان نے یہ جواب سنا اور سمجھا تو جوش مسرت سے اچھل پڑا اور بولا ”حضرت! آپ نے ایک اشارے میں میرا زندگی بھر کا غم دور کر دیا“ فرمایا ”بوڑھے ہو گئے، اب عقل آئی ہے“ پھر تو وہ کپتان حضور سے اس قدر مانوس ہو گیا تھا کہ روزانہ سلام کے لئے حاضر ہوتا۔ اور حضرت کو مستقل ہنر سہولتیں (متقدس ذات) کہہ کر خطاب کرتا۔ آپ بھی ہر دفعہ اسے کوئی نہ کوئی تحفہ عنایت فرماتے۔

اسی جہاز میں منگل کمپنی کا ایک حصہ دار یوسف زینیل بھی ہم سفر | یوسف زینیل صاحب تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے باورچی کے پکائے ہوئے کھانے میں سے یوسف صاحب کو دونوں وقت میرے ہاتھ کھانا بھیجتے تھے۔ وہ بہت شکر یہ ادا

کرتا اور بار بار کہتا کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں۔ مگر حضور فرماتے ”وہ بیمار ہے۔ جہاز کا کھانا اس کے لئے مفید نہ ہوگا۔ تم اسے کہنے دو۔ اور شور باخشاں کہ مچلا کاٹے آیا کرو“ وہ احسان مند ہوتا اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں سلام کو بھی حاضر ہوتا۔

یوسف زینل جدہ کا بڑا رئیس تھا۔ بندرگاہ پر اس کی لائنج آئی ہوئی تھی۔ اس نے حاضر ہو کر عرض کیا ”پہلے آپ میری لائنج میں ساحل پر تشریف لے چلیں۔ یہ لوگ دوبارہ آکر مجھے لے جائیں گے۔“ آپ نے فرمایا ”آپ تشریف لے جاؤ۔ میں تو مسافر اور درویش ہوں۔ عام کشتی میں آجاؤں گا۔“ اس وقت تو زینل صاحب لائنج پر بیٹھ کر بندرگاہ پر چلے گئے۔ مگر دوبارہ حضرت کے لئے لائنج بھیج دی۔ ہم جدہ میں وکیل کے مکان پر پہنچے ہی تھے کہ زینل صاحب نے پیلوں کی کئی پیٹیاں ارسال کیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ”ہم تو چند آدمی ہیں۔ اتنے کا کیا ہوگا؟“ یوسف زینل صاحب نے کہا ”بھیاں اور آپ اکیلے نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے پاس بہت مہمان لکھتا ہے۔“ دوسرے دن زینل صاحب نے حضرت کے اعزاز میں ایک بہت بڑی دعوت کی، جس میں کئی سو مہمان شامل تھے۔

مدینہ منورہ کے معلم شیخ عتیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتوں کا ذکر بھی دلچسپی کا موجب ہوگا۔ وہ کبھی بار دعوتیں کرتے۔ اور باغات میں جا کر نہایت عمدہ قسم کے کھانے تیار کراتے اور اصرار کر کے کھلاتے۔ انواع اقسام کی چیزیں ہوتیں، سالم دُنبے بھی ہوتے۔ ہزار ہا روپے دعوتوں پر خرچ کرتے۔ پھر بھی کہتے حضرت تو بادشاہ ہیں، ہم آپ کے شایان شان کچھ نہیں کر سکتے۔

افغانستان کے سفر کے ذکر میں بیان ہوا ہے کہ آپ نے نادر شاہ بادشاہ کی دعوت میں شریف مکہ کی دعوت کا ذکر فرمایا تھا۔ کہ کس طرح حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سنت رسول کے مطابق ہاتھ سے کھانا کھا کر سب کو اسلامی طریقہ پر عامل ہونے کی راہ دکھائی تھی۔

جالی مبارک کے اندر شب باری

ترکوں کے زمانے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ایسی بہت سی مراعات حاصل تھیں جو اوروں کے نصیب

میں نہ ہوتیں۔ آپ مدینہ منورہ میں رات کو روضہ شریف کی جالی مبارک کے اندر شب بائش ہوتے تھے۔ پُرانا اور نیا دستور یہاں کا یہ ہے کہ نماز عشاء کے کچھ بعد سب کو حرم شریف سے باہر کر دیا جاتا ہے۔ مگر حضرت کے ساتھ یہ خصوصی رعایت تھی کہ آپ جالی مبارک کے اندر رات بسر کرتے تھے۔ اور مزید یہ کہ اپنے ہمراہ ہر رات چار اشخاص کو جالی مبارک کے اندر رکھ سکتے تھے۔ ساتھیوں میں سے باری باری چار چار خوش نصیب لوگ اس سعادت سے سرفراز ہوتے اس بات کا ذکر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مطبوعہ ملفوظات شریف میں بھی آیا ہے۔

اپنی جماعت الگ کرنا

سلطان ابن سعود کے زمانے میں آپ حج کو تشریف لیجاتے تو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں سرکاری امام کے پیچھے نماز میں شامل نہوتے اور اپنی جماعت ہمیشہ الگ کرتے۔ امیر مدینہ سے یہ شکایت کی گئی تو اس نے بلا کر دریافت کیا کہ ”ہماری جماعت کے ساتھ آپ نماز کیوں ادا نہیں کرتے“ آپ نے فرمایا ”جس پانی کو آپ پاک سمجھتے ہیں، وہ خنفیوں کے نزدیک پاک نہیں ہوتا۔ اب کیا معلوم کہ امام نے کیسے پانی سے وضو کیا ہے“ اس نے اعتراض کیا کہ ”آپ روضہ شریف کی طرف منہ کر کے دعا مانگتے ہیں، اس لئے شرک کے مرتکب ہوتے ہیں“ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ نے جواب دیا ”ہم تو شرک نہیں کرتے۔ ہم تو آئیناً تولوا فثم وجہ اللہ (ترجمہ) ”تم جس طرف کو بھی منہ کرو گے وہاں اللہ کے روبرو ہو گے“ پر عمل کرتے ہیں۔ تمھی نے اللہ تعالیٰ کو کعبہ شریف میں بند کر رکھا ہے“ اس نے کہا ”مدینہ شریف سے چلے جاؤ۔“ آپ نے فرمایا ”ہم نے مدینہ منورہ میں زیادہ دن قیام کرنے کے لئے سارے قافلے کا کئی ہزا زائد ٹکیس ادا کیا ہے وہ ہم کو واپس کر دو“ اس پر وہ لاجواب ہو گیا۔ اس نے اپنے خادم سے کہا ”شاہ صاحب کے لئے چائے لاؤ“ آپ نے فرمایا ”میں اس وقت چائے نہیں پیوں گا“ اور واپس تشریف لے آئے۔

مولوی اسماعیل غزنوی مرحوم بھی حج کو گئے ہوئے تھے، ان کو علم ہوا تو انھوں نے سلطان ابن سعود کو سارا واقعہ سنایا۔ سلطان نے کہا تم میری طرف سے شاہ صاحب کی کھانے کی دعوت کر دو، تاکہ وہ خود آکر سارا معاملہ بتائیں۔ حضرت سے عرض کیا گیا تو آپ نے نہایت



سخت الفاظ میں دعوت رد فرمادی۔ اور فرمایا وہ سخت بے ادب ہے۔ اس نے جنت البقیع کے تمام مزارات کو منہدم کر دیا ہے۔ اور دوسری خرابیاں بھی کی ہیں۔ عرض کیا گیا آپ دعوت قبول نہیں کرتے، تو بھی وہاں جا کر امیر مدینہ کا سارا معاملہ تو سنا دیں۔ آپ نے فرمایا ”میں تو مدینہ والوں کا غلام ہوں۔ چہ جائیکہ امیر مدینہ کی شکایت کروں، اور قیامت کے دن شکایت کرنے والوں میں اٹھایا جاؤں“ دریافت کیا گیا دعوت کی بابت کیا جواب دیا جائے۔ ارشاد ہوا ”وہ بادشاہ ہے۔ میں فقیر ہوں۔ اس لئے مجبور ہوں“ یہی تفصیل سلطان ابن سعود کو پہنچا دی گئی۔ سلطان نے امیر مدینہ کو تبدیل کر دیا۔ اور آپ کے علاحدہ جماعت کرنے سے معترض نہ ہوئے۔

آپ کے دل میں صرف اللہ رب العزت کا خوف تھا۔ اور آپ احکام الہی کے معاملے میں کسی بڑے سے بڑے حاکم اور جابر کی بھی پروا نہ کرتے تھے۔

بندۂ مومن کا دل بیم ورجا سے پاک ہے۔ - قوت فرماں والے کے سامنے بیباک ہے (اقبال)

ابتدائی زمانے میں تو معلوم نہیں کہ آپ مدینہ منورہ میں  
**مدینہ منورہ میں فرودگاہ** کہاں قیام فرماتے تھے۔ البتہ ۱۹۳۰ء کے بعد سے آپ

ہمیشہ مولوی ضیاء الدین صاحب کے گھر قیام کرتے رہے۔ عادت مبارک یہ تھی کہ جہاں ایک بار قیام فرمایا، پھر بغیر کسی سبب کے دوسری جگہ تشریف نہ رکھتے۔ چنانچہ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۹ء کے آخری حج تک آپ مولوی ضیاء الدین صاحب ہی کے گھر ٹھہرتے رہے۔ مولوی ضیاء الدین صاحب کلاس والا کے باشندے ہیں۔ کلاس والا علی پور سیدان سے پانچ میل مغرب میں ہے۔ آپ ہجرت کے ارادے سے مدینہ منورہ گئے تو پھر واپس نہیں آئے۔ مولوی صاحب نے اب تک حضرت کی چار پائی اور لیٹر محفوظ رکھا ہوا ہے۔

**حرمین کے معلم** مکہ شریف اور مدینہ شریف کے معلم بھی ہمیشہ ایک ہی رہے  
 محمد حسین سندھی صاحب مکہ معظمہ کے اور شیخ عتیق صاحب

مدینہ منورہ کے۔ ان دونوں کی وفات کے بعد ان حضرات کے جانشین عبدالمحسن صاحب اور غلام حیدر صاحب معلم بنتے رہے۔

## مدینہ میرا وطن ہے

حضرت قبلاً عالم رحمۃ اللہ علیہ دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں غرق تھے۔ آپ فرمایا کرتے ”مدینہ پاک میرا وطن ہے، اور یہی

معنی ہیں حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيْمَانِ کے“ (ترجمہ) ”وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے“

مدینہ منورہ کی چیزوں سے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو عشق تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ شریف کی ہر چیز پیاری تھی، سنت نبوی کے اتباع میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مدینہ شریف کی ہر شے سے محبت تھی۔ آپ کھجوریں، خاک شفا، رومال، ٹوپیاں، تسبیح، جانماز اور دیگر تبرکات کے علاوہ مدینہ شریف سے ہر قسم کے بیج خرید کر لاتے۔ اور ان کو اپنی زمینوں میں کاشت کرتے تھے۔ جب ان میں سے کوئی چیز دسترخوان پر آتی تو بڑے شوق سے تناول فرماتے، اور دوسروں سے بھی کہتے۔ ”خوب کھاؤ، یہ مدینہ منورہ کی ہے“ اکثر بال بچوں کے لئے بھی عطا کرتے کہ ”گھر لے جاؤ۔ یہ مدینہ شریف کی چیزیں ہیں۔ برکت ہوگی۔“ آپ مدینہ شریف کی صراحیاں بھی لاتے۔ خود ہمیشہ وہیں کی صراحی سے سفر حضر میں پانی پیتے۔ بعض یارانِ طریقت کو بھی صراحی عطا فرماتے۔

آپ مدینہ شریف سے کپڑا بھی لاتے تھے۔ خود وہاں کا کپڑا زیب تن فرماتے، خوش ہوتے، اور فخر سے فرماتے ”یہ مدینہ شریف کا ہے“ ایک دفعہ سردی کے موسم میں اب افتخار حسین خان ممدوٹ علی پور شریف آنے والے تھے۔ آپ نے عبدالعزیز درویش سے فرمایا ”میرے کھدر کے کپڑے لاؤ“ اس نے عرض کیا ”نواب صاحب کیا کہیں گے کہ آپ کھدر کے کپڑے پہنے ہیں“ ارشاد ہوا ”یہ کھدر مدینہ شریف کا ہے۔ یہ نواب کے بڑوں کو بھی نصیب نہیں“

مدینہ شریف کے بازاروں میں مختلف دوکانوں سے مٹھائی وغیرہ خرید کر ساتھیوں کو کھلاتے اور فرماتے ”کھاؤ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں۔ ہم جہاں بھی کھائیں حضور خوش ہوتے ہیں“ ایک دن بازار میں ایک سبزی فروش آواز دے رہا تھا۔

اِشْتَرُوا الْبُودِيْنََةَ زُوْرُوا الْمَدِيْنََةَ (ترجمہ) ”پودینہ خریدو اور مدینہ کی زیارت کرو۔“

آپ نے مجھے حکم دیا ”سارا پودینہ خرید لو۔ خدا اسے سچا کرے“

یہ بات اوپر آچکی ہے کہ حضور والا ہمیشہ پہلے مدینہ منورہ حاضر ہوتے، اور تمام

رفقا کو بھی پہلے مدینہ شریف لے جاتے تھے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں یہی ہدایت فرمائی ہے کہ میرے حبیب کے دربار میں حاضر ہو جاؤ گے تو مجھے پا لو گے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو جس طرح سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق کامل تھا، اسی طرح ادب بھی بے نہایت تھا۔ سچ ہے

**دربارِ نبوت میں حاضری**

ع "عشق بن یہ ادب نہیں آتا" آپ مدینہ منورہ پہنچ کر اول غسل فرماتے، پھر

نہایت عجز و انکسار کے ساتھ دربار رسالت میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتے۔ حضوری کے وقت آپ کا جسم کانپتا رہتا اور سردیوں میں بھی کپڑے پینے سے تر ہو جاتے۔ چہرہ مبارک کی رنگت کبھی سُرخ ہو جاتی کبھی زرد۔ مواجہہ شریف میں سلام عرض کرنے کے بعد دوسری طرف جا کر بیٹھتے تو سردی ہوتے ہوئے بھی کافی دیر تک نکپھا جھلنا پڑتا محسوس ہوتا تھا کہ آپ پر کمالِ رعب طاری ہے۔ یہ شہنشاہوں کے شہنشاہِ اعظم کا دربار ہے۔ یہاں کی حاضری کوئی آسان بات نہیں۔ بے خبروں کو کیا معلوم کہ وہ کس عظیم الشان بارگاہ میں حاضر ہیں۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر  
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید این جا

ایک دفعہ میں نے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا "آپ جالی مبارک کو بوسہ دے لیں۔" لیکن آپ اسی طرح ادب سے کھڑے رہے۔ واپس آکر فرمایا "تم کو سجدی سپاہی کچھ نہیں کہتے۔" میں نے عرض کیا "وہ میرے دوست بن گئے ہیں" فرمایا "یہ تو اپنی ماں کے بھی دوست نہیں ہوتے تمہارے دوست کس طرح بن گئے؟" میں نے جواب دیا۔ "مولوی ضیاء الدین صاحب سے میں نے دریافت کیا تھا کہ حکومت کے آدمیوں کو کچھ دیا جائے یا نہیں؟" تو مولوی صاحب نے کہا "یار کے دروازے پر کتا ہو تو روٹی ڈال کر رسائی حاصل کرنے میں کوئی ہرج نہیں؟" حضرت نے فرمایا "میں تو ایسے کتے کو جو یار کا بے ادب ہو روٹی نہیں ڈالتا۔ تمہاری مرضی؟"

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حکومت کے افسروں اور ملازموں کی کوئی خدمت نہیں کرتے تھے۔ بعض کوچوں میں سے گنبد مبارک نظر آتا تھا۔ آپ انھی کوچوں سے ہو کر حاضری کے لئے جاتے اور راستے میں دیر تک کھڑے ہو کر، خوب جی بھر کے زیارت سے مشرف ہوتے۔

حکومت نے پابندی لگا رکھی ہے کہ کوئی شخص مدینہ منورہ میں دس دن سے زیادہ نہ رہے۔ زیادہ ٹھہرنا چاہے تو فی کس ایک یا دو روزانہ زائد ٹکیس ادا کرے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ زیادہ ٹکیس دے کر حرم نبوی میں زیادہ عرصہ گزارتے۔ دوسرے ہمراہی بھی ٹکیس دے کر قیام کی مدت بڑھاتے۔ اور حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حج کے قریب مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوتے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ میں ہر سال **مدینہ منورہ میں صدقات جاریہ** جب بے شمار روپے تقسیم فرمائے وہ تو حساب میں آ

ہی نہیں سکتے۔ اس کے علاوہ صدقات جاریہ میں آپ سعی بلیغ فرماتے۔ سرزمین طیبہ میں آپ نے ایک یتیم خانہ تعمیر کرایا۔ اور جو سابق یتیم خانے تھے ان کی بیش قرار مدد کی۔ آپ نے جو یتیم خانہ بنوایا تھا، اس کا ناظم بمبئی والے سیٹھ دادا کے بڑے بھائی کو مقرر کیا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد دادا سیٹھ کی دستار بندی کرائی اور ان کو ناظم بنایا۔ اس ادارے کو ہر سال اپنی جیب خاص سے ہزاروں روپے عطا کرتے۔ آپ کی تقلید میں اور ترغیب سے دوسرے لوگ بھی بہت زیادہ امداد کرتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں وہاں ایک جلسے میں بھی شامل تھا۔ مجھ سے تقریر کی فرمائش ہوئی۔ میں نے تقریر کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے چار ہزار روپیہ پیش کیا۔ تو اٹھارہ ہزار روپیہ اسی وقت اور جمع ہو گیا۔ الحمد للہ کہ وہ یتیم خانہ اب بھی بخوبی خلیق خدا کی خدمت کر رہا ہے۔ اور اس کی عمارت دو منزلہ بن گئی ہے بخشی مصطفیٰ علی خاں صاحب مہاجر مدنی اس کی بہبود میں بہت لچھی لیتے ہیں۔

حجاز مقدس کی خدمت میں حضور کو خاص اہتمام تھا۔ ہر موقع **ابو العرب کا لقب** اور ضرورت پر خود بھی بے دریغ خدمت فرماتے اور دوسروں

کو بھی اس کا رخصیر میں حصہ لینے کی ترغیب دیتے۔ ایک دفعہ عرب شریف میں سخت فحط پڑا تو آپ نے ”مدینہ فنڈ“ قائم کیا۔ اس کی رسیدیں چھپو آئیں اور بڑے اہتمام سے امدادی کام شروع فرمایا۔ خود زر خطیر عطا کیا اور دوسروں سے بے شمار روپیہ جمع کر کے بھجوا دیا۔ عرب میں اس خدمت جلیلہ کو بہت سراہا گیا اور آپ کو ”ابو العرب“ کے لقب سے یاد کیا گیا۔

جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے مکہ معظمہ حاضر ہوتے تو خانہ کعبہ کی زیارت کے وقت مستجاب الدعوات ہونے کی دعا مانگتے۔ **مکہ معظمہ میں حاضری**

خانہ کعبہ کی عمارت کے اندر نہ خود داخل ہوتے نہ دوسروں کو اجازت دیتے۔ بلکہ منع فرماتے اور خلاف ادب جانتے۔ دھوپ اور چاندنی میں جب کہ خانہ کعبہ کا سایہ فرش پر پڑتا ہو طواف فرماتے۔ تاکہ خانہ کعبہ کے سایہ پر پاؤں نہ پڑنے پائیں۔ آخر عمر میں جب کہ آپ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے، کمزوری کے باعث بعض واجبات کی ادائیگی کے لئے وکیل مقرر کرتے۔ طواف اور صفا و مروہ کی سعی اسٹریچر (کھٹولے) پر کرتے تھے۔ طواف کے بعد معلم کو انعام سے نوازتے اور سب ساتھیوں کو بھی ہدایت فرماتے کہ "ان کی خوب خدمت کرو۔ انھوں نے ہم کو خانہ کعبہ کا طواف کرایا ہے۔"

ایک حج میں ایسا ہوا کہ میدان عرفا میں حضرت قبیلہ عالم  
رحمۃ اللہ علیہ اپنے خیمہ کو بھول کر دوسری سمت

حضرت قبیلہ عالم علیہ کی بیماری میں خدمت

میں چلے گئے۔ حضرت قاری صاحب اس وقت آپ کے ہمراہ تھے۔ مگر دونوں کے پاس ایک پیسہ نہ تھا۔ موسم خوب گرم تھا۔ پیاس لگی تو پانی میسر نہ آیا۔ خیمہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے۔ گرمی، پیاس اور تھکن کی وجہ سے بخار ہو گیا۔ نیز پیشاب بند ہو گیا۔ اس کے بعد ساری زندگی پیشاب کی تکلیف رہا کی ہے۔ ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری اور ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کنجاہی نے علاج شروع کیا۔ اس وقت چودھری ابراہیم صاحب کتر والوی جو بس گھنٹے خدمت عالی میں حاضر رہتے تھے۔ جب حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جلدہ واپس آگئے ہیں تو آپ نے چودھری ابراہیم صاحب سے فرمایا کہ تم مدینہ منورہ حاضر ہو دو۔

انہوں نے عرض کیا کہ "میں آپ کو بیماری کے اس عالم میں چھوڑ کر کیسے جاسکتا ہوں؟" ارشاد فرمایا "مجھے گنہگار نہ کرو۔ اور ضرور جاؤ۔" عرض بڑی تاکید سے ان کو مدینہ منورہ کی حاضری پر مجبور کیا۔ ان کے چلے جانے کے بعد حاجی منشی احمد دین صاحب دساکن کالہ کلاں نے تیمارداری کے فرائض سنبھال لئے۔ وہ بھی حضرت پیر ولایت شاہ صاحب کے ساتھ اس سفر میں حاضر خدمت تھے۔ بحری جہاز میں بھی منشی صاحب دن رات خدمت کرتے رہے۔ بعد میں ایک دفعہ منشی صاحب نے اپنے لئے دعا کی درخواست کی، تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا "میں تمہاری حج کے زمانے کی خدمت نہیں بھولا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تم کو بہت دیں گے۔"

جس طرح حضورِ الا کا تمام وقت اشاعتِ دین اور تلقینِ مذہب میں صرف ہوتا تھا، اسی طرح آپ سب دوست

اجاب کوچ کی ترغیب بھی دیتے رہتے تھے کسی سے کہتے "تم پر حج فرض ہے، اس سال ضرور چلنا ہے" کسی کو ہدایت ہوتی "زندگی کا کیا اعتبار ہے۔ حج کے فریضہ سے فوراً سبکدوشی حاصل کرو" اگر کوئی عرض کرتا "حضور! میرے پاس تو زاہدِ راہ کا کوئی انتظام نہیں" ارشاد ہوتا "بس تم نیت کرو۔ انتظام ہو جائے گا" اور واقعی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خود بخود خلاف اندازہ و توقع انتظام ہو جاتا۔ کسی سے فرماتے "حج مبارک ہو" وہ حیران ہوتا کہ نہ میرا ارادہ ہے نہ میرے پاس کوئی پیسہ ہے، یہ کیسی مبارک باد۔ لیکن غیب سے مدد ہو جاتی اور کوئی نہ کوئی وسیلہ پیدا ہو جاتا۔

حاجی خوشی محمد صاحب زرگر خلیفہ مجاز سے علی پور شریف میں فرمایا کہ تم بھی حج کو چلو۔ انہوں نے کہا میرے پاس تو ایک پیسہ بھی نہیں۔ فرمایا "تم تیاری کرو۔ اللہ مسببُ الاسباب ہے" جب وہ فیروز پور اپنے گھر پہنچے تو غیب سے زاہدِ راہ کا انتظام ہو گیا۔ ایک مائی نے خود اپنے گھر بلا کر کہا "تمہارے حج کے اخراجات میں برداشت کروں گی، تم جا کر حج کر آؤ" جو بھدری علامہ بیلانی صاحب مہاجر ہوشیار پوری (حال لایل پوری) نے خود بیان کیا۔ کہ "مجھ سے حضور نے فرمایا تم حج کو چلو گے۔ میں نے عرض کیا میرے پاس تو خرچ بالکل نہیں ہے۔ فرمایا تیاری کرو، سب انتظام ہو جائے گا۔ انہوں نے گھر پہنچ کر ایک شتہ دار کو تار دیا۔ اس نے فوراً جواب دیا کہ "آمدورفت کا کرایہ ارسال کرتا ہوں۔ میری بیوی کو ساتھ لے جا کر حج کر آئیے" چنانچہ ان کو حج کی سعادت حاصل ہوئی۔ اسی طرح بھائی نصیب خان صاحب مرحوم خلیفہ مجاز کو بھی بھائی ذاکر علی صاحب کی وساطت سے حج کروا دیا۔

حاجی عبدالواحد صاحب لایل پوری سے فرمایا "تم نے مسافروں کی امداد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے گا" ہفتہ گزرا تو وہ میرے پاس آئے بہت خوش تھے۔ کہا کہ "میری حج کی درخواست منظور ہو گئی ہے۔ جس روز حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جزا کا مشرہ سنایا تھا میرے پاس کچھ نہ تھا۔ مگر اب خدا کے فضل سے زاہدِ راہ کا بھی انتظام ہو گیا ہے"

۱۹۳۲ء کے حج کے لئے پروفیسر عابد حسن صاحب فریدی اور پروفیسر حامد حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما دہر دو خلیفہ مجاز آگرہ کو ہدایت فرمائی کہ ”اس سال ہمارے ساتھ حج کو چلو“ وہ سخت حیران کہ نہ بھٹی کا کوئی انتظام نہ زادراہ بیسر، کیوں کر تمہیں ارشاد ہوگی۔ لیکن حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان پر کمال اہتمام بھی تھا۔ آخر یہی ہوا کہ سب انتظامات باسانی مکمل ہو گئے۔ یہ دونوں حضرات خود ہی نہیں گئے بلکہ ان کی والدہ صاحبہ اور فریدی صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے بھی سعادت حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ حاجی محمد اسحاق صاحب امرتسری سلام کو حاضر ہوئے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حج کو تشریف لیجانے والے تھے۔ ان سے کہا ”حج مبارک“ شام تک ان کا سفر خروج مہیا ہو گیا۔ جہلم والے صوفی اللہ و تاسا صاحب سے بھی اسی طرح فرمایا اور وہ حج و زیارت کی سعادت سے فیض یاب ہوئے۔ پیر ولایت شاہ صاحب منشی احمد دین صاحب، کو بھی یہ سعادت اسی طرح نصیب ہوئی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ بعض لوگوں کے لئے دعا فرماتے وہ حج و زیارت کی سعادت پالیتے۔ بعض لوگوں کو اپنے خرچ پر ساتھ لے جاتے۔ کچھ لوگ خدمت کے لئے ہمراہ جاتے۔ آپ کے خادم خاص حاجی بوٹا صاحب نے اتنے حج کئے تھے کہ کسی دولت مند شخص کو بھی نصیب نہ ہوئے ہوں گے۔ حاجی عبداللہ صاحب امرتسری کو خدمت کی بدولت کسی دفعہ یہ سعادت حاصل ہوئی۔ حاجی محمد الدین صاحب فوجی، سائیں فضل دین صاحب رویش، امام الدین صاحب مکھار درویش، سائیں حبیب اللہ صاحب، حاجی عبدالعزیز صاحب زرگر، دوسرے حاجی عبدالعزیز صاحب درویش، حاجی سید احمد صاحب خادم خاص، نیز حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے کئی خدام نے خدمت کے طفیل حج اور زیارت کا شرف حاصل کیا۔

بعض یاروں کو حضور الارحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ تم ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے جاؤ۔ انہوں نے ارشاد مبارک

بعض کو ہجرت مدینہ کا حکم دینا

کی تعمیل کی اور لقبیہ زندگی جو ار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر کی۔ اور حنبت البقیع میں پیوند خاک ہوئے۔ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز اس طرح اپنی ظاہری غیر موجودگی میں بھی قہاں اپنی نیابت کے لئے کسی کی حاضری پسند کرتے تھے۔ حضرت بخشیش مصطفیٰ علی خان صاحب خلیفہ

مجاز (میسور) اب بھی وہاں حکیم عالی کے مطابق مقیم ہیں۔ جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ہجرت کر کے مدینہ منورہ جانے کا حکم دیا تو بہت سے مسائل درپیش ہوئے۔ بھارت سے ہجرت، بھارت کی پنشن کا پاکستان منتقل ہونا، پھر اس پنشن کا پاکستان سے سعودی عرب بھیجنے کا اجازت نامہ وغیرہ۔ وہاں کے اخراجات کی زیادتی کے پیش نظر حضرت بخشی صاحب کی پنشن بہت معمولی تھی۔ مگر یہ تمام مشکلات بخوبی حل ہو گئیں۔ ”جماعت منزل“ کی تعمیر و تکمیل میں لاکھوں روپے کا صرفہ بھی انھی کے ہاتھوں ہوتا رہا۔ مدینہ منورہ کے قیام میں دو بار ان کی پنشن پہنچنی بند ہو گئی۔ تو ان کو اور زیادہ شدید سے سابقہ پڑا۔ لیکن کچھ دن بند رہنے کے بعد پنشن دوبارہ جاری ہو گئی۔ اور پاکستان سے یہ رقم مدینہ منورہ پہنچنے لگی۔ بخشی صاحب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم ہجرت کی مصلحتوں کے عجیب و غریب واقعات سُناتے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے ان کو ہجرت کا حکم دیا تو جہاں اس میں یہ مصلحت پوشیدہ تھی کہ وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے نمائندے کی حیثیت سے دربار نبوی میں حاضر رہیں گے، وہاں دوسری بہت سی دینی اور سماجی کشائشیں بھی ملحوظ خاطر تھیں۔

## بارگاہ رسالت میں تقرب

قرآن مجید میں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاَتَّبِعُوْنِيْ يُحِبُّكُمْ اللّٰهُ (ترجمہ) ”اے پیغمبر! کہہ دو کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو (اس کا واحد راستہ یہ ہے کہ) میرا اتباع کرو۔ تو اللہ تم سے محبت کرے گا، یہ کلام خدا کی بلاغت کا کمال ہے کہ کوزے میں دریا کو بند کر دیا ہے۔ پیروی اسی وقت کامل کہی جاسکتی ہے جب اسوہ حسنہ کا قدم قدم پر اتباع کیا جائے۔ جب پیروی کامل ہوگی تو محبت پیدا ہوگی۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت راسخ ہوگئی، تو پھر رب العزت اپنے پاک محبوب سے نسبت محبت قائم و استوار کر لینے والے پر اپنے انعامات کی بارش فرماتے ہیں۔ جس کا سب سے ارفع درجہ یہ ہے کہ خود اللہ پاک اس بندے کو اپنی محبت سے



سرفراز فرمائیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان اور اعتقاد جس طرح رب تعالیٰ کی ذات و صفات پر کامل و بے کا تھا، اسی طرح آپ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا ہر کام اور ہر وقت میں کامل اتباع مقصود ہوتا تھا، اور اسی لئے آپ ہمہ وقت عشق رسولؐ میں سرشار رہتے تھے۔ حرمین الشریفین کا سفر درپیش ہوتا تو آپ قبل از وقت روانہ ہوتے تاکہ ایام حج سے قبل زیادہ سے زیادہ مدت مدینہ منورہ میں اور دربار رسولؐ کی حاضری میں صرف کر سکیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ کی محبت اور حضور کا ادب

حج و زیارت کے بیان میں آپ کا ہے کہ نعت کے الہانہ اشعار آپ کو کیسا بے تاب کر دیتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک سے آپ کو روحانی کیف اور تسبی سرور حاصل ہوتا تھا۔ اور آپ کا جی چاہتا تھا کہ یہی مبارک ذکر جاری رہے۔ آپ کی محفلوں میں نعت خوانی عام طور پر ہوا کرتی تھی۔ آپ اچھے اشعار بار بار سنتے اور نعت خوانوں کی بہت افزائی فرماتے۔ ان کو نقد انعامات سے نوازتے۔

یہ ذکر بھی پہلے آچکا ہے کہ اگر کوئی بد بخت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کسی طرح کی گستاخی کا ارتکاب کرتا تو آپ بے قرار ہو جاتے۔ اور اس کی قرار دہی سزائش فرماتے۔ آپ کو یہ گوارا نہ ہوتا کہ کسی قسم کی بد تمیزی اور ہرزہ سرائی آپ کے علم میں آئے اور آپ اس گستاخ شخص کو ضروری سزا فوراً ہی نہ دیں۔ اسی طرح مدینہ منورہ کی ہر شے سے آپ کو کمال محبت و عقیدت تھی۔ جس کا تفصیلی ذکر پہلے آچکا ہے۔ اگر کوئی شخص مدینہ شریف کی کسی چیز کا ذکر نامناسب یا معترضانہ انداز میں کرتا تو آپ اس کو سخت تنبیہ فرماتے جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک عزت و احترام سے اچھے اور مناسب الفاظ میں کرتا، اس سے آپ بہت خوش ہوتے، اور اپنی خوشنودی کا اظہار بھی فرماتے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لاہور میں مسلم لیگ کا جلسہ تھا۔ علامہ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی بھی جلسہ کی شرکت

کے لئے آئے تھے۔ انھوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ”میں نے سنا ہے اہل لاہور میرے پے آزار ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟“ آپ نے فرمایا ”مولوی صاحب! لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرتے ہیں“ مولوی صاحب نے کہا ”میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے کو کافر اور مرتد سمجھتا ہوں۔ یہی میرا عقیدہ ہے۔ میں کیسے گستاخی کا ارتکاب کر سکتا ہوں؟“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے اور آپ نے علامہ صاحب کو گلے لگا لیا۔ اور فرمایا آپ میرے بھائی ہیں۔ جلسے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر فرمایا ”علامہ شبیر احمد صاحب میرے بھائی ہیں۔ خبردار ان سے کوئی گستاخی نہ ہو۔ میرے سامنے انھوں نے اپنے عقیدے کی وضاحت کر دی ہے“ مولوی صاحب حضرت کے اخلاق کریمانہ سے بہت خوش ہوئے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بلند رونی مدارج

دربارِ خداوندی اور سرکارِ نبویؐ میں حضرت

قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو کیا بلند رتبہ حاصل

تھا، اس کا ہم کو کیا علم ہو سکتا ہے۔ یہ البتہ ہم جانتے ہیں کہ دین کی خدمت اور سنت نبویؐ کا کامل اتباع کرنے والوں کے لئے مدارجِ بلند کے وعدے کئے گئے ہیں۔ اور محبتِ الہی اور عشقِ رسولؐ میں سرشار رہنے والوں کا رتبہ اعلیٰ وارفع بتایا گیا ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ساری عمر تبلیغ و ارشاد اور خدمتِ دین و ملت میں صرف ہوئی، اس کا اجر جمیل اور صلہ عظیم لقیٰ بارگاہِ رب العزت سے عطا ہوا اور آپ ان مراتبِ بلند اور مدارجِ عالی پر فائز ہوئے اور آپ کو ان خصوصیات کا سب سے اعلیٰ مقام مرحمت ہوا۔

ولایت کا آخری درجہ پانا

حضرت قبلہ عالم کے وصال کے بعد مولوی عبدالرشید کو جو عرصہ دراز تک علی پور سیداں کے مدرسے میں مدرس

اول سے خواب میں آپ کی زیارت ہوئی انھوں نے دیکھا کہ آپ نہایت شاندار لباس زیب تن فرمائے ہوئے ہیں۔ آپ نے مولوی سے فرمایا ”مولوی! میں مدینہ منورہ سے آ رہا ہوں۔

ولایت کے چھتیس درجے ہوتے ہیں۔ چھتیسویں درجے کا خلعت مجھے آج عطا ہوا ہے“ اس

خلعت کی نورانی چمک دمک سے مولوی کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں، اور وہ ہکا بکا رہ گیا۔  
چاہے ارور سنگھ والا پر ایک حکیم صاحب نے بیان کیا کہ ایک نجومی نے مجھے بتایا کہ میں  
نے تمہارے پیر کے ستارے کا حساب لگایا ہے۔ کسی مرتبہ میرے حساب میں آیا ہے  
کہ اگر وہ پیر نہ ہوتے تو بادشاہ ہوتے۔“

حافظ غلام حسن صاحب علی پور شریف حاضر ہوئے  
یاروں کو نبی کریم کی زیارت کرانا  
تو مجھ سے دریافت کیا کہ ”مجھ جیسے گنہگار کو

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو سکتی ہے؟“ اور بیان کیا کہ میں زیارت سے مشرف  
ہوا ہوں۔ میں نے کہا کہ ”اگر تمہیں زیارت ہوئی تو اس میں شک کی گنجائش نہیں۔ وہ نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زیارت ہے۔“ ان کو اطمینان نہوا۔ میرے ساتھ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ  
کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہمارے کچھ عرض کرنے سے قبل حضور نے فرمایا ”غلام حسن  
تمہاری طرف بارش ہوئی ہے یا نہیں؟“ عرض کیا ”نہیں“ آپ نے ارشاد فرمایا ”فرنگیوں  
کا ایک ملک ہے، وہاں ہر روز بارش ہوتی ہے۔ مدینہ شریف اور مکہ شریف میں کئی کئی  
سال نہیں ہوتی۔ سٹیبل میدانوں میں برساتا ہے اور باغ میں ایک قطرہ بھی نہ پڑے۔ وہ  
مالک ہے جو چاہے کرے۔“ اس مثال سے آپ نے حافظ غلام حسن صاحب کے شک کا  
از خود ازالہ فرما دیا۔ حافظ صاحب پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی شفقت اور خاص  
توجہ تھی۔ ان کو کئی مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ وہ  
ہر بار مجھے بتا دیا کرتے تھے۔

مستری فضل دین صاحب ساکن سچکرا میں کو زیارت کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے  
حضرت کی خدمت میں اپنا خواب بیان کیا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایت فرمائی کہ  
درود شریف کثرت سے پڑھا کرو۔ دسمبر ۱۹۶۹ء میں مستری فضل دین صاحب نے خواب  
میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کی زیارت کی۔ ان دنوں وہ سخت  
پریشانی کے عالم میں تھے۔ حضور نے خواب میں فرمایا ”بھئی تین مرتبہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کی زیارت حاصل ہو گئی، وہ فکر کیوں کرے۔“ مستری صاحب کو واقعی اس وقت

تک تین بار زیارت کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ چنانچہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اس  
فہمائش کے بعد ان کی ساری پریشانی از خود دور ہو گئی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے غلاموں میں بے شمار خوش قسمت لوگ ایسے ہیں جن کو  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ چونکہ تفصیل سے اجتناب مقصود  
ہے اس لئے سب کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔ خواب تو خواب کہی یا ران طر لقت ایسے ہیں جن  
کو آپ نے بیداری میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرا دیا۔ اور جتا دیا "کیوں بھائی  
تمھاری آرزو پوری ہو گئی؟"

برادرم عزیزم سید نذر حسین شاہ نے بیان کیا کہ

## بیداری میں زیارتِ سول

ان سے ماسٹر حکیم غلام محمد صاحب سکنتہ ناڑہ نے کہا

کہ "میں ایک دوست کے ساتھ چوہہ شریف حاضر ہوا۔ میرا دوست پہلے سے حضرت قبلہ عالم  
رحمۃ اللہ علیہ سے داخل سلسلہ تھا۔ اس نے راستے میں مجھ سے کہا کہ میں کوئی دوسرا پیر  
پکڑنا چاہتا ہوں۔ میں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ میں تو اسے مرشد بناؤں گا جو مجھے عالم بیداری  
میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت عام مجلس میں کرا دے۔ غرض ہم دونوں چوہہ  
شریف پہنچے۔ مجلس و عظ میں جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تقریکے لئے کھڑے ہوئے  
تو آپ نے فرمایا "مرید پیر کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جس انڈے کو ایک مرغی گندہ کر دے  
اس سے کوئی مرغی بچہ نہیں نکال سکتی" اسی مجلس میں مجھے عالم بیداری میں حضرت نبی  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے  
دورانِ وعظ ہی فرمایا کہ "تمھاری سب کی نیت پوری ہو گئی ہے" چنانچہ میرے ساتھی نے  
اپنا غلط ارادہ بدل دیا۔ اور مجھے بھی ہدایت حاصل ہوئی کہ میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ  
سے بیعت ہو گیا۔"

ڈاکٹر حاجی محمد حسین صاحب ساکن راولپنڈی نے سنایا کہ مجھے خواب میں حضور اقدس  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ جب میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر  
ہوا تو سب سے پہلے آپ نے مبارکباد دی۔ میں نے عرض کیا کہ وہ خواب میں زیارت ہوئی تھی۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیداری میں بھی ہوگی۔ جب میں مدینہ منورہ میں مسجد شریف میں حاضر تھا تو میں نے دیکھا کہ ریاض الجنۃ میں روضہ اقدس کے دروازے کے باہر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں۔ بیداری میں زیارت کے شرف سے مشرف ہوا حافظ غلام حسن صاحب کا بیان ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی اکرم

### دربارِ نبوت میں اعزاز

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے آ رہے ہیں۔ اس طرح کہ آپ کا ہاتھ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہے۔ حافظ غلام حسن نے خواب میں حضرت سے مصافحہ کا ارادہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ”پہلے ان سے یہی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن کا توہر روز کلمہ پڑھتا ہے“ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تمہارے پیر کی شان دنیا کیا جان سکتی ہے۔ اللہ اور اللہ کا رسول جانتے ہیں کہ اس کے مراتب کتنے بلند ہیں۔ جتنی خدمت اس نے دین کی کی ہے اس زمانے میں کسی نے نہیں کی“

ایک دفعہ حافظ غلام حسن صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہیں۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ”غلام حسن تیرے پیر کی شان بہت بلند ہے۔ لوگ اس کے مرتبہ کو نہیں جان سکتے“ ایک اور شخص نے خواب میں دیکھا کہ دربار لگا ہوا ہے۔ کرسیاں بچھی ہیں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اولیائے کرام بھی خدمت میں حاضر ہیں۔ ایک کرسی خالی ہے۔ وہ شخص دیکھتا رہا۔ اتنے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حاضر خدمت ہوئے اور اس خالی کرسی پر بیٹھ گئے۔

مولوی محمد یوسف صاحب نے بیان کیا کہ ”اکثر میرے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ

### مولوی محمد یوسف صاحب کلانوری

میرے پیر کی شان بلند ہے یا حافظ صاحب کی ”دہبت لوگ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو حافظ صاحب یا شاہ صاحب یا امیر ملت ہی کے لقب سے یاد کرتے تھے۔“ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اولیاء کرام اپنے

اپنے رتبہ کے مطابق صفوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور میرے پیر صاحب سب سے آخری صف میں ہیں۔ دل میں خیال آیا کہ دیکھیں حضرت امیر ملت کہاں ہیں، دربار رسالت میں ان کا کیا مرتبہ ہے۔ غور سے دیکھا تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے نیکھا جھل ہے ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”دنیا دار مولوی اس کی شان کیا جان سکتے ہیں۔ اس نے میرے دین کی بہت خدمت کی ہے۔ تو اس کے درجے کو کیا دیکھتا ہے، ہم جانتے ہیں“ ان مولوی صاحب نے خدمت میں حاضر ہو کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مبارک باد پیش کی۔ تو حضرت نے فرمایا ”ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ یہ ان کا لطف و کرم ہے کہ مجھ ایسے ہیچ میرز کو نوازتے ہیں“

اللہ ودھایا صاحب دلائل پور بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے ہتجد کے وقت خواب میں دیکھا کہ نماز عصر کا وقت ہے اور حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وضو کر رہے ہیں۔ میں نے یہ خواب حضرت مولوی امام الدین صاحب سے بیان کیا۔ اور ان کی اجازت کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے سن کر فرمایا ”حاجی صاحب! مبارک! مبارک! مبارک! مبارک! حاجی صاحب! عصر کا وقت نہیں طہر کا وقت تھا۔“ سبحان اللہ! کیا مقام ہے! حضور نے مجھے چار بار مبارک دی تھی۔ نتیجہ یہ کہ مجھے چار دفعہ حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ورنہ اسکول کے ایک غریب مدرس کو یہ توفیق کہاں ہو سکتی ہے“

مرتبہ قطبیت و غوثیت | حاجی میاں احمد صاحب کو ہائی نے بیان کیا کہ وہ حج و زیارت کے لئے گئے تو مدینہ منورہ میں پشاور بہادرگی کے ایک

بزرگ حاجی حافظ محمد عمران صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے چھپالیس حج کئے تھے اور اکثر دربار نبوی میں حاضر رہتے تھے۔ بڑے روشن ضمیر اور بزرگ آدمی تھے۔ حاجی عمران صاحب نے بیان کیا کہ ”جب تک کسی کی مسل پر حضرت آغا خلیل صاحب دستخط نہ کریں، اس کا اولاد کے کسی درجہ پر بھی تقرر نہیں ہوتا۔“ حاجی میاں احمد صاحب کہتے ہیں کہ میں نے حاجی عمران صاحب سے کہا کہ ”دہلی کی جامع مسجد میں باتیں ہو رہی تھیں تو میں نے سنا تھا کہ آج کل غوث

زمانہ فلاں بزرگ ہیں۔ حاجی عمران صاحب تنک کر بولے ”بجائی جو غوثیت اور قطبیت یہاں سے ملتی ہے وہ تو نہیں، البتہ جامع مسجد دہلی سے ملی ہو تو میں کہہ نہیں سکتا۔“ میاں احمد نے سوال کیا ”اچھا بتائیے، اس وقت ہمارے حضرت قبلہ عالم محدث علی پوری کس درجہ ولایت پر فائز ہیں۔“ حاجی عمران صاحب کہنے لگے کہ ”اس وقت تمام روٹے زمین پر آپ کا تصرف ہے۔ درجہ ولایت میں کوئی مرتبہ باقی نہیں جو آپ کو نہ ملا ہو۔“

اس کے بعد حاجی عمران صاحب نے فرمایا۔  
**دربار رسالت کے خلعتِ فاخرہ** | ”میں کبھی کسی بزرگ اور ولی اللہ سے ملنے کا مشتاق

نہیں ہوتا۔ کیونکہ میرا تعلق شہنشاہوں کے شہنشاہ سے ہے۔ اس در کے بعد کسی اور کی جانب رخ کرنے کے کیا معنی۔ مگر ایک واقعہ ایسا گزرا کہ اب مجھے حضرت قبلہ محدث علی پوری کی خدمت میں حاضری کا شوق تڑپاتا رہتا ہے۔“ پھر حاجی صاحب نے یہ تفصیل بیان کی اور فرمایا کہ :

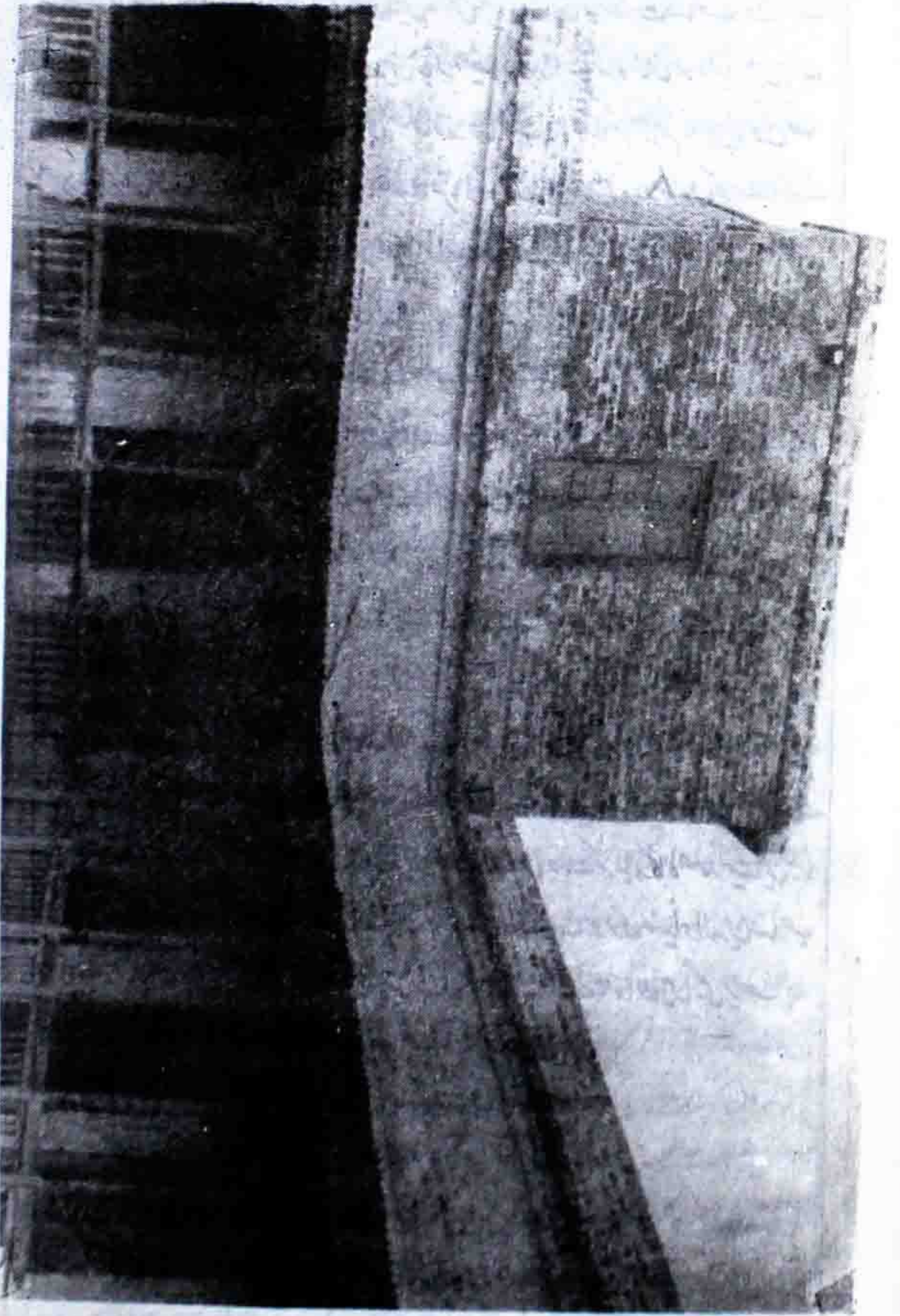
”ہر سال حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک عظیم الشان دربار منعقد ہوتا ہے۔ جس میں سب کو حسب مراتب خلعت عطا کئے جاتے ہیں۔ ایک بار جب دربار عالی کا انعقاد ہوا۔ تو حسب دستور سب کو خلعت مرحمت کئے گئے۔ مگر ایک بہت شاندار اور قیمتی خلعت سب سے علیحدہ رکھا تھا۔ اس پر ہر ایک کی نظر تھی اور یہ معلوم کرنے کے مشتاق تھے کہ یہ کس خوش نصیب کو عطا ہوتا ہے۔ آخر حضرت قبلہ عالم محدث علی پوری کا نام پکارا گیا۔ آپ اس سال حج کے لئے تشریف نہیں لے گئے تھے۔ عرض کیا گیا کہ وہ اس سال حاضر نہیں ہوئے۔ اس پر میرا نام لے کر حاجی عمران کہہ کر پکارا گیا۔ میں نے عرض کیا ”لبیک! بندہ حاضر ہے“ ارشاد ہوا ”یہ خلعت تمہارے حوالے ہے۔ ہماری یہ امانت لے کر علی پور سیداں جاؤ۔ اور شاہ صاحب کو پہنچاؤ۔“ حاجی عمران صاحب نے کہا یہ دیکھ اور سن کر میں ششدر رہ گیا۔ اور اس دن مجھے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان کا اندازہ ہوا۔“ حاجی عمران صاحب نے آگے فرمایا کہ ”ایام حج گزرنے کے بعد میں واپس ہوا تو سیدھا

علی پور شریف حاضر ہوا۔ میں ابھی سوئی میں داخل نہیں ہوا تھا کہ حضرت صاحب نے سب حاضرین کو حکم دیا کہ باہر دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھو۔ اور اپنا کمرہ خالی کر لیا۔ میں جب دروازے پر پہنچا تو اندر سے آواز آئی ”حافظ صاحب! السلام علیکم“، یہ پہلا موقع تھا کہ حضرت صاحب نے سلام میں مجھ پر سبقت فرمائی۔ ورنہ ہمیشہ میں دوسروں کو سلام کرنے میں سبقت کیا کرتا ہوں۔ میں نے سلام کا جواب دیا اور دوڑ کر قدم ٹھوم لئے۔

میاں احمد صاحب کہتے ہیں کہ ”میں نے حاجی عمران صاحب سے دریافت کیا کہ پھر آپ نے حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں خلعت پیش کیا؟۔ حاجی صاحب نے جواب دیا ”میاں صاحب! تم تو ہر بات کی تحقیق کرتے ہو۔ یہ باتیں پوچھنے کی نہیں ہوتیں“۔ پھر فرمایا ”اب میرا یہ حال ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار کے بغیر چین نہیں آتا۔ یہاں آتا ہوں تو واپس جانے کو جی نہیں چاہتا۔ مگر کیا کروں، مجبور ہوں، تین چار جگہ درس قرآن کی ڈیوٹی لگی ہوئی ہے۔ ورنہ میں تو ہمیشہ حضور کی خدمت ہی میں حاضر رہتا“۔

حضرت بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب کا مکتوب تعزیت آخر میں پیغامات تعزیت کے عنوان کے تحت مطالعہ کیجئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال شریف کے بعد روضہ مطہرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دے کر بارگاہ صمدیت میں جانا دربار نبوت میں حضور کے تقرب کی روشن دلیل ہے۔ حضرت مولوی ضیاء الدین صاحب مہاجر مدنی کے اس بیان کا اقتباس ”وصال مبارک“ کے عنوان میں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔





شیش محل کا اندرونی منظر " کونے میں باب رحمت ہے

# تبلیغ و ارشاد

تجدید و احیاء دین — تبلیغ و ارشاد —

دکن میں — کشمیر میں — جدید تعلیم والوں میں

فوجیوں میں — افغانستان میں — رومز ایتے

روا مسلم حدیث — چورڈاکو کو پار لانا —

جنت سے کو مرید لانا —

## تجدید و احیاء دین

حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نوجوانی کے زمانے میں تمام ملک ہندوستان میں کفر و ظلمت کا دور دورہ تھا۔ اور اسلام کو کسی ایسی اولوالعزم ہستی کا انتظار تھا جو تاریکیوں کو مٹا کر نورِ ایمان سے دلوں کو روشن کرے۔ کفر و الحاد کا عقاب ہر طرف شکار کی تلاش میں گرم پرواز تھا۔ اور ڈرے سہمے کلمہ گو گوشہ نشینی میں عافیت سمجھ رہے تھے۔ اگر ایمان کی بجلی کبھی گمراہی کے تاریک پردوں کو چاک کرتی، تو اپنی شپہرہ چشمی کی بدولت خلقت اس روشنی سے فیض پانے سے محروم رہتی۔ عوام الناس عادات و اخلاق اور اعمال و افعال کے لحاظ سے کفر میں ایسے رنگے ہوئے تھے کہ اسلامی شان و امتیاز سے یکسر بیگانہ تھے۔ غیر اسلامی رسوم و شعائر کو دین و ایمان سمجھ بیٹھے تھے اور صِبْغَةَ اللہِ کے خداوندی رنگ کا ان کو احساس ہی نہ رہا تھا۔ کافرانہ رواج اس قدر عام تھے کہ بے چاروں کو خدا رسول کی تعلیمات سے یکسر بیگانگی تھی۔ کفر و شرک کے پجاری رُشد و ہدایت سے نبرد آزما تھے اور ہندوستان سے اسلام کا نام بٹا دینے پر کمر بستہ۔ غرض پورا برصغیر شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک اسپین میں اسلام کے آخری دور سے مماثل نظر آتا تھا۔“

اس مہتید کے بعد حضرت صاحبزادہ مولانا فیض الحسن صاحب سجادہ نشین آلومہار شریف نے علی پور شریف کے جلسے میں فرمایا تھا کہ یہ ایسے وقت میں جب کہ روشیں ویران اور آج جو میں خشک ہو چکی تھیں، کہ اچانک ابرِ رحمت نمودار ہوا گلزارِ عالم میں آثارِ حیات ہویدا ہوئے۔ اس کا تقاطر بہارِ آفریں اور مردہ زمین کو حیاتِ جاوداں بخشنے والا تھا۔ انسانیت کے پڑمردہ چہرے پر رنگِ شباب نکھرنے لگا۔ بادِ خزاں کے ہزیمت خوردہ درختوں کی عریاں شاخوں کو از سر نو خلعتِ برگ و بار عطا ہوا۔ کہ وہ آفتابِ عالم تاب طلوع ہوا۔

اس نیرا عظیم نے شب و روز سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے، ان سرنگوں مسلمانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کو بینا و روشن کر دیا۔ اور ان کے ظلمت کدوں میں پہنچ کر ان کے تاریک ترین گوشوں کو منور و ضو فشاں کر دیا۔ ان سیاہ ذروں کو تابندہ ستارے بنا دیا۔ اپنی تمازت عالم تاب سے پڑ مروہ دلوں کو گرمایا۔ اور تازہ خون پیدا کیا۔ خوابیدہ احباب کو جگایا اور ہوشیار کیا۔ اور میدانِ عمل میں لاکھڑا کیا۔ اور ان سے کام لیا۔ حالانکہ اس وقت نہ کوئی واعظ تھا نہ وعظ سننے والا۔ نہ جلسہ تھا نہ جلوس۔ نہ انجمن تھی نہ کارکن۔ صرف حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی سب کچھ تھے۔ اور آپ نے یکہ و تنہا اصلاح دین کا بیڑا اٹھایا تھا۔“

انیسویں صدی میں مسلمانوں کی زبوں حالی | انیسویں صدی میں مسلمانان ہند کی مذہبی حالت بے حد زبوں تھی۔

شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک یکساں گمراہی پھیلی ہوئی تھی۔ دیہات کے مسلمان تو صرف برائے نام مسلمان تھے۔ سکھا شاہی کے اثرات بد کی وجہ سے شمالی ہند اور خصوصاً پنجاب میں مسلمانوں کا حال اور بھی ابتر تھا۔ ہندو اور سکھ مسلمانوں کے ساتھ اچھوتوں سے بدتر سلوک کرتے تھے۔ سکھوں کی وحشی حکومت اور ان کی بربریت و اقتدار ختم ہوا تو انگریز آئے۔ وہ ان سے زیادہ اسلام دشمن اور مسلم کش تھے انھوں نے معاندین اسلام کے کام کو اور آگے بڑھایا۔ اپنے منافقانہ اور مفسدانہ عزائم کو نئی شکل دی۔ اور اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو ملیا میٹ کرنے کے لئے نئے نئے حربے ایجاد کئے۔ جگہ جگہ اپنے پادری بھیجے جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے نئے طریقے استعمال میں لائے۔ تاکہ مسلمان صراطِ مستقیم سے بھٹک جائیں۔ ان میں حلال و حرام کا امتیاز جاتا رہے۔ اور اسلام کی بیخ کنی کی راہ ہموار ہو جائے۔ ہندوستان میں مسلمانوں پر جو بڑا وقت آیا تھا اس کا آغاز دو سو سال قبل ہو چکا تھا۔ ہندوؤں اور سکھوں کی اجتماعی کوششوں اور سکھا شاہی نے اسے تقویت پہنچائی۔ اور انیسویں صدی عیسوی میں اس پورے برصغیر میں دینِ متین کا چراغ مٹتا ہوا نظر آنے

لگا۔ عام مسلمانوں اور خصوصاً دیہات کے مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف نام کے مسلمان رہ گئے تھے۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج اور دوسرے احکام شریعت مطلقاً بھول چکے تھے۔ اسلامی اعمال و شعائر سے قطعاً نااہل ہو چکے تھے۔ رمضان شریف میں دن کو پکاتے اور کھاتے تھے۔ نماز کی کوئی پروا نہیں رہی تھی۔ اسی طرح دوسرے اسلامی احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے اور ان کو احساس بھی نہ ہوتا تھا کہ کیا کر رہے ہیں۔ اور راہِ راست سے کتنی دُور بھٹکے جا رہے ہیں۔

اکثر مقامات اور دیہات میں مسلمانوں کے نام بھی ہندوؤں جیسے ہونے لگے تھے۔ وہ ہندوؤں اور سکھوں کا پس خوردہ کھاتے اور اس میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ ہندوؤں کے کنوؤں پر ان کو دُور کھڑا کر کے اوک سے پانی پلایا جاتا اور انہیں شرم نہ آتی تھی۔ مسلمان اگر ہندو کے چوکے اور رسوئی کے پاس سے گزر جائے تو اُسے پلید سمجھنے لگتے تھے اور اس مسلمان کی توہین و تذلیل کرتے تھے۔ سکھوں کے گھروں میں بیٹھ کر مسلمان ان کا جھٹکے کا گوشت کھاتے تھے اور حرام حلال کی تمیز باقی نہیں رہی تھی۔ گاؤں میں مسجدیں منہدم کر دی گئی تھیں۔ جو باقی تھیں وہ بھی ویران اور غیر آباد تھیں۔ سکھ مسجدوں میں اذان کے روادار نہ تھے۔ اگر کوئی سجات کر کے اذان دیتا تو اس کو مارتے پٹتے اور سختی سے پیش آتے تھے۔ مسلمانوں کو ذبیحہ کی اجازت نہ تھی۔ گائے تو کیا کوئی بکری بھی ذبح کرے تو اس کو زرد و کوب کرتے تھے اور جھٹکے کا گوشت کھانے پر مجبور کرتے تھے۔ غرض مسلمانوں کی زبوں حالی اور اسلام کو مٹا دینے کی کوششیں شباب پر تھیں اور مسلمان روز بروز قہر مذلت میں گرتے جا رہے تھے۔

ہندو ماشکی (چمپور) مسلمانوں کے گھروں میں پانی بھرتے تھے۔ اور یہ پانی صرف ہندوؤں کے کنوؤں سے لایا جاتا تھا۔ ہندوؤں کے کنوؤں کا حال سب کو معلوم ہے کہ وہ ہر حال میں پاک سمجھے جاتے ہیں۔ خواہ ان میں گوبر، بول، براز، چوہا، بلی کچھ بھی گر کر اُسے گندہ کر دے۔ مساجد کو ہندوؤں اور سکھوں نے ویران

اور غیر آباد تو کر ہی دیا تھا، مگر کتنی مسجدوں کو ان بد بختوں نے اپنے تصرف میں لے رکھا تھا اور وہاں مویشی باندھتے تھے۔ جس کی وجہ سے ہر طرف نجاست اور غلاظت پھیلی رہتی تھی۔ لوگوں کو انیسویں صدی کے ان حالات کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ لیکن دیہات میں جو ابتر حال تھا اس سے صرف نظر کر کے اس تاریخی حقیقت پر غور کیجئے تو آپ اپنا سر پیٹ لیں گے کہ اس زمانے میں پشاور جیسے مسلمان اکثریت کے شہر میں کتنی ہی مسجدیں ہندوؤں اور سکھوں کے قبضے میں مدتوں رہیں۔ اسی طرح تاریخ شاہد ہے کہ دہلی کی جامع مسجد مدتوں غیر مسلموں کے تصرف میں رہی۔ پشاور اور دہلی کی یہ مسجدیں موجودہ صدی میں واگذار ہو سکی ہیں اور تاریخ کی شہادت حقیقت کی صداقت پر گواہ عادل ہے۔

بیسویں صدی کے ڈویل و زواقعات | موجودہ صدی کے دو واقعات سناتا ہوں، ان پر قیاس کیجئے تو گزشتہ صدی کی زبوں

حالی کی تصویر سامنے آجائے گی۔ میں نے بچپنم خود چھوٹی چھوٹی ملیاں ریلوے اسٹیشن پر دیکھا کہ سکھ دوکاندار مسلمانوں کو لستی پلانے کے لئے علیحدہ برتن استعمال کرتا تھا۔ جب مسلمان کو لستی پلاتا تو خالی برتن کتے کے سامنے ڈال دیتا تھا۔ کتا اس برتن کو چاٹ لیتا تو اسی پر کپڑا پھیر کر دوبارہ استعمال کے لئے تیار رکھتا۔ اور دوسرے مسلمان کو اس میں لستی پلاتا تھا۔

پنجاب کے علاوہ دوسری مثال سی پی کی سنیے۔ پروفیسر محمد طاہر فاروقی صاحب نے بتایا کہ ان کے ایک دوست جناب غلام جیلانی صاحب مرحوم جو پیرزاوگان فتحپور سیکری (ضلع آگرہ) میں سے تھے، سی پی میں سب انسپکٹر پولیس تھے۔ وہ اپنے اوپر گزے ہوئے ایسے کئی واقعات سناتے تھے، جن کو سن کر مسلمانوں کی جہالت، ناواقفیت اور زبوں حالی پر حیرت ہوتی ہے۔ اور رونا آتا ہے۔ سی پی کے دیہات میں مسلمان بوائے نام ہوتے ہیں۔ گاؤں بھر میں لوار، بڑھئی، بہشتی (ماشکی) قسم کے دواک گھر مسلمان نظر آتے ہیں۔ ان پیرزادہ صاحب کو تفتیش کے سلسلے میں گاؤں گاؤں جانا پڑتا تھا۔ وہ کٹر مسلمان اور پابند شریعت تھے۔ ایسے گاؤں میں پہنچتے جہاں مسلمان گھر نہ ہوتا تو بھوکے رہتے مسلمان گھر مل جاتا تو وہاں کچھ کھا پی لیتے۔ وہ کہتے تھے کہ

میں ایک گاؤں میں پہنچا۔ پہلے بھی یہاں آچکا تھا۔ اس نے مجھے مسلمان بہشتی دماشکی کا گھر معلوم تھا۔ اس کے گھر پہنچا تو اس نے آؤ بھگت کی۔ اور کھانا لایا۔ کھانا سامنے آیا تو اس میں گوشت تھا۔ مجھے عجب تس ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہاں گوشت تمہیں کیسے دستیاب ہو گیا۔ تو اس نے بتایا کہ گاؤں کا نمبردار شکار کو گیا تھا۔ سو مار کر لایا تو اس نے گاؤں میں تقسیم کیا۔ میرے بھی حصے میں آیا ہے۔ پیرزادہ صاحب نے کھانا کھانے کا ارادہ تو ملتوی کیا۔ اور اس مسلمان بہشتی کو سور کے گوشت کے حرام ہونے کی تلقین کرنے لگے۔ اس غریب جاہل دیہاتی کو اسلام کا نام لیوا ہوتے ہوئے بھی یہ بات معلوم نہ تھی۔ غریب نے توبہ کی اور ساری ہنڈیا پھینک دی۔ یہ دونوں قصبے بیسویں صدی کے ہیں۔ ان واقعات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انیسویں صدی میں ملک بھر میں عام مسلمان کیسے جاہل اور ناواقف تھے اور اسلام کن کٹھن حالات سے گزر رہا تھا۔

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ العویز کو آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ و ترویج دین کا حکم دیا تھا۔ جس پر آپ ابتداء سے عامل تھے۔ جب آپ کے شیخ طریقت حضرت قبلہ کعبہ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تبلیغ و ارشاد کی ہدایت فرمائی تو آپ اور زیادہ سرگرمی سے اس کام میں مصروف ہو گئے۔ اور اچیلے دین ستین اور ترویج شعائر اسلام میں ہمہ تن دن رات مشغول رہنے لگے۔ اور جب تک آپ نے اصلاح و تجدید کے کام کی تکمیل نہ فرمائی چہن سے نہ بیٹھے۔

اب ذرا اسی کے ساتھ انیسویں صدی کے وسائل نقل و حرکت پر نظر ڈالئے تو معلوم

ہوگا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جس عظیم الشان خدمت کا بیڑا اٹھایا وہ کیسا دشوار اور مشکل تھا۔ پچھلی صدی میں ریل کا تو سوال ہی کیا ہے۔ کلکتہ سے دہلی اور دہلی سے لاہور تک ریل گزشتہ صدی میں جاری ہو گئی تھی۔ مگر ضلعوں کو آپس میں ریل سے ملانے کا کام بہت بعد میں تکمیل کو پہنچا ہے۔ دو ضلعوں کو آپس میں ملانے کے لئے پٹی سرٹکیں بھی نہ تھیں۔ موٹر اور بس تو اس صدی میں بھی ہمارے آپ کے سامنے جاری ہوئی ہے۔

سڑکیں عموماً کچی اور دشوار گزار تھیں۔ پھر دیہات میں تو کچی سڑکیں بھی نہ تھیں۔ لوگ بوہنی پگڈنڈیوں پر ہوتے ہوئے راستے طے کرتے تھے۔ راستوں میں گاؤں پڑتے تو کنوئیں بھی مل جاتے۔ ورنہ دُور دُور پانی کا نشان تک نہ ہوتا تھا۔

یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ زمیندار تھے۔ ابتدائی ایام میں تو گھر میں گھوڑا اور سواری کا ٹانگہ یا اس کے لئے بیل بھی نہ تھے۔ وسائل سفر کے کامل فقدان کے ساتھ نہ زادِ راہ میسر تھا نہ تو شہ سفر موجود۔ مگر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز اس دینی خدمت کے لئے من جانب اللہ مامور ہوئے تھے، اس لئے آپ نے مشکلاتِ راہ کی مطلق پروا نہ کی۔ ضرورت تھی کہ کوئی بندہ خدا اور مردِ باخدا میدانِ عمل میں اترے۔ ایسے دین اور ترویجِ شریعت کا بیڑا اٹھائے اور مسلمانوں کو از سر نو صراطِ مستقیم پر گامزن کرے۔ تو آپ بمنشائے ایزدی دینِ متین کی تجدید و احیا اور شریعتِ حقہ کی ترویج و تبلیغ کے لئے صرف توکل اور نصرتِ الہی کے بھروسے پر سرگرم عمل ہو گئے اور مدتِ عمر اس منصبِ عالی پر فائز رہ کر جفاکشی، تن دہی، اور ریاضتِ شاقہ کی وہ مثال قائم فرمائی، جس کی نظیر انیسویں اور بیسویں صدی میں ملنی ناممکن ہے۔ آپ کو خداوند رب العزت کی تائید اور نصرت حاصل تھی کہ باوجود ہر قسم کی مشکلوں اور رکاوٹوں کے کامیابی و کامرانی آپ کے قدم چومتی رہی۔ اور ترویجِ شریعت، تجدیدِ دین اور احیائے اسلام میں آپ کو سیرتِ انگیز اور عظیم کامیابیاں اور فتوحات حاصل ہوئیں۔

سب سے پہلے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے

**الاقرب فالاقرب** | علی پور سیدال کی اصلاح فرمائی۔ **الاقرب فالاقرب** کا اصول اور سنتِ نبوی کا مکمل اتباع منظور تھا۔ یہاں ساداتِ کرام کا اثر تھا۔ اس لئے آپ کو اپنے مقصد میں بہت جلد کامیابی ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے آس پاس کے دیہات کی جانب توجہ کی اور ان کی اصلاح کے بعد دُور دُور کے دیہات اور قصبات تک اپنے دائرہ عمل کو بڑھایا۔ اسی طرح پنجاب کے شہروں میں تبلیغ و ارشاد فرمائی۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یہ تمام سفر پیدل انجام پاتے



تھے جیسا کہ بیان ہوا اس زمانے میں ریلوں کا تو ذکر ہی کیا ہے، سڑکیں اور سواریاں نام کو بھی نہ تھیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اپنے گھر کی بھی کوئی سواری نہ تھی کہ اس پر سفر کرتے۔ سیالکوٹ اور لاہور تک کے پیدل سفر کے واقعات بہت سے لوگوں کو ذاتی طور پر معلوم ہیں۔ اور بعض عینی شاہد کل تک بقید حیات تھے جو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پیدل سفروں کا حال بیان کرتے تھے۔

غرض اس طرح بتدریج حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے دائرہ عمل کو وسعت دیتے رہے۔ پنجاب کے بعد دہلی اور یوپی۔ اور اس کے بعد سی پی اور دکن۔ اور مشرق و مغرب کے دوسرے شہروں اور مضافات میں احیائے دین اور تجدید اسلام کے لئے ہر طرح کی صعوبتوں اور ریاضتوں کو آسان جان کر سفر فرماتے اور اس مقصدِ عظیم کی تکمیل فرماتے تھے۔ بیسویں صدی میں آپ کو رب العزت کے فضل و کرم سے گھوڑے اور تانگہ کی سواری بھی فراہم ہو گئی۔ چنانچہ آپ دور کے سفروں میں گھوڑے یا تانگہ سے کام لینے لگے۔ ریلیں پھیلتی گئیں تو لمبے سفر ریل سے طے فرمانے لگے۔ مگر آپ کو اپنے فرض کی انجام دہی اور مقصد کی سربلندی کے لئے سہولتوں کی تلاش نہ ہوتی تھی۔ آپ نے سینکڑوں سفر ایک ضلع سے دوسرے ضلع، اور ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں پیدل ہی سرانجام دیے ہیں۔

تبلغی سفروں کا طریق کار | حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جس جگہ پہنچتے وہاں مساجد میں قیام فرماتے تھے۔ جیسے لاہور

میں مسجد پٹولیاں (چوک لوہاری منڈی)، اور سیالکوٹ میں مسجد امام صاحبؒ میں قیام ہوتا تھا۔ کسی گاؤں میں تشریف لے جاتے اور وہاں مسجد ویران اور غیر آباد ہوتی تو اس کی فنڈ نہ فرماتے۔ وہیں اپنے رفقاء کے ساتھ کھڑے جاتے۔ نماز کا وقت آتا تو اذان دی جاتی۔ جس کو سن کر کبھی کوئی آجاتا اور کبھی کوئی بھی نہ آتا۔ ایسی صورت میں آپ خود گھر گھر جا کر لوگوں کو نماز کے لئے بلاتے۔ ایک دفعہ کا واقعہ خود حضور نے بیان فرمایا تھا کہ آپ ایک گاؤں کی غیر آباد مسجد میں جا کر قیام پذیر

ہو گئے۔ نماز کے وقت ایک شخص آیا، اذان دی اور چلا گیا۔ آپ نے تعجب فرمایا کہ یہ شخص اذان دے کر نماز پڑھے بغیر کیسے چلا گیا۔ دوسری نماز کے وقت وہ آیا اور اذان دے کر جانے لگا۔ تو آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور دریافت فرمایا کہ تم اذان دیتے ہو تو نماز کیوں ادا نہیں کرتے۔ اس نے جواب دیا۔ نماز تو گاؤں میں کوئی بھی نہیں پڑھتا۔ اذان میں اس لئے دیتا ہوں کہ اس خدمت کی مجھے اجرت ملتی ہے۔ اگر لوگ اذان کی آواز نہیں سنیں گے تو مجھے فصل بہ گندم نہیں دیں گے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے روک کر نماز پڑھائی۔ اور پھر دوسروں کو نماز کی اہمیت جتا کر مسجد میں لائے اور مسجد کو آباد فرمایا۔ نیز ان کو احکام شرعی کی تعلیم دی اور اسلام کے ارکان پر کار بند رہنے کی تلقین فرمائی۔

جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ترویج دین مستین کے لئے طویل سفر اختیار فرمائے تو اکثر ایسا ہوا ہے کہ آپ علی پور سیدال سے روانہ ہوئے تو لاہور کے دیہات میں تشریف لے گئے۔ اور ضلع لاہور سے سفر شروع فرمایا تو تصور ہوتے ہوئے فیروز پور کے دیہات تک پہنچ گئے۔ یا لائل پور سے سفر شروع کیا تو جھنگ اور سرگودھا کے ضلعوں کا دورہ ایک ہی سفر میں انجام کو پہنچایا۔ یہ سفر ابتدا میں پیدل انجام پاتے تھے۔ بعد کو گھوڑے کی سواری بھی میسر آنے لگی تھی۔ دیہات کے دوروں میں ریل کے سفر کا تو عرصہ دراز تک کوئی سوال ہی نہ تھا۔

اپنے تمام اخراجات خود اٹھانا | حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا قیام کسی گاؤں میں کم ہوتا تھا اور کسی میں زیادہ۔

عموماً مساجد میں قیام فرماتے تھے۔ اگر کوئی مسلمان قیام کے لئے جگہ فراہم کرتا تو عام طور پر اس کو قبول کرنے میں تامل فرماتے تھے۔ جس گاؤں میں قیام ہوتا وہاں کام کی تکمیل کے بعد ہی اگلے گاؤں کا قصد فرماتے تھے۔ بسا اوقات آپ نے کئی کئی مہینے اس طرح کے تبلیغی دوروں میں صرف فرمائے۔ اور کبھی کبھی یہ مدت سال بھر اور اس سے بھی زیادہ طویل ہو گئی ہے۔ اس تمام مدت میں آپ اپنا بار کسی دوسرے پر

نہیں ڈالتے تھے۔ کھانے پکانے کا سامان آپ کے ہمراہ ہوتا تھا۔ جہاں قیام فرماتے اپنا پکاتے اپنا کھاتے۔ کم ہوں یا زیادہ، جو برفقا آپ کے ساتھ ہوتے، ان کے اخراجات کی کفالت بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے تھے۔ اپنی وجہ سے کسی دوسرے کو کسی طرح کی تکلیف اور زیر باری نہیں ہونے دیتے تھے۔ اگر آپ کا توشہ اور ڈاڈراہ ختم ہو جاتا اور گاؤں میں کوئی مسلمان بھٹیارا ہوتا تو آپ اس سے چنے یا بکئی مہینو کرتنا دل فرمایا لیتے۔ مگر عام طور پر ایسا ہوتا کہ زادراہ ختم ہونے لگتا تو آدمی کو گھر بھیج کر سامان خورد و نوش منگوا لیا جاتا تھا۔ دیہات کے مسلمان پاک و ناپاک پانی کا فرق بھی نہیں جانتے تھے۔ اس لئے آپ اپنے لئے صرف آب جاری روا رکھتے اور چلتے کنوئیں کا پانی استعمال کرتے تھے اور اس طرح اپنے عمل سے دوسروں کے لئے صحیح اور اچھی مثال قائم فرماتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز جس گاؤں اور مقام پر پہنچتے، وہاں لوگوں کو از سر نو مسلمان بناتے تھے۔ ان کو کلمہ یاد کراتے۔ نماز روزے کی سخت تاکید فرماتے۔ ارکان اسلام سکھاتے۔ شرعی مسائل بتاتے۔ پابندی شریعت اور اتباع سنت کا راستہ دکھاتے سمجھاتے۔ جزئی اور فروعی احکام اور مسائل سکھاتے۔ غیر اسلامی رسموں اور رواجوں سے منع کرتے اور ان کو بند کراتے۔ بغرض جاہل، نادان اور بے خبر نام نہاد مسلمانوں کو سچا مسلمان بناتے اور ان کو صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق دیتے تھے۔

قطب ارشاد اور سید بھی اس صدی کے وہی مجدد بھی

**مجدد دوران** حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ منجانب اللہ مجدد دوران کے مرتبے پر فائز اور تجدید و احیاء دین کے لئے مامور تھے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابوداؤد کی جلد ۲ صفحہ ۲۴۱ پر صحیح حدیث روایت کی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ عَلِيًّا مِنْ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا أَمْرَهَا** ترجمہ: بے شک اللہ اس امت میں ہر صدی کے آغاز پر

ایسے شخص کو بھیجے گا جو اُمت کے لئے دین کی تجدید کرے گا۔ (بلاشبہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز اس حدیث نبوی کا مصداق تھے۔ اور آپ ہی چودھویں صدی ہجری کے مصلح، اور مجدد تھے۔ آپ نے مسلسل و طویل ریاضات شاقہ کو آسان بنا کر، طول طویل اور دور دراز مقلات پر پہنچ کر، ہر قسم کی مشکلوں اور تکلیفوں کو برداشت کر کے، اپنی شبانہ روز محنت و ریاضت سے دین حق کی تجدید کی، ارکان و شعائر اسلام کا احیا فرمایا، اور طول و عرض ہندوستان کے نام نہاد مسلمانوں کو صراط مستقیم پر گامزن کر کے راہ نجات پر چلنا سکھایا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مشیت ایزدی نے حزب اللہ کا سرور بنایا تھا۔ اور بمصداق **الْاِیَاتِ حِزْبِ اللّٰهِ هُمْ الْمَفْلُحُونَ** نصرتِ الہی اور اعانتِ ربانی آپ کے ساتھ تھی۔ چنانچہ اس پورے برصغیر میں جہاں مسلمانوں میں دین متین کی صحیح روح مفقود ہونے لگی تھی، آپ نے تجدید دین فرمائی۔ اچیلے مذہب کیا۔ اور مسلمانوں کو قرآن و حدیث کی راہ پر چلنا سکھایا۔ اور اس طرح جہاد اکبر یعنی تبلیغ دین و احیاء اسلام کے فرائض بیک وقت انجام دے کر اس صدی ہجری کے مجدد کے منصب جلیلہ پر مدت العمر فائز رہے۔ **ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ** اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو رب العزت نے عظیم الشان قوت برداشت، ہمت اور طاقت عطا فرمائی تھی۔ آپ مہینوں تک مسلسل شبانہ روز جفا کشی اور ریاضت کی زندگی میں مصروف رہتے، مگر حوصلہ و استقامت میں ذرہ برابر فرق نہ آنے پاتا تھا۔ اور کبھی ایسی کٹھن صعوبتوں اور مشقتوں سے تھکن تک محسوس نہ فرماتے تھے۔ پھر یہ کہ یہ عمل صرف جوانی کے زمانے میں نہ تھا، بلکہ سو سال سے اوپر عمر، بیماریوں اور ضعف میں بھی یہی معمولات جاری رہے۔ جہاں آپ کو رب تعالیٰ نے ایسی غیر معمولی طاقت و ہمت عطا کی تھی، اسی کے ساتھ آپ کی زبان فیض تر جہان میں وہ تاثیر بھری تھی کہ لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کے پند و نصائح سے اثر پذیر ہوتے اور ہدایت حاصل کرتے تھے۔ ”جو خدا کا ہو جاتا ہے، خدا بھی اس کا

ہو جاتا اور اس کی اعانت فرماتا ہے۔ درحقیقت یہ سب کچھ اسی کا فیضان تھا۔ اور نبیؐ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اقتدا کے ثمرات تھے جو آپ کے ساری عمر حاصل ہوتے رہے۔

اس سعادت بزورِ بازو نیست — تانہ بخشد خدا کے بخشندہ

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تجدیدِ مذہب، احیاءِ دین اور ترویجِ احکام و شعائرِ اسلام کے لئے بے شمار طریقوں پر عمل فرمایا ہے۔ اور حالات و مقامات کے مطابق مناسب راہ اختیار فرمائی ہے۔ مثال کے طور پر جبستہ حبشہ امور کی تھوڑی سی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ تاکہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کی ایک جھلک نظر آسکے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ عموماً پیارِ محبت اور نرمی و ملامت سے دینِ متین کے احکام بتاتے

### نرمی و ملامت و زہد و سختی و تشدد

اور ارکان و شعائر سکھاتے تھے۔ سب سے زیادہ تاکید نماز اور روزے کی ہوتی تھی۔ اگر کوئی ضدی اور بد بخت نہ ماننا اور مخالفت و سرکشی پر آمادہ ہوتا تو آپ بھی اس کے ساتھ سختی سے پیش آتے تھے۔ اور دوسروں کو حکم دیتے کہ اس کے ساتھ کھانا پینا۔ رشتہ نانا۔ علیک سلیک۔ بول چال سب بند کر دو۔ عام طور پر اسی گاؤں میں دوسرے لوگ آپ کی اس نیک کام میں حمایت کرتے تھے۔ ایسا نہ ہوتا تو آپ اس پاس کے گاؤں والوں کی ہمدردی اور حمایت حاصل کرتے، اور ان کو حکم دیتے کہ اس گاؤں کے باشندوں سے ہر قسم کا قطع تعلق کر لو۔ بعض شقی القلب زیادہ سرکشی اور مخالفت پر آمادہ ہوتے تو آپ ان کے مقاطعہ کے ساتھ ہی حکم صادر فرماتے کہ ان کے جنازے مت پڑھو۔ یہ مرجائیں تو اپنے قبرستان میں دفن مت ہونے دو۔ غرض اس طرح کی سختی اور سزاؤں سے بڑے بڑے سرکش رام ہو گئے۔ اور نصرتِ آہی کے فیض سے انھوں نے ہدایت پائی اور پکے دین دار بن گئے۔

رمضان شریف میں حضور اپنے گاؤں کی بڑی مسجد میں تراویح پڑھتے اور قرآن مجید سناتے تھے۔ لوگوں

### رمضان شریف کا احترام

کو خود تشریف لے جا کر ان کے گھروں سے بلا کر لاتے تھے۔ ان کو نماز روزے کی اہمیت بتاتے، قرآن مجید کی برکات سے واقف بناتے، اور ارکان اسلام کی پابندی کی تلقین فرماتے تھے؛ نتیجہ خاطر خواہ برآمد ہوتا اور بہت لوگ حضور کے فیض سے پابند شریعت بن گئے۔ رمضان شریف ہی میں فجر کی نماز کے بعد آپ بعض رفقا کو ساتھ لے کر آس پاس کے دیہات میں تشریف لے جاتے تھے۔ اگر کسی گھر سے دھواں اٹھتا نظر آتا تو وہاں پہنچ کر چولھے میں پانی ڈال کر آگ بجھا دیتے۔ اگر گندھا ہوا آٹا نظر آجاتا تو اسے مال مویشی کے آگے ڈال دیتے۔ اس کے ساتھ ہی ان کو روزے کی فرضیت اور رمضان میں دن دہاڑے روزے کی بے حرمتی کرنے کی مذمت پر وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ اگر دن میں کوئی مسورت کھیت پر کھانا لے جاتی نظر آتی تو اس سے کھانا چھین کر کتوں کے آگے ڈال دیتے تھے۔ اور ان کسانوں کو روزے کی تعلیم دیتے اور تبلیغ فرماتے تھے۔ اگر انہی میں سے کوئی بُرا مانا اور مقابلے کو تیار ہو جاتا، تو آپ بھی مقابلے پر ڈٹ جاتے تھے۔ تا آنکہ وہ زمیندار شریعت کی فرماں برداری کا اقرار نہ کرے۔ بڑے زمیندار اور نمبردار اپنے مویشیوں کو کھلا چھوڑ دیتے تھے۔ جو کھیتوں اور قبرستانوں میں گھس جاتے۔ فصلیں خراب کرتے اور قبروں کی بے حرمتی کرتے تھے۔ آپ بنفس نفیس وہاں پہنچ کر ان بڑے اور سرکش لوگوں کو نصیحت فرماتے۔ حقوق العباد کی تعلیم دیتے اور احکام شریعت سے آگاہ کرتے تھے۔ اگر وہ لوگ سرکشی اور نافرمانی پر آمادہ ہوتے تو آپ بھی ان کے ساتھ سختی کرتے اور مقابلے کی ٹھان لیتے تھے۔ تائید ایزدی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوتی اور بالآخر ان کو اپنے اعمالِ قبیحہ سے باز آنا پڑتا تھا۔

تواضع اور مہمان نوازی جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے، حضور اپنا کھانا الگ کھاتے کھاتے تھے۔ مہمان نوازی آپ کا ابتدا سے دستور

رہا ہے۔ دیہات میں جہاں آپ تبلیغ و ارشاد کے لئے تشریف لے گئے ہوتے، وہاں کے لوگوں کو اپنے دسترخوان پر پاک غذا سے شکم سیر ہونے کی دعوت دیتے اور ضیافت فرماتے تھے۔ سفر حضر میں یہ معمول ہمیشہ جاری رہا ہے۔ علی پور سیداں آنے والوں کی ضیافت

و مہمانداری ہی نہیں، سفر میں بھی ایک عالم اس سخوانِ یغما سے فاضل یا ب ہوتا رہتا ہے۔ یہ بھی دراصل احکامِ شریعت اور فرامینِ سنت سکھانے کا ایک طریقہ تھا جس پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ عمل فرماتے رہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مہمانوں کے آنے سے انتہائی خوشی ہوتی تھی۔ اور آپ ان کی بے حد و اغایت خاطر تواضع فرماتے تھے۔ ان کے لئے طرح طرح کے عمدہ کھانے پکواتے اور اصرار کے ساتھ ان کو کھلاتے تھے۔ سنتِ ابراہیمی پر آپ اس شد و مد سے عامل تھے کہ اگر کسی وقت بیرونی مہمان اتفاق سے موجود نہ ہوتے، تو آپ گاؤں کے لوگوں اور خادموں کو ہی دسترخوان پر ساتھ بٹھالیتے تھے۔ غیر مسلم مہمانوں کے لئے ہندو رسوئیا ملازم تھا۔ اسے خشک جنس دی جاتی۔ اور وہ ہندو سکھ مہمانوں کے لئے علیحدہ کھانے کا انتظام کرتا۔ اس پر بھی آپ ان مہمانوں سے برابر دریافت فرماتے رہتے کہ انہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مہمان نوازی اور آپ کے دسترخوان کی وسعت شہرہ آفاق ہے۔ اور ضرب المثل بن چکی ہے۔ دسترخوان پر بھی وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رہتا۔ اور آپ مسائل بیان فرماتے رہتے تھے۔

مہمانوں کے لئے آپ طرح طرح کے لذیذ کھانوں کا اہتمام فرماتے اور پھر باصرار ان کو شکم سیر ہو کر کھلاتے تھے۔ مہمان اچھی طرح پیٹ بھر کر کھاتے تو آپ اپنی خوشنودی کا اظہار فرماتے۔ الحاج حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ”میں نے ایک دفعہ حضور کے ساتھ بیٹھ کر ایک پوری روٹی کھائی۔ تو حضور نے کئی مرتبہ الحمد للہ الحمد للہ کہا۔ میں نے الحمد للہ کہنے کا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ میرے پیٹ بھر کر کھانے پر خدا کا شکر ادا کر رہے ہیں“ مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھاتے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خدا کا شکر ادا کرتے اور اکثر یہ کہاوت زبان مبارک سے ادا کرتے۔

کھانندیاں کھانندیاں ٹٹ جائے تڑاگی  
نام جب دیاں جب دیاں ہو جائے بیراگی

یعنی پیٹ بھر کر کھائے تبھی تو خوب اللہ کی یاد کر سکتا ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ رمضان شریف کا مہینہ اکثر علی پور  
سیداں میں گزارتے تھے۔ گاؤں کی بڑی مسجد میں تراویح میں

## تراویح اور شبینہ

قرآن مجید سناتے۔ نمازیوں سے مسجد بھر جاتی تھی۔ آپ خود گھر گھر جا کر لوگوں کو تراویح  
کے لئے بلا کر لاتے تھے۔ دُور دُور سے لوگ قرآن مجید سننے آتے تھے۔ آپ ان کو مہمان  
رکھتے۔ اور ان کی کامل خاطر و مدارات فرماتے۔ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد آخری عشرہ  
میں شبینہ بھی سناتے تھے اور سامعین کو ہدایت فرماتے کہ ہمیشہ تراویح پڑھا کر اور قرآن  
مجید تراویح میں سنا کر و۔

ضعیفی و کمزوری سے قبل آپ رمضان شریف میں اکثر سفر بھی فرماتے تھے سیالکوٹ  
پسرور۔ قصور۔ وزیر آباد۔ گوجرانوالہ۔ لاہور۔ فیروز پور۔ امرتسر۔ لدھیانہ۔ جامنڈھر۔  
دہلی تک تشریف لے گئے اور وہاں شبینہ سنائے۔ حاجی محمد حسین صاحب سیالکوٹی  
کہتے تھے کہ ”میں ایک دفعہ رمضان شریف میں دہلی گیا۔ تو میں نے اشتہار لگا دیکھا کہ  
آج رات کو حضرت قبلہ عالم فتحپوری مسجد میں شبینہ سنائیں گے۔ اس طرح مجھے حضور کے  
دہلی تشریف لانے کا علم ہوا۔ تو میں نے قیام گاہ کا پتہ معلوم کیا اور خدمت والا  
میں حاضر ہوا۔ رات کو حضور کے ہمراہ فتحپوری مسجد گیا اور شبینہ سنا۔ بڑی مخلوق  
اور لوگ بڑے شوق و ذوق سے شبینہ سننے حاضر ہوئے تھے۔ اور کمال حیرت اس بات  
پر تھی کہ لاؤڈ اسپیکر کے بغیر تمام نمازیوں میں صفِ آخر تک آپ کی آواز سنائی دیتی تھی۔“  
حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام بیٹوں۔ پوتوں۔ نواسوں کو قرآن مجید  
حفظ کرایا۔ یارانِ طریقت کو بھی ہدایت فرماتے تھے کہ ”بچوں کو کلام مجید حفظ کراؤ۔“  
پروفیسر حاجی عابد حسن صاحب فریدی رحمۃ اللہ علیہ حضور کے خلیفہ و مجاز تھے۔ اگرہ میں  
حضور کی تشریف آوری پر انھوں نے درخواست کی کہ ”مجھے چھوٹے لڑکے ظفر حسن  
فریدی کی رسم مکتب ادا کرنی ہے۔ میں نے طے کیا تھا کہ اس کی بسم اللہ کی رسم حضور  
کے دستِ مبارک سے انجام پائے گی۔“ آپ نے فرمایا کہ ”میں اس شرط پر بسم اللہ



پڑھاتا ہوں کہ تم اول اس کو حفظ کرو گے۔ بعد میں دنیوی تعلیم شروع کرو گے۔“ حضرت فریدی صاحب نے بدل و جان اقرار کیا۔ چنانچہ آپ نے بسم اللہ پڑھائی اور دعا فرمائی۔ فریدی صاحب نے اپنے عہد کا پاس کیا۔ اور حفظ شروع کر دیا۔ فریدی صاحب کے انتقال اور تقسیم ملک کے حوادث بھی اس ارادے میں رکاوٹ نہ بنے۔ اور ظفر حسن سلمہ نے چکوال آکر اول حفظ قرآن مکمل کیا۔ اس کے بعد اسکول میں داخلہ لیا۔

میں نے کشمیر میں حضور کو رمضان مبارک میں قرآن مجید سنایا۔ اٹھائیس تاریخ کی صبح کو آپ نے فرمایا ”تم قرآن مجید شروع سے سناؤ۔ میں سنتا ہوں“ نو پارے پڑھ کر میں نے عرض کیا ”میں تم تک گیا ہوں“ فرمایا ”تیرے باپ نے ایک دفعہ اسیس پارے دور کعتوں میں پڑھے تھے“ پھر فرمایا ”مجھے تو یاد نہیں کہ میں نے سارا قرآن پاک کتنی دفعہ دور کعتوں میں ختم کیا ہے“

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ موضع مہار نبرد نارووال تشریف لے گئے۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ”حافظ جی! لوگ آپ کا قرآن سننا چاہتے ہیں“ آپ نے فرمایا ”سپاہی کا کام ہی کیا ہے“ فوراً تراویح کا انتظام ہو گیا۔ لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے عشا کی نماز کے بعد تراویح شروع کیں۔ اور تراویح کی دور کعتوں ہی میں پورا قرآن مجید ختم کر دیا۔ غرض جب تک جسمانی قوت برقرار رہی اور کبر سن اور بیماریوں نے آپ کو معذور نہ بنا دیا، تراویح میں قرآن مجید پڑھنا، شبینہ سنانا، اور دور کعتوں میں پورا کلام پاک ختم کرنا آپ کا معمول رہا۔

پابند شریعت بنانا | عورتیں اپنی مشکلات اور حاجات حل کرنے کے لئے دعا اور تعویذ کے لئے اکثر خدمت والائیں حاضر ہوتیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کی فریاد سنتے۔ اول ان کو نماز دوڑے پر حال بننے کا حکم دیتے، پابندی کی تاکید فرماتے، اور احکام شرعیہ کے مطابق عمل کرنے کا نچختہ وعدہ لیتے تھے۔ اسی طرح بیماروں کو دعا اور دوا سے قبل نماز کی پابندی اور شریعت پر

قائم رہنے کی سخت تاکید فرماتے۔ غرض لاکھوں ضرورتمند جو حاضر خدمت ہوتے رہتے تھے، حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سب سے نماز پر قیام و دوام اور احکام شرع کی پابندی کا عہد لیتے۔ اور ان کی حاجت کے مطابق تعویذ عطا کرتے، پانی دم کر کے دیتے، اپنا پس خوردہ بخش دیتے، یا اور جو مناسب طریقہ ہوتا اختیار فرماتے تھے۔ چنانچہ ہزاروں لاکھوں مرد عورت دربار والا سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کر کے کامیاب و بامراد لوٹتے اور پھر آخر دم تک نماز اور احکام شرع کے پابند رہتے تھے۔ ایسی بھی مثالیں ہیں کہ کسی کسی پشت تک ان کے گھروں میں حضور کا فیض جاری نظر آیا ہے۔ اور ان کی اولاد در اولاد پابند شریعت اور متبع سنت بن گئی ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مدت العمر سنت بنوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عامل اور کار بند رہے۔ جزئی اور فروعی امور میں بھی آپ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا اہتمام فرماتے تھے۔ اسی لئے آپ کی حیات پاک ایک مثالی نمونہ تھی۔ اور آپ کی ذات اقدس خلق عظیم اور اسوہ حسنہ کا جلوہ دکھاتی تھی۔ آپ کے اقدامات محض اعلائے کلمۃ الحق اور احیائے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہوتے تھے۔ اس لئے نصرتِ الہی اور فتوحاتِ غیبی آپ پر سایہ فگن ہوتیں۔ اور آپ کی بات میں معجز نما اثر نظر آتا تھا۔ آپ اپنے تبلیغی مشن کی خاطر دور دراز علاقوں میں گئے۔ اکثر ایسے مقامات پر بھی پہنچے جہاں لوگ آپ کی زبان نہ سمجھتے تھے، اور آپ ان کی بولی سے ناواقف ہوتے تھے۔ لیکن ہر جگہ آپ کو بے مثال کامیابی حاصل ہوتی تھی۔ اور لاکھوں بندگانِ خدا آپ کے ارشادات پر عمل پیرا ہونے کا عہد کرتے تھے۔

تبلیغ کے اس مقصد کے ذیل ہی میں آپ ترویجِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں سرگرم عمل رہے۔ جو لوگ حضرت قبلہ عالم کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہوتے، آپ ان کو تعلیم و تلقین فرماتے۔ اور ادو وظائف سکھاتے۔ تہجد کا پابند بناتے۔ اور دیگر تعلیمات پر پابندی کی ہدایت کرتے۔ اس سلسلے میں بارہا ایسا ہوا ہے کہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مہینوں اپنے گاؤں سے باہر رہے۔ کبھی سال سال بھر وطن سے

بہت دُور گزارا ہے۔ مگر اس مشقتِ شاقہ سے آپ کا شوق و ذوق بڑھتا ہی جاتا تھا۔

ان تبلیغی دوروں میں حضور کے ہمراہ کم یا زیادہ تعداد میں  
**تبلیغی دوروں کے رفقا** | یا ان طریقت اور علمائے دین بھی شریکِ کار ہوتے

تھے۔ آپ ان سب رفقا کے جملہ اخراجاتِ سفر و طعام و قیام کے کفیل ہوتے اور ان کے آرام کا ہر طرح خیال رکھتے تھے۔ استاذ العلماء، صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی جیسے جلیل القدر عالم کئی سفروں میں ساتھ رہے۔ آپ کے خلفائے مجاز میں سے حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری، حضرت مولوی امام الدین صاحب، حضرت مولوی محمد شریف صاحب، حضرت مولوی خیر شاہ صاحب امرتسری، حضرت مولوی محمد عظیم صاحب لکھنوی۔ حضرت مولوی غلام احمد صاحب انگر امرتسری، حضرت حافظ مولوی ظفر علی صاحب پسروری اور حضرت محمد خوب صاحب احمد آبادی اور دیگر علماء و صلحاء آپ کے ہمراہ رہے۔ اس کے علاوہ اپنے اپنے مقام پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مانند شبانہ روز تبلیغ دین میں سرگرم اور عامۃ الناس کے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن میں مشغول رہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے **فِي سُورِ الْمُؤْمِنِ شِفَاءٌ** | (ترجمہ) "مومن کے مابقی میں شفا ہے" اور یہ حدیث کتب

صحاح میں مختلف اسناد صحیحہ سے نقل ہوئی ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مومن کامل اور بندہ صالح تھے۔ کتنے مریض حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اولوش مبارک سے شفا یاب ہو کر دیرینہ بیماریوں سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ ایک بار میں خود دو سال تک مسلسل بیمار رہا۔ ہر قسم کے علاج کا اہتمام کیا گیا۔ لیکن کسی طرح تکالیف میں کمی نہ ہوتی تھی۔ اور مرض لا علاج قرار دے دیا گیا تھا۔ ایک بار حکیم حاذق حاجی خادم علی صاحب سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ "اختر حسین کو کیا بیماری ہے؟" حکیم صاحب نے عرض کیا "اگر ہمیں بیماری کا علم ہوتا تو ہم علاج بھی کر سکتے۔ اور خدا کے فضل سے ان کو شفا ہو جاتی۔ آپ ہی کو صحیح علم ہے۔ اس لئے آپ علاج فرمائیں۔" حضرت قبلہ عالم نے فرمایا "کیا میں حکیم ہوں؟" حکیم صاحب نے عرض کیا "حضور آپ ظاہر و باطن

دونوں کے حکیم ہیں۔ آپ کی توجہ کی ضرورت ہے۔“ حضرت قبلہ عالم نے قہوہ کے ایک دو گھونٹ خود پی کر پیالی مجھے دی اور حکم دیا پی لو۔ میں نے پی لی۔ اسی طرح تین پیالیاں پلائیں خدا کا فضل اور حضور کی توجہ کہ مجھے چند روز میں کامل صحت حاصل ہو گئی۔ اور وہ شکایات اور بیماری آج تک پھر کبھی نہیں ہوئی۔ غرض اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں۔

مولوی عبدالقیوم کے ساتھ حسن سلوک اور انکی صلاح

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مکارم اخلاق اور فیض عام کے ہزار ہا واقعات

ہیں۔ ایک دلچسپ واقعہ جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی دہو علمائے اہل حدیث میں سے تھے، کے بھتیجے مولوی عبدالقیوم صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول سپرو ریضلع سیالکوٹ) کا ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب ایک بار حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور نہایت محبت اور شفقت سے پیش آئے۔ کھانے کے وقت دریافت کیا ”مولوی صاحب کہاں ہیں“ میں نے عرض کیا ”دستر خوان کی دوسری جانب بیٹھے ہیں“ فرمایا ان کو میرے پاس بلاؤ۔“ مولوی صاحب آکر حضور کے پاس بیٹھ گئے۔ ارشاد ہوا ”مولوی صاحب میرے برتن میں سے کھاؤ“ مولوی صاحب پر رقت طاری ہوئی۔ حضور ان کو گوشت کی بوٹیاں نکال نکال کر دیتے۔ وہ لے لیتے مگر کھاتے کم اور روتے زیادہ رہے۔

کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھو چکے تو مولوی عبدالقیوم صاحب نے اجازت طلب کی۔ حضور نے مجھے حکم دیا گھوڑی پر سوار کر کے اسٹیشن پہنچاؤ۔ اور اپنا آدمی ساتھ بھیجو۔ اور مولوی صاحب کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا۔ ”ایک بات کہتا ہوں بشرطیکہ آپ مان لیں“ انھوں نے عرض کیا ”ارشاد گرامی کی بدل و جان تحصیل کروں گا“ آپ نے فرمایا۔ ”مولوی ابراہیم صاحب آپ کے چچا اور خسر ہیں۔ بجائے باپ کے ہوئے۔ آپ نے ان کی لڑکی کو بیس سال سے ان کے گھر چھوڑ رکھا ہے۔ بیوی کے حقوق آپ کے ذمے ہیں۔ قیامت میں آپ رب تعالیٰ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اس دن مولوی ابراہیم صاحب آپ سے ناراض ہوں گے تو آپ کو جواب نہ بن پڑے گا۔ یہ حقوق العباد ہیں۔ رب تعالیٰ معاف نہیں فرمائیں گے۔ میرا مشورہ مانیں تو آج ہی اپنی بیوی کو گھر لے جائیں۔ مولوی ابراہیم

صاحب کو میرا پیغام دو۔ کہ اس نے مجھے بھیجا ہے۔ اپنی لڑکی میرے ساتھ بھیجو۔ اور میرا قصور معاف کرو۔“

مولوی صاحب پر یسُن کر اور زیادہ رقت طاری ہو گئی۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ آج ہی ارشاد والا کی تعمیل کروں گا۔ اجازت لے کر میرے ساتھ نیچے آئے تو کہا میں ہرگز گھوڑی پر سوار نہیں ہوں گا۔ اور آئندہ جب بھی حاضری دیا کروں گا پیدل آؤں گا۔“

میں نے پوچھا ”مولوی صاحب آپ پر اس بُری طرح رقت کیوں طاری ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ ”مجھے خیال تھا کہ ”حضور مجھے الگ بٹھا کر کھانا کھلائیں گے۔ اور بعد میں حکم دیں گے کہ ان برتنوں کو پاک کیا جائے“ جب حضور نے اپنے ساتھ اپنے برتن میں کھانا کھانے کا حکم دیا تو میں حیران رہ گیا۔ مجھے خیال آیا کہ آپ صاحب خَلقِ عظیم کا عکس پایا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کفار کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔“ مولوی صاحب نے مزید کہا کہ ”میں سچ کہتا ہوں۔ چالیس سال سے مجھے اللہ کے بندوں کے متعلق ہرگز خوش عقیدگی نہ تھی بلکہ میں ان کے خلاف تھا۔ آج حضور کی ادنیٰ توجہ اور اخلاقِ کریمانہ سے میرا ایمان درست ہو گیا۔ اور حضور نے مجھے راسخ العقیدہ مسلمان بنا کر اپنے ساتھ مجھے کھانا کھلایا۔ اور اپنے برتن میں میرا ہاتھ ڈلوایا۔ یہی نہیں، آپ نے چچا صاحب قبلہ اور میری بیوی کے متعلق مجھے ہدایت فرما کر میری عاقبت سدھار دی ہے۔ اور مجھے جہنم کی آگ سے بچا لیا ہے مجھے دراصل آج پتہ چلا ہے کہ ایسے اولیائے کرام اور عباد الرحمن آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔ اگر ہم جیسے بدنصیب ان سے وعدہ کر ان کے فیض سے بے بہرہ رہیں تو یہ ہماری انتہائی بدبختی ہے۔ خدا میری توبہ قبول کرے اور میرے گزشتہ گناہوں کی معافی عطا فرمائے۔“

مولوی عبدالقیوم صاحب حضرت قبلہ کی ہدایت اور اپنے وعدے کے مطابق سید سے اپنے چچا صاحب کے پاس گئے۔ اور حضرت کا پیغام سنایا۔ مولوی ابراہیم صاحب نے حضور کا پیغام سن کر نہ صرف یہ کہ ان کے قصور معاف کئے۔ بلکہ بیٹی کو حکم دیا کہ ”آج شاہ صاحب کا پیغام آ گیا ہے۔ تم فوراً اپنے شوہر کے ساتھ ان کے گھر چلی جاؤ۔“

غرض یہ تھا حضور قلبہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاقِ کریمانہ اور فیوضاتِ جاریہ کا پاکیزہ نمونہ۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ہزاراں ہزار مخلوق خدا خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتی۔ تو چہرہ مبارک کے دیدار ہی سے ان کے دل نورِ ایمان سے روشن ہو جاتے۔ آپ کی زبان مبارک سے پند و نصیحت سنتے ہی بدل و جان قبول کرتے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے ذکرِ خدا اور یادِ حق میں منہمک ہو جاتے۔ سلسلہِ عالیہ میں داخل ہو کر شریعت کی پابندی اور سنتِ نبویؐ کی پیروی کا عہد کرتے۔ اور پھر تادمِ آخر صراطِ مستقیم پر گامزن رہ کر نجاتِ اخروی کے مستحق بنتے تھے۔

فیضِ سانی کا اثر کسی پشتوں تک  
حاضر و بار ہونے والوں تک ہی یہ فیضِ سانی  
محدود نہ تھی۔ بلکہ اس کا اثر ان کے خاندان

میں کسی پشت تک باقی و جاری دیکھا گیا ہے۔ ایک دفعہ میں چاہو ڈسنگھ والا درنہ و قصور گیا۔ وہاں چوہدری اللہ دتہ کے پاس تھا کہ اس کے لڑکے غلام رسول نے، جس کی عمر اس وقت بمشکل دس سال تھی، باپ کے کان میں کچھ کہا۔ میں نے پوچھا ”کیا کہتا ہے“ چوہدری نے جواب دیا کہ ”عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے کہہ رہا ہے۔ کہ جماعت کے ساتھ پڑھتے ہو تو پڑھ لو۔ ورنہ میں اپنی نماز پڑھ کر سو جاؤں گا“ میں نے سوچا کہ دیکھو یہ ہے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کا اثر۔ چوہدری اللہ دتہ کے دادا چوہدری شادا اول حضور سے بیعت ہوئے تھے۔ پھر ان کے باپ چوہدری چوہدری نے بیعت کی۔ اس کے بعد چوہدری اللہ دتہ نے بیعت کی۔ گویا چوہدری شادا کی چوتھی پشت میں اس بچے غلام رسول کی پابندی نماز کا اس کم عمری میں یہ حال تھا۔ حالانکہ اس کو تو حضرت قبلہ کی زیارت کا شرف بھی اس وقت تک حاصل نہیں ہوا تھا۔ یہی حال میں نے حاجی عطاء صاحب سیالکوٹی کے گھرانے کا پایا۔ کہ پانچ چھ پشت تک اس گھرانے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ و تلقین کا اثر پایا جاتا ہے۔ ان میں حافظ بھی ہیں، حاجی بھی ہیں اور نماز روزے کی تو اس گھر میں بہ حدِ کامل پابندی پائی جاتی ہے۔

حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری حیاتِ پاک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے اسوہ حسنہ کے مطابق ڈھال لی تھی۔ آپ کا کوئی فعل خلاف سنت نہیں ہوتا تھا۔ اور ہر امر میں آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر کار بند رہنا لازم قرار دے رکھا تھا۔ یہی تلقین آپ دوسروں کو فرماتے اور کہتے کہ مولا کے کل فخرِ رسل نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع کرو۔ کہ صرف اسی میں فلاح و آرزو پوشیدہ ہے۔ لوگ آپ کو سزا پا اسوہ حسنہ میں ڈھلا ہوا دیکھتے، اور آپ کے اتباع سنت کے اہتمام سے باخبر ہوتے، تو آپ کی نصیحت قبول کرتے۔ اور کوشش کرتے کہ فرمان مبارک پر سرگرمی سے عمل کریں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اتباع سے حاصل ہوا۔ اسی اتباع کامل کی بدولت حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بلند ترین مدارج روحانی پر فائز ہوئے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا دیہات کے مسلمانوں میں کتنی ہی ہندوانہ رسمیں عام طور پر رائج تھیں۔ ان

### ہندوانہ رسموں کا انسداد

کو پتہ ہی نہ تھا کہ بہت سی رسمیں خلاف شریعت ہیں۔ وہ اپنے اجداد کی رسموں کو صحیح سمجھتے تھے اور کوئی بتانے والا نہ تھا کہ وہ اس طرح واضح طور پر کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ راجپوت اور جاٹ قبائل کے جو لوگ مسلمان ہوئے تھے، وہ بے چارے ایسے بہت سے خلاف شرع اعمال پر قائم تھے۔

اس زمانے میں مسلمانوں میں مشرکانہ رسوم رائج تھیں۔ جن کی بجا آوری وہ ضروری سمجھتے تھے۔ آپ پہلی مرتبہ موضع نکو در ضلع جہلم تشریف لے گئے۔ وہاں ایک درخت کی جڑ میں بہت بڑا پتھر گڑا ہوا تھا۔ ان مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جس کی گائے بھینس نئے دودھ دینے والی ہو وہ پہلی مرتبہ سارا دودھ اس پتھر پر لاکر ڈالے۔ اگر کوئی نہ ڈالے تو اس کی گائے بھینس کے تھنوں میں سے خون آنے لگے گا۔ اس عقیدے کے مطابق سب لوگ پہلی مرتبہ دودھ اس پتھر پر لاکر ڈال دیتے تھے۔ جب حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی اس مشرکانہ رسم کا علم ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ اس پتھر کو یہاں سے اکھاڑو اور فرمایا کہ

ہم آج نکو در والوں کے خدا کو دریائے جہلم میں ڈالنے لے جاتے ہیں۔ سب کو حکم دیا کہ کوئی آج سے دو دھ پہاں نہ ڈالے، اگر کسی کی گائے بھینس کے تھن میں سے خون آئے گا تو اس کا میں ذقے دار ہوں۔ اس طرح اہل نکو در کی اس مشرکانہ رسم کو محو کیا۔

رہتک حصار وغیرہ اضلاع کے دیہات میں جہاں اور بہت سی ہندو انہ رسمیں رائج تھیں، انھی میں بیوہ کا معاملہ بھی تھا۔ ہندو مذہب کا اصول ہے کہ عورت کسی عمر کی ہو اور اس کا شوہر چاہے اگلے دوسرے دن ہی وفات پا گیا ہو، وہ بے چاری مجبور ہے کہ ساری عمر سسرال میں گزارے۔ اور دوسروں کے رحم و کرم پر بسر کرے۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ بدکاری عام تھی۔ اور بیوہ عورتوں کی حالت زنان بازاری سے بدتر بنی ہوئی تھی۔ جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان دیہات میں تشریف لے گئے اور آپ کو مشرکانہ رسموں اور کافرانہ رواجوں کا علم ہوا تو آپ نے برملا تبلیغ شروع فرمائی اور وعظ میں برسر عام اس طرح کی بے دینی کی مذمت کی۔ نکاح بیوگان کے مسئلے کو شرح و بسط سے بیان کیا۔ بیوہ کا نکاح نہ کرنے کو گناہ عظیم بتایا۔ شریعت کے مسائل واضح کئے۔ اور زور دیا کہ بیوہ عورتوں کا نکاح کرو۔ اور اس طرح خدا رسول کے احکام کی تعمیل کر کے اپنی دنیا اور عاقبت سدھارو۔

نکاح بیوگان کی ایسی صاف صاف تبلیغ ان لوگوں کے لئے ایٹم بم تھی۔ سب برگشتہ ہو کر مخالفت پر آمادہ

### نکاح بیوگان اور مخالفت

ہو گئے۔ اور اعلان کر دیا کہ یہ ہماری خاندانی روایات کے منافی ہے۔ ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بیوہ کا نکاح نہ کرنے کی خرابیاں سمجھائیں۔ بتایا کہ اس بڑی رسم کی وجہ سے تمہارے گھروں میں بدکاری کا عام طور پر رواج ہے۔ اور اس طرح تم خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی گئی طریقے سے سرتابی کر کے اپنی دنیا اور عاقبت خراب کر رہے ہو۔ آپ نے اعلان فرما دیا کہ میں بیوہ عورتوں کا نکاح کرانے بغیر یہاں سے قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ اس پر بات بہت بڑھ گئی۔ دونوں طرف سے مقابلہ کے چیلنج دیے جانے لگے اور فتنہ فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بڑوں کو جمع کیا۔ ان کو ساتھ لے کر گھروں کے



اندر گئے۔ زمین کھود کر حرام کے نو مولود بچوں کے ڈھانچے دکھائے۔ پھر انہیں جھگل لے گئے اور وہاں لے جا کر جا بجا زمین کھدوائی۔ اور حرام کی اولاد کی دفن شدہ لاشیں نکال کر دکھائیں۔ اب تو ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ اپنی مخالفت پر شرمندہ ہوئے۔ آپ نے احکام شریعت کی مصالحت اور قدیم غلط رسم کی خرابیاں سمجھائیں۔ تو بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب سے کفر کی تارکیاں دور کیں۔ اور وہ حضور کے قدموں میں گر گئے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ اور آئندہ کے لئے احکام شریعت پر کار بند ہونے کا عہد کیا۔

ان اضلاع کے دیہات میں اس کے بعد سے نکاح بیوگان نے رواج پایا۔ اور خدا کے فضل و کرم سے ان گھروں نے دولت ایمان حاصل کی۔ رہتک اور حصار کے ان راجپوتوں کو راہِ راست پر لانے اور دین پر چلانے کے کام میں حضرت امیر مملکت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مولانا مولوی عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ خدا کے تعالیٰ ان کو اس کا رخیہ کا زیادہ سے زیادہ اجر عطا کرے۔

ع : از گدا جبر و دعا نیا دید پیچ

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم الشان کارناموں کا احاطہ کرنا ہماری توفیق سے باہر ہے۔ آپ

حضور والا کے کارنامے

کو جن اہم کاموں کی تکمیل کا فریضہ سونپا گیا تھا، اس کی انجام دہی آپ ہی سے ممکن بھی تھی۔ ع ہر مردے و ہر کارے، ہر کارے و ہر مردے۔

جس قدر مقصد بلند اور کام عظیم ہوتا ہے، اتنا ہی عظیم المرتبت شخص اس کی انجام دہی کے لئے معین کیا جاتا ہے۔ اور اسی کے مطابق اس کے مراتب و مدارج میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ صحیح حدیث ہے۔ **الدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ** در ترجمہ: نیکی کی رہنمائی کرنے والا بھی اس نیکی پر عمل کرنے والے کی مانند ہوتا ہے، یعنی دوسروں کو نیک بناؤ تو ان کی مانند تمہیں بھی اجر ملے گا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ہزاروں لاکھوں کی ہدایت اور رہنمائی فرمائی تو آپ کے اجر جزیل اور مراتب بلند کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے!!

حضرت مولانا محمد حسین صاحب نقوری رحمۃ اللہ علیہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول اور کامل ولی اللہ تھے۔ آپ کے سوانح حیات شایع ہو چکے ہیں جن کا مطالعہ یارانِ طرفیت کے لئے خصوصاً ایمان افروز ہے۔ ایک بار انہوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں یارانِ طرفیت سے پوچھا کہ ”دیکھو، نمازیں ہم بھی پڑھتے ہیں اور حضور بھی۔ اتباع سنت کا ہم بھی پورا اہتمام کرتے ہیں۔ پھر بتاؤ کیا وجہ ہے کہ حضور کے مدارج روز بروز ترقی کرتے جاتے ہیں اور ہمارا یہ حال نہیں ہے۔ تو آخر کیوں؟“

سب خاموش رہے۔ کوئی جواب نہ بن پڑا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”مولوی صاحب! آپ بتاؤ۔ حضرت مولانا صاحب نے کہا۔ ”حضور! آپ نے ہم جیسے لاکھوں انسانوں کو دیندار بنایا، نمازوں کا پابند کیا، اتباع سنت کا راستہ دکھایا تمام کاموں میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بردار بنا سکھایا۔ تو جتنا اجر ہم کو ملتا ہے، اتنا ہی حضور کے حسناتِ اعمال میں شامل ہوتا ہے۔ صحیح حدیث شریف ہے کہ اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلُهُ دَرَجَاتُهَا بِمِثْلِهَا“ کی طرف رہنمائی کرنے والا بھی ایسا ہی ہے جیسا اس مہلانی پر عمل کرنے والا۔“ تو جب حضور کے حصے میں دوڑے لاکھوں انسانوں کے اعمال صالحہ جتنا اجر بھی شامل ہوتا جاتا ہے، تو دوسرا کوئی کیسے حضور کے برابر ہو سکتا ہے۔ اسی لئے حضور کے مدارج میں وہ اضافہ ہوتا رہتا ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں ہو سکتا۔“

## تبلیغ و ارشاد

حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز تبلیغ و ارشاد کے لئے بڑے صغیر کے دور دراز علاقوں میں تشریف لے جاتے تھے۔ ہندوستان کے تمام صوبوں کے آپ نے دورے فرمائے۔ ضرورت کے مطابق کم یا زیادہ قیام فرمایا۔ اور تمام مخلوق کو خدا کا پیغام سنایا۔ ہزاروں

کی تعداد میں لوگ آپ کے جلسوں میں حاضر ہوتے اور ہدایت پاتے۔ قیام گاہ پر ہر وقت زائرین و محققین کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہر شخص سے براخلاق پیش آتے۔ اس کا حال معلوم کرتے اور مناسب پند و نصائح سے نوازتے۔ مہمان نوازی میں آپ کو قلبی حفظ حاصل ہوتا تھا۔ باہر سے جو لوگ آتے ان کو کئی کئی دن مہمان رکھتے۔ ناشتے اور کھانے کے اوقات پر تواضع میں اہتمام فرماتے اور باصرار کھلاتے تھے۔ اور رخصت کے وقت عموماً عطایا و ہدایا سے نوازتے تھے۔

پنجاب، سرحد، بہاول پور، سندھ، کراچی، یوپی، سی پی، مدراس، بمبئی، میسور، دکن، حیدرآباد، دہلی، بنگال، آسام اور دوردراز علاقوں میں آپ نے بار بار تبلیغی دورے فرمائے ہیں۔ یاغستان، افغانستان، سعودی عرب وغیرہ اور برصغیر کی مسلم اور ہندو ریاستوں میں بھی تشریف لے گئے ہیں اور ہر جگہ لوگوں کو اسلام سے روشناس کیا۔ ان کے ایمان کو بچایا، دین و شریعت کا پابند بنایا، غیر مسلموں کو زیور ایمان سے مالا مال کیا، اور صراطِ مستقیم پر چلنا سکھایا ہے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان طویل سفروں اور قیام کے لمبے عرصوں میں جس انہماک اور تن دہی سے رشد و ارشاد میں مصروف رہتے تھے وہ انسانی برداشت سے بالاتر ہے۔ عام جلسے زیادہ سے زیادہ تعداد میں منعقد فرماتے اور گھنٹوں و عظم کھتے تھے۔ بغیر لاپسوس کے ہزار ہا انسانوں کے مجمع میں سب آپ کی آواز سنتے اور فیض پاتے تھے۔ آخر شب میں تہجد کے آپ اوائل عمر سے پابند تھے۔ سفر ہو یا حضر یہ عادت جاری رہتی۔ تہجد کے وقت سے قبل کتنی دیر آپ کے لئے آرام کرنا ممکن ہوتا یہ کہنا مشکل ہے۔ حاضرین نے تو اکثر یہ محسوس کیا کہ شاید ایک گھنٹہ بھی استراحت نہ فرمائی ہوگی۔ تہجد کے وقت سب یاروں کو بیدار کر دیتے۔ اور نماز فجر کے تھوڑی دیر بعد سب کو ناشتے میں شریک فرماتے تھے۔ پھر نمازوں کے اوقات کے علاوہ سارا دن مسئلے بتانے اور پند و نصیحت فرمانے میں گزر جاتا۔

انہی اوقات میں محققین حاضر ہو کر اپنی مشکلات عرض کرتے اور فیض پاتے تھے۔

نئے ارادت مندوں کے لئے حلقہ ذکر سفر میں تو تقریباً روز ہی قائم ہوتا تھا۔ اور ہزار ہا لوگ داخل سلسلہ ہوتے تھے۔ ہر حاجت مند کے لئے خود بھی دعا کرتے اور حاضرین کو بھی دعائیں شامل ہونے کی ہدایت فرماتے تھے۔ شبانہ روز اس طرح خلق خدا کی خدمت اور رہنمائی میں مصروف رہنا حضور کا شعار تھا۔ خدمت خلق کے ساتھ ہمہ وقت ذکر الہی میں مشغول رہنا آپ کا معمول تھا۔ خود ہی نہیں، اپنے ساتھ حاضرین کو بھی ذکر میں مصروف رکھتے تھے۔ ظاہری طور پر ایک گھنٹہ تو کیا کچھ لمحات بھی آپ کو تنہائی کے میسر نہ آتے تھے۔ آپ کا وظیفہ یہ تھا :

از دروں شو آشنا و از برون بیگانہ و ش ای چیں زیاروش کمتر بود اندر جہاں  
آپ فرمایا کرتے تھے: ” ہتھ کار و دل دل یار و دل “

تبلیغ دین اور ترویج سلسلہ  
حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اسلام کی نشر و اشاعت اور دین کے احیاء و تجدید کے مقصد

جلیل کے لئے جو دورے فرماتے تھے وہ تمام ملک ہندوستان پر محیط تھے۔ اسی کے ساتھ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج بھی فرماتے۔ جو لوگ داخل سلسلہ ہونے کا اشتیاق ظاہر کرتے آپ انہیں حلقہ ارادت میں شامل کرتے۔ یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ وہی اتباع سنت نبوی اور پیروی سلف صالحین اس طریقہ کا سرچشمہ ہے۔ اس طرح داخل سلسلہ ہونے والوں کو گناہوں سے توبہ کرانا اور اعمال صالحہ پر کاربند بنانا مقصود ہوتا۔ محرمات و منہیات سے باز رکھنا۔ قرآن و حدیث کے مطابق صراط مستقیم اور نیک کاموں پر چلنا۔ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ راست پر اپنے اعمال کو ڈھالنا۔ اور شریعت و سنت کا کامل اتباع کرنا سلسلہ عالیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ لوگوں کو داخل سلسلہ کرنے سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد والا بھی یہی تھا کہ اس طرح لوگ اچھے مسلمان اور پابند شریعت و سنت بن جائیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ اسم ذات کی ضرب لگاتے تو سب پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ بعض لوگ تو نہ ہوش ہو جاتے

تھے اور گھنٹوں ان کو ہوش نہیں آتا تھا۔ آپ داخل سلسلہ ہونے والوں کو کلمہ طیبہ پڑھواتے۔ اس کے معنی اور اس کی رُوح بتاتے۔ اسم ذات کی تلقین فرماتے۔ اور اپنے روحانی تصرف سے ان کے دلوں میں ایمان کی رُوح اور اسلام کی محبت راسخ فرمادیتے تھے۔ سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے والے حضور کے ایسے گرویدہ ہو جاتے کہ حضور والا کے ارشادات عالیہ کی پیروی و پابندی پر دل و جان سے مستعد ہوتے۔ اور ساری عمر کو تا ہی نہ کرتے۔ پانچوں نمازیں ہی نہیں تہجد بھی پابندی سے ادا کرتے۔ درود شریف کا ورد اور حضور کے بتائے ہوئے دیگر اوراد و وظائف کی پابندی، نیز فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کی ادائیگی انکی طبیعتِ ثانیہ بن جاتی۔ بلکہ یہ خوبیاں ان کے گھروں میں نسل در نسل باقی رہتیں۔ اور ان کے گھرانے اسلامی کردار کا صحیح نمونہ بن جاتے تھے۔

عورتوں کی اصلاح اور تلقین | عورتیں عموماً مسائل شرعیہ کے بارے میں تساہل اور حیلے کیا کرتی ہیں۔ آپ کی خدمت میں

جو عورتیں آئیں، خواہ وہ داخل سلسلہ ہونے آئیں، یا تعویذ لینے، یا دعا کرانے یا کسی اور دنیاوی احتیاج کی حل برآری کے لئے، آپ ان کی درخواست پوری کرنے سے قبل، ان کو نماز روزے کے مسائل اور شریعت کے احکام سکھاتے۔ اور ان سے ارکان و فرائض پر پابندی سے عامل بننے کا وعدہ لیتے، تب ان کے لئے دعا فرماتے یا ان کو تعویذ عطا کرتے۔ چنانچہ تجربہ و مشاہدہ ہے کہ بے شمار عورتیں حضور کی تعلیم و تلقین کی بدولت پابند شریعت بن گئیں۔ نماز، روزہ، تہجد ان کا شعار بن گیا۔ اور ان کی نیکی و راستبازی کی بدولت ان گھروں کی اصلاح ہو گئی۔ جو پشت در پشت سے جاری ہے۔

شبانہ روز محنت اور اصلاح احوال | حضور قلبہ عالم رحمۃ اللہ کی ذات والا صفات میں ایسی کشش تھی کہ لوگ جو حق درجوق

حاضری دیتے تھے اور حاضر خدمت ہوتے تو ظاہری و باطنی محاسن سے آراستہ ہو کر واپس جاتے تھے۔ بے ایمان آتے تو ایمان دار بن کر لوٹتے۔ بے نمازی آتے تو نمازی

بن کر واپس جاتے۔ روزہ خور آتے اور روزہ دار بن جاتے۔ چور ڈاکو بد معاش آتے اور توبہ کر کے نیکو کار پر ہیزگار بن جاتے۔ غرض حضور والا کا یہ فیض عام تقریباً سو سال تک پورے ملک میں شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک جاری رہا ہے۔ ہزاروں لاکھوں کی اصلاح ہوئی ہے۔ اور اطراف و اکناف میں دین متین کی تجدید و احیاء کے ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت کامیابی کے ساتھ جاری رہی ہے۔

جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سفر میں ہوتے تو گھوڑا، تانگہ، پیدل جس طرح بھی ممکن ہوتا سفر کرتے۔ اور کبھی تھکن کا اظہار نہ فرماتے۔ اپنے اور ہمراہیوں کے سفر، قیام، طعام سب کا بار خود برداشت کرتے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ زائرین کو آپ نے مالی لحاظ سے بھی ضرورت مند پایا تو ان کو زادِ راہ اپنے پاس سے مرحمت فرمایا۔ جسمانی امراض کے مریض بھی حاضر خدمت ہوتے اور آپ کی دعا اور تعویذ سے صحت حاصل کرتے۔ جو بیمار لائے جانے کے قابل نہ ہوتے، خود ان کے گھر جاتے تھے۔ غرض آپ جس طرح خضر طریقت تھے اسی طرح امراض جسمانی و روحانی کے مسیحا بھی تھے۔ اور ہزاروں بندگانِ خدا آپ کے لطفِ کرم سے شفا کے کامل حاصل کرتے تھے۔

سہاری کا ویران مقام | ایک بار میں میاں عبداللہ کے ہمراہ ایک گاؤں سہاری میں گیا۔ وہاں ایک جگہ کچھ کھنڈر سے

نظر آئے۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ یہاں نہ مکان ہے نہ انسان۔ نہ کھیت ہے نہ فصل۔ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ اس نے کہا۔ یہاں حضرت صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کئی بار تشریف لائے ہیں۔ وہ جو مسجد سامنے نظر آ رہی ہے حضور کی تعمیر کی ہوئی ہے۔ اس مسجد میں کنواں بھی آپ ہی نے بنوایا ہے۔ تاکہ مسلمان ہندوؤں کے کنوؤں سے پانی لینے پر مجبور نہ ہوں۔

غرض میں نے رات اس مقام پر گزاری۔ اور مسائل بیان کئے۔ صبح کو بہت سے پیر بھائی ملنے آئے۔ ان میں اکثر بہت ضعیف العمر تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم اپنے مذہب سے بالکل بیگانہ اور بے خبر تھے۔ حضرت نے ہم کو مسائل شرعی سے واقف کیا۔

نمازی بنایا۔ اور سلام پر چلنا سکھایا۔ جوانی سے اب تک حضور کے پند و نصائح ہمارے رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے ہیں۔ اس گاؤں میں سب لوگ حضور کے سچے خادم اور یارِ طریقت ہیں۔ حضور نے ہماری عاقبت سدھاری ہے۔ ہم حضور کا یہ احسان کس طرح بھلا سکتے ہیں۔ ہم تو ہر وقت حضور کے اور حضور کے خاندان کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں کہ ان کا سایہ قیامت تک ہمارے سروں پر قائم رہے۔“

اسی طرح ایک بار صلح جھنگ میں میں نے ایک یار سے دریافت کیا۔ ”کہ تم لوگ حضور کی خدمت میں حاضری کے لئے اتنا لمبا سفر کیسے طے کرتے تھے۔“ اس نے کہا :  
 ”جب خود حضور اتنا لمبا سفر طے کر کے ہمارے پاس تشریف لاسکتے تھے، تو پھر ہمارے لئے تو یہ سفر اتنا مشکل بھی نہ تھا۔ اور ہوتا بھی تو ہماری غیرت اور شوق ہماری مہربانی کے لئے کافی تھا۔“

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ یاغستان میں کئی بار تشریف لے گئے۔ اور ہزار ہا پٹھانوں کو راہِ راست

## یاغستان میں تبلیغ و اصلاح

پر لائے۔ ایک بار میں بھی ہمراہ تھا۔ ایک علاقے کے سربراہ آوردہ حضرات نے عرض کیا کہ ”اس کو ہمارے پاس چھوڑ دیجئے۔ ہم اسے اپنا بادشاہ بنائیں گے۔ اور مال گزاری اور دیگر واجبات ادا کیا کریں گے۔“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”یہ اپنی بادشاہی نہیں سنبھال سکتا۔ تمہاری بادشاہی کیا کرے گا۔“ ان لوگوں نے بہت زور دیا۔ مگر آپ ہرگز نہ مانے۔

یاغستان میں کھبل کے موضع میں آپ نے ایک مکان اور ایک مسجد بھی تعمیر فرمائی تھی۔ جو نہایت کشادہ اور پر فضا مقام پر ہے۔ آپ نے گرمیوں میں یہاں طویل قیام بھی فرمایا ہے۔ اور کئی دفعہ رمضان شریف بھی وہاں گزارا ہے۔ تراویح قائم کی اور قرآن مجید سنایا۔ لوگوں کی دعوتیں کیں۔ مسائل دین بتائے۔ اور بہت سے پٹھانوں کو سلسلہ عالیہ میں داخل کیا۔ ایک مرتبہ برادر عزیز حاجی حافظ سید انور حسین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہمراہ تھے۔ اور انھوں نے وہاں قرآن مجید سنایا تھا۔ ان علاقوں میں یہ بھی رسم عام ہو

گئی تھی کہ ان کے عمائد سے جو فیصلے نہ ہو سکتے تھے، ان پیچیدہ معاملات کو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ کی تشریف آوری پر اٹھا رکھتے تھے۔ حضور تشریف لے جاتے تو آپ کے سامنے ایسے مقدمات پیش ہوتے۔ اور آپ ان کا شرع کے مطابق فیصلہ کرتے۔ وہ لوگ آپ کے فیصلوں کو برضا و رغبت قبول کرتے تھے۔ حاجی عظیم خان صاحب اور حاجی احمد خان صاحب بہت نیک اور مخلص پڑھائی ہیں۔ یاغستان لے جانے کے اصل محرک وہی تھے۔ سب سے پہلے انھی کی درخواست پر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ یاغستان گئے تھے۔ پھر تو یہ سلسلہ جاری ہو گیا۔ اور ان حضرات کے اخلاص و عقیدت نے اور بہت سے پٹھانوں کو حضور کے فیض عام سے سرفراز کیا۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جن علاقوں میں تشریف لے جاتے تھے وہاں آپ کی برکت اور اثر سے نمازیوں کی کثرت ہو جاتی تھی۔ چنانچہ دیہات اور دور افتادہ مقامات میں نمازیوں کی سہولت کے لئے آپ نے مساجد کی توسیع کی ہے، ضرورت کے مطابق ان کی مرتبہ اور تزیین فرمائی ہے۔ جہاں مسجدیں نہ تھیں وہاں نئی مسجدیں تعمیر کرتے۔ مسجدوں کے ساتھ کنوئیں، غسل خانے اور وضو خانے بناتے۔ بعض جگہ گرمیوں اور رمضان شریف میں آرام کی خاطر زیر زمین تہ خانے بنوائے۔ اور ان کے اوپر مسجد تعمیر کی۔ ان تعمیرات کے وقت حضور خود مزدوروں کے ساتھ کام میں شرکت فرماتے۔ آپ کے شریک کار ہونے کے باعث مزدور بھی زیادہ دلچسپی اور محنت سے کام کرتے۔ اور گاؤں کے دوسرے لوگ بھی وقت نکال کر خانہ خدا کی تعمیر میں حصہ لیتے اور سعادت دارین کے مستحق بنتے تھے۔ ایسی مساجد جو حضور نے تعمیر کرائیں شمار سے زیادہ ہیں۔

حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عامل اور خلاق عظیم کے حامل تھے۔

### ہمانداری میں اصلاح احوال

اپنے یارانِ طریقت سے ہی نہیں، غیروں کے ساتھ بھی انتہائی مخلص و مدارات سے پیش آتے تھے۔ اس لئے جو آپ کی خدمت میں آجاتا آپ کا گرویدہ بن جاتا تھا۔ آپ کی ہمانداری اور ہمان نوازی ضرب المثل کے درجے تک پہنچ گئی تھی۔ جتنے زیادہ ہمان ہو جاتے آپ اتنے ہی زیادہ مسرور ہوتے تھے۔ اور ان کی ہمانداری و ضیافت کے لئے



پلاؤ، زردہ، مرغ، گوشت، ترکاریاں وغیرہ تیار کرنے کا حکم دیتے۔ اس میں یہ مصلحت بھی پوشیدہ ہوتی کہ مہمانوں کے قیام کے دوران نمازوں کا وقت آتا تو وہ آپ کے ہمراہ نماز باجماعت ادا کرتے۔ نشست و برخاست، کلام و طعام اور دیگر معمولات میں ان کو مسائل شریعت اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین فرماتے اور اس کے مطابق عمل کراتے۔

حاجی عبدالعزیز صاحب زرگر بیان کرتے تھے کہ ایک نیا مہمان خدمت عالی میں حاضر تھا۔ نماز کا وقت آیا تو حاجی صاحب نے اس سے کہا کہ اٹھو۔ وضو کر کے نماز کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس نے کہا میں تو نماز نہیں پڑھا کرتا۔ حضرت قبلہ سن رہے تھے۔ ارشاد فرمایا۔ نماز نہ پڑھنے والے کو ہم رات کو اپنے پاس نہیں بٹھرنے دیتے۔ اور نہ اُسے کھانا اور بستر دیتے ہیں۔ وہ شخص شرمندہ ہوا۔ فوراً اٹھا، وضو کیا اور جماعت سے نماز ادا کی۔ حضور والا نے بھی اس کے بعد اس پر کامل شفقت فرمائی اور اس کی خصوصی مدارات کی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضری میں نہیں، سفر میں بھی سب مسلمانوں کے ساتھ بڑی شفقت، مدارات اور مہمان نوازی سے پیش آتے تھے۔ ان کی دعوتیں فرماتے اور اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلاتے اور برابر تواضع فرماتے رہتے تھے۔ جو لوگ آقامت گاہ پر رات گزارتے ان کو تہجد کیلئے بیدار کیا جاتا اور وہ نماز تہجد ادا کرتے۔ اس بارے میں آپ کوئی سختی نہیں کرتے تھے بلکہ نرمی اور ملاحظت سے کام لیتے تھے۔ لوگ دیکھتے کہ یہاں تو سبھی سحری کے وقت بیدار ہیں اور نماز تہجد ادا کر رہے ہیں۔ تو انہیں خود غیرت آتی اور خود بھی تہجد ادا کرنے لگتے۔ آپ کو سب علم ہوتا اور آپ ایسے حضرات کے ساتھ خصوصی شفقت کا اظہار فرماتے تھے۔ چک نمبرہ جنوبی (متصل جلد اول) میں مولوی محمد عالم صاحب کو حکم دیا کہ سحری کے وقت جو لوگ تہجد پڑھنے مسجد میں آئیں، ان کو چائے پلایا کرو۔ اور رس اور بکٹ کھلایا کرو۔ اس کے جو اخراجات ہوں گے وہ میں ادا کروں گا۔ خود مجھ سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ”اس سے میری غرض یہ تھی کہ حافظ

غلام مصطفیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گاؤں کے لوگ نمازی اور تہجد گزار بن جائیں، حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے تصرف اور روحانیت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ زبان مبارک سے فرمادیتے ویسا ہی ظہور میں آتا تھا۔ یہ رب تعالیٰ کا آپ پر خاص کرم تھا۔ ”جو خدا کا ہو جائے اللہ بھی اس کا ہو جاتا ہے“ صحیح گفتہ اور گفتہ اللہ بود۔ جو مرد یا عورت اپنی کوئی غرض لے کر خدمت والا میں آتے، مقدمات کی مشکلات بیان کر کے حل چاہتے، روزگار کے خواہشمند ہوتے۔ اولاد کی خواہش لے کر آتے، یا کسی دوسری جائز آرزو کی تکمیل کے عرض گزار ہوتے، آپ ان سے ارشاد فرماتے کہ تم شریعت پر کاربند ہو جاؤ۔ احکام شرع کے پابند بن جاؤ تو رب تعالیٰ تمہاری مشکل حل فرما دیں گے۔ تم مقدمہ جیت جاؤ گے۔ تم کو روزگار مل جائے گا۔ تم صاحب اولاد ہو جاؤ گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض ایسے مواقع پر بھی حضور والا مسلمانوں کی اصلاح اور ان کو راہ شریعت پر گامزن بنانے کے مقصد اعلیٰ کی تکمیل کا احسن طریقہ اختیار فرماتے تھے۔

مشکل برآری اور اخلاقِ حسنہ کی بدلتِ اصلاح | بعض لاعلاج بیمار حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو

کر دعا اور تعویذ کی درخواست کرتے، تو آپ ان سے وعدہ لیتے کہ رب تعالیٰ تم کو صحت عطا فرمائے گا تو وعدہ کرو اور قول دو کہ تم نماز، روزہ اور احکام شریعت کی پابندی کرو گے اور مدتِ العمر راہِ راست پر عامل رہو گے۔ وہ نچتہ وعدہ کرتے تو حضور ان کے لئے دعا فرماتے۔ کلام مجید کی آیات پڑھ کر پانی پر دم کر کے عطا کرتے۔ اپنا پس خوردہ بخش دیتے یا تعویذ عطا فرماتے، تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کو صحت کاملہ عطا کرتا۔ اور وہ دل و جان سے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے گردیدہ ہو کر اسلامی فرائض و احکام کی بجا آوری میں ساری عمر صرف کرتے، اور متقی و دیندار بن جاتے تھے۔

جیسا کہ ذکر ہوا حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز صاحب خلقِ عظیم، رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوۂ حسنہ پر عامل اور سنتِ نبوی کے اتباع میں کامل تھے۔ اس لئے آپ کے اسوۂ پاک اور اخلاقِ حسنہ کو دیکھ کر ہزاروں لاکھوں انسان آپ کی طرف مائل

ہوتے تھے۔ اور آپ کے اوصاف و کمالات کے گرویدہ بن کر آپ کے فرامین پر عمل کرتے تھے۔ شریعت و سنت کے اجراء و نفاذ کے معاملے میں آپ بحسب کمال بے باک اور بے خوف تھے۔ آپ نے تمام عمر کسی مخالفت اور منازعت کے ڈر سے حق کوئی اور حق پر ڈوبی میں کمی نہ آنے دی۔ حدیث کہ حکومت وقت بھی اسلام کے خلاف کوئی اقدام کرتی تو آپ بے باکی و بے خوفی کے ساتھ صدائے حق بلند کرتے اور حکومت سے مطلق رعب نہ کھاتے۔ اس کی بہت سی مثالیں آئندہ قارئین کے مطالعہ میں آئیں گی۔

### ترن تارن میں لعمرہ حق

پنجاب کے علاقوں میں سکھوں کی آبادی بہت زیادہ تھی۔ اور وہ بڑے کشرش اور جنگجو واقع ہوئے تھے۔

مسلمان سکھوں کے زمانہ حکومت سے ان کے مظالم کا نشانہ بن رہے تھے۔ ایک بار حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ امرتسر میں میاں غلام حبیلائی صاحب کے گھر تشریف فرما تھے کہ ترنتارن سے ایک وفد آیا اور ان کے بیچد اصرار پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ترنتارن کا دورہ فرمانے کا وعدہ کر لیا۔

یارانِ طریقت نے آپ کو ترنتارن کے ارادے سے باز رکھنے کے لئے بہت منت سماجت کی۔ عرض کیا کہ ”وہ سکھوں کا مرکز ہے۔ وہاں ان کی آبادی بھی بہت زیادہ ہے۔ وہ اسلام کے دشمن ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ حضور کی ایذا رسانی کے درپے ہو جائیں۔ یا مقابلے پر آمادہ ہوں اور کوئی فساد برپا کر دیں۔“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”تم مجھے کافروں سے ڈرتے ہو۔ میں سید

ہوں۔ جو سید ہے وہ ڈرتا نہیں۔ اور جو ڈرتا ہے وہ سید نہیں۔ میں اسلام کی حقانیت بیان کرنے اور تبلیغ کرنے کے لئے ضرور جاؤں گا، نیز ارشاد کیا کہ ”سوائے حمت علی کے میرے ساتھ اور کوئی نہیں جائے گا۔“

اب تو یارانِ طریقت اور زیادہ پریشان ہوئے۔ بہت منت سماجت کی۔ اور عرض کیا کہ ”ہم ضرور حضور کے قدموں کے ساتھ رہیں گے۔ اور حضور کو تنہا نہیں جانے دیں گے۔“ آپ نے فرمایا ”تم میرے محافظ ہو؟ ہرگز نہیں۔ میرا محافظ میرے ساتھ ہے۔ وہ خود

میری حفاظت فرمائے گا۔ میں اکیلا نہیں ہوں۔ میرے رب کی قوت اور طاقت میرے ساتھ ہے۔“  
حافظ رحمت علی صاحب کا بیان ہے کہ ”میں اکیلا ہی حضرت قبلہ عالم کے ہمراہ  
گیا۔ اسٹیشن پر لوگ زیارت کے لئے آتے۔ جن میں زیادہ تعداد سکھوں کی ہوتی تھی۔  
میں حضور سے عرض کرتا تو آپ گاڑی کے دروازے پر آجاتے۔ وہ لوگ آپ کے قدموں کو ہاتھ  
لگاتے اور سلام پیش کرتے۔ اور کہتے ”یہ سبح کا گروہ ہے۔“ غرض اسی طرح گاڑی تارن  
اسٹیشن پر پہنچی۔ وہاں لا تعداد مسلمان اور سکھ استقبال کے لئے موجود تھے۔ سکھ مسلمانوں سے  
کہتے تھے۔ ”ہمارے گرو ہمیشہ یہاں آتے رہتے ہیں۔ آپ کا گرو پہلی دفعہ یہاں آیا ہے۔ پہلے  
ہمیں درشن کراؤ۔“ مسلمانوں نے حضور سے عرض کیا تو آپ گاڑی کے دروازے میں کھڑے ہو  
گئے۔ تمام سکھ ادب سے قدموں کو ہاتھ لگا کر سلام بجالاتے تھے۔ اسٹیشن پر ہر طرف  
یہی آواز گونج رہی تھی کہ ”یہ سبح کا گروہ ہے۔“

”غرض ترن تارن اسٹیشن سے قیام گاہ تک حضور کو ایک بڑے جلوس  
کے ساتھ پہنچایا گیا۔ رات کو قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جب گاہ میں تشریف لے گئے جہاں  
بڑا اجتماع تھا۔ جلوس کی طرح جلسے میں بھی مسلمانوں سے زیادہ تعداد میں سکھ جمع تھے۔  
ایسا ہونا ہی تھا۔ اس لئے کہ ترن تارن سکھوں کا مقدس مقام ہے اور یہاں آبادی بھی  
سکھوں ہی کی بہت زیادہ تھی۔“

”حضور نے تلاوت سے اپنے خطبہ کا آغاز فرمایا۔ اور کہا کہ میں اپنے میزبانوں  
سے بہت خوش ہوں۔ آپ نے اسٹیشن پر جمع ہو کر مجھے خوش آمدید کہا۔ اور اب میری تقریر  
سننے آئے ہیں۔ آپ نے میزبانی کا حق ادا کر دیا ہے۔“ پھر فرمایا ”مذہب اپنا اپنا ہے  
اور عقیدہ اپنا اپنا۔ مگر ہمارا مذہب اللہ کے فضل سے سچا ہے۔ اور آپ کا غلط۔ آپ کے  
پاس انسانی کتاب ہے جو بندے کا کلام ہے اور ہمارے پاس آسمانی کتاب جو خدا  
کا کلام ہے۔ ہمارا دین اللہ کا دین ہے۔ ہمارا رسول سچا ہے۔ جس کے واسطے سے  
اللہ نے ہم پر کتاب اتاری اور ہمیں اپنے دین کا راستہ دکھایا۔“ حضور خود فرماتے  
تھے کہ ”میں نے لاؤڈ سپیکر کے بغیر تین گھنٹے تک تقریر کی۔ اسلام کی صداقت بیان کی۔“

ان کے مذہب کو جھوٹا اور اپنے مذہب کو سچا ثابت کرتا رہا۔ مگر کچھ پھر بھی مجھے تقریر ختم نہیں کرنے دیتے تھے۔ اور اصرار تھا کہ تقریر جاری رکھئے۔ جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تمہاک گئے تو مشکل ان سکھوں نے تقریر ختم کرنے دی۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جلسے میں فرمایا کہ میں تمہارے سامنے بلند آواز سے قرآن مجید کی آیت پڑھ کر تلوار پر دم کرتا ہوں۔ پھر تم وہ تلوار کسی کو بھی مارو، ہرگز نہیں کاٹے گی۔ اسی طرح تم کسی قسم کا کیسا ہی مریض میرے پاس لے آؤ، میں اس پر قرآن شریف پڑھ کر دم کرتا ہوں، تو وہ خدا کے فضل سے اسی جلسے سے صحت یاب اور ندرست ہو کر واپس جائے گا۔ آپ نے چیلنج کیا کہ ”تم سب لوگ گرنفقہ صاحب پڑھ کر دم کر کے دیکھ لو کہ ایسا ہوتا ہے یا نہیں۔ اسی سے معلوم ہو جائے گا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون۔“ اس جلسے میں کسی کو مجال نہ ہوئی کہ حضور کے چیلنج کو قبول کرتا۔ یا مخالفت کی جرأت کر سکتا۔

کلاس الایمیں ایک سکھ ذیل دار نے ایک تیز دھار والی تلوار حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی کہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ کیسے نہیں کاٹتی۔ آپ نے اس تلوار پر دم فرمایا۔ اور ایک سنگترہ سامنے میز پر رکھ کر اس پر بہت زور سے تلوار کا ہاتھ مارا۔ سنگترہ کٹتا تو کیا اس کے چھلکے پر بھی ذرا سا اثر نہ ہوا۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اور معاندین ششدر رہ گئے۔

اسلام کی حقانیت کا بیان اور تبلیغ و ارشاد  
 کا مقصد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ہمہ وقت

### کڑی والی میں اعلیٰ کلمۃ الحق

مقصود ملحوظ تھا۔ اہل سنت و الجماعت کے جلسوں میں حضور والا ضرور شرکت فرماتے اور اعلیٰ کلمۃ الحق کی خاطر ہر وقت مستعد اور تیار رہتے۔ ایک بار چورہ شریف کے سجادہ نشین صاحب نے موضع کڑی والا ضلع لائل پور میں علمائے اہل حدیث سے مناظرہ طے کیا۔ اور حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دی۔ آپ فوراً وہاں پہنچ گئے۔ آپ کے ہمراہ کسی اور علماء بھی تھے۔ حضور کی تشریف آوری کا حال سن کر ان لوگوں نے مناظرہ سے انکار کر دیا۔ مگر جلسے کا اہتمام ہو چکا تھا۔ اس لئے آپ نے

مفادِ عام کی خاطر جلسہ منعقد کیا۔ اور صداقت مذہب پر تقریر فرما کر لوگوں کو فیض یاب فرمایا۔

بہاولپور میں یہاں کی ساتھ مسائل شریعت کا بیان ایک بار حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بہاولپور شریف لے گئے۔

وہاں عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا تھا۔ جس میں وزراء و عمائد کے علاوہ خود نواب بہاولپور اور ان کے رشتہ دار شریک ہوئے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دوران تقریر لڑکیوں کو مغربی تعلیم دلوانے کی مذمت کی۔ اور سخت الفاظ میں اس کی خرابیاں بیان کیں۔ بعض لوگوں نے قریب جا کر عرض کیا کہ ”ان اکابر و عمائد کی لڑکیاں کالجوں میں انگریزی پڑھتی ہیں، اس لئے اس موضوع سے گریز فرمائیے تو بہتر ہے“ آپ نے بربستہ و برملا کہا کہ ”مجھے سب کچھ اور دین کی تبلیغ کرنے سے کون روک سکتا ہے۔ اگر یہ لوگ سچی بات سننا پسند نہیں کرتے تو مجھے کیوں بلایا تھا“ چنانچہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا وعظ جاری رکھا اور سب کان دبائے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل سنتے رہے۔

مخالفتین کے ساتھ ملاحظت

بے شک حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت بھی ہوتی تھی۔ اور اہل غرض اپنے مفاد، مصلحت اور رغبت کے خلاف باتیں سنتے تو ناشائستگی پر بھی اتر آتے تھے۔ مگر آپ کا مقصد حق گوئی تھا جس سے کسی حال میں باز نہ رہتے۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مقدسہ کے مطابق دعا فرماتے کہ ”خداوند! ان کو راہِ راست دکھا اور شریعت کا پابند بنا“ آپ نے اپنی ذات کی مخالفت کو کبھی کوئی اہمیت نہ دی۔ نہ کبھی اور کسی کو اجازت دی کہ وہ ذاتیات پر حملوں کا جواب دے۔ آپ کا عمل اس پر تھا کہ

دشنام دہد اگر خبیثے چارہ بنود بجز شنیدن

گر پائے کسے گزیدہ لازم بنود و راگزیدن

اگر کسی نے دشمنوں کے بُرا بھلا کہنے اور جھوٹے اشتہاروں کا جواب دینے

کی اجازت طلب کی ہے تو آپ نے سختی سے منع فرمایا۔ کہ ”جواب کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔ ہم جواب دے کر اپنے اجر میں کیوں کمی کریں“

ایک دفعہ مولوی عبد العزیز دیوبندی سخت بیمار اور مایوس العلاج ہو کر گوجرانوالہ سے  
 آپ کے پاس آئے۔ اور عرض کیا کہ ”آپ مجھے معافی عطا کریں۔“ آپ نے فرمایا ”مولوی صاحب  
 آپ نے میرا کوئی قصور نہیں کیا۔ جن کی شان میں آپ بے ادبی کرتے رہے ہو، انہی سے  
 معافی طلب کرو۔“ انھوں نے کہا ”میں آپ کی شان میں بھی بہت کچھ ناسزا الفاظ کہتا رہا  
 ہوں۔“ ارشاد فرمایا۔ ”نہ مجھے کوئی بات یاد ہے نہ میں نے اپنی ذات کی مخالفت کا  
 کبھی کوئی خیال کیا ہے۔ آپ اللہ رسول سے معافی طلب کریں۔“ مولوی صاحب کو آپ  
 نے تین دن مہمان رکھا۔ مہمان داری اور تیمارداری فرمائی۔ مولوی صاحب نے سچے دل سے  
 توبہ کی۔ اور آپ نے ان کی توبہ قبول ہونے کی دعا فرمائی۔

قرآن مجید کی بجز مہتمم پر حضرت قبلہ عالم کا عتاب

مستری فضل دین صاحب بیخ  
 گرائیں نے بتایا کہ ایک روز  
 ایک مسلمان زر کرنے آکر خدمت والا میں عرض کیا کہ ایک شخص گنگارام نے کہا کہ ”میں  
 قرآن شریف پر گھٹنا رکھتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ کون میری ٹانگ توڑتا ہے۔“ حضور نے  
 فرمایا ”تو کیسا مسلمان ہے۔ کہ یہ بات سن کر یہاں مجھ سے کہنے آیا ہے۔ تو نے اس  
 بے ایمان کی ٹانگ اسی دم کیوں نہ توڑ دی۔“ یہ فرما کر اسے نکال دیا۔ اور موضع پھنگرا میں  
 کے معزز سکھوں اور مسلمانوں کو بلا کر فرمایا کہ ”یا تو گنگارام آکر اپنے الفاظ واپس لے  
 اور معافی مانگے اور آئندہ کے لئے توبہ کرے کہ میں ایسے الفاظ نہیں کہوں گا۔ ورنہ میں  
 وہاں آج ہی گائے ذبح کر اؤں گا۔ اور پھر لائسنس لے کر ہمیشہ کے لئے وہاں بوچر خانہ  
 قائم کر دوں گا۔ تاکہ روز گائے ذبح ہوا کرے۔“ سب نے گنگارام کو بہت لعنت  
 ملامت کی۔ اور اس کو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق معافی تلافی  
 کرنی پڑی۔ لیکن حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنے سامنے نہیں آنے دیا۔  
 کچھ دن کے بعد گنگارام سخت بیمار ہو گیا۔ جب وہ زندگی سے عاجز آ گیا تو  
 اس نے مستری فضل دین کو بلا کر کہا کہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر میرا سلام  
 عرض کرو۔ اور التجا کرو کہ میری توبہ قبول ہو۔ مستری صاحب نے آکر عرض کیا۔ تو اپنے

فرمایا۔ ”اس نے میرا تو کچھ بگاڑا نہیں“ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا کہ ”اس سے کہو کہ اگر وہ کلمہ پڑھ کر دل سے مسلمان ہو جائے تو اس کی جان آسانی سے نکل جائے گی۔ وہ اپنے وارثوں کو ہدایت کر دے کہ وہ اسے جلائیں نہیں دفن کریں“ مستری صاحب نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام اس کو پہنچا دیا۔ دوسرے دن اس نے مستری صاحب کو پھر بلایا اور سائنس کی کہ ”مجھے کلمہ پڑھاؤ، میں مسلمان ہوتا ہوں“ مستری صاحب نے اسے کلمہ پڑھایا اور وہ مسلمان ہو کر آخرت کو سدھارا۔

اسی طرح ایک دفعہ جب حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پشاور اور کوہاٹ کے سفر سے واپس آرہے تھے، گاڑی میں ایک گجراتی مولوی صاحب نے آپ کو یہ واقعہ سنایا کہ گجرات میں ایک شخص نے قرآن مجید کرسی پر رکھا اور اس کے اوپر بیٹھ گیا، آپ نے اس مولوی کو سخت ڈانٹا۔ اور فرمایا کہ ”تم مسلمان نہیں ہو جو تم نے اس کافر کو زندہ چھوڑ دیا“ اس کے بعد آپ گجرات تشریف لے گئے۔ وہاں جلسہ منعقد کیا۔ اور عوام کو اس شخص کی گستاخی سے آگاہ کر کے اسے چیلنج کیا۔ اس کو خبر لگی تو وہ چپکے سے شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔

ایڈیٹر جماعت امرتسر کی بیان کردہ رودادِ سفر | رسالہ جماعت امرتسر کے ایڈیٹر جناب عزیز مخدومی امرتسر ایک

سفر میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے ہم رکاب تھے۔ یہ نومبر ۱۹۲۴ء کی بات ہے جب کہ حضور کی عمر مبارک اسی سے یقیناً تجاوز فرما چکی تھی۔ اس سفر کی روداد انہی کے الفاظ میں ”ملی اور منلاحی ادارے“ عنوان کے ذیل میں درج کی گئی ہے۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ ہو جائے گا کہ اس ضعیف العمری اور پیرانہ سالی میں بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ اشاعت اسلام میں کیسی سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔ اور دینی اداروں کی سرپرستی میں کیونکر پیش پیش رہتے تھے۔ ”فقہ ارتداد“ اسی زمانے کی بات ہے۔ اسی عنوان کے تحت اس کی تفصیلات کا ذکر آئے گا۔ اس سے قبل ”تحریک خلافت“ میں آپ پورے جوش و خروش سے غیرت دینی اور حمیت اسلامی کا مظاہرہ فرما چکے تھے۔ اور اس کے بعد ”ساردا ایکٹ“ اور مسجد شہید گنج کی تحریکوں میں باوجود کبر سن اور ضعف جسمانی کے آپ جوانوں سے زیادہ جوش



کے ساتھ سرگرم عمل رہے۔ مسلم لیگ کا مطابقت پاکستان اور اس ذیل کی تحریکات کا زمانہ وہ ہے جب آپ کا سن مبارک سو سال سے بہت زیادہ تجاوز کر چکا تھا۔ اور جبکہ ضعف اور امراض نے آپ کو چلنے پھرنے سے معذور کر رکھا تھا۔ لیکن اس قومی و ملی تحریک میں آپ نے جس جوش عمل کا مظاہرہ فرمایا، اور آپ کی حمایت اور سرپرستی میں تحریک قیام پاکستان جس طرح پروان چڑھی، اس کا ذکر اسی عنوان کے تحت پڑھیے۔

اس کتاب میں ہر بات تفصیل سے لکھنی ممکن نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ مختصر طور پر ہی سہی، حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی حیات مبارک کے تمام پہلو قارئین کے سامنے آجائیں۔ اور موجودہ و آئندہ نسلوں کے لئے رہنمائی کا کام دیں۔ ورنہ حق یہ ہے کہ تجدید و ترویج دین، اور نشر و اشاعت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے لئے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ایک سو سال تک جو خدمات جلیلہ کیں اور مساعی جمیلہ فرمائیں ان کا حصہ و احاطہ ممکن نہیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ریاضت و جفاکشی اور محنت و خود ساری کی مثال اس زمانے میں ناپید ہے۔ آپ رب العزت کی جانب سے تجدید و احیائے دین کے منصب جلیل پر فائز کئے گئے تھے۔ اس لئے نصرت الہی اور تائید ایزدی آپ کے شامل حال تھی۔ ورنہ ہندوستان بھر میں ظلمت و جہالت، اور بے دینی و گمراہی کی جو تاریکی چھائی ہوئی تھی، اسلام کے خلاف جس طرح دشمن قوتیں محاذ آرا تھیں اور مسلمان جیسے خواب غفلت میں ڈوبے ہوئے فریض دینی اور احکام شرعی سے ناواقف اور بے بہرہ ہو چکے تھے، اس کا انجام سخت خطرناک نظر آتا تھا۔ لیکن رب العزت کو ہماری نجات و فلاح مقصود تھی، کہ اس نے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کو اس مقصد عظیم کے لئے مستعین فرمایا۔ اور آپ نے ظاہری بے سروسامانی اور دنیاوی صعوبات و مشکلات کے باوجود اپنے عزم و استقامت، جرات و بے خوفی اور حوصلہ و استقلال سے اس برصغیر کے طول و عرض میں اسلام کے علم کو سر بلند کرنے اور شریعت حقہ کے اوامر و نواہی کو مروج کرنے میں خدا کے فضل و کرم اور فتح و نصرت کے زیر سایہ نمایاں کامیابی و کامرانی حاصل فرمائی۔ اوائل عمر میں پیدل چل کر اور آخری عمر میں چارپائی پر لیٹ کر تبلیغ فرماتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں سب موفرق نہ آنے دیا۔

## دکن میں تبلیغ و ارشاد

حضرت پیر خیر شاہ صاحب امرتسری خلیفہ مجاز حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق تبلیغ کے لئے ہندوستان کے دورے پر نکلے تو دکن میں کوہ نیل گڑھی میں پہنچ گئے۔ وہاں حضرت قبلہ عالم کے حکم کے مطابق آپ نے قیام کیا۔ کئی دفعہ واپسی کا ارادہ کیا مگر حضرت نے خط یا تار کے ذریعے روک دیا۔ اور حکم فرمایا کہ ابھی وہیں کام جاری رکھو۔ اس دوران مولانا خیر شاہ صاحب کی مخالفت ہونے لگی۔ جس کے بانی مسانی قاضی عبدالغفار اور ان کے رفیق پیر حیدر شاہ المعروف کالا پیر تھے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا نیل گڑھی جانا

نیل گڑھی کے بعض معتقدین نے سعی تبلیغ کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں بلا لیا۔ آپ تشریف لے گئے تو تبلیغ دین اور ترویج سلسلہ نقشبندیہ کو قوت حاصل ہوئی۔ اور حضور کے اثر سے لوگ کثرت سے داخل سلسلہ ہونے لگے۔ قاضی عبدالغفار اور کالا پیر کو یہ بات سخت ناگوار ہوئی۔ وہ سمجھتے تھے کہ لوگ پابند شریعت بن گئے۔ اور ان کو شرعی مسائل معلوم ہو گئے تو ان کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ اور لوگ ان کے ڈھونگ سے باخبر ہو کر ان سے برگشتہ ہو جائیں گے جس سے ان کی آمدنی میں خلل آئے گا۔ ان دونوں نے کچھ سر پھیرے بیہودہ لوگوں کو ساتھ ملا کر مخالفت تیز کر دی۔ مگر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مطلق پروا نہ کی۔ اور لوگ بھی زیادہ سے زیادہ داخل سلسلہ ہوتے رہے۔

حضور کی مخالفت

نیل گڑھی سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ میسور اور پھر بنگلور تشریف لے گئے۔ ان لوگوں نے اپنی مخالفت جاری رکھی۔ بنگلور میں ان کا کافی اثر تھا۔ وہاں انھوں نے اشتہارات چھپوا کر تقسیم کئے۔ اور الزام لگایا کہ یہ پیر صاحب نہ کسی کے مرید ہیں نہ خلیفہ۔ نہ حافظ قرآن ہیں نہ عالم دین نہ سید بس صرف

مسموم جانتے ہیں۔ حلقہ میں اس کے اثر سے بیہوش کر دیتے ہیں۔ کوئی ان کے پاس نہ جائے۔ نہ ان کا وعظ سنا اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھو۔

مخالفین کے یہ دونوں سرغنہ علوم شرعی سے بالکل ناواقف تھے۔ اور ان کے اعمال بھی خلاف شریعت تھے لیکن انھوں نے ایک ڈھونگ رچا رکھا تھا۔ جس سے ان کا جتھا بن گیا تھا۔ لوگ انھیں اپنا پیر و مرشد سمجھتے اور ان کے حکم سجالاتے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ کی، وعظ کہے اور مسائل شرعیہ بیان کئے۔ تو انھوں نے سمجھا کہ اب ہماری خیر نہیں۔ اگر عوام دین و شریعت سے واقف ہو گئے تو ہماری بات کون مانے گا۔ غرض ان دونوں مفسدوں نے اپنے جاہل مریدوں کو درغلا کر حضور کی خوب مخالفت کی۔ حضور کی ایذا رسانی کی راہیں پیدا کیں۔ آپ کے جلسوں میں اینٹ پتھر برسائے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ آپ کے مارنے کے درپے ہو گئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس دور افتادہ مقام پر بالکل بے یار و مددگار تھے۔ سوائے ذات الہی کے کسی پر عبور و ساندہ تھا۔ آپ تمام تکلیفیں سنجوشی برداشت کرتے۔ اور بارگاہ رب العزت میں دعا فرماتے کہ ”خدا ان کی ہدایت فرمائے“ آخر حالات سے مجبور ہو کر حضور کو شہر چھوڑ کر باہر قیام کرنا پڑا۔ مگر سچ یہ ہے کہ:

چراغ مقبلاں ہرگز نہ میری      وگر گیتی سراسر باد گیرد

عباس خاں صاحب بلدیہ میسور کے سربراہ تھے۔ انھوں نے غیبی امداد مجھ سے بیان کیا کہ ”ایک رات میں سو رہا تھا۔ کہ خواب میں مجھ سے کہا گیا کہ تو آرام سے گھر میں سو رہا ہے۔ اور ایک سید آل رسول ہمسافر، بے یار و مددگار کو کچھ بد بخت جاہلوں نے سخت تنگ کر رکھا ہے۔ میں اس بات کو خواب و خیال سمجھ کر پھر سو گیا۔ دوبارہ خواب میں کسی نے پھر مجھ سے یہی کہا۔ میں نے اب کے بھی پروانہ کی اور سو گیا۔ تیسری دفعہ کسی نے میرے چہرے پر چپت رسید کیا اور کہا کہ تو سوتا ہی رہے گا“

عباس خاں صاحب کہتے تھے کہ ”اب تو میں سخت حیران پریشان ہوا اور اٹھ

کر بیٹھ گیا۔ میری بیوی نے دریافت کیا کہ ”معاملہ کیا ہے۔ آج آپ کو نیند کیوں نہیں آتی“  
 میں نے انہیں خواب کا سارا واقعہ سنایا۔ وہ بھی سن کر حیران ہوئیں۔ مگر سوچ کر کہا کہ  
 اپنے کوچوان کو بلا کر دریافت کرو۔ ممکن ہے اسے کچھ خبر ہو۔ میں نے کوچوان کو بلایا اور پوچھا  
 تو اس نے بیان کیا کہ ”پنجاب سے ایک بزرگ آئے ہوئے ہیں۔ یہاں لوگوں نے ان کی  
 مخالفت کی اور انہیں ستایا ہے۔ ممکن ہے یہ اشارہ اسی طرف ہو“ میں نے اسی وقت  
 گاڑی جوتنے کا حکم دیا۔ اور کوچوان کی رہنمائی میں سحری کے وقت حضور کی خدمت اقدس  
 میں حاضر ہوا۔ آپ نے ایسے ناوقت حاضری کا سبب دریافت کیا تو میں نے عرض کیا۔  
 ”آپ کو گھر لے چلنے کے لئے حاضر ہوا ہوں“ فرمایا خاں صاحب! میں آپ کو خواہ مخواہ  
 تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ میں تو مسافر ہوں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا لیسر کروں گا۔ میری  
 وجہ سے آپ کیوں تکلیف برداشت کریں“

”جب میرے بہت اصرار کرنے پر بھی حضور راضی نہ ہوئے، تو مجبوراً میں نے  
 خواب کا تمام واقعہ بیان کیا۔ اور کہا کہ میں تو حکماً بھیجا گیا ہوں۔ اگر آپ میرے ساتھ  
 جانا پسند نہ فرمائیں گے تو میں یہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ غرض بڑی منت  
 سماجت کے بعد حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ چلنے پر راضی ہوئے تو وہ بعد  
 عزت و احترام حضور کو گھر لائے اور اس خوش نصیبی پر خدا کا لاکھ لاکھ شکر بجالائے۔“

مہاراجہ میسور کا حضور کے پیغامِ حق سے متاثر ہونا | عباس خاں صاحب کہتے تھے کہ  
 ”پھر وہ مہاراجہ کی خدمت میں

گئے۔ اور ان سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی پنجاب سے وعظ و ارشاد کے لئے تشریف  
 آوری، غنڈوں کا آپ کو ستانا، آپ کا شہر سے باہر جانا، خواب میں ان کا تہنیتہ کیا جانا،  
 ان کا حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ہمراہ گھر لانا، ساری تفصیلات بیان کیں۔  
 مہاراجہ نے ڈی سی کو حکم دیا۔ اور مجھے ہدایت فرمائی کہ میں ساری تفصیلات اس کے  
 گوش گزار کروں۔ ڈی سی نے پولیس کپتان کو طلب کرنے کے سارا واقعہ سنایا۔ غرض اس  
 طرح ریاست کے افسران کی امداد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوئی۔ شہر پسندوں کو

اب کیا بہت ہوتی کہ کھلم کھلا مخالفت کر سکتے۔“

مہاراجہ نے خود خواہش ظاہر کی کہ وہ بھی حضور کا وعظ سننا چاہتا ہے۔ تو ایک عظیم الشان جلسے کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں مسلمانوں کے ساتھ ہندو عمائد و اکابر بھی شریک ہوئے اور خود مہاراجہ نے بھی شرکت کی۔ عباس خان صاحب کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں سے آپ کی حق گوئی اور بے باکی کا اندازہ ہو چکا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ”حضرت! مہاراجہ ہندو ہے اور یہ ریاست بھی ہندوؤں کی ہے۔ اگر آپ ان کے مذہب کے خلاف کوئی بات نہ کہیں تو اچھا ہے۔“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ فرمایا تو اسلام کی حقانیت ثابت کی۔ اول دلائل سے جملہ مذاہب باطلہ کی تردید فرمائی۔ آپ کے بیان کا معجزانہ اثر یہ تھا کہ بعد میں مہاراجہ نے عباس خان صاحب سے کہا کہ ”آپ کے پیر صاحب یقیناً خدا کے نیک بندے ہیں۔ تبھی تو ان میں یہ جرأت ہے کہ ہمارے سامنے بیباکی کے ساتھ ہمارے مذہب کے خلاف تقریر کرتے ہیں۔“ چنانچہ مہاراجہ نے حکم دیا کہ آپ کا وعظ روز کرایا جائے۔ اور افسران کو ہدایت کی کہ ”معقول انتظام کیا جائے۔ تاکہ شریک کسی قسم کا فساد کھڑا نہ کر سکیں۔ ایسے نیک انسان اب دنیا میں کہاں ملتے ہیں، جو مخالف موافق کی پروا کئے بغیر حق گوئی کریں۔ اور بندگانِ خدا کی رہنمائی کے لئے اتنا دُور دراز سفر اور راہ کی صعوبتیں برداشت کریں۔“

مہاراجہ کی موافقت کی وجہ سے اب کس کی مجال تھی کہ مخالفت کرتا۔ چنانچہ آپ کے وعظ بکثرت ہونے لگے۔ زائرین ہمہ وقت حاضر رہنے لگے۔ آپ کا علم و فضل، اور زہد و تقویٰ دُور دُور مشہور ہونے لگا۔ روزانہ علماء، عہدہ دار، تاجر، فوجی، ملازمت پریشہ ہر طرح کے لوگ حاضر ہونے لگے۔ سلسلہ عالیہ میں لوگ جوق در جوق داخل ہوتے تھے۔ اور پند و نصائح سن کر اتباعِ شریعت میں سرگرم ہوتے تھے۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی کثرت سے حلقہٴ ارادت میں شامل ہوئیں۔ ہر روز مغرب و عشاء کے درمیان محلہ نعل بند و اڑی میں صوبیدار سید محمد صاحب کی حویلی میں ذکر کا حلقہ منعقد ہوتا تھا۔

بنگلور، میسور، نیل گڑھی وغیرہ میں آپ کا قیام گیارہ مہینے تک رہا۔ آپ کا شہرہ سُن کر دُور دُور سے لوگ آتے تھے اور داخل سلسلہ ہو کر فیض پاتے تھے۔ چند تین، منڈا، مدصور، کنور، ہیرٹورڈ، ننجن گڈہ، گلگے سری، نوی پیٹ، پھکیشوان، صالح گرام، گنجام، سرنگاپٹم وغیرہ دُور دُور سے لوگ کھینچے چلے آتے تھے۔ غرض بین پچیس ہزار خلق خدا اس زمانے میں آپ کے دستِ حق پرست پر تائب ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہوئی۔

ابھی دنوں مشہور انجمن ندوۃ العلماء کے اشتہارات بنگلور میں حضور کے پاس پہنچے۔ جن میں آپ کے نام نامی کے ساتھ ”مولانا مولوی محدث زبدا العارفین قدوۃ السالکین حاجی حافظ“ القاب چھپے ہوئے تھے۔ یہ اشتہار اہل بنگلور نے دیکھے اور جانا کہ حضور ندوۃ العلماء کے صدر ہیں تو مخالفین و مفسدین کو اور زیادہ مُند کی کھانی پڑی۔ اور اہل میسور پر ان کا دروغ و فساد اور زیادہ روشن ہو گیا۔ سچ ہے :

چراغے را کہ ایزد بر فرزند  
ہر آن کس تف زندر شیش بسوزد

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ پیام اتنا طویل  
ہو گیا تھا کہ پنجاب اور دوسرے علاقوں کے

یارانِ طریقت سخت ملول تھے۔ ہر جگہ سے حضور کی خدمت میں واپسی کی درخواست کے لئے عریضے ارسال کئے گئے۔ حاجی ماسٹر کرم الہی صاحب بی اے ایل ایل بی خلیفہ مجاز اور سیکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ نے عریضہ تحریر کیا کہ ”آپ اتنے لمبے عرصے سے وہاں تشریف فرما ہیں۔ اور یہاں یارانِ طریقت آپ کے دیدار کے لئے تڑپ رہے ہیں“ تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا :

”رشتہ در گردنم افگندہ دوست  
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتا۔“ بلکہ ”نتھہ خصم دے ہتھ“ پنجابی کا مقولہ ہے۔ میرا دل بھی یارانِ طریقت کی محبت سے بھرا ہوا ہے۔ میں ان کو کبھی نہیں بھولتا۔ مگر مرضی مولیٰ از ہر اولیٰ پر عمل کرتا ہوں۔“ جب کسی طرح کامیابی نہ ہوئی تو آخر کار سیالکوٹ کے چند

اصحاب وفد کی صدرت میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بڑی منت سماجت کے بعد واپسی پر رضامند کیا۔ تو اب وہاں کے یارانِ طریقت سخت مضطرب ہوئے۔ روتے اور گڑگڑاتے کہ حضور ابھی اور تیسرا م فرمائیں۔ لیکن رب تعالیٰ کی اجازت ہو چکی تھی۔ اس لئے واپسی کا دن اور تاریخ مقرر ہو گئی۔

جب طے ہو گیا کہ حضور شریف لیجانیوالے ہیں تو وہاں کے

### الوداعی جلسہ

مسلمانوں اور یارانِ طریقت نے ایک عظیم الشان الوداعی جلسہ منعقد کرنے کی اجازت چاہی۔ اجازت مل گئی تو بڑے پیمانے پر الوداعی جلسے کا اہتمام کیا جانے لگا۔ بنگلور کے خاص اہل بہت خصوصاً جناب عباس خان صاحب ٹمبر مرنٹ، سیکٹری انجمن، حکیم عبدالستار صاحب اور قاضی عبدالباسط صاحب وغیرہ نے بڑے اعلیٰ پیمانے پر انتظامات کئے۔ اشتہار عام کے ذریعے عامۃ المسلمین کو اس جلسے کے انعقاد کی اطلاع دے دی گئی تھی۔ بیرونی مقامات پر نوابان و رؤسائے عظام اور تاجران و سیٹھ صاحبان کو خطوط اور تاروں کے ذریعے مطلع کیا گیا تھا۔

چنانچہ ۱۳ اپریل ۱۹۰۸ء کو اتوار کے دن پر وگرام کے مطابق الوداعی جلسہ بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوا۔ مغرب کے وقت سے قبل عظیم الشان اجتماع ہو گیا تھا۔ مغرب کی نماز وہیں میدان میں حضرت مولوی خیر شاہ صاحب امرتسری کی امامت میں ادا کی گئی۔ اس کے بعد ڈوڈنا ہال میں جلسہ کا انعقاد ہوا۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ البعزیز اور آپ کے یارانِ طریقت جو پنجاب اور دوسرے مقامات سے آئے ہوئے تھے سب کو کرسیوں پر امتیازی مقام پر بٹھایا گیا۔ خان بہادر محمد عبدالرحمن خان صاحب مجسٹریٹ کا نام صدارت کے لئے پہلے ہی باتفاق رائے تجویز ہو چکا تھا۔ اس وقت ان کا نام جلسہ کی صدارت کے لئے باقاعدہ پیش کیا گیا۔ جس کی ہر طرف سے تائید اور تائید مزید کی گئی۔ عبدالرحمان خان صاحب کرسی صدارت پر آئے تو آپ نے مختصر تقریر میں صدارت کے لئے اپنے منتخب کئے جانے پر عامۃ المسلمین کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد صاحب صدر کی اجازت سے جلسے کی کاروائی شروع ہوئی۔

## الوداعی جلسے کی کارروائی

اول تلاوت قرآن مجید کی گئی۔ کئی قاری صاحبان نے تلاوت کی۔ جن میں مولانا میر محمد حسین صاحب امام مسجد

میمنان میسور کی قرأت امتیازی درجہ رکھتی تھی۔ اس کے بعد کئی نعت خوانوں نے نعت اور قصائد خوش آوازی سے سنائے۔ پھر توثیق بنگلوری، غلام محمود بنگلوری، اور مولوی عبدالرحمن خلیل صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ اسلامیہ شکر بنگلور نے منتخب طبع زاد غزلیں سنائیں۔ مولوی عبداللہ شریف صاحب تصدیق مدرس دوم اسکول مذکور نے ایک مسدس نہایت دروناک اور پرسوز آواز میں سنایا۔ مولوی عبداللہ خلیل صاحب مذکور الصدر، مولوی واحد علی خاں صاحب اور مولوی حافظ ظفر علی صاحب لیسپوری نے نظمیں پڑھیں۔ پھر سیٹھ عیسیٰ صاحب میسوری نے ایک قصیدہ فراقیہ سنایا۔ اس کے بعد جناب صدر نے سب کی نیابت کرتے ہوئے اپنی تقریر سنائی۔

صدر جلسہ جناب خان بہادر محمد عبدالرحمان صاحب کی تقریر

ایسی پر تاثیر تھی کہ وہ خود بھی متاثر نظر آتے تھے اور سب اہل جلسہ کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں تھے۔ آپ کی تقریر کا ملخص یہ تھا کہ دو میں بھی آپ سب صاحبان کے ساتھ آج حضرت شاہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو الوداع کہنے یہاں حاضر ہوں۔ آپ کی ذات بلاشبہ انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام کا صحیح نمونہ اور حدیث نبوی کا صحیح مصداق ہے۔ جب سے میرے پیر و مرشد حضرت صاحب قبلہ مدظلہ اس علاقے میں تشریف فرما ہوئے ہیں، آپ نے اپنے فیض و کرم سے ہر طرف جنات الفردوس کے باغ کھلا دیے ہیں۔ اور ہمیں اور آپ سب کو جنت کے ان باغوں کی گل چینی اور میوہ خوری کے راستے بھی دکھا دیے ہیں۔ آپ سب نے اپنی شاعرانہ مہارت سے گل باغے سخن کی ریزہ چینی کی اور آبِ ارموتی بکھیرے۔ مگر میرے خیال میں یہ مشتمل نمونہ از خوارے بھی نہیں۔ کیونکہ جن لوگوں کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کی ہے ہم اور آپ ان کی کیا تعریف کر سکتے ہیں۔ اور بلاشبہ حضرت شاہ صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ بھی انھی میں سے ہیں۔ آپ سید السادات ہیں، حافظ ہیں، حاجی ہیں، اور



عابد و زاہد ولی اللہ ہیں۔ آپ جیسے اصحاب کی مدح میں بارہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ ایسے لوگوں کی خدمت کرنا، ان کی محبت رکھنا، ان کا ادب کرنا اور ان کا اتباع کرنا انھی لوگوں کا کام ہے جن کے لئے عذاب سے منحصی اور فلاح دارین کا وعدہ کیا گیا ہے۔ خدا نہ کرے کہ کوئی شخص ان کی مخالفت اور عداوت میں پھنس کر اپنے ایمان اور اسلام کو برباد کرے۔ اور دوسروں کو بھی صراطِ مستقیم سے دور رکھنے کی کوشش کرے۔ مجھے یقین نہیں کہ کوئی بقائی ہوش و حواس ایسی کم عقلی کی اور بے جا حرکت کر سکتا ہے۔ جناب صدر کی طبیعت ناساز تھی مگر پھر بھی آپ نے دیر تک اپنے مدلل خطبہ سے حاضرین کو نوازا۔ اور آخر میں معذرت کے ساتھ ان اشعار پر اپنی تقریر کو ختم کیا

اَہی بَہی بنی فاطمہؑ  
اگر دعوتِ رد کنی و قبول  
کہ بر قولِ ایماں کنی خاتمہ  
من و دستِ دامنِ آلِ رسول

یہ رباعی پڑھتے ہوئے جناب صدر بے اختیار رو پڑے، دونوں ہاتھوں سے حضرت قبلہ کا دامن پکڑ لیا اور رو کر تین بار یہ اشعار پڑھے۔ ساری محفل بھی ان کے ساتھ اشکبار تھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے صدر صاحب کے گلے میں پھولوں کا ہار پہنایا اور دعا کے واسطے کھڑے ہو گئے۔

حضور نے اسی ضمن میں فرمایا کہ ”گو مجھے بے سبب ستایا گیا۔ میرے اوپر جھوٹے الزام لگائے گئے۔ مجھے گالیاں

دی گئیں۔ میرے خلاف جھوٹے اشتہارات چھاپے گئے۔ مجھے جسمانی تکلیفیں پہنچانے کی تدابیر کی گئیں۔ مگر تم سب گواہ رہو کہ میں نے اپنے سب دشمنوں کو معاف کیا۔ میرے آباؤ اجداد کا بھی یہی طریقہ تھا اور میں بھی اسی پر عامل ہوں۔ بلکہ میں سب یاروں اور دوستوں کو بھی تاکید کرتا ہوں کہ وہ میرے مخالفوں کو معاف کر دیں۔ اور ان سے مطلق بخشش نہ رکھیں۔ میں اپنا اجر بارگاہ رب العزت سے طلب کرتا ہوں۔ میرا واسطہ اسی پاک ذات سے ہے۔ نہ دشمن میرا کچھ لگاڑ سکتے ہیں۔ اور نہ دوست میرا کچھ سنوار سکتے ہیں۔ کوئی لگاڑ لگا تو اپنا۔ اور سنوارے گا تو اپنا۔“

## اعطائے خلافت

اسی جلسے میں دوسری کارروائی کے بعد حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز

نے برسرعام تین بزرگوں کو ”دستارِ خلافت“ عطا فرمائی۔ اور

بیعت کی اجازت بخشی۔ (۱) مولوی عبداللطیف صاحب کابلی۔ حال اردو میسور (۲) مولانا مولوی غلام محمد صاحب صفی سرریگا پٹی (۳) مولانا مولوی عبداللہ حسین صاحب خلیل پٹیہا سٹر مدرسہ اسلامیہ بشکر ننگور۔ اجازت و خلافت عطا فرمانے کے بعد حضور نے زبان فیض رحمان سے کچھ نصیحتیں فرمائیں جن کے لئے عام شرکاء جلسہ سے زیادہ خصوصیت سے ان تینوں خلفاء سے مخاطب مقصود تھا۔ ارشاد فرمایا۔

”اے صاحبان! رازق حقیقی اسی کو جانو جو تمہارا مالک و خالق ہے۔ بے ریا عبادت کیا کرو تا کہ اس کا اجر تم کو مجھو دے ملے۔ ہمیشہ حق گوئی سے کام لیا کرو۔ اپنے مولا کو کسی حال میں مت بھولو۔ سوائے اس جبار اور قہار کے کسی سے مت ڈرو۔ اللہ کی مخلوق کے نفع نقصان کو اپنے ذاتی نفع نقصان پر مقدم سمجھو۔ جہاں تک ہو سکے ان کی ہمدردی اور خیر خواہی کرو۔ اپنے یارانِ طریقت کے ساتھ محبت اور الفت رکھو اور میرے بتائے ہوئے اسباق پر عمل کرتے رہو“

چونکہ حضور کی روانگی کا دن اور وقت مشتہر کر دیا گیا تھا۔ اس لئے

چہار شنبہ ۵ اپریل ۱۹۰۸ء کو ہزاروں آدمی رخصت کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ نواب صاحب میسور میر نظام الدین علی خان صاحب نواب کولار جناب غلام محمد خاں صاحب، خان بہادر محمد عبدالرحمان خان صاحب مجسٹریٹ اور علماء، سادات، تجار، فوجی احباب رسالدار، صوبیدار، جمہدار وغیرہ کثرت سے شام کو ۵ بجے حضور کی فرودگاہ پر پہنچ گئے۔ ان میں مہین۔ بستی۔ دکھنی اور اطراف و اکناف سے لوگ اُمنڈ آئے تھے۔ جس وقت حضرت قبلہ عالمِ رحمۃ اللہ علیہ سوار ہو کر روانہ ہوئے ہیں تو یہ تمام معززین اور معتقدین دائیں بائیں رواں تھے۔ سوار بھی اور پیدل بھی۔ ایک شاندار جلوس کا منظر نظر آتا تھا۔ جسے دیکھنے کے لئے راستے کے دونوں طرف خلقت جمع تھی۔ جس میں ہر مذہب اور ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ اس شان و

شوکت سے سواری مبارک ریلوے اسٹیشن پہنچی تو انگریز اور دوسرے لوگ حیران تھے کہ ایسا شاندار جلسہ کس کس کا ہے۔

حضور کے جاں نثاروں کے لئے یہ ساعت قیامت سے کم نہ تھی۔ اسٹیشن عجب سماں پیش کر رہا تھا۔ کوئی گریہ وزاری کر رہا ہے تو کسی کا دل بے قرار ہے۔ اضطراب سے کوئی مغش ہوا جا رہا ہے تو کسی کے آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری ہیں۔ کوئی حسرت زدہ ہے تو کوئی پشمرودہ۔ کوئی افسردہ ہے تو کوئی نوحہ کناں۔ کوئی حضور سے دوبارہ تشریف آوری کا وعدہ لے رہا ہے تو کوئی پتہ لکھ رہا ہے۔ کوئی وظیفہ کی اجازت چاہتا ہے تو کوئی دعا کروا رہا ہے کسی کے حیرت و افسوس نے ہونٹ سی دیے ہیں تو کوئی تڑپا رہا ہے۔ غرض عجب شور قیامت برپا تھا۔ جب یارانِ میسور کا یہ حال تھا تو خود حضور کے قلب مبارک پر ان جاں نثاروں سے جدا ہونے کا کیسا کچھ قلق ہوگا کوئی کیا جان سکتا ہے۔

الغرض وہاں سے سوار ہو کر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بروز جمعہ بمبئی پہنچے۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو ایک روز احمد آباد تیسام فرمایا۔ دو روز دہلی دو روز ریتک۔ غرض اسی طرح قصور، لاہور، سیالکوٹ وغیرہ ہوتے ہوئے آپ علی پور شریف میں رونق افروز ہوئے۔ راستے میں ان مقامات کے علاوہ جہاں حضور نے ایک دو روز قیام فرمایا، دوسرے تمام اسٹیشنوں پر بھی جہاں گاڑی ٹھہرتی تھی، بہ کثرت یارانِ طریقت دیدار سے سرفراز ہوئے۔ ہر جگہ کثیر التعداد معتقدین کی چشم براہ نظر آتی تھی جو حضور کی زیارت کے لئے بے چین تھے اور عقیدت و ارادت کے پھول نچھاور کرنے کے لئے مضطرب تھے۔

اس کے بعد سے ۱۹۴۷ء تک حضور سال دو سال کے وقفے سے دکن کے علاقوں میں تشریف لے جاتے رہے۔ عموماً دو تین ماہ ان علاقوں میں گزارتے۔ یارانِ طریقت کے اصرار پر کسی کسی مقامات پر جاتے۔ نئے حضرات ان دوروں میں سلسلہ عالیہ میں داخل ہوتے اور نئے پرانے سب یارانِ طریقت حضور کے پند و نصائح سے فیضیاب ہو کر اپنے ایمان کو تازہ اور دلوں کو منور کرتے تھے۔

مکتوب گرامی بابو غلام حسین کوہاٹی کے نام | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب گرامی، جو آپ نے بابو غلام حسین صاحب

کوہاٹی کو تحریر فرمایا تھا جس میں کوہاٹ کے جملہ یارانِ طرفیت کو خطاب فرمایا ہے، یہاں نقل کرتا ہوں۔ جس سے اندازہ ہو گا کہ آپ کے سفر کی کیفیت و نوعیت کیا ہوتی تھی۔

پیر وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے :  
جیہڑا ذات تے وطن دل دھیان رکھیا دنیا دار اے پھیر درویش کہا

## نقل مکتوب گرامی

مجمع مکارم اخلاق مخلصم بابو غلام حسین صاحب وجمع یارانِ طرفیت کوہاٹ، زاد اللہ محبتکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، طالب خیریت بخیریت۔ فقیر عرس شریف کے بعد کلکتہ کے یارانِ طرفیت کے اصرار کے باعث قرعہ ڈالنے کے بعد دارجلنگ کا قرعہ نکلنے پر دارجلنگ پہنچا۔ وہاں رمضان شریف نخر و خوبی گزار کر حیدرآبادی یاروں کی درخواست پر کلکتہ سے سیدھا وورات دن میں براہ ریل حیدرآباد پہنچا۔ وہاں پچیس دن گزار کر میسور و بنگلور کے دو ڈیپوٹیشن آجانے کے باعث بنگلور پہنچا۔ پندرہ دن وہاں گزار کر میسور پہنچا۔ ایک مہینہ وہاں گزار کر نیل گڑھی کے ڈیپوٹیشن آجانے کے باعث لسواری موٹر نیل گڑھی پہنچا۔ جو وہاں سے ایک سو میل کے فاصلے پر ہے۔ پندرہ دن وہاں گزار کر ملک لیا بنیوں کی درخواست پر جہاں فقیر پہلے کبھی نہیں گیا تھا، اس ملک میں پہنچا۔ پندرہ دن وہاں گزار کر براہ ریل بنگلور میں دو دن گزار کر لسواری موٹر میسور پہنچا۔ پانچ دن وہاں گزار کر ملک کٹرک والوں کی درخواست پر لسواری موٹر یہاں پہنچا۔ جہاں پانچ دن سے وارد ہوں۔ اور پھر یہاں سے بلگنڈ و مرکارہ و میسور میں چند دن گزار کر سیدھا علی پور انشا اللہ پہنچنے کا ارادہ ہے۔

افسوس کہ اس سال فقیر دربار شریف میں عرس شریف پر بھی حاضر نہیں ہو سکا۔ سب یاروں کو بعد سلام علیکم بعد اشتیاق اطلاع کر دیں۔ وچہ یہ تھی کہ اس سال مخالفین و معاندین

وغیرہ نے میرے برخلاف ہزاروں کی تعداد میں اشتہارات وغیرہ تقسیم کئے تھے۔ اگر فقیر آج کل چلا آتا تو دشمن خوش ہوتے۔ اور طریقہ حضرت خواجگان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بدنامی ہوتی اور تبلیغ دین پوری نہوتی۔ اور دشمنان دین کا داؤ چل جاتا۔ اس واسطے فقیر حاضری سے محروم رہا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ میسور کا الوداعی جلسہ ہو جانے کے بعد فقیر کا راہ میں کسی جگہ ٹھہرنے کا قصد نہیں۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ (ترجمہ) اور علم اللہ کے ہاں ہے اور آپ کی رپورٹ دربارہ حلقہ یارانِ طریقت کو ہاٹ پہنچتی رہی۔ اس کو پڑھ کر دل بہت خوش ہوتا رہا۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ۔ سوائے کو ہاٹ کے تمام ہندوستان میں اور کسی جگہ اتنی تعداد میں یارانِ طریقت جمع نہیں ہوتے۔ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کی محبت و ہمت میں اور بھی زیادہ برکت بخشے۔ آمین ثم آمین۔ فقیر کو ہائی یاروں پر جس قدر خوش ہے، اور کسی جگہ کے یاروں پر اتنا نہیں۔ فقیر غائبانہ بھی ان کی سعادت دارین کے واسطے دعا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو اور سب یارانِ طریقت کو اپنی محبت میں مستغرق فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ اور دنیا میں کسی کا محتاج نہ فرمائے۔ اور اس سال آپ کی ملاقات نہ ہونے کا جو صدمہ فقیر کے دل پر ہے، وہ احاطہ تحریر و تقریر سے خارج ہے۔ آپ سب یارانِ طریقت کو تاکید کریں۔ کہ وہ ذکر و فکر، مراقبہ، سحر خیزی، اتباع شریعت میں کوشش کرتے رہا کریں۔ اس کی برکت سے سب مشکلات دینی و دنیوی آسان ہو جائیں گی۔

اوزیہ ملک ایسا آباد ہے کہ تمام دنیا میں کوئی ملک ایسا آباد نہیں۔ یہاں چار مہینے برابر بارش ہوتی رہتی ہے۔ اور تمام ملک قدرتی گلزار ہے۔ ہر سال ایک سو ساٹھ انچ بارش ہوتی ہے۔ اور ہمارے پنجاب میں سارے سال میں صرف دو یا تین انچ بارش ہوتی ہے۔ آپ اس سے اس ملک کی آبادی کا قیاس کر لیں کہ اس کی سرسبزی و آبادی کے سامنے کشمیر بھی کچھ نہیں۔ سب یارانِ طریقت و پرسانِ حال کو سلام علیکم بعد اشتیاق۔ یہ ملک پنجاب سے تین ہزار میل کے فاصلے پر ہے۔ سات دن میں یہاں سے پنجاب میں ریل پہنچتی ہے۔

ہر کہ باشد ز حال ما پرسان یک بیک را سلاما برسان

فقط

الراقم جماعت علی  
عفا اللہ عنہ بقلم خود

از ملک کرٹک - ۱۲ ستمبر ۱۹۲۲ء

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دکن کا پہلا سفر ۱۹۰۷ء میں کیا تھا۔ اس کے بعد بھی کئی بار تشریف لے گئے۔ یہ خط ۱۹۲۲ء کا ہے۔ یعنی پہلے سفر کے پندرہ سال بعد کا۔ اس خط کے مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مخالفین و معاندین اس وقت بھی آپ کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے تھے۔ مگر حضور ان مخالفتوں کی ذرہ برابر بھی پروا نہ کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ ہم خدا کے مہمان ہیں۔ ہمیں کوئی کیا تکلیف دے سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے سارے ملک دکن میں دین حق کی اشاعت فرمائی۔ شہروں اور گاؤں کے ناموں کی کہاں تک تفصیل بیان کی جائے۔ البتہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان دوروں میں آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے، عموماً ساہوکار محمد حسین صاحب میزبانی کی عزت حاصل کرتے۔

بخشی مصطفیٰ علی خاں صاحب مہاجر مدنی،  
بخشی صوفی مصطفیٰ علی خاں صاحب مجاز بھی ہیں، اپنے رسالہ

بخشی مصطفیٰ علی خاں صاحب کا بیان

آفتاب عالم تاب میں تحریر فرماتے ہیں :- نیاز مند کی ملازمت کے ایام میں ایک مرتبہ ۱۹۲۸ء میں تین دن - ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۱ء میں بمقام راج مندری ایک ایک ہفتہ۔ اور ۱۹۳۲ - ۱۹۳۵ء میں بمقام پن کڈا تین تین دن۔ اعلیٰ حضرت ممدوح الشان نے نیاز مند کی عاجزانہ درخواست پر ناپحیز کو میزبانی کا شرف بخشا۔ ان مقامات پر آپ کے مواظپ حسنہ کی مجالس روزانہ منعقد ہوتی رہیں۔ بے شمار طالبان حق نے آپ سے بیعت کی۔ بمقام راج مندری ایک رات آپ کے مؤثر و مدلل وعظ سے متاثر ہو کر بچپن غیر متقلدین اپنے عقاید سابقہ سے تائب ہو کر آپ سے بیعت ہوئے۔ اور صحیح راستے پر اہل سنت و الجماعت کے عقاید کے مطابق چلنے کا وعدہ کیا۔

”میرے نمیشن لینے کے بعد اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ نور اللہ مرقدہ نے چار مرتبہ میری عاجزانہ درخواست پر بنگلور میں نیاز مند کو ایک ایک ماہ سے زیادہ مدت شرف میزبانی

سے نوازا۔ گونگلور اور اس کے اطراف و اکناف میں اعلیٰ حضرت موصوف کے ابستگان پہلے سے ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے۔ لیکن ان آیام کے دوران قیام میں ہر روز مزید ارادت مند شرفِ بیعت حاصل کرتے رہے۔ کوئی دن خالی نہیں جاتا تھا، جس میں نئے ارادت کیش داخل سلسلہ نقشبندیہ نہوئے ہوں۔“

حضرت بخشیشی صاحب ملازمت سے ریٹائر ہو چکے تھے۔ اور حضور کی توجہ سے دینداری میں کامل اور مدارج سلوک طے کر چکے تھے، اس لئے انھی سفروں میں کسی ایک میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بخشیشی مصطفیٰ علی خان صاحب کو دستارِ خلافت عطا فرمائی۔ اور اس نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز کیا۔ تاکہ خلقِ خدا کی خدمت، اشاعتِ دین، اور ترویج سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ذریعے مزید ترقی درجات اور فلاح دارین حاصل کریں۔

مولانا مولوی محمد خوب صاحب احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ محراب بمبئی تشریف لے جانا

نے بیان کیا کہ جب آپ پہلی مرتبہ بمبئی تشریف لے گئے تو میں بھی ہم رکاب تھا۔ وہاں آپ نے غلام محی الدین صاحب امرتسری کے یہاں قیام فرمایا، جو پیر بھائی تھے اور وہاں تجارت کرتے تھے۔ عدم تعارف کی وجہ سے کوئی ملنے نہ آیا۔ میرزا بن نے خیال کیا کہ یہ بات اچھی نہیں کہ حضور اکیلے بیٹھے رہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت توجہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا ”مجھے آرام سے بیٹھنا کیا برا لگتا ہے۔ میں تو گھر سے یہاں آ گیا ہوں۔ آگے جو رب تعالیٰ کو منظور ہے مٹیک ہے۔“ اگلے دن غلام محی الدین صاحب کے ایک دوست نے چائے کی دعوت کی۔ آپ تشریف لے گئے۔ وہاں چند آدمی اور بھی تھے۔ بس اتنا تعارف ہوا کہ ”یہ پنجاب کے پیر صاحب ہیں۔ بمبئی آئے ہوئے ہیں۔ اور غلام محی الدین صاحب کے گھر مہمان ہیں۔“

”اس کے بعد سے تو لوگوں کا وہ ہجوم ہوا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ کوئی دُعا کرانے آ رہا ہے تو کوئی تعویذ لینے۔ کوئی بیماری کی شکایت لارہا ہے تو کوئی دوسری مشکلات کا حل چاہتا ہے۔ کوئی عقاید و مسائل معلوم کرتا ہے تو کوئی داخل سلسلہ ہونے کی درخواست کر رہا ہے۔ مرد بھی ہیں عورتیں بھی۔ پیدل بھی آ رہے ہیں موٹروں میں بھی۔ غرض ایک تاننا

بندھ گیا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ جسم کر بیٹھے ہیں، اور خذہ پیشانی سے خلق خدا کی خدمت و ہدایت فرما رہے ہیں۔ بارگاہ رب العزت میں عجز و انکسار فرماتے اور کہتے کہ رب تعالیٰ نے اس خدمت کے لئے مجھے نوازا ہے۔ ورنہ میں بھی اس کی ایک مخلوق ہوں۔“

”جو شخص جس قسم کی مشکل لے کر آتا، حضور کی توجہ سے حل ہو جاتی۔ عموماً آپ دعا فرمایا کرتے تھے۔ کبھی تعویذ بھی دیتے تھے۔ مگر بسا اوقات صرف آپ کا یہ فرما دینا کہ ”تیرا کام ہو جائے گا۔“ ”تجھے صحت حاصل ہو جائے گی۔“ کافی ہوتا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ فرماتے تھے۔ ”لوگ کہتے ہیں کہ یہ دکان داری ہے۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ گاہک کو اگر مرضی کے مطابق سودا نہ ملے تو وہ دوبارہ کب اس دکان پر جاتا ہے۔ دکان میں اگر مال ہو تو دکان چلتی ہے۔ مال نہ ہو تو دیوالہ نکل جاتا ہے۔“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پہلی دفعہ  
حیدرآباد (دکن) میں ورود مسعود کا

حیدرآباد دکن کے پہلے سفر کا سبب

واقعہ بے حد پر لطف اور دلچسپ ہے۔ غلام جیلانی کلیم حیدرآبادی جماعتی (حال سیالکوٹی) نے بتایا کہ ان کے والد ماجد حضرت حاجی غلام احمد ارشاد رخصت و جانشین حضرت الحاج غلام محمد صاحب رکن صدیقی نقشبندی خلیفہ مجاز حضرت مسکین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا تھا کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ العزیز مدینہ منورہ سے واپسی کے وقت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ سلام پیش کرنے کے بعد آپ نے اجازت چاہی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہندوستان پہنچ کر حیدرآباد (دکن) میں مولوی خیر المبین صاحب و خلیفہ مجاز حضرت مسکین شاہ صاحب کو ہمارا سلام پہنچاؤ۔“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے قیام و زیارت اور مکہ معظمہ میں مناسک حج ادا کرنے اور اقامت فرمانے کے بعد براہِ بمبئی مراجعت فرما ہوئے۔ تو بمبئی سے سیدھے حیدرآباد تشریف لے گئے۔ یہاں کسی سے آپ کی واقفیت نہ تھی۔ اسٹیشن سے تانگہ میں سوار ہو کر محلہ پتھر گٹی میں مولوی خیر المبین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فرودگاہ موسوم بہ



نبی خانہ پہنچ گئے۔ جس وقت حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے ہیں محفل سجدی ہوئی تھی۔ آپ کا لباس اور انداز قطعاً اجنبیانہ تھا۔ لوگ حیرت میں تھے کہ آج یہ کون سے صاحب تشریف لائے ہیں۔ آپ نے اہل محفل کو سلام علیک کی اور سیدھے مولوی خیر المبین صاحب کی طرف بڑھے۔ مولوی صاحب نے سلام کا جواب دے کر بیٹھے ہی بیٹھے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آنا ہوا۔ حضور نے فرمایا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرستادہ ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق آنحضرت کا سلام آپ کو پہنچانے آیا ہوں۔ مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر یہ یسن کر عجب کیفیت طاری ہوئی۔ چند منٹ کے لئے مدہوش سے ہو گئے۔ جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو کھڑے ہو کر معانقہ اور مصافحہ کیا۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے قریب مسند پر بٹھایا۔

پہلی بار اس طرح حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حیدرآباد تشریف

## حیدرآباد میں قیام

لے گئے تھے۔ پھر آپ نے کئی دن وہاں قیام فرمایا۔ جمعہ آیا تو نماز جمعہ کے بعد حاضرین کو مواظظ حسنہ سے مستفید فرمایا۔ مولوی خیر المبین صاحب نے آپ کو کئی دن مہمان رکھا اور ضیافت مدارات میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ آپ اس کے بعد بھی جب حیدرآباد تشریف لے جاتے نبی خانہ ہی میں قیام فرماتے تھے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ حضور نظام کی دعوت پر حیدرآباد گئے ہیں۔ اسٹیشن پر شاہی سواریاں اور شاہی مہماندار اور حکام استقبال کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ مگر آپ سیدھے نبی خانہ گئے اور وہاں تھوڑی دیر قیام کیا۔ اس دوران شاہی مہمان دار سخت پریشیاں ہوتے اور بار بار خوشامدازہ عرض کرتے کہ ہم سے جواب طلبی ہوگی۔ ہم کو عتاب شاہی سے بچائیے۔ وہاں انتظار ہوگا۔ جلد تشریف لے چلئے۔ ان کی منت سماجت پر آپ نبی خانہ سے حضور نظام کے مہمان خانے میں چلے جاتے۔ حضرت مولوی خیر المبین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ جناب قاری شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فرودگاہ پر قیام فرماتے رہے۔ اور آخری سفر تک یہی معمول رہا۔

## حیدرآباد کے معمولات

حیدرآباد کا قیام کئی بار مہینوں طول کھینچ جاتا تھا۔  
دوسرے مقامات کی طرح یہاں بھی شبانہ روز

خلق خدا کی رہنمائی اور ہدایت میں مصروف وقت گزرتا۔ اکثر نبی خانہ یا دوسرے مقامات پر عام جلسوں میں رات کو ایک بجے تک وعظ فرماتے تھے۔ تھوڑی دیر آرام فرما کے تہجد کے لئے بیدار ہوتے، اور سب یا رانِ طریقت کو بھی نماز کے لئے اٹھاتے۔ پھر تمام دن وعظ و نصیحت کا سلسلہ لگا رہتا۔ پنجاب سے آپ کے ہمراہ کئی اور علماء بھی آیا کرتے تھے۔ ان کے جملہ اخراجات کے آپ کفیل ہوتے۔ ان علماء کے مواعظ حسنہ سے بھی خلق خدا فیض یاب ہوتی تھی۔ مگر بذات خود بھی ہر روز ضرور وعظ فرمایا کرتے تھے۔ نبی خانہ میں دیگر عمائد و اکابر کے علاوہ خود حضور نظام دکن بھی حاضر خدمت ہوتے ہیں۔

حضرت قبلہ اور حضور نظام کے مراسم | ایک بار مسجد بارخ عامہ میں نماز جمعہ کے بعد حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے۔

نظام دکن بھی تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے دورانِ وعظ عورتوں کے پرچے کا مسئلہ قرآن مجید اور حدیث شریف سے ثابت کیا۔ اور بڑ ملا کہا کہ ”جب مسلمانوں کے بادشاہوں کا حال ہو کہ وہ اپنی لڑکیوں کو بے پردہ باہر نکلنے دیں، اور اپنے ساتھ باہر پھرائیں، تو رعایا کا اللہ حافظ ہے“ سب جانتے تھے کہ نظام دکن کی دو لڑکیاں جو جوان العمر تھیں ان کے ساتھ باہر آتی جاتی ہیں۔ مخالفین کو ایک شوشہ ہاتھ آیا۔ انھوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی شکایت کی اور باقاعدہ تحریری درخواست پیش کی۔ کہ ”اس طرح سرکار کی توہین ہوئی ہے جو ہمارے لئے ناقابلِ برداشت ہے“ نظام دکن نے اسی درخواست پر لکھ دیا کہ ”مولانا مرد مومن ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں صرف آپ ہی کو دیکھا کہ بر ملا حق بات کہنے میں باک نہیں کرتے۔ انھوں نے قرآن مجید اور حدیث شریف سے مسئلہ بیان کیا ہے، جو یقیناً درست ہے۔“

ایک بار حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے کہ دورانِ وعظ حضور نظام دکن کا آدمی آیا۔ اور اس نے کہا کہ ”سرکار نے آپ کو طلب کیا ہے“ فرمایا۔ ”میں اس وقت

ان سے بڑی سرکار کی خدمت میں حاضر ہوں۔ نہیں آسکتا۔ ” نظام دکن یہ جواب سُن کر خوش ہوئے۔ اور پھر کبھی مصروفیت کے وقت میں آپ کو طلب نہیں کیا۔

ایک دفعہ حیدرآباد دکن سے کچھ منافقین نے وائسرائے ہند کے پاس نظام دکن کی شکایتیں پہنچائیں۔ اور معاملہ پیچیدہ ہو گیا۔ تو حضور نظام نے اپنا ایک خاص ایلچی علی پور سیدال بھیج کر دکن طلب کیا۔ آپ نے دعوت قبول نہ کی۔ ایلچی دربار شریف بہت دن حاضر رہا اور حضور کی منت سماجت کرتا رہا۔ اور آخر آپ کو راضی کر کے حیدرآباد لے گیا۔ نظام دکن نے قضیہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا: ”آپ وائسرائے سے کہیں کہ معاملہ کے قضیہ کے لئے فریقین کی موجودگی ضروری ہے۔ مدعی اور مدعا علیہ دونوں سامنے ہوں تو بات آسانی سے صاف ہو سکتی ہے۔“ چنانچہ نظام دکن نے آپ کے مشورے کے مطابق عمل کیا۔ سامنے آکر کسے مجال تھی کہ شکایات پیش کرتا چنانچہ معاملہ بڑی سہولت سے نظام کے حق میں فیصل ہو گیا۔

ایک بار حضور نظام کی صاحبزادی بیمار تھیں۔ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ”حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں۔ اور آپ نے مجھ پر دم کیا ہے۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے مجھے پانچ روپے عطا فرمائے۔“ ان دنوں آپ حیدرآباد (دکن) میں قیام فرماتے تھے۔ اگلے دن آپ شاہی محل گئے تو لڑکی کی عیادت کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے صاحبزادی پر دم فرمایا اور پانچ روپے مرحمت کئے۔ لڑکی نے سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ”یہ تو مطلب کا سلام ہے۔“ حضور نظام نے کہا ”یہ بچی اپنا خواب سچا کر رہی ہے۔“ آپ نے پانی پر دم کیا۔ اور ہدایت فرمائی کہ اسے یہی پانی پلایا جائے۔ خدا کے فضل سے وہ لڑکی بالکل صحت یاب ہو گئی۔

ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نظام دکن کو دو تیز بطور تحفہ بھیجے۔ سب حیران تھے کہ ایسا معمولی تحفہ بادشاہ کی خدمت میں کیوں بھیجا گیا۔ ایک دن وتاری شہاب الدین صاحب مرحوم نظام دکن سے ملنے گئے تو انھوں نے کہا: ”میں حیران تھا کہ مولانا نے یہ تیز میرے لئے کیوں ارسال کئے ہیں۔ چند روز گزرنے پر پتہ چلا کہ یہ تیز سحری

کے وقت ”سبحان تیری قدرت“ کی رٹ لگاتے ہیں تو میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ اور میں نماز تہجد ادا کر لیتا ہوں۔ ورنہ مجھے تہجد کی عادت نہ تھی۔

ایک بار نظام دکن حاضر خدمت ہوئے تو کہا کہ ”میں ایک بار اور اس طرف سے گزرا تھا۔ اور حاضری کا خیال بھی کیا۔ لیکن اس وقت نصف آستین والی قمیص پہنے ہوئے تھا، اس لئے مناسب نہ سمجھا۔“ ایک مرتبہ شاہی محل کی ایک خاتون خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ نصف آستین کی قمیص پہنے ہوئے تھی۔ آپ اس پر سخت ناراض ہوئے۔ اور کہا ”تمہیں ایک بالشت کپڑا اور نہ مل سکا جو آستین پوری کر لیتیں۔ اور نماز ادا ہو جاتی۔ یاد رکھو، عورتوں کے لئے اپنے بازوؤں کو ننگا رکھنا حرام ہے۔“ اس خاتون نے اسی وقت توبہ کی، اور عہد کیا کہ آئندہ پوری آستین کی قمیص پہنا کر وں گی۔

ایک دفعہ میسور کے قیام میں میں بھی حضور کے مسائل و عظم پر انعام کا عطیہ

ہمراہ تھا۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا ”میں روز ایک نیا مسئلہ بیان کیا کروں گا۔ جو شخص رمضان کی تالیسیوں تاریخ کو مجھے ستائیس مسئلے یاد کر کے سناوے، اسے میں پچاس روپے انعام دوں گا۔“ حضور کمزور تو تھے ہی، اس پر دن کو روزہ رکھنا، تمام دن مسائل بیان کرنا، رات کو تراویح پڑھنا، قرآن پاک سننا، اور پھر وعظ فرمانا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز بعد آپ کی طبیعت خراب ہو گئی۔ چنانچہ مجھے حکم دیا کہ ”ہر روز نیا مسئلہ سنایا کرو۔“ میں ارشاد والا کی تعمیل کرتا رہا۔ ہماری مسجد میں خوب رونق ہوتی۔ بہت لوگ نماز تراویح اور وعظ میں شریک ہوتے۔ بعض لوگ وعظ کے بعد سحری تک مجھ سے مختلف مسائل پر سوال جواب کرتے رہتے۔ مگر خدا کے فضل اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے بہت لوگوں کی اصلاح ہوئی اور وہ حضور کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ ستائیسویں تاریخ کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کیا کہ ”سنئے ہوئے مسائل سناؤ اور انعام لو۔“ مگر کوئی نہ اٹھا۔ آپ نے فرمایا اچھا جتنے یاد ہوں اتنے ہی سنا دو۔ اس پر بھی انعام ملے گا۔“ مگر پھر بھی کسی نے سنئے ہوئے وعظ دہرانے کی بہت زکی۔ آخر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے پچاس روپے انعام

دیے اور شاباشی دے کر فلاح دارین کی دعا فرمائی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

ساده انداز میں وعظ و نصائح اور لوگ وعظ کہتے ہیں تو کچھ نذرانہ لیتے ہیں حضور  
الٹا خود مہمان نوازی کرتے، دعوتیں کھلاتے اور انعامات

عطا کرتے تھے۔ آپ حاضر ہونے والوں سے دریافت فرماتے کہ کیا تم وعظ میں شریک تھے  
اگر جواب نفی میں ملتا تو آپ فرماتے، ”میں تو اتنی دُور سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ اور تم  
گھر سے یہاں تک نہیں آسکتے۔ تم اللہ اور اس کے رسول کے احکام نہیں سنتے کہ مجھے بارگاہ  
رب العزت سے اس کا اجر ملے۔“ اس پر لوگ متاثر و مخطوظ ہوتے۔ اور اس طرح روز  
بروز مجالس وعظ میں آنے والوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہو جایا کرتی تھی۔ حضور کا وعظ  
نہایت سادہ زبان میں اور بڑے دلکش اور واضح انداز کا ہوتا تھا۔ لوگ سمجھتے اور لطف  
لیتے تھے۔ اور آپ کے مواعظ پر کار بند ہو کر اپنی دنیا اور عاقبت سدھارتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حیدرآباد جا کر کئی کئی مہینے قیام فرماتے تھے۔ پیر بھائی  
پرتکلف دعوتیں کرتے تھے حضور اپنے خادم کے ہاتھ کا پکایا ہوا خشک، پھلکا اور مرغی  
کا شوربا ہی تناول فرماتے بشرکاً و معتقدین دکن کے خاص اور لذیذ کھانوں سے سیر ہوتے۔  
حضور نظام دکن کی طرف سے مہر شاہی کے ساتھ دعوت کا کھانا آتا تو حضور قبول فرماتے  
مگر یہ کھانا بھی یارانِ طریقت ہی کے لذت کام و دہن کے لئے ہوتا۔ حضور اپنے خادم  
خاص کے سادہ کھانے پر ہی قناعت فرماتے تھے۔

سفر کے لئے قرعہ اندازی مدراس، بنگلور، میسور، نیل گڑھی وغیرہ کے  
یارانِ طریقت حیدرآباد آ کر مقیم ہو جاتے۔ اور

مرنت سماجت کرتے کہ اب حضور ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں۔ حیدرآباد والے  
کب چاہتے تھے کہ وہ حضور کی برکت کے فیض سے محروم ہو جائیں۔ ادھر یہ سب آئیوں لے  
اپنے اپنے شہروں کو لے جانے پر بصد ہوتے تھے۔ آپس میں کوئی فیصلہ کہاں ممکن تھا۔  
کوئی بھی اس برکت و نعمت سے کیوں دست بردار ہوتا! آخر فیصلہ حضور پر چھوڑا جاتا۔ آپ  
کو سب کی دل جوئی یکساں منظور تھی۔ لہذا فرماتے ”اچھا قرعہ ڈالو۔ جو اللہ تعالیٰ کو منظور

ہوگا وہی قرعہ میں نکلے گا۔“ چنانچہ قرعہ کے مطابق عمل کیا جاتا۔

ایک دفعہ میں حضور کے ہمراہ تھا۔ مدراس  
کا قرعہ نکلنے پر ہم لوگ مدراس جا رہے تھے۔

### بیزوارڈہ اسٹیشن پر پرتکلف ضیافت

بیزوارڈہ سے ایک اسٹیشن قبل ایک سیٹھ صاحب مع چند رفقا کے سلام کے لئے حاضر ہوئے۔  
اور عرض کیا کہ ”بیزوارڈہ کے اسٹیشن پر میری ضیافت قبول کر کے میری عزت افزائی کیجئے۔“  
بیزوارڈہ اسٹیشن پر انہوں نے پہلے سے بہت پرتکلف کھانے کا ویٹنگ روم میں اہتمام  
کر رکھا تھا۔ حضور نے ان کی درخواست قبول کی اور تشریف لے گئے۔ فرمایا ”میرے لئے  
میرے آدمی نے کھانا تیار کر لیا ہے۔ آپ مہانوں کو کھلائیں۔“ مگر کھانا بہت ہی زیادہ مقدماً  
میں تھا۔ حضور نے ارشاد کیا ”اتنا تکلف آخر کس لئے؟“ سیٹھ صاحب نے عرض کیا  
”حضور! آپ کا دسترخوان تو شاہانہ ہوتا ہے۔ میں تو مہانوں کی پوری خدمت بھی نہیں کر  
سکتا۔ حضور کا یہ کرم کیا کم ہے کہ آپ نے میری درخواست قبول فرمائی۔ میں تو اپنی قسمت  
پر ناز کرتا ہوں کہ آج میرے گھر میں برکت و رحمت کا نزول ہوا ہے۔“

میں نے بہت دیر بعد پہچانا کہ یہ وہ سیٹھ صاحب ہیں، جو ایک دفعہ اپنے کسی کام سے  
لاہور گئے تھے، تو علی پور شریف بھی آگئے تھے۔ حضرت قبلہ عالم نے ان کو تین دن مہمان کیا  
وہ جلد جانا چاہتے تھے مگر حضور نے کہا کہ ”میرے پاس رہنے سے آپ کا کوئی نقصان نہ  
ہوگا۔ اگر ہوا تو میں دگستا دا کر دوں گا۔“ وہ مجبور ہو گئے۔ اور تین دن کی پرتکلف  
مہمان داری کے بعد انہیں واپسی کی اجازت ملی تھی۔ آج ان کو موقع ملا تو اسٹیشن  
پر ہی خدمت کی سعادت حاصل کی۔ اس دن اسٹیشن پر وہ سیٹھ صاحب اور ان کے ساتھ  
دوسرے لوگ بھی داخل سلسلہ ہوئے۔

حضور کی کرامت کہ خالی ڈبائل کیا  
حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”میں میل  
سے مدراس جاؤں گا۔“ اسٹیشن ماسٹر

سے دریافت کیا۔ اس نے کہا گاڑی میں ایک سیٹ بھی خالی نہیں ہے۔ حضور سے عرض  
کیا گیا تو آپ نے فرمایا ”ہم تو اسی گاڑی سے جائیں گے۔ ہم اللہ کے مہمان ہیں۔ وہ

انتظام فرمائیں گے۔ ع خدا خود میرا سامان است ارباب توکل را۔“ سیٹھ علی محمد صاحب  
 بنگلوری نے اسٹیشن ماسٹر سے کہا کہ ”ایک بوگی اور لگا دو۔ ہمیں پانچ سیٹوں کی ضرورت ہے۔“  
 اسٹیشن ماسٹر نے اس سے بھی انکار کیا حضور نے پھر یہی ارشاد فرمایا کہ ”ہم اسی گاڑی سے  
 جائیں گے۔ کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“ آخر گاڑی آئی۔ ہم اے اے ایس ایم کے ساتھ خالی سیٹ تلاش  
 کرنے لگے۔ ایک سیکنڈ کلاس اندر سے بند تھا۔ اسے کھلویا تو اس میں صرف ایک انگریز تھا۔  
 وہ سو رہا تھا حالانکہ اسے اسی اسٹیشن پر اترنا تھا۔ جگائے جانے پر اس نے الٹا ہمارا شکریہ  
 ادا کیا۔ اور ہمیں سیکنڈ کلاس کا پورا ڈبہ خالی مل گیا۔ جب سب کے بستر لگ گئے، تو حضور  
 نے مجھ سے فرمایا ”تو کہتا تھا کہ تکلیف ہوگی۔ مجھے ساری عمر کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ ہم اللہ تعالیٰ  
 کے ہمان ہیں۔ ہمیں تکلیف کسی“

صبح مدراس پہنچے تو اتنی خلقت تھی کہ الامان و الحفیظ۔

مدراس میں استقبال اور حضور کا کمال یہ تھا کہ ہر شخص سے معانقہ اور مصافحہ

کر کے حال اور خیریت دریافت فرماتے رہے۔ لوگ ہار گلے میں ڈالتے۔ جب ہار  
 منہ تک آجاتے تو حضور اپنے گلے سے اتار اتار کر ان کے گلوں میں پہناتے تھے۔  
 اسٹیشن ماسٹر انگریز تھا۔ حیران کھڑا دیکھتا رہا کہ یہ کون شخص ہے۔ آخر اس نے کسی سے  
 دریافت کیا تو اسے بتایا گیا کہ یہ ہمارے بزرگ اور پیر ہیں۔ وہ حیرت زدہ ہو کر کہتا  
 تھا کہ ”یہ واقعی بڑے بزرگ ہیں۔ ورنہ اتنی مخلوق تو کسی بادشاہ کے لئے بھی جمع نہیں  
 ہوتی، نہ کسی کے سامنے ایسی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتی ہے۔“

آخر عقیدت مندوں اور یاروں کے ہجوم میں آپ  
 سیٹھ بیڑی صاحب کی کوٹھی پر پہنچے اور وہاں

قیام فرمایا۔ سیٹھ صاحب حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا ”سیٹھ صاحب آپ کہاں تھے۔  
 میں نے بارہ سال قبل آپ سے وعدہ کیا تھا کہ مدراس آؤں گا تو پہلے آپ کی کوٹھی پر آؤں گا۔  
 آپ اسٹیشن پر ملنے کے بعد نظر ہی نہیں آئے۔“ سیٹھ صاحب نے حضور کا شکر یہ ادا کیا۔  
 اور عرض کیا کہ ”یہ کوٹھی حضور ہی کی ہے۔ حضور نے بڑا کرم فرمایا کہ وعدہ پورا کیا۔ اور مجھے اس

عزت و برکت سے نوازا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ” الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے غیبی تائید سے میرا وعدہ پورا کر دیا۔“

حیدرآباد دکن کی طرح مدراس میں بھی دعوتوں، جلسوں، وعظوں کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر قرعہ نکلنے پر وہاں سے بنگلور تشریف لے گئے۔ مدراس سے رخصت اور بنگلور میں استقبال کے موقعوں پر وہی شوق و ذوق اور ہجوم و انبوه نظر آتا تھا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ بنگلور میں بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی و خلیفہ مجاز کے مہمان ہوئے۔ اور پھر تبلیغ و ارشاد اور دعوتوں کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ عبدالغنی شاہ صاحب۔ ٹھیکیدار شمس الدین صاحب۔ سیالکوٹ کے ٹیلر ماسٹر عبدالسلام صاحب تینوں نے ایسی شاندار وسیع اور پر تکلف دعوتیں کیں کہ بایں شاید۔ گو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنا ہی پھلکا، شوربا اور خشک تناول فرماتے رہے۔ مگر آپ نے اپنی خوشنودی کا اظہار کیا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی شاہانہ دعوت تیسری دعوت کے اختتام پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت عموی شمس الملک

خلف اصغر مدظلہ بخشی صاحب مہاجر مدنی اور میں ایک ہی سواری میں واپس آ رہے تھے۔ تو حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ ”اختر! ہم بھی ان تینوں کی دعوت کریں گے۔“ میں نے عرض کیا ”بہت اچھا۔“ فرمایا ”اگر کرتے ہو تو ان سے اچھی کرو۔ ورنہ نہیں۔“ میں نے عرض کیا ”بہت اچھی دعوت کریں گے۔“ ہم یہ گفتگو پنجابی میں کر رہے تھے، اسلئے بخشی صاحب کچھ سمجھے زیادہ نہ سمجھے۔ مجھ سے تفصیل معلوم کی تو کہنے لگے ”حضور میرے مہمان ہیں۔ دعوت کا انتظام بھی میں ہی کروں گا۔“ حضور نے ارشاد کیا کہ ”نہیں اختر کرے گا۔“ بخشی صاحب نے بہت منت سماجت کی تو آخر یہ طے ہوا کہ اچھا آدھا آدھا انتظام تم دونوں کرو۔ چنانچہ ہم نے کھانے بانٹ لئے۔ اور تیار کرنے لگے۔

بخشی صاحب مہاجر مدنی نے دوسرے پیر بھائیوں کو صلائے عام دے دی کہ جو چاہے اپنی مرضی سے کھانا پکوا کر لے آئے۔ غرض دعوت ہوئی تو ایسی دھوم دھام سے کہ بادشاہوں کو رشک آئے۔ اتنے کھانے تھے کہ شمار ممکن نہ تھا۔ ایسے لذیذ کہ آدمی ہونٹ



چاہتا رہا۔ اور جہاں اتنی زیادہ تعداد میں کہ حیرت ہوتی تھی۔ شمس الدین صاحب ٹھیکیدار لکھتے تھے۔ بار بار پوچھتے تھے ”یہ کیا کھانا ہے“ ”یہ چیز کہاں سے آئی“ ”یہ چیز کیسے تیار ہوئی“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ ”مجھے کچھ پتہ نہیں۔ یہ تو مادہ ہے۔ رب تعالیٰ نے جو بھیج دیا سامنے ہے“

دعوت کے بعد تینوں مقدم الذکر اصحاب کو حضور نے بطور تحفہ و عطیہ نہایت قیمتی شالیں عطا فرمائیں۔ سب جہاں درویش کی اس شاہانہ فیاضی کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ اگلے دن ٹھیکیدار شمس الدین صاحب نے ایک ہزار روپے کی نذر پیش کرنی چاہی۔ مگر حضور نے انکار فرمادیا۔ انھوں نے بڑی منت سماجت اور لاکھ کوشش کی۔ لیکن آپ انکار ہی فرماتے رہے۔ اور فرمایا کہ ”اس سے میرے ثواب میں فرق آتا ہے“ ایسی ہی شاہانہ فیاضیوں اور شاہ خرچیوں پر ایک بار حضور نظام دکن نے تحریری طور پر پیام بھیجا تھا کہ ”اگر سارا مال اللہ کی راہ میں دیدیا جائے گا تو پھر دنیا کا کام کیسے چلے گا“ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ”جو ذات پاک ایسا دل بخشتی ہے۔ وہی نظام چلانے کی ضامن ہے“

سیٹھ غلام حسین صاحب میسوری نے اپنے دو صاحبزادوں کو حفظ کرنے اور قرأت

نو عمر فاریوں کی سرپرستی کے لئے سفر

سیکھنے کے لئے مدینہ منورہ بھیجا تھا۔ وہ دونوں لڑکے حفظ و تجوید کی تکمیل کر کے واپس آئے تھے۔ حضرت قبلہ عالم نے طے کیا تھا کہ رمضان شریف میں ان کا قرآن مجید سماعت فرمائیں گے۔ اس لئے آپ نے میسور جانے کا حکم صادر فرمایا۔ یہاں بھی استقبال کے لئے بے حد ہجوم اور بہت اعلیٰ انتظام تھا۔ حضور کو ایک پرتکلف شامیانے کے بیچے کرسی پر لاکر بٹھایا گیا۔ اور سب اڑین یکے بعد دیگرے دست بوسی سے مستشرق ہوتے رہے اسٹیشن پر سب زیارت سے فیض یاب ہو چکے۔ تو آپ کو ایک اجلاس میں غلام حسین صاحب کے مکان پر جو آپ کی پرانی قیام گاہ تھی لایا گیا۔ قیام میسور کے زمانے میں آپ تراویح کے بعد وعظ فرماتے۔ جمعہ کے بعد بھی وعظ کا اہتمام ہوتا۔ اور رات دن یہ فیض رسانی جاری رہی۔ اور بہت

لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔

قرآن مجید ختم کرنے کے بعد حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پھر بنگلور تشریف لائے۔ اس دفعہ عباس خان صاحب اور دیگر اصحاب کی فرمائش پر آپ نے عید کی نماز بنگلور کی عید گاہ میں پڑھائی۔ اور اگلے دن وہاں سے حیدرآباد (دکن) کو روانہ ہو گئے۔ اس نواح میں دور دور تک یارانِ طریقت پھیلے ہوئے تھے۔ اوٹاکمڈ، کورگ، حاسن، لبابین وغیرہ ہر جگہ آپ تشریف لے جاتے رہے۔ ہر مقام پر استقبال اور رخصت کے وقت وہی مناظر پیش آتے تھے جن کا ذکر آچکا ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ زیادہ وقت سفر میں گزارتے تھے۔ تاکہ دور دور تک دین متین کی تبلیغ ہو سکے، اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو زیادہ سے زیادہ فروغ حاصل ہو۔ ہر شہر اور مقام پر کسی یار کو امیر حلقہ مقرر فرماتے تاکہ ہر ہفتے پیر بھائی ایک جگہ جمع ہو کر ختم شریف خواجگان و مجددیہ و معصومیہ پڑھیں، حلقہ ذکر منعقد ہو۔ اور از دیاد محبت کے مواقع بہم پہنچیں۔ ان حلقوں کی رودادیں رسالہ انوار الصوفیہ وغیرہ میں شائع ہوتی تھیں۔ انشاء اللہ یارانِ طریقت کے ذکر میں میر حلقہ کی تفصیل شامل کی جائے گی۔

## کشمیر میں تبلیغ و ارشاد

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت مبارک تھی کہ آپ گرمی کے موسم میں عام طور پر کسی نہ کسی سرد مقام پر تشریف لے جاتے تھے۔ تاکہ امراؤ و خواص کا جو طبقہ وہاں مقیم ہوتا ہے ان کی اصلاح کی جاسکے۔ چنانچہ آپ ان کی دعوتیں کرتے اور ان کو احکام دین و مسائل شریعت بتاتے جس مقام پر جاتے، عوام کے فائدے کی خاطر، مساجد میں نماز جمعہ پڑھاتے۔ اور نماز کے بعد وعظ فرماتے۔ اور اس طرح عام و خاص کو فیض یاب کرتے تھے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں آپ بارہا کشمیر بھی تشریف لے گئے ہیں۔ اس زمانے میں کشمیر

میں سڑکیں تک پوری نہ تھیں اور اکثر مقامات پر لاری بھی میسر نہ ہوتی تھی۔ آپ گھوڑے اور تانگہ پر زیادہ تر سفر کرتے تھے۔ پیدل بھی بسا اوقات چلنا ہوتا تھا۔ راستے کی ان دشواریوں کا آپ کوئی لحاظ نہ فرماتے۔ بلکہ اس طرح راستے میں تبلیغ و ارشاد اور وعظ و نصیحت کا کام جاری رہتا۔ راستے کے دیہات اور الگ تھلگ مقامات اس طور پر حضور کے فرائض عام سے استفادہ کا موقع پاتے۔ اور ہزاروں لوگ راہِ راست حاصل کر لیتے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سری نگر سے آس پاس کے مقامات پر ہی نہیں، دور دراز علاقوں میں بھی تشریف لے جاتے تھے جیسا کہ ویری ناگ، ویرین، بٹ گنڈ، کاجھوان، اصہا بل، پہلگام، اسلام آباد، نشاط باغ، حضرت بل، گل مرگ، گلگت، کشتواڑ، بانڈی پورہ، بارہ مولہ، مہورا، اوڑی، گڑھی حبیب اللہ، مظفر آباد، میر پور وغیرہ، میں آپ کا بار بار جانا ہوا۔ بلکہ ان قصبوں اور شہروں کے مضافات میں بھی دور دور تک اندر پہنچتے تھے۔ دین کی تبلیغ و اشاعت اور سلسلہ عالیہ کی ترویج کے لئے آپ کے یہ سفر و قفوں کے ساتھ عرضہ دراز تک جاری رہے۔ جہاں تشریف لے جاتے پرانے یارانِ طریقت کی تجدید و ترقی اور نئے لوگوں کو داخل سلسلہ کرنے کا کام دن رات جاری رہتا۔ اور اس طرح ہزار ہا بندگانِ خدا کی اصلاح ہوتی۔ ان کا ایمان تازہ ہوتا، اور وہ احکامِ شریعت کی پابندی کرنے لگتے تھے۔

اسد اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ کشمیر کے دوروں  
**حضرت قبلہ عالم کے رفقاء سفر** | میں اکثر ساتھ ہوتے تھے۔ بڑے نیک انسان تھے۔

انہیں ہمہ وقت دین اسلام کی اشاعت اور یارانِ طریقت کی بہبود مد نظر رہتی تھی۔ میر حیات محمد صاحب سیالکوٹی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ وہ اصلاً کشمیری تھے اور کشمیری زبان جانتے تھے۔ وہ بھی ان سفروں میں اکثر ساتھ ہوتے اور ترجمانی کے فرائض انجام دیتے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ ان دوروں میں کسی کسی کہیں تک حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز پیر افضل شاہ صاحب، ان کے چھوٹے بھائی پیر گل شاہ صاحب خلیفہ مجاز، ساکنانِ درین، اور پیر عبدالرحمان شاہ صاحب خلیفہ مجاز

ساکن کلگام کشمیر، حضور کے ساتھ ہم رکاب رہے۔ اور ترجمانی کے فرائض انجام دیتے رہے۔  
**کشمیر کے معمولات** | عام اجتماعات ہوں یا فرودگاہ پر زائرین کی حاضری، ہمہ وقت حضور کا ایک ہی کام ہوتا۔ وعظ فرماتے، مسائل سناتے اور

شرعیات کی پابندی کی تاکید کرتے۔ احکام شرعیہ کی حقیقت اور صداقت، فرمانِ خدا اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اہمیت اور عظمت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دیگر اعمالِ صالحہ کی پابندی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی عظمت ہر وقت حاضرین و زائرین کے دلوں پہ نقش فرماتے رہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات میں کیشش اور زبانِ حق ترجمان میں یہ اثر تھا کہ لوگ جوق در جوق دُور دراز مقامات سے کچھ چلے آتے تھے۔ اور احکامِ شرعیات کی پابندی اور سنتِ نبویؐ کی پیروی کا عہد کر کے فلاح دارین حاصل کرتے تھے۔ حتیٰ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے کوئی خاص کام لینا چاہتے ہیں، تو اس کی شخصیت اور فرمودات میں ایسی ہی خاص کیشش اور تاثیر بھر دیتے ہیں۔ تاکہ خلقِ خدا اس کی طرف مائل ہو، اس سے فیض حاصل کرے، اور اپنے لئے سعادت و فلاح کی راہیں کھول سکے۔

ان دُوروں میں ہزاروں عجیب اور دلچسپ واقعات پیش آتے رہتے تھے۔ جن سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سفرِ حضر کی نوعیت، مشکلات و صعوبات، آپ کے توکل و قناعت، تصرفات اور فیوضات وغیرہ کے حقائق سامنے آتے ہیں۔ کچھ احوال سنئے۔

**کاچھوان میں** | میری موجودگی کی بات ہے۔ حاجی اسرائیل صاحب ریس کے یہاں حضور کا قیام تھا۔ حاجی صاحب اپنے علاقہ کے بڑے امیر آدمی تھے۔

ہزاروں کی تعداد میں ان کے موشیوں کے گلے تھے۔ کاچھوان کے مقام پر سرسبز پہاڑوں کے درمیان میدانی علاقے میں ان کا عالی شان محل تھا۔ جہاں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ قیام فرماتے۔ حاجی صاحب بڑے جوش اور عقیدت سے میزبانی کرتے اور اپنی خوش بختی پر نازاں تھے۔ تقریباً ایک ماہ ہم سب حاجی صاحب کے مہمان رہے۔ اس اثناء میں ہزاروں آئے، داخل سلسلہ ہوئے۔ حاجی صاحب نے مہمان نوازی اور خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت

نہیں کیا۔ اور خوش تھے کہ ”اب کے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ طویل عرصے تک میرے غریبانہ پر قیام فرما رہیں گے۔ اور مجھے یہ سعادت و شرف حاصل ہوا کہ میری فرودگاہ دین کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بن گئی ہے۔ شاید یہی بات میرے لئے نجات و فلاح کا وسیلہ بن جائے“ مگر ہوا یہ کہ اس جگہ کا پانی حضور کو موافق نہ آیا۔ اور طبیعت خراب رہنے لگی۔ ایک دن حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حکم دیا کہ ”یہاں مجھے کمزوری زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ اور میری طبیعت خراب رہتی ہے۔ اس لئے یہاں سے سات میل نیچے اچھابل چلو“

حاجی اسرائیل صاحب کی دلی آرزو تھی کہ حضرت قبلہ عالم وہیں تشریف فرما رہیں۔ وہ بہت پریشان ہوئے اور منت سماجت کرنے لگے کہ ”حضور! یہاں گھر ہے۔ ہر طرح کی آسائش اور سہولت میسر ہے۔ وہاں کوئی واقفیت نہیں۔ حضور کو وہاں تکلیف ہوگی“ مگر آپ نے ارادہ نہ بدلا۔ بلکہ جوش میں آ کے فرمایا ”سامان باندھو اور ابھی چلو۔ میں اللہ کا ہمان ہوں۔ مجھے کہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی“ بڑی خوشامد کے بعد ایک ات اور وہیں قیام فرمانے پر راضی کیا گیا۔ صبح وہاں سے چل کر ہم اچھابل آگئے۔

اچھابل کے چشمے پر | اچھابل کے چشمے کے پاس پہاڑ کے دامن میں تین چار چنار کے درخت تھے۔ وہ جگہ قیام کے لئے پسند کی گئی۔ حاجی اسرائیل

صاحب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایک خمیہ ساتھ لے آئے تھے، آپ کے لئے وہ خمیہ لگا دیا گیا اور اس میں آپ کی چار پائی بچھا دی گئی۔ میری چار پائی چنار کی کھوہ میں بچھائی گئی۔ فجر کی نماز کے بعد حضور نے مجھ سے فرمایا کہ ”آبادی میں جا کر دودھ لاؤ اور گرم کر کے مجھے پلاؤ“ یہ ارشاد فرما کے آپ استراحت کے لئے لیٹ گئے۔ اتنے میں ایک آدمی ایک ہاتھ میں گائے کے دودھ کا برتن اور سر پر لکڑیوں کا گٹھالے ہوئے حاضر ہوا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تم یہاں کیسے پہنچے تو اس نے بیان کیا کہ

آج سے تین سال قبل میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک بزرگ گھوڑے پر سوار تشریف لائے ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا اور دریافت کیا کہ آپ کا گھر کہاں ہے تو

انہوں نے ارشاد فرمایا۔ ”علی پور“۔ میں تین سال سے تلاش میں تھا مگر مجھے پتہ نہ چلا کہ علی پور کہاں ہے۔ آج میں اسی خواب والی جگہ پر بیٹھا تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ گھوڑے پر سوار آرہے ہیں۔ میں نے پہچان لیا کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں، جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ میں آپ سب صاحبوں کے پیچھے پیچھے یہاں تک آیا۔ جب خمیہ لگایا جانے لگا تو میں واپس چلا گیا۔ اور اب یہ دودھ اور لکڑیاں لے کر حاضر ہوا ہوں“

چنانچہ ہم نے دودھ گرم کر کے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد تو بڑی مخلوق آئی شروع ہو گئی۔ اور جو آتا چاول، گھی، سبزی ہرنے لے ہوئے آتا۔ اتنی کثرت سے لوگ آنے اور سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے لگے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو حلقہ کرانے سے فرصت نہیں ملتی تھی۔ لوگوں سے دریافت کیا جاتا کہ ”تمہیں حضرت کے متعلق کس نے بتایا۔ تم یہاں کیسے پہنچے۔“ تو جواب دیتے۔ ”ہمیں یہ تو نہیں معلوم کہ کہنے والا کون تھا۔ مگر ہم نے یہ سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ ”اچھال“ کے قریب پنجاب کے ایک بزرگ آ کے ٹھیرے ہیں۔ جاؤ اور ان سے فرض حاصل کرو۔ ہم یہ غیبی آواز سن کر آئے ہیں“

غرض اس غیر آباد جگہ میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی دن قیام فرمایا۔ تا آنکہ آپ کی طبیعت بہتر ہو گئی۔ اس قیام کے دوران خوان لیغا اور فرض عام جاری رہا۔ ہم لوگوں کو ہدایت تھی کہ چاول، مرغ، ترکاری تیار کرو اور سب کو کھلاؤ۔ چنانچہ مستقل سنگر جاری رہتا۔ اسی طرح حلقہ کرانے اور سُننے کا سلسلہ بھی مسلسل چلتا رہا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرماتے اور مسائل بتاتے بتاتے تھک جاتے تھے۔ مگر اس فرض رسائی میں کمی نہیں آنے دیتے تھے۔

**توکل کی نشان** حاجی عبد اللہ صاحب سناتے تھے کہ کشمیر میں ایک بار شہر سے باہر حضور ہاؤس بوٹ میں قیام فرماتے تھے۔ ایک دن حضرت نے

کچھ پیر بھائیوں کی دعوت کی۔ میں نے عرض کیا۔ ”حضور! آٹا، چاول، گھی، مرغیاں سب تھوڑی تھوڑی رہ گئی ہیں۔ نقد پیسے بھی ختم ہیں۔ اگر اس دعوت میں ہی سب کھا پکا لیا گیا تو آئندہ کا کیا انتظام ہوگا“ فرمایا۔ ”لاؤ مجھے دکھاؤ۔ کیا کیا موجود ہے“ میں نے سب سامان لا کر پیش کر دیا۔

حکم ہوا ”یہ سب آج لپکا ڈالو۔ کوئی چیز باقی نہ رہنے دو۔ مہمانوں کی خوب مدارات کرو۔ آئندہ کا اللہ مالک ہے“ اور یہ شعر پڑھا۔

پلے خوج نہیں بندھ دئے پنچھی تے درویش جنہاں تقویٰ رب اوناں نرق ہمیش

میں نے حکم کی تعمیل کی۔ جو کچھ بیسرتھا پکالیا۔ اور مہمانوں کو سب کچھ کھلا دیا۔ جب مہمان رخصت ہو گئے تو ڈاکیہ ڈاک لے کر آیا۔ حضور نے ڈاک دیکھی اور مجھے طلب فرما کر کہا ”لو تین سو روپے لے لو۔ رب تعالیٰ نے سبکو رسے بھیج دیے ہیں۔ جو چاہتے ہو خریدو۔ اور کام چلاؤ“

ایک دفعہ میں حضور کے ہمراہ نشاط باغ میں تھا۔ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت آرام کے لئے لیٹ گئے۔ اور

**خواجہ مام کلو کا ہدایت پانا**

مجھے حکم دیا ”جاؤ پھل لے آؤ“ میں باغ والوں کے پاس گیا۔ اور پھل خریدے۔ باغ کے ٹھیکیدار خواجہ مام کلو صاحب نے دریافت کیا۔ ”یہ پھل کس کے لئے لے جاتے ہو؟“ میں نے حضور کی بابت کچھ بتایا۔ اُس نے پوچھا۔ ”یہ قاضی شمس دین صاحب کے پیر ہیں؟“ میں نے کہا ”ہاں“ میرے آنے کے کچھ دیر بعد وہ بھی حاضر خدمت ہوا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ عصر ادا کرنے کے بعد کسی سے کوئی گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ وہ پاس بیٹھا رہا۔ جب اجازت لے کر جانے لگا تو حضور نے مجھے اشارے سے حکم دیا کہ یہ ہمارے پھل اس کو دے دو۔ میں نے کہا ”خواجہ صاحب یہ پھل حضور آپ کو عطا فرماتے ہیں“ اس نے عرض کیا۔ ”یہ باغ میرا ہے۔ یہ پھل مجھ سے قیمتاً خریدے گئے ہیں۔ اب میں ان کو کس طرح واپس قبول کر سکتا ہوں؟“ حضور نے اشارے سے فرمایا کہ ”اب تو یہ پھل ہمارے ہیں۔ ہم تم کو دیتے ہیں۔ لے جاؤ“ وہ برابر انکار کرتا رہا۔ مگر حضور نے خادم کو اشارہ فرمایا کہ اس کے ساتھ لے جاؤ۔ اس نے بڑی کوشش کی حضور پیسے واپس لے لیں۔ مگر آپ نے رقم واپس نہ لی۔ وہ مجبور ہو کر چلا گیا۔

ہم سب ڈل میں کشتی کے اندر رہا کرتے تھے۔ دوسرے روز وہ ملازموں کے ساتھ پھلوں کے ٹوکڑے لئے ہوئے حاضر ہوا۔ سلام عرض کر کے بیٹھ گیا۔ اور پھل تحفہ گزارے حضور نے معذرت کی کہ عصر کے بعد میں بولا نہیں کرتا۔ آپ پہلی دفعہ آئے تھے مگر میں بات بھی نہ کر سکا۔“

حضور نے اس کو روکے رکھا۔ اور مجھے حکم دیا کہ کھانا تیار کر او۔ غرض پر تکلف کھانا تیار ہوا۔ اس کو کھلایا گیا۔ تب اُسے ایسی کی اجازت ملی۔ اسی طرح وہ روزانہ پھل لے کر حاضر ہوتا اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ روز اسے پر تکلف دعوت کھلا کر رخصت کرتے۔ حضور روزانہ اسے مسئلے سنا دیتے اور احکام شرعی تلقین فرماتے رہے۔ وہ حضور کا حد سے زیادہ معتقد بن گیا۔ داخل سلسلہ ہوا۔ مجھ سے بعد میں کہتا تھا کہ میں پیروں کا بالکل قائل نہ تھا۔ میں سب انسانوں کو ایک جیسا سمجھتا تھا۔ مگر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ بندگانِ خدا کون ہوتے ہیں۔ اگر یہ مردانِ حق نہ ہوں تو شاید دنیا ہی باقی نہ رہے۔ غرض وہ خدا کے فضل اور حضور کی توجہ سے بڑا متقی اور دیندار بن گیا اور حضور سے اسے کامل ارادت اور بیحد محبت ہو گئی۔

اس کے بعد جب دوبارہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خواجہ عبدالاحد کی شفایابی کشمیر گئے ہیں تو خواجہ صاحب فوت ہو چکے تھے۔

خواجہ صاحب کے لڑکے خواجہ عبدالاحد نے بڑے اصرار سے حضور کو اپنے عالی شان مکان میں ٹھیرایا۔ اور بڑی خاطر مدارات کی۔ اتفاق کہ عبدالاحد سخت بیمار ہو گیا۔ اس کے منہ سے خون آتا تھا اور کسی علاج سے افاقہ نہ ہوتا تھا۔ دو ڈاکٹر جن میں ایک انگریز اور دوسرا اسکھ تھا اس کے معالج تھے۔ مگر ان کی کوئی دوا کارگر نہ ہوتی تھی۔

ایک دن میں نے عرض کیا کہ عبدالاحد کی طبیعت بہت خراب ہے۔ حضور عیادت کے لئے تشریف لے چلیں۔ آپ نے قبول کیا۔ ظہر کی نماز کے بعد میں اور خادم عبدالعزیز حضور کو سہارا دے کر اس کے پاس لے گئے۔ اس کی والدہ، بیوی، بہنیں اور دوسری عورتیں زور زور سے رونے لگیں۔ اور التماس کی کہ ”ہمارے گھر میں اب صرف یہی ایک مرد ہے اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ یہی ہمارا سہارا ہے۔ حضور اس کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ اس کو صحت عطا کرے۔“ حضور نے عبدالاحد کی والدہ کو مخاطب کر کے کہا کہ ”ماں کی دعا بارگاہ رب العزت میں بہت مقبول ہوتی ہے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ دعا کریں۔“ یہ کہہ کر حضور نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ میں قریب ہو گیا اور کان لگا کر سننے لگا کہ حضور کن الفاظ میں دعا فرماتے ہیں۔ حضور نے بارگاہ خداوندی میں صرف یہ عرض کیا ”میرا یہاں آنا قبول فرمائے۔“



تین چار دفعہ یہی الفاظ کہہ کر منہ پر ہاتھ پھیر لئے اور دعا حتم فرمادی۔ اور مائی صاحبہ کو مخاطب کر کے کہا: ”اس بیماری سے یہ ہرگز نہیں مرے گا۔ صحت یاب ہو جائے گا۔ تم کوئی فکر مت کرو“ اور حضور وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔

پہلے ہم مسلم شریف کی صحیح حدیث پوری لکھ چکے ہیں۔ فرمان نبوی ہے لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَاءَةَ (ترجمہ) ”اگر وہ قسم کھا کر کوئی بات کہہ دیتا ہے تو خدا اسی کے مطابق اس کام کو پورا کر دیتا ہے“ اس وقت بھی یہی صداقت حقیقہ سب کو نظر آئی۔ نماز عصر سے قبل دونوں ڈاکٹر حاضر خدمت ہوئے۔ حضور نے مریض کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے کہا ”بالکل تندرست ہے“ آپ نے دریافت کیا ”اس کو کیا بیماری تھی“ انہوں نے عرض کیا ”بیماری کا ہسم کو صحیح علم ہو جاتا تو وہ آپ کے تشریف لے جانے سے پہلے ہی، ہمارے علاج سے صحت یاب ہو جاتا۔ آپ ہی کو صحیح علم ہوگا کہ کیا بیماری تھی“ فرمایا ”میں کوئی ڈاکٹر ہوں؟“ ڈاکٹروں نے عرض کیا کہ ”جب سے آپ دعا فرما کر واپس آئے ہیں، اب تک اس نے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں تھوکا۔ وہ بالکل ہوش میں ہے۔ اور اب کوئی خطرہ باقی نہیں“، بسکھ ڈاکٹر نے کہا کہ ”یہ انگریز حیران ہے کہ یہ مریض کس طرح صحت یاب ہو گیا۔ یہ رب کا آپ پر بڑا فضل ہے۔ کہ اس نے آپ کی دعا کو قبول کیا۔ ورنہ ہمیں مریض کے بچنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی تھی“، اس واقعے کے بعد بہت دن تک خواجہ عبدالاحد زندہ رہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بیماری سے پہلے انھی کے مکان پر قائد اعظم محمد علی جناح کی دعوت کی تھی جس کا ذکر آگے آئے گا۔

مہاراجہ جمبوں سے بخشش

مہاراجہ جمبوں کی کوئی اولاد نہ تھی۔ یہ اسی وقت کی بات ہے۔ اس نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آدمی بھیجا اور خط لکھ کر اپنے محل میں طلب کیا۔ آپ نے خط پڑھ کر فرمایا ”اگر اس کو مجھ سے کام ہے تو وہ میرے پاس آئے۔ مجھے تو اس سے کوئی کام نہیں جو وہاں جاؤں“، خط لانے والے نے عرض کیا ”میں تو ملازم ہوں۔ آپ جو جواب تحریر فرمادیں گے پہنچا دوں گا“، حضور نے اسی خط کی پشت پر یہ شعر لکھ دیا۔

درپہ شاہوں کے نہیں جاتے فقیر اللہ کے ہاں  
سہراں رکھتے ہیں سب ہمہ اہل قدم رکھتے ہیں

مہاراجہ نے رنجیدہ خاطر ہو کر آپ کا داخلہ ریاست میں بند کر دیا۔ آپ تو درویش  
تھے۔ آپ کو اس کی کیا پروا۔ آپ ہر بات کو من جانب اللہ خیر جانتے تھے۔ چنانچہ آپ ریاست  
سے چلے آئے۔

مسلمانان جموں اور یارانِ طریقت کو سخت صدمہ ہوا۔ سب نے مل کر کوشش کی مسلمانوں  
کے کئی وفد مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے مہاراجہ کو سارے حالات بتائے جنہوں  
کی عظمت و جلالت سے آگاہ کیا۔ اور کہا کہ حضرت تو فقیر آدمی ہیں۔ ان کا مقصد تبلیغ و ارشاد  
ہے۔ وہ یہاں نہیں دوسرے مقامات پر اپنا مقصد انجام دے سکتے ہیں۔ مگر محرومی تو ہماری ہے۔  
وہ ہمیں سیدھا راستہ بتاتے ہیں۔ ہمارا دین ایمان سنوارتے ہیں۔ وہ یہاں نہ آئیں گے  
تو ہمیں نقصانِ عظیم ہوگا۔ آپ کا یہ حکم داخلت فی الدین ہے۔ اس سے مسلمانوں میں سخت  
ہیجان ہے۔ جو خود ریاست کے حق میں مفید نہیں، آخر الامر مہاراجہ جموں مجبور ہوا کہ  
امتناعی حکم منسوخ کرے۔ چنانچہ آپ پھر ریاست جموں میں خلقِ خدا کی رہنمائی کے لئے  
تشریف لانے لگے۔

کشمیر میں قہر گاہ | ابتدائی زمانے میں جب حضور کشمیر تشریف لے جاتے تو سرنگر  
میں اکثر خواجہ نور الدین صاحب کے مکان پر قیام فرماتے تھے۔

خواجہ صاحب بہت بزرگ اور نیک آدمی تھے۔ ان کے اکلوتے بیٹے خواجہ مصطفیٰ کی کوئی اولاد نہ  
تھی۔ حضور سبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے خواجہ غلام مصطفیٰ کو رب تعالیٰ نے فرزند عطا کیا جس  
کا نام غلام حسین رکھا گیا۔ خواجہ نور الدین صاحب نے عرض کیا کہ ”یہ بچہ اور یہ کوٹھی جو دریائے بہلم  
کے کنارے پر ہے۔ دونوں میں حضور کی نذر کرتا ہوں۔ آپ قبول فرمائیں“ آپ نے ارشاد فرمایا  
”مجھے اس کی کیا ضرورت ہے“ خواجہ صاحب نے عرض کیا ”میرے بعد جب کبھی آپ تشریف  
لایا کریں گے، تو اس کوٹھی میں غلام حسین کے مہمان ہوا کریں گے“ حضور نے فرمایا کہ ”میں آپ سے  
وعدہ کرتا ہوں کہ جب بھی آؤں گا، غلام حسین کے پاس ٹھہرا کر دوں گا۔ اور اس کا مہمان رہوں گا۔ میں نے

غلام حسین آپ کو دیا۔ اور کوٹھی غلام حسین کو دی۔“

چنانچہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول رہا کہ جب بھی سری نگر تشریف لے جاتے غلام حسین کی کوٹھی میں قیام فرماتے اور اپنا وعدہ پورا کرتے۔ یہ بھی دستور تھا کہ اول آپ بہت بڑے پیمانے پر غلام حسین کی دعوت کرتے، جس میں کثیر تعداد میں یارانِ طریقت اور دوسرے مہمان بللے جاتے۔ آپ فرماتے: ”یہ چاول، آنا، گھی سب رب تعالیٰ کا دیا ہوا اور ہمارے گھر کا ہے۔ خوب کھاؤ۔“ آپ کی دعوت کے بعد غلام حسین سب یارانِ طریقت کے ہمراہ حضرت کی دعوتیں کرتے۔ اسی طرح دوسرے یارانِ طریقت کے گھروں پر دعوت ہوتی تو اس میں دوسرے سب یار شامل ہوتے تھے۔ ہفتوں تک یہ فیض عام جاری رہتا۔ اور ان محفلوں میں تبلیغ و ارشاد اور مسائل شرعیہ کی تعلیم و تلقین سے خلق خدا استفادہ کرتی رہتی تھی۔

ایک دفعہ حضور نے فرمایا ”کشمیر میں آنا یا امیر کا ہے یا فقیر کا۔“ میں نے عرض کیا۔ ”اور جہاں دونوں باتیں جمع ہوں۔“ دریافت فرمایا ”وہ کیسے؟“ میں نے عرض کیا ”آپ میں۔“ فرمایا ”میں تو ایک درویش ہوں۔“

ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ چند کشمیری پیر بھائیوں کے ساتھ میں بھی کشمیری میں تھا۔ ایک شخص سیب بیچتا ہوا آیا۔ ارشاد ہوا

”اس سے سیب خرید لو۔“ میں نے اس سے سیب کا بھاؤ پوچھا۔ اس نے کہا ”چار آنے سیر۔“ ایک پیر بھائی غلام علی نے کہا۔ ”یہ پنجاب کے رہنے والے اور ہمارے پیر ہیں۔ ان سے سارے تین آنے سیر لو۔“ حضور تھوڑی تھوڑی کشمیری زبان سمجھتے تھے۔ آپ نے فرمایا ”او غلام علی، پیری کی قیمت دو پیسے۔“ وہ شرمندہ ہو کر چپ ہو گیا۔ آپ نے حکم دیا ”سارے سیب خرید لو۔ اور اسے پانچ آنے سیر کے حساب سے قیمت چکا دو۔“

کشمیر سے حضور جانناز، مومیائی، زیرہ، بادام، اخروٹ، زعفران اور ایسی دوسری چیزیں کافی مقدار میں خرید کر ساتھ لاتے۔ اور پیر

بھائیوں میں تبرک اور تحفے کے طور پر تقسیم کرتے۔ جانناز مسجد میں بھی بھیجتے اور یاروں میں بھی بانٹتے۔ علی پور سیداں کی جامع مسجد کوٹ میں اب تک عیدین کی نماز انہی جاننازوں پر پڑھی

جاتی ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جو شخص زیارت کے لئے حاضر ہوتا اس کو خالی واپس نہ جانے دیتے۔ کچھ نہ کچھ عطا فرماتے تب اجازت دیتے۔ اور فرماتے: ”میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ”لوگ لے کر خوش ہوتے ہیں اور ہم دے کر۔ وہ کھا کر خوش ہوتے ہیں اور ہم کھلا کر۔“

کشمیر کے علاوہ کبھی کبھی دوسرے سرد مقامات جیسے مری۔ ایبٹ آباد۔ کوٹہ۔ دارجلینگ۔ نیل گروہی وغیرہ بھی تشریف لے جاتے تھے۔ سب جگہ آپ کا یہی معمول ہوتا کہ شہروں اور قصبوں کے علاوہ گرد و نواح کے دیہات میں تشریف لے جاتے تھے۔ گاؤں کے یہ غریب لوگ مذہب سے بالکل بے خبر اور مسناک سے کیسے ناواقف ہوتے۔ آپ نے ہزاروں کو احکام دین بتائے مذہب کے مسائل سے خبردار کیا۔ اور اس طرح ان کی عاقبت سنواری۔ کشمیر کے جنگلوں میں رہنے والے بکوال مذہب ہی سے سرے سے ناواقف تھے۔ آپ نے ان کو مسلمان بنایا۔ ہزاروں کی تعداد میں داخل سلسلہ ہوئے اور اپنی عاقبت سنواری۔

میرپور کے ایک مولوی صاحب بیان کرتے تھے کہ ”ایک بار بے موسم بادل آگئے“ حضور جلسے کی شرکت کے لئے جہلم تشریف لائے ہوئے تھے۔ شامیانے لگے ہوئے تھے۔ مگر گرمی اس شدت کی تھی کہ بیٹھنا مشکل تھا۔ کچھ لوگ مقررین اور واعظین کے پاس کھڑے ہاتھ کا پنکھا جھل رہے تھے کہ کچھ تو ان کے لئے گرمی کا احساس کم ہو جائے۔ جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرمانے کھڑے ہوئے تو ارشاد فرمایا۔ ”پنکھا چھوڑ دو۔ مجھے زیادہ گرمی نہیں لگتی۔ کیا یہ سب اللہ کی مخلوق نہیں ہیں۔“ لوگوں نے پنکھا ہٹا لیا۔ آپ نے وعظ شروع کیا۔ اسی دم سوج پر بادل آگیا۔ گرمی کم ہو گئی۔ اور ہلکی ہلکی خوشگوار ہوا چلنے لگی۔ خلق خدا نے بڑے اطمینان سے حضور کا بیان سنا۔ ورنہ اس قسم کی تقریریں گرمی کی بدحواسی میں سنی نہ سنی برابر تھیں۔“

”جلسہ کے بعد ہم سب میرپور والوں نے خدمتِ الایمیں التماس کیا کہ حضور ہمارے علاقہ میں تشریف لے چلیں۔ تاکہ وہاں کے لوگ بھی فیضیاب ہو سکیں۔ حضور نے ہماری درخواست قبول فرمائی۔ کچھ سفر تاں گہرے پر اور زیادہ گھوٹے پر طے ہوا۔ منزل بہ منزل اور گاؤں گاؤں تبلیغ اور

و عظ فرماتے ہوئے، حضور میرپور میں تشریف فرما ہوئے۔ جامع مسجد میں جمعہ پڑھایا۔ اور بعد نماز و عظ کیا۔

یہاں سے آپ میرپور کے قریب ہی جھنگ آئیاں تشریف لائے۔ یہاں بھی شدید گرمی تھی۔ اور شامیانوں تک کا

## اسی کرامت کا اعادہ

انتظام نہ تھا۔ مجمع بہت کثیر تھا، سب دھوپ میں بیٹھے، گرمی سے پریشان ہو رہے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جب گاہ میں پہنچے تو آپ کے لئے چھتری کھول دی گئی۔ بابا بدرین چھتری تھامے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا ”اے ہٹالو۔ میں بھی اللہ کی مخلوق اور یہ سب بھی اسی کی مخلوق ہیں۔ مجھے ان سے زیادہ گرمی نہیں لگتی“ چھتری ہٹالی گئی۔ اسی دم ابر کا ایک ٹکڑا سورج کے سامنے آگیا۔ اور دیکھتے دیکھتے دُور تک پھیل گیا۔ معمولی بوندیں پڑیں اور ہوا میں خشکی آگئی۔ آپ وعظ فرماتے رہے اور لوگ دل جمعی کے ساتھ آرام سے سنتے رہے۔ اس واضح کرامت نے لوگوں کو بہت متاثر کیا۔ اور لوگ بڑی تعداد میں سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ اور حضور کے دستِ اقدس پر توبہ کر کے گناہوں سے احتراز اور شریعت پر کاربند رہنے کا عہد کیا۔

میرپور ہی کا واقعہ ہے۔ آپ وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ کہ ایک ملنگ نے مسجد میں آکر صحابہ

## سب صحابہ پر سخت عتاب

کرام کے خلاف نعرے لگانے شروع کر دیے۔ آپ نے اس کو منع کیا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے اس کو پٹینا شروع کیا۔ تو اور لوگ بھی اس پر پل پڑے۔ اور اتنا مارا کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ اس کے بہی خواہ اسے اٹھا کر لے گئے۔ اور تھانہ میں جا کر ریٹ لکھوائی۔ تھانیدار نے دریافت کیا کہ ”یہ مسجد میں کیا تھا۔ یا شاہ صاحب نے یہاں آکر اس کو مارا ہے“ سب نے شہادت دی کہ یہ خود مسجد میں گیا تھا۔ تھانیدار نے کہا تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس نے مسجد میں جا کر شرارت کی تو مار کھائی۔ چنانچہ معاملہ وہیں ختم ہو گیا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات کی مخالفت کو نظر انداز فرما دیتے تھے۔ لیکن کوئی شخص اگر دین کے خلاف زبان سے کوئی لفظ نکالے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

شانِ اقدس میں کوئی نازیبا کلمہ منہ سے نکالے یا قرآن مجید کی توہین کا ذرا سا بھی ارادہ کرے ، تو آپ ہرگز برداشت نہ کر سکتے تھے۔ فوراً اس کو سزا دیتے تھے۔ یا آپ کے سامنے ایسا نہ ہو، اور کسی نے اگر بیان کیا ہو، تو فوراً اس شہر اور اس جگہ تشریف لے جاتے۔ جلسہ منعقد کر کے سب مسلمانوں کو اس شخص کی گستاخی سے آگاہ فرماتے۔ اس کو رو برو آ کر گستاخی کرنے کی سزا کے لئے چیلنج کرتے۔ اور سب لوگوں کو حکم دیتے کہ ایسے گستاخ اور بے دین شخص سے مکمل قطع تعلق کیا جائے۔ اگر کسی کو اپنی گستاخی پر ندامت ہوتی اور وہ حاضر ہو کر جلسہ عام میں توبہ کر کے عہد کرتا کہ آئندہ ایسی کوئی بد تمیزی کی بات نہ کرے گا تو آپ اس کی معافی قبول فرما لیتے تھے۔

**حکیم نوردین کی گستاخی پر عتاب** لائل پور کی جامع مسجد کی تعمیر کے وقت بڑے روزے

پر ایک طرف یا اللہ اور دوسری طرف یا محمد لکھا گیا۔ تو حکیم نوردین لائلپوری نے کہا کہ گورو گوبند کا نام کیوں نہیں لکھتے۔ آپ کو علم ہوا تو آپ فوراً لائل پور تشریف لے گئے۔ انجمن خدام الصوفیہ لائل پور کے اہتمام میں جامع مسجد میں ایک بڑا جلسہ منعقد فرمایا۔ باہر سے دوسرے علماء کو بھی بلایا۔ ان سے تقریریں کروائیں۔ اور خود بھی تقریر فرمائی۔ آپ نے کہا ”اس سور دین کو میرے سامنے لاؤ۔ میں دیکھوں وہ کیسے ہماری مسجد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کی بجائے گورو گوبند کا نام لکھواتا ہے۔ اور پھر مسجد سے زندہ چلا جاتا ہے“ فرمایا ”مسلمانو! کہو وہ نوردین نہیں، سور دین ہے“ آپ کے ساتھ متفق ہو کر سب نے بیک زبان نعرہ لگایا۔ حکیم نوردین شہر کا بڑا بڑی اثر آدمی تھا، مگر آپ حق گوئی اور حمایت دین میں کسی کی بھی پروا نہ کرتے تھے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی دے باکی اللہ کے شیروں کو اتنی نہیں روباہی (اقبال)

**کشمیر کی دعوتیں** حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے کشمیر کے سفر میں مجھے کئی دفعہ خدمتِ الایمیں حاضر رہنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ سرنگر میں

بہت زیادہ یارانِ طریقت تھے۔ آپ غلام حسین یوسف شاہ اشاعی کے مکان پر تیسام فرماتے اور سب یارانِ طریقت کی دعوتیں کرتے۔ عبد اللہ گھنائی صاحب، احمد جو صاحب، غلام علی صاحب اور حبیب اللہ صاحب کی الگ الگ دعوت فرماتے۔ اور سب یارانِ طریقت کو ان

دعوتوں میں شرکت کا حکم دیتے۔ آپ فرماتے یہ چاول، آٹا، گھی وغیرہ سب میرے گھر کا ہے۔ جو کچھ میں ہمراہ لایا ہوں سب مل کر کھاؤ۔ پھر اللہ مالک ہے۔

اس کے بعد پیر بھائیوں کی دعوتوں کی باری آتی۔ کشمیری پیر بھائی بڑے مہمان نواز تھے۔ اور خوب پر تکلف دعوتیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے اور بھائی سردار علی شاہ صاحب نے گنا تھا تو دعوت میں سینتالیس قسم کے سالن تھے۔ ایک بار بخشی مصطفیٰ علی خاں صاحب، حافظ غلام مصطفیٰ صاحب اور کئی اور باریانِ طریقت بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ نشاط باغ میں سب لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔ غلام علی صاحب اور حبیب اللہ صاحب نے عرض کیا کہ ہم یہیں دعوت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ”تمہیں تکلیف ہوگی۔ لپکا کر یہاں کس طرح لاؤ گے“ انہوں نے عرض کیا۔ ”یہ سب پیر بھائی کیا کہیں گے کہ ہم اتنی دُور سے چل کر گئے تھے کسی پیر بھائی نے ہمیں کھانا بھی نہیں کھلایا۔ حضور ضرور اجازت دے دیں“ آپ بہت خوش ہوئے اور کہا ”اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے گا“ چنانچہ وہ لوگ دیکھیں تیار کر کے کشتیوں پر بار کر کے باغ میں لائے۔ حاضرین کی تعداد کئی سو ہو گئی تھی۔ مگر وہ بھی اس کثیر مقدار میں کھانا تیار کر کے لائے تھے کہ پھر بھی زیادہ تھا۔

حضور کی دعوت کرنا بھی آسان کام نہ تھا۔ آپ کے دسترخوان پر ہمیشہ بے شمار آدمی ساتھ ہوتے تھے۔ غریب حیثیت کے پیر بھائی دعوت کرتے تو آپ اپنی طرف سے ان کی اعانت کرتے تھے۔ ظاہری طور پر بھی اور معنوی طریقے سے بھی۔ کبھی کھانے پر دم فرما دیتے۔ کبھی اپنی چادر یا رومال کھانے پر ڈال دیتے۔ تو اس کی برکت سے بہت زیادہ تعداد میں مہمان شکم سیر ہو کر کھانا کھا لیتے۔ اور کھانا پھر بھی بچ رہتا۔

کشمیر میں عید الفطر ایک بار کشمیر میں عید الفطر آگئی۔ گھڑ کا گھی۔ آٹا۔ چاول وغیرہ سب رمضان شریف میں افطار کی دعوتوں میں ختم ہو گیا تھا۔ میسے

پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا کہ عید کا کچھ انتظام کروں۔ ارشاد فرمایا ”قاضی تاج دین صاحب سے تین سو روپیہ قرض لے لو۔ لاری کا ٹکٹ خرید کے شہر جاؤ۔ اور ضروری چیزیں خرید لاؤ۔ گل عید ہے۔ سب یار آئیں گے۔ ان کی ضیافت کرنی ہے“ قاضی صاحب نے تین سو روپے قرض دیے۔ اور خوردنی

اجناس بھی اپنے پاس سے دیدیں۔ چنانچہ عید کا دن بخیر و خوبی ضیافت و مدارات میں منہسی خوشی گزارا۔ دوسرے روز وہاں سے روانہ ہوئے۔ تو حضور نے مجھ سے دریافت فرمایا ”آخر کوئی پیسہ ہے؟“ میں نے عرض کیا سات سو روپے ہیں۔ فرمایا ”قاضی کا قرضہ ادا کر دو“ میں نے کہا ان کو ورنے دیے ہیں۔ فرمایا تو یہ روپے کہاں سے آگئے۔ میں نے عرض کیا۔ کل آپ مجھے بلا کر دیتے رہے تھے۔ فرمایا مجھے تو مطلق یاد نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ یہ اس نے عطا فرمائے ہیں۔ جس نے دیے ہیں اس کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرتے رہو“ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی ذات مبارک میں فقر۔ غنا۔ توکل۔ اور جود کے جو اوصاف حمید جمع تھے، ان کا بیان کرنا اور سمجھنا بھی مشکل ہے۔ سیرت میں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے۔ یہ مشتے از خروارے ہے۔

## جدید تعلیم والوں میں تبلیغ و ارشاد

ہمارے نوجوان مغربی تعلیم اور اس کے مضر اثرات سے پوری طرح نقصان اٹھا رہے ہیں۔ جن کو گھر پر ابتدائی ایام میں صحیح تربیت نصیب نہیں ہوتی، اور وہ ابتداء سے مشن کے یا ایسے ہی دوسرے اسکولوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، ان کو مذہبی معلومات میں ذرا سی بھی شد بڑ نہیں ہوتی۔ پھر وہ اپنی ناقص تعلیم کی بدولت اور غلط فہم کے خلاف مذہب پر وپاگنڈے کی وجہ سے دین سے برگشتہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بعد میں یہ لہر خیالات ان کے دلوں میں ایسے راسخ ہو جاتے ہیں کہ وہ مذہب کے نام سے بھی دور بھاگنے لگتے ہیں۔ اور اعمالِ صالحہ اور مکارم اخلاق کی اہمیت کو بھی محسوس نہیں کر پاتے۔

حضرت قبلہ عالم زحمت اللہ علیہ کو ایسے نوجوانوں کی اصلاح کی جانب خاص توجہ تھی اس مقصد سے آپ اسکولوں اور کالجوں میں تشریف لے جاتے۔ اور نوجوانوں کو نصیحت فرماتے اور مسائل دین بتاتے تھے۔ اکثر نوجوان آپ کے پاس کامیابی کی دعا کرانے یا ملازمت کی خواہش



لے کر آتے۔ آپ ان سے فرماتے کہ "میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔ اور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گے۔ بشرطیکہ تم مجھ سے حلفیہ وعدہ کرو کہ تم احکامِ شریعت کی پابندی کرو گے۔ نماز کبھی ناغہ نہ کرو گے۔ اور اعمالِ صالحہ کے ذریعہ اپنی عاقبت سنوارو گے۔" ساتھ ہی ان کو مسائل بتاتے۔ دین کی حقانیت اور اعمالِ حسنہ کی اہمیت سمجھاتے۔ چنانچہ بہت سے نوجوان راہِ نیک پاتے۔ اور توبہ کر کے شریعت پر کاربند ہونے کا وعدہ کرتے۔ یہ نوجوان اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے تو آئندہ ان کے دوسرے ساتھی بھی حاضری دیتے۔ اور فیضیاب ہوتے۔

نوجوانوں کی حوصلہ افزائی | حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نیک اور پابندِ شرع نوجوانوں کو وظائف اور انعامات سے بھی نوازتے تھے۔ یہ

وظائف بعض اوقات کئی کئی سال تک جاری رہتے۔ اور طلبہ کو تعلیم حاصل کرنے میں معاون بنتے۔ ایک بار آپ لاہور کے کسی کالج میں گئے۔ طلبہ آپ کے گرد جمع تھے۔ آپ نے فرمایا "اگر تم میں کوئی نوجوان ایسا ہو جو ثابت کرے کہ اس نے کبھی داڑھی نہیں منڈوائی تو میں اسے دس روپے ماہوار وظیفہ دیا کروں گا۔" مکانِ شریف کے صاحبزادہ داؤد شاہ صاحب کھڑے ہو گئے۔ اور بتایا کہ انہوں نے ابتدا سے داڑھی رکھی ہوئی ہے۔ کبھی نہیں منڈوائی تو آپ نے ان کے لئے فوراً وظیفہ کا اعلان کیا۔ جوان کی مدتِ تعلیم میں برابر جاری رہا۔

مولوی محمد عظیم صاحب کا بیان | مولوی محمد عظیم صاحب لاہوری بی اے رحمۃ اللہ علیہ جو حضور کے خلیفہ مجاز بھی ہوئے، کہتے تھے کہ

حضور ہم طلبہ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ ہم سے ملاقات کے لئے خود کالجوں میں آتے تھے۔ پیار محبت سے پیش آنے کے علاوہ ہمیں قسم قسم کے تحفے عطا کرتے تھے۔ مقصد صرف ہماری تالیفِ قلب اور رشد و ہدایت ہوتا۔ چنانچہ ہمیں توجیح یہ ہے کہ صرف حضور کے صدقے میں ایمان نصیب ہوا۔ ورنہ ہم دین و مذہب سے بالکل نابلد تھے۔ حضور نے ہمیں دین کی باریکیاں سکھائیں۔ شریعت کی راہ دکھائی۔ اور ہماری دنیا اور عاقبت سدھاری۔" مولوی صاحب نے بتایا کہ وہ خود بھی انہی طلبہ میں تھے جو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ان تبلیغی دوروں سے پکتے

دیندار بنے۔ اور انہوں نے مدارج سلوک طے کئے۔

حاجی شیخ عبدالرحمان صاحب شامی رحمۃ اللہ علیہ  
کہتے تھے کہ ”دوسرے پیر بھائیوں کے ساتھ

حاجی عبدالرحمان صاحب کا بیان

ہم بھی حضور کی خدمت میں حاضر رہتے ہم اجازت طلب کرتے کہ صبح امتحان ہے تو آپ فرماتے  
”اچھا! عشا کی نماز میرے ساتھ پڑھو“ عشا کے بعد اجازت چاہتے تو حکم ہوتا ”تہجد کی نماز  
کے بعد کہنا۔“ غرض فجر کی نماز بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے ادا کرتے۔ اور سیدھے امتحان  
دینے چلے جاتے۔ پرچہ سامنے آتا تو معلوم ہوتا کہ سب کچھ ہمیں یاد ہے۔ ہم بڑے اطمینان سے پرچہ  
حل کرتے۔“ ان کا بیان ہے۔ کہتے تھے کہ ”گھر والے سب ہم پر ناراض ہوتے۔ طعن کرتے کہ تم  
ہر وقت پیر صاحب کے ساتھ دعوتیں اڑاتے رہتے ہو۔ لکھتے پڑھتے خاک نہیں۔ امتحان میں کیا  
پاس ہو گے۔ ہم حضور کی خدمت میں آکر عرض کرتے۔ فرماتے ”ان کو پاس ہونے سے غرض ہے یا  
کچھ اور۔ تم نمازیں پڑھا کرو۔ اور رب کی یاد کیا کرو۔ با وضو ہو کر امتحان میں بیٹھا کرو۔ تو اللہ تعالیٰ  
پاس کر دے گا۔“ اور حقیقت یہ ہے کہ جیسا حضور فرمادیتے تھے ویسا ہی ہوتا تھا۔ ہم بھی خوش  
تھے کہ حضور کے حکم کی تعمیل بھی ہوئی اور والدین بھی خوش ہو گئے۔“

شیخ صاحب فرماتے تھے کہ ”حضور میں ایسی کشش تھی کہ جو شخص حضور کی خدمت میں حاضر  
ہوتا بس آپ کا ہونے کا رہ جاتا تھا۔ حضور جو حکم دیتے بخوشی اسے قبول کرتا اور تعمیل ارشاد میں ہرگز  
عذر نہ لاتا۔ یہی حال ہم سب نوجوانوں کا تھا۔ ورنہ ہم اور ہمارے ساتھی اپنے والدین کا حکم ٹال  
جاتے تھے ہم لوگ مذہب ہی کے کچھ خاص قائل نہ تھے، پیری مریدی کو کیا مانتے۔ مگر حضور نے  
ہر بات ہمارے دل میں اتار دی۔ اور ہمیں ایسا اپنا متوالا بنایا کہ آج ہم بوڑھے ہو گئے ہیں  
مگر حضور کے لئے ہمارے دل میں آج بھی وہی محبت اور عقیدت کی تڑپ موجود ہے۔“

مولوی خیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، خلیفہ مجاز،  
میسور میں اسکولوں کا لجنوں کا معائنہ ”برکات علی پور“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”میسور

کے قیام کے دوران حضور اسکولوں اور کالجوں میں بھی گئے۔ طلبہ میں تبلیغ کی۔ اور ان کو پسند و نصیحت  
فرمائی۔“ حاجی بخش مصطفیٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی اور خلیفہ مجاز اپنے رسالے ”آفتاب عالم تاب“

میں لکھتے ہیں کہ ”میں جب اہل سلسلہ ہو تو ایف اے میں پڑھتا تھا۔ بگلور میں طالب علمی کے زمانے میں بلاشبہ روزانہ میں مغرب سے عشا تک حاضر خدمت رہتا۔ اور فیض حاصل کرتا تھا۔“

حاجی ڈاکٹر میر بدایت اللہ صاحب امرتسری خلیفہ مجاز کے صاحبزادے  
**میر سلیم محمود کی کامیابیاں** | حاجی میر سلیم محمود صاحب ولایت سے امتحانات پاس کر کے آئے

تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ ”آپ نے تین سال کے عرصے میں اتنی بہت سی ڈگریاں کیسے حاصل کر لیں؟“ تو انھوں نے جواب دیا۔ ”میرے والد صاحب قبلہ حضور کی خدمت میں علی پور شریف حاضر ہوئے، تو آپ نے فرمایا۔ سلیم کو ولایت میں تحریر کرو کہ وہ تمام نمازیں ادا کرتا رہے۔ حلال کھایا کرے۔ ہر نماز کے بعد قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لیا کرے۔ تو انشاء اللہ ہر امتحان میں کامیاب ہوتا رہے گا۔“ یہ حکم والد صاحب قبلہ نے مجھے لکھ بھیجا۔ میں برابر آپ کے فرمان کے مطابق عمل کرتا رہا۔ جو ڈگری دوسرے طالب علم ایک سال میں حاصل کرتے ہیں تین ماہ بعد امتحان میں کامیاب ہو کر حاصل کر لیتا۔ مجھے خود حیرت تھی کہ کیسے پاس ہو جاتا ہوں۔ بس یہ سب قرآن شریف کی آیت کی برکت اور حضور کے تصرف روحانی سے ممکن ہوتا رہا، ڈاکٹر سلیم محمود صاحب خدا کے فضل سے حاجی بھی بنے اور اب تک پکے نمازی اور دیندار ہیں۔

حاجی ماسٹر کرم الہی صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ  
**ماسٹر کرم الہی کی دینداری** | سیکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ اور حضرت کے

خلیفہ مجاز تھے۔ وہ ابتدا میں میٹرک پاس کر کے کوہاٹ میں مدرس کی اسامی پر تعینات ہو گئے تھے۔ بعد کو انھوں نے ایف اے، بی اے، ایل ایل بی کے امتحانات پاس کئے اور سیالکوٹی میں وکالت کرتے رہے۔ مدت العمر ان کی عادت رہی کہ تہجد کے لئے بیدار ہوتے اور پھر نہ سوتے۔ شریعت کے پوری طرح پابند، اعمال صالحہ میں نچتے اور متقی شخص تھے۔ آخر عمر میں کئی حج بھی کئے تھے۔ بہت نیک اور ولی اللہ تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ جو بات ان کے منہ سے نکلتی ویسے ہی ہو کر رہتا۔ یہ سب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور فیضان کا اثر تھا۔

حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری بی لے رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول تھے۔ آپ نے ساری عمر انگریزی خوانوں کے طبقے میں گزار دی۔ بہت بڑے پایے کے بزرگ، ولی اللہ اور واقف اسرار و رموز تھے جس پر نظر ڈال دیتے دولت ایمان سے لالال کر دیتے۔ جس پر توجہ فرماتے اس کے دل کا سارا رنگ دُور کر دیتے۔ انھوں نے بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ انگریزی خوان  
انگریزی ڈگریاں ناموں کے ساتھ لکھا کرو

متوسلین کو حکم دیتے تھے کہ اپنے ناموں کے ساتھ انگریزی ڈگریاں اور عہدے ضرور لکھا کرو۔ تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ صوفیائے کرام کی جماعت میں جدید تعلیم یافتہ لوگ بھی شامل ہیں۔ ورنہ انگریزی ان لوگ عام طور پر ہمیں دنیوی علوم سے ناواقف خیال کرتے ہیں۔ ان کی یہ ناواقفیت اور غلط فہمی دُور کرنی بہت ضروری ہے۔

حضرت فریدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ پر اظہارِ شوق و  
انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ  
اجلاس منعقدہ مئی ۱۹۳۳ء

کی پہلی نشست میں حضرت مولانا عابد حسن صاحب فریدی ایم اے۔ ایل ٹی۔ ایم آر اے ایس پروفیسر و صدر شعبہ فارسی و اردو۔ سینٹ جانس کالج۔ آگرہ۔ کی تقریر کے بعد حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔

”آج میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ اور جس قدر مجھے خوشی ہوئی اس کو میں ہی جانتا ہوں۔ ان پاک الفاظ کے فرمانے کے وقت اعلیٰ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جو کیفیت تھی اسے صرف صاحبانِ حال ہی جان سکتے تھے۔ ارتداد کے زمانے میں جب میں آگرہ گیا تو وہاں ایک بزرگ نے فرمایا کہ یہاں ایک پروفیسر ہیں۔ خود بھی ایم اے ہیں اور ایم اے کلاس کو پڑھاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ کسی طرح سلسلے میں داخل ہو جاویں۔ دوسرے روز وہ فریدی صاحب کو ساتھ لے آئے۔ اسی دن وہ خدا کے فضل و کرم سے حلقہ میں داخل ہو گئے۔ میرے دل میں یہ خیال تھا کہ فریدی صاحب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے پورے منتسب بن جاویں۔ اور خداوند تعالیٰ ان کو انسانِ کامل بنا دے۔ الحمد للہ کہ آج وہ دعا پوری ہو گئی۔“

اور میرے دل کی دُعا پوری ہوئی۔ آج اس حال کو میں ہی جانتا ہوں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے :

حدیث حسن یوسف اچھے می دانند اخوانش

ز لیخارا بہ پرس ازوے کہ صد شرح و بیایا دُرد

”حافظ انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خداوند کریم جنت فردوس عطا فرماوے۔ ہمیشہ آپ

کی خواہش تھی اور یہ نہ سہرا یا کرتے تھے کہ پرانی شراب نئے شیشوں میں بھر کر پلائی جاوے۔

قصوف پرانا علم ہے۔ مگر جب تک انگریزی خوانوں کے شیشوں میں نہ بھر دیا جاوے، ہمارا مقصود

حاصل نہیں ہوتا۔ الحمد للہ کہ حافظ صاحب کی مرادیں پوری ہو گئیں۔ اگر سو آدمی بھی اولڈ فیشن دُخل

سلسلہ ہوں تو ان کو اتنی خوشی نہ ہوتی جس قدر ایک انگریزی خواں سے ہوتی ہے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے فیضانِ دُکم سے دوسرے مذاہب کے لوگ ہزاروں

کی تعداد میں دولتِ ایمان سے مالا مال ہوئے شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک تمام برصغیر

پاک و ہند میں کتنے ہی غیر مسلم آپ کے دستِ مبارک پر تائب ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش بنے ہیں۔

ایک انگریز کرنل تھے لارڈ اسکپوٹ۔ ان

لارڈ اور بیگم اسکپوٹ کا مشرف باسلام ہونا

کی بیگم شاہ سویدن کی چچا زاد بہن تھیں۔

لارڈ اسکپوٹ بنگلور میں تعینات تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بنگلور چھاؤنی میں ”اسلام

ہی سچا مذہب ہے“ کے موضوع پر جمعہ کے بعد وعظ فرمایا تھا۔ کرنل صاحب موصوف اس

وعظ سے ہی متاثر ہو کر شرفِ ایمان سے بہرہ ور ہوئے تھے۔ جب وہ مسلمان ہو گئے تو فطری طور

پر ان کی خواہش ہوئی کہ لیڈی اسکپوٹ بھی اس سعادت سے محروم نہ رہیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

نے جناب عبدالوہاب صاحب ایم اے۔ بیسٹر کو ترجمان بنا کر بیگم صاحبہ کو تبلیغ کی اور حقانیتِ اسلام

سے آگاہ کیا۔ تین گھنٹے سے زیادہ دیر یہ نشست رہی۔ بیگم کے دل میں نورِ ایمان کی کرن بھونکی تو اس

نے پھر بھی استفادہ کیا۔ اور آخر کار حضور کے روحانی تصرف نے اسے بھی مشرف باسلام کیا۔

یہ دونوں میاں بیوی کے مسلمان اور پابندِ شریعت بن گئے۔ حضور نے کرنل صاحب کا اسلامی نام

علی، اور ان کی بیگم کا زینب رکھا تھا۔ دونوں یورپ واپس گئے تو وہاں جا کر بھی خدا کے فضل سے

اسلام پر قائم رہے۔ اور اسلام پر ہی وفات پائی۔ اسی طرح دوسرے انگریز اور عیسائی بھی حضور کے

دستِ حق پرست پر مشرف بہیمان ہوئے۔ کئی تو ایسے تھے جنہوں نے باقی ساری عمر علی پور شریف میں گزار دی۔ حضور نے ان کی شادی کی۔ ان کو حج کرایا اور وہ تمام عمر شریعت و سنت کے پابند رہے۔

**بنگالی ہندو کا اسلام قبول کرنا** | سری نگر کشمیر میں ایک بنگالی ہندو نوجوان جو ایک ہائی اسکول کا ہیڈ ماسٹر تھا، حضور کے مواعظِ حسنہ سے مستفید

ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ اور سلسلہ عالیہ میں داخل ہوا۔ ان کا اسلامی نام حضور نے نور محمد رکھا تھا۔ وہ ہر سال عرس شریف کی شرکت کے لئے علی پور سیداں حاضر ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے حج بھی کیا۔ اور مدینہ منورہ میں نجی صاحب کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضرت نجی صاحب کو بتایا تھا کہ بعد میں وہ جامعہ اسلامیہ بہاول پور میں شعبہ انگریزی کے صدر مدرس ہو گئے تھے۔

**سائیں فضل دین صاحب کا مسلمان ہونا** | انگریزی تعلیم پانے والے حضرات پر حضرت قبلہ عالمِ حرمہ اللہ خاص توجہ فرماتے تھے۔ حاجی سائیں فضل دین صاحب

پہلے عیسائی تھے حضور کے فیض و کرم سے مسلمان ہوئے حضور کے ساتھ فریضہ حج بھی ادا کیا۔ اور ساری عمر حضرت کے قدموں میں بسر کی۔

**سکھ کا مسلمان ہونا** | حاجی گلزار محمد صاحب ضلع گورداسپور کے رہنے والے اور سکھ تھے۔ حضور قبلہ عالمِ حرمہ اللہ علیہ کی تعلیم سے متاثر ہو کر پکے مسلمان بنے۔

صوم و صلوٰۃ کے پابند اور تہجد گزار تھے۔ کئی حج کئے۔ آخری حج میں وہیں وفات پائی۔ بہت بزرگ اور نیک آدمی تھے۔ ان کا زیادہ قیام موضع اراکیان والا ضلع لائل پور میں رہا ہے۔ وہاں کے لوگ حاجی صاحب کے حالات سے واقف ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ایک چن حاجی صاحب کا تابع تھا۔ آپ کے سارے احکام بجالاتا تھا۔ اور آپ کی کامل خاطر مدارات کرتا تھا۔

غرض سینکڑوں ہزاروں غیر مسلم حضور کے دستِ حق پرست پر تائب ہو کر مشرف باسلام ہوئے تھے۔ صرف چند نام مثال کے طور پر لکھے گئے۔

## فوجیوں میں تبلیغ و ارشاد

اسی طرح حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز چھاؤنیوں اور پلٹوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہاں مختلف حیثیتوں اور طرح طرح کے خیالات کے جو افسر اور جوان ہوتے تھے، آپ ان کو خدا کے احکام سناتے۔ اور مسائل شرعیات بتاتے تھے۔ آپ ان کو سمجھاتے کہ تم سب فوج کے نظام کے قایل اور اس پر عامل ہو۔ تم افسروں کا حکم ماننا لازم جانتے ہو۔ تو کیا تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ وہ احکم الحاکمین، جس نے تمہیں پیدا کیا، جو تمہارا رزاق حقیقی ہے، جسے ہر قدرت اور طاقت حاصل ہے۔ کیا اس کا حکم ماننا ہم تم سب پر فرض نہیں ہے۔ دیکھو! وہ سب حاکموں کا حاکم اور سب افسروں کا مالک ہے۔ اس کے حکم سے سرتابی کیسی کچھ خطرناک ہو سکتی ہے۔ لازم ہے کہ اس کے احکام پر سرجھکاؤ، اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلو۔ اس طرح تمہاری دنیا بھی سدھرے گی اور تم اپنی عاقبت بھی سنوار سکو گے۔ چنانچہ فوجیوں میں بہت لوگ آپ کا حکم مانتے، سلسلہ عالیہ میں داخل ہوتے، اور پابند شریعت بن کر فلاح دارین حاصل کرتے تھے۔ فوجیوں کے فرائض بہت سخت ہوتے ہیں۔ ان کو اپنے فرائض کے سلسلے میں خطروں سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ آپ عام طور پر ارادت مند فوجیوں کو قرآن مجید کی ایک آیت کی اجازت عطا کرتے۔ اور ہدایت فرماتے کہ نماز عشا کے بعد ہدایت کے مطابق، اس آیت کا حصار کر لیا کرو۔ اس طرح تم ہر قسم کی بلا آفت اور گولی تک سے محفوظ رہو گے۔ وہ حضور کی ہدایت پر عمل کرتے اور حضور کی توجہ اور فیضان کا عملی تجربہ ان کے سامنے آتا تو ان کے ذوق و شوق میں اضافہ ہوتا تھا۔

کئی فوجیوں کے ساتھ ایسا ہوا ہے کہ وہ اپنے فرائض کے سلسلے میں کسی جنگل میں یا کسی ویران مقام میں جا پھنسے ہیں۔ بھوک پیاس سے تنگ ہیں۔ اور دور دور کچھ کھانے پینے کو دستیاب نہیں۔ انہوں نے حضور کو یاد کیا۔ تو ان کی مشکل آسان ہوئی، غیبی طور پر ان کو کھانے پینے کو مل گیا۔ یا وہ اور کسی قسم کی مشکل اور مصیبت میں پھنس گئے اور انہوں نے حضور کو یاد کیا۔ تو

بروقت غیب سے ان کو امداد میں بر آئی۔ اور ان کی مشکل دور ہو گئی۔

حاجی نصیب خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت قبلہ عالم  
رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہوئے، کہتے تھے کہ ہم

## حاجی نصیب خان صاحب کا بیان

پچھلے دوست سیالکوٹ چھاؤنی سے شہر میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جیسے ہی حضور کے  
چہرہ مبارک پر نظر پڑی، ہم سب نے داخل سلسلہ ہونے کا ارادہ کر لیا۔ اور اپنی خواہش کا  
اظہار کیا۔ حضور نے ہم سب پر شفقت فرمائی۔ اپنے پاس بٹھایا۔ کھانا کھلایا۔ عشاء کی نماز کے  
بعد توبہ کرائی اور داخل سلسلہ فرمایا حضور کی توجہ میں بڑا منت نہ کر سکا اور بیہوش ہو گیا۔ جب مجھے  
ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی مجھے سہارا دیے ہوئے ہیں۔ اور ہم سب چھاؤنی کی  
طرف جا رہے ہیں۔ راستے میں مجھے سگریٹ پینے کی خواہش ہوئی۔ میں نے جیب میں سے ڈبیر نکالی۔  
مگر فوراً ہی یاد آیا کہ حضور نے حکم دیا ہے کہ سگریٹ حقہ تماکو ہرگز کبھی مت پینا۔ میں نے ڈبیر  
پھینک دی۔ اور الحمد للہ اس کے بعد کبھی نہیں پیا۔“

آپ ہی نے سنایا۔ کہتے تھے کہ ”جب تک ہماری پلٹن سیالکوٹ میں رہی، ہمارا یہ معمول رہا کہ  
جب حضور سیالکوٹ تشریف لاتے، تو ہم سب یارانِ طریقت اپنے افسروں کے پاس جاتے۔ ان  
سے گھوڑا گاڑی مانگ لاتے۔ اسٹیشن سے حضور کو فوجی اور شہری یارانِ طریقت گھوڑا گاڑی میں سوار  
کر کے، سارے شہر میں جلوس کی شکل میں گشت کرتے۔ اور پھر قیام گاہ پر لے جاتے۔ روزانہ سب  
پیر بھائی مل کر مساجد میں یا بازاروں میں جلسوں کا اہتمام کرتے۔ اس طرح خلقِ خدا حضور کے مواعظ  
حسنہ سے فیض یاب ہوتی۔ اور رات کو قیام گاہ پر حاضر ہو کر بہت لوگ سلسلہ عالیہ میں داخل ہو جاتے۔  
شہر والے پیر بھائی اپنی دعوتوں میں ہم فوجیوں کو شمولیت کے لئے بلاتے۔ اسی طرح فوجی پیر بھائی  
بھی شہر والوں کو مدعو کرتے۔“

صوبیدار مسیحہ حاجی اسلم خاں صاحب جس زمانے میں  
سپاہی تھے اور کوہاٹ میں تعینات تھے۔ تو ایک

## حاجی اسلم خاں صاحب کی دست گیری

بار حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ہاٹ تشریف لے گئے۔ ایک دن حضور ایک دعوت میں چھاؤنی تشریف  
لے گئے، تو راستے میں حاجی اسلم صاحب دھوپ میں کھڑے ہوئے اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے تھے۔



تین بجے جب حضورؐ واپس ہوئے تب بھی وہ اس شدید گرمی میں اپنی ڈیوٹی پر کھڑے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرے دل میں خیال آیا۔ "یا اللہ پاک! میں بھی تیری مخلوق اور یہ بھی تیری ہی مخلوق۔ مجھے بجلی کے پنکھے کے نیچے بھی آرام نہیں، اور یہ مسلسل اس گرم دھوپ میں کھڑا ہے" حضور نے ان کے پاس کارر کوانیؒ۔ اسلم خان صاحب نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ حضور نے فرمایا "اسلم خان کے لئے دعا کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ اس ڈیوٹی سے اس کی جان چھڑائے اور اس کو آرام عطا کرے" چنانچہ خدا کے فضل اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے اسلم خان صاحب ترقی کرتے کرتے صوبیدار میجر بنے۔ اور انھیں آرام سے بیٹھنا نصیب ہوا۔ میجر اسلم خان صاحب گرام فارم کے انچارج تھے۔ لوگوں کی بھیر بکریاں فارم میں آجاتیں اور گھاس چرتیں اور خراب کرتیں۔ حضرت نے آیت شریف پڑھ کر دم کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ ازاں بعد بھیر بکریاں ان کے فارم کے قریب آئیں تو دور بھاگ جاتیں۔ فارم میں داخل ہونے یا اس کو خراب کرنے کی جرأت نہ کرتیں۔

صوبیدار میجر علی گوہر صاحب ساکن تھوہا بہادر

د تحصیل چکوال ضلع جہلم اکا بیان ہے کہ "وہ

صوبیدار علی گوہر صاحب کا بیعت ہونا

بحیثیت سپاہی کے ممبئی میں تعینات تھے۔ وہاں ایک عورت تھی بی بی جان۔ بڑی نیک اور خدا رسیدہ عورت تھی۔ اوروں کے ساتھ علی گوہر صاحب بھی اس کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے۔ ان کو اس سے ایسی عقیدت ہوئی کہ اس سے بیعت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ جب بی بی جان سے انھوں نے اپنا خیال ظاہر کیا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ عورت کا مرید بننا جائز نہیں۔ اسی نے ان کی رہنمائی کی۔ اور حضرت صاحب قبلہ عالم کا نام نامی اور پتہ بتا کر ہدایت کی کہ تم جا کر ان کے مرید ہو جاؤ۔ تمہارا جھٹہ وہاں مقرر ہے۔"

علی گوہر صاحب کہتے تھے کہ "اس طرح وہ علی پور شریف حاضر ہوئے۔ اور کئی دن قیام

کیا۔ انھوں نے اپنے ساتھی سپاہی سے وعدہ کر رکھا تھا کہ میں تمہارے ساتھ قادیان چلوں گا۔

حضور کی خدمت میں اپنا یہ ارادہ ظاہر کر کے اجازت چاہی، تو آپ نے فرمایا "وہاں جا کر کیا

کر دو گے۔ مرزا قادیانی تو اپنا بوجھ بھی نہیں سنبھال سکتا۔ وہ خود ہی محروم ہے۔ تمہارا بوجھ کیا

اٹھائے گا اور تمہیں کیا فائدہ پہنچائے گا" جب یہ ارشاد ہوا اس وقت آپ بڑی حویلی سے کنوئیں

کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ ساتھ ہی فرمایا۔ بی بی جان بہت نیک اور صالح عورت تھی۔ اب فوت ہو گئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ“

علی گوہر صاحب کہتے تھے کہ ”میرے اور حضور کے علاوہ اس گفتگو کا مطلب اور کوئی کیا سمجھتا۔ میں یہ سن کر اللہ چوڑکا۔ میں نے حضور کے فرمان کا دن۔ تاریخ۔ وقت سب لکھ لیا۔ اور اجازت لے کر گھر چلا آیا۔ چند روز بعد بمبئی سے آئے ہوئے ایک اور سپاہی سے ملاقات ہوئی، تو اس نے بی بی جان کی وفات کی اطلاع دی۔ بعینہ وہی دن، تاریخ اور وقت تھا۔ اب تو میں بے چین ہو گیا۔ فوراً علی پور شریف واپس آیا۔ اور بیعت کر کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گیا۔ اس طرح حضور کے کرم سے میرا ایمان پک گیا اور میری عاقبت سدھر گئی۔

غرض حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ عامۃ المسلمین کی طرح فوجی مسلمانوں میں بھی تبلیغ و ارشاد کا کام ضروری جانتے تھے۔ آپ فوجیوں کو سمجھاتے کہ جب دنیوی اور فوجی احکام میں دنیوی اور فوجی افسران بالا کے احکام کی بجا آوری ضروری ہے۔ تو سادہ سی بات ہے کہ جس صالح حقیقی اور خالق مطلق نے ہم کو پیدا کیا اور ہمارے لئے ہر قسم کی نعمتیں فراہم کیں، اس کے احکام پر ہر قسم کرنا اور اس کے فرایض کو بجالانا کتنا کچھ اہم ہے۔ جو اس کا حکم نہیں مانتا اس کا دین اور دنیا سب خراب ہے۔ دنیوی احکام کی حکم عدولی پر سزا ملتی ہے تو وہ احکم الحاکمین ہے، اس کے فرامین سے سرتابی کرنے کی صورت میں انسان کیسے بچ سکتا ہے۔ دین اور دنیا سب میں کامیابی کی شکل صرف یہ ہے کہ ہم اس خالق حقیقی، مالک کل، اور رب العالمین کے احکام و فرامین کو پوری طرح بجالائیں۔ فوجی لوگ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فیض و توجہ اور تصرف روحانی کی بدولت عملی طور پر اچھے مسلمان بن جاتے۔ ان میں سے سینکڑوں ہزاروں حضور کے کرم سے سلسلہ عالیہ میں داخل ہو کر متقی اور پارسا بن گئے اور مدارج عالیہ پر فائز ہوئے۔ ان کے دنیوی کام بھی سدھر گئے اور ان کو دینی و روحانی کمالات بھی حاصل ہوئے۔

## افغانستان میں تبلیغ و ارشاد

تبلیغ اور ارشاد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فرائض منصبی تھے جب تک آپ حیات رہے شبانہ روز اسی میں مصروف رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جس دن میں اپنے فرض منصبی کو ادا نہ کر لوں اور اسلام کی خدمت نہ کر لوں، میرے لئے کھانا بھی حرام ہے۔ چنانچہ اس مقصد خیر کے لئے آپ نے غیر ممالک کے سفر بھی اختیار کئے ہیں۔

حضرت نادر شاہ بادشاہ افغانستان کی دعوت پر آپ کو ریٹہ۔ قندھار کے رستے سے کابل تشریف لے گئے

تھے۔ اس سفر میں جہاں جہاں قیام ہوتا، آپ حسب عادت زائرین اور حاضرین کو وعظ و تذکیر، اور پسند و نصائح سے سرفراز کرتے۔ اور جو لوگ داخل سلسلہ ہونا چاہتے ان کو سلسلہ نقشبندیہ میں داخل کرتے تھے۔

جب حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ قندھار پہنچے، تو آپ کو قندھار کے گورنر کا خط ملا کہ ”میزبانی کے تمام انتظامات مکمل کر کے میں ایک ضروری کام سے شہر سے باہر جا رہا ہوں۔ کل حاضر خدمت ہوں گا۔“ آپ نے اسی خط کی پشت پر یہ شعر لکھ کر واپس کر دیا۔

غرض از سیر قلندر طلب دیدار است

ورنہ این نان و نمک در ہمہ جا بسیار است

گورنریہ پیام پا کر شرمندہ ہوا۔ دورہ موقوف کر کے فوراً خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ ”بادشاہ کے سامنے میری اس کوتاہی کا ذکر نہ فرمائیے۔“ دیر تک خدمت میں موجود رہا۔ غرض اسی طرح منزل منزل قیام فرماتے اور تبلیغ و ارشاد سے خلق خدا کو فیض یاب کرتے ہوئے آپ کابل پہنچے۔ یہاں کئی دن قیام فرمایا۔ افغانوں کو شریعت کی پابندی اور احکام دین پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی۔ بہت لوگ سلسلہ عالیہ میں آپ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔

شاہی دعوت میں باحسن و جود تبلیغ | پہلی شاہی دعوت میں جب حضور شامل ہوئے تو دسترخوان پر چھریاں کانٹے وغیرہ موجود تھے۔ آپ نے نادر شاہ

کو متوجہ کر کے ایک پرانا واقعہ سنایا۔ فرمایا کہ ”میں احرام باندھے ہوئے شریفِ مکہ کی دعوت میں شریک ہوا۔ سب لوگ انگریزی طرز سے چھری کانٹوں سے کھانے لگے۔ مگر میں سنت کے مطابق ہاتھ سے کھاتا رہا۔ شریفِ مکہ کے ولی عہد نے میرے معلم سے دریافت کیا کہ ”یہ کون شخص ہے۔ اور کس طرح کھاتا ہے؟“ معلم نے جواب دیا ”شریف نے خاص طور پر اس شخص کی دعوت کی ہے۔ اصل مہمان تو یہی ہے۔ ہم سب تو طفیلی ہیں۔“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”میں عربی سمجھتا جانتا ہوں۔ یہ گفتگو سمجھ کر میں نے عربی میں کہا ”میں مسلمان ہوں۔ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہوں۔ اور مسلمانوں کے قبرستان ہی میں دفن ہوں گا۔ مسلمانوں کی طرح سنت کے مطابق کھانا کھاتا ہوں۔“

شریفِ مکہ ساتھ بیٹھا ہوا کھا رہا تھا۔ اس نے فوراً چھری کانٹے ہاتھ سے رکھ دیے اور حکم دیا کہ ”وہ اٹھا لو۔ اور آج کے بعد کبھی دسترخوان پر مت رکھو سب ہاتھ سے کھایا کرو۔“ نادر شاہ نے یہ قصہ سنتے ہی فوراً چھری کانٹے اٹھوا دیے اور حکم دیا کہ آئندہ بھی دسترخوان پر نہ لائے جائیں۔“

ترمذی شریف کی حدیث ہے (صفحہ ۴۴) عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةً عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ (ترجمہ) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا سب سے بڑے جہادوں میں ایک جہاد ہے۔“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عمل اسی پر تھا۔ شریفِ مکہ ہو یا شاہِ افغانستان نظام حیدر آباد ہو یا مہاراجہ میسور، آپ دین کے معاملے میں کسی کے بھی رُوبرو حق گوئی میں تامل نہ فرماتے تھے۔ اور بر ملا ٹوکتے اور نصیحت فرماتے تھے۔

آئین جواں مردانِ حق گوئی و بے باکی

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

(اقبال)

جوتے اتار کر نماز پڑھوانا اور شاہی نذرانہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کابل کے قیام کے دوران جمعہ پڑھایا، وعظ فرمائے اور حسب

عادت لوگوں کو مسئلے سناتے اور ہدایت فرماتے رہے۔ رخصت کے وقت نادر شاہ بادشاہ نے نقد و جنس ہر طرح کے تحائف، شاہی شان کے مطابق، پیش خدمت کئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”میں نے سب تحفے قبول کئے اور آپ کو واپس لبطور عطیہ بخش دیے۔“ پھر کہا کہ ”میری ایک خواہش ہے، اگر آپ مان لیں تو کہوں،“ بادشاہ نے وعدہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ”آپ کے فوجی جو توں سمیت نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ خلاف سنت ہے ان کو حکم دیجئے کہ جوتے اتار کر نماز پڑھا کریں۔“ نادر شاہ نے کہا ”آپ میرا یہ حقیر ہدیہ قبول فرما لیجئے، میں ان کو جوتے اتار کر نماز پڑھوانے کا پختہ وعدہ کرتا ہوں۔“ حضرت نے فرمایا کہ ”اگر میں روپیہ قبول کر لوں تو جوتے اتارنے کے ثواب سے محروم ہو جاؤں گا۔“ بادشاہ نے پھر اصرار کیا۔ تو آپ نے فرمایا ”اچھا مجھے آپ کا تحفہ قبول ہے۔ اب آپ میری طرف سے یہ سب فوج میں تقسیم کرو دیجئے۔“ چنانچہ گراں قدر شاہانہ نذرانہ کی ساری رقم فوجیوں میں تقسیم کر دی گئی۔

چنانچہ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ درویش اور فقیر تھے۔ آپ کے مزاج میں استغنا بدرجہ کمال پایا جاتا تھا۔ جو دو سخا کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے امراء رؤسا دیکھ کر حیران ہوتے تھے۔ سلاطین و امراء کی ملاقاتوں میں آپ کی یہ صفات عالیہ اور نمایاں ہو کر سامنے آ جاتی تھیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ”ہمارا ہاتھ اس شہنشاہ کے خزانے میں ہے، جو ساری دنیا کا دانا اور پروردگار ہے۔ پھر ہمیں کسی کی کیا پروا۔“

نخت سکذری پر وہ تھوکتے نہیں ہیں۔ بستر لگا ہوا ہے جن کا تری گلی میں

## ردِ مرزا اہیت

جب مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعوائے کیا تو مسلمان بے حد مضطرب ہوئے۔ سب علماء اور صلحاء نے اس کے دعوے کی تکذیب کی اور دینِ متین میں اس نے رخنے کا سدباب

کرنے کی مساعی میں مصروف ہو گئے۔ حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس جماعت کے سرخیل بنے رہے۔ اور ابتدا سے کمال سرگرمی کے ساتھ مرزا کی مخالفت اور تکذیب فرماتے رہے۔ جہاں ضرورت ہوتی آپ فوراً پہنچ کر انسدادی اور تبلیغی کام شروع کر دیتے اور مسلمانوں کے دین ایمان کے تحفظ میں مشغول ہو جاتے۔ مرزا اور مرزائیوں سے ان مخالفتوں اور مخالفتوں کی داستان بہت طویل ہے۔ مگر کچھ تفصیل لکھی جاتی ہے جس سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کار، جوش و عزم، اور کامرانی و فتح مندی کا اندازہ ہو سکے گا۔

**سیالکوٹ میں** نومبر ۱۹۰۳ء میں سیالکوٹ کے مسلمان وفد بنا کر حضور کے پاس آئے اور اطلاع دی کہ مرزا غلام احمد اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے سیالکوٹ آنے والا ہے۔ آپ فوراً سیالکوٹ پہنچ گئے۔ اور مختلف بازاروں، محلوں اور مسجدوں میں بڑے پیمانے پر جلسے منعقد کئے۔ دوسرے علما کو بھی باہر سے دعوت دے کر بلایا۔ دوسروں کی تقریروں کے بعد آپ خود وعظ کہتے۔ اور ختم نبوت کے مسئلے کو تفصیل سے سمجھاتے۔ اور دین متین اور عقاید حقہ پر قائم رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ حضور فرماتے کہ ”دوسری نئی چیزوں کے اختیار میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن دین اپنا وہی پرانا رکھو“ چنانچہ آپ نے کم و بیش ایک ماہ سیالکوٹ میں قیام فرمایا۔ اس دوران تمام اہتمامات کا بار خود برداشت کیا۔ اپنے اور رفقا کے لئے گھر سے برابر سامان خورد و نوش منگواتے رہے۔ مسلمانان سیالکوٹ نے ان اجتماعات اور مواعظ حسنہ سے کامل فیض پایا۔ اور خدا کے فضل سے مرزا کو تمام عمر یہ بہت نہ ہونی کہ سیالکوٹ کا رخ کرتا۔

**حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب کا بیج** حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھ سے فرمایا تھا کہ ”ایک مرتبہ مرزا غلام احمد قادیانی

لاہور آیا۔ اس کے مقابلے کے لئے حضرت مولانا مولوی پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لڑنے سے لاہور تشریف لائے۔ آپ بہت جید عالم اور کمال ولی اللہ تھے۔ آپ نے مرزا کو چیلنج کیا۔ اور فرمایا کہ تم اپنی نبوت کا دعویٰ کرتے ہو۔ میں تو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معمولی غلام ہوں۔ مقابلے کی جرات ہو تو میرے سامنے آؤ۔ میں اپنی میز پر تسلیم دوات رکھ کر بلا ہاتھ لگا کے اپنے قلم کو حکم دوں گا کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھے۔ تم اپنی میز پر تسلیم دوات رکھو اور نبی ثابت کرنے کے

لئے اپنے قلم کو لکھنے کا حکم دو۔ تمہارا قلم کچھ بھی نہ لکھ سکے گا۔ اور میرا قلم بغیر میرے ہاتھ کی مدد کے قرآن پاک کی تفسیر لکھے گا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی دن لاہور میں قیام فرما رہے اور چیلنج کرتے رہے۔ مگر مرزا کو مقابلے کی ہمت نہ ہوئی۔

لاہور میں | اسی طرح ایک بار مسلمانان لاہور کا ایک وفد علی پور سیدال آیا۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے مرزا کے مقابلے کے لئے لاہور چلنے کی درخواست کی۔ حضور اسی دن جمعہ ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور تشریف لے گئے۔ بادشاہی مسجد میں جمعہ پڑھایا اور جمعہ کے بعد وعظ فرمایا۔ حاجی مہتاب دین صاحب اس جلسے میں موجود تھے۔ کہتے تھے کہ ”نماز کے بعد شمس العلماء، مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب لڑکی، مولانا مولوی سید اصغر علی صاحب رُوحی، مولانا حافظ مولوی احمد علی صاحب اور دیگر علماء لاہور نے جلسے میں تقریریں فرمائیں۔ اور مرزا کے عقاید باطلہ کی تردید کی۔ آخر میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر فرمائی۔ دورانِ تقریر آپ نے فرمایا۔

”میری عادت پیشین گوئی کرنے کی نہیں ہے۔ البتہ اس سے قبل حضور کی پیشین گوئی نے نکل گئے تھے۔ جس کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ نے پورا فرمادیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد مرزا کا سواری عبدالکریم ذلت کی موت مر گیا۔ اب پھر میرے دل میں بار بار خیال آ رہا ہے، جس کو میں باوجود کوشش کے ضبط نہیں کر سکتا۔ اور وہ خیال ہے کہ مرزا غلام احمد عنقریب ذلت اور رسوائی کی موت مر گیا۔ اور تم اس کی موت اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ میری اس پیشین گوئی کو مرزا کی پیشین گوئی ”موت سمجھنا“ اسی جلسے میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ”اگر مرزا میرے روبرو آکر اپنے دعوائے رسالت کو صحیح ثابت کرے یا کوئی روحانی طاقت دکھائے تو میں اس کو پانچ ہزار روپے نقد بطور انعام دینے کے لئے تیار ہوں۔“ حضور نے یہ بھی اعلان کیا کہ ”جب تک مرزا یہاں سے چلا نہ جائے، میں لاہور سے نہیں جاؤں گا۔“ پھر آپ نے حاضرین جلسہ سے دریافت کیا کہ ”وہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا کہاں ٹھہرا ہوا ہے! وہ تو ہمارے سامنے آنے کی کیا ہمت کرے گا۔ چلو ہم اس کے پاس چلتے ہیں۔“

مسلمانوں نے عرض کیا کہ وہ خواجہ کمال الدین کے مکان پر قیام پذیر ہے۔

**حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ** سے قبلہ کے ذمے لگا کر واپس ہو گئے۔

گوڑہ شریف سے تشریف لائے تھے۔ ایک جمعہ کی نماز اور جلسہ کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے فرمایا کہ شاہ صاحب میں تو واپس جاتا ہوں، آپ اپنا کام جاری رکھیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا ”آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر کیسے تشریف لے جائیں گے؟“ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”میں گھر سے شکار کرنے آیا تھا۔ مگر مجھے معلوم ہوا کہ یہ شکار میرے مقدر میں نہیں ہے۔ بلکہ آپ کے لئے مقدر ہے۔ اس لئے آپ ٹھہریں اور اپنا کام کرتے رہیں، چنانچہ اگلے دن حضرت پیر صاحب گوڑہ واپس تشریف لے گئے۔“

**حاجی مہتاب دین صاحب لاہوری ان دنوں جوان تھے۔ وہ ان جلسوں کے اہتمام میں پیش پیش**

**حاجی مہتاب دین صاحب کی زبانی تفصیلات**

رہتے تھے۔ انہوں نے خود مجھے تفصیلات سنائی تھیں۔ حاجی صاحب جلسوں میں نعت خوانی بھی کیا کرتے تھے۔ وہ بتاتے تھے کہ بلائڈ تھ روڈ پر کسٹوں والی سڑک کے قریب جس جگہ اب انجمن حمایت اسلام کا اسلامیہ کالج واقع ہے، وہاں خواجہ کمال الدین کے مکان کے سامنے ایک بڑا باغ تھا۔ اس باغ میں ایک یار طریقت غلام محمد صاحب ممبر مرچنٹ نے شہتیروں کا ایک بڑا سیٹج قائم کیا۔ حاجی مہتاب دین صاحب ہر روز وہاں جا کر صفائی کراتے، اور دریاں بچھاتے تھے شام کی نماز حضورِ الابلاناغہ جلسہ گاہ میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ جلسہ گاہ کے قریب ہی بڑے پیمانے پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے کھانے پکانے کا اہتمام ہوتا تھا۔ تمام مسلمان بلا امتیاز اس خوانِ یغما پر ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی۔ اور پھر نصف شب کے بعد تک جلسہ جاری رہتا۔

**رومزاہت میں جلسے**

یہ جلسے اور اہتمام اور دعوت ہر روز ہوا کرتے۔ حضور کی دعوت پر باہر سے بھی بہت سے علماء و تشریف لائے ہوئے تھے جو وقتاً فوقتاً اپنے مواعظِ حسنہ سے فیض یاب کرتے۔ اور آخر میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مسائل بیان



فرماتے، ختم نبوت پر طرح طرح دشمنی ڈالتے۔ اور مرزا کو مقابلے میں آنے کی دعوت دیتے تھے مگر مرزا کو کبھی آپ کے سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی۔

ان جلسوں میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری خلیفہ مجاز، مولوی امام الدین صاحب رائے پوری خلیفہ مجاز، مولوی محمد شریف صاحب، مولانا مولوی حافظ ظفر علی صاحب پسروری خلیفہ مجاز، مولانا مولوی محمد عظیم صاحب گکھڑوی خلیفہ مجاز، مولانا مولوی نور حسن صاحب سیالکوٹی، مولانا مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی، مولانا مولوی اصغر علی صاحب روحی، مولانا مولوی خیر شاہ صاحب امرتسری خلیفہ مجاز، مولانا مولوی غلام احمد صاحب انگر امرتسری خلیفہ مجاز، مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی (اہل حدیث) اور دیگر علمائے کرام نے شرکت کی۔ ان بزرگوں کی آمد و رفت کے اور قیام و طعام و آرام کے تمام اخراجات کی کفالت خود حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ یہ جلسے کم و بیش ایک ماہ تک جاری رہے۔ اور خلقِ خدا بڑی تعداد میں شریک ہوتی رہی۔ اور اپنا ایمان اور عقائد تازہ کرتی رہی۔

آخر کار ۲۵، ۲۶ مئی کی درمیانی رات کو حضور نے حضورِ الالہ نے مرزا کو آخری چیلنج دیا

اعلان فرمایا کہ میں مرزا کو چوبیس گھنٹے کی مہلت

دیتا ہوں کہ وہ آکر میرے ساتھ مباہلہ کرے۔ پھر سب لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ”میں آپ سب کے رُوبرو اعلان کرتا ہوں کہ خدا کے فضل و کرم سے وہ میرے مقابلے کو نہیں آئیگا۔ کیونکہ میرا نبیؐ سچا ہے۔ اور میں صدقِ دل سے اس سچے نبیؐ کا غلام ہوں۔ اللہ تعالیٰ آئندہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اپنے جلیب پاک کے صدقے میں اس جھوٹے نبیؐ سے ہمیں نجات عطا فرمائے گا، ان الفاظ اور اس چیلنج پر وہ جلسہ ختم ہوا۔“

حضرت مولانا رومؒ نے سچ فرمایا ہے :

گفتہ ادگفتہ اللہ بود گرچہ از خلقوم عبداللہ بود

مرزا غلام احمد نے ایک بار کہا تھا کہ ”جو کوئی بیضے کی موت مرے گا وہ گتے کی موت مرے گا“ آسمان کا تھوکا مُنہ پر آیا۔

مرزا کی وقت

جس رات حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جلسے میں پیشین گوئی فرمائی تھی، اسی رات تھوڑی دیر

بعد مرزا کو مہیضہ ہوا۔ نصف شب گزرنے تک مرض نے شدت اختیار کر لی۔ کہتے ہیں کہ منہ سے بھیاقے میں سخاست برآمد ہوتی تھی۔ آخر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کی صبح تک مرزا غلام احمد اپنے مقام کی طرف رحلت کر گیا۔

حاجی مہتاب دین نے صبح حسب معمول اپنی دکان کھولی۔ ۹ بجے کے قریب کسی نے آ کر ان کو مرزا کی موت کی خبر سنائی۔ وہ فزاً دکان سے اٹھے اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی۔ حضور سنتے ہی سجدہ شکر بجلائے۔ رب العزت کا شکر ادا کیا کہ اس نے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ رکھا۔ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ظاہر فرمائی۔ اور مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھا۔

عوام کا مرزائی مسلک سے تائب ہونا | تھوڑی سی دیر میں یہ خبر لاہور میں ہر طرف عام ہو گئی۔ مسلمانوں نے جگہ جگہ مسجدوں، بازاروں اور محلوں

میں شکرانہ کے جلسے منعقد کئے۔ ان میں سے بیشتر جلسوں میں حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود شریک ہوئے۔ اور اپنے مواعظِ حسنہ سے لوگوں کو مستفید کرتے رہے۔ اس سلسلے میں تین روز تک اسلامیہ کالج کے میدان میں جلسے منعقد ہوتے رہے جن میں بے شمار لوگ شریک تھے۔ پھر شہر لاہور میں جگہ جگہ دوسرے جلسے منعقد ہوئے۔ ان میں بھی بڑا مجمع ہوتا تھا۔ علماء کرام کی تقریروں کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ہوتا تھا۔ ان تمام جلسوں میں بے شمار لوگ قادیانی مسلک سے تائب ہو کر دوبارہ مسلمان ہوئے۔ اور کثیر تعداد میں لوگوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے۔ داخل ہونے والوں کی تعداد ہر روز اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ حضور سٹیج پر کھڑے ہو کر سب کو داخل سلسلہ فرماتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ رو مرزائیت میں بے حد جوش سے سرگرم رہے اور اکثر جلسوں میں ختم نبوت کے مسئلے کو مضبوط دلائل سے ثابت فرمایا کرتے تھے۔ مرزائیوں نے آپ کی مخالفت میں ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کئے۔ مگر نہ تو آپ کبھی پریشان ہوئے نہ آپ نے اعلائے کلمۃ الحق میں کمی کی۔ اور خدا کے فضل و کرم سے ہمیشہ آپ ہی کو فتح و کامرانی حاصل

ہوئی۔ سچ ہے "سناج کو آج نہیں"

محمد علی جوہر ہے کی فتنہ انگیزی

ایک دفعہ سیال کوٹ تحصیل رعیہ کے ایک گاؤں میں حضور قبلہ عالم  
رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے۔ محمد علی بافندہ مرزائی سکنا سکھڑے نے

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کے کچھ الفاظ کہے۔ حضور ایسی گستاخی کی کب تاب  
لا سکتے تھے۔ آپ نے خود دست مبارک سے اس کو زد و کوب کیا۔ پھر تو دوسرے مسلمان بھی شامل ہو گئے۔  
اور اس گستاخ کو قرار واقعی مزا چکھا دیا گیا۔ اور سخت سزا دی گئی۔

مرزائی آپ کے اعلانِ حق اور مخالفت سے بہت برگشتہ ہوئے اور بدلہ لینے کے لئے ذلیل حرکتوں  
پر اتر آئے۔ چنانچہ انھوں نے تحصیل رعیہ میں ہندو تحصیل دار کی عدالت میں ایک جھوٹا مقدمہ دائر کیا  
کہ "یہ شخص مسلمانوں کو گادکشی پر برا بھلا کہتا ہے۔ حکومت برطانیہ کے خلاف بہت کچھ کہتا رہتا ہے۔  
محمد علی بافندہ نے اسے ان حرکتوں سے روکا تو اس نے محمد علی کو سخت زد و کوب کیا" وغیرہ وغیرہ۔

حاجی ماسٹر کرم الہی صاحب ایڈووکیٹ خلیفہ مجاز اور سیکریٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ  
اور سیالکوٹ کے دوسرے یارانِ طریقت نے سیالکوٹ کے انگریز ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں تبدیلی  
مقدمہ کی درخواست پیش کی۔ اس نے درخواست قبول کرتے ہوئے ایک انگریز مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ  
منتقل کر دیا۔ سب سے پہلے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری عدالت کا معاملہ زیرِ بحث آیا۔  
خواجہ کمال الدین وکیل مرزائی کو حضور سے خصوصی خصوصیت تھی، جس کا ذکر ابھی اوپر آچکا ہے۔ اس نے  
زور دیا کہ "یہ شخص معمولی حیثیت کا مالک ہے۔ اس کا عدالت میں حاضر ہونا ضروری ہے" حضور  
کی طرف سے کئی وکیل پیروی کر رہے تھے، جن میں ہندو اور سکھ وکیل بھی تھے۔ انھوں نے اور  
خواجہ ماسٹر کرم الہی صاحب نے عذر کیا کہ وہ آپ مسلمانوں کے بہت بڑے مقتدا اور رہنما ہیں۔  
آپ کے کئی لاکھ معتقدین سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ کیا جائے۔"  
انگریز مجسٹریٹ نے فریقین کے وکلاء کے تفصیلی دلائل سننے کے بعد فیصلہ کیا کہ "شاہ صاحب  
نہایت قابلِ تعظیم اور بزرگ ہستی ہیں۔ ان کی شان اس سے ارفع ہے کہ وہ ایسے چھوٹے مقدمہ میں  
عدالت میں بلائے جائیں۔ لہذا حکم کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحب عدالت میں حاضر نہوں۔ اور ان  
کی طرف سے وکیل پیروی کرے۔"

محمد علی بافت نے مرزائی جماعت کی مدد سے سیشن جج کی عدالت میں نگرانی کی درخواست دی۔ وہاں سے بھی مقدمہ خارج ہوا۔ تو مرزائیوں نے ہائی کورٹ سے رجوع کیا۔ اور زور دیا کہ ”آپ کا دوران مقدمہ حاضر عدالت ہونا لازم قرار دیا جائے“ فریقین کی طرف سے قابل وکیل اور لایق بیسٹری پیروی کر رہے تھے حضور کی طرف سے کئی بیسٹری بلا معاوضہ پیش ہوتے تھے۔ جن میں میاں سر محمد شفیع صاحب بیسٹری بھی شامل تھے۔ بحث بھی انہوں نے ہی کی تھی۔ ہائی کورٹ میں بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو کامیابی ہوئی اور آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ رکھا گیا۔ جب اس اقدام میں مرزائیوں نے ہائی کورٹ تک مٹنے کی کھائی۔ تو اصل مقدمہ میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا دیا۔ مگر سیالکوٹ کے محبسٹریٹ نے اصل مقدمہ بھی خارج کر دیا۔ اس کے بعد مرزائیوں کو دوبارہ اپیل کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور جھک مار کر خاموش بیٹھ رہے۔

منجھلے صاحبزادہ صاحب کے خلاف مرزائیوں کی فتنہ طرازی | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے صاحبزادے مولانا حاجی حافظ

سید خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اورٹیل کالج لاہور میں مولوی فاضل کا امتحان دے رہے تھے۔ مرزائیوں نے بدلہ لینے کی خاطر ان کے خلاف ایک فوجداری مقدمہ اٹھ کر دیا۔ اس مقدمہ کی پیروی کے لئے حضور نے تقریباً ایک سال تک مسجد پٹولیاں میں قیام فرمایا۔ دشمن چاہتے تھے کہ حضور کو اس طرح پریشان کریں کہ تبلیغ و ارشاد کا یہ سلسلہ ختم ہو جائے۔ لیکن اللہ و شہود سبب خیر گر خدا خواہد۔ معاندین کا یہ اقدام ان کے منشا کے بالکل برعکس نکلا۔ مسجد پٹولیاں میں قیام کے زمانے میں حضور کا فیض عام جاری رہا۔ بڑے پیمانے پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا سنگر قائم تھا۔ سامان خورد و نوش برابر گھر سے منگواتے رہے اور جہانوں کی خاطر مدارات جاری رہی۔ مسجد میں ہر رات آپ وعظ فرماتے، جس میں دور و نزدیک کے لوگ شرکت کے لئے آتے اور فیض یاب ہوتے۔ ان ایام میں بے شمار لوگ تائب ہو کر داخل سلسلہ عالیہ ہوئے۔

مقدمہ کی پیروی کے لئے محرم علی چشتی صاحب حضور کی طرف سے وکیل تھے۔ دوسرے وکلاء بھی شریک تھے۔ لیکن بحث میاں سر محمد شفیع صاحب بیسٹری نے کی تھی۔ اور پہلے کی طرح اب بھی وہی محنتانہ کے روادار نہوتے۔ خواجہ ماسٹر کرم الہی صاحب مرحوم وکیل سیالکوٹ سے مقدمہ کی پیروی کے لئے

برابر آیا کرتے تھے۔ ماسٹر کرم اکہی صاحب نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ از حد لائق تعریف و تحسین ہیں۔

جس رات کی صبح فیصلہ سنایا جانا تھا، وہ رات حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت امانگنج بخش

ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی آپ نے خادم حاجی عبداللہ صاحب امرتسری کو

حکم دیا کہ آج فیصلے کی تاریخ ہے۔ پلاؤ زردہ کی دگیں چڑھا دو۔ حاجی صاحب نے عرض کیا کہ ”بری ہونے

کا فیصلہ ہو جائے تو دگیں چڑھائیں گے“ فرمایا ”تم ابھی سے کام شروع کر دو۔ اللہ تعالیٰ بری کرے گا۔“

اب حج کی سنئے۔ حکم کی رات کو اس انگریز حج نے تین بزرگوں کو نوا

میں دیکھا۔ جنہوں نے سختی سے اس سے کہا کہ ”تو نے جو فیصلہ لکھا ہے

## حج کو انتباہ

غلط ہے۔ یہ مقدمہ جھوٹا ہے۔“ وہ جاگا مگر پھر سو گیا۔ تین دفعہ ہی معاملہ پیش آیا۔ آخر اس

نے اپنے ملازم کو بلا کر دریافت کیا کہ ”یہ معاملہ کیا ہے۔ یہ تین بزرگ کون ہیں جو میرے خواب

میں آکر مجھے اس طرح کہہ رہے ہیں۔“ اس نے ملازم کو ان بزرگوں کے ٹھیلے بتائے تو ملازم نے

ایک بزرگ کا حلیہ سن کر کہا کہ ”یہ حکمیہ تو میرے پیر صاحب کا ہے۔ جن کے صاحبزادے کا مقدمہ

تمہارے پاس ہے۔ اور تم کل حکم سنانے والے ہو۔“ اب توجیح کو تنبیہ ہوئی۔ اس نے مسل پر دوبارہ

نظر ڈالی۔ پہلا فیصلہ منسوخ کر کے نیا فیصلہ لکھا۔ اور ملازم کو بلا کر کہا کہ ”تمہارے پیر صاحب کے

لڑکے کو میں بری کرتا ہوں۔“ صبح اس نے بری ہونے کا فیصلہ سنایا۔ توحق کابول بالا اور دشمنوں

کا منہ کالا ہوا۔ جب فیصلے کی اطلاع حضور کو پہنچانی گئی۔ تو سب مسجد شکر بجلائے خوشیاں

منائی گئیں۔ خیرات کی گئی۔ دگیں تیار کرانے کا حکم حضور پہلے ہی دے چکے تھے۔ چنانچہ سائے

دن اور رات تک عام سنگ جاری رہا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہی مسجد

## مرزائیوں سے ایک اور چیلنج

لاہور کے جلسہ عام میں اعلان فرمایا تھا کہ ”اگر

مرزائی اپنے دین کو سچا ثابت کر دیں تو پانچ ہزار روپے انعام دوں گا۔“ یہ اعلان اخبارات میں

بھی شائع ہوا اور اشتہارات کی شکل میں بھی عام کیا گیا۔ مگر کبھی کسی نے انعام حاصل کرنے کی جرأت

نہ کی۔ البتہ ایک دفعہ مرزائیوں کی طرف سے اشتہار تقسیم کئے گئے کہ ہم اپنا مسلمان ہونا ثابت کرتے

ہیں۔ پہلے تم روپیہ بینک میں جمع کرواؤ۔“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ لاکوٹ تشریف لے جا رہے تھے۔

میں بھی اس سفر میں ہمراہ تھا۔ سیالکوٹ اسٹیشن پر جیسے ہی ریل پہنچی، بہت سے اشتہار اس سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں ڈال دیے گئے، جس میں حضور سفر کر رہے تھے، اشتہار دیکھا تو مطالبہ کا علم ہوا۔ حاجی نواب دین صاحب اور امام دین صاحب نے دوسرے دن ہی بینک میں روپیہ جمع کرادیا۔

خواجہ ماسٹر کرم آہی صاحب سیکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ نے اخبار سیاست لاہور مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۲۸ء میں ایک طویل بیان شائع کیا جس میں تحریر کیا تھا کہ ”مرزا صاحب کی جماعت ابتدا سے حضرت قبلہ عالم روحی فداہ اور آپ کے غلاموں کی مخالفت پر کمر بستہ رہی ہے۔ ۱۹۲۶ء کے سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ کے موقع پر مرزا قادیانی کے چند معتقد علی پور شریف آئے۔ ان کی نیت فساد اور شرارت کی تھی۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے مرزا کے اعتقادات اور الہامات کا ذکر کرنا شروع کر دیا۔ ایک مولوی صاحب نے جلسے میں مرزا کے اعتقادات کی تردید کی۔ ایمان کی حقیقت بیان کی۔ اور مسئلہ ختم نبوت پر مکمل روشنی ڈالی۔ اس موقع پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا کہ ”مرزا کے ایمان کو صحیح ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا“ اس کے بعد سے سیالکوٹ کی مرزائی جماعت اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے غلامان سیالکوٹ کے مابین اشتہار بازی ہوتی رہی ہے۔ اب ان کے مطالبہ پر ہم نے دس ہزار روپے امپیریل بینک سیالکوٹ میں جمع کرا کے اعلان کر دیا ہے۔ اور دعوت دی ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود مرزا کے ایمان کو سچا ثابت کریں۔ مگر مخالفین اس اعلان کے بعد سے خاموش ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سب کو سکتہ ہو گیا ہے۔ کوئی سامنے نہ آیا جو اپنا مدعا ثابت کر سکتا۔ اور اتنا بڑا انعام حاصل کرتا“

اس تفصیل سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان جھوٹے مدعیوں کو کبھی سامنے آکر اپنا موقف اور عقیدہ ثابت کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اور حق کا بول ہی بالا رہا۔

مرزائی سب حج کا اعتراف ہی | ایک بار ریل میں ایک سینئر سب حج میرے ہم سفر تھے۔ وہ مرزائی تھے۔ انہوں نے باتوں باتوں میں کہا

کہ ”ہندوستان میں تین طاقتوں نے بیک وقت اپنے اپنے عقاید کی تبلیغ کا کام شروع کیا تھا۔ انگریزوں نے عیسائیت کی، مرزا نے اپنے مذہب کی، اور شاہ صاحب نے دین حق کی تبلیغ شروع

کی۔ انگریز کے پاس بہت زیادہ دولت، طاقت اور حکومت تھی۔ مرزا صاحب نے بھی چندہ کر کے بڑی دولت جمع کر لی تھی اور سخواہ دار مبلغین کی ایک مستقل جماعت قائم کی تھی۔ اس کے برعکس شاہ صاحب اکیلے ہی سرگرم عمل تھے۔ آپ کے پاس کوئی سرمایہ بھی نہ تھا، آپ نے چندہ بھی نہیں کیا اور مبلغین کی جماعت کو بھی ملازم نہیں رکھا مگر میں اپنے سیاکوٹ کے علاقے ہی پر غور کرتا ہوں تو نظر آتا ہے کہ بدولتھی کا صرف ایک نے میندار سدھ صاحب عیسائی ہوا ہے۔ اور چوہدری عنایت اللہ ترنگ کا ذیل دار، اور میرے والد صاحب اور صرف چند گھر گھٹیا لیاں کے مرزائی ہوئے ہیں۔ علاقے کے باقی تمام لوگ جو لاکھوں کی تعداد میں ہیں، شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور اپنے دین پر قائم رہے۔“ میں نے اس کی تقریر سن کر کہا: ”یہ اللہ کی دین ہے۔ جو کوئی اللہ کے بھروسے پر کام کرتا ہے۔ اور اسباب ظاہر کا پابند نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اسے کامیاب فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **الْاِنۡ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ**۔ (ترجمہ) آگاہ رہو کہ بے شک خدا کی جماعت ہی کو غلبہ حاصل ہوا کرتا ہے۔“

فقہ ارتداد کے خطرناک موقع پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جو کارہائے نمایاں انجام

## انسدادِ فتنہ ارتداد میں مرزائیوں کا رکاوٹ بننا

دیے تھے ان کا ذکر اسی عنوان کے تحت آگے آئے گا۔ فرقہ مرزائیہ نے اس فتنے میں حد درجہ بے غیرتی کا ثبوت دیا تھا اور اپنی معاندانہ کاروائیوں سے فساد کے اندر ایک اور فساد برپا کر دیا تھا۔ جو اسلامی جماعتیں شدھی کو روکنے میں سرگرم عمل تھیں، ان سب سے بد بخت مرزائیوں کی منخاصیت تھی۔ لیکن خاص طور پر وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دشمن تھے۔ اور آپ کے ارسال کردہ مبلغین کے لئے زحمتوں اور مزاحمتوں کا سبب بنتے تھے۔ مگر خدا کے فضل سے وہاں بھی ہر موقع پر ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور حضور کے مبلغین باوجود ان کی مخالفت و منخاصیت کے کامیابی سے ہم کنار ہوئے۔

## رد اہل حدیث

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے اپنی ذات پر لازم کر لیا تھا کہ مدت العمر تبلیغ اسلام اور بیان حقانیت اسلام میں صرف فرمائیں گے۔ عموماً آپ کے مواعظ میں دیگر مذاہب کا کوئی ذکر

نہ آتا، الا آنکہ موازنہ ضروری ہو جائے۔ دینِ متین کی حقانیت کا بیان آپ ایسے موثر انداز میں اور ایسی واضح دلیلوں اور شواہد سے فرماتے تھے کہ سامعین و حاضرین بے حد متاثر ہوتے تھے ہزار ہا غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام بن جاتے اور کتنے فاسد العقیدہ مسلمان صراطِ مستقیم پر گامزن ہو کر ہدایت حاصل کرتے تھے اس مقصدِ اعلیٰ میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات کی مخالفت کی کبھی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اس کی صد ہا مثالیں موجود ہیں۔ میسور میں معاندین نے آپ کی مخالفت میں اور ذاتِ اقدس پر حملہ کرنے میں کوئی کسر باقی چھوڑی تھی، مگر آپ نے فرمانِ الہی لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ (ترجمہ: تم پر آج کوئی گرفت نہیں) اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل فرماتے ہوئے ایک ہی جملہ میں ان سب کو معاف فرما دیا۔ اور صرف اتنا کہا کہ ”خدا ان کو ہدایت دے گا“ آپ اپنے حامیوں اور معتقدوں کو بھی ہمیشہ منع فرماتے تھے کہ مخالفوں کی ہرزہ سرائیوں کا کوئی جواب نہ دیں۔

لیکن اگر کبھی مقابلے کی نوبت آجاتی تو آپ دیگر مذاہب اور باطل فرقوں کا رد بھی فرماتے تھے۔ اس صورت میں بھی اپنی ذات پر حملوں کا کوئی جواب نہ دیتے۔ اور اس کا معاملہ خدائے برحق پر چھوڑ دیتے تھے۔ اس پر بھی دوسرے مذاہب اور فرقوں کے لوگ اپنی مخالفانہ کارروائیوں اور معاندانہ ہرزہ سرائیوں سے باز نہ آتے۔ مگر حیرت ناک ہے آپ کا ضبط و تحمل اور صبر و استقامت کہ بڑی سے بڑی مخالفت کی بھی کبھی پرواہ نہ کی۔ اور دینی خدمت اور ابلاغِ حق میں مصروف ہے۔

جماعت اہل حدیث کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ واسطے کا بسیر تھا اور وہ آپ کی راہ میں

## جماعت اہل حدیث کی مخالفت

رکاوٹیں پیدا کرنے سے باز نہ آتے تھے۔ ردِ قادیانیت اور فتنہ ارتداد تک میں اس جہت نے حضور کی مساعی مبارک کی مخالفت میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ مگر ان کو ہمیشہ منہ کی کھانی پڑی۔ اور حضور کو تبلیغ و ارشاد میں جو روشن کامیابیاں حاصل ہوئیں، ان سے ایک عالم واقف ہے۔

جماعت اہل حدیث کا رسالہ ”اہل حدیث“ امرتسر سے شائع ہوتا تھا۔ اور حضور کی مخالفت

میں باوجود کوئی اور ہرزہ سرائی نہیں پیش رہتا تھا۔ اس کے معترضانہ حملوں کا جواب امرتسر ہی

سے ”الفقیہ“ نامی رسالہ میں شائع ہوتا رہتا تھا۔ حکیم محراج الدین صاحب امرتسر، مولوی

خیر شاہ صاحب امرتسر اور مولوی غلام احمد صاحب انگر امرتسر ”اہل حدیث“ کو اپنے



مسکت جوابوں سے قائل فرماتے تھے۔ مگر یہاں تو صرف بغض و حسد کا جذبہ تھا، اس لئے ”اہل حدیث“ باز نہ آتا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان تینوں علمائے حق کو بھی جواب دینے سے روکتے تھے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اہل حدیث جماعت کے سربراہ تھے اور ان تمام مخالفتوں میں پیش پیش رہتے تھے۔ حضرت

مولوی ثناء اللہ امرتسری

قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کو ان کی بھی ذات سے کوئی خصوصیت نہ تھی مگر ان کے عناد کی وجہ سے کبھی انہیں اپنے قریب نہیں آنے دیا۔ فرماتے تھے کہ ”یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ بے ادب ہے۔“ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کا تعلق بھی اسی جماعت سے تھا۔ مگر وہ ان جلسوں میں جو مرزا کے قادیان کے خلاف منعقد ہوتے تھے، حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے قدم بہت مٹھ لیا کرتے تھے۔ انھوں نے ایک سالہ بھی شایع کیا تھا، جس میں حضور کے عقائد سے اتفاق و اشتراک کا اعتراف کیا تھا۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سے اختلاف کرتے ہوئے صاف لکھا تھا کہ ”وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بے ادب ہے۔ میرے اور اس کے عقائد میں فرق ہے۔“ مولوی ثناء اللہ امرتسری ہمیشہ اہل سنت والجماعت اور حنفی مذہب کی مخالفت اور تردید میں سرگرم رہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اس جماعت حقد کے سرخیل اور ممتاز ترین پیشوا تھے، اس لئے وہ آپ کی ذات پر از حد رکیک حملے کیا کرتے تھے۔ مگر آپ نے حسب عادت ان ذاتی حملوں کا کوئی جواب دینا پسند نہیں کیا۔ اکثر مقامات پر اور امرتسری بالخصوص اہل حدیث کے معاندانہ رویے اور اقدامات کی وجہ سے بہت سی تلخیاں اور بد مزگیاں پیدا ہو جاتی تھیں، مگر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز ہمیشہ اڑے آتے اور مخالفت کو عناد و محاسبت سے محفوظ رکھنے کی کوشش فرماتے۔

امرتسر کے یارانِ طریقت اکثر مولوی ثناء اللہ اور دوسرے علمائے اہل حدیث کو سمجھاتے کہ ”حضرت قبلہ عالم

امرتسر کے یارانِ طریقت کا انتباہ

رحمۃ اللہ علیہ صرف اسلام کی حقانیت بیان فرماتے ہیں، تم بے وجہ کیوں مخالفت کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہو، مگر ان لوگوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ ایک بار تو حضرت میردادایت اللہ صاحب اور ان کے بھتیجے میر مقبول محمود صاحب نے مولوی ثناء اللہ کو سختی سے منع کیا اور دھمکی دی کہ اگر تم

اپنے معاندانہ رویہ سے باز نہ آئے تو ہمیں بھی سختی سے پیش آنا پڑے گا مگر ان کو حضور سے ایسا عناد تھا کہ رسالہ "اہل حدیث" اور پنجاب کے جلسوں میں مخالفت سے بڑھ کر انھوں نے میسور، بنگلور کے مخالفین اور معاندین کا بھی ساتھ دیا۔ اور ان کے حق میں اشتہارات چھپوا کر شائع کئے۔ مگر یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ حضور نے ان ذاتی مخالفتوں اور ریکارڈ کاروائیوں کی کبھی پروا نہ کی۔ تائید غیبی آپ کے ساتھ تھی۔ اور بصدق قول شاعر

چراغے را کہ ایزد بر سر روز  
ہر آنکس آف ز نذر شیش بسوزد  
آپ ہمیشہ کامیاب رہے۔ اور دشمنوں کو منہ کی کھانی پڑی۔

چونکہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان معاندانہ ہرزہ سرانیوں کا جواب دینے سے ہمیشہ سب کو منع فرماتے رہے، اس

### حضرت قبلہ کی نرمی اور درگزر

لئے اتنے ذکر پر ہی بس کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جو میرے سامنے کی بات ہے۔ مولوی الف دین صاحب ساکن جنڈوسا ہی تحصیل ڈوسکہ نے ایک دفعہ مجھ سے کچھ مسائل پر گفتگو کی۔ میں ان کی تشفی کرتا رہا۔ انھوں نے احتیاط نظر پر جو سوالات کئے، ان کی نوعیت سے میں چونکا۔ اور میں نے دریافت کیا "کیا آپ کبھی اہل حدیث تھے؟" انھوں نے کہا "جی ہاں! میرے تمام استاد علمائے اہل حدیث میں سے تھے، اور میں خود بھی اس عقیدے پر تھا۔" میں نے دریافت کیا "تو پھر آپ اہل سنت و الجماعت کیسے بن گئے؟" انھوں نے جواب دیا کہ "یہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان ہے۔ انھوں نے میرے علم کے دیرکے کھول دیے، جس سے میں قائل ہو گیا کہ اہل سنت کا مسلک ہی درست ہے۔ ایسا کامل پیر نہ ملتا تو میں یونہی تاریکیوں میں بھٹکتا رہتا۔"

نواب شاہ کے لوگوں کا قائل ہو جانا  
ایک بار حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نواب شاہ تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ لوگ جتھا بنا کے آئے اور آپ سے

لگے مطالبہ کرنے کہ آپ نے ہمیں جلسہ عام میں بڑے الفاظ سے کیوں یاد کیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تو کسی کی ذات سے متعلق کوئی بات نہیں کہی۔ البتہ دشمنان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کہا تھا کہ ہرگز ہرگز کسی دشمن رسول اور حضور اکرم کی شان میں بے ادبی کرنے والے کی شکل بھی

مَرت دیکھو۔ کیا تم لوگ دشمنِ رسول ہو؟“ انھوں نے جواب دیا۔ ”ہرگز نہیں ہم مسلمان ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کا خیال بھی ہمارے دل میں نہیں آسکتا،“ آپ نے فرمایا ”تو میں تو دشمنِ رسول کی بابت ایسا کہتا ہوں۔ اور یہی میرا ایمان ہے۔ تم اگر دشمنِ رسول نہیں ہو اور حضورؐ کی شانِ اقدس میں کوئی بے ادبی اور گستاخی نہیں کرتے تو تم جانو۔ پھر اس کا تم سے کیا واسطہ!“

## پتھوریل ڈاکوؤں کو اہل اللہ بنانا

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے صدرِ غلام ایسے ہیں جن کو اب تدریس میں بڑے کاموں کی عادت تھی۔ چوری، ڈاکہ زنی، شراب خوردی، بدکاری، بد معاشی میں پھنسے ہوئے تھے۔ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تو تمام بُری عادتیں چھوٹ گئیں۔ نیک اعمال اختیار کئے۔ نماز روزہ کے پابند بنے۔ حج کئے اور خلقِ خدا کی ایذا رسانی کے بجائے مخلوق کی خدمت کرنے لگے۔ آپ کی ادنیٰ توجہ سے اُن کی دنیا بھی بنی اور عاقبت بھی سدھر گئی۔ ایسے بہت سے واقعات ہیں۔ صرف چند مثال کے طور پر بیان کرتا ہوں۔

حاجی شاہ بیگ صاحب جھنگ کے رہنے والے ہیں۔ جب سے

### حاجی شاہ بیگ

دہشل سلسلہ ہوئے۔ تمام بُرے اعمال سے توبہ کی اور مرد صالح بن گئے۔ حج بھی کر آئے ہیں۔ چوری بد معاشی چھوڑ کر نماز روزے کے پابند ہیں۔ حضرت شمس الملّت حاجی حافظ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی، سجادہ نشین ثانی، کی خدمت میں رہتے ہیں۔ اور اکثر ان کے سفروں میں خادم خاص کی حیثیت سے ساتھ ہوتے ہیں۔

قصور کے قریب 'وارہ' کا رہنے والا بابا محمد واصل بڑا بد معاش،

### بابا محمد واصل

چور اور ڈاکو تھا۔ ایک بار حضور ایک غریب جلاہ سے کے ساتھ وارہ تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں واصل، ملا۔ پولیس اسے گرفتار کر کے لے جا رہی تھی۔ جلاہ نے کہا "یہ ہمارے گاؤں کا چوہدری اور نامی گرامی ڈاکو ہے" قریب آکر پولیس اہل نے حضور کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا "میں اس ڈاکو کی ضمانت دیتا ہوں، تم اس کو آزاد کر دو"۔

انہوں نے فوراً ہتھکڑی اتار دی۔ واصل نے شور مچانا شروع کر دیا کہ ”میں ہرگز چوری ڈکیتی سے باز نہیں  
 آؤں گا۔ آپ ہرگز میری ضمانت نہ دیں“ آپ نے فرمایا۔ ”میں نے تمہیں چھڑایا ہے۔ تم میرے ساتھ آؤ۔  
 آگے تمہاری مرضی“ وہ ساتھ ہو لیا مگر برابر شور مچاتا رہا کہ آپ نے ناحق میری ضمانت دی ہے۔ میں  
 ہرگز اپنے کاموں سے باز نہیں آؤں گا۔

گاؤں قریب آگیا تو واصل نے عرض کیا ”آپ میرے گھر تشریف لے چلیں“ ارشاد فرمایا  
 ”تو مجھے نہیں لایا۔ میں اس جلاہے کے ساتھ آیا ہوں۔ اسی کے گھر جاؤں گا“ واصل نے کہا ”اگر  
 آپ اس کے گھر جا کر رہے تو میری ناک کٹ جائے گی۔ آپ نے مجھے چھڑایا ہے۔ آپ کو میرے  
 گھر چلنا ہوگا۔ ورنہ برادری میں میری کوئی عزت نہ رہے گی“ مگر آپ نے اس کی درخواست قبول  
 نہیں کی اور اسی غریب جلاہے کے گھر جا کر قیام کیا۔ واصل رات بھر آپ کی جوتیوں میں بیٹھا رہا۔  
 صبح کو آپ نے دریافت کیا ”چوہدری! گھر نہیں گیا“ عرض کیا ”میں قدموں ہی میں پڑا رہوں گا۔  
 جب تک آپ میرے ساتھ تشریف نہ لے چلیں، میں کیسے جاؤں“ آپ نے فرمایا ”میں چوروں  
 کے گھر کبھی نہیں گیا“

واصل نے جواب دیا ”میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آئندہ کبھی چوری نہیں کروں گا۔  
 ڈاکہ نہیں ڈالوں گا۔ کسی بُرے فعل کے پاس نہیں جاؤں گا۔ سابق گناہوں کی خدا سے معافی چاہتا  
 ہوں“ فرمایا ”اچھا اب چلوں گا“ اس نے توبہ کی۔ سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد  
 اس نے ایک مرد صالح کی زندگی اختیار کی۔ نماز روزہ کا پابند رہا۔ فیرائض و سنن آخر دم تک ادا  
 کرتا رہا۔ اس کے پاس لوگ بہ کثرت آتے اور دم کراتے تھے۔ اور خدا کے فضل سے کامیاب اہل  
 جاتے تھے۔ اس کے صحن میں ایک شیشیم کا درخت تھا، جس کے سایے میں حضور رونق افروز ہوئے  
 تھے۔ اس درخت کے تین پتے توڑ کر جس بیماری میں دیتا، مریض صحت یاب ہو جاتا۔ وہ کہتا ”میرا  
 پیر کامل ہے۔ اس کی ایک توجہ نے مجھے راہِ راست پر لگا دیا۔ اور مرا تبت بلند کئے“

رضلع جھنگ کے موضع بلوآند میں رجب علی ایک نامی گرامی بد معاش ڈاکو  
 اور خطرناک شخص تھا۔ بڑا قوی ہیکل جوان تھا۔ سارے ضلع کا اس نے ناک میں  
 دم کر رکھا تھا۔ افسران نے تنگ آ کر اس گاؤں میں پولیس کی چوکی قائم کر دی تھی۔ جہاں چوبیس گھنٹے

رجب علی

ایک سب انسپکٹر اور پولیس کے جوان تعینات ہوتے تھے۔ رات کو رجب علی کو اپنے پاس پابند رکھتے تاکہ رات میں کوئی بد معاشی نہ کرے۔

حضرت لیلیا نوالہ تشریف لے گئے تو کرم علی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے گاؤں واپس جا کر تمھانیدار سے کہا ”اگر سید صاحب کو یہاں لے آؤ تو رجب علی میدھا ہو جائے گا۔ اور تمھاری جان بھی چھوٹ جائے گی۔“ اس نے حاضر ہو کر درخواست کی۔ آپ نے بلوآنہ تشریف لانے کا وعدہ کر لیا۔ آپ وہاں پہنچے تو تمھانیدار نے عرض کیا ”دعا فرمائیں کہ یار رجب علی مر جائے یا میں۔ جو اس مصیبت سے جان چھوٹے۔“ آپ نے فرمایا ”میں نے ساری عمر کسی کے لئے بد دعا نہیں کی۔ تم رجب علی کو یہاں لے آؤ۔“

رجب علی کو لائے تو لوگ آپ حضرت کے پیر دبا رہے تھے۔ تمھانیدار نے کہا ”تو بھی حضرت کے پیر دبا۔ شاید اللہ تعالیٰ تجھے نیک ہدایت دے۔“ اس نے ایک ہاتھ سے زور سے پیر دبا تو آپ نے پوچھا ”یہ کون ہے؟“ عرض کیا گیا ”رجب علی ہے۔“ آپ نے فرمایا ”باقی سب چھوڑ دو۔“ اور الے ہدایت کی دونوں ہاتھوں سے خوب زور سے دباؤ۔ اس نے دہانا شروع کیا۔ برابر یہی کہتے رہے اور زور سے۔ اور زور سے ”وہ عاجز آگیا اور آپ برابر اور زیادہ زور لگانے کا حکم دیتے رہے۔ اس نے پاؤں سے ہاتھ اٹھا کے عرض کیا ”حضور! میں اگر بھینس کی ٹانگ اتنے زور سے دباؤں تو چوڑ چوڑ کر دوں۔ میں تو بھینس کو دونوں جبروں سے پکڑ کر دو کر دیتا ہوں۔ یہ انسانی طاقت نہیں، یہ تو نورانیت ہے کہ میں جتنا بھی زور لگاتا ہوں، حضور اور زیادہ کا حکم دیتے ہیں۔“

حضور نے فرمایا ”تو تو بہت مشہور اور زور آور ڈاکو شمار کیا جاتا ہے، یہ کیسا زور ہے کہ پاؤں بھی نہیں دبا سکتا۔“ وہ گڑ گڑانے لگا اور عرض کیا۔ ”میں توبہ کرتا ہوں۔ اپنے اعمال بد سے باز رہنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ حضور بھی رب تعالیٰ کے حضور میں میری محضت کی دعا کریں اور مجھے سلسلہ میں داخل کریں۔“ آپ نے اسے دوسرے گاؤں لے جا کر توبہ کرائی اور سلسلہ عالیہ میں داخل کیا۔ پاس بٹھا کر اللہ کے نام کی ایسی توجہ دی اور ضرب لگائی کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ کسی گھنٹے بیہوش پڑا رہا۔ ہوش میں آیا تو فرمایا ”اب بھی چوری کرے گا؟“ اس نے صدق دل سے توبہ کی۔ اور مدت العمر نیک صالح بن کر زندگی بسر کی۔

اس کے بعد سے رجب علی اپنا زیادہ وقت مسجد میں گزارتا تھا۔ پھر اس نے کوئی کام خلاف شرع نہ کیا۔ نماز کا ایسا پابند تھا کہ تہجد اور اشراق بھی ناغہ نہ کرتا۔ فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کا پابند بھی بن گیا۔ گھر لوی کام بھی انجام دیتا۔ دوسروں کو برے کاموں سے باز رہنے کی ترغیب و تلقین کرتا۔ کئی لوگوں کو ساتھ لاکر حضرت کے ہاتھ پر توبہ کرائی اور داخل سلسلہ کرایا۔ وہ سب بھی نیک اور پابند صوم و صلوات بن گئے۔ رجب علی ہمیشہ سر پر دوپٹہ ڈالے رکھتا اور نظر اٹھا کر بھی اوپر نہ دیکھتا تھا۔ سحری کے وقت ذکر کرتے ہوئے ایک آدھ دفعہ اس کی آواز بلند ہو جاتی تو اس کی گونج دور تک جاتی اور بڑی پیاری معلوم ہوتی۔ اس علاقے کے لوگ رجب علی کے پاس آتے وہ ان کو پانی دم کر کے دیتا تھا۔ یاکس مریض بھی خدا کے فضل و کرم سے صحت یاب ہو جاتے تھے۔ ان لوگوں میں سے بعض اب بھی بقید حیات ہیں، اگرچہ اب بہت ضعیف ہو چکے ہیں۔ مگر اب بھی نماز روزہ، تہجد وغیرہ کے پابند ہیں۔

**غلام محمد** | بلوآنہ کا ایک شخص غلام محمد مجھے ملا۔ اس نے بتایا ”میں بھی رجب علی کے گروہ میں تھا۔ وہ ہم سب میں سٹہزور اور ہمارا سردار تھا۔ مگر چوری، بد معاشی اور ڈکیتی میں ہم سب ایک تھے۔ جب سے ہم حضرت کی غلامی میں داخل ہوئے، آج تک خدا کے فضل اور حضرت کی توجہ سے کوئی کام ہم سے شرع کے خلاف سرزد نہیں ہوا۔ نماز روزہ کبھی قضا نہیں ہوا۔ فرائض و واجبات کے علاوہ سنت نفل کے بھی پابند بنے رہے ہیں۔“ غلام محمد بہت نیک و صالح آدمی ہے۔ اس نے کہا ”میری بیوی نماز نہیں پڑھتی تھی۔ میں نے حضور کی ہدایت کے مطابق اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا چھوڑ دیا۔ خدا نے اس کے دل میں نیکی ڈالی اور وہ بھی اب بچی نمازی بن گئی ہے۔ اور تمام احکام شریعت پر عمل کرتی ہے۔“

**مائی ست بھرائی** | مائی ست بھرائی بہت نیک اور پارسا عورت ہے۔ اس نے بیان کیا کہ ”میرا خاوند بڑا بد معاش تھا۔ چوری کرتا اور دوسرے اعمال بد کا مرتکب ہوتا۔ میں ہر وقت پریشان رہتی تھی۔ اور چاہتی تھی کہ وہ حضور سے داخل ہو جائے۔ تاکہ اس کی دنیا اور عاقبت سدھر جائے۔ ورنہ وہ خود بھی چوری کا مال کھاتا تھا اور مجھے بھی حرام کھانے کی ترغیب دیتا تھا۔ آخر میں نے حضور سے عرض کیا۔ فرمایا ”اسے میرے پاس لاؤ۔“ بڑی خوشن

سے میں اسے خدمت میں لانے میں کامیاب ہوئی۔ حضور نے اسے وضو کرایا۔ تو بکرانی۔ اور اللہ کے نام کی ایسی ضرب لگائی کہ کئی گھنٹے بیہوش رہا۔ ہوش آیا تو حضرت کے قدموں میں گر گیا۔ اور وعدہ کیا کہ اب کسی قسم کے برے کام میں نہیں پڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ میرے پچھلے گناہ معاف فرمائے۔ چنانچہ اس کے بعد وہ تمام عمر احکام شرعیہ کا پابند رہا۔ اس نے ناظرہ قرآن شریف بھی پڑھ لیا تھا۔ اور اپنا زیادہ وقت عبادت میں صرف کرتا تھا،

ماموں صاحب قبلہ حضرت سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت

صالح محمد

قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے تھے۔ آپ کا قیام چک نمبر ۶ جنوبی متصل

بھلوال میں تھا۔ زمینداری کے کاموں کے لئے اپنے مال مویشی رکھے ہوتے تھے۔ ایک رات چور آپ کے کئی ہزار کے مال مویشی چرا کرے گئے۔ کھوج لگاتے پھر رہے تھے کہ ایک راہ گیر نے پوچھا۔ ”کس کے مویشی چوری ہوئے ہیں؟“ جب اسے معلوم ہوا کہ سیدوں کے مویشی چرائے گئے ہیں تو حیران ہو گیا کہ سادات کا مال بھی چرایا جانے لگا، مخلوق غرق ہو جائیگا۔ اس شخص نے رات چوروں کے گھر بسر کی۔ اور وہاں کہا کہ ”چک نمبر ۶ سے کسی نے سیدوں کے مویشی چوری کئے ہیں۔ سادات کا مال چرایا جانے لگا ہے، اب دنیا کی تباہی کا وقت آتا نظر آتا ہے۔“

اسی رات چور گھوڑی پر سوار ہو کر چک نمبر ۶ میں آئے اور آواز دے کر پوچھا ”کس کا مال چوری ہوا ہے؟“ باغبان نے جواب دیا۔ ”سیدوں کا۔ یہ سادات علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ کے ہیں۔ یہاں ان کی زمینیں ہیں، اس لئے یہاں اقامت گزریں ہیں۔“ وہ چور گھوڑی چھوڑ گیا اور کہہ گیا کہ ”شاہ صاحب سے کہو، اپنی گھوڑی لے لیں۔ باقی مال پرچوں آجائے گا۔“ باغبان کی اطلاع پر گھوڑی حویلی میں باندھ لی گئی۔ میری موجودگی میں وعدے کے مطابق باقی مویشی بھی چوروں نے لاکر حویلی میں پہنچا دیے۔ اور آواز دے کر کہا ”شاہ صاحب! اپنا مال لے لو۔“ ماموں صاحب قبلہ نے آواز دی کہ ”آؤ۔ دو منٹ میری بات سن جاؤ۔“ آپ خود اٹھ کر ان کے پاس گئے۔ ان کا شکریہ ادا کیا۔ ان کو ساتھ لائے۔ مٹھائی کھلائی، روڑہ پلایا اور پھر رخصت کیا۔

اگلی صبح وہ لوگ پھر آئے اور معافی طلب کی۔ ماموں صاحب قبلہ نے معافی دی اور خوب توضیح مدارات کی۔ چوروں کے سردار کا نام صالح محمد تھا۔ اس نے کہا ”میں علی پور سیدان حاضر ہو کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے معافی طلب کرنا چاہتا ہوں“ ماموں صاحب قبلہ نے فرمایا ”اختر حسین کے ہمراہ چلے جاؤ“ ایک مہفتہ بعد وہ میرے ساتھ علی پور شریف حاضر ہوئے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھتے ہی فرمایا ”اختر تمام موشی مل گئے“ میں نے عرض کیا ”جی ہاں! سب مل گئے۔ اور چور بھی حاضر ہے“ فرمایا ”صالح محمد میں تیرا بڑا مشکور ہوں۔ تو نے بڑا احسان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھ کو جزا دیں گے“ صالح محمد نے پاؤں پکڑ لئے۔ عرض کیا ”میں بڑا گنہگار ہوں۔ مجھے معاف کر دیا جائے“ فرمایا ”تیرے احسان نے گناہ کو چھپا لیا ہے۔ ہم تیرے احسان مند ہیں“

آپ نے کئی دن اس کو ہمان رکھا۔ اور اتنی خاطر مدارات کی کہ وہ حیران ہو گیا۔ وہ رخصت کی اجازت چاہتا تو فرماتے ”ابھی اور ٹھہر۔ میں تیرے ہر نقصان کا ضامن ہوں“ آخر جب اس کے بار بار عرض کرنے پر جانے کی اجازت دی۔ تو رخصت کے وقت ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا ”صالح محمد چوری کیوں کرتے ہو“ اس نے عرض کیا ”چوری نہ کروں تو کھاؤں کہاں سے“ آپ نے فرمایا کلمہ شریف پڑھ کر چوری کرنا چھوڑ دو۔ تو میں تمہارے رزق کا ذمہ لیتا ہوں تنگی یا بھوک آجائے تو میرے گلے میں رستی ڈال دینا“

آپ کی توجہ سے اس پر ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت کلمہ پڑھا۔ اور عہد کیا کہ کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں کروں گا۔ پھر اس نے عرض کیا ”اگر کوئی شریک آکر تنگ کرے تو مجھے بدلہ لینے کی اجازت دیجئے“ آپ نے ارشاد کیا ”تم مسجد میں جا بیٹھو۔ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرو۔ شریک تمہارے جو توں میں آکر بیٹھیں گے اور تمہاری فرماں برداری کریں گے۔ ایک بات میری یاد رکھو۔ اگر وہ تمہیں کسی معاملے میں دخل دینے کو کہیں، تو بھی ہرگز کبھی دخل نہ دینا“ صالح محمد سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گیا اور بعد میں حاضر ہوتا رہا۔ حضور کے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ ”الحمد للہ مجھے رزق کی کوئی کمی نہیں۔ آپ کی دعائیں میرے شامل حال ہیں پانے ساتھی میری جوتیوں میں آکر بیٹھتے ہیں۔ میں آپ کے حکم کے مطابق ان کے فیصلوں میں دخل نہیں دیتا۔



نماز پڑھتا ہوں۔ روزہ رکھتا ہوں۔ اللہ اللہ کرتا ہوں۔ درود شریف کا ورد رکھتا ہوں۔ رب تعالیٰ نے رزق اور عزت عطا کی ہے۔ کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہے۔“

حافظ غلام حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکنہ چاک نمبر ۶ متصل محلوال میر نے بچپن کے ساتھی اور دوست تھے۔ ان کے ساتھ میری خاصی بے تکلفی تھی۔

حافظ غلام حسن

جوانی کے زمانے میں ان کو بہت بُری عادتیں پڑ گئی تھیں۔ چوری، بدکاری، شراب خوری، بھنگ، چرس وغیرہ کا ایسا چسکا پڑا تھا کہ نہ نماز پڑھتے تھے نہ روزہ رکھتے تھے۔ مگر حضرت کی خدمت میں ضرور حاضری دیتے تھے۔ آپ ان کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے۔ خاطر مدارات کرتے۔ اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔

ایک بار ان کی بھوپھی صاحبہ نے حضرت سے شکایت کی کہ ”غلام حسن شراب پیتا ہے۔ بدکاری کرتا ہے۔ آپ اس کو پاس بٹھاتے اور ساتھ کھلاتے ہیں اس سے وہ اور دلیر ہو گیا ہے۔“ فرمایا ”اختر! مانی تیرے دوست کی شکایت کرتی ہے۔“ پھر آپ نے غلام حسن کی بھوپھی سے کہا ”مانی جی! آپ دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ اس کو نیک بنا دیں گے۔“ کچھ عرصہ اسی طرح اور گزر گیا۔ ایک دفعہ حافظ صاحب کے دل میں وسوسہ آیا کہ ”حضرت بزرگ او ولی اللہ نہیں ہیں۔ نہ آپ کو میرے کرتوتوں کا پتہ ہے۔ اور نہ آپ میری اصلاح کر سکتے ہیں۔ اگر آپ ولی اللہ ہوتے تو مجھے ساتھ بٹھا کر کھانا کیوں کھلاتے۔ اور میری مدارات کیوں کرتے۔“ یہ خیال اتنا پختہ ہوا کہ یقین کے درجے پر پہنچ گیا۔ تو انھوں نے دل میں سوچا کہ تو پہلے ہی بہت سیاہ کار تھا، اب پیر سے بھی بدظن ہو گیا۔ اب تیری خیر نہیں۔

اگلے دن صبح ہوتے ہی علی پور شریف حاضر ہوئے۔ حضرت نے دیکھا تو فرمایا ”غلام حسن! مسجد سے تیری صلح نہ کرادیں؟ جا کپڑے دھو کر آ۔“ کپڑے دھو سکھانے طہر کے وقت حاضر ہوئے تو حضور نے پوچھا ”کہاں گیا تھا؟ ہم کھانے کے وقت تیرا انتظار کرتے رہے۔“ عرض کیا ”کپڑے دھو کر اب آیا ہوں۔“ فرمایا ”پاک کر لے ہیں۔“ عرض کیا ”جی ہاں!“ آپ نے ارشاد فرمایا ”تو نے کپڑے پاک کر لے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے تجھے پاک کر دیا۔“ اسی تو جہ فرمائی کہ سب نشے ہرن ہو گئے، کبھی گناہ کا خیال بھی دل میں نہ آیا۔ نماز، روزہ، تہجد، فرائض، نوافل مکتے

دم تک کبھی قضا نہ ہوئے صورت بھی شرع شریف کے مطابق بنالی۔ دائرہ رکھی حج کیا۔ غرض متقی اور پارسا بن گئے۔

حافظ صاحب کی آخری بیماری میں میں عیادت کے لئے گیا تو دو گھنٹے تک مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ کہتے تھے ”خدا کا شکر ہے اور میرے پیر کا کم ہے کہ مجھ جیسے خطا کار کی دنیا عاقبت بدل دی“ ان کو کئی بار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی ہوئی جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ حضور کی ایک توجہ نے اسی کا یا پلٹ کر دی کہ کچھ سے کچھ بن گئے۔

## جنات کو مرید کرنا

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا فیض و ارشاد انسانوں کے علاوہ جنات کے لئے بھی عام تھا۔ چنانچہ آپ نے برے اور سرکش جنوں کو راہ راست دکھائی۔ مشرف باسلام کیا۔ اور نماز پڑھنے اور احکام شرعیہ کا پابند بنایا

حیات محمد صاحب سکندر عزیز چک اپنی بڑی لڑکی کو لے کر علی پور شریف آئے۔ اس وقت میں اکیلا گھر پر تھا۔

حیات محمد صاحب کی لڑکی

لڑکی منی آئی تو اس نے کہا ”اسلام علیکم، آپ نے مجھے پہچانا؟“ میں نے کہا ”جب تک تمھاری شکل نہ دیکھوں کیسے شناخت کر سکتا ہوں“ اس نے جواب دیا ”مدرسہ نقشبندیہ میں تمھارے ساتھ میں مولوی ابراہیم صاحب سے پڑھتا رہا۔ ہوں“ میں نے کہا ”نام ہی بتاؤ جو میں پہچان سکوں“ اس نے جواب دیا ”میں حضرت سے سلسلہ عالیہ میں داخل ہوں۔ ہر سال حاضر ہوتا ہوں۔ میں نے اتنا پتا بتا دیا تو پھر میری شناخت ہو جائے گی اور حاضر ہونا مشکل ہو جائے گا“ میں نے کہا ”اچھا! یہ تمھارے پیر بھائی ہیں۔ تم ان کو کیوں تنگ کرتے ہو“ اس نے جواب دیا ”یہ اچھے پیر بھائی ہیں جو کبھی علی پور شریف حاضر نہیں ہوتے“ حیات محمد نے اسی وقت وعدہ کیا کہ آئندہ ضرور حاضر ہوا کروں گا۔ وہ جن اسی وقت لڑکی کو چھوڑ کر چلا گیا۔ لڑکی اس دوران سہوش ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر میں اسے ہوش آ گیا۔ اب وہ بال بچوں والی ہے۔ حیات محمد برابر حاضر و بار

ہوتا رہتا ہے۔

پروفیسر منشا علی صاحب ایم اے۔ جو اسٹنٹ سیکریٹری انجمن خدم الصلوٰۃ کے ایک رشتہ دار ملتان میں ان کے گھر مہمان تھے۔ ان کی

لڑکی پر سایہ تھا۔ میں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا بتایا ہوا عمل پڑھ کر دم کیا تو جن حاضر ہو گیا۔ لڑکی چار پائی سے اتر کر زمین پر بیٹھ گئی۔ میں نے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا۔ ”میں حضرت کا غلام ہوں۔ چار پائی پر آپ کے سامنے بیٹھنے کی کیسے گستاخی کر سکتا ہوں۔“ بہت دیر میں ہوتی رہیں۔ آخر اس نے وعدہ لیا کہ ایک چھوٹا کمرہ اس کے لئے خالی کر دیا جائے، تاکہ وہ وہاں نماز درود، وظائف پورے کر سکے۔ اس کے بعد وہ اس لڑکی کو چھوڑ کر چلا گیا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص حاجی محمد بوٹا صاحب مسجد کے جن کو توبہ کرانا

وہاں کی مسجد غیر آباد تھی۔ آپ نے سبب معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا اس مسجد میں جن رہتا ہے اس لئے لوگ آتے ہوئے ہول کھاتے ہیں۔ آپ نے مسجد کو صاف کر دیا۔ اذان دلوائی۔ نماز ادا کی۔ اور رات کو وہیں فروکش ہوئے جن نے آکر پاؤں دبانے شروع کئے۔ آپ نے اور زور سے دبانے کا حکم دیا۔ وہ جتنا زور لگاتا تھا، آپ اور زیادہ زور سے دبانے کا حکم دیتے تھے۔ آخر وہ تنگ آگیا۔ اور درخواست کی کہ ”میں توبہ کرتا ہوں، مجھے سلسلہ میں داخل فرمائیں۔“ آپ نے اسے توبہ کرائی، اور سلسلہ عالیہ میں داخل کیا۔ اس کے بعد سے مسجد بفضلہ تعالیٰ آباد ہے۔

بابا فضل نور  
بابا فضل نور ضلع میانوالی کا رہنے والا تھا۔ اس پر بڑی مدت سے جن کا اثر تھا۔ آپ نے فضل نور کو سلسلہ میں داخل کیا تو وہ جن بھی توبہ کے

داخل ہو گیا۔ آپ نے فرمایا ”اب تم اس کے پیر بھائی ہو اس کو چھوڑ دو۔ مسلمان کا یہ شیوہ نہیں کہ کسی کو دکھ پہنچائے، اب تم کسی کو تکلیف مت دینا۔“ حضرت اکثر اسی طرح کرتے تھے کہ قرآن شریف کی آیات پڑھ کر جن کو حاضر کرتے۔ دونوں کو توبہ کر کے مسلمان بناتے اور سلسلہ عالیہ میں داخل کرتے۔ اور اعمال صالحہ کی تاکید فرماتے۔

جن اتارنا | ایک شخص اپنی بیوی کو ساتھ لے کر حاضر خدمت ہوا اور بتایا کہ اس پر

جن کا سایہ ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو حویلی لے چلو۔ اور خود ایکھ کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں سب نے گئے توڑے اور چڑھے۔ داسپی میں گنا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ شخص مع اپنی بیوی کے سامنے آگیا تو آپ نے فرمایا اس کو حویلی نہیں لے گیا۔ جو گنا ہاتھ میں تھا اس سے اس کو مارنے لگے۔ اس عورت نے چیخنا چلانا شروع کر دیا کہ میں تندرست ہو گئی۔ اسے مت مارو۔ آپ نے فرمایا ”ابھی تیری باری تو آئی نہیں۔ تو پہلے ہی تندرست ہو گئی“۔

جن کو فہمائش | ایک شخص پر جن آیا ہوا تھا۔ بڑا قوی ہیکل جوان تھا۔ آپ نے اس کا انگوٹھا پکڑ لیا۔ اور مجھے حکم دیا کہ قرآن شریف کی یہ آیات پڑھ

کر دم کرو۔ میں دم کرنے لگا۔ جن حاضر ہو گیا اور اس نے فریاد کرنا شروع کر دی۔ ”میں سسڑ گیا۔ جل گیا۔ اللہ مجھے معاف کیجئے۔ میں آئندہ کسی کو تنگ نہیں کروں گا۔“ آپ نے فرمایا ”تم بھی اللہ کی مخلوق۔ ہم بھی اللہ کی مخلوق۔ کمزور جان کر ہمیں تنگ کرتے ہو“ جن نے توبہ کی اور عہد کیا کہ آئندہ کسی کو تنگ نہیں کروں گا۔ تو حضرت نے اس شخص کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ بیہوش ہو کر گر پڑا اور دیر بعد اسے ہوش آیا۔ مگر پھر کبھی اسے جن نے تنگ نہ کیا۔

رتہ پیراں والے پیر صاحب کا واقعہ | رتہ پیراں والے پیر صاحب حاضر ہوئے اور کہا کہ ”ہمیں جنات بہت تنگ کرتے ہیں۔ صندوق

میں رکھے کپڑوں کو آگ لگا دیتے ہیں۔ ہمارے روپے چرا کر لے جاتے ہیں۔ کھونٹی پر سے قرآن پاک نیچے گرا دیتے ہیں۔ غرض طرح طرح سے ستاتے اور تکلیف پہنچاتے ہیں۔ جس سے ہماری زندگی اجیرن بن کے رہ گئی ہے۔ دفعیہ کے لئے مختلف تدابیر اور عمل کئے گئے مگر سب بیکار ثابت ہوئے حضرت نے فرمایا ”میرا نام لے کر اپنے مکان میں بلند آواز سے کہہ دو کہ آج کے بعد تم نے تنگ کیا تو پھر ہم بھی تمہیں تنگ کریں گے“ اس کے چند برس بعد ریل میں مجھے وہ پیر صاحب ملے۔ میں نے حال پوچھا تو بتایا کہ میں تو سمجھا تھا حضرت نے ٹال دیا ہے مگر پھر بھی میں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ چنانچہ وہ دن اور آج کا دن، کسی قسم کا کوئی حادثہ رونما نہیں ہوا۔ اور ہمسہ کامل سکون و عافیت رہ رہے ہیں۔

## سکرتس جن کو زیر کرنا

علی پور شریف کی ایک نوجوان لڑکی پر جن کا اثر تھا۔  
 باہر سے ایک عامل صاحب آئے ہوئے تھے۔ انھیں لڑکی کے

پاس لے گئے۔ انھوں نے عمل شروع کیا تو جن نے عامل صاحب کو خوب مارا پٹیا۔ بمشکل لوگوں  
 نے ان کو بچایا۔ پھر اس لڑکی کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لائے۔ آپ مسجد نور  
 سے عصر کی نماز ادا کر کے واپس تشریف لارہے تھے کہ وہ لڑکی سامنے آئی۔ اس نے کہا "میں  
 نے ایسے بہت سید دیکھے ہیں۔ تم نے کل والے سید کا حال نہیں دیکھا؟" اسی طرح کی باتیں کرتی  
 ہوئی وہ لڑکی حضور کے قریب آئی۔ آپ نے اس کے ایک ایسا زوردار طمانچا مارا کہ سامنے  
 کی دیوار سے جا ٹکرائی اور زمین پر گر گئی۔ ارشاد ہوا "اسے خوب مارو" سب نے مارنا  
 شروع کر دیا۔ خود کچھ پڑھتے بھی رہے اور مارتے بھی رہے۔ وہ جن معانی مانگنے لگا۔ آپ نے  
 فرمایا "تیرا کسی سید سے پالا ہی نہیں پڑا۔ تو نے آج تک کوئی سید دیکھا ہی نہیں"۔  
 وہ اللہ کا واسطہ دینے لگا۔ اور اللہ کی قسم کھا کر وعدہ کیا کہ اب کسی کو کبھی تنگ نہیں  
 کروں گا۔ تب حضرت نے حکم دیا چھوڑ دو۔ وہ جن بھاگ گیا۔ اور لڑکی بہوش ہو کر گر پڑی۔  
 غرض ایسے بہت واقعات ہیں کہ آپ نے جنات کی اصلاح کی۔ خلق خدا کو ان کے  
 آسیب سے محفوظ کیا۔ اور خود ان کو توبہ کر کے نیک راہ پر چلنا سکھایا۔ شیخ سعدیؒ نے  
 صحیح کہا ہے۔

تو ہم گردن از حکمِ داور پیچ  
 کہ گردن نہ پیچد ز حکمِ تو پیچ



حضور کا تصوف — یارِ ارضِ طریقتِ پشفت

خدا م خاص — مکاشفات — کرامات —

## حضور کا تصوف

حقیقتِ شریعت پر اطمینانِ قلب کے ساتھ عمل پیرا ہونا اصل تصوف ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ إِلَىٰ بِالنَّوَافِلِ (ترجمہ) ”بندہ نوافل کی ادائیگی کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے“ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اسی پر عمل تھا۔ اور آپ حقوق اللہ اور حقوق الناس کی ادائیگی کی از بس تاکید فرماتے تھے۔

آپ کا تصوف ترکِ دنیا نہ تھا۔ آپ اچھا کھاتے، پاکیزہ لباس پہنتے اور دنیوی کاموں میں شریعتِ حقہ کے مطابق عمل پیرا ہوتے تھے۔ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا التزام آپ کی عادت اور سرشت بن گیا تھا۔ جس کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔ آپ خود بھی شریعت اور سنت پر مدتِ العمر عامل رہے اور یارانِ طریقت کو بھی یہی تاکید فرماتے رہے۔ جو لوگ اطمینانِ قلب کے ساتھ ایسا کرتے ہیں، ان کے قلوب پر صفاتِ الہی کا پرتو پڑتا ہے اور وہ مقاماتِ بلند پر فائز ہوتے ہیں۔ یہی ہے تصوف کی حقیقت اور یہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے قدیم شرعی تصوف کو زندہ کیا اور ان روایات سے کوئی واسطہ نہ رکھا جو احکام

شرعیہ کے مطابق نہیں ہیں۔ آپ کا سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ تھا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تقلیدِ شریعت اور اتباعِ سنت کی از بس تاکید فرماتے رہے یہی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا شیوہ اور طریقہ تھا۔ جملہ عبادات اور اطاعت کو سنت کے مطابق انجام دینے کو آپ تصوف کی روح سمجھتے تھے۔ اللہ کا ذکر کرنا، تہجد کی پابندی کرنا، درود شریف پڑھنا، نماز روزہ اور دیگر فرائض و واجبات و سنن کو لازم بنانا، حقوقِ العباد ادا کرنا، اخلاق و اعمال و عادات میں صاحبِ خلقِ عظیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا، جملہ منہیات اور مکروہات سے کامل پرہیز کرنا، یہ آپ کی اصل تعلیم تھی۔ آپ جو وظائف تلقین فرماتے وہ عموماً بہت آسان قسم کے ہوتے تھے۔

چہ کشی اور مشکل اور اسے منع فرماتے۔ اور اکثر کہتے ”میں خود کوئی وظیفہ نہیں پڑھتا، تم کو کیوں بتاؤں“

نفسِ امارہ کو قابو کرنا بہت مشکل کام ہے۔ یہ آپ ہی کا کمال تھا  
**نفسِ امارہ کو زیر کرنا**  
 کہ ادھر مخلوق میں شامل رہتے تھے تو ادھر اللہ سے وصل تھے۔

”دل برباد و دست بکار“ پر آپ کا عمل تھا۔ ”بے ہمہ و باہمہ“ آپ کا روزمرہ تھا۔ خلقِ خدا کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنا اور انہیں پابندِ شریعت و سنت بنانا حضرت ہی کا کمال تھا۔ آپ نے ہزاروں لاکھوں بندگانِ خدا کی اصلاح کر کے ان کو ذاکر و شاعر بنایا اور نفسِ مطمئنہ کے رتبہ پہ پہنچایا، یہی آپ کے تصوف کا کارنامہ عظیم تھا۔

کفار کے ساتھ جہاد کرنا فرض کفایہ ہے۔ لیکن اپنے نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد کرنا سب پر فرض عین ہے۔ امور دنیوی میں احکامِ شریعت پر کاربند ہونا اور اپنی خواہش سے ان میں کمی نہ کرنا لازم ہے۔ اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو دوسروں تک پہنچانا اور ان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی پر آمادہ کرنا شریعت اور طریقت کی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں غرق رہ کر اس سے کامل رابطہ رکھنا اور اسی کے ساتھ نفس و شیطان کو قابو میں رکھ کر دین اور دنیا کو سدھارنا ریاضت اور مجاہدہ کی اصل ہے۔ اسی پر حضور کا عمل تھا اور آپ یا ان طریقت کو بھی اسی صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کا حکم دیتے تھے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز مکتوبات شریف میں واضح طور پر فرماتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ میں اصل ریاضت یہ ہے کہ نفسِ امارہ کی خواہشات کو قابو میں لایا جائے اور اس کے لئے اتباعِ احکامِ شریعت اور پیرویِ سنت پر کاربند ہونا لازم جانے۔ اس لئے کہ نفسِ امارہ پر سب سے زیادہ مشکل یہی بات ہوتی ہے کہ اسے شریعت کے اوامر و نواہی کی پابندی پر مجبور کیا جائے۔ اس واسطے اسی کا کامل اہتمام ضروری ہے۔ اگر ایسے مجاہدات یا ریاضتیں اختیار کی جائیں جو تقلیدِ سنت کے دائرہ میں نہیں آتیں، تو ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس لئے کہ جوگی، برہمن اور یونانی فلسفی بھی ایسا کیا کرتے ہیں۔ ان ریاضتوں سے ان لوگوں کی گمراہی میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد و صاحبِ رحمۃ اللہ علیہ کے اصل الفاظ یہ ہیں :-



”دریں طریق ریاضات و مجاہدات بانفس آثارہ باتیان احکام شرعیہ است۔ والتزام متابعت سنت سننیہ۔ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ولتحمیہ۔ زیرا کہ مقصود از ارسال رسل و انزال کتب رفیع ہوا ہائے نفس آثارہ است۔ کہ بہ معادات مولائے خود جل سلطانہ منتسب گشتہ است۔ پس رفیع ہوائے نفس باتیان احکام شرعیہ است۔ بہر قدر کہ در شریعت راسخ تر باشد از ہوائے نفس بعید تر بود۔ پس ہیچ چیز بر نفس آثارہ شاق تر از امتثال اوامر و نواہی شریعت نبود۔ و خرابی ادب و در تقلید ضابطہ شریعت متصور نباشد۔ ریاضات و مجاہدات کہ بہ مادرائے تقلید سنت اختیار کنند معتبر نیست۔ کہ جوگیان و براہمہ ہندو و فلاسفہ یونان دریں امر شرکت دارند۔ و آل ریاضات در حق ایشان جز ضلالت منی افزاید و غیر خسارت راہ منی نماید“ (مکتوبات امام ربانی۔ دفتر اول۔ مکتوب ۲۲۱)

اسی بنیاد پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ اختیار کرنا سب سے افضل ہے۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو

### طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی افضلیت

کئی دیگر طرق تصوف میں بھی اجازت حاصل تھی۔ مگر آپ طریق نقشبندیہ کو سب سے افضل جانتے تھے۔ اس لئے کہ یہاں سنت کے اتباع اور بدعت سے اجتناب کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بزرگان سلسلہ نقشبندیہ کو اگر اتباع سنت کی دولت حاصل ہو، اور احوال حاصل نہوں تو بھی وہ بہت خوش رہتے ہیں۔ اور اگر احوال حاصل ہو جائیں مگر اتباع سنت میں فتور رہ جائے تو ایسے احوال کو وہ مطلقاً پسند نہیں کرتے۔ اسی لئے ان کے یہاں سماع اور رقص کا کوئی ذکر نہیں آتا۔ اور ان کے ذریعے جو احوال حاصل ہوں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ بلکہ انھوں نے تو وہ ذکر جبراً کو بھی بدعت جانا اور اس سے باصرار منع فرمایا ہے۔

حضرت مجدد صاحب قدس سرہ العزیز کے اپنے فرمودات یہ ہیں :

”در میان طرق صوفیہ اختیار کردن طریقہ عالیہ نقشبندیہ اولیٰ و انسب است۔ چہ این بزرگواران انتظام متابعت سنت نموده اند۔ و اجتناب از بدعت فرمودہ۔ لہذا اگر دولت متابعت دارند و از احوال ہیچ نہ دارند خورسند اند۔ و اگر باوجود احوال در متابعت فتور داند آن احوال را نمی پسندند۔ ازیں جا ست کہ سماع و رقص را تجویز نہ کردہ اند۔ و احوالے کہ براں مترتب شود اعتبار نہ نموده۔ بلکہ ذکر جبراً بدعت دانستہ منع آن فرمودہ اند۔ و ثمراتے کہ براں مترتب شود التفات باں نہ نموده۔“

(مکتوبات امام ربانی رح۔ دفتر اول۔ مکتوب ۲۶۶)

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز اسی "نقشبندی تصوف" پر سختی سے عامل تھے۔ اور بزرگان سلسلہ عالیہ کے تصوف کی تجدید و

## نقشبندی تصوف

توسیع میں مدت العمر کو مثال رہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس طرح شریعت کے پانچ رکن ہیں، اسی طرح طہارت کے بھی پانچ رکن ہیں۔ جن کی اساس پابندی شریعت اور اتباع سنت سے مستحکم ہوتی ہے۔ یہ پانچ ذکر۔ فکر۔ مراقبہ۔ محاسبہ اور رابطہ ہیں۔ بلکہ بعض اکابر تو فرماتے ہیں کہ اگر شیخ سے رابطہ نچتے ہو جائے تو باقی ارکان خود بخود فیضانِ الہی سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے حضرت مولانا رومؒ نے فرمایا ہے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا اونشیند در حضور اولیا

حضرت خواجہ خواجگان خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ

”جب ہم شاہِ ہرات کے پاس گئے تو اس نے دریافت کیا کہ ”آپ کو شیخ کا منصب

باپے ادا سے وراثتاً ملا ہے؟“ میں نے جواب دیا ”نہیں“ اس نے پوچھا ”آپ ذکر چہر

کرتے اور سماع سنتے ہیں؟“ میں نے کہا ”نہیں“ اس پر اس نے کہا ”ابھی باتوں کا نام

تو درویشی ہے اور یہی آپ میں نہیں ہیں“ میں نے جواب دیا ”جذبہ آہی مجھ پر پہنچا۔ اور

میں نے بلا مسالقت و ریاضت قبول کیا۔ اور رب تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق حضرت خواجہ

عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ عالیہ کے خلفاء سے بیعت ہوا۔ ان کے یہاں ان

چیزوں میں سے کچھ نہیں پایا جاتا“ بادشاہ نے پوچھا ”پھر ان کے ہاں کیا چیز ہے؟“ میں نے کہا

”ظاہر باخلق اور باطن باحق“ بادشاہ بولا ”کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟“ میں نے کہا ”ہاں!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا جَاءَ لَّا تَلِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ رُجْمًا، وَهُ

لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ، اور خرید و فروخت ذکر خدا سے غافل نہیں کر سکتی، دوسری جگہ فرمایا ہے۔ هُمْ فِي

صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ رُجْمًا، وہ ہمیشہ ہمیشہ عبادت (ذکر) میں مصروف رہتے ہیں۔“

حضرت خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کا بادشاہ کے دل پر زبردست اثر ہوا۔ آپ

کے ساتھ کمال احترام سے پیش آیا۔ حضرت کی توجہ اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ جو بھی آپ کے سامنے آتا تھا غلام بن جاتا تھا۔ آخر آپ کی توجہ باطن اور تاثیر روحانی کا یہ نتیجہ ہوا کہ شاہ ہرات اور اس کے وزراء و اُمراء آپ کے مرید ہوئے۔ اور دولت دُارین سے فیض یاب ہوئے۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ العزیز نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔  
 ”طریقہ نازنوا اور است۔ و عروۃ الوثقیٰ است۔ مارا از فضل آوردہ اند۔ درین طریق بانک

عمل مفتوح بسیار است۔ اما رعایت سنت کارے بزرگ تر است“

انیسویں اور بیسویں صدی میں تصوف و روحانیت کا یہ نمونہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا۔ آپ نے پیروی شریعت اور اتباع سنت کے اصل نقشبندی طریق پر عمل کیا۔ اور دوسروں کو بھی اس پر چلنے کا پابند بنایا۔ یہاں ترک دنیا اور ترک تنعم کی کوئی ضرورت نہیں جہاں ریاضت شاقہ کا یہاں وجود نہیں مگر جیسا کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ”اتباع سنت مشکل ترین کام ہے“ طریقہ نقشبندی کی ریاضت پیروی شریعت اور اتباع سنت ہے۔ اسی پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اچھا کھانا اور اچھا کھلانا۔ صاف اور اچھا لباس پہننا اور اور دوسروں کو اسی کی ہدایت کرنا۔ سنت نبوی کی پیروی۔ امور دنیوی کو احکام شریعت کے مطابق انجام دینا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اچھی طرح ادا کرنا۔ پاکیزہ اخلاق اختیار کرنا۔ دن رات خدا کے ذکر میں مشغول رہنا مگر اسی کے ساتھ خلق خدا سے واسطہ رکھنا۔ یہ تھا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ کا معمول۔ اور اسی راہ پر آپ یارانِ طریقت کو گامزن رکھتے تھے۔ حضرت محسن کا کوڑی کا یہ شعر حضورِ الا کے تصوف کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل۔ خواص اس بزرگ کبریٰ میں تھا حرفِ مشدّد کا

مقبول خاں صاحب لاہلی والے رہتی خدمت میں حاضر ہوئے  
 مقبول خاں صاحب رہتی کو تلقین | تو ان کے کپڑے میلے اور رنگین تھے۔ آپ نے مجھے

طلب فرمایا اور حکم دیا ”اخر بٹھے کا ایک نیا تہ بند لاؤ“ میں نے حاضر کیا تو حکم دیا ”حاجی بوٹا سے میرا چکن کا کرتا اور گڈی لاؤ“ یہ کپڑے مقبول خاں صاحب کو پہنائے اور فرمایا ”آئندہ کبھی ویسے کپڑے مت پہننا۔ ہمیشہ صاف کپڑے پہنا کر جب تعالیٰ نے دیا ہے تو اچھا کھاؤ۔ اچھا پہنو۔ دل فراخ رکھو۔

تو رب تعالیٰ اور زیادہ دیں گے۔ ان کا حکم ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَإِذَا كَفَرْتُمْ أَكْثُرْتُ لَكُمْ عَذَابًا ۚ (سورہ ابراہیم: ۱۱) اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ عطا کروں گا۔“

جو یارانِ طریقت حاضر خدمت ہوتے آپ ان سے گھر اور کاروبار کی تفصیلات معلوم کرتے تھے۔ اگر کوئی کہتا کہ وہ کچھ نہیں کرتا تو آپ ناراضی کا اظہار فرماتے تھے۔ نور عالم گجراتی حاضر خدمت ہوا تو اس سے پوچھا ”کیا کام کرتے ہو؟“ اس نے بڑے فخریہ انداز میں جواب دیا۔ ”کچھ نہیں کرتا۔ آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ کھا لیتا ہوں“ آپ نے فرمایا ”ہمارے ہاں تو جو آدمی کوئی کام نہ کرے، اسے کوڑھی کہتے ہیں“ اس نے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ بیکار نہیں رہوں گا۔ کوئی نہ کوئی کام ضرور کیا کروں گا۔

پہلے جا بجا بیان ہو چکا ہے کہ حضور مہمانوں کو بڑے اصرار سے خوب سیر ہو کر کھانا کھانے کا حکم دیتے تھے۔ آپ نے اکثر فرمایا ”خوب پیٹ بھر کر کھایا کرو۔ بھوکے سے تو من بھی ادا نہیں ہو سکتی۔ کمال یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں سے پوری طرح سیر ہو اور پھر اللہ کرے۔ اور فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کو اچھی طرح ادا کرے۔ یاد رکھو! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صائم الدہر رہنے سے منع فرمایا ہے۔“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بمبئی تشریف لے گئے تو وہاں بغداد شریف کے ایک بزرگ اور پیر مقیم تھے۔

بغداد کے بزرگ کو تلقین

آپ نے ان سے ملاقات کے لئے جانے کا قصد کیا تو بمبئی کے یارانِ طریقت نے منع کیا اور عرض کیا کہ وہ کسی سے مصافحہ نہیں کرتے، آپ وہاں تشریف نہ لے جائیں“ فرمایا ”دوپہر کیا ہوا۔ میں نے ایک نیک کام کی نیت کر لی ہے۔ ضرور جاؤں گا“ قاری شہاب الدین صاحب حیدرآبادی ہمراہ گئے۔ ان بغدادی پیر صاحب نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے معانقہ کیا۔ مگر قاری صاحب سے مصافحہ کے وقت ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت نے فرمایا ”مصافحہ کرنا سنت ہے۔ اور سنت سے اعراض کرنا گناہ ہے“ پھر ارشاد فرمایا ”لوگ دریا میں اس لئے داخل ہوتے ہیں کہ پاک ہو جائیں۔ جو دریا قریب ہی نہ آنے دے تو لوگ کس طرح پاک ہوں۔ آپ کو کیا علم ہے کہ بارگاہ رب العزت میں کون پاک اور کون پلید ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ آپ کے

ہاتھ قاری صاحب سے لگ کر پاک ہو جائیں گے، یا آپ کے ہاتھوں سے مس ہو کر قاری صاحب کے ہاتھ پاک ہو جائیں گے۔“ ان پر صاحب نے عہد کیا کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔ آپ دو گھنٹے ان کے پاس رہے اور انہیں مسائل شرعیات بتاتے سنا رہے اور فرمایا ”میرا کام مسئلہ بتانا ہے میں شرعیات کے مطابق عمل پر ابنانے کا کام کرتا رہوں گا۔“

گوشتہ نشین بزرگ کو تلقین | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ بارہ سال سے عزت گزیں تھے اور کبھی باہر نہیں

نکلے تھے۔ حضرت کو احکام شرعیات کی پابندی سجد کمال ملحوظ ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ”شاہ صاحب! آئیے، آپ کو جمعہ پڑھا لائیں۔“ انہوں نے کہا ”بارہ سال اندر گوشتہ نشین رہ کر بڑی مشکل سے نفس کو قابو میں کیا ہے۔ آپ اس کو پھر آزاد کرنا چاہتے ہیں۔“ آپ نے ارشاد کیا ”اندر رکھ کر نفس کو قابو میں کرنا کوئی کمال نہیں۔“ انہوں نے جواب دیا ”باہر رکھ کر اس پر تسلط قائم کرنا آپ ہی کا حصہ ہے۔ یہ کمال میرے بس کا نہیں۔“

بہار شاہ مجذوب | ایک دفعہ آپ میر و وال کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں بہار شاہ صاحب مجذوب اپنی کٹیا میں بیٹھے تھے۔

آپ نے کہا ”شاہ صاحب! سلام علیکم“ بہار شاہ صاحب نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے اسی طرح تین دفعہ سلام علیکم کی مگر وہ مجذوب بدستور خاموش رہے۔ آپ نے زور سے کہا ”بولتا نہیں۔ سلام کا جواب دیتا نہیں۔“ انہوں نے سر اٹھا کر کہا ”بولنے کا مزا تو دیکھ رہے ہو کہ لوگ آپ کو پیشاب کرنے کا موقع بھی نہیں دیتے۔ اب مجھے بلوا کے کیا بیجے گا۔ یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ اپنے بس کی بات نہیں۔“

غرض حضور کا تصوف تمام و کمال شرعیات و سنت پر مبنی تھا۔ آپ نے طریقت و تصوف کی قرون اولیٰ کی سیدھی سچی راہ پر چلایا۔ دوسرے ملکوں میں پہنچ کر تصوف میں جو غیر اسلامی عناصر شامل ہو گئے ہیں، ان سے یکسر اجتناب کیا اور اسی پرانے تصوف پر عامل و کار بند رہے جو عہد رسالت اور دور سلف صالحین کا خاصہ تھا۔ اور جسے مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ نے اختیار کیا ہے۔

## یارانِ طریقت پر شفقت

**مریدین کی تعداد** | حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے مریدین کی صحیح تعداد کسی کو نہیں معلوم۔ آپ نے مدتِ العمر تبلیغ و ارشاد میں گزاری اور سارے برصغیر کے سفر فرمائے۔ ہر جگہ سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہوتے تھے۔ مگر مریدین کی کوئی یادداشت کبھی مرتب نہیں کی گئی۔ بخشی مصطفیٰ علی خاں صاحب ہماجر مدنی نے ”آفتابِ عالم تاب“ میں مریدین کی تعداد تقریباً پچاس لاکھ بیان کی ہے۔ ”وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ“ (ترجمہ اللہ تعالیٰ صحیح بات کا بہتر جاننے والا ہے)

**داخل سلسلہ کرنا** | جو لوگ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں داخل سلسلہ ہونے کی خواہش لے کر آتے، آپ انکار نہ فرماتے اور ان کو داخل کر لیتے۔ خطا کاروں اور گنہگاروں کے ساتھ زیادہ محبت اور شفقت سے پیش آتے اور ایسی توجہ فرماتے کہ ایک ہی دفعہ میں ان کے دل کا رنگ اور بدی کی سیاہی دُور ہو کر اس کی بجائے نورِ ایمان سے سینہ روشن ہو جاتا۔ اور وہ برائیوں سے نجات حاصل کر کے نیک اعمال کے پابند بن جاتے تھے۔ جب داخل سلسلہ ہونے والوں کی کثرت ہوتی تو دن میں کئی کئی بار حلقے منعقد کئے جاتے۔ ورنہ آپ اکثر سحری کے وقت داخل سلسلہ فرماتے تھے۔ آپ کی دستار مبارک دس گز کی ہوتی تھی۔ مریدین کی تعداد زیادہ ہوتی تو دوسری پگڑیاں باندھ کر اسے لمبا کر لیا جاتا، تاکہ سب داخل ہونے والوں کے ہاتھوں میں دستار آجائے۔ کبھی کبھی آپ نے تعداد بہت کثیر ہو جانے کے باعث کھڑے ہو کر سب کو داخل سلسلہ کیا ہے اور اسباق بتائے ہیں۔

**یارانِ طریقت کہہ کر یاد فرمانا** | حضور والا اپنے مریدین کو ”یار“ اور ”یارانِ طریقت“ کے الفاظ سے یاد فرماتے تھے۔ کبھی کسی کو مرید کہہ کر یاد نہیں کیا۔ یارانِ طریقت سے آپ بے حد محبت اور شفقت کا برتاؤ فرماتے تھے۔ کوئی حاضر خدمت ہوتا تو عموماً کھڑے ہو کر معاف فرماتے۔ ضعیفی کے زمانے میں البتہ صرف مصافحہ پر قناعت

کرنے لگے تھے۔ ہر ایک سے اس کی اور اس کے افراد خانہ کی خیریت تفصیل سے دریافت کرتے۔ اس کی ملازمت اور کاروبار کا حال معلوم کرتے، اور اس کی فلاح و بہبود کے لئے دعا فرماتے تھے

یارانِ طریقت خدمتِ الایں حاضر ہوتے تو آپ بے حد  
 یاروں کی آمد پر اظہارِ خوشنودی

یارانِ طریقت خدمتِ الایں حاضر ہوتے تو آپ بے حد خوش ہوتے، اور ان کے آرام، قیام اور مہمان داری کا توجہ سے اہتمام کرتے۔ ہر یار سے مصافحہ تو فرماتے ہی تھے لیکن اکثر ایسا ہوتا تھا کہ سب سے فرداً فرداً معانقہ بھی فرماتے تھے۔ طرح طرح کے لذیذ کھانے تیار کرنے کا حکم دیتے۔ موسم کے لحاظ سے نئی نئی چیزیں تیار کرواتے۔ ناشتے میں عموماً پراٹھے، مکھن، انڈے، کیک، رس، بسکٹ، دہی، دودھ اور چائے ہوا کرتی۔ کبھی اسی کے ساتھ چاول اور سالن بھی دسترخوان پر لایا جاتا۔ کھانے کے اوقات میں پلاؤ، زردہ، سالن روٹی تو عام طور پر ہوتی ہی تھی۔ خاص طور پر ہر لسیہ، رس کی کھیر، سرسوں کا ساگ اور دوسرے کھانے تیار کرانے کا حکم ہوتا تھا۔

روز نئے مہمان آتے رہتے تھے۔ پہلوں کو حکم ہوتا۔ آج تمہارے پیر بھائی آئے ہیں ان سے ملو۔ پیار محبت کی باتیں کرو۔ جو لوگ رخصت کی اجازت طلب کرتے ان سے فرماتے آج تو یہ نئے یار آئے ہیں ان سے ملاقات کرو۔ دنیا کے کام تو روز ہی ہوتے رہتے ہیں، پیر بھائیوں سے ہر روز کہاں ملاقات ہوتی ہے۔ آج مت جاؤ۔ اکثر یہ شعر پڑھتے۔

اے ذوق کسی ہمدم ویرینہ کا ملنا بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے

یارانِ طریقت کو پیر بھائیوں کی ملاقات اور ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی ترغیب دیتے تھے، اور کوئی اپنے پیر بھائی کی مدد اور خدمت کرتا تو اس سے بہت خوش ہوتے تھے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا دسترخوان نہایت وسیع ہوتا تھا۔  
 وسیع دسترخوان کئی کئی کمروں میں بیک وقت سب یارانِ طریقت جمع

ہو کر کھانا کھاتے تھے۔ آپ خادموں کو تاکید فرماتے رہتے تھے کہ ہر ایک کا خاص طوطا پر خیال رکھیں۔ دورانِ طعام بار بار پوچھتے رہتے کہ کسی کو کسی چیز کی کمی تو نہیں ہوئی۔ آپ کے سامنے جو دسترخوان ہوتا اس پر بھی بہت سے مہمان شریک ہوتے۔ کمرے میں جس قدر آدمی سما سکتے تھے عموماً اس سے زیادہ تعداد میں قریب قریب بیٹھ جاتے تھے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

اپنے دست مبارک سے گوشت کی بوٹیاں اور دوسری چیزیں مہانوں کو عطا کرتے رہتے تھے۔ بار بار ارشاد فرماتے "خوب کھاؤ۔ خوب کھاؤ" جو پیٹ بھر کر کھاتا اس سے بہت خوش ہوتے۔ حالانکہ آپ کی اپنی غذا بہت قلیل تھی، مگر خوش طبعی سے فرمایا کرتے "میں بوڑھا آدمی اتنا کھا گیا ہوں تم جوان ہو اور ہاتھ روک رہے ہو۔ اور کھاؤ" کبھی فرماتے

کھانڈیاں کھانڈیاں ٹٹ جائے تراگی نام چپے یاں چپے یاں ہو جائے بیراگی

حضرت حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹی سے فرمایا "حکیم صاحب جس گھوٹے کو چارہ نہ دیا جائے اس

شکم سیر کھانے پر شکر ادا کرنا

پر سواری کس طرح کی جاسکتی ہے" حکیم صاحب نے کہا میں سمجھا نہیں۔ فرمایا "یہ جسم انسان کا گھوڑا ہے۔ یہ کمزور ہو گیا تو فرائض و واجبات کیسے ادا ہوں گے" اس کے بعد جب حکیم صاحب حضور کی خدمت میں آئے تو آپ نے کوشش کر کے ایک سالم روٹی کھائی۔ اس پر حضور نے کسی بار فرمایا الحمد للہ حکیم صاحب نے پوچھا یہ شکر کس چیز کا ہے۔ فرمایا "آپ نے جو ایک سالم روٹی کھائی ہے" حکیم صاحب نے عرض کیا یہ تو میری ماں سے بھی زیادہ آپ شرفقت فرما رہے ہیں۔ حضور فرماتے تھے "بھوکا رہ کر اللہ اللہ کرنا کوئی کمال نہیں۔ اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا، پیٹ بھر کر کھانا، اس پر نہ سونا اور عبادت کرنا یہ کمال ہے"

اکثر ایسا ہوتا کہ کھانے کے بعد مختلف پیالیاں لائی جاتیں۔ کسی میں شہد، کسی میں مدینہ منورہ کا اد رک کا مرتبہ، کسی میں گاجر کا مرتبہ، کسی میں زیتون کا اچار، کسی میں آم کی چٹنی، کسی میں شلغم کا اچار اور اس طرح کے دوسرے اچار مرتبے۔ پہلے ہر چیز میں سے ذرا سا حضور چکھتے، پھر دوسروں کو باری باری ان کا حصہ ملتا۔

دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر موسم سرما میں کنوئیں پر یاروں کی ضیافت

یاروں کے ہمراہ اکثر اپنے کنوئیں پر تشریف لے

جاتے۔ وہاں مسجد میں نماز ادا فرمانے کے بعد سب کے ساتھ کھیت پر جاتے۔ ایکھ سے خود بھی گتے توڑتے اور دوسروں سے بھی تڑواتے۔ خود بھی چوستے اور دوسروں کو بھی گنا چوستے کا حکم دیتے۔ آپ کو گتے کا رس بے حد پسند تھا۔ کبھی درویشوں کو حکم دیتے کہ گتے کا رس نکال



کر سب کو پلاؤ۔ کھیر کے لئے رس جوہلی میں بھجواتے۔ اور رسا دل (رس کی کھیر) صبح کو دہی کے ساتھ کھلاتے۔ گرمیوں کے موسم میں دوپہر سرد خانہ میں بسر کرتے اور عصر کی نماز کنوئیں پر جا کر مسجد میں ادا فرماتے۔ مغرب عشا بھی وہیں پڑھتے اور عشا کے بعد واپس گھر تشریف لاتے۔ مغرب و عشا کے درمیان اکثر پروفیسر حاجی عابد حسن صاحب فریدی ایم۔ اے۔ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز کو حکم ہوتا کہ وعظ کہو۔ وہ نہایت عمدہ نصیح اور مدلل بیان فرماتے تو حضرت اپنی خوشنودی کا اظہار کرتے۔ انجمن کے سالانہ جلسہ میں حضرت فریدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کے بعد حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے جو تحسین فرمائی تھی، اس کا ذکر ”جدید تعلیم والوں میں تبلیغ“ کے ذکر میں آچکا ہے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد  
**دستر خوان قیامت تک وسیع رہے گا** ایک دفعہ حاجی عبد العزیز صاحب زرگر کو

خواب میں حضور کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ دسترخوان مبارک کے بچھاؤ۔ وہ ایک فرلانگ تک دسترخوان کو مبارک تے گئے اور حضور فرماتے گئے اور مبارک رو۔ حاجی صاحب نے دیکھا کہ کثیر مخلوق دسترخوان پر بیٹھ گئی۔ وہ کھانے سے فارغ ہو گئے تو دوسری جماعت نے ان کی جگہ لے لی۔ جب سب سیر سو کر کھا چکے تو حاجی صاحب دسترخوان تہہ کرنے لگے۔ حضور نے فرمایا ”رہنے دو۔ یہ قیامت تک اسی طرح بچھا رہے گا“

یارانِ طریقت رخصت کی اجازت چاہتے تو مشکل اور بادلِ خواستہ  
**رخصت کے وقت عطیات** ان کو اجازت دیتے۔ اور اتنے تحائف عطا فرماتے کہ اٹھانے مشکل

ہو جاتے۔ تسبیح، جامناز، ٹوپی، کپڑے، رومال، گڑ، شکر، کھیلیں، الائچی دانے، مٹھائی، وغیرہ۔ غریب یارانِ طریقت کو زیادہ دیتے اور آمد و رفت کا کرایہ بھی عطا فرماتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ یاروں کے ہمراہ کئی میل تک خود بھی تشریف لے جاتے تھے۔ نیاز مند عرض کرتے کہ حضور تکلیف فرمائیں، تو ارشاد ہوتا کہ میرا جُدا کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

حاجی مہتاب دین صاحب نے بیان کیا کہ میں قصور سے پیدل  
**حاجی مہتاب دین صاحب** علی پور شریف حاضر ہوا۔ ان دنوں یہاں تک ریل نہیں آئی تھی۔

جب میں واپس ہونے لگا تو حضور کئی میل تک پیدل میرے ساتھ آئے۔ میں تھوڑی تھوڑی دور پر

عرض کرتا تھا کہ حضور زحمت فرمائیں۔ مگر درخواست نہ مانی۔ اور فرمایا ”تم اتنی دُور سے پیدل چل کر آئے ہو۔ مجھے بھی تو کچھ ثواب حاصل کر لینے دو۔“ یہ کہتے کہتے حاجی صاحب روپڑے اور کہا کہ ”ہمیں اپنے پیر کی جو محبت اور شفقت نصیب ہوئی ہے، وہ دوسروں کو کہاں مل سکتی ہے۔“

ایک بار حضور حج سے واپس آرہے تھے کہ ریل میں چودھری اللہ صاحب صاحب سکنا سا دھوکے حاضر ہوئے۔ وہ بہت بوڑھے ضعیف

چودھری اللہ صاحب

اور غریب آدمی تھے۔ ان کے کپڑے بہت میلے اور بوسیدہ تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان سے اٹھ کر ملے اور ان کے بے حد انکار کے باوجود انہیں وہیں سیکنڈ کلاس میں اپنے پاس بٹھا لیا۔ ریل کے دوسرے ہمسفر لوگوں نے حیرت سے دیکھا تو فرمایا ”یہ میرا یار ہے“ ایک دفعہ انہی چودھری صاحب کو مقدمہ کے سلسلے میں روپیہ کی ضرورت پڑی تو حضور نے نقد امداد دی۔

ہمارے گاؤں کے مہر اللہ بخش صاحب کا بھائی پشاور میں فوت ہو گیا تو وہ پشاور گیا۔ وہاں بے یار و مددگار

مہر اللہ بخش صاحب کی مدارات

گھوم رہا تھا کہ حضرت نے دیکھ لیا۔ فوراً بلوایا۔ اس کے کپڑے میلے اور پھٹے ہوئے تھے۔ نئے کپڑے سلوا کر پہنائے۔ اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ اس کے بھائی کی قبر پر پہنچایا۔ موٹر میں شہر کی سیر کرائی۔ اس کے بھائی کی تنخواہ کے جو روپے باقی تھے، وہ وصول کر کے دیے۔ مہر موصوف ہمیشہ احسان مندی کے ساتھ یہ ساری تفصیل بتایا کرتا تھا۔

بعض پیر بھائیوں کی لڑکیاں جوان ہو جاتیں مگر وہ افلاس کی وجہ سے ان کی شادی نہ کر سکتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

مالی اعانت فرمانا

ان کو جیب خاص سے اتنی امداد دیتے کہ وہ باسانی شادی کے فرض سے فارغ ہو جاتے۔ بعض پیر بھائیوں کے لڑکے افلاس و ناداری کے باعث تعلیم جاری نہیں رکھ سکتے تو آپ ان کے وظائف مقرر کر دیتے، یا یکمشت امداد کرتے کہ ان کے لئے تعلیم حاصل کرنا ممکن ہو جاتا۔ مقدمات میں پیر بھائیوں کی نقدی سے مدد کرتے۔ غریب پیر بھائیوں پر خاص شفقت فرماتے۔ اور ان کی ہر طرح سے مدد کرتے رہتے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ کے پاس اس وقت کچھ موجود نہیں تو قرض لے کر ان کی دستگیری کی اور بعد کو قرض ادا فرمایا۔

## عیادت و تعزیت

اگر کوئی پیر بھائی بیمار ہو جاتا تو اس کی عیادت اور خبر گیری کے لئے تشریف لے جاتے۔ فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر جاتے۔ وہاں بیٹھ کر تلاوت کرتے اور دُعا مانگتے۔ حاجی اللہ داتا صاحب کے پاس پڑوسیوں تشریف لے گئے تو سالنگال کے اسٹیشن پر اترتے ہی فرمایا ”مجھے پہلے شیخ عبداللہ کی قبر پر لے چلو۔ میں اسی لئے یہاں آیا ہوں“ کافی دیر گرمی میں وہاں بیٹھ کر دُعا مانگی۔ حاجی امام الدین صاحب کراچی میں فوت ہو گئے۔ آپ کراچی گئے تو مجھ سے فرمایا ان کے رکوں کو بلاؤ تاکہ وہ مجھے ان کی قبر پر لے چلیں“ حضرت مولانا عابد حسن صاحب فریدی ایم اے خلیفہ مسماز مسیٰ ۱۹۴۵ء میں آگرہ میں فوت ہوئے تو حضور اس وقت سفر دکن میں تھے۔ واپسی پر آگرہ میں قیام کیا۔ مرحوم کے مزار پر تشریف لے گئے، دیر تک ٹھہرے رہے اور تفصیلی طور پر فاتحہ پڑھی۔

پیر بھائی دعوت دیتے اور اپنے گھر بلا کر مہمان رکھنے کے خواہشمند ہوتے تو حضور والا بڑی منت سماجت کے بعد ان

## یاروں کے گھر مہمان ہونا

کے گھر جاتے۔ بعض کے یہاں تو دواک بار گئے اور بعض کے بہت اصرار پر بھی ان کے یہاں تشریف نہیں لے گئے، اور فرمایا ”تم اکیلے ہو، تم کو تکلیف ہوگی“ حضور کے مرشد حضرت قبلہ و کعبہ بابا حاجی صاحب، قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ”جہاں جاؤ شکر باقی چھوڑ کر نہ آؤ“ آپ کا اسی پر عمل رہا اور جہاں جاتے بہت کم ٹھیرتے تاکہ شکر باقی نہ رہے۔

حضرت کا معمول تھا کہ جس کے گھر جاتے، اپنا کھانے پکانے کا تمام سامان اور برتن گھر سے ساتھ لے جاتے۔ کھانا پکانے والا خادم بھی ہمراہ ہوتا۔ میزبان کو کوئی تکلیف نہ دیتے، اپنا پکانا اپنا کھانا۔ عام طور پر دواک درویشوں سے زیادہ ہمراہ نہوتے تھے۔ البتہ ملاقات اور زیارت کے لئے آنے والے مہمانوں کی مدارات میزبان کے ذمہ ہوتی۔ کھانے کے وقت حکم تو کسب حاضرین شریک ہوں۔ اگر کسی وقت ظاہری طور پر اس وقت کے مہمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی اور کھانا بظاہر کم تیار ہوتا، تو آپ کھانے پر دم فرما دیتے، یا اپنا کوئی کپڑا اس کھانے پر ڈال دیتے۔ چنانچہ لا تعداد آدمی پیٹ بھر کر کھانا کھا لیتے اور اس پر بھی پنج جاتا۔ حاجی اللہ داتا صاحب کئی سال منت سماجت کرتے رہے کہ آپ میرے گھر پڑوسیوں تشریف لے چلیں مگر حضور منظور نہ فرماتے۔ ایک بار حضور حیدرآباد دکن تشریف لے گئے ہوئے تھے۔

انہوں نے وہیں جا کر عرض کیا اور کہا "اگر آپ میرے غریب خانے پر قدم رنجہ فرمائیں گے تو مدینہ منورہ کے مساکین کے لئے گیارہ سو روپے پیش خدمت کروں گا" تو آپ نے وعدہ کر لیا اور کہا "تم اتنی دُور چل کر آئے ہو۔ پھر مدینہ منورہ کی خدمت کا وعدہ کرتے ہو۔ مدینہ شریف کے کام کے لئے مجھے جہاں چاہو لے چلو" چنانچہ واپسی پر آپ پڑوپیاں تشریف لے گئے۔ ایک ات قیام کیا۔ حاجی صاحب نے ہر چند اصرار کیا مگر زیادہ قیام نہ فرمایا۔

حاجی عبدالعزیز صاحب زرگر سکھ چاہل زیادہ وقت حضور کی خدمت میں صرف کرتے تھے۔ ان کا ہمیشہ اصرار ہوتا تھا مگر ان کے گھر صرف ایک مرتبہ تشریف لے گئے۔ محمد یعقوب صاحب لائل پوری کی بہت منت سماجت کے بعد صرف کچھ منٹ کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ کھکی کے مولوی سید محمد کی بہت خوشامد اور اصرار کے باوجود آپ ایک دفعہ بھی ان کے گھر نہیں گئے۔ اور کہا کہ "تو اکیلا ہے۔ تجھے تکلیف ہوگی" عرض اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں کہ آپ کسی یار کے ہاں ایک دو دفعہ سے زیادہ نہ گئے، یا اس کی تکلیف کا خیال کر کے مطلق وہاں تشریف نہیں لے گئے۔ ایک بار میری موجودگی میں عبداللطیف صاحب بنگلوری نے عرض کیا کہ "حضور! جناب بخششی صاحب کے پاس کئی بار تشریف لے گئے اور دیر دیر تک قیام فرمایا۔ مگر ہمارے یہاں ایک وقت کا کھانا بھی تناول نہیں فرمایا کہ برکت ہو جائے" آپ مسکرائے اور دریافت کیا "عبداللطیف صاحب آپ کتنی دفعہ علی پور گئے ہو" انہوں نے عرض کیا "ایک دفعہ" پوچھا "میرے کہنے کے باوجود وہاں کتنا قیام کیا" جواب دیا "ایک ات" فرمایا "دیکھو بخششی صاحب کتنی دفعہ علی پور گئے اور کتنا عرصہ وہاں ٹھہرتے رہے۔ پھر تم مجھ سے گلہ کرتے ہو تم ایک دفعہ صرف ایک ات میرے پاس ٹھہرے۔ اور بخششی صاحب اتنی دفعہ وہاں جاتے ہیں۔ اور کافی دن میرے پاس ٹھہرتے ہیں"۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی عادت مبارک یہ تھی کہ آپ بھی ان یاروں کے پاس زیادہ جاتے اور زیادہ قیام فرماتے تھے، جو آپ کے پاس آکر زیادہ ٹھہرتے تھے۔ حیدرآباد دکن سے قاری شہاب الدین صاحب مرحوم اور بنگلور سے بخششی مصطفیٰ علی خاں صاحب مہاجر مدنی علی پور تشریف آتے تو طویل قیام کرتے۔ اور آخر حضور کے ہمراہ دکن واپس جاتے حضور بھی دُور افتادہ، ضعیف اور نادا

یاروں سے ملاقات کرنے کے لئے زحمت سفرِ نحوشتی گوارا فرماتے تھے۔ تاکہ متوسلین کے ایمان کو تازہ کرنے اور اعمال کی اصلاح کا مقصد اعلیٰ انجام پاتا رہے۔ آپ سی کے گھڑن بکائے اور دعوت منظور کرانے نہیں گئے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ”پیر اگر اس نیت سے بیعت لے کہ مرید نذرانہ دے گا، یا میرا ایک نذرانہ زیادہ ہو جائے گا۔ تو پیر مُشْرک ہو جاتا ہے۔ رب کی رزاقیت پر اس کا ایمان ناقص ہے۔“ پیرانِ عظام کے سردار اور اولوالعزم پیروں کا تو یہ فرمان ہے۔ بعض جاہل، ناسمجھ اور ضدی لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ پیری مریدی ہوتی ہی اسی لئے ہے۔ تو یاد رکھو ایسے لوگ ایمان سے بے بہرہ ہیں اور ایسوں کو کوئی کچھ دیتا بھی نہیں۔ دین ایمان خواہ مخواہ تباہ برباد ہوتا ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یارانِ طریقت میں جس سے چاہو

### مطابق ضرورت مالی امداد

پوچھ لو، یہی کہے گا کہ آپ مجھے اتنا کچھ دیا۔ یہ کوئی نہیں کہے گا میں نے حضرت کو یہ کچھ دیا۔ حاجی اللہ رکھا سیال کوئی صاحب جایدا اور خوشحال یاروں میں سے ہیں۔ آپ نے بیان کیا کہ ”میں نے ساری عمر میں حضرت کی خدمت میں ایک ڈیسر پیش کیا ہے۔ اور میں نہیں بتا سکتا کہ حضور نے مجھے کتنے سو روپے عطا فرمائے ہیں“ حاجی صاحب کہتے تھے کہ ”میں بیمار ہو کر بہت کمزور ہو گیا تھا۔ تو حضور نے مجھے پچاس روپے عطا فرمائے اور حکم دیا کہ اپنے پیر بھائی غلام رسول صاحب کے پاس پشاور جاؤ۔ فرمایا کہ ”وہاں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے۔ وہاں تندرست ہو جاؤ گے۔“ میں پشاور گیا تو بھائی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میری بڑی خاطر مدارات کی بہت اعلیٰ میزان کی اور مجھے ایک پیسہ بھی خرچ کرنے کا موقع نہ ملا۔ ان پچاس روپوں کا میں نے عرض شریف کے لئے ایک تُرکی دُنبہ خرید لیا وہ خوب موٹا تازہ ہو گیا۔ میں واپس آیا تو دُنبہ ساتھ لایا اور دستم شریف پر خدمت دالا میں پیش کیا۔ دریافت فرمایا ”یہ کہاں سے لایا ہے“ میں نے عرض کیا حضور ہی کا ہے۔ اور تفصیل عرض کی۔ ارشاد فرمایا ”وہ پچاس روپے میں نے تمہیں خرچ کرنے کے لئے دیے تھے یا دُنبہ خریدنے کے لئے“ میں نے عرض کیا ”پچاس روپے آپ نے مجھے عطا فرمادیے تھے۔ آگے میرا اختیار تھا کہ انہیں کس طرح خرچ کروں“

حاجی عبداللہ صاحب بٹالوی اترسری حضور کے خادم تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے

ساری عمر میں حضرت کی خدمت میں صرف ایک ڈوپریشن کیا۔ اس طرح میں نے گویا ایک پھل اور درخت لگایا تھا۔ ساری عمر اسی کا پھل کھاتا رہا۔ بہت سے یارانِ طریقت کا بیان ہے کہ انھوں نے تیس اور چالیس سال کی مدت ارادت میں کبھی ایک پیسہ بھی نذر پیش نہیں کی۔ مگر حضور کی شفقت و عنایت سے ہمیشہ مشرف ہوتے رہے۔

بھیللا سہٹھار (قصور) کے چوہدری محمد سعید بی اے ایل این بی ولد چوہدری جمال دین صاحب مرحوم نے بیان کیا کہ ”میں نے سب سے پہلے بچپن میں حضور کی زیارت کی تھی۔ حضرت کے اس وقت کے عطا کئے ہوئے چالیس روپے نقد اور کپڑے اب بھی بطور تبرک میرے پاس محفوظ ہیں“

حاجی شیخ کرم اکہی صاحب لاہوری کی والدہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا داخل سلسلہ ہوئیں تو انھوں نے شیخ صاحب کو بھی داخل کرادیا۔ وہ غریب آدمی تھے۔ حضور کی توجہ سے بہت خوشحال اور مالدار ہو گئے۔ ایک دفعہ حکومت نے ان پر اسی ہزار انکم ٹیکس لگا دیا۔ وہ بہت پریشان ہوئے اور حضور سے دعا کی اتنا کہ آپ نے دریافت کیا ”شیخ صاحب خدائی ٹیکس بھی ادا کرتے ہو یا نہیں“ مراد زکوٰۃ کی ادائیگی تھی۔ عرض کیا ”دیتا تو ہوں۔ مگر حساب کر کے نہیں ادا کرتا۔“ ارشاد فرمایا ”تم اللہ تعالیٰ کا ٹیکس حساب کر کے ادا کیا کرو۔ پھر تم پر کوئی بلا حساب ٹیکس نہیں لگائے گا۔“ شیخ صاحب کی اس وقت کی پریشانی بھی دور ہو گئی، اور بعد میں بھی انھیں کسی مصیبت سے دوچار ہونا نہ پڑا۔ وہ حساب کر کے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے امیر کبیر ہیں۔

نظام دکن کی چھوٹی ربار شریف میں | حضور نظام دکن کی چھوٹی صاحبہ حضرت قبلہ عالم

قدس سرۃ العزیز سے بیعت تھیں۔ چار دوسری

خواتین خاندان شاہی کے ساتھ وہ ایک بار علی پور سیداں آئی تھیں۔ ان کے ساتھ شاہی کرفٹر اور خدم و حشم تھے۔ یہاں ایک مہفتہ قیام کیا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شاندار مہمان داری فرمائی۔ اور رخصت کے وقت قیمتی تحائف سے نوازا۔

نواب ظہیر مار جنگ کی وفات | ۱۹۴۲ء کے بعد حیدرآباد دکن سے امیر پالیگاہ نواب ظہیر

یار جنگ بہادر مع بیگم صاحبہ کے عرس شریف کے ایام

میں علی پور شریف حاضر ہوئے تھے۔ یہاں سے ان کو کشمیر جانا تھا۔ حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ کشمیر جانے کا تو میرا ارادہ بھی ہے۔ انشاء اللہ وہاں ملاقات ہوگی۔ پھر دو کنستری گھی، ایک بوری چاول اور ایک بوری آٹا ان کے ساتھ کرنے کا حکم دیا۔ نواب صاحب نے بہت عذر کیا۔ مگر حضور نے فرمایا۔ یہ گھی اور چاول آپ کو وہاں نہیں مل سکتے۔ وہاں آپ کے کام آئیں گے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کشمیر پہنچے تو نواب ظہیر یار جنگ شکار کے لئے درین گئے ہوئے تھے۔ حضور بھی درین تشریف لے گئے۔ راستے میں کہیں قیام نہیں فرمایا۔ افضل شاہ صاحب اور گل شاہ صاحب کو کسی نے اطلاع کی کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کئی سواری یہاں سے آگے گئی ہے۔ ان کو حیرت ہوئی کہ راستے میں ہم خادموں کو کس مصلحت سے مطلع نہیں فرمایا۔ وہ بھی تلاش کرتے ہوئے درین جا پہنچے۔ اور حضور کی خدمت میں باریاب ہو کر شکوہ کیا۔ حضور نے فرمایا ہم نے ظہیر یار جنگ سے وعدہ کیا تھا، اس لئے تمہارے گاؤں میں قیام مناسب نہ جانا۔ ان دونوں نے اصرار کیا کہ ہم سب کی دعوت کریں گے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا جاؤ نواب صاحب کو راضی کرو۔ نواب کے ساتھ شاہی کورڈ فراؤ پور الشکر تھا۔ لیکن آخر کار ان دونوں نے راضی کر ہی لیا۔ اور درین ہی میں پوسے اہتمام کے ساتھ کشمیری روایت کے مطابق شاندار ضیافت کی۔

عس شریف کے ایام میں جیسا ارڈہام ہوتا ہے سب کو معلوم ہے۔ مگر یارانِ طرفیت کی ملاقات اور حضرت قبلہ عالم

**بیگم ظہیر یار جنگ کی عقیدت**

رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کا شوق ذاتی آسائش پر غالب تھا۔ بیگم ظہیر یار جنگ زنانہ حویلی میں ایک ایک سے الگ الگ ملیں۔ کوئی ان کی تواضع کرتا اور کہتا کہ ادھر قالین پر تشریف رکھئے۔ تو وہ جواب دیتیں، ”میرے ساتھ عنبریت کا سلوک نہ کیجئے۔ میں اپنے پیرخانہ آئی ہوں۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ مجھے اپنی پیر بہنوں سے مل کر کیسی خوشی ہوئی ہے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں آپ سب کی ملاقات کا شرف حاصل کر سکی۔“ غرض نواب صاحب اور بیگم صاحبہ دونوں نے اپنے اس سفر کو ایک یادگار سفر قرار دیا اور شرفِ روحانی کو آسائشِ دنیوی سے بہتر اور مافوق جان کر اپنی اس حاضری کو سعادتِ عظمیٰ سمجھا۔

ایک آرزو باقی رہ گئی | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری بیماری کے دوران ایک دن

ارشاد فرمایا کہ میری ساری تمنائیں پوری ہوئیں۔ مگر ایک آرزو رہ گئی۔ حاجی عبداللہ ام قسری نے دریافت کیا حضور! وہ کیا آرزو رہ گئی ہے۔ ارشاد فرمایا۔ میری یہ خواہش تھی کہ اتنے مہمان آئیں کہ ہاتھ دھلوانے میں نئی صابن کی ٹکیہ ایک طرف سے شروع ہو تو دوسرے کنارے تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو جائے۔ حاجی صاحب نے عرض کیا حضور! ایسا تو ہوتا ہی ہے۔ عرس شریف میں ہر سال اتنا ہی اجتماع ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا نہیں۔ میری آرزو یہ تھی کہ ہر روز کھانے کے وقت ایسا ہی ہوا کرتا۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز اکثر سفر میں یارانِ طریقت کو ساتھ لیجاتے تھے۔ ان کے پاس زادِ راہ نہ ہوتا تو خود

یارانِ طریقت کو سفر میں ساتھ لے جانا

ان کے تمام اخراجات کی کفالت فرماتے تھے۔ دراصل اس سے مقصد یہ ہوتا تھا کہ ان کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہو جائے۔ وہ پکے نمازی اور پابند شریعت بن جائیں اور ان کی روحانی تربیت ہو سکے۔ ایسے سینکڑوں ہزاروں واقعات ہیں۔ مثال کے طور پر چند درج کرتا ہوں۔

شیخ عبدالشکور صاحب و لکھنؤ صاحب عبدالغفور صاحب لاہوری نے بیان کیا کہ دو ایک دفعہ میں لاہور سے حضور کی خدمت میں سیالکوٹ حاضر ہوا تھا۔ تو ارشاد فرمایا ”چلو تمہیں سیر کرا لائیں“ میں نے عرض کیا میرے پاس تو کرایہ اور دوسرے اخراجات کے لئے کچھ نہیں ہے۔ فرمایا ”اس کی تم فکر مت کرو۔ تمہارے تمام اخراجات میرے ذمے ہوں گے“ چنانچہ حاجی بوٹا صاحب کو حکم دیا کہ میرا ٹکٹ بھی سیکنڈ کلاس کا خرید لیں۔ پہلے حضور اول پنڈی تشریف لے گئے۔ چند روزہ قیام کے دوران وہاں کے یارانِ طریقت کو وعظ و نصیحت اور پند و مواعظ سے سرفراز فرمایا۔ پھر چوہدری شریف حاضر ہوئے۔ پھر کوٹا اور پشاور وغیرہ تشریف لے گئے۔ میں برابر ہمراہ رہا۔ پٹھان پیر بھائیوں نے میرے ساتھ جیسی محبت و شفقت کا اظہار کیا اور جیسی خدمت کی، اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔

حاجی چوہدری اللہ دتہ صاحب پڑھو پیاں سے حضور کی خدمت میں سیالکوٹ حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا ”چلو تمہیں صوبہ سرحد کی سیر کرا لائیں“ ان کے دل میں خیال گذرا کہ میرے پاس تو اس سفر کے لئے پیسے بھی نہیں ہیں۔ مگر یہ بات زبان پر لانی سو وادب جانی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی معاً ارشاد فرمایا ”کرایہ کی تم بالکل فکر مت کرو۔ سارا خرچ میں خود برداشت کروں گا“ چنانچہ حاجی بوٹا صاحب کو حکم دیا کہ چوہدری صاحب کا ٹکٹ بھی سیکنڈ کلاس کا



خرید لیا جائے۔ سرحد کے اس سفر میں چچو دھری صاحب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ رہے اور حضور نے ان کے تمام اخراجات کی کفالت فرمائی۔

ایک دفعہ غلام نبی صاحب ٹھیکیدار بھٹہ گجرات کے اسٹیشن پر سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ وہ ریل سے اترنے لگے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ”اترومت۔ ہمارے ساتھ سرحد چلو“ وہ بہت گھبرائے، اس لئے کہ ان کی جیب میں اس وقت لمبے سفر کے لئے کوئی رقم نہ تھی۔ مگر حضور نے خود ہی فوراً فرمایا ”تمہیں عین چرچ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے تمام اخراجات میں برداشت کروں گا“ چنانچہ صوبہ سرحد کے پورے سفر میں وہ ساتھ رہے۔ یاران سرحد کی خاطر مدارات کو وہ اب بھی مزے لے لے کر یاد کرتے ہیں۔

حافظ غلام مصطفیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (چک نمبرہ۔ بھلووال) کو مری پر سلام کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا ”حافظ جی! اب تم میرے ساتھ کشمیر چلو“ انہوں نے عرض کیا میں تو صرف یہیں تک حاضر ہوا تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا ”وآپ کی صحت خراب ہے۔ ضرور چلئے۔ خرچہ کی آپ کوئی فکر نہ کریں۔ میں ذمہ دار ہوں“ میں بھی اس سفر میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تھا۔ حضور حافظ صاحب کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے اور ان کا خیال رکھتے تھے۔ کشمیر سری نگر جا کے ان کی صحت کو بہت فائدہ ہوا۔ اور خوب ندرت ہو گئے۔

حضرت مولوی امام الدین صاحب اے پوری خلیفہ مجاز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ عرس شریف کے موقع پر دوران تقریر فرمایا ”حضرت کی اپنے غلاموں پر ایسی شفقت تھی کہ مثال نہیں ملتی۔ آپ نے سب کی دنیوی زندگی کو بھی پرسکون بنایا۔ اور روحانی تربیت دے کر سب کو مدارج سلوک بھی طے کرا دیے“ مولوی صاحب نے اپنا گریبان کھڑک کر فرمایا۔ ”میں بھی حضرت کے ادنیٰ خادموں میں سے ہوں“ زار قطار روپے اور کہا ”میرے پیر کی شان اور عظمت کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے کہ مجھ جیسے گنہگار کو بھی کئی مدارج طے کرا کے منزل مقصود تک پہنچا دیا ہے“

صحبت خان کوہاٹی کے واقعات | صحبت خان کوہاٹی کے قریب موضع گڑھی موآز خان کے رہنے والے اور تارگھر میں ملازم تھے۔ انہوں نے صوبیدار محمد اکبر

صاحب کوہاٹی کو بتایا کہ ”میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اسلامیہ ہائی اسکول کوہاٹی کی بلند عمارت پر چڑھا

ہوا ہوں۔ جہاں سے مجھے ایک بلند پہاڑ کی چوٹی نظر آ رہی ہے۔ میرے دل نے یہ تعبیر بتائی کہ مجھے انشاء اللہ کسی بلند رتبہ بزرگ کی زیارت نصیب ہوگی۔ کچھ دن بعد میں نے سنا کہ ایک پیر صاحب تشریف لائے ہیں۔ اور جمعہ کی نماز حضرت حاجی سید بہادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں ادا کریں گے۔ میں بھی دیدار کے اشتیاق میں مسجد جا پہنچا۔ مگر اس قدر زیادہ ہجوم تھا کہ میں زیارت کی عزت حاصل نہ کر سکا۔ اتنے میں حاجی محمد سعید صاحب نے اعلان کیا کہ حضرت صاحب اسلامیہ اسکول کے معائنہ کو تشریف لیجا رہے ہیں۔ چنانچہ میں بھی اسکول کی عمارت کی چھت پر جا چڑھا کہ حضرت تشریف لائیں گے تو اسکول کے ہال کا معائنہ ضرور کریں گے۔ میں چھت کے روشندان سے زیارت کر سکوں گا۔ اتنے میں پیچھے سے اسلام علیکم کی آواز آئی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو حضرت صاحب بنفس نفیس تشریف لائے تھے۔ میں نے بڑھ کر دست بوسی کی تو حضور نے میرا ہاتھ زور سے دبایا۔ میرے دل نے گواہی دی کہ میرے خواب کی تعبیر یہی بزرگ ہیں۔ چنانچہ مخرب کے وقت میں بابو غلام حسین صاحب مرحوم کے مکان پر حاضر ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ حضور سحری کے وقت داخل سلسلہ فرمائیں گے۔ چنانچہ دوسرے احباب کے ساتھ میں بھی داخل ہو گیا۔

صحبت خان صاحب مرحوم ہی نے بیان کیا تھا کہ ”۳۸-۱۹۳۷ء میں میری تعیناتی چراٹ میں ہوئی۔ وہاں کینٹین میں لیاقت حسین مراد آبادی مرحوم میختر تھے۔ بڑے خوش مزاج، حاضر جواب اور باتونی شخص تھے۔ ہم سب انہیں ”بڑے بھائی“ کہا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت قبلہ عالم پشاور تشریف لائے تو لیاقت حسین بھی میرے ساتھ آکر اپنی مرضی سے داخل سلسلہ ہو گئے۔ دوسرے سال جب حضور پشاور آئے تو میں نے لیاقت حسین سے قدم بوسی کے لئے چلنے کو کہا۔ انہوں نے عذر کیا کہ ”فلال افسر آ رہا ہے۔ فلال کام ہے“ مجھ سے فرمائش کی کہ میں سلام عرض کر دوں۔ میں حاضر ہوا اور قدم بوسی سے سرفراز ہوا تو میں نے لیاقت حسین کا سلام بھی عرض کیا۔ حضور نے تفصیل سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے۔ کیا کرتا ہے۔ کہاں کا رہنے والا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر سلام کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں واپس آیا تو میں نے یہ ساری تفصیل لیاقت حسین کو سنا دی۔ وہ بھی سن کر چپ ہو گئے۔“

”لیاقت حسین مجھے ”مولوی صاحب“ کہا کرتے تھے۔ کوئی چھ سات ماہ بعد ایک دن مجھ سے کہنے لگے ”آپ کو یاد ہے کہ جب میں نے حضور کی خدمت میں آپ کے ذریعے سلام کہہوا بھیجا تھا

تو حضور نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ آپ سے تفصیل سن کر مجھے بے حد رنج ہوا تھا۔ اور میں نے سوچا تھا کہ میں نے کیسے پیر کا ہاتھ پکڑا ہے جو مجھے پہچانتا بھی نہیں۔ میں نے آپ سے ذکر مناسب نہ جانا اور چپ رہا۔ مگر آج میرے ساتھ جو واقعہ پیش آیا اس نے میری آنکھیں کھول دیں اور میں اپنے خیال فاسد سے تائب ہوا۔

”میرے ریافت کرنے پر لیاقت حسین صاحب نے سنایا کہ ”کنینٹن کے ٹھیکیدار کا بڑا لڑکا محمد صدیق مجھ سے اُلجھ پڑا تھا۔ اور بغیر کسی خطا اور قصو کے میری سخت بے عزتی کی تھی۔ میں سخت رنجیدہ اور مغموم تھا۔ جی چاہتا تھا کہ ملازمت چھوڑ دوں۔ پھر خیال آتا تھا کہ بسر اوقات کیسے ہوگی۔ بیوی بچوں کو کہاں سے کھلاؤں گا۔ اتنی تنخواہ کی دوسری ملازمت کہاں ملے گی۔ اسی پریشانی اور اضطراب میں ظہر کا وقت آگیا۔ نماز ادا کر کے میں مراقبہ میں بیٹھا تو محسوس ہوا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ میرے سامنے ہیں۔ اور انگی کے اشک سے فرما رہے ہیں کہ ”کوئی فکر مت کرو۔“ معاً میرے دل سے سارا بوجھ اتر گیا اور مجھے اطمینان حاصل ہو گیا۔“

”اس کے بعد بھائی لیاقت حسین نے کہا کہ ”میں حسب معمول چار بجے کنینٹن گیا تو محمد صدیق بھی آگیا۔ مجھ سے بڑے بھائی، کہہ کر خطاب کیا۔ اور گپ شپ کرتا رہا۔ اب میں نے جانا کہ میرا پیر کیسا کامل ہے۔ اب خدا کے فضل سے میرا اعتقاد صحیح ہو گیا اور مجھے اپنے پیر پر کامل بھروسہ ہے۔“ اس کے بعد تو لیاقت حسین کا یہ حال تھا کہ اگر ان میں ہم میں کوئی بحث ہو جاتی اور کسی مسئلہ پر اختلاف ہوتا۔ تو وہ اگلے روز بتا دیتے کہ رات خواب میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا ہے کہ یہ مسئلہ اس طرح صحیح ہے۔“

”میں نے پہلے کہا تھا کہ ”بڑے بھائی“ باتوں بہت تھے۔ ہر ایک سے گپ شپ ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ کئی پر قسم کے لوگوں نے ان سے کہا کہ تم ہمارے مرید ہو جاؤ۔ تو وہ ازراہ مذاق ہر ایک سے کہہ دیا کرتے تھے کہ ”جو دو روپیہ روز دینے کا وعدہ کرے گا، میں اس کا مرید ہوں گا۔“ ہم لوگ اس بات کو ان کی خوش مزاجی کا ایک نمونہ سمجھتے تھے۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگے ”مولوی صاحب! وہ دو روپے روز والا معاملہ بھی ٹھیک ہو گیا ہے۔“ میں سمجھ گیا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دستگیری فرمائی ہے۔ تشریح نہ میں نے چاہی نہ انھوں نے مناسب سمجھی۔“

صوبیدار محمد اکبر خان صاحب کو لائی صحبت خان صاحب مرحوم کی بابت کہتے تھے کہ ”جب

کبھی یارانِ طریقت میں کسی مسئلے پر اختلاف رائے ہوتا تھا تو صحبت خان کہتے تھے کہ میں اس کا صحیح جواب کل بتا دوں گا۔ رات کو وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ کا صحیح جواب معلوم کر کے یاروں کو بتا دیتے تھے۔ ایک دفعہ صحبت خان صاحب اپنے لڑکے فقیر محمد (عرف نوٹس خان) کے ساتھ عرس شریف پر آ رہے تھے جہلم سے دو اور یار بھی اسی ٹبے میں سوار ہوئے۔ وہ آستے بھر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر کرتے رہے اور اپنے قصے سناتے رہے کہ کس کس موقع پر وہ حضور کے ہمراہ رہے۔ دربار شریف پہنچے تو اس وقت حضور باہر میدان میں باغ کے باہر رونق افروز تھے۔ زائرین کا بڑا ہجوم تھا۔ خدام نے حلقہ باندھ رکھا تھا۔ اور یاروں کو صرف دست بوسی کا موقع دیتے تھے تاکہ ہجوم کی وجہ سے کوئی محروم نہ رہ جائے۔ جب صحبت خان آکر دست بوس ہوئے تو حضور نے ان کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اور پاس بٹھا کر تمام حالات دریافت فرمانے لگے۔ خادم خالص عبدالعزیز صاحب نے ان سے کہا ”اٹھو! وروا کو بھی موقع دو“ اور ان کو اٹھانے لگے۔ مگر حضور نے منع فرما دیا۔ نصف گھنٹہ کے بعد عبدالعزیز سے کہا ”ان کو بہت اچھا اور ٹھنڈا شربت پلاؤ“ پھر صحبت خان سے دریافت فرمایا ”تمہارے کتنے ساتھی ہیں“ انھوں نے عرض کیا ”چار“ یعنی انھوں نے جہلم کے ان دونوں یاروں کو بھی شامل کر کے تعداد بتائی۔ حضور نے عبدالعزیز کو پھر تاکید کی کہ ”ان کو ٹالنا نہیں۔ ٹھنڈا شربت پلانا۔“ چنانچہ عبدالعزیز نے ان چاروں کو خوب ٹھنڈا اور لذیذ شربت سیر کر کے پلایا۔ وہ جہلم والے یار صحبت خان سے کہنے لگے ”یار! تم تو چھپے رستم بھلے ہم نے تو سارے آستے باتیں کر کے تمہارا دماغ کھا لیا تھا۔ اور تم بالکل خاموش رہے“

حاجی شیخ کرم الہی صاحب خلیفہ مجاز حضرت شمس الملک سجادہ نشین ثانی

یارانِ طریقت کی تعلیم و تلقین

مدظلہ سے حضور کو بہت محبت تھی۔ شیخ صاحب جب بھی حاضر ہوتے

آپ دُپٹی کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اور فرماتے کہ ”آپ ہے جاؤ۔ آپ کی دکان کا جتنا ہرجا نہ ہو گا میں ادا کروں گا“ اسی طرح دوسرے یارانِ طریقت کو آپ زیادہ سے زیادہ روکے رکھتے تھے۔ کبھی یہ بھی کہتے ”بھائی! مجھے اکیلا چھوڑ دو گے، کبھی ایسا ہوتا کہ نئے مہمان آجاتے تو پہلے کے آئے ہوئے یاروں کو اجازت عطا کر دیتے۔ آپ مریدین کو ”یار“ کے لفظ سے خطاب فرماتے۔ اور سب کے ساتھ بے حد مدارات اور خصوصیت کا برتاؤ کرتے تھے۔ دراصل آپ اپنے پاس اس مقصد سے

زیادہ دن روکتے تھے کہ اس طرح یاروں کی تعلیم تلقین بہتر ہوگی۔ اور وہ دن رات مسائل سن کر اپنا دین اور اپنی عاقبت سدھار سکیں گے۔ خواجہ ماسٹر کرم الہی صاحب خلیفہ مجاز سیالکوٹ سے حاضری دینے ہفتے کی شام کو آتے اور اتوار کو واپس چلے جاتے تھے۔ ان کے ساتھ یہ مراعات تھی کہ ان کو اتنی جلد واپسی کی اجازت مل جاتی تھی۔ وہ بھی سالہا سال اس معمول پر قائم رہے۔ کچھری کی چھٹیاں ہوتیں تو اللبتہ وہ بھی کئی کئی دن دربار شریف میں حاضر رہتے تھے۔

بیداری اور حضور کے علاوہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خواب میں

### خواب میں ہدایت فرمانا

میں بھی تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ نماز قضا ہو

رہی ہوتی تو آپ بیدار فرمادیتے۔ تہجد کی نماز کے لئے بہت سے یاروں کو خواب میں آکر بیدار کیا ہے۔ کبھی ایسے میں چپت یا چھڑی مار کہ تنبیہ بھی کی ہے۔ اور بیداری پر اس شخص نے ضرب کا اثر یا انگلیوں کا نشان دیکھا ہے۔ مستری اللہ رکھا صاحب ناروال نے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے بے نماز شخص کے ساتھ کھانا کھا لیا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور بہت سے یاران طریقت کو ان کی کوتاہیوں پر منہڑ مار کر سزا دے رہے ہیں۔ مجھ سے فرمایا ”تیرے دو منہڑ لگیں گے“ صبح میرے ہاتھ میں کافی درد تھا، جو دوپہر تک رہا۔ مولوی سید احمد صاحب سکنا کھکھیکے کو خواب میں داخل سلسلہ فرمایا۔ اور نماز اور دیگر احکام کی تلقین کی کچھ دن بعد وہ علی پر شریف حاضر ہو کر بیعت ہوئے تو فرمایا ”پہلا بتایا ہوا سبق بھول گیا ہے“

مستری فضل دین صاحب سکنا کلاس والا ایک بھٹے پر کام کرتے تھے۔ عرس شریف کے دن آئے تو انھوں نے حاضری کا ارادہ کیا۔ لیکن بھٹے والا رخصت دینے پر رضی نہ تھا۔ وہ بہت پریشان ہوئے۔ اسی میں آنکھ لگ گئی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں آکر فرمایا ”تم کو جلے میں شامل ہونے سے کون روک سکتا ہے“ اور ہاتھ پکڑ کر علی پور کی طرف کھینچا۔ بھٹے والا اندر سویا ہوا تھا۔ وہ باہر آیا اور اس نے مستری صاحب کو اٹھا کر کہا ”رجاؤ علی پور سیدیاں ہو آؤ۔ چلو میں تمہیں رخصت کر آتا ہوں“ یہ کہہ کر دو میل تک ساتھ آیا۔ مستری صاحب نے اس سے بار بار پوچھا کہ آپ تو رخصت نہیں دیتے تھے۔ اب ارادہ کیسے بدل گیا۔ مگر اس نے تفصیل بتانے سے گریز کیا۔ اور کہا کہ حضور کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا۔

حضور کا فیضانِ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ آپ اب بھی بیداری میں، خواب میں یا کسی دوسرے کے ذریعے تبلیغ اور ارشاد فرماتے رہتے ہیں۔

ایں مدرسہ نیت جلے آواز از سینہ بسینہ می رسد راز

مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی پر شفقت

اس دارقانی سے وصال فرمانے کے بعد ایک دفعہ اہل حدیث کے عالم مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے خواب میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر مولوی صاحب تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ اور آپ سے چار پائی پر بیٹھنے کی درخواست کی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: مولوی صاحب! تم چار پائی پر بیٹھو۔ میں عالم کے سامنے کبھی تمام عسمر چار پائی پر نہیں بیٹھا، مولوی صاحب نے حضور کے قدموں کو ہاتھ لگا کر منہ پر پھیرا تو ایسا لطف آیا کہ مدتِ العمر یاد رہا۔ مولوی صاحب نے اپنے اس خواب کو شائع کرایا اور خلقِ خدا کو بتایا۔ اس پر بڑی لے ڈے ہوئی مگر انھوں نے کہا کہ جس بات کا میں خود شاہد ہوں، اس کے بیان کرنے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب "ردِ مزائیت" میں بھی حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے ہمراہ جلسوں میں شرکت کی ہے۔ اور انجمنِ خدام الصوفیہ کے سالانہ اجلاس کی شرکت کے لئے علی پور سیداں بھی آئے تھے۔

دھستے میں بتائے

ایک بار حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کنوئیں کی طرف سے تشریف لارہے تھے راستے میں ایک مانی حاضر ہوئی۔ اور اس نے تھوٹے سے بتائے خدمتِ الای میں پیشیں کئے۔ آپ نے اس کی دلداری کے لئے اپنے دھستے میں بتائے لے۔ وہ چلی گئی تو مجھ سے فرمایا "اختر! یہ بتائے لے لو۔ میں حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ مجھ سے حضور نے پہلے ہی کیوں نہ فرمایا کہ لے لو۔ اتنے قیمتی دھستے میں مٹھاس کا اثر آگیا تو کیسٹرا لگ جائے گا۔ یا مکھتیاں اس پر بیٹھنے لگیں گی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی ارشاد فرمایا "مسئلہ سنو۔ میں اعوان شریف والے حضرت قاضی سلطان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک مانی آئی۔ اور اس نے دو پیسے نذر پیش کی۔ آپ نے وہ پیسے آنکھوں سے

لگاے۔ اور فرمایا "یہ اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہیں۔ مائی نے نہیں دیے۔ اس نے تم کو کیوں نہیں دیے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بھیجے ہیں" حضرت قبلہ کی زبان مبارک سے یہ سن کر میں سمجھ گیا کہ اس حکایت کے بیان سے میری تعلیم مقصود ہے۔ آپ نے بارہا فرمایا کہ "انسان کسی کو کچھ دے سکتا ہے۔ وہ خود ہی منگتا ہے" جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے آپ کا زیادہ وقت سفر میں گزرتا تھا۔ تبلیغ و ارشاد اور نشر دین حق کے علاوہ ان سفروں میں آپ یارانِ طریقت کے احوال کی نگرانی اور خبر گیری بھی فرماتے تھے۔ چند سال بعد ان مقامات کے دورے کی ضرورت بری آجاتی تھی۔ درمیانی مدت میں خط و کتابت کے ذریعے رابطہ قائم رکھتے تھے۔ شروع میں حضور کا ایک نام مبارک درج ہو چکا ہے، اس سے آپ کی شفقت، پیش احوال، خبر گیری اور ہدایات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ آخر میں جو مکتوبات شریف درج ہیں ان سے بھی اس بات کا اندازہ ہوگا۔

### امیر حلقہ کا تقرر

علاوہ ازیں آپ ہر شہر میں ایک یار کو امیر حلقہ بنا کر ہدایت فرماتے تھے کہ سب پیر بھائی ہر ہفتے جمع ہوا کریں۔ بڑے شہروں میں ایک سے زیادہ اصحاب کو امیر حلقہ مقرر کرتے تاکہ دوری اور مسافت کی وجہ سے پیر بھائیوں کو وقت نہو اور سب کو ہر ہفتہ حلقہ میں شرکت آسان ہو جائے۔ ہدایت ہوتی کہ جمع ہو کر اول ختم شریف پڑھیں۔ ختم خواجگان، ختم مجددیہ ختم معصومہ اول پڑھا جاتا۔ پھر حلقہ ذکر ہوتا۔ بعض یار ختم شریف کے لئے مٹھالی لے آتے تو وہ تقسیم کی جاتی۔ صاحب خانہ عام طور پر چلے کا انتظام کرتے تھے۔ کچھ دیر محبت و مؤانست کی باتیں ہوتیں۔ حلقہ کے مقررہ وقت کے لحاظ سے عصر، مغرب، عشاء جن نمازوں کا وقت آ جاتا، باجماعت ادا کی جاتیں۔ اور سب پیر بھائی آئندہ ہفتہ دوبارہ جمع ہونے کی نیت دل میں لے لے ہوئے منتشر ہو جاتے۔ ان حلقہ ہلے ذکر کی رُودادیں رسالہ انوار الصوفیہ وغیرہ میں شائع ہوتی رہتی تھیں۔ حضور ان رُودادوں کا حال بڑے شوق سے سنتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ ہر مقام پر کسی یار کو امیر حلقہ بنا دیتے تھے۔ جیسا کہ پشاور میں پہلے حافظ علی احمد خان رحمۃ اللہ علیہ تھے، اب حافظ سلطان احمد صاحب ہیں۔ راول پنڈی میں مستری محمد شفیع صاحب تھے، پھر شیخ زین العابدین صاحب ہوئے، اب ڈاکٹر حکیم محمد حسین صاحب ہیں۔ گجرات میں حضرت حاجی حافظ سید ولایت شاہ صاحب تھے۔ اب سارا کام حاجی منشی احمد دین صاحب

اور سیر کے صاحبزادگان انجام دیتے ہیں۔ سیالکوٹ میں خان غلام نبی خان صاحب تھے، پھرت اضی  
 شمس الدین صاحب اب امیر حلقہ حافظ عبد اللطیف صاحب ہیں۔ لائل پور میں جوہدہ بی عطا محمد صاحب  
 اور حاجی اللہ و ہایا صاحب مقبول پور، ضلع لائل پور میں حاجی پیر سید طفیل شاہ صاحب۔ ملتان  
 میں ولی محمد شاہ صاحب اور حافظ صدیق انور صاحب۔ کراچی میں بھائی نور محمد صاحب اور  
 بخش مصطفیٰ علی خان صاحب۔ بخش صاحب کے مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کے بعد پروفیسر حاجی  
 مولانا حامد حسن صاحب قادری۔ اور پھر بھائی حاجی ذاکر علی صاحب۔ لاہور میں حکیم مبارک احمد صاحب  
 اور حاجی غلام جیلانی صاحب۔ قیام پاکستان سے قبل امرتسر میں مولوی خیر شاہ صاحب اور مولوی  
 غلام احمد صاحب انگر۔ جالندھر سستی غزراں میں منشی بہلول صاحب۔ رستک میں پہلے حافظ  
 انور علی صاحب تھے۔ ان کے بعد بھائی حفیظ الدین صاحب۔ آگرہ میں مولانا حاجی عابد حسن  
 صاحب فریدی خلیفہ مجاز اور ان کے انتقال کے بعد مولانا حاجی حامد حسن صاحب قادری  
 خلیفہ مجاز۔ مدراس میں محمد اکبر صاحب۔ حیدرآباد دکن میں مولوی خیر المبین صاحب۔ ان کے  
 انتقال کے بعد قاری شہاب الدین صاحب۔ بنگلور میں بخش مصطفیٰ علی خان صاحب۔ میسور  
 میں غلام حسین صاحب اور محبوب پیران صاحب۔ احمدآباد میں حضرت مولانا محمد خوب صاحب  
 خلیفہ مجاز۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے محمد عبد اللہ صاحب۔ مزنگ لاہور  
 میں شیخ مشتاق احمد صاحب۔ حاجی ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کنجاہی خلیفہ مجاز کے یارانِ طریقت  
 بھی لاہور میں کسی جگہ حلقہ کراتے ہیں۔ سائیکلاہل میں ڈاکٹر غلام حیدر صاحب کوہاٹ میں حاجی  
 سرور خان صاحب خلیفہ مجاز اور جناب سید سعید شاہ صاحب بنوری۔ شیخوپورہ میں ڈاکٹر  
 محمد ظریف صاحب۔ مرادآباد (بھارت) میں محمد طاہر صاحب۔ غرض برصغیر کے طول و  
 عرض میں ہر جگہ حضرت کسی یار کو امیر حلقہ مقرر فرماتے تھے تاکہ پیر بھائیوں کا باہمی میل ملاقات  
 اور ذکر و فکر جاری رہے۔ امیر حلقہ حضرات میں جن کو حضور نے تعلیم و تلقین کے قابل پایا، ان  
 کو خلافت بھی عطا فرمائی۔ تاکہ تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ وسیع تر ہو سکے۔



## خدمت خاص

سفر و حضر میں ایک دو خادم ضرور حضور کے ہمراہ ہوتے تھے۔ گاؤں میں ہر وقت بہت لوگ خدمت میں حاضر رہتے تھے اور کسی قسم کا بھی کام کرنے کا موقع پاتے تو سعادت جانتے تھے مگر خدمت کے لئے خاص درویش متعین ہوتے، جو منشاے مبارک کو سمجھتے اور کاموں کی نوعیت سے واقف ہوتے تھے۔ سفر میں دوسرے امداد مندرجہ وقت حاضر خدمت رہتے اور ان درویشوں کا ہاتھ بٹاتے تھے۔

حضور اپنے خادموں اور درویشوں کی ضروریات کا خاص طور پر خیال فرماتے تھے۔ یہ درویش اپنا سارا وقت برسوں حضور کی خدمت گزاری میں صرف کرتے تو آپ ان کے اہل عیال اور دوسرے متعلقین کی خبر گیری پر نظر رکھتے تھے کسی مشکل اور تکلیف میں مبتلا نہ ہوں۔ ایسے یارانِ طریقت بھی تھے جو تعطیلات کا زمانہ علی پور شریف آکر خدمت والا میں گزارتے اور خدمت کی عزت حاصل کرتے۔

مولوی عبداللطیف صاحب بہادر گڑھ سے ہر سال گرمیوں کی تعطیلات میں حضور کی خدمت میں حاضر رہتے۔ سفر و حضر میں ہمراہ ہوتے۔ پھلکا نہایت عمدہ اور ہلکا پکاتے تھے۔ پھلکے کے دونوں پرت پھول کر انگ ہو جاتے تھے۔ ان کا پکایا ہوا پھلکا حضرت کو بہت پسند تھا۔ کھا کر خوشی کا اظہار فرماتے تھے۔ ان کا نام ہی اس مناسبت سے ”مولوی پھلکا“ پڑ گیا تھا۔ حضرت نے کشمیر میں پھلکا پکانے میں مجھے ان کا شاگرد بنایا۔ دو ماہ شاگردی کر کے مجھے بہار حاصل ہو گئی تو حضور نے فرمایا ”شاگرد اوستا دوسے بڑھ گیا ہے“

ضلع میانوالی کے رہنے والے ماسٹر روشن دین صاحب دو ماہ کی چھٹیاں حضرت کی خدمت میں گزارتے تھے۔ بہت صالح اور پرہیزگار آدمی تھے۔ اسی طرح مولوی غلام نبی صاحب اور مولوی محمد عالم صاحب سفر میں حاضر رہ کر خدمات سرانجام دینے کو اپنی خوش قسمتی تصور کرتے تھے۔ ابتدائی ایام میں حاجی حبیب اللہ صاحب میرپوری ہمراہ ہوتے۔ بہت نیک اور

بزرگ آدمی ہیں۔ اسد علی صاحب بیٹی کے رہنے والے نہایت اچھے نعت خوان تھے۔ حاجی سائیں فضل دین صاحب بھی اسد علی صاحب کی طرح سفر میں ہمراہ رہے ہیں۔ حاجی عبداللہ صاحب بٹالوی امرتسری بہت نیک اور پرہیزگار آدمی تھے۔ وہ بھی کافی عرصہ حضرت کی خدمت میں رہے ہیں۔

حاجی محمد بوٹا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرصہ دراز تک حضرت کی خدمت کی ہے۔ اور حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں بے شمار حج بھی کئے ہیں۔ حضرت کے وصال کے بعد بھی علی پور تفریق میں مقیم رہے، یہیں رحلت فرمائی اور یہیں دفن ہوئے۔ حضرت مولانا محمد خوب صاحب احمد آبادی خلیفہ مجاز نے دس سال تک خدمت کی ہے۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ میں نے بھی حاجی بوٹا صاحب کی طرح خدمت کا شرف حاصل کیا ہے۔ حاجی عبدالعزیز صاحب بھی آخری عمر میں حاجی بوٹا صاحب کے ہمراہ خادم رہے ہیں۔ حاجی حبیب اللہ صاحب مرحوم سے پہلے کسی نے خدمت کی سعادت حاصل کی ہو تو مجھے علم نہیں۔

## مکاشفات

حدیث شریف میں آیا ہے۔ **اتَّقُوا مِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ لِأَنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ تَعَالَى** (ترجمہ) مؤمن کی فراست سے بچتے رہو، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کی وساطت سے دیکھتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ اس کے حکم سے ہر چیز پر نگاہ ہوتا ہے۔ مکان اور زمان کے حدود سے ماورا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی طاقت عطا فرماتے ہیں۔ یہ ان کا فضل و کرم ہوتا ہے۔ مشاہدات اور تجربات اس بات پر شاہد عادل ہیں۔ اسی لئے مولانا روم نے فرمایا ہے **ع "لوح محفوظ است پیش اولیا"** یہ کمال انسان کا اپنا نہیں، اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ جسے چاہے عطا کرے۔

تمام اولیائے کرام کا مکاشفہ ان کے مدارج کے مطابق ہوتا ہے۔ مکاشفہ کی کئی قسمیں ہیں۔ میرے حضرت قبلہ عالم

رحمۃ اللہ علیہ کو سب عطا ہوئی تھیں۔ گزشتہ اور آئندہ کے حالات جان لینا۔ دوسروں کے دل کے خیالات سے مطلع ہو جانا۔ نزدیک ہو یا دور سب احوال سے باخبر ہونا۔

مشکلات میں امداد کرنا۔ نزدیک ہو یا دور آنے والی آفات سے متنبہ کرنا۔ مدتِ مدید اور عرصہ دراز کی باتیں بالکل صحیح بیان کر دینا۔ کتابی علوم کو بروقت بتانا حالانکہ کتابوں سے آپ کو عرصہ دراز سے کوئی ظاہری تعلق نہ رہا تھا۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے مکاشفات آپ کے لئے ادنیٰ بات تھے۔ یہ واضح رہے کہ علم غیب اور چیز ہے اور مکاشفہ دوسری بات ہے کشفِ کرامت ولایت کی دلیل ضرور ہیں مگر ان کا اظہار بے ضرورت پسندیدہ نہیں۔ اولیاء اللہ اسی وقت کشفِ کرامت کا اظہار کرتے ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ کسی کے دین، ایمان، جان یا عزت کو ضرر پہنچنے والا ہے۔ ہر وقت اظہار نہیں کرتے۔ حضرت مجدد و صاحبِ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”ولی سے اگر کرامت کا اظہار ہوتا ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ اس کی ولایت کو طاعون ہو گیا ہے۔ کیونکہ وہ اسے ریاضتیں اور شہرت کا سبب پاتے ہیں۔ اس لئے حتی الامکان اس سے گریز کرتے ہیں“

یارانِ طریقت واقف ہیں، اور اکثر نے اس کا اظہار بھی کیا کہ  
**دل کی بات جان لینا** | حضرت قبلہ عالمِ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے خیالات اور دل کے حالات سے

بخوبی باخبر رہتے تھے۔ گو اس کا اظہار صرف ضرورت کے وقت ہی فرماتے تھے۔ چنانچہ ہم سب سخت خوفِ وہ رہتے تھے کہ کوئی ایسا خیال نہ آجائے جو حضرت کی ناراضگی کا باعث ہو۔ خلافِ شرع کوئی بات اگر کسی کے دل میں آتی تو آپ فوراً ٹوک دیتے تھے۔ ورنہ ظاہر ہی نہ ہونے دیتے کہ انہیں سب خبر ہے۔ ہم سب غلاموں کو اب بھی یقین ہے کہ حضرت اب بھی ہمارے احوال سے اتنے ہی باخبر ہیں جتنے اس حیاتِ ظاہری میں تھے۔ چنانچہ اسی مثالیں بہت سی ہیں کہ کسی یار نے کوئی امر خلافِ شرع سچا تو اسے فوراً تنبیہ کی گئی۔ بعض اوقات سزا بھی ملی ہے۔

حاجی سید احمد صاحب کہتے ہیں کہ ”میں زیادہ تر حضرت کے قریب رہتا تھا۔ میں دیکھتا تھا کہ حضور ہر شخص کو اس کے خیالات پر ٹوک دیتے یا انتباہ فرمادیتے ہیں، تو میں کسی قسم کا خیال ہی دل میں نہیں آنے دیتا تھا۔ مبادا حضور کی ناگواری کا سبب ہو جائے۔ اگر کبھی میرے دل میں کوئی خیال آیا تو حضور نے فوراً آگاہ فرما دیا۔“ یارانِ طریقت ہی تک محدود نہیں، غیر لوگ بھی آج تک حضور کے فیض سے استفادہ کرتے ہیں۔ جو کوئی جس وقت بھی حضرت کو یاد کرتا ہے۔ آپ اس کی اعانت کرتے ہیں۔ بہت سے غیر لوگوں نے اپنے واقعات مجھے سنائے ہیں۔

کیپٹن علی گوہر صاحب کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ کس طرح ان کو آپ نے نبی جان کے مہمبئی میں رحلت پانے کی اطلاع اسی وقت دے دی تھی۔ اسی طرح یہ واقعہ ہوا کہ آپ نے علی گوہر صاحب کو قبل از وقت صوبیدار کہہ کر خطاب فرمایا۔ انھوں نے اپنے نام کے ساتھ صوبیدار لکھنا شروع کر دیا۔ جس پر حکام معترض ہوئے۔ انھوں نے باز پرس کے جواب میں کہا مجھے کچھ نہیں معلوم۔ میرے پیر صاحب نے مجھے ”صوبیدار“ تحریر کیا ہے تو یہ غلط نہیں ہو سکتا۔ تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا وہ اس وقت سے قبل صوبیدار بناے جانے کے مستحق ہو چکے تھے۔

حاجی پروفیسر عابد حسن صاحب فریدی ایم اے رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز ۱۹۲۴ء میں سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے تھے، جبکہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فتنہ ارتداد کے انسداد اور تبلیغ دین کی تنظیم کے سلسلہ میں آگرہ میں قیام فرماتے تھے۔ حلقہ کے بعد اور دوسرے اوقات میں حاضرین کے لئے الگ چائے لانی جاتی تھی اور حضور کا فتوہ علیحدہ پیش ہوتا تھا۔ فریدی صاحب نے سوچا کہ عام لنگر کی چائے ایسی لذیذ ہے تو حضور کو جو پیش کی گئی ہے وہ تو بہت ہی مزیدار ہوگی۔ اسی وقت حضرت نے ارشاد کیا ”فریدی صاحب کو فتوہ دو“ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضور تلخ فتوہ نوش خان فرماتے تھے۔ فریدی صاحب کو بہت کوفت ہوئی۔ خود فرماتے تھے کہ بڑی مشکل سے میں نے فتوہ کی وہ پیالی ختم کی۔

مجھے خود پچیس سال کا تجربہ ہے کہ جو خیال دل میں آیا حضور نے فوراً اس پر مطلع کر دیا۔ اور جو بھی آپ نے بیان کیا ویسا ہی ظہور پذیر ہوا۔

گورداسپور میں سینیر سب جج کی عدالت میں پورو وال آریاں کی زمین کا مقدمہ تھا۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیروی کے لئے

تار کے مضمون کی تصحیح

گئے ہوئے تھے۔ انھوں نے وہاں سے تار دیا کہ جج نے آٹھ ہزار روپے کا ہمارے حق میں فیصلہ کیا ہے۔ جب تار آیا ہے تو حضور نے خانے میں تشریف رکھتے تھے۔ دوبارہ دوبارہ تار کا مضمون صحیح طور پر بیان کرنے کا حکم دیا۔ عرض کیا گیا آٹھ ہزار کا فیصلہ کیا ہے۔ ارشاد ہوا ”جج سے غلطی ہوئی ہے سولہ ہزار کی رقم ہے“ بعد میں تار آیا کہ جج سے فیصلہ سنانے میں غلطی ہو گئی تھی۔ رقم سولہ ہزار

فریقین کو فیصلہ دوبارہ سنانے کے لئے پھر طلب کیا گیا ہے اور سمن جاری ہو گئے ہیں۔ آپ نے تیار سنا تو خاموش ہو گئے۔

میں نے پونا کما د (گنا، لگانے کے لئے زمین تیار کروانی تھی۔ آپ

زمین سے فصل نہ ملنا

باہر کھیت میں تشریف لے گئے تو دریافت کیا کہ کیا کاشت کرو گے؟ میں نے عرض کیا "پونا کما د"۔ فرمایا "کسی اور زمین میں کاشت کرو۔ یہاں نہیں ہوگا۔" میں نے عرض کیا "اب تو زمین تیار کروا کے میں نے بیج بھی لگا دیے ہیں۔ اب دوسری جگہ لگانا مشکل ہے" حضور خاموش ہو گئے۔ ہر چند ہم نے کوشش کی مگر ایک پوری بھی نہ ہوئی۔

۱۹۴۱ء میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نہایت شدید

معالجوں کے متفقہ فیصلہ کی تردید

بیمار ہو گئے تھے۔ پاؤں، چہرے اور ہاتھوں پر درم

آ گیا تھا۔ اٹھنا بیٹھنا مشکل تھا۔ نماز اشاروں سے ادا فرماتے تھے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں نے مجھے علمدہ بلا کر کہا کہ "حضرت کو گھر لے جاؤ۔ تم یہاں اکیلے ہو، دیکھو بھال نہیں ہو سکتی۔ بعد میں پریشانی ہوگی" میں نے اگلے دن عرض کیا "گھر چلیں" فرمایا "وہاں گرہی بہت ہے۔ میں بہت کمزور ہوں۔ وہاں جا کر کیا کریں گے؟" میں نے کہ دو سبوت کے لئے عرض کیا کہ وہ جگہ ٹھنڈی ہے۔ اور گھر سے بھی قریب ہے۔ ارشاد فرمایا "گھبراؤ نہیں۔ میری زندگی ابھی کافی ہے۔ یہ سب یونہی بکتے ہیں۔ میں ان کی دوا ہرگز استعمال نہیں کروں گا۔ وہ کہاں سے میرے رب بن بیٹھے ہیں؟" حکم دیا سب دوائیں پھینک دو اور شیشیاں توڑ ڈالو۔ چند روز بعد آپ خدا کے فضل سے رُوبصحت ہو گئے۔ اس کے بعد دس سال اور حیات رہے۔

۱۹۴۹ء میں لاہور میں مجھے طلب کیا اور فرمایا "جو تجھ سے کہتے تھے کہ میں مر جاؤں گا۔ ان میں سے اب صرف ایک شخص زندہ تھا۔ آج وہ بھی چل بسا ہے۔ وہ تجھے اس وقت ڈراتے تھے کہ اسے گھر لے جاؤ۔ یہ مر جائے گا۔ وہ یونہی بکتے تھے۔ میرا رب تو مجھے اب حج اور زیارت کو لے جا رہا ہے۔ زندگی اور موت اللہ کے اختیار میں ہے۔ بندے کے اختیار میں نہیں ہے؟"

حاجی عطا محمد صاحب سیالکوٹی کے والد صاحب نے کہا "میں اس وقت تمہارے پیر صاحب سے بیعت ہوں گا جب مجھے ثابت ہو

پس پشت درو شریف

وقت تمہارے پیر صاحب سے بیعت ہوں گا جب مجھے ثابت ہو

جائے کہ وہ کامل ولی اللہ ہیں۔ وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے تو آپ کی پشت پر کھڑے ہو کر آہستہ آہستہ درود شریف پڑھنے لگے۔ حضور نے فوراً فرمایا ”بابا جی! میرے سامنے آ جاؤ۔ پیچھے کھڑے ہو کر درود شریف نہیں پڑھا کرتے۔“ یہ کشف دیکھ کر وہ اسی وقت داخل ہو گئے۔

کشمیر کے سفر میں ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ دھواڑے میں تالین بچھا کر آرام فرما رہے تھے اتنے میں تیس پالیس سا دھوڑے

### سادھوؤں کے دل کی بات

جو وہاں کہیں قریب ہی رہتے تھے سلام کے لئے آئے۔ اور دریافت کیا ”گورو مہاراج کا گھر کہاں ہے؟“ آپ نے فرمایا ”اُجڑ گیاں دا ڈیرا کیرا ای“ فقیروں کے بھی کہیں گھر ہوتے ہیں۔ جہاں رات آئی بسر کر لی۔ صبح روشیں بہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست“ یہی ان کے دل کی بات تھی۔ سوال سے ان کا مقصد ہی کیفیت جاننا تھا۔ آپ کے جواب سے وہ اتنے متاثر ہوئے کہ اچھلنے کو نہ لگے۔ اور آپ کے قدموں کو ہاتھ لگا کر کہا کہ ”یہ ہے سچ کا گورو۔“

حاجی عبدالرحمان صاحب لایپوروی بیان کرتے تھے کہ مسجد شہید گنج کے ہنگامے ۱۹۳۵ء کے دوران حضرت

### مسجد شہید گنج کی بابت ارشاد

قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ”اب تو ایک چار پانی کی جگہ بھی نہیں دیتے۔ انشاء اللہ حکومت وے کر رہیں گے۔“ ارشاد ہوا کہ ”انگریز اور سکھ کا گٹھ جوڑ ہے۔ یہ دونوں یہاں نہیں رہیں گے۔“ اس وقت کسی کو گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ ایسا ممکن ہو گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضور کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ ہمکے سامنے پورے کر دیے۔

تحریک خلافت کے زمانے میں جب ہجرت کی تحریک چلی ہے تو حضور

### ہجرت کی مخالفت

قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ڈنکے کی چوٹ اعلان فرمایا کہ ”کوئی مسلمان ہجرت نہ کرے۔ مسلمانوں کے لئے یہ ہجرت سخت نقصان دہ ثابت ہوگی۔“ بہت لوگ آپ کا فرمان من کر رک گئے۔ جو لوگ ہجرت کے ارادے سے ملک سے باہر گئے، ان کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں حکومت نے ان کے مکانات اور زمینیں ضبط کر لیں۔ اور مصائب سفر سے کتنے ہلاک ہو گئے، کتنے بے وطن رہے اور کتنے ہی خانماں برباد ہوئے۔

مرزا غلام احمد کی موت کی پیش گوئی | ”رد مزاسیت“ کے باب میں ذکر ہو چکا ہے کہ کس

طرح آپ نے لاہور کے جلسہ عام میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مباہلہ کی دعوت دی۔ اور ہم ۲ گھنٹے کی مہلت دے کر اس کے لئے اذیت ناک موت کی پیشگوئی فرمائی۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ اگلے دن ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا غلام احمد قادیانی سخت کرب کے عالم میں موت سے ہم کنار ہوا۔ عبدالکریم سیالکوٹی مرزا کا خاص چلیہ تھا۔ اس سے قبل اسکی موت کی بھی آپ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ اور وہ بھی وقت معینہ پر کیفر کردار کو پہنچا تھا۔ جھوٹے نبی اور اس کے افترا پر واہیلے دونوں کی موت کی کیفیت رہتی دنیا تک صفحہ تاریخ پر ثبت رہے گی۔

**نظام دکن کی اعانت** میر عثمان علی خان نظام دکن کی جب دائرے کے حضور میں شکایت کی گئی تو آپ نے ان کو راہ بتائی اور فرما دیا کہ کوئی تمہارا بال بھی بیگانہ کر سکے گا۔ چنانچہ دشمن ناکام اور نظام دکن سرخرو ہوئے۔ اس کی تفصیل دکن میں تبلیغ کے سلسلے میں بیان کی جا چکی ہے۔

**اولاد کی پیشگوئی** ضلع سرگودھا چک نمبر ۹ والے چوہدری مہر داد صاحب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جموں حاضر ہوئے۔ آپ جلسے میں وعظ فرما رہے تھے۔ دوران وعظ آپ نے چوہدری صاحب سے دریافت کیا "آپ کے کتنے بچے ہیں" انھوں نے کہا "کوئی بھی نہیں" آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا "دعا کرو۔ اللہ ان کو بچھڑے" انھوں نے عرض کیا "حضور صرف ایک لڑکا" فرمایا "نہیں۔ پانچ" ان کے پانچوں لڑکے اب بھی بصیرت حیات ہیں۔

**مقدمہ سے براوت** انہی چوہدری صاحب کے خلاف دشمنوں نے ایک قتل کا مقدمہ بنا دیا تھا۔ بہت پریشان تھے۔ انھوں نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا "گھبراؤ مت۔ سب بری ہو جائیں گے" مقدمہ میں کئی ایسے موڑ آئے کہ بہت زیادہ گھبرا گئے۔ اور دوڑ دوڑ کر دربار شریف حاضر ہوئے۔ آپ نے ہر دفعہ ہی فرمایا۔ "کوئی فکر مت کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کو بری کریں گے" چنانچہ خدا کے فضل سے سارے ملزم بری ہو گئے۔ ایک عورت تھی لیلیٰ حسین پوری۔ آپ نے اس کے شوہر کو پہلے کسی نہیں فراسٹ مومن دیکھا تھا۔ وہ پہلی دفعہ آیا تو آپ نے بدن تعارف اس سے کہا "تم لیلیٰ حسین

پوری کے شوہر ہو۔“ اور سارے حالات و واقعات دہرا دیے۔ وہ حیران کہ آپ نے مجھے کیسے پہچانا اور آپ کو کیوں کر ان سب تفصیلات کا علم ہوا۔ حافظ محمد شفیع صاحب انسپٹر پولیس لائل پور کی آپ نے بسم اللہ پڑھائی تھی۔ وہ پینتیس سال بعد حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے ساری تفصیلات بتادیں۔ اس کا ذکر ”فراست مومن“ کے باب میں آچکا ہے۔

مولوی غلام احمد صاحب بیان کرتے تھے کہ حافظ خلیل الرحمان صاحب حاضر ہوئے، تو حضرت کے پاس سیب رکھے ہوئے تھے۔ انھوں نے سوچا دیکھیں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے سیب عطا کرتے ہیں یا نہیں۔ حضور نے ان کے دل کا خیال جان کر ان کو سیب کھلائے۔ وہ بے حد معتقد ہو گئے، داخل سلسلہ ہوئے، اور ہر سال عرس شریف کی شرکت کیلئے علی پور سیدال آتے رہے۔

حیدر آباد دکن کے مولوی خیر المبین صاحب کا انتقال ہوا ہے تو حضور بمبئی میں قیام فرمائے۔

مولوی خیر المبین صاحب کے جنازے میں شرکت

آپ اچانک بمبئی سے دانہ ہو کر حیدر آباد تشریف لائے۔ تو مولوی خیر المبین صاحب وفات پا چکے تھے۔ ان کی وصیت تھی کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نماز جنازہ پڑھائیں۔ ورنہ حیران تھے کہ حضرت تو بمبئی میں ہیں، کیا ہوگا، جب حضور اچانک وارد ہو گئے تو ان کو اطمینان ہوا۔ آپ نے نماز پڑھائی اور دفن میں شمولیت کی۔

حافظ غلام حسن صاحب کا ذکر کر چکا ہوں ان کے دل میں یہ شیطانی خیال جم گیا تھا کہ قرآن مجید اللہ کا کلام نہیں ہے۔ جب وہ علی پور شریف پہنچے

حافظ غلام حسن کو تنبیہ

تو حضور نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ بھی شامل ہو گئے۔ حضور نے سلام پھیر کے فرمایا ”جس کے دل میں یہ خیال آئے کہ قرآن شریف اللہ کا کلام نہیں وہ کافر ہو جاتا ہے“ حافظ صاحب نے عرض کیا ”مجھے ایسا خیال آتا ہے“ آپ نے فرمایا ”اب نہیں آئے گا۔“

مقدمات کے دوران اکثر یاران طرقت کو فیصلہ سے آگاہ فرمادیا کرتے تھے۔ اور جیسا آپ فرماتے اسی کے مطابق حاکم کا فیصلہ ہوتا تھا۔ کئی پیر بھائیوں نے ایسے واقعات سنائے ہیں۔ بھائی ذاکر علی صاحب رہتلی خلیفہ مجاز اور غلام مصطفیٰ صاحب رہتلی کو پہلے سے ان کے مقدمات کے نتائج بتا دیے تھے۔ چنانچہ اسی کے حرف بجزن مطابق فیصلے ان کے حق میں ہوئے۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور ان کے داماد کے واقعات بیان ہو چکے ہیں کہ کیسے



ان کو اپنی حیات میں اور وفات کے بعد ہدایت فرمائی۔ اور ان کے بگڑے کام بنائے۔ اسی طرح محمد سلیم صاحب کی غلطی پر محمد یعقوب کے ذریعے خواب میں ہدایت فرمائی تاکہ وہ چار پائی پر نماز پڑھنے کی غلطی ترک کر دیں۔ اس کی تفصیل بھی پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ پولیس افسر شیر احمد خان اور قصور والے پیر بھائی کا حال بھی پہلے آچکا ہے کہ کیسے آپ نے مدت مدید کے بعد ان کے سارے حالات بتا دیے۔ غرض ایسے بے شمار واقعات ہیں جو یارانِ طریقت وقتاً فوقتاً بیان کرتے رہے ہیں۔

ماسٹر غلام محمد صاحب کے لڑکے غلام رسول صوبیدار نے بیان کیا کہ دو میں کشمیر میں جہاد کو گیا، تو حضرت ہر وقت جہاد میں

جہاد کشمیر میں دست گیری

میری اعانت فرماتے رہے میں جہاں جاتا اور جدھر نظر کرتا حضرت کو ساتھ پاتا۔ آپ جیسے حکم دیتے، اس کے مطابق قتال کرتا۔ میں نے بیک وقت شیخ کے حکم کی تعمیل اور جہاد دونوں کا ثواب حاصل کیا۔ اور کامل طور پر محفوظ رہا۔

بہت سے یارانِ طریقت اولاد کی خواہش لے کر حاضر خدمت اولاد کی خوشخبری

ہوتے۔ آپ ان کو اولاد کی خوشخبری سناتے۔ اکثر لڑکا یا لڑکی پیدا ہونے کی خبر دیتے اور حکم دیتے کہ یہ نام رکھنا۔ حکیم قمر احمد صاحب اکبر آبادی کو سپرانہ سالی میں لڑکے کی مبارک باودی اور نور محمد رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ انھوں نے حکم عالی کے مطابق یہی نام رکھا۔ نور محمد ایم اے بی ایڈ کراچی میں برسرِ روزگار اور جوان صالح ہیں بستری محمد یوسف کو ہائی کی والدہ کو تین سال قبل لڑکے کی خوشخبری سنائی اور ہدایت کی کہ محمد افضل نام رکھنا۔

قاضی محمد افضل صاحب کو ہائی نے بیان کیا کہ دعائے صحت نہیں دے مہفرت

”ہمیش گل صاحب پیر بھائی بیمار تھے۔ حضور سچوہ شریف عرس مبارک میں تشریف لے گئے تھے۔ میں بھی حاضر تھا۔ میں نے ہمیش گل صاحب کی صحت کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا ”نہیں۔ مغفرت کی دعا کرو۔“ میں کو ہاٹ واپس آیا تو معلوم ہوا کہ ان کا انتقال اسی دن ہوا تھا جب حضور نے مغفرت کی دعا فرمائی تھی۔ میری صحت کی پیش گوئی ۱۹۲۰ء میں بندہ اس قدر سخت بیمار ہو گیا تھا کہ حکیموں اور ڈاکٹروں

نے جواب دیدیا تھا۔ میں خود بھی اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔ حضرت قبلہ عالم نے میری والدہ صاحبہ محترمہ سے کہلوایا کہ ”فکر مت کرو۔ آخر کی زندگی ابھی بہت لمبی باقی ہے۔“ چنانچہ خدا کا فضل ہے کہ حضور کی دعا سے اب تک بقید حیات ہوں۔

**بھائی ذاکر علی صاحب کو زادراہ** | بھائی ذاکر علی صاحب رہنکی خلیفہ مجاز کو کشمیر کے سفر میں ان کے بار بار انکار کے باوجود، پراٹھے، سالن اور گکوٹے

عطا فرمائے۔ انھوں نے اس توشے کو مجبوراً تحصیل ارشاد میں ساتھ لے لیا۔ راستے میں خلافت توح رات کو رکتا پڑا۔ دور دور کھانے کی کوئی چیز میسر نہ تھی۔ معلوم ہوا حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے بافراط ماکولات ساتھ کر دیے تھے۔

**مولوی قطب الدین صاحب کو زادراہ** | مولوی قطب الدین صاحب مدینہ منورہ سے روانہ ہونے والے تھے۔ اجازت کے لئے حاضر خدمت

ہونے تو ان سے فرمایا ”ابھی ٹھیرو۔ فکر مت کرو۔ ابھی لاری نہیں جائے گی۔“ وہ کہتے رہے کہ آدمی پر آدمی تقاضے کے لئے آرہا ہے۔ اجازت مرحمت فرمائیے۔ مگر آپ نے ارشاد فرمایا ”انہیں بکنے دو۔ لاری ابھی نہیں جائے گی۔ کھانا اور تر بوز لے لو پھر جانا۔“ وہ مجبور ہو گئے۔ کھانا تیار ہونے میں دیر لگی۔ یکے بعد دیگرے آدمی بلانے کے لئے آتے رہے مگر حضور نے اجازت نہ دی۔ کھانا تیار ہو گیا تو کھانا اور تر بوز ساتھ کیا اور جانے دیا۔ اس اثناء میں کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ مولوی صاحب اٹے پر پہنچے تو بھی لاری چلنے میں دیر تھی۔ شام کو لاری روانہ ہوئی مگر راستے میں خراب ہو گئی۔ ایک شبانہ لوزریگستان میں رکی رہی۔ تمام ساتھی سخت پریشان کہ دور دور آبادی نہیں، بھوک پیاس کا کیا ہوگا۔ مولوی صاحب نے دیکھا تو کھانا بافراط تھا۔ سب ساتھیوں کو کھلایا۔ اور تر بوز نے پانی کی جگہ پیاس بھائی۔ مولوی صاحب سامان طعام کی بہتات کو بار سمجھتے رہے تھے، اب پتہ چلا کہ حضور کا یہ کرم شامل حال نہ ہوتا تو جان پر بن جاتی۔

**قبل از وقت جمعداری مبارکباد** | جمعدار قاسم علی خان ساکن زرگانہ ضلع رہتک جنگ عظیم کے دوران فرانس میں تھے۔ حضور نے مکتوب گرامی میں ان کو خوشخبری

لکھی کہ ”فلاں تاریخ سے جمعداری مبارک ہو“ وہ حیران ہوئے کہ نہ سان نہ گمان، یہ کیسی مبارکباد ہے۔

کچھ مدت بعد ان کو سرکاری حکم ملا کہ ”تم کو جمہداری کی آسامی پر ترقی دی گئی“ حکمنامہ دیکھا تو ترقی کی تاریخ وہی تھی جو حضور نے تحریر فرمادی تھی۔ چنانچہ گزشتہ تاریخ سے جمہداری کی تنخواہ ملنے لگی۔

بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی نے عبداللہ حسین کی مدینہ منورہ میں وقت

والدہ کے لئے عرض کیا کہ وہ حج کو جا رہی ہیں۔ ان کو داخل سلسلہ

فرمایا جائے اور صحت کی دعا فرمائی جائے۔ آپ نے دعا نہیں لیا اور یہ شعر پڑھا :

زہے نصیب جو جا کر رہیں مینے میں زہے نصیب جو جا کر مریں مینے میں

یہی ہوا۔ عبداللہ حسین کی والدہ مدینہ منورہ پہنچ کر وفات پا گئیں۔ عبداللہ حسین نے بخشی

صاحب قبیلہ سے عرض کیا ”حضور کے فرمان میں یہ حقیقت پوشیدہ تھی“

مرزا دلاور خان صاحب (ضلع مردان) سے حضور نے فرمایا

دلاور خان کے واقعات

”فکرت کرو۔ نوکری بحال رہے گی۔ مگر باہر بہت مت

پھرا کرو“ انہوں نے فرمان مبارک پر توجہ نہ کی۔ علی پور شریف سے دہلی وغیرہ کی سیر کو چلے گئے کیٹی مہینے کی سیاحت کے بعد پٹا اور واپس ہوئے، تو پتہ چلا کہ انہیں غیر حاضری کی بنا پر معطل کر دیا گیا ہے۔ اب انہیں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان یاد کیا۔ ندامت ہوئی کہ میں نے تمہیں ارشاد نہ کیا اور سیر و سیاحت کرتا پھرا۔ خیر کچھ دن کی دُور دھوپ کے بعد وہ بحال کر دیئے گئے۔ اور گزشتہ تنخواہ بھی وصول ہو گئی۔

دلاور خان صاحب اس واقعے کے سات آٹھ سال بعد علی پور سیدان حاضر ہوئے تو حضور نے دیر میں آنے کی شکایت کی۔ انہوں نے غلطی کی معافی چاہی اور وعدہ کیا کہ جلدی حاضر ہوتا رہوں گا۔ ارشاد فرمایا صبح بہ جنازہ گرنے آئی بہ مزار خواہی آمد۔ دلاور خان حیراں ہوئے کہ میں تو جلدی حاضر ہونے کا وعدہ کر رہا ہوں، اور حضور یہ مصرع پڑھ رہے ہیں۔ اجازت لیکر چلے گئے۔ اس کے بعد ایسے اتفاقات پیش آتے رہے کہ وہ پچیس سال تک علی پور شریف حاضر ہو سکے۔

اس دوران حضور نے وصال فرمایا۔ ایک اتان کو خواب میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا ”آؤ تمہاری واقفیت کرا دی ہے“ وہ بے قرار ہو گئے۔ علی پور سیدان حاضر ہوئے۔ مزار مبارک پر آکر فاتحہ پڑھی تو پرانا واقعہ اور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا پڑھا ہوا مصرع

یاد آیا۔ شہ مندر ہوئے اور بے تابی کے ساتھ زار و قطار رونے لگے۔ اور بار بار یہ مصرع دہراتے رہے۔  
مزار مبارک سے اٹھ کر حضرت سجادہ نشین اول رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنھوں نے  
ارشاد فرمایا ”دلاور صاحب! آپ اتنی دیر بعد کیوں آئے“ معافی چاہی اور تاخیر نہ کرنے کا وعدہ  
کیا۔ اب وہ جلد جلد حاضر دربار ہوتے رہتے ہیں۔

**دل کی بات** | حافظ احمد دین صاحب علی پوری نے بیان کیا کہ تین شخص حاضر خدمت ہوئے۔  
محمد حنیف، اج اور اس کے دوست تھے۔ راستے میں تینوں نے الگ الگ باتیں  
دل میں سوچیں۔ ایک دوسرے سے بھی نہ بیان کیں۔ اور خیال کیا کہ دیکھیں حضرت صاحب کو ہماری باتیں  
معلوم ہوتی ہیں کہ نہیں۔ جب حاضر خدمت ہوئے تو حضور نے تینوں کے دل کی باتیں بتادیں اور ان  
کی مرادیں پوری کر دیں۔ وہ تینوں داخل سلسلہ ہو گئے۔ اور عہد کیا کہ آئندہ کوئی خفیہ بات دل میں نہ  
آنے دیں گے۔

**زمینیں بحال رہیں** | ہماری جو زمینیں گورڈ اسپور میں تھیں، ان کے عوض ہمیں ۱۹۴۷ء کے بعد  
لال پور میں زمین ملی تھی۔ بعض مہاجرین نے سرکار میں عرضیاں گزاریں کہ یہ  
لوگ مقامی ہیں۔ ان سے زمین واپس لی جائے۔ مقدمہ شروع ہو گیا۔ حضرت سجادہ نشین اول  
سراج الملک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تفصیلات لکھ بھیجیں۔ ارشاد  
فرمایا ”یہ زمین اللہ تعالیٰ نے ہم کو دی ہے۔ وہ واپس نہیں لیا کرتے۔ فکر مت کرو۔ یہ ہمارے  
پاس ہی رہے گی، کئی برس مقدمہ چلتا رہا۔ آخر ہمارے حق میں فیصلہ ہوا۔ اور وہ زمین اب بھی خدا  
کے فضل سے ہمارے پاس ہے۔ یہاں کی فصل عرس شریف کی مہمانداری کے لئے خاص طور پر کام میں آتی ہے۔“

**خریداری زمین کے لئے روپیہ** | حاجی محمد شفیع صاحب ولد حاجی مہر حاکم دین صاحب  
رحمۃ اللہ علیہ لال پور کے اسٹیشن پر مجھ سے ملے، اور

درخواست کی کہ ”علی پور شریف پہنچ کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میرا سلام کہئے گا۔  
اور یہ کہ قرض باش زمین فروخت کرتا ہے۔ بتیس ہزار میں سودا ہو رہا ہے۔ مگر میرے پاس ایک  
پیسہ نہیں حکم فرمایا جائے کہ زمین لے لوں یا نہیں۔ اور دعا کی جائے کہ کام آسان ہو جائے“ میں  
نے حاضر ہو کر ان کا پیغام اور درخواست پیش کی۔ فرمایا ”کہو جلدی لے لیں“ میں نے عرض کیا اس

کے پاس پیسے نہیں ہیں۔“ فرمایا ”رب تعالیٰ زمین دیں گے تو رسم کا انتظام بھی فرمائیں گے۔“ میں نے لائل پور واپس آکر حاجی صاحب کو حضرت کے حکم سے آگاہ کیا۔ انھوں نے ایک ہزار روپیہ کہیں سے قرض لیا۔ اور لاہور جا کر بیعانہ لے آئے۔ کچھ دن بعد پوری رسم کا انتظام ہو گیا اور انھوں نے زمین کی سرٹھی کرائی۔ خدا کے فضل سے یہ زمین ان کے پاس ہے۔ اور انشاء اللہ ہمیشہ ان کی اولاد کے پاس رہے گی۔

زمین کو امپروومنٹ ٹرسٹ اور ریویس لائن سے بچانا | کچھ عرصہ بعد حاجی صاحب نے ایک اور مربع خریدنے کی اجازت چاہی حکم دیا خرید لو۔“

انھوں نے عرض کیا ”خطرہ ہے کہ کہیں یہ زمین امپروومنٹ ٹرسٹ میں نہ آجائے۔“ ارشاد فرمایا ”سابقہ زمین جو شہر کے اندر ہے وہ بھی نہیں آسکی، اور یہ تو بہت دور ہے۔“ حالانکہ جو ایہ تھا کہ ان کی سابقہ زمین امپروومنٹ ٹرسٹ میں آگئی تھی۔ کچھ دن معاملہ چلتا رہا۔ آخر وہ سابقہ زمین اس چکر سے آزاد ہو گئی۔ اور نئی خرید کردہ زمین بدستور محفوظ ہے۔

حاجی مہر حاکم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لائل پور والی زمین میں سے ریل نکلنے کا حکم ہو چکا تھا۔ اور ریویس کے افسر پیمائش کر رہے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا ”مہر صاحب! یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟“ انھوں نے عرض کیا ”اللہ تعالیٰ نے آپ کے صدقے میں رزق کا وسیلہ عطا کیا تھا؛ یہ اسے باقی نہیں رہنے دیتے۔ اب یہاں سے ریویس لائن گزار رہے ہیں۔“ ارشاد فرمایا ”یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی زمین ہے۔ آپ سے کون لے سکتا ہے۔ یہ دیوانے ہیں۔ آپ کی زمین میں لائن نہیں بن سکتی۔ دوسری طرف جا کر بنائیں۔“ پھر ہدایت فرمائی کہ آپ جا کر افسران بالا سے مل آئیے۔ کچھ دن بعد مہر صاحب افسروں سے ملنے گئے تو متعلق افسر نے بتایا کہ ”کئی روز ہوئے، حکم ہو گیا ہے۔ لائن آپ کی زمین کے بجائے دوسری زمین سے نکلے گی۔“ مہر صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور حضور کو مطلع کیا۔

صندھچی گم ہونے اور مل جانے کی اطلاع | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حیدرآباد دکن تشریف لے گئے تھے۔ ایک روز میرے استاد حضرت

مولوی محمد ابہاسیم صاحب صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیدال کو خواب میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے مولوی صاحب سے کہا ”مولوی جی! صاحبزادہ کوئی نہ کوئی چیز

گم کر دیتا ہے۔ یہ شکایت والد محترم حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تھی۔ صبح مولوی صاحب نے ہم لوگوں سے کہا کہ ”حضرت صاحبزادہ صاحب کی کوئی اہم چیز گم ہو گئی ہے۔“ ہم نے دریافت کیا آپ کو کیسے علم ہوا۔ مگر مولوی صاحب چپ ہو گئے۔

تھوڑی دیر میں حضرت الد صاحب قبلہ نے مولوی صاحب کو طلب فرما کر مطلع کیا کہ ”میری صندوقچی گم ہو گئی ہے۔ اس میں مدرسہ ہنگر، مسجد اور دوسرے اخراجات کا بہت روپیہ تھا۔“ سب کو حیرت ہوئی اور تلاشن و جستجو میں مصروف ہو گئے حضرت الد صاحب قبلہ بذاتِ خود چوکے تختس میں میرپور کی طرف روانہ ہو گئے۔ مگر صندوقچی کا کوئی پتہ نہ چلا۔ دو تین دن بعد دوپہر کے وقت مولوی صاحب مذکور اپنے کمرے میں آرام کر رہے تھے۔ بیدار ہوئے تو مجھے آواز دی اور بتایا کہ ”اختر! مبارک ہو۔ صندوقچی مل گئی ہے۔“ ہم سب بہت حیران ہوئے۔ مولوی صاحب سے تفصیل دریافت کرنے لگے۔ اتنے میں تارا آیا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حیدرآباد سے صندوقچی مل جانے کی مبارک باد کا تارا ارسال فرمایا تھا۔ کئی دن بعد مولوی صاحب قبلہ نے بتایا کہ ”دونوں مرتبہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں مجھ سے وہی الفاظ فرمائے تھے جو میں نے تم لوگوں کے سامنے نقل کئے تھے۔“

قفل کے چھوٹے مقدمہ سے رہائی دلانا

جھنگ والے حاجی عبدالرحمان صاحب پر قتل کا جھوٹا مقدمہ دائر ہوا اور انھیں حوالات میں بند کر دیا گیا۔

جب عرصہ بعد فیصلہ کی تاریخ قریب آئی تو خواب میں ان کو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ حضرت نے فرمایا ”تم کو لینے آئے ہیں۔ چلو۔“ پھر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جیب سے چابی نکال کر جیل کا دروازہ کھولا۔ اور دریافت فرمایا۔ ”سب آگے۔“ ایک شخص باوجود تلاش کے نہ مل سکا۔ حضور نے فرمایا ”تم سب چلو۔ اس کی قسمت۔“ حاجی صاحب اس خواب سے بہت خوش ہوئے اور انھیں اطمینان ہو گیا۔ فیصلہ ہوا تو اس ایک شخص کو سزا ہو گئی تھی اور باقی سب بری ہو گئے تھے۔

درویش امام الدین کو تہنیدہ

درویش بابا امام الدین مرحوم حضرت کے کنوئیں سے گڑ کا ٹوکرا سر پر رکھے گھر لارہے تھے۔ راستے میں نور محمد درویش

ملا۔ اس نے کہا بھائی امام الدین تھوڑا گڑ لے لوں۔ اس نے جواب دیا لے لو۔ بابا امام الدین پس

جا کر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ اسی طرح سر پر گڑ کا ٹوکرا اٹھا لے ہوئے جا رہا ہوں۔ استے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ملے اور دریافت کیا۔ ”بھائی امام الدین میں بھی گڑ لے لوں؟“ وہ جاگ گئے۔ اور توبہ کی کہ آئندہ حضرت کی چیز بلا حضور کی اجازت کے کبھی کسی کو نہیں دوں گا۔

حاجی میاں احمد صاحب کو ہٹی کا بیان ہے کہ دوسری جگت عظیم  
ضبط شد سامان کی واگذاری کے دوران ۱۹۳۲ء میں ان کے دو پارسل جن میں چاندی

کے کابلی روپے تھے پولیس نے دوسرے لوگوں کے مال کے ساتھ امرتسر کے سٹیشن پر ضبط کر لیے۔ سب نے بہت واویلا کیا مگر پولیس نے ایک نہ سنی۔ حاجی صاحب نے حضرت کی خدمت میں آکر سارا واقعہ عرض کیا۔ دریافت فرمایا ”پوری اڈاکہ یا امانت وغیرہ کا ناجائز مال تھا؟“ انھوں نے عرض کیا ”جی نہیں۔ ہمارا ذاتی جائز مال تھا“ فرمایا ”پھر کون لے سکتا ہے۔ فکر نہ کرو۔ واپس مل جائے گا“ ریلوے محسٹریٹ اور پھر سیشن جج کی عدالتوں میں مقدمہ حاجی میاں احمد صاحب کے خلاف فیصلہ ہوا۔ جن دوسرے لوگوں کا مال بھی اسی طرح ضبط ہوا تھا۔ وہ سب سخت پریشان تھے کہ اتنی بڑی رقم بلا وجہ ہاتھ سے جا رہی ہے۔ مگر حاجی صاحب بالکل مطمئن تھے کہ جب حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرما دیا ہے تو کچھ نہیں ہوگا۔ آخر ہائی کورٹ میں اپیل ہوئی۔ جسٹس منیر نے سرکاری وکیل سے باز پرس کی کہ جب روپیہ ان کا ذاتی ہے تو حکومت کو ضبطی کا کیا حق پہنچتا ہے۔ سرکاری وکیل سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آئیے بائیں شاہیں کرنے لگا۔ جج نے سختی سے دریافت کیا۔ اور تنگ آکر اگلی تاریخ دے دی۔ مگر اگلی تاریخ پر بھی سرکاری وکیل کوئی قابل لحاظ عذر پیش نہ کر سکا۔ آخر ہائی کورٹ سے حاجی صاحب اور ان کے ساتھیوں کے حق میں فیصلہ ہوا اور ان کا روپیہ واپس مل گیا۔

منجملے صاحبزادہ حضرت الحاج حافظ سید  
مقدمے کے فیصلے سے پہلے رپی ہونے کی بشارت دیدی خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر

مرزا یوں نے لاہور میں جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ عرصے تک اس کی پیروی نے سب کو بے حد پریشان رکھا۔ ”رہ مرزا بیت“ کے باب میں تفصیل آچکی ہے کہ کس طرح حضور نے قبل از فیصلہ بتا دیا تھا۔ اور دیگیں پکوانے کا حکم دے دیا تھا۔

## طالب علم کو پاس کرانا

بابو محمد اسلم ڈسکوی جب اسکول میں پڑھتے تھے تو سالانہ امتحان میں ہیڈ ماسٹر نے ان کو فیل کر دیا۔ خود منت سماجت کی، دوسروں سے

سفارشیں کروائیں مگر ہیڈ ماسٹر کسی طرح نہ مانا تھا۔ مایوسی اور پریشانی میں انھوں نے حضور کو یاد کیا۔ خواب میں آپ نے محمد اسلم کو اپنا عصا کے مبارک عطا کیا اور حکم دیا کہ دشمن کو مارو۔ انھوں نے خواب ہی میں حکم کی تعمیل کی۔ دوسرے دن نتیجہ سنانے کے وقت ہیڈ ماسٹر نے ایک ماتحت مدرس سے کہا ”میں نے سارے سفارشیوں کو رد کر دیا تھا۔ مگر اب مجبوراً محمد اسلم کو پاس کرتا ہوں۔“ محمد اسلم کے والد صاحب ہیڈ ماسٹر کے پاس شکریہ ادا کرنے گئے، تو اس نے کہا ”و آپ کے پیرو مرشد بہت کامل بزرگ ہیں۔ ورنہ میں تو اسلم کو ہرگز پاس نہ کرتا۔“

## پھانسی سے بچانا

حاجی ماسٹر کرم آہی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز کے بھتیجے سردار محمد نے ریل میں ایک سیکھ کو قتل کر دیا تھا۔ سنگین واقعہ تھا۔ مقدمہ چلا۔ ماتحت عدالتوں نے خلاف فیصلہ کیا۔ سب کو سخت تشویش اور پریشانی تھی۔ ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی مگر دوں میں سخت اضطراب تھا۔ حضور نے ماسٹر صاحب سے کہا ”کوئی فکر مت کرو۔ اس کی زندگی بہت ہے۔ پھانسی کی سزا نہیں ہوگی۔“ چنانچہ ہائی کورٹ سے موت کی سزا بدل دی گئی۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ اب تک بقید حیات ہے۔

چودھری غلام رسول صاحب سکھہ مرٹر کلاں ضلع شیخوپورہ مہاجر اعداؤں کی والدہ نے کشمیر میں عرض کیا کہ اس کے لڑکے پر قتل کا مقدمہ چل رہا ہے۔ اور شہادتیں خلاف گزری ہیں۔ آپ نے فرمایا ”جامانی! اللہ تعالیٰ نے تیرے لڑکے کی جان بخشی کر دی ہے۔ اس کو پھانسی نہیں ہوگی۔“ چنانچہ خدا کے فضل سے وہ اب بھی بخیریت زندہ ہے۔

حاجی سید احمد صاحب کے خلاف فوجداری کا مقدمہ چل رہا تھا۔ شہادتیں خلاف تھیں۔ اور وکلا بھی مایوس تھے۔ فیصلہ کے دن حضور نے حاجی صاحب کو پانچ روپے عطا کئے اور فرمایا ”شام کو آتی دفعہ کچا لیتے آنا۔“ وہ خوش خوش کچہری گئے اور سب سے کہہ دیا کہ ہم آج بری ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ حضور نے پانچ روپے دیے ہیں اور حکم دیا ہے کہ شام کو کچا لیتے آنا۔ چنانچہ عدالت نے ان کو بری کر دیا۔ اور وہ شام کو کچا لے کر حاضر خدمت ہوئے۔



صاحبزادہ اہل فضل حسین صاحب کی ولادت کی پیش گوئی | ۱۹۴۲ء میں محمد خان کو خواب میں حضرت قبلہ علم  
رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا "یہ

بچہ جو میری گود میں ہے اختر حسین کا ہے" محمد خان نے سوئی پر آکر حضرت والدہ صاحبہ قبلہ کی خدمت  
میں مبارک باد کہلوایا۔ چند روز بعد میری اہلیہ کے ولادت ہوئی اور عزیزم سید اہل فضل حسین سلمہ پیدا ہوا۔  
عبداللہ صاحب ساکن پھیدہ تحصیل قصور نے بیان کیا کہ ذیلدار گوگو

دل کی بات کا جواب | میں تھا کہ حضرت سے اخل ہوں یا نہیں۔ اس نے اپنے چھوٹے بچے

کو دو روپے دے کر حضور کی خدمت میں بھیجا۔ اور نیت کی کہ اگر حضور نے بچے سے نذر لے لی تو مرید  
نہیں ہوں گا۔ اور اگر نہیں لی تو مرید ہو جاؤں گا۔ بچہ نے حسب ہدایت نذر پیش کی تو حضور نے فرمایا  
"نابالغ بچوں سے لینا روا نہیں۔ بچوں کو تو دینا چاہیے" چنانچہ آپ نے بچے کو سنگترے عطا کئے۔  
ذیلدار صاحب کو اپنے خیال کا جواب مل گیا۔ اور وہ اسی دن داخل سلسلہ ہو گئے۔

اب کے گوزگاہ بچہ پیدا نہیں ہوگا | حافظ علی اصغر صاحب سکندہ بھوجو کی والدہ نے حاضر ہو  
کر عرض کیا کہ "میرے دو لڑکے ہیں اور دونوں گونگے"

ارشاد کیا "اب کے جو ہوگا گوزگاہ نہیں ہوگا" علی اکبر پیدا ہوا تو وہ لے کر حاضر خدمت  
ہوئی۔ آپ نے بچے کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا "یہ گوزگاہ نہیں ہوگا" اس کے  
بعد جب علی اصغر پیدا ہوا تو وہ لے کر حاضر ہوئی۔ ارشاد فرمایا "اسے حافظ بنانا۔ یہ بھی  
گوزگاہ نہیں ہوگا" چنانچہ خدا کے فضل سے دونوں بالکل ٹھیک ہیں۔ اور ان کی زبان میں ذرا  
سی لکنت بھی نہیں ہے۔

چار لڑکوں کی پیش گوئی | حاجی عبدالرحمان صاحب جھنگ والے کی دو بیویاں  
تھیں جن سے لڑکیاں تو تھیں، مگر لڑکا کوئی پیدا

نہیں ہوتا تھا۔ مولوی قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حج کے موقع پر عرض کیا کہ "حضور!  
حاجی عبدالرحمان بہت مخلص یار ہے۔ اس کے لڑکا کوئی نہیں۔ دعا فرمائی جائے کہ لڑکا  
پیدا ہو"۔

پھر مولوی صاحب نے یہ قصہ سنایا کہ سیال شریف والوں نے ایک پیر بھائی کو

لکھا کہ ”بچوں کے لئے ٹوپیاں خرید لو“ اس نے لکھا کہ ”لڑکا تو کوئی نہیں کتنی ٹوپیاں خریدوں“ پیر صاحب سیال شریف نے حکم دیا ”چار“۔ رب تعالیٰ نے اُسے چار لڑکے عطا فرمائے۔

حضرت قبیلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”دُعایا مانگو۔ رب تعالیٰ حاجی عبدالرحمان کو اولاد عطا فرمائے“ چنانچہ خدا کے فضل سے ان کے بھی یکے بعد دیگرے چار لڑکے پیدا ہوئے۔ آپ نے پہلے لڑکے کا نام بھی غلام محمد مدنی اسی وقت رکھ دیا۔ حاجی عبدالرحمان کی پہلی بیوی سے مطلق اولاد نہیں ہوتی تھی، حضرت قبیلہ کے کرم اور توجہ سے اس کے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اور اس طرح ان کے کل لڑکے پانچ ہو گئے۔

ایسا ہی واقعہ حاجی سید احمد صاحب کے ساتھ پیش آیا۔ ان کے بھی کوئی لڑکا نہ تھا۔ انھوں نے خدمت والا میں عرض کیا۔ فرمایا ”رب تعالیٰ تم کو لڑکا دے گا تو اسے حفظ کرانا“ حاجی صاحب نے وعدہ کیا۔ رب تعالیٰ نے فضل کیا اور ان کو لڑکا عطا کیا۔ حاجی صاحب نے وعدہ پورا کیا اور اسے مدرسہ نقشبندیہ میں کلام مجید حفظ کرایا۔ خدا دولت دارین سے مالا مال فرمائے۔

صحبت خان صاحب کو ہائی ذکر ”یارانِ طریقت“ کے باب میں آچکا ہے۔ انھوں نے صوبیدار محمد اکبر صاحب کو ہائی کو اپنا یہ واقعہ سنایا۔ کہتے تھے کہ ”حضور ہمیشہ اپنے غلاموں کو یارانِ طریقت کہہ کر یاد فرمایا کرتے تھے۔ مگر میری خواہش تھی کہ کبھی مجھے اپنا مرید کہہ کر یاد فرمائیں“ کہتے تھے کہ ”ہر جمعرات کو بعد نماز عصر محلہ بنوریاں گڑھی موز خان متصل کوہاٹ میں حضرت حاجی پیر سید سعید شاہ صاحب خلیفہ مجاز کے مکان پر حلقہ ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں حلقہ میں شرکت کے لئے روانہ ہوا تو راستے میں کسی نے کہا کہ ”انگڑھ والے پیر صاحب جو بابا دین محمد صاحب چوراہی کے خلفا میں سے ہیں، ان کے گھر بنگو والے فقیر صاحب آئے ہوئے ہیں۔ وہ بڑے مانے ہوئے بزرگ ہیں۔ چلو اول ان کی زیارت کر لیں۔ پھر حلقہ میں چلیں گے“

”خیر ہم سب یارانِ فقیر صاحب کی خدمت میں گئے۔ سب کے ساتھ میں نے بھی دست بوسی کی۔ وہاں سے فارغ ہو کر ہم سب حلقہ میں جا کے شامل ہو گئے۔ اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ

” ایک بہت بڑا میدان ہے۔ فرشتے کچھے ہوئے ہیں۔ بڑی خلقت جمع ہے۔ سامنے مسند پر حضرت  
 قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز ہیں۔ میں دوڑ کر آگے گیا اور حضور کی دست بوسی کی۔ بڑی شفقت  
 سے فرمایا۔ ”میرے مرید ہو کر اس کے ہاتھ چومتے ہو۔“ حضور نے دتین بار یہی جملہ دہرایا۔ میں  
 نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو نظر آیا کہ منگول والے وہ فقیر صاحب دُور ایک طرف کھڑے ہوئے ہیں۔  
 اس خواب سے ایک تو میری یہ آرزو پوری ہو گئی کہ حضور نے زبان مبارک سے مجھے اپنا مرید کہہ کر  
 پکارا۔ دوسرے یہ ہدایت ہو گئی کہ ”یک درگیر و محکم بگیر۔“ چنانچہ اس کے بعد میں نے سوائے  
 صاحبزادگان والا تبار اور حضور کے کبھی اور کسی کے ہاتھ نہیں چومے۔“  
 غرض اس طرح کے ہزاروں واقعات ہیں۔



## کرامات

کرامت کا برحق ہونا | انبیاء کرام کے معجزے اور اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں۔ قرآن  
 شریف اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے۔ معجزہ نبی کی نبوت پر اور کرامت ولی کی ولایت پر  
 دال ہوتے ہیں۔ عقاید نسفی میں ہے کرامات الاولیاء حق ”ترجمہ اولیاء اللہ کی کرامتیں سچ

ہوتی ہیں۔“

کرامت اور معجزہ کے معنی یہ ہیں کہ عقل ان کی فہم سے قاصر ہو۔ عادت کسی کام کا اس طرح وقوع پذیر ہونا روانہ رکھتی ہو۔ خرق عادت کے یہی معنی ہیں۔ خرق عادت ہی کا دوسرا نام کرامت ہے۔ کرامت کا واسطہ ذات رب العزت سے ہوتا ہے، ولی اللہ کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ اسی لئے کرامت ہمیشہ حق ہوتی ہے۔

استدراج کا کرامت سے التباس ہو جاتا ہے۔ استدراج کافر اور فاسق سے بھی سرزد ہوتا ہے مگر کرامت کے لئے ایمان کامل اور صفائے باطن لازم شرط ہے۔ بعض نا سمجھ لوگ کہتے ہیں کہ جب تک عقل قبول نہ کرے کیسے مانا جائے۔ میں کہتا ہوں کرامت نام ہی ہے خرق عادت کا، عقل اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اگر سمجھ اور فہم میں آجائے اور مقابل کو عاجز نہ کرے تو وہ کرامت ہی نہیں۔

قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بہت سے معجزات بیان ہوئے ہیں جو سب حق ہیں اور ان پر سب مسلمانوں کا ایمان ہے۔ اسی طرح صحیح احادیث اور مستند روایات میں اولیاء اللہ کے خوارق عادات اور کرامات مذکور ہیں۔ جن پر ہر اسخ العقیدہ مسلمان اعتقاد رکھتا ہے بعض بے علم یا نا سمجھ لوگوں نے ایسی جو روایات بزرگان دین سے منسوب کی ہیں جو خلاف شریعت ہیں۔ وہ یقیناً غلط ہیں۔ ان کو کرامات میں شمار کرنا کسی طرح روا نہیں۔ شریعت اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی کسوٹی ہے، اس سے ولی اللہ تو درکنار، کوئی صاحب ایمان بھی انحراف نہیں کر سکتا۔

حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ ولی کامل اور صاحب تصرف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ نے بڑی طویل عمر پائی۔ اور آپ کا فیض یار و امصار میں دور دور تک پھیلا۔ آپ کے مریدین و معتقدین کی تعداد بھی بے شمار ہے۔

ساری عمر ہمہ وقت تبلیغ و ارشاد | یوں تو آپ کی حیات مبارک اور معمولات روزمرہ خود کرامت پر مختصر نظر ڈال چکے ہیں۔ آپ بارہ مہینے تیس دن چوبیس گھنٹے برابر تبلیغ و ارشاد اور مسائل شرعیہ تباہی میں مصروف رہتے تھے۔ عمر مبارک کے نصف آخر کا بالخصوص خیال کیجئے۔ آپ بے پتے منحنی ہمیشہ

کے تھے۔ اس حصہ عمر میں بیماریوں اور مشقتوں ریافتوں نے اور زیادہ ضعیف کر دیا تھا۔ پھر بھی ایسی حالت میں تقریباً پچاس سال سے زیادہ مدت انہی مشغولیتوں میں صرف فرمائی۔ سب کا مشاہدہ ہے کہ رات کو چند گھنٹے بھی آرام نہ فرماتے تھے۔ اور مسلسل منہ سنانے، تبلیغ فرمانے اور راہ راست کی تلقین میں مصروف رہتے تھے۔ کیا مداومت و مزاولت عادت مستمرہ سے مافوق نہیں ہے؟ تو پھر اسے کیوں نہ کرامت سمجھا جائے؟

(۲) حضور نے اکثر و بیشتر ہزاروں کے مجمع سے خطاب فرمایا ہے۔ اکثر حاضرین کی تعداد پچاس پچاس ہزار

عظیم الشان اجتماعات میں آواز کا سنا جانا

تک پہنچ جاتی تھی۔ مالابار، حیدرآباد، میسور، مدراس، لائل پور، لاہور کے جلسوں کے دیکھنے والے اب بھی بقیہ حیات ہیں۔ بتاتے ہیں کہ حد نظر تک آدمی ہی آدمی ہوتے تھے۔ ان عظیم الشان اجتماعات میں آپ نے گھنٹوں تقریریں کی ہیں۔ آپ کی آواز معمول سے بھی زیادہ پست تھی۔ مگر ان اجتماعات میں ہر شخص آپ کی آواز سنتا اور آپ کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہوتا تھا۔ یہ روشن کرامت نہیں تو اور کیا ہے؟

(۳) رمضان المبارک میں ترویج میں آپ کا مدت العمر کلام مجید سنانا بھی کرامت سے کم نہیں۔ عالم شباب سے زمانہ ضعیفی

مدت العمر شبینہ سنانا

تک یہ معمول جاری رہا۔ اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ حیات میں آپ سب تاریخ تک ان کو قرآن پاک سناتے تھے۔ پھر اکیس تاریخ کو علی پور سیداں کی مسجد میں اپنے والد صاحب کو شبینہ سناتے تھے۔ اس کے بعد کے دنوں میں اکثر ایسا ہوتا کہ دن بھر سفر، روزہ اور مواعظ حسنہ اور ہر رات ہر مٹھے شہر میں صرف دو رکعت میں شبینہ سنانا۔ سیالکوٹ میں پہلی رات گزرتی تو لاہور، قصور، فیروز پور، جالندھر ہوتے ہوئے دہلی تک اسی معمول کے مطابق قرآن پاک سناتے رہتے۔ اور یہ معمول ضعیف العمری تک جاری رہا۔ کیا یہ کرامت نہیں؟

پہلے حاجی محمد حسین صاحب سیالکوٹی کا بیان آچکا ہے کہ انھوں نے دہلی کی فتح پوری

مسجد میں حضور سے شبینہ سننا۔ دہلی کی یہ مسجد بہت وسیع و عریض ہے جس میں بیک وقت سات

آٹھ ہزار آدمی سما جاتے ہیں۔ حاجی صاحب کا بیان ہے کہ آخری صف تک ہر شخص آپ کی

آواز بخوبی سن رہا تھا۔ یہی حال اکثر دوسرے مقامات پر بھی لوگوں کے مشاہدے میں آیا ہے۔

۱۴) حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جو دو سخا کا کچھ تذکرہ آچکا ہے۔ عام مشاہدہ یہی ہے کہ آپ کے پاس کوئی پیسہ نہ ہوتا تھا۔ مگر اخراجات و عطیات

اور سخاوت کا ایک بے پایاں سمندر ہے کہ جاری ہے۔ پورے سفر مقدس میں مہمان داری جس دریا دلی اور سیر شہمی سے جاری رہتی اس کے لئے شاہی خزانے بھی کافی نہیں ہو سکتے، مگر درویش کی مسند برابر مہتمل رہتی رہی۔ اور مرد مؤمن کی کرامت کا نمونہ دکھاتی رہی بسند کے نیچے سے نکال نکال کر سائلوں کی حاجت روائی فرماتے رہتے۔

مسجد نور اور دوسری تعمیرات کے سلسلے میں آگے تفصیل آئے گی کہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کس سیرت سے ان مصارف خیر میں خرچ کرتے تھے۔ مسجد نور کی لکڑی کی خریداری کے لئے آپ سیالکوٹ گئے تو بنیے سے دس روپے قرض لینے پڑے تھے۔ ایک جتہ پاس نہ تھا۔ مگر نہ صرف یہ کہ بہترین لکڑی خریدی مانی۔ بلکہ سنگ مرمر اور دوسرے قیمتی پتھر بھی خریدے جاتے رہے۔ کاریگروں کی تنخواہیں اور جملہ اخراجات بھی انجام پاتے رہے۔ صنعت کار، نقاش، اور دوسرے کاریگر دور دور سے بلائے گئے اور مسجد نور زیادہ سے زیادہ مزین و منور ہوتی چلی گئی۔ قالین، جامناز، پرے کیسے کیسے قیمتی خریدے گئے۔ زاویہ گزیں اور متوکل علی اللہ مرد درویش نے آخر وہ تعمیر یادگار چھوڑی جس کے پاسنگ بنانا بھی آج کے بادشاہوں کے بس کی بات نہیں۔ یہ سب کرامت نہیں تو اور کیا ہے؟

کتنے ہی مہمان ہوں کھانے کا بیج جانا | ۱۵) سفر و حضر میں مہمانوں کی خاطر و مدارات بہترین کھانوں سے ہمیشہ کی جانی رہی۔ پہلے ایسے واقعات بیان میں آ

چکے ہیں جب خادم نے عرض کیا کہ راشن اور سامان خوراک اختتام پر ہے۔ مگر حضور نے خوان لیجا میں فرق نہ آنے دیا۔ اور آپ کے تصرف اور خدا کے فضل و کرم سے کبھی کمی نہ ہونے پائی۔ اور سینکڑوں ہزاروں اشخاص ایک وقت میں شکم سیر ہو کر اچھی اور لذیذ غذا نہیں کھاتے رہے۔

ہم بلکہ چکے ہیں کہ حضرت کے اپنے کھانے کے لئے آپ کے خادم خاص تھوڑا سا خشک، مرغی کا شوربا اور پھل کا علیحدہ پکایا کرتے تھے۔ مگر سب کا مشاہدہ ہے کہ آپ ہمیشہ تمام حاضرین وقت کو کھانے میں شرکت کی دعوت دیتے تھے۔ اپنے گھر کے تو آپ مالک تھے۔ کھانے میں کبھی کمی تو کیا آتی، ہمیشہ بچتا ہی رہا۔ مگر لطف اس وقت آتا تھا جب کوئی اور شخص آپ

کی دعوت کرتا تھا۔ سب کو معلوم تھا کہ حضور کے ہمراہ جو خلقت ہوگی اس کا پہلے سے صحیح اندازہ کرنا ممکن نہیں۔ قیاس سے جو کھانا تیار کرایا جاتا، بسا اوقات یہ ہوتا کہ مہمانوں کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہو گئی ہے۔ ایسے مواقع پر ہمیشہ یہ ہوا ہے کہ حضور نے اپنا کوئی کپڑا دے کر فرمایا کہ اسے کھانے پر ڈال دو۔ اور بغیر کپڑا اٹھائے کھانا نکال نکال کے کھلاتے جاؤ۔ سب کا مشاہدہ ہے کہ اس طرح یہ کھانا گھنٹوں مہمانوں کو کھلایا جاتا، سینکڑوں درہزاروں شکم سیر ہو کر اٹھ جاتے اور کھانا بچا رہتا۔ یہی تو کرامت کا کرشمہ ہے!!

(۶) چک نمبر ۲۲۳ لایل پور کے حاجی مہر حاکم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی مرتبہ حضور کی دعوت کی۔ انہیں یہ تو اندازہ تھا کہ حضور کے ہمراہ کچھ زیادہ ہی آدمی آتے ہیں۔ مگر اس دن تو حد ہو گئی۔ اتنی زیادہ خلقت آئی کہ کھانا عشر عشر کے لئے بھی پورا نہ پڑتا۔ چھال خانوانہ سے ان کے گھر تک آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ سخت پریشان ہوئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پر تو ہر چیز روشن تھی۔ آپ نے گھر میں داخل ہوتے ہی فرمایا ”مہر صاحب! میری یہ چادر کھانے پر ڈال دو۔ اور سب کو کھلانا شروع کر دو۔ میں بعد میں کھاؤں گا“ جب سب کھا چکے تو آپ نے حکم دیا آواز دو کہ جس نے نہیں کھایا آئے اور کھانا کھالے۔ اس کے بعد فرمایا ”میرے لئے کھانا لاؤ۔ خمیری روٹی لانا“ مہر صاحب نے عرض کیا ”خمیری روٹی تو نہیں پکائی ہے“۔ آپ نے فرمایا ”چادر کے نیچے سے نکال لاؤ“ دیکھا تو خمیری روٹیاں موجود تھیں۔ پیش کی گئیں۔ تناول فرما چکے تو ارشاد کیا ”مہر صاحب! ہر شخص اپنے مقدر کا کھاتا ہے۔ اور آپ کے گھر میں رحمت و برکت چھوڑ جاتا ہے“

(۷) موضع مہیس کے نور محمد صاحب حجام اور غریب پیر کھائی تھے۔ انہوں نے جمعہ کی دعوت قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے

ارشاد فرمایا کہ ”جمعہ کے علاوہ کوئی دن رکھو۔ جمعہ کو بہت خلقت ہوگی۔ تم غریب آدمی ہو۔ تم کو تکلیف ہوگی“ نور محمد کو معلوم تھا کہ کھانے کے وقت بے اندازہ مخلوق جمع ہو جاتی ہے، مگر حضور کے تصرف سے کھانا پھر بھی پورا پڑتا ہے، بلکہ بچ جاتا ہے۔ انہوں نے اصرار کر کے جمعہ ہی منظور کروا لیا۔ تاکہ زیادہ ثواب حاصل ہو۔

جموعہ کو گرد و نواح سے نماز کے لئے خلقت آمنت آئی جس طرف نظر اٹھاؤ آدمی ہی آدمی نظر آتا تھا کھانے کے لئے حسب دستور صلائے عام تھی بھنور نے ارشاد فرمایا ”میری چادر لے جا کر کھانے پر ڈال دو۔ اور کھلانا شروع کر دو“ جموعہ کی نماز سے قبل اور پھر بعد میں شام تک کھانے کا سلسلہ جاری رہا۔ سب نے پیٹ بھر کر کھایا اور حسب دستور پھر بھی بہت سانچ رہا۔ گاؤں کے لوگ اب تک کہتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہر دعوت میں بے انداز مخلوق جمع ہو جایا کرتی ہے۔ مگر نور محمد صاحب کے گھر تو اور بھی بے حساب خلقت جمع ہو گئی تھی۔ اتنا کم کھانا اور اتنی زیادہ مخلوق کھانے والی۔ اور پھر سب کم سیر ہو کر گئے۔ یہ بات عقل سے اور اور ہے کہ نہیں؟ اسی کا نام کرامت ہے۔

مرید کیلئے مسلمان کا لپکایا ہوا کھانا مہیا فرمانا (۸) صوبیدار خوشی محمد صاحب نے اپنا یہ واقعہ علی پور شریف میں جلسہ عام میں بیان کیا کہتے

تھے ”۱۹۱۴ء میں میٹرک کا امتحان دے کر میں اپنے چچا زاد بھائی ڈاکٹر محمد فاضل صاحب کے پاس کالکا چلا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کا معمول تھا کہ ایک دن ڈیوٹی پر شملہ جاتے تھے اور دوسرے دن لوٹ آتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے بھی ہمراہ لے گئے۔ برٹوگ کا اسٹیشن آدھے راستے پر ہے۔ دوپہر کا کھانا اس اسٹیشن پر کھایا۔ مگر پیٹ نہ بھرا۔ رات ہم نے اسٹیشن پر سینڈ کلاس کے ایک ڈبے میں گزار دی۔ شام کے بعد ایک آدمی کھانا لایا۔ میں نے دیکھا تو وہ ہندو تھا۔ میں نے بھائی صاحب سے کہا ”میں ہندو کا کھانا نہیں کھاتا۔ آپ روارکتے ہیں تو کھالیجئے“ ان کو افسوس ہوا۔ کہنے لگے ”مجھے یاد نہیں رہا ورنہ کسی مسلمان دوست سے کہہ دیتا۔ اب کیا کرو گے۔ یہاں تو جنگل ہی جنگل ہے۔ کچھ کھانے کو نہیں ملتا“ میں نے جواب دیا ”کوئی ہرج نہیں مسلمان کو روزے کی عادت ہوتی ہے۔ یوں بھی رات گزر جائے گی“

یہ کہہ کر میں نماز عشاء ادا کرنے لگا۔ میری نماز کے دوران ایک مسلمان آیا اور بھائی صاحب کو کھانے لے گیا۔ میں نے سلام پھیرا اور یہ بات معلوم ہوئی تو میں نے کہا ”یہ کھانا میرے لئے آیا ہے۔ اس میں آپ کا حصہ نہیں“ بھائی صاحب کہنے لگے ”بھائی تیرا

ایمان بڑا پکلا ہے۔ تیرے لئے عنیب سے سامان ہو گیا“ میں نے نماز سے فارغ ہو کر سیر ہو کے کھانا کھایا۔ اس وقت تو خیال نہ آیا۔ مگر بعد میں سمجھ میں آیا کہ یہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف تھا کہ اس دیرانہ میں حلال کھانا میرے لئے بھیج دیا۔



تین وقت بھوکے کو غیر آباد جگہ میں کھانا پہنچوانا ۹۱ صوبیدار خوشی محمد صاحب مرحوم نے اسی جلسہ میں اپنا دوسرا واقعہ یہ بیان کیا کہ "غالباً"

جنوری ۱۹۲۱ء کا زمانہ تھا۔ ہماری ملٹن کوہاٹ میں تعینات تھی۔ مجھے حکم ملا کہ باہر جانے کے لئے اپنی کمپنی تیار کرو۔ چنانچہ دو گھنٹے کے اندر ہم تیار ہو کر لاریوں پر سوار ہو گئے۔ اور کوہاٹ سے بیس میل دور موضع لاجی پہنچ گئے۔ تمام سامان اور سواریاں وہاں چھوڑ کر اسلحے سے صرف ایک برساتی لئے پیدل روانہ ہو گئے۔ چلتے چلتے شام ہو گئی۔ بادل چھائے ہوئے تھے۔ کبھی کبھی بوندیں بھی برساتی تھیں۔ پہاڑوں کی اومی میں ٹھہرنے کا حکم ملا۔ ہم ایک ڈاکو پارٹی کو گھیرے میں لینے کے لئے بھجے گئے تھے۔ اس لئے مکمل طور پر خاموش رکھنے کا حکم تھا۔ سگرت تک جلانے کی اجازت نہ تھی۔

ہم نے چاروں طرف سپردا مقرر کر دیے تھے۔ پوری خاموشی تھی۔ سنگینوں پر ساتیاں تان کر وقت گزار رہے تھے۔ مگر بھوک کے مارے برا حال تھا۔ تیسرا وقت ہو گیا تھا کہ نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ نہ کوئی سامان نہ انتظام حکم حاکم مرگ مفاعیات والا معاملہ تھا۔ فوجی ڈیوٹیوں میں اکثر ایسا وقت آجاتا ہے۔ اور ہم فوجی سدا اس کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ بھوک پھر بھی کچھ نہیں دیکھتی سوچتی۔ پیٹ کو لگی ہو تو جان جنجال میں پھنس جاتی ہے۔

راتنے میں سپردا کرنے آ کر مجھے اطلاع دی کہ ایک بوڑھا بیچان آپ کو بلارہا ہے۔ میں حیران ہو گیا کہ اس سنسان مقام پر رات کے وقت اور ایسی رازداری کی حالت میں کہ آواز تک نکلنے کی اجازت نہیں ہے، کون آگیا، کیسے یہاں تک پہنچا، اسے کیا معلوم کہ میں کہاں ہوں خیر میں باہر نکلا۔ اور اس نو وارے سلام علیک کی۔ اس نے پوچھا کہ تمہارا نام خوشی محمد ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ تو اس نے کہا "تمہارے پیر صاحب نے ہمارے پیر صاحب کو بولا۔ اور ہمارے پیر صاحب نے مجھ کو حکم دیا کہ "جاؤ، خوشی محمد سے وقت سے بھوکا ہے۔ اس لئے روٹی لے جاؤ" چنانچہ اس نے دو عدد میٹھی روٹیاں جن میں سے ہر روٹی چار چار سیر کی تھی، مجھے دیں۔ اور خود سلام کر کے فوراً غائب ہو گیا۔ میں نے روٹیوں کے ٹکڑے کر کے سارے ساتھیوں میں تقسیم کئے۔ ہم سب اس غیبی امداد کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر بے حد احسان مند ہوئے۔

”یہاں یہ بیان کرنا بھی دل چسپی کا موجب ہو گا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں علاقہ میسور میں تشریف رکھتے تھے۔ اپنے غلاموں پر حضور کو جو شصت تھی اور حضور کا تصرف کس قدر وسعت اور تسلط رکھتا تھا، اس کا اندازہ کرنا اس واقعے سے ممکن ہے۔“

(۱۰) اسی طرح کا ایک واقعہ صحبت خان صاحب کو ہانی فوجی ڈیوٹی پر بھوک میں امداد پر گزرا تھا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ دو پہلی جنگ عظیم کے

زمانے میں میری پلٹن ایک جگہ تعینات تھی۔ ہم لوگ مورچوں میں بیٹھے تھے۔ نہ کھانے کو کچھ ملا تھا نہ پینے کو۔ رات کا وقت اور دور دور کوئی آبادی نہیں۔ میں بھوک اور پیاس سے بے حال ہو رہا تھا۔ ایسے میں میں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا اور اعانت چاہی۔ ضعف سے میری کیفیت غشی کے قریب تھی۔

”تھوڑی دیر میں مورچہ کے باہر سے کسی نے میرا نام لے کر آواز دی۔ اور کہا ”کھانا لے لو۔“ میں حیران کہ یہاں میرا کون جاننے والا نکل آیا۔ جو میرا نام لے کر پکارتا ہے اور کھانا لایا ہے۔ میں مورچہ سے باہر آیا تو ایک شخص کھانا لے کھڑا تھا۔ میں نے سلام علیک کے بعد اس سے پوچھا ”آپ کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں۔ آپ کو کس نے میرا نام اور مورچہ کا پتہ بتایا۔“ انھوں نے کہا ”آپ کے پیر صاحب نے ہمارے پیر صاحب کو حکم دیا کہ ”میرا فلاں یا فلاں جگہ بھوک پیاس سے بڑے حال میں ہے۔ اس کو کھانا اور پانی پہنچاؤ۔“ پیر صاحب نے مجھے حکم دیا۔ اور نام اور پتہ دے کر یہاں بھیجا۔“ میں نے بہت کوشش کی کہ وہ اپنا اور اپنے پیر صاحب کا نام پتہ بتائیں۔ مگر انھوں نے جواب دیا کہ ”مجھے اور کچھ بتانے کی اجازت نہیں ہے۔“ کھانا پانی دے کر اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

”دن نکلا تو میں نے بہت پوچھ گچھ کی اور چاہا کہ کچھ پتہ چلے۔ مگر کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ یاں جنگل ہی جنگل تھا۔ دور دور کسی آبادی کا نشان نہ تھا۔ نہ کوئی یہ بتا سکا کہ آس پاس کوئی ڈرو اور بزرگ قیام فرما ہیں۔ بس حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذرہ نوازی تھی کہ ایسے آڑے وقت میں امداد فرمائی۔“

(۱۱) لواری منڈی لاہور کے شیخ عنایت اللہ صاحب نے بیان کیا کہ ”میرے مکان کا مقدمہ ہانی کورٹ میں دار تھا۔ مختلف دوستوں

اور رشتہ داروں سے میں نے مدد چاہی۔ مگر کسی نے حامی نہ بھری۔ آخر فیصلہ کا دن آ گیا۔ میں بے چارگی کے عالم میں حیران پریشان ہائی کورٹ میں کھڑا تھا۔ اور اپنی بے بسی پر سخت غمگین تھا۔ ایسے میں میں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا۔ اور مدد چاہی۔

”تھوڑی دیر کے بعد ایک اجنبی میسے پاس آئے اور دریافت کیا کہ ”تم کیوں اداس اور پریشان کھڑے ہو؟“ میں نے انہیں سارا ماجرا سنایا۔ بولے ”ٹھیکو۔ میں ابھی آتا ہوں۔“ وہ گئے اور کچھ دیر کے بعد لوٹے تو فیصلہ کی نقل ان کے ہاتھ میں تھی۔ مجھے بتایا کہ لو سارا کام تمہارے موافق طے ہو گیا ہے۔ پھر مجھے ساتھ لے کر ہوٹل میں آئے۔ چائے پلائی۔ خود پیسے ادا کئے۔ میں لاکھ دریافت کرتا رہا کہ آپ کون ہیں۔ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ کچھ نہ بتایا۔ بس اتنا کہا کہ ”تم میرے پر بھائی ہو۔ بس حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ کے صدقے میں تمہارا کام ہو گیا۔“

(۱۲) کشمیر ویری ناگ کے قریب بٹ کنڈ کے ذیلدار اکرم بٹ کی بیوی آئسہ (بانجھ) تھیں۔ آپ نے ذیلدار صاحب سے پوچھا تمہارے کتنے

لڑکے ہیں؟ انہوں نے آبدیدہ ہو کر جواب دیا ”کوئی نہیں“ فرمایا ”اللہ تعالیٰ اولاد دے گا۔ اس کی بارگاہ سے مایوس نہیں ہونا چاہئے“ انہوں نے عرض کیا ”میری بیوی آئسہ (بانجھ) ہے“ فرمایا ”اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے“ تین سال کے بعد ہم پھر کشمیر گئے۔ تو ذیلدار صاحب ایک خوبصورت تندرست لڑکے کو لئے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے طلب کیا اور فرمایا۔ ”یہ میرا بارگاہ ہے۔ اسے تین روپے دو“ پھر ذیلدار صاحب سے ارشاد کیا۔ ”او! تم کہتے تھے۔ سچے نہیں ہو سکتا۔ عورت آئسہ ہو چکی ہے۔ یاد رکھو رب تعالیٰ کی ذات پاک ہر چیز پر قادر ہے“

رانا شبیر احمد صاحب مختار عام حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ  
جتنے طمانچے اتنے لڑکے | راوی ہیں کہ موضع دوست پور میں ایک شخص نے اپنا ذاتی واقعہ

بیان کیا کہ ”حضرت گھوٹے پر سوار ہمارے گاؤں دوست پور سے گزر رہے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر گھوٹے کی باگ پکڑ لی۔ اور عرض کیا ”میرے کوئی لڑکا نہیں“ جوش سے فرمایا ”تم لوگ بہت تنگ کرتے ہو“ گھوٹے سے اتر کر میرے ایک طمانچہ زور سے رسید کیا۔ پھر دوسرا، تیسرا

اور چوتھا۔ پانچواں تمانچہ مارا تو میں گر پڑا۔ ارشاد فرمایا ”جب تک تو کھڑے کھڑے میرے تمانچے  
سہتار رہتا، رب تعالیٰ تجھے لڑکے عطا فرماتے۔ اب پانچ لڑکے ہوں گے۔ مگر پانچواں مر جائے گا۔“  
اس شخص نے رانا صاحب سے بیان کیا کہ ”جیسا حضور نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔ پانچواں لڑکا جاتا  
رہا۔ یہ چار لڑکے تندرست اور خوبصورت موجود ہیں۔ میں نے ان کو تاکید کر دی ہے کہ جب تک  
جو بھی تمہاری نسل میں زندہ رہے، علی پور شریف حاضر ہوتا رہے۔ رب العزت اپنے دوستوں  
کی بات مانتے ہیں“

سادھو بولے سہہ سبھا سادھو دا بولیا ورتھانہ جا

جس نے دم کر دیا پانی پیا۔ اس کے اولاد ہونی۔ (۱۴) درویش محمد سکنہ کا مونکے نے بیان کیا کہ ”میری  
والدہ کہتی تھیں کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی میں ربار

شریف میں حاضر تھی۔ ایک عورت نے عرض کیا کہ ”میری شادی کو بہت عرصہ ہو گیا ہے۔ کوئی اولاد  
نہیں ہوئی“ حضور نے فرمایا ”پانی کا ایک پیالہ بھر لاؤ“ وہ عورت پانی کا بڑا پیالہ بھر لائی۔  
آپ نے اس پیالہ میں سے تین گھونٹ پیے اور فرمایا ”جو عورت یہ پانی پیے گی، اللہ کے فضل  
سے صاحب اولاد ہو جائے گی“ ہم سب عورتوں نے وہ پانی پیا۔ میں نے تین گھونٹ پیے۔  
رب کے فضل و کرم سے اور میرے پیر کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے تین ہی فرزند عطا فرمائے۔  
جو زندہ ہیں اور نیک زندگی بسر کرتے ہیں“

یتیم بچوں کے معاملے میں امداد (۱۵) حاجی مہر حاکم دین صاحب جالندھری مہاجر ساکن  
صادق آباد نے بیان کیا کہ ”یتیم بچوں کا معاملہ پوری

نے دگنا لگا دیا۔ آپ نے حکم دیا ”دعوئی کر دو“ میں نے دعویٰ دائر کر دیا۔ حکم کی تاریخ پر سکھ  
تخصیلا نے کہا ”بابا! تیرے خلاف فیصلہ ہو گا۔ کیونکہ اصل معاملہ تین جگہ درج ہونا تھا۔ کہیں  
بھی درج نہیں ہے“ میں نے کہا ”میرا وکیل ڈی سی کی عدالت میں پیش ہے، اسکو آجانے دیں“  
تخصیلا نے کہا ”میں بھی ادھر ہی جا رہا ہوں“

”میں حیران پریشان برآمدے کے ستون کا سہارا لے کر بیٹھ گیا۔ دل میں خیال کیا حضور  
نے فرمایا تھا تو میں نے دعویٰ دائر کر دیا تھا۔ اب یہ کیا ہوا جا رہا ہے“ اتنے میں میری آنکھ جھپک  
گئی۔ خواب میں کیا دکھتا ہوں کہ حضرت سراج الملت صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ صاحب قبلہ تشریف لائے۔

میں نے سلام عرض کیا تو فرمایا "حضرت نے تیرے کام کے لئے بھیجا ہے" اندر عدالت کے کمرے میں تشریف لے گئے۔ مسل کے اوراق الٹ کر تین جگہ کچھ لکھا۔ اور زور سے مسل میز پر پھینک دی۔

"مسل کے میز پر پھینکنے سے آواز ہوئی تو میں چونک پڑا۔ اسی وقت تحصیلدار اور وکیل دونوں عدالت کے کمرے میں داخل ہوئے۔ میں بھی اندر چلا گیا۔ تحصیلدار نے وکیل سے کہا "کیوں جی! اصل معاملہ کہیں مسل پر لکھا ہوا ہے؟" اس نے جواب دیا "نہیں" تحصیلدار نے کہا "تو پھر بابا کے حق میں کیسے فیصلہ ہو سکتا ہے!" میں نے مداخلت کرتے ہوئے کہا "اب تینوں جگہ لکھا ہوا ہے۔"

"تحصیلدار نے مسل دیکھنے کے لئے وکیل کو دی۔ اس نے دیکھ کر کہا تینوں جگہ لکھا ہوا ہے۔ تحصیلدار نے خود مسل لیکر دیکھی تو واقعی تینوں جگہ اندراج تھا۔ اس نے ناراضگی سے ریڈر کی طرف دیکھا۔ ریڈر نے کاغذ، سیاہی، تحریر دیکھی۔ کہیں معلوم نہ ہوتا تھا کہ بعد میں کوئی تحریر بڑھائی گئی ہے۔ تحریر کی روش اور سیاہی سب یکساں تھی۔ اس نے دیکھ بھال کے کہا "مسل میں تو کوئی بعد میں کیا ہوا تغیر و تبدل نہیں۔ میرا اس میں کیا قصور ہے۔ یہاں کوئی شخص داخل نہیں ہوا جس پر شبہ کیا جاسکے"

ریڈر نے کہا "اس بابا سے دریافت کرو۔ یہ روتا ہوا باہر گیا تھا۔ اب خوش ہے اور سنس رہا ہے" تحصیلدار نے مجھ سے کہا "سچ سچ بتاؤ کہ یہ کیا بات ہے۔ ورنہ میں مقدمہ تمہارے خلاف کر دوں گا" میں نے جواب دیا "سو دفعہ کر دو۔ میں اپیل کر دوں گا" تحصیلدار نے بہت ملایمت اور نرمی سے بار بار دریافت کیا تو میں نے سارا قصہ سنا دیا۔ اس نے پوچھا "تمہارے پیر کون ہیں؟" میں نے حضور کا نام لیا۔ تو اس سبکھ تحصیلدار نے کہا "ان کی بابت تو کہتا ہے تو میں تسلیم کرتا ہوں۔ وہ بہت بڑے گرو ہیں۔ اگر تو کسی اور کا نام لیتا تو میں کبھی نہ مانتا" چنانچہ اس تحصیلدار نے میرے حق میں فیصلہ صادر کیا۔

(۱۶) حاجی خوشی محمد صاحب فیروز پوری کی عمر آٹھ نو برس کی تھی دشمنوں سے بچنے کو بچانا کہ ان کے والد حاجی جلال دین صاحب کا کوئی دشمن ان کو پکڑ

کر اپنے گھر لے گیا۔ بچے کو چار پائی پرسی سے باندھ کر لٹا دیا اور تیز دھار ٹوکے سے مارنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، اس دشمن کو ہاتھ پکڑ کے باہر نکال دیا۔

بچہ کے زخموں پر آپ نے اپنا لعابِ دہن لگایا۔ اور اندر سے کمرے کی زنجیر لگا دی۔ پولیس کو اطلاع ملی تو بچہ کو ڈھونڈتی ہوئی اس مکان اور اس کمرے تک آگئی۔ مگر اندر سے کنڈی بند تھی۔ اندر جانے کا اور کوئی راستہ نہ ملا تو دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئے۔ سب حیران تھے کہ جب بچہ (خوشی محمد) زخمی ہے اور چار پانی پر بندھا پڑا ہے تو اندر سے کواڑ کس نے بند کئے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کو ہاٹ میں تشریف رکھتے تھے۔ دوسرے دن تار آیا کہ اللہ تعالیٰ نے خوشی محمد کو دوبارہ زندگی عطا کی ہے۔ مبارک ہو، حاجی خوشی محمد صاحب اب تک بقید حیات ہیں۔ اور ان کے جسم پر زخموں کے نشان اب بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ وہ خود سارا واقعہ سناتے ہیں۔

۱۷) حافظ رحمت علی روپو چکی مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں میں بہت دن مدرس رہے ہیں۔ ان کے چچا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت

آگ نے نہیں جلایا

تھے۔ ایک دفعہ ان کے چچا کی کسی اور پیر صاحب کے مریدین سے بحث ہو گئی کہ کس کا پیر کامل ہے۔ بات بڑھی تو ان کے چچا نے کہا "اؤ امتحان کئے لیتے ہیں۔ گڑ بنانے والا کڑھاؤ نیچے اتارو۔ اور آگ جلاؤ۔ جس کو اپنے پیر کے کامل ہونے کا یقین ہو اس جلتے ہوئے کڑھاؤ میں کود جائے۔ آگ ہرگز نہیں جلا سکے گی"

چنانچہ کڑھاؤ اتارا گیا اور آگ جلا دی گئی۔ اس پانچ فٹ گہرے کڑھاؤ میں سے شعلے بلند ہونے لگے۔ حافظ رحمت علی صاحب کے چچا نے بلاپس وپیش حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تصور قائم کر کے اس کڑھاؤ میں چھلانگ لگا دی۔ اور کڑھاؤ میں سے دوسروں کو لکارا کہ دیکھو میرا پیر کامل ہے۔ آگ میرا بال بیکانہ کر سکی۔ تم کو حوصلہ ہو اور اپنے پیر پر اعتماد ہو تو آؤ تم بھی آگ میں کود پڑو۔ مگر ان کی باتیں بحث تک تھیں۔ نہ اعتقاد کامل تھا نہ یہ حوصلہ کہ آگ میں گھس جائیں۔

سچ ہے: آج بھی ہو جو براہِ سیم کا ایسا پیدا آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

(اقبال)

سفر میں سواری فراہم کرنا حاجی مہر حاکم دین صاحب صادق آبادی نے سنا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ سے لاہور تشریف لائے ہیں۔ وہ شیخوپورہ سے زیارت کے لئے لاہور حاضر ہوئے۔

یہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ حضور کسی وجہ سے تشریف نہیں لاسکے۔ انہوں نے ارادہ کر لیا کہ علی پور شریف حاضری  
 دوں گا۔ کرایہ پاس نہ تھا۔ سوچا کہ پیدل ہی حاضر ہو جاؤں گا۔ شاہد رہ سہنچے پہنچتے رات ہو گئی تو رات  
 گزارنے کے لئے اسٹیشن کے مسافر خانہ میں چلے گئے۔

رات زیادہ گزر چکی تو ایک فوجی اسپیشل ٹرین شاہد رہ اسٹیشن پر آکھری ہوئی۔ ایک شخص  
 مسافر خانہ میں آیا اور اس نے آواز لگائی کہ کوئی علی پور سیدال جانے والا ہو تو آجائے۔ مہر صاحب  
 نے سوچا نہیں معلوم یہ کس کو بلاتا ہے۔ میرے لئے تو یہ شخص اجنبی ہے۔ انہوں نے توجہ نہ کی۔ اس شخص نے پاس  
 آکر ان کا کندھا ہلایا اور پوچھا ”بابا! علی پور شریف جانا ہے؟“ مہر صاحب نے اثبات میں جواب  
 دیا۔ اس نے کہا ”تو جلدی اٹھو۔ گاڑی جاتی ہے“ مہر صاحب نے کہا میرے پاس ٹکٹ کے پیسے  
 نہیں ہیں۔ اس نے کہا ”تم کرایہ کی فنکرمٹ کرو۔ میں ذمہ دار ہوں۔“ لاکے ان کو گاڑی میں بٹھا  
 دیا اور ٹکٹ دیا۔ فوجیوں سے کہا اس بابا کو علی پور سیدال پر اتار دینا۔ مہر صاحب کہتے تھے کہ  
 فوجیوں نے مجھے علی پور شریف کے اسٹیشن پر اتار دیا۔ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو سارا واقعہ  
 بیان کیا۔ آپ نے فرمایا ”چپ رہو۔ ایسی باتیں کہا نہیں کرتے“

(۱۹) حافظ ظفر علی صاحب سپردی رحمۃ اللہ علیہ حلیفہ مجاز  
 سیداب سے نکال کر منزل پر پہنچانا

وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ ایک بار حسب عادت روانہ ہوئے نالہ ڈیک کے  
 کنارے پر پہنچے، تو سیداب زوروں پر تھا۔ گھبرائے کہ کیسے پہنچنا ہوگا۔ عقل کہتی تھی کہ ایسے  
 میں مت جاؤ۔ دل کہتا تھا کہ جب ارادہ کر لیا تو مشکلات راہ سے ڈرنا کیسا۔ ع  
 دکشتی خدا پر چھوڑ دو لسنگر کو توڑ دو“ انہوں نے سہمت کی اور پانی میں قدم بڑھایا۔  
 قدم رکھتے ہی پانی اپنے زور میں ان کو بہا لے گیا۔ تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا۔ کیا  
 دیکھتے ہیں کہ حضرت نے ہاتھ پکڑ کر دوسرے کنارے پر لاکھڑا کیا۔ حافظ صاحب حاضر ہو کر قدم بوسی  
 کے بعد واقعہ سنانے لگے تو حضور نے ارشاد فرمایا ”حافظ جی! خاموش رہو۔ ایسے میں مت آیا کرو۔“

(۲۰) ایک دفعہ حضور موضع بلوآنہ ضلع جھنگ تشریف لے گئے۔ کرم علی سے  
 لکڑی نہیں چلی

کہا ”گھوڑا دوڑا کے نیزہ بازی کے کرتب دکھاؤ“ کرم علی نے کرتب دکھانے

شروع کے صحن میں ایک لکڑی گڑی ہوئی تھی، حضور اس سے سہارا لے کر کرتب دیکھتے رہے۔ کئی برس کے بعد اس گڑی ہوئی لکڑی کو نکال کر چولہے میں جلانے لگے۔ تو عجیب و اقربا پیش آیا۔ اس لکڑی کو آگ میں ڈالتے تھے مگر وہ نہ جلتی تھی۔ بار بار کی کوشش بے سود ہوئی۔ تو کسی کو یاد آیا کہ اس لکڑی سے حضور نے سہارا لیا تھا۔ کرم علی کی بیوی کہتی تھی کہ ”میں نے مدت تک اس لکڑی کو تنبرک جان کر احتیاط سے رکھا تھا۔ خدا جانے پھر وہ کہاں چلی گئی“

(۲۱) ایک سکھ ایک نہایت سرکش گھوڑی لے کر آیا۔ اور اعلان کیا کہ ”جو کوئی اس گھوڑی پر سواری کر کے دکھائے گا، میں مفت یہ

### سرکش گھوڑی کو زیر کرنا

گھوڑی اسے دیدوں گا“ اسے معلوم تھا کہ بڑے بڑے شہسوار اس گھوڑی کی سرکشی سے عاجز آ چکے ہیں۔ حضرت نے اس گھوڑی پر دم کیا اور سوار ہو گئے۔ سب حیران ہوئے کہ ایسی سرکش گھوڑی کو کیا ہو گیا کہ چوں نہیں کرتی۔ آپ نے اس سکھ سے فرمایا: ”اس گھوڑی کے نیچے سے گزرو“ وہ ڈرا تو مگر حوصلہ کر کے نیچے سے نکل گیا۔ گھوڑی نے اسے بھی کچھ نہیں کہا۔ اس نے عرض کیا ”گھوڑی میں آپ کو دی“ آپ نے فرمایا ”مجھے گھوڑی کا کیا کرنا ہے۔ تم اپنے پاس رکھو“ اس نے بہت اصرار کیا۔ تو فرمایا ”آنا ہے تو خود آؤ۔ گھوڑی کی ضرورت نہیں“ یہ فرماتے ہوئے اس سکھ پر نظر ڈالی تو اس کا عجیب حال ہوا۔ وہ زار قطار رونے لگا۔ توبہ کر کے دولت ایمان سے مالا مال ہوا۔ اور حضور کے دست اقدس پر بیعت کی۔ آپ نے شفقت فرمائی اور کہا ”یہ گھوڑی میں نے تم کو انعام دی“

(۲۲) پشاور محلہ بیکہ توت کے قادریہ سلسلہ کے سجادہ نشین حضرت حاجی مولوی سید محمد امیر شاہ صاحب قادری نے

### پگڑی کا جسم سے گزر جانا

بھائی صوفی عبدالرحیم صاحب سے بیان کیا کہ ”میرے نانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے تھے کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کشمیر تشریف لے گئے تھے۔ وہاں بعض لوگوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کے مسئلہ پر بحث چھیڑ دی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”عقل انسانی ہر شے کے ادراک کی طاقت نہیں رکھتی۔ تم ہر بات کو اس ناقص عقل کی کسوٹی پر کیوں پرکھتے ہو“ پھر ارشاد کیا ”میری یہ پگڑی لو۔ دو آدمی اس کے دونوں



سرے پکڑ لیں۔ پھر اسے میری کمر کے درمیان سے گزار دو۔ اگر ایسا ہو سکتا ہے تو باور کر لینا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور ہی نور ہیں۔ اسی محفل میں دو آدمیوں نے آپ کی پگڑی پکڑ کر آپ کی کمر پر رکھ کر کھینچی تو آپ پار گزر گئی۔ دیکھنے والوں کا ایمان تازہ ہوا۔ "فی الواقع حضور کو بڑے تصرفات حاصل تھے، جن کا اندازہ کرنا بھی ممکن نہیں۔"

۱۲۳) بہرام خان صاحب ساکن تربیلانے برادر عم عزیز عم الحاج  
 یومیوں کے بجائے سنگترے

حافظ سید نذر حسین شاہ صاحب کو اپنے مکان کے صحن میں ایک درخت دکھایا۔ اور بیان کیا کہ "یہ درخت لیموں کا تھا۔ ہم کئی سال اس کے لیموں استعمال کرتے رہے۔ ایک بار حضور نے مجھے میزبانی کی عزت بخشی اور یہاں میام فرمایا۔ وضو فرمانے کے لئے اس درخت کے نیچے بیٹھ کر فرمایا "بہرام خان یہ سنگترے کا درخت ہے؟" میں نے عرض کیا: "حضور یہ لیموں کا درخت ہے" آپ نے پھر فرمایا "نہیں بھائی یہ سنگترے کا ہے" میں حیران ہوا مگر سو ادب جان کر کچھ نہ کہا۔ بعد کو یہ طرفہ تماشاً نظر آیا کہ وہی درخت جو ہمیں لیموں کھلاتا رہا تھا، حضور کے فرمانے کے بعد سے سنگترے کا درخت بن گیا اور اب ہمیں اس سے ہر سال سنگترے حاصل ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا تصرف ہے!!"

۱۲۴) جالندھر کے رہنے والے ایک سید جماعت  
 چلتی ریل سے اتر کر دریائے پانی لانا

عسلی نامی نے یہ آپ بیٹی سنائی کہ "مجھے پیروں بزرگوں کا مطلق اعتقاد نہ تھا۔ ایک دفعہ میں نے امرتسر کے اسٹیشن پر دیکھا کہ کوئی بزرگ ہیں، اور ان کے آگے پیچھے بہت خلقت جمع ہے۔ میں دیکھتا ہوا گزر گیا۔ اور سوچا "کیا دھوکہ بازی ہے۔ اور لوگ بھی کیسے عجیب ہیں کہ ایسے لوگوں کے فریب میں آجاتے ہیں" گاڑی چلنے لگی تو میں لپک کر ایک ٹبے میں سوار ہو گیا۔ اب دیکھا تو یہ وہی ڈبہ تھا جس میں حضرت سفر فرماتے تھے۔ میں ایک طرف کو کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے مجھے مخاطب کر کے کہا "شاہ صاحب! آؤ میرے پاس بیٹھ جاؤ" میں حیران ہوا کہ ان کو کیسے پتہ چل گیا کہ میں سید ہوں۔ بہر حال ان کے پاس آ بیٹھا۔ آپ نے بڑی شفقت اور محبت سے باتیں شروع کیں اس لئے میرا حجاب رفع ہو گیا۔ عرض کیا کہ کوئی کرامت دکھائیے۔ آپ خاموش رہے۔"

اتنے میں دریائے بیاس کا پل آگیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا ”شاہ صاحب گاڑی رک گئی ہے اس لوٹے میں دریائے پانی بھر لاؤ“ میں نے محسوس کیا کہ گاڑی دھتی پل پر کھڑی ہے۔ مگر ڈرتا تھا کہ چلی نہ جائے۔ میرا تردد دیکھ کر حضرت نے محسوس فرمایا ”جلدی جا کر بھر لاؤ۔ گاڑی نہیں جاتی“ مجبوراً میں اتر ا اور لوٹے میں پانی لاکر حضرت کو دیا۔ میں گاڑی میں آگیا تو میں نے دیکھا کہ گاڑی اسی تیز رفتار سے فراتے بھرتی چلی جا رہی ہے جیسے رُکی ہی نہ تھی۔

”ریل جالندھر آ کر رُکی تو میں نے اسٹیشن پر اتر کر ریل والوں سے دریافت کیا کہ ”دریائے بیاس کے پل پر ریل کیوں رُکی تھی“ سب نے مجھے باؤلا بنایا۔ اور کہا ”یہ ڈاک گاڑی ہے۔ اسٹیشنوں پر نہیں رُکتی، پل پر کیوں رُکتی“ جس کسی سے پوچھتا تھا وہ مجھے احمق سمجھتا تھا۔ میں الگ حیران تھا کہ اپنے مشاہدے اور عمل کے خلاف دوسروں کی بات کیسے سچ سمجھ لوں۔ آخر ایک معقول بزرگ صورت شخص اسٹیشن پر ہی ملے انھوں نے کہا ”تم کو صحیح بات معلوم کرنی ہے تو اپنے ہم سفر بزرگ سے معلوم کرو۔ وہی سچی بات بتا سکیں گے“

”ان بزرگ صورت شخص کی یہ بات سُن کر اک دم میرا ضمیر جاگ اٹھا۔ دل میں خود بخود یہ خیال آیا کہ یہ سب حضرت کا تصرف تھا۔ اور کچھ نہیں۔ پھر سوچتا تھا کہ دریائے لوٹے میں پانی بھر کر میں خود لایا تھا۔ گاڑی اتنی دیر تک رُکی رہی ہوتی تو کیسے ممکن تھا۔ اب سمجھ میں آیا کہ یہ سب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے۔ مقصد میری اصلاح تھا۔ اب میرا سینہ نورِ ایمان سے بھر چکا تھا۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے معذرت پیش کی۔ اور درخواست کی کہ مجھے سلسلہ عالیہ میں داخل فرمائیں۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ”شاہ صاحب! اللہ ہر چیز پر قادر ہے“

ملازمت سے دور مگر حاضر (۲۵) بابو عبدالعزیز صاحب وزیر آبادی نے بیان کیا کہ ”غلام حسین صاحب وزیر آبادی کی ملازمت ایسے محکمہ میں

تھی کہ وہاں کسی دن کی چھٹی نہ ہوتی تھی۔ اور رخصت ملنی بھی ممکن نہ تھی۔ اس لئے وہ باوجود ارادے کے دربار شریف حاضر نہ ہو سکتے تھے۔ آخر کئی سال بعد صرف اتوار کی چھٹی میں لایل پور سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ واپسی کے لئے عرض کیا تو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کسی دن تک اجازت نہ دی۔ وہ سخت پریشان ہوئے کہ غیر حاضری ہو رہی ہے۔ ملازمت جاتی ہے گی۔

مگر حضور اجازت نہ دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا "کوئی غیر حاضری نہیں ہوتی"۔ مشکل ایک مہفتہ بعد جب ان کو اجازت ملی تو واپس گئے۔ ڈرتے ڈرتے دفتر پہنچے۔ وہاں کسی نے باز پرس نہ کی کہ کیوں غیر حاضر رہے۔ دیکھا تو ان دنوں کی باقاعدہ حاضری لگی ہوئی تھی۔ آخر بالوصاحب سے نہ رہا گیا۔ خود ہی لوگوں سے پوچھا "میں اتنے دنوں سے غیر حاضر تھا۔ میرا کیا ہوگا"۔ سب نے کہا "تم غلط کہتے ہو۔ تم تو روزانہ حاضر ہو کر کام کرتے رہے ہو۔ اپنے فائل اور ریسٹر نکال کر خود دیکھ لو"۔ بعض ساتھیوں نے مذاق اڑایا کہ "آج کیا بات ہے۔ کیوں بہک رہے ہو"۔ غلام حسین صاحب کو یقین نہ آتا تھا۔ مگر کام کو دیکھا تو وہ انہی کے قسم سے مکمل تھا۔ اگلے اتوار کو آکر حضور سید عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ "کوئی فرشتہ تمہارا کام کر گیا ہوگا"۔ اب تو وہ شیر ہو گئے۔ جب انھیں علی پور سیداں آنا ہوتا، بغیر کہے سنے اور پوچھے گچھے چلے آتے۔ نہ رخصت لیتے نہ واپسی پر کوئی ان سے پوچھتا کہ تم کہاں تھے۔

(۲۶) حاجی صوفی اللہ تقا صاحب سکندہ جہلم یہ واقعہ سناتے تھے۔ کہ وہاں دشمن آنکھ نہیں رہے گی | کوئی شیعہ آبا تھا۔ اس نے اپنا جال بھیلایا۔ اور رفتہ رفتہ بہت سے

گاؤں والوں کو رافضی بنا لیا۔ وہاں سے سنی حضرات کا وفد ان حاجی صاحب کو لے کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور وہاں تشریف لے چلنے کے لئے عرض کیا۔ حضور نے منظور کر لیا تو وہ لوگ واپس گئے اور جلسے کا انتظام کرنے لگے۔

مقررہ تاریخ پر آپ جہلم تشریف لائے۔ کوٹ عبدالخالق میں جلسے کا انتظام تھا۔ وہاں تشریف لے گئے۔ دوسرے علماء بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ نعت خوانوں نے نعتیں سنائیں علمائے کرام نے وعظ فرمایا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی باری آئی تو آپ کھڑے ہوئے۔ خطبہ وعظ کے بعد آپ نے انگلی کا اشارہ کر کے فرمایا "جو آنکھ میری طرف غیریت اور عداوت کی نظر سے دیکھے گی وہ نہیں رہے گی"۔ لوگوں کو گمراہ کرنے والا وہ رافضی سامنے ہی بیٹھا تھا۔ معاً اس کی ایک آنکھ حلیہ گاہ میں نکل پڑی۔ سب نے مشاہدہ کیا۔ وہ چیخ چیخ کر فریاد کرنے لگا کہ میری آنکھ جاتی رہی۔ سخت درد اور کرب میں مبتلا تھا۔ اسی سال میں روتا چلاتا بھاگ گیا۔ جو لوگ اس کے کہے میں آکر گمراہ ہو گئے تھے یہ کرامت دیکھ کر فوراً تائب ہوئے۔ اور پھر سے پکے سنی مسلمان بن گئے۔ وہ بد بخت رافضی اب

بھی ایک ہی آنکھ لئے پھرتا ہے۔

لعابِ دہن سے پھوڑے اچھے ہو گئے | (۲۷) بابو اسلم صاحب سکند ڈسکہ نے بیان کیا کہ ”بچپن میں میرے پھوڑے پھنسیاں بڑھی کثرت سے نکلا کرتی تھیں۔

میں ہی نہیں سارے گھڑاے عاجز آ گئے تھے۔ کسی قسم کے علاج سے فائدہ نہ ہوتا تھا۔ اسی طرح برس گزر گئے۔ آخر میرے ادا منشی نبی بخش صاحب مرحوم مجھے لے کر علی پور شریف آئے اور حضور سے عرض کیا۔ آپ نے اپنا لعابِ دہن لگا کر فرمایا ”آرام آ جائے گا۔ پھر نہیں ہوں گے“ خدا کا کرم اور حضرت کا تصرف کہ اس کے بعد کبھی کوئی پھنسی بھی نہیں نکلی۔ نہ میرے اور نہ میری اولاد کے۔ بلکہ حضور کا فیض اس حد تک ہے کہ دوسروں کے پھوڑا پھنسی نکل آتا ہے تو میں اپنا لعاب لگا دیتا ہوں اور وہ اچھا ہو جاتا ہے“

آگ کا نہ جلانا | (۲۸) حضور کے خادم خاص حاجی بوٹا صاحب مرحوم نے بیان کیا کہ ایک دفعہ آپ سفر میں تھے پنجاب سے دُور دراز علاقے میں تبلیغ فرما رہے تھے۔ بعض حاسدین نے ہمت لگائی کہ ”یہ سید نہیں ہیں۔ اگر سید ہیں، تو ہم آگ جلاتے ہیں، اس پر چل کر دکھادیں“

ایک عینی شاہد نے بیان کیا کہ حضور نے ان کا چیلنج قبول فرمایا۔ وسیع جگہ میں آگ جلائی گئی۔ جب آگ بھڑک چکی اور کوئلے دہکنے لگے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جوتا اتارا اور آگ میں داخل ہو گئے۔ اور فرمایا ”جو کوئی چاہے میرا کپڑا پکڑ لے اور آگ میں چلا آئے اس پر آگ کوئی اثر نہیں کرے گی“ پھر ارشاد فرمایا ”اسی طرح ایک دوسرے کا کپڑا پکڑ کر آگے پیچھے آگ میں چلے آئیں۔ کسی پر آگ کوئی اثر نہیں کرے گی“ چنانچہ بارہ آدمیوں نے ہمت کی۔ اور ایک دوسرے کا کپڑا تھام کر آگ میں اتر گئے۔ کسی آدمی کو آگ نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

یہ تماشا دیکھنے کے لئے بڑی خلقت جمع تھی مسلمان بھی اور غیر مسلم بھی۔ حاسدین کا مُنہ کالا ہوا۔ بہت سے دشمن تو فسیق ایزدی سے تائب ہو کر حلقہ گبوش ہوئے۔ اور بہت سے کافر یہ کرامت دیکھ آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اقبال نے کس قدر سچی بات کہی ہے۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایسا پیدا

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

## حجام کی دوکان سے بیچ بلانا

(۲۹) میاں غلام وقت اور ولد مہر دین سکنہ موضع پورہ ضلع سیالکوٹ نے خاص عید الاضحیٰ ۱۳۹۲ھ کے دن علی پور سیداں میں چند دوسے یاروں کی موجودگی میں اپنے والد کا یہ دلچسپ واقعہ مجھ سے بیان کیا۔ کہتے تھے کہ ”ان کے والد مہر دین صاحب امرتسر جسے ختم شریف کی شرکت کے لئے علی پور سیداں آئے۔ جب ان سے ان کی آمد کی تفصیل معلوم کی گئی تو انہوں نے بیان کیا کہ ”میں امرتسر میں ایک حجام کی دوکان پر ڈارھی منڈوا رہا تھا کہ میرے سامنے ایک بزرگ کی بے حد نورانی شکل نمودار ہوئی۔ اس سے قبل حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کئی بار امرتسر تشریف لائے تھے اور میں حضور کے وعظ میں شریک ہوا تھا۔ اب نانی کی دوکان پر میں نے شبیہ مبارک دیکھی تو پہچان لیا کہ آپ ہی ہیں حضور کی شبیہ سامنے آتے ہی میرا دل کلمہ طیبہ پڑھنے لگا اور میں ایسا بے قرار ہوا کہ فوراً علی پور تشریف روانہ ہو گیا۔ حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں داخل سلسلہ ہونے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔“ چنانچہ وہ بیعت ہوئے۔ اسی وقت سے ڈارھی چھوڑ دی اور فرائض و احکام پابندی سے بجالاتے رہے۔

نظت (۳۰) ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ پاکستان و بھارت کل کی بات ہے۔ چونڈہ پر بد ذات

۱۹۶۵ء کی جنگ میں علی پور سیداں کی حفا  
بھارتیوں نے ٹینکوں کی جس کثیر تعداد سے حملہ کیا تھا اس نے دوسری جنگ عظیم کی شہرہ آفاق ٹینکوں کی لڑائی کو شرمادیا تھا۔ اب تک تاریخ میں چونڈہ کی اس جنگ سے بڑھ کر ٹینکوں کی کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ علی پور سیداں محاذ جنگ سے بہت قریب واقع ہے۔ اور اس طرف ہماری کوئی پلٹن بھی مزاحمت کے لئے موجود نہ تھی۔

حاجی شیخ عبدالکیم صاحب ملتانی نے علی پور تشریف میں دن کے نو بجے بحالت بیداری دیکھا کہ ”حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ روضہ شریف سے باہر تشریف لائے۔ کبھی گھر کی طرف جلتے تھے اور کبھی قبرستان کی جانب“ دیر تک حاجی صاحب نے حضور کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا۔ اور برادرم عزیزم حافظ سید انور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر بھی کیا۔ یہ نتیجہ سب کے مشاہدے میں آیا کہ بھارتی فوج علی پور سیداں کی طرف رخ کرتی، تو تین چار میل ادھر اٹک جاتی۔ باوجود کسی ظاہری مزاحمت و مقادمت کے نہونے کے وہ آگے نہ بڑھ سکتے۔ بار بار آگے آتے اور غیبی طور

پر لپٹ جاتے تھے حضور کے تصرف سے یہاں سب لوگ پوری طرح محفوظ و مامون رہے کسی کو ذرا سا بھی کوئی گزند نہیں پہنچا۔

آیت کے اثر سے تلوار کی دھار کند ہو گئی (۳۱) موضع کلاس و التحصیل سپرو علی پور سیدان سے سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں عظیم الشان جلسہ و عظ

منعقد ہوا۔ حضور صداقت اسلام پر تقریر فرما رہے تھے۔ بندہ بھی اس جلسے میں حاضر تھا۔ حضور نے دوران و عظ ارشاد فرمایا کہ ”قرآن مجید کی آیات میں عجیب اثر بھرا ہوا ہے۔ صرف ایک بات بیان کرتا ہوں۔ میں ایک آیت قرآن مجید کی پڑھ کر تیز دھار دار تلوار پر دم کرتا ہوں۔ اس آیت پاک کی تاثیر سے تلوار ایسی کند ہو جائے گی کہ خواہ کسی کے کیسے ہی زور سے ماری جائے ایک بال بھی نہیں کاٹ سکے گی۔ قرآن شریف کے ہزاروں معجزات میں سے یہ صرف ایک معجزہ ہے۔ جس کا جی چاہے آزما کے دیکھ لے۔

اپار سنگھ ذیلدار کلاس و الا کارٹس اور آنریری مجسٹریٹ تھا۔ اس نے حضور کا کلام سنا تو اپنی کرپان پیش کی کہ اس پر عمل کر کے دکھائیے۔ اس کی کرپان اس نواح میں اپنی تیزی اور کاٹ کے لئے مشہور تھی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا ”میں تیرا چیلنج مانتا ہوں۔ تو وعدہ کر کہ اگر یہ کرپان آیت مبارکہ کی تاثیر سے نہ کاٹے اور کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے تو تو مسلمان ہو جائے گا۔“ اس نے وعدہ کیا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بازار سے ایک سنگترہ منگوایا۔ ایک شخص کو اسٹیج کی میز پر لٹایا۔ اس کے ننگے پیٹ پر سنگترہ رکھا۔ اور کرپان آیت دم کر کے اس سنگترے پر ماری۔ اپنے ہاتھ سے اونچا اٹھا کر کرپان سے کئی وار کئے۔ مگر سنگترہ پر ذرا سا بھی اثر نہ ہوا۔ اور اس کے پیٹ کی نرم کھال تک کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ لکیر اور نشان تک نظر نہ آیا۔

سارے مجمع یک زبان ہو کر ”اسلام زندہ باد“ ”امیر ملت زندہ باد“ کے نعرے لگانے لگا۔ سب کی نظروں کے سامنے کلام الہی کی حقانیت اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی۔ عجب جوش و خروش نظر آتا تھا۔ وہ بد بخت سکھ اپنے وعدے سے منحرف ہو گیا۔ حضرت نے ارشاد کیا ”تو خود آگے آ۔ میں تیرے اوپر وار کرتا ہوں۔ تو دیکھ لے گا کہ کلام ربانی میں کیا اثر ہے۔ اور اسلام ہی سچا مذہب ہے“ مگر اسے یہ بہت نہ ہوتی۔ اس کی بد بختی اور سیاہ قلبی نے اسے نور اسلام سے دور رکھا۔ سارے مجمع نے اس کو بہت زیادہ ملامت کی اور شرمسار کیا۔

اس نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بہتک عزت کا دعویٰ دائر کر دیا۔ حاکم نے اس سے باز پرس کی کہ "قصور تمہارا تھا۔ تم ان کے جلسے میں کیوں گئے۔ اپنی کرپان کیوں پیش کی۔ بحث بحثی تھی اور تم نے کرامت دیکھ کر مسلمان ہو جانے کا وعدہ کیا تھا تو پھر انحراف کیوں کیا۔ غلطی تمہاری اپنی ہے اس لئے مقدمہ خارج کیا جاتا ہے"

چراغے را کہ ایزد بر سر زرد ہر آنکس ترف زندیش بسوزد

(۳۲) چو ہدی حاکم علی صاحب مہاجر پورو وال ضلع گورداسپور  
 حال ساکن چک نمبر ۳۳ لایل پور نے بیان کیا "ایک منہو

نو مسلم کو آگ نہ جلا سکی

کھتری حضور کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا۔ توبہ کی اور حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا۔ باقی زندگی اس نے اسلام پر گزاری اور نماز روزے وغیرہ کا پابند رہا۔ اس نے مرنے سے قبل اپنی اولاد کو وصیت کی کہ "میری لاش کو دفن کرنا۔ جلانا نہیں" مگر اس کے مرنے کے بعد لوگوں نے برادری کی لاج رکھنے کے لئے لاش کو جلانا چاہا۔ خوب آگ بھڑکائی، تیل گھی ڈالا، اور لاش جلانے لگے۔ مگر وہ جتنی زیادہ کوشش کرتے تھے بے سود ثابت ہوتی تھی۔ آگ اس نو مسلم کھتری کی لاش کو ہرگز نہ جلا سکی۔ آخر مجبور ہو کر انھوں نے اس کو دفن ہی کیا۔

(۳۳) کئی یاران طریقت نے متفقہ طور پر اس واقعے  
 حلقہ میں غیر کی شرکت اور بیہوشی کی شہادت دی ہے کہ در حضرت جنوں شریف نے

گئے، تو دریائے توی کے کنارے روزانہ حلقہ ذکر منعقد فرماتے تھے۔ سب جانتے ہیں کہ حلقہ میں صرف یاران طریقت کو شرکت کی اجازت ہوتی ہے۔ ایک دن فاسد العقیدہ شخص ٹوہ لینے کے لئے یاروں میں شامل ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ نے حلقہ شروع کر لیا تو حسب عادت فرمایا "منہ اور آنکھیں بند کر کے اللہ کا ذکر کرو۔ اور گردن جھکا کر بائیں جانب دل پر سانس مارو" سب یاران طریقت نے مقررہ قاعدے کے مطابق ذکر شروع کر دیا۔ اس فاسد العقیدہ جاسوس نے بھی گردن جھکا لی۔ زبان سے آہستہ آہستہ لاجول پڑھنے لگا۔ اور آنکھیں بھی بند کیں۔ آپ نے سب کی تلقین پر توجہ فرمائی تو اے چشم والاجول پڑھتا ہوا پایا۔ آپ نے زور دے کر اس سے کہا "لاجول ہی پڑھ مگر آنکھیں بند کر کے" یہ فرمانا تھا کہ وہ بیہوش ہو کر

گر پڑا حلقہ ذکر کے اختتام کے بعد آپ نے حکم دیا اسے اٹھا کر اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچا دو۔ اور ان سے کہو کہ ”ہزار علاج کرا لیں۔ کیسے ہی ڈاکٹر بلا لیں۔ اسے ہوش میں نہ لاسکیں گے۔ اگر کوئی ڈاکٹر اسے ہوش میں لے آئے تو میں اسے منہ مانگا انعام دوں گا۔“ اگلے دن تک وہ لوگ اپنی کوششوں میں لگے رہے۔ ہزار علاج معالجے کے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر دوسرے دن حضور کی خدمت میں لائے۔ آپ نے دم نہ ماریا تو فوراً ہوش میں آگیا۔ وہ سب کے سب یہ واضح کرامت دیکھ کر اپنے فاسد عقاید سے تائب ہوئے۔ اور حضور کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اسم اللہ کی تائب لاکر بہوشی لا علاج ہے (۳۴) یہ بات بار بار سب کے مشاہدے میں آئی ہے کہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جلسہ عام میں تقریر فرماتے

ہوتے، اور صداقت اسلام ثابت کرنے کے لئے دعویٰ کرتے کہ میں اللہ کے لفظ کی تلقین کرتا ہوں۔ جو شخص اسم اعظم کی تائب لاسکے گا اور بہوش ہو جائے گا۔ اگر کوئی معالج اس شخص کو اپنے کسی بھی علاج سے ہوش میں لے آئے تو میں اسے منہ مانگا انعام دوں گا۔“ آج تک حضور کے اس چیلنج کو کوئی قبول نہ کر سکا اور مقابلے میں نہ آیا۔ بلکہ اس طرح کتنے ہی بد معاشوں کو حضور نے راہ راست پر لگایا اور ان کی دنیا اور دین کو سدھار دیا۔ رجب علی ساکن بلوآنہ صنلع جھنگ کا واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ کس طرح حضور نے اس کی عاقبت سدھاری اور اسے مدارج بلند تک پہنچایا۔

اسم اللہ نے عشق بھلا دیا (۳۵) حافظ ظفر علی سپردی کو ایک ہندو عورت سے عشق ہو گیا تھا۔ دن رات بے قرار رہتے تھے۔ جب بہت عاجز ہوئے تو حضور

سے عرض کیا او مدد چاہی۔ آپ نے فرمایا ”علی پور چلو۔ ایک ہندنی کیا، کئی دلو آئیں گے۔“ حافظ صاحب خوش خوش تھا ہو گئے۔ اور علی پور شریف چلے آئے۔ آپ نے سحری کے وقت دوسرے یارانِ طریقت کے ہمراہ حلقہ میں بٹھایا۔ لفظ اللہ کی تلقین فرمائی تو حافظ صاحب بے ہوش ہو گئے۔ بڑی دیر کے بعد ہوش میں آئے۔ حضور نے دریافت کیا ”حافظ جی! اب بھی برہمنی کی جاہت باقی ہے۔“ انھوں نے قدم بکڑھائے اور عرض کیا ”اب اللہ کے اور آپ کے سوا دل میں کوئی دوسرا خیال نہیں ہے۔ مجھے سب کچھ مل گیا۔“

سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری گو ملک و مال و خوشی و وطن سے جدا ہوا



## قدموں سے سونے کی نہر جاری ہے

(۳۶) حافظ محمد صدیق انور صاحب نے بیان کیا کہ ”میں خدمت

والا میں حاضر تھا۔ ملتان کا ایک شخص خدمت میں آیا۔ اس کے ہمراہ

ایک مولوی صاحب تھے۔ بار بار ان مولوی صاحب کے دل میں یہ خیال گزرا کہ ”حضرت کے اخراجات کیسے پورے ہوتے ہیں۔ یہاں تو شاہانہ کاروبار ہے۔ لاتعداد مہمان آ جا رہے ہیں۔ اور سب کی تواضع پر تکلف کھانوں سے کی جاتی ہے۔ آخر کون سا خزانہ ہے جو اخراجات کی کفالت کرتا ہے؟“ حافظ صاحب کہتے تھے کہ ہم سب حضور کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ نے ان مولوی صاحب کو اپنے قریب بلا لیا۔ وہ قریب آئے تو آپ نے ان کا سر پکڑ کے اپنے قدموں کی طرف جھکا دیا۔ مولوی صاحب نے دیکھا کہ آپ کے قدموں سے سونے کی ایک نہر جاری ہے۔ ساتھ ہی حضور نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ دیتے ہیں۔“ **وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ** (ترجمہ) ”اور اللہ اپنے بندے کو وہاں سے عطا فرماتے ہیں جہاں اس کا سامان گمان بھی نہیں ہوتا۔“

(۳۷) صحبت خاں صاحب کو ہائی نے بیان کیا کہ ”میرے

مرید ہونے کے دوسرے سال حضور کو ہاٹ تشریف لائے۔

## پیاز میں بے حساب منافع

تو میں حاضر خدمت ہوا۔ مجھے خیال تھا کہ حضور مجھے کیا پہچانیں گے۔ حضور نے فرمایا ”صحابت خاں! اندر جا کر میرا لوٹا اور تولیہ لے آؤ۔ لوٹے کو نلکے سے بھر لاؤ۔ لوٹا باہر سے پکڑنا۔ پانی کو ہاتھ نہ لگنے پائے۔“ میں حیران ہوا کہ مجھے تو صرف ایک بار حضری کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ اور حضور مجھے اتنی اچھی طرح پہچان گئے کہ نام بھی بخوبی یاد ہے۔

وضو کے بعد میں نے تولیہ پیش کیا تو حضور قلباً عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا ”تم

کیا کام کرتے ہو؟“ میں نے عرض کیا ”حضور زمینداری کرتا ہوں۔“ پوچھا ”آج کل کیا چیز بونی

ہے؟“ میں نے جواب دیا ”مکئی۔“ فرمایا ”اس کے بعد کیا بوو گے؟“ میں نے عرض کیا ”گندم“

ارشاد کیا ”گندم نہ بونا۔ ساری زمین میں پیاز بونا۔“ میں نے عرض کیا ”حضور! پیاز کی تو

پنیری ہوتی ہے۔ اور مول لے کر بونی جاتی ہے۔“ فرمایا ”زید گل زمیندار آئے گا۔ اس سے

دریافت کر لینا کہ تمہاری زمین کے لئے کتنے کی پنیری درکار ہوگی۔ اس کی قیمت میں ادا کر دوں گا۔“

میں نے عرض کیا کہ ”پنیری کے علاوہ بونے کے لئے بھی مزدور لگائے جاتے ہیں۔ بہت خرچ ہو جاتا ہے۔“

فرمایا۔ ”سارا خرچ میں ڈوں گا۔ اگر پانچ سو بھی لگیں گے تو میں ادا کر دوں گا۔“

میں نے اس پر بھی بس نہ کیا۔ عرض کیا کہ ”میری زمین گاؤں سے فاصلے پر ہے۔ پیاز زمین سے باہر آجائے گی تو قبائلی اکھاڑ کر لے جائیں گے۔“ ارشاد فرمایا ”یہ بھی میرا ذمہ۔ اگر تمہاری ایک پتی بھی کوئی چوری کر لے جائے تو مجھے سید نہ کہنا۔“ میں نے پھر عرض کیا ”حضور میری زمین فاصلے پر ہے۔ اس طرف خریدار بہت کم جاتے ہیں۔“ تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ”چینا بھی ہمارے ذمے۔ بس تم ساری زمین میں صرف پیاز بونا۔“

میں بے حد شرمندہ ہوا کہ ٹانے کے لئے میں جو عذر بھی پیش کرتا ہوں حضور رُو فرما دیتے ہیں۔ اب میں حضرت سے کیسے رستم لوں۔ اور اس قدر تاکید کے بعد تعمیل ارشاد مجھ پر لازم ہو گئی ہے۔ چنانچہ میں نے جیسے تیسے حکم کی تعمیل کی اور اپنی ساری زمین میں پیاز بونی۔ پیاز خوب پھیل، سارا کھیت بھر گیا۔ خدا کی یہ حکمت اور کسی کو کیا معلوم ہو سکتی تھی کہ اس سال پیاز کو کھیرا لگ گیا اور سب کی پیاز خراب ہو گئی۔ بازار میں پیاز کا نرخ بہت چڑھ گیا۔ چنانچہ میری ساری پیاز بہت اچھی قیمت پر فروخت ہوئی۔ مجھے زمین کی اپنی قیمت سے بھی زیادہ رستم صرف پیاز سے وصول ہو گئی۔ اس سے زیادہ روشن کر امت اور کیا ہو سکتی ہے!۔“

(۳۸) صحبت خان صاحب ہی اپنا یہ واقعہ بیان کرتے تھے

شفقل چور کو سخت سزا

کہ ”میں نے موشیوں کے لئے اپنے کھیت میں شفقل بونی تھی۔ دو

تین دن میں نے محسوس کیا کہ کوئی شخص رات کو بہت سی شفقل کاٹ کر لے جاتا ہے۔ رات کو میں سونے لیٹا تو میرے دل میں خیال آیا کہ ”حضور نے تو فرمایا تھا کہ تمہاری ایک پتی بھی چوری نہیں جائے گی، یہ تو بہت سا نقصان ہو گیا۔“ دوسرے ہی دن کیا دیکھتا ہوں کہ ہمارے گاؤں کا ایک شخص جس کا نام غلام محمد تھا میرے پاس آیا۔ اور بڑی مرتت سماجت کے ساتھ مجھ سے معافی مانگنے لگا۔ میں نے پوچھا ”کیا بات ہے؟“ اس نے جواب دیا ”مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ مجھے معاف کر دو۔ میں نے تمہاری شفقل کاٹی تھی۔ رات خواب میں تم نے مجھ کو شفقل چراتے پکڑ لیا۔ اور اس قدر مارا کہ میں بد حال ہو گیا۔ اس لئے میں تم سے معافی حاصل کرنے آیا ہوں۔ میں تمہاری شفقل کی قیمت ادا کر دوں گا۔“

اس نے تفصیل بیان کی تو مجھے یاد آگیا کہ ”میں نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی تھی۔ تو حضور نے میرا علیہ اختیار فرما کر اس کو خواب میں سخت سزا دی۔ اگر حضور اپنی ہی شکل میں ظاہر ہوتے تو وہ کیا سمجھتا کہ اسے کون کس جرم کی سزا دے رہا ہے“ میں آبدیدہ ہو گیا۔ میں نے غلام کو معاف کر دیا۔ اور اپنی قسمت پر فخر کیا کہ حضور سب عالم رحمۃ اللہ علیہ مجھ جیسے حقیقہ پر کیسی شفقت فرماتے ہیں۔

(۳۹) صحبت خاں صاحب تارکھر میں ہر کارہ کی حیثیت سے ملازم تھے اور اپنی چھوٹی سی زمینداری کی دیکھ بھال

ضرب شدید کی حالت میں نگہداشت

کرتے تھے انھوں نے اپنا یہ واقعہ بھی بیان کیا کہ ”پارک ہوٹل میں بڑے بڑے انگریز افسر رہتے تھے۔ میں شام کے وقت پارک ہوٹل میں تار تقسیم کرنے گیا۔ تو شدید آندھی آگئی۔ میں ایک میم کو اس کا تار دے کر سائیکل پر چڑھ کر واپس ہوا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ آندھی طوفان سے ایک بڑا درخت اکھڑ کر میرے اوپر آ پڑا۔ میں بیہوش ہو کر گر پڑا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ میں فوجی ہسپتال میں بستر پر پڑا ہوں۔

”تفصیل یہ معلوم ہوئی کہ وہ میم تار لے کر ابھی برآمدے ہی میں تھی کہ میرے اوپر درخت آ پڑا اور میں بیہوش ہو گیا تھا۔ پارک ہوٹل کے مقیم افسران میں ہسپتال کے کرنل اور میجر بھی تھے میم نے شور مچایا تو سب باہر نکل آئے۔ فوراً ہسپتال سے ایسوبینس منگوائی گئی۔ تارکھر میں پنڈت شولہری لال کلرک تھا۔ میں اس کا بہت خیال کرتا تھا اس لئے کہ وہ میرے حضرت کے ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا تھا۔ اس پنڈت نے بتایا کہ تم بیہوش تھے مگر تمہارے قلب سے اللہ اللہ کی آواز آرہی تھی“

”میرے شدید ضرب میں آئی تھیں ہسپتال کے کئی ڈاکٹر جن میں خود کرنل بھی شامل تھا رات کے دس بجے تک اپریشن میں مصروف رہے۔ پورے چار دن کے بعد مجھے ہوش آیا۔ میرا بڑا لڑکا فقیر محمد (عرف نوٹس خاں) میرے پاس تھا۔ اس نے مجھے ساری تفصیلات بتائیں۔ صبح کو ایک کپتان ڈاکٹر آئے۔ وہ مسلمان تھے۔ انھوں نے مجھ سے دریافت کیا ”بابا کیا تو سستی ہے“ میں نے کہا نہیں جناب!“ انھوں نے پوچھا ”تمہارے باپ دادا میں سے

کوئی شخص بزرگ تھا؟" میں نے عرض کیا "نہیں جناب!" پھر میں نے کیپٹن صاحب سے دریافت کیا "یہ تو بتائیے کیا بات ہے؟"

"کیپٹن صاحب نے کہا "جس ات تم زخمی ہوئے ہو میری ڈیوٹی نہیں تھی۔ رات کو میں سو رہا تھا کہ کسی بزرگ نے مجھے ہلا کر جگایا اور کہا کہ "ہسپتال میں ایک زخمی داخل ہوا ہے وہ میرا آدمی ہے۔ اس کی بائیں ٹانگ سخت زخمی ہے۔ اس میں ٹانگے لگاؤ" میں نے خیال نہ کیا اور پھر سو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان بزرگ نے پھر جگایا اور یہی بات دہرائی۔ میں نے پھر بھی خیال نہ کیا اور سو گیا۔ تیسری دفعہ ان بزرگ نے جگایا۔ تو اب مجھے پاؤں کے انگوٹھے کو پکڑ کر زور سے جھٹکا بھی دیا۔ میں جاگا تو پاؤں کا انگوٹھا دکھ رہا تھا۔ میں اسی خواب کے لباس میں ہسپتال گیا۔ معلوم ہوا کہ آج شام واقعی ایک مضروب ہسپتال میں داخل ہوا ہے۔ میں نے جا کر تمہارا معائنہ کیا تو پتہ چلا کہ واقعی ٹانگ سخت زخمی تھی۔ اور آپریشن سے رہ گئی تھی۔ میں نے رسم کو صاف کیا۔ ٹانگے لگا دیے اور پٹی باندھ دی۔" میں نے ڈاکٹر صاحب سے درخواست کی کہ ان بزرگ کا حلیہ بتائیے، جنہوں نے آپ کو جگایا میری مرہم پٹی کے لئے بھیجا تھا۔ انہوں نے جواب دیا "ان بزرگ کی شبیہ اب بھی میرے پیش نظر ہے۔ بڑی سفید دستا سر پر ہے، چہرہ سُرخ و سفید، دائرہ سُرخ اور قد میاں ہے" میں سن کر رونے لگا۔ ڈاکٹر نے پوچھا "کیوں روتے ہو؟" میں نے کہا "جن بزرگ کو تم نے خواب میں دیکھا وہ میرے پیروم شد ہیں۔ یہ سوچ کر رونا آ گیا کہ سبحان اللہ! حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہم جیسے کم نایہ عقیدت مندوں پر بھی ایسی شفقت ہے!" ان ڈاکٹر صاحب کے دریافت کرنے پر میں نے حضور کے نام مبارک سے ان کو آگاہ کیا۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا کہ اب کے حضرت کو ہاٹ آئیں تو میں انہیں آپ کی خدمت میں لے چلوں۔

"یار ان کو ہاٹ کو میری شدید چوٹوں کا علم ہوا تو انہوں نے ڈاکٹر غلام حیدر خاں صاحب اسسٹنٹ سرجن اور مستری محمد یوسف صاحب کو میرے پاس بھیجا۔ انہوں نے کہا "اگر یہاں خاطر خواہ علاج نہ ہوتا ہو تو ہم تمہیں اپنی نگرانی میں رکھیں۔ میں نے جواب دیا "آپ فکر نہ کریں۔ میرے آقائے علاج کا ایسا بندوبست کر دیا ہے کہ کسی کو نصیب ہوگا" ہوتا یہ تھا کہ دستہ آتے جاتے کرنل صاحب دن میں دو دفعہ میرے پاس آتے تھے۔ میجر صاحب بھی دو تین چکر روز

لگاتے تھے۔ اور کپتان صاحب تو سارے دن آتے رہتے تھے۔ فوجی بیمار مجھ سے پوچھتے تھے کہ ”بابا! تمہارے پاس کیا جادو ہے۔ یہیں تو کوئی پوچھتا تک نہیں۔ اور تمہارے پاس ہر وقت افسران آتے رہتے ہیں۔“ میں جواب دیتا ”میرے پاس کیا جادو ہو سکتا تھا۔ یہ تو فقط میرے مرشد کی نگاہِ کرم ہے، جو سارے افسر مجھ پر اس قدر مہربان ہیں۔“

”وقت معینہ گزر جانے کے بعد ٹانگے کھولنے کا وقت آیا تو میرے اوپر ربڑ کی چادر ڈال دی گئی۔ دونوں طرف سے دو آدمی اسے دبا کر بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا ”یہ آپ کیا کرتے ہیں۔“ انہوں نے بتایا ”تمہارے جسم پر جا بجا بہت سے ٹانگے لگائے گئے ہیں۔ کوئی آدمی ٹانگے نکالنے کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ تمہیں اچھی طرح دبا لیا جائے اور پھر ٹانگے نکالے جائیں۔“ میں نے کہا ”آپ ذرا مجھے ٹھیک سے بیٹھ جانے دیجئے۔ پھر آپ جیسے اور جتنے ٹانگے چاہیں نکال سکتے ہیں۔“ میں نے اپنے بیٹے سے کہا ”مجھے بٹھاؤ۔ اور پچھتے تکیہ لگا دو۔“ پھر میں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تصور کیا۔ اور ڈاکٹروں سے کہا ”اب آپ ٹانگے نکال ڈالیئے۔“ انہوں نے کہا ”ٹانگے نکالنے میں بہت سخت تکلیف ہوتی ہے۔ تم کو سخت درد ہوگا۔ اور تم شور مچا کے سارا ہسپتال سر پر اٹھا لو گے۔“ میں نے جواب دیا ”انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا۔ آپ آزما کے دیکھ لیجئے۔ اگر میں حد سے زیادہ اضطراب کا اظہار کروں تو پھر آپ جو چاہیں کیجئے گا۔“

”آخر ڈاکٹر صاحبان کو میں نے راضی کر لیا۔ سٹو کے لگ بھگ ٹانگے لگے ہوئے تھے۔ وہ قینچی سے ٹانگے کا تار کاٹتے اور پھر زنبور سے کھینچ کر نکال لیتے۔ چند ٹانگے نکالنے کے بعد ڈاکٹروں نے دریافت کیا ”بابا درد تو نہیں ہوتا۔“ میں نے کہا ”جناب! میں گوشت پوست کا معمولی آدمی ہوں۔ درد کیوں نہیں ہوتا۔ مگر میں آپ سے وعدہ کر چکا ہوں۔ اس لئے برداشت کر رہا ہوں۔“ مگر سچی بات تو یہ تھی کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تصور میری نظروں کے سامنے تھا۔ اور مجھے بہت تمھوڑی تکلیف محسوس ہوتی تھی۔

”سارے ٹانگے نکالے جا چکے تو میجر صاحب نے میری طرف دیکھ کر کہا ”بابا! میں نے پٹھانوں کی بہت سی تعریف تو بہت سنی تھی۔ مگر پٹھان آج دیکھا ہے۔“ میں نے جواب دیا ”جناب

میں پھٹان نہیں ہوں۔ میں تو اعوان ہوں۔“ اس نے کہا ”نہیں تم ضرور پھٹان ہو“ پھر کہنے لگا ”یہ فوجی ہسپتال ہے۔ یہاں شہری مرضیوں کو رکھنے کی اجازت نہیں۔ ہم نے تم کو استثنائی صورت میں یہاں رکھا تھا۔ اگر تم فوجی ہوتے تو میں تمہارا فوٹو یہاں لگاتا۔ اور تمہاری شدید ضربات اور دوسرے حالات لکھ کر یادگار رکھ چھوڑتا۔“

(۲۰) حاجی خوشی محمد صاحب (فیروز پوری حال ملتان) | **بھینس سال بھر دودھ دیتی رہی**

بیان کرتے تھے کہ ”میں نے ایک بھینس خریدی۔ وہ گابھن ہوتی مگر بچہ نہ دیتی۔ کئی سال گزر گئے۔ ایک بار حضور تشریف لائے تو بھینس کو دیکھ کر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ ”مگر یہ بچہ نہیں دیتی“ آپ نے فرمایا ”اب دیا کریگی“ آٹے کا ایک پیڑا دم کر کے دیا کہ اسے کھلا دو۔ اب یہ کٹے دیا کرے گی۔ ساتھ ہی بھینس سے فرمایا کہ ”سال بھر دودھ دیا کر۔ یہ شہری لوگ ہیں۔ تو دودھ نہیں دے گی تو یہ بھی تجھے کھانے کو نہیں دیں گے، چنانچہ اس وقت کے بعد سے وہ بھینس سال بھر دودھ دیا کرتی۔ اور ہر سال ایک کسٹرا جنتی تقسیم ملک تک ہم سب اس کے گواہ ہیں۔“

(۲۱) سید شہاب الدین صاحب کشمیری (حال ساکن نارووال) نے بیان کیا کہ ”حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

**بچہ کا غائب ہو کر واپس آجانا**

کی وفات پر میرا لڑکا تقریباً تین سال کا تھا۔ ایک ات ہم سب چھت پر سوئے ہوئے تھے۔ بچہ بھی وہیں سو رہا تھا۔ آدھی ات کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ لڑکا چار پانی پر نہیں ہے۔ اس کی ماں کو جگا کے پوچھا۔ وہ بہت پریشان ہوئی۔ ادھر ادھر تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ تھا۔ بچہ کی ماں رونے چلانے لگی۔ سارے محلہ والے جاگ اٹھے۔ مکان کا دروازہ اندر سے باقاعدہ بند تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ لڑکا گیا تو کیسے۔ اور کون اسے اٹھا کر لے گیا۔ اتنے میں بچے کی آواز آئی ”اماں میں آ گیا“

ان دنوں ایک مہمان بھی میرے گھر ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے بچہ کی آواز سنی اور گلی میں دیکھا تو ایک بزرگ بچہ کو لے کھڑے تھے۔ ان کے کہنے پر ہم لوگوں نے دوڑ کر دروازہ کھولا تو وہاں بچہ تو موجود تھا مگر اور کوئی نہ تھا کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہوا۔ اگلے دن ایک دکان دار نے

مجھ سے پوچھا کہ گذشتہ رات آپ کا بچہ کہاں تھا؟ میں نے اسے سارا واقعہ سنایا۔ اس پر اس نے بتایا کہ ”رات کو ایک بجے کے بعد ایک بزرگ نے آکر مجھے جگایا، دوکان کھلوائی اور سچے کو مٹھائی لے کر دی۔ میں نے اچھی طرح پہچانا تھا کہ وہ آپ ہی کا بچہ تھا؟“ میں نے اس سے ان بزرگ کا خلیہ دریافت کیا۔ تو اس نے جو خلیہ بیان کیا وہ عین حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا خلیہ تھا۔ وہ دکاندار خود حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ میں اس سے بھی زیادہ حیران کہ ابھی یہ کیا صورت پیش آئی۔ مگر میرے دل کو تقویت تھی کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہم گناہ گاروں کی ایسی ہی شفقت رکھتے ہیں۔“

(۲۲) خلیفہ ساکن پنجگرا میں سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ”اب تو تو بڑھا ہو گیا ہے۔ اب اڑھی

داڑھی منڈوانے سے خارش ہو جانا

مت منڈوایا کر۔“ اس نے عرض کیا ”خارش ہو جاتی ہے؟“ آپ نے فرمایا ”داڑھی منڈوانے سے بھی خارش ہو گئی تو کیا کرے گا؟“ اس نے کہا ”منڈوانے سے خارش نہیں ہوتی۔“ بیٹھے ہی بیٹھے چند منٹ بعد اس کی ٹھوڑی میں کھلی ہونے لگی۔ اور واپس گیا تو گھر پہنچتے پہنچتے منہ سوج کر گیا ہو گیا۔ کھانا پینا مشکل ہو گیا۔ بہت گھبرا یا۔ جب عاجز آ گیا تو مستری فضل دین صاحب کی منت سماجت کی کہ حضور کے فرمانے سے میرا یہ حال ہو گیا ہے۔ آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر میری طرف سے معافی طلب کریں۔ اور قصور معاف کر لیں۔ مستری صاحب نے حاضر ہو کر حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ ارشاد فرمایا ”داڑھی نہ منڈوانے تو ٹھیک ہو جائے گا؟“ آخر خلیفہ تائب ہوا اور اس نے عہد کیا کہ کبھی داڑھی نہیں منڈوانے گا۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ اس کی خارش دور ہو گئی اور تندرست ہو گیا۔

(۲۳) موضع سادھو کے علی پور شریف سے تین

دیوار مسجد کی وز کو کندھا لگا کر جوڑ دیا

میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد تعمیر کرائی تھی۔ اس کا تفصیلی ذکر ”تعمیر مساجد“ کے تحت آئے گا۔ جب مسجد زیر تعمیر تھی اور چھت پر مٹی باقی تھی، تو مسجد کی دیوار ایک طرف سے پیچھے کو سرک گئی۔ اور کونا پھٹ کر دو تین اینچ کا شگاف نظر آنے لگا۔ گاؤں کے لوگ دوڑے ہوئے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں علی پور شریف آئے اور آپ سے تفصیل عرض کی۔ حضور خود سادھو کے

تشریف لائے اور سب سے کہا۔ ”اؤ مل کر زور لگائیں“ یہ فرما کے اپنا دست مبارک اس درز پر رکھا اور کندھے سے خود بھی زور لگایا۔ تو وہ درز بند ہو گئی۔ ارشاد فرمایا ”اب یہاں سے کبھی نہیں پھٹے گی“ نمبر دار عنایت اللہ صاحب مرحوم کہتے تھے کہ ”پرانی ہو جانے کے باعث اب مسجد کی دیواریں جا بجا سے شق ہو گئی ہیں۔ مگر وہ کونا جس کی بابت حضور قلبہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرما دیا تھا اب بھی پوری طرح سداست ہے“ ابھی تک اس مسجد کی نئی مرمت نہیں ہوئی۔ اور آج بھی یہ کرامت دکھی جاسکتی ہے۔

(۲۴) صوبیدار علی گوہر صاحب دساکن تھوہا بہادر  
 (تحصیل چکوال) اپنا واقعہ بار بار سب کو سناتے رہے

### حفاظت کے قتل سے قبل از وقت ریٹائر کر دینا

ہیں کہ میرے افسروں نے مجھے ملازمت کی میعاد پوری ہونے سے دو سال قبل ریٹائر کر دیا۔ میں نے دربار شریف میں حاضر ہو کر حضور سے عرض کیا۔ فرمایا ”مبارک ہو۔ بہت اچھا ہوا کہ دوسرے کی غلامی کا پٹہ تمہاری گردن سے اتر گیا“ میں بہت حیران ہوا مگر کیا کہہ سکتا تھا۔ پھر ارشاد فرمایا ”دیکھیں پکوا کر تقسیم کرو“ اس پر میں اور زیادہ حیرت زدہ ہوا کہ میری تو نوکری ختم ہو گئی ہے۔ اور حضور دیکھیں پکوا کر بانٹنے کا حکم دے رہے ہیں۔ میں مایوس لوٹ آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ میری جگہ جو شخص تعینات ہوا تھا، اس کے ماتحت سپاہیوں کو کابل والوں نے گرفتار کر لیا۔ اس پر اس صوبیدار کو سزا کا مستحق گردان کر بارہ پتھر باہر کر دیا گیا۔ اب مجھے ہوش آیا۔ او میں نے سمجھا کہ حضور نے میری حفاظت کے لئے مجھے قبل از وقت ریٹائر کرایا تھا۔ اور اسی لئے دیکھیں پکوا کر تقسیم کرنے کا حکم دیا تھا۔

(۲۵) صوبیدار علی گوہر صاحب کہتے ہیں کہ  
 ”اس کے بعد میں دربار شریف حاضر ہوا تو

### ریٹائرمنٹ کے بعد بجالی اور ترقی

حضور نے فوراً دریافت فرمایا ”دیکھیں بانٹیں کہ نہیں؟“ میں نے عرض کیا ”حضور! دیکھیں تو تقسیم کر دی تھیں۔ لیکن اگر میں ملازمت پر بحال رہتا تو اب تک لفٹنٹ ہو گیا ہوتا“ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ”کیا اللہ تعالیٰ اب تم کو یہ عہدہ نہیں دے سکتا۔“ میں نے عرض کیا ”حضور! میں دو سال سے پنشن پر ہوں۔ اب مجھے کس طرح یہ عہدہ مل سکتا ہے“ حکم ہوا ”جاؤ کمانڈران چیف سے ملو“ میں نے عرض کیا: ”حضور یہ کام تو بہت مشکل ہے“



فرمایا ”تم راولپنڈی جاؤ“ علی گوہر صاحب پنڈی نہیں گئے۔ کہتے تھے مہینہ بھر بعد پھر حاضر ہوا تو پھر یہی حکم دیا۔ میں اب کے بھی پنڈی جانے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس لئے کہ مجھے علم تھا کہ کمانڈر انچیف سے ملنا ناممکنات سے ہے۔ تیسری بار حاضر ہوا تو دیکھتے ہی دریافت فرمایا ”راولپنڈی جا کر کمانڈر انچیف سے مل آئے“ میں نے مشکلات کا ذکر کیا تو تاکید فرمائی ”نہیں ابھی جاؤ“

علی گوہر صاحب کا بیان ہے کہ ”میں حضور کے حکم کی تعمیل میں اب راولپنڈی جانے پر مجبور ہوا۔ عجب اتفاق کہ کمانڈر انچیف (جنرل گریسی) بازار میں ایک دوکان پر نظر آئے۔ میں نے فوجی سلام کیا۔ انہوں نے پہچان لیا اور کہا ”علی گوہر! تم یہاں کہاں“ میں نے عرض کیا ”حضور! میں ریٹائر کیا جا چکا ہوں“ چیف نے کہا ”ابھی تو تمہاری مدت ملازمت باقی تھی“ میں نے عرض کیا ”افسران کی مرضی“ چیف نے حکم دیا ”تم میری کوٹھی پر ملو“ میں نے کہا ”وہاں مجھے کون اندر آنے دیگا“ جواب ملا ”تم دو بجے میری کوٹھی کے سامنے پہنچ جاؤ“

”عرض میں دو بجے کوٹھی کے سامنے پہنچا۔ ٹھیک اسی وقت چیف صاحب اپنی موٹر میں آئے اور چپڑا اسی کو بھیج کر مجھے اپنے پاس طلب کیا۔ سب تفصیل معلوم کی متعلق افسروں کو ٹیلیفون کئے۔ اور حکم دیا کہ علی گوہر کو سبکدوشی کے وقت سے بحال کر کے لفٹنٹ بنایا جائے۔ اس سب مدت کی تنخواہ لفٹنٹ کے عہدے کی دی جائے۔ اور اب لفٹنٹ سے ریٹائر کیا جائے“ چنانچہ حضور کی ادنیٰ توجہ اور کرم سے مجھے کئی ہزار روپے بقایا ملے۔ اور اب مجھے کئی برس سے لفٹنٹ کے عہدے کی پنشن مل رہی ہے ”خدا کے فضل سے اب کئی سال سے علی گوہر صاحب اعزازی کیپٹن کے عہدے پر فائز ہیں۔ اور ملٹری اکیڈمی کا کول میں برسر کار بھی ہیں۔“

(۴۶) محمد بخش صاحب ساکن چچکانہ چک  
کنڈ ذہن سچہ کو تین مہینے میں حفظ کرادیا

قرآن مجید حفظ کر لے۔ مگر وہ ایسا کنڈ ذہن نکلا کہ تین سال ہو گئے اور تیسرے پارے سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اس نے بہت کوشش کی۔ پیروں کی خدمت میں بھی حاضر ہوا، گنڈے تعویذ کرائے مگر لڑکا تیسرے پارے میں ہی اٹکا رہا۔ بلکہ پہلے دو پارے بھی اچھے یاد نہ تھے۔ آخر وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔

”تم سلسلہ عالیہ میں داخل ہو جاؤ تو یہ بچہ بھی قرآن شریف حفظ کر لے گا“ ازاں بعد کافی مدت تک وہ حاضر خدمت ہوتا رہا۔ آپ دریافت فرماتے کہ ”بچہ نے قرآن مجید حفظ کر لیا“ تو ہر دفعہ وہ یہی جواب دیتا کہ ”حضور تیسرا پارہ حفظ کر رہا ہے“

ایک دفعہ محمد بخش حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ”میں سیالکوٹ جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ چلو“ سیالکوٹ پہنچ کر دوسرے دن اس نے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا ”حاجی بڑا سے قلم دوات لاؤ“ اس نے عرض کیا مجھے تعویذ نہیں لینا۔ دریافت فرمایا ”پھر کیا لینا ہے“ اس نے کہا بچہ کو حافظ بنانا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ”تو نے بہت تنگ کیا ہے۔ لاجچہ کہاں ہے“ بچہ اس کے ساتھ تھا۔ اس نے بچے کو خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے اپنی انگلی پر زبان مبارک سے لب لگا کر انگلی اس بچہ کی زبان سے لگائی۔ اور فرمایا ”لے جا۔ یہ حافظ ہو جا بیگا“ مزید ارشاد فرمایا ”اگر یہ حفظ نہ کر سکے تو مجھے سید مت کہنا“ بچہ نے تین مہینے میں سارا قرآن مجید حفظ کر لیا۔ محمد بخش اسے لے کر خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضور نے دریافت فرمایا ”اس نے قرآن شریف حفظ کر لیا یا نہیں“ اس نے جواب دیا حضور کے تصرف سے اب یہ پکا حافظ ہے۔ ارشاد فرمایا ”میں نے سمجھا تو اب بھی یہی کہے گا کہ حفظ نہیں کیا“

رمضان شریف کا مہینہ آیا تو اس بچہ نے تراویح میں قرآن سنایا۔ کئی حافظ پچھتے مگر سارے قرآن شریف میں بچہ کو ایک جگہ بھی لقمہ دینے کی ضرورت نہیں پڑی۔ یہ حافظ صاحب اب عمر رسیدہ ہیں سارے سال منزلیں دہراتے رہنے کی ضرورت نہیں ہوتی مگر شبینہ سناتے ہیں تو ایک لفظ بھی نہیں بھولتے۔

۴۷) مستری فضل دین ساکن پنجگراہیں نے بیان کیا کہ ”مجھے بنیانی میں دستور معلوم ہوا اور کام میں

موتیا بندھتے ہوئے نظر کام کرتی رہی

دشواری محسوس ہونے لگی۔ تو میں نے ڈاکٹر کو آنکھ دکھانی۔ اس نے کہا تمہیں موتیا کا پانی اتر رہا ہے۔ دو تین مہینہ میں موتیا پاک جائے گا تو آنا میں اپرشین کر دوں گا۔ میں حضرت قبائلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت باقدس میں حاضر ہوا اور سب تفصیل بیان کی۔ حضور نے ارشاد فرمایا ”فکر مت کرو جب اذان میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نام آیا کرے تو انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگا لیا کرو۔“

نظر کبھی بند نہیں ہوگی، چنانچہ اس کے بعد پندرہ سال گزر گئے۔ میں اخبار تک پڑھ لیتا تھا۔ اور مجھے کام میں بھی کوئی رکاوٹ نہ ہوتی تھی۔ پندرہ سال گزر جانے کے بعد میں نے یہ غلطی کی کہ اسی ڈاکٹر کے پاس آنکھیں دکھانے پہنچ گیا۔ ڈاکٹر نے علامت کی کہ میں نے تمہیں تین مہینے بعد آنے کو کہا تھا اور تم اب آئے ہو۔ میں نے بتایا کہ میں تو اخبار تک پڑھ لیتا ہوں۔ مگر وہ نہ مانا۔ اور اس نے میری دونوں آنکھوں کا آپریشن کر دیا۔ حالانکہ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ کچھ موتیا کا آپریشن کرنا مناسب نہیں سمجھا جاتا۔

(۴۸) حاجی مہر عبدالحق صاحب کے یہاں ایک فصل پرگندم دو بوری گندم سال بھر کافی

بہت کم ہوتی۔ وہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دریافت فرمایا کہ ”گندم کتنی ہوتی ہے“ انھوں نے کہا کہ ”اب کے فصل باری گئی۔ صرف دو بوری گندم ہاتھ آئی ہے“ آپ نے ارشاد فرمایا ”تمہارے لئے کافی ہے۔ گھر والوں کا پورا سال گزر جائے گا۔ آنے جانے والے مسافروں کو بھی ضرور کھلانا“ مہر عبدالحق صاحب کا بیان ہے کہ حضور کا یہ فرمان سنا تو میں سخت حیرت میں تھا مگر کیا عرض کر سکتا تھا لیکن ہوا یہی کہ وہی ذرا سی گندم ہمارے سائے گھر کے لئے پورے ایک سال کو کافی ہوتی۔ اس دوران جو مہمان آتے رہے ان کی ضیافت بھی اسی سے ہوتی رہی۔

(۴۹) ڈاکٹر حاجی غلام حیدر صاحب خلیفہ محجاز سوتے میں چور کا ہاتھ پکڑوا دیا | نے حضرت سراج الملک رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین اول)

سے بیان کیا کہ ”میرے والد چودھری جمال دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ سفر میں ایک مسجد میں رات کو سو رہے تھے۔ کسی نے تاک لیا اور ان کی جیب میں سے رستم نکالنی چاہی۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے ان کو ہوشیار کیا کہ ”چودھری! ہوش کر۔ چور رستم چرائے جائے گا“ ان کی آنکھ کھل گئی تو چور کھسک گیا۔ دوسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا چور بھی بڑا ڈھکیٹ تھا۔ تیسری دفعہ ان کو غافل دیکھ کر اس نے پھر اپنا کام کرنا چاہا۔ اب کے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے چور کا ہاتھ چودھری صاحب کے ہاتھ میں پکڑوا دیا۔ ان کی اب کے آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ چور کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اول تو چور نے ہاتھ چھڑکے بھاگنے کی کوشش کی لیکن گرفت ایسی مضبوط تھی کہ وہ چھڑانہ سکا۔ تو لگا ان کی خوشامد اور منت

سماجت کرنے چودھری صاحب نے اس کو تہنیدہ کر کے چھوڑ دیا۔

علی پور کا رخ تو بارش اولے بے ضرر | (۵۰) پٹواری نجی بخش صاحب مرحوم شروع میں اہل حدیث تھے۔ بعد میں تائب ہوئے۔ ایک دفعہ

وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے ارادے سے گھر سے روانہ ہوئے۔ راستے میں بارش نے آیا۔ بارش کے ساتھ اولے بھی تھے۔ انھوں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ گھر کی طرف مڑ کر آیا تو ان کے سر اور کانوں پر اتنی زور سے اولے پڑے کہ پلٹ کر علی پور سیداں کا رخ کر لیا۔ اب روانہ ہوئے تو بارش اور اولوں نے نہ ستایا۔ مگر خیال آیا کہ نہ بارش رکتی ہے نہ اولے۔ بہتر ہے کہ گھروٹ چلوں۔ گھر کی سمت رخ کیا تو پھر سر اور کانوں سے اولے ٹکرانے لگے۔ پریشان ہو کر پھر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رخ کر کے چلنے لگے۔ اب نہ بارش کی تکلیف تھی نہ اولے سر پر پڑ رہے تھے۔ کتنی دفعہ ایسا ہی ہوا۔ آخر ان کو اسی میں فلاح نظر آئی کہ بارش اولوں کا خیال نہ کریں اور علی پور کی طرف بڑھتے رہیں۔ چنانچہ انھوں نے گھروٹنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ بارش جاری تھی، اولے پڑ رہے تھے، اور پٹواری صاحب کو مطلق کوئی تکلیف نہ تھی۔ آخر اسی طرح وہ علی پور سیداں آ پہنچے۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا ”ایسی بارش اور زلہ باری میں نہیں آنا چاہیے“ وہ ششدر رہ گئے۔ بے اختیار حضور کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔

بیچہ کو بے فصل سٹہ عطا فرمانا | (۵۱) چودھری محمد علی صاحب سکندر جاتریکے، علی پور سیداں حاضر ہوئے حضور۔ الا باب رحمت میں

تشریف رکھتے تھے۔ اور یار بھی حاضر خدمت تھے۔ چودھری صاحب کے ساتھ ان کا چھوٹا بیچہ بھی تھا۔ وہ رونے اور ضد کرنے لگا کہ میں تو مکئی کا سٹہ (ٹھٹا) لوں گا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا۔ بیچہ کیوں روتا ہے؟ چودھری صاحب نے سبب بنایا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے الماری میں ہاتھ ڈال کر سٹہ نکال کر بیچے کو دیا۔ وہ خوش ہوا اور کھانے لگا۔ بہت لذیذ تھا۔ سب حاضرین حیران تھے کہ یہ بے فصل اور بے موسم کے سٹہ (ٹھٹا) کیسے آگیا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو وقت اور کائنات پر تصرف حاصل تھا۔ کرامات کا  
 یہ بیان آٹے میں نمک کی مانند، مُشتمل نمونہ از خرد ارے، ہے۔ سینکڑوں یارانِ طریقت  
 آپ بیٹے واقعات دہراتے بہتے ہیں۔ حجاز مقدس میں لاکھوں روپیہ ضرورت مندوں کو دینا۔  
 جنات کی تسخیر اور ان کو مشرف باسلام کرنا۔ احوال دین اور تبلیغ و ارشاد کے لئے  
 مافوق العادت صعوبتیں برداشت کرنا اور ان گنت مشکلات کے ہوتے ہوئے کامیاب  
 ہونا۔ ترن تارن جیسے سکھوں کے مرکز میں حقانیت اسلام کا ڈنکا بجانا۔ فتنہ ارتداد  
 کا سدباب فرمانا۔ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو شریعت کا پابند اور متبع سنت بنا دینا۔  
 اس طرح کے دوسرے بے شمار واقعات ہیں جو سب خرق عادات اور کرامت کا درجہ رکھتے  
 ہیں۔ مگر اختصار کی خاطر اس پر بس کرتا ہوں۔ ورنہ

نہ حسدش غایتے دار نہ سعدی را سخن پایاں

بمیر و تشنہ مستسقی و دریا پیمختاں باقی

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ اقدس علامہ اقبال کے اس شعر کا صحیح

مصداق تھی۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں



# دینی اور ملی خدمات

انجمن خدمتِ اصفویہ — مدارس دینیہ —

خدمتِ عریض الشریفیہ — تعمیر مسجد —

دیگر عمارتے — ملی اور نسلاکے اداے —

تحریکِ خلافت — فتنہ ارتداد — ساروا ایکٹ —

شہید گنج — سنی کانفرنس —

ہیے قیامِ ایتانہ

# انجمن خدام الصوفیہ

## مقاصد

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ان مساعی کا ذکر آچکا ہے جو آپ دین مستین کی تبلیغ اور سلسلہ عالیہ کی ترویج کے لئے کیا کرتے تھے۔ مدت العمر آپ کا یہی وظیفہ رہا۔ ۱۹۰۱ء میں آپ نے "انجمن خدام الصوفیہ" قائم کی جس کے مقاصد کی تشریح یوں کی گئی۔

(۱) اتحاد جمیع سلاسل تصوف (۲) اشاعت اسلام و تصوف

(۳) ترویج الزامات خلاف اسلام و تصوف (۴) ترویج مذاہب باطلہ

۱۹۰۱ء میں انجمن کا پہلا سالانہ جلسہ بادشاہی مسجد لاہور میں منعقد ہوا۔ تین سال تک ان سالانہ اجتماعات کا مرکز بادشاہی مسجد لاہور میں رہا۔ ۱۹۰۴ء سے سالانہ جلسوں کا انعقاد علی پور سیداں (ضلع سیالکوٹ) میں ہونے لگا۔ ابتدا میں ایسی کوئی بڑی جگہ حضور کے پاس نہ تھی جہاں ایسے عظیم الشان اجتماع ہو سکیں جن میں ہزاروں آدمی شرکت کریں۔ تو آپ نے ابتدائی برسوں میں یہ جلسے اپنی ہی برادری کے بھائی نمبردار سید قائم علی شاہ صاحب کی بڑی سوہیلی میں منعقد کئے۔ اس کے بعد جب دکھن والی پختہ سوہیلی تیار ہو گئی تو سالانہ اجتماع ہونے لگے، اور اب تک ہر سال ۱۰، ۱۱ مئی کو وہیں منعقد ہوتے ہیں۔

انجمن کے سالانہ جلسوں میں علمائے کرام اور نعت خواں حضرات دور دورے شرکت کے لئے آتے ہیں اور اپنے مواعظ حسنہ سے شرکاء کو فیض یاب کرتے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود ہر روز کسی گھنٹے وعظ فرماتے تھے۔ صاحبزادگان والا تبار بھی وعظ میں پیش از پیش حصہ لیتے ہیں۔ عام طور پر انجمن کا سالانہ جلسہ دو روز تک منعقد ہوتا ہے۔ روزانہ تین اجلاس منعقد ہوتے ہیں۔ ملک بھر سے یارانِ طریقت اور شایعین شرکت کے لئے علی پور آتے ہیں۔

مہمانوں کے قیام و طعام کی پوری کفالت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے جس وقت کہ وصال کے بعد صاحب سجادہ مدظلہ العالی اور صاحبزادگان ذی شان مہمان داری کے جملہ فریض

بحسن و خوبی انجام دیا کرتے ہیں۔ دس بارہ پندرہ ہزار سے بھی زیادہ مہمان دور دور سے شرکت کے لئے آتے اور فیض پاتے ہیں۔ اس موقع پر علی پور سیداں میں بڑی گھمبہا گھمی ہوتی ہے۔ آس پاس کے شہروں سے دوکان دار آ کر دکانیں لگاتے اور ہر قسم کی چیزیں فروخت کرتے ہیں۔ غرض ہفتہ بھر بڑی شان اور رونق کا گزرتا ہے۔

**جلسہ گاہ** سالانہ جلسوں کا انعقاد اور مہمانداری کا حال ذرا تفصیل سے بیان کیا جائے تو عام دلچسپی کا موجب ہوگا۔ جلسہ گاہ کی حویلی کو خوب سجایا جاتا ہے۔ شامیانے لگا کر اندر دریاں بچھلتے ہیں۔ وسط میں اسٹیج ہوتا ہے جس پر قالمین اور گادٹیکے لگے ہوتے ہیں۔ اسٹیج پر بزرگان و اکابر، علمائے کرام اور پیرانِ عظام تشریف فرما ہوتے ہیں۔ گلاب پاشوں سے تھوڑی تھوڑی دیر میں خوشبو دار عرق چاروں طرف چھڑکا جاتا ہے۔ نعت خوانی کے دوران بالخصوص گلاب پاشی ہوتی ہے۔ گیس کے ہنڈے اور لائٹس کی لائٹس جا بجا نصب کی جاتی ہیں جن کی وجہ سے راستے اور جلسہ گاہ روشن ہو جاتے ہیں۔ ابتدائی ایام میں شیخ حسین بخش صاحب اور ان کے بھائی جلسہ گاہ میں روشنی کے لئے گیس کے ہنڈے فراہم کرتے تھے۔ بعد میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ممبئی سے خود گیس کے ہنڈے اور لائٹس خرید فرما کر لے آئے۔ اب تک انھی سے سب جگہ روشنی کا انتظام کیا جاتا ہے۔

ابتدائی زمانے سے اب تک رہنک اور حصار کے یارانِ طریقت جلسہ گاہ کو سجانے اور اسٹیج بنانے میں سیکڑری صاحبان کی اعانت کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ بھائی حفیظ الدین صاحب، بھائی نصیب خان صاحب اور مولانا عبد المجید صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہم دوسرے یارانِ طریقت کی مدد سے یہ خدمت انجام دیا کرتے تھے۔ انھی اضلاع کے مہاجر یارانِ طریقت جو پھلوواں اور ملتان وغیرہ میں آباد ہیں، اپنے بزرگوں کی سنت قائم کئے ہوئے ہیں۔

**سالانہ جلسے** سالانہ جلسوں کا انعقاد دو دن تک ہوتا رہتا ہے۔ پہلا اجلاس صبح آٹھ بجے شروع ہوتا ہے۔ نعت خوانی اور مواظبتِ حسنہ کا سلسلہ ایک بجے تک جاری رہتا ہے۔ کھانا کھانے اور نماز ظہر ادا کرنے کے بعد دوسرا اجلاس شروع ہو جاتا۔ جو درمیان میں عصر کی نماز کے وقفے کے بعد نماز مغرب تک جاری رہتا۔ مغرب



کی نماز کے بعد اور کبھی عشا کی نماز کے بعد تیسرا اجلاس شروع ہو جاتا جو رات کے ایک دو بجے تک انتہام پذیر ہوتا۔ ان سب اجلاسوں میں نعت خواں خوش الحانی سے نعتیہ کلام سنا کر دیوں کو گراتے اور علمائے کرام نیز مشائخ عظام عقائد و مسائل پر وعظ فرما کر سمینوں کو نور ایمان سے منور کرتے اور واکم و عقاید کی اصلاح فرماتے۔ دوسرے دن بھی اسی طرح تین اجلاس منعقد ہوتے اور اسی طرح کی روداد ہوتی۔ البتہ آخری اجلاس زیادہ دیر تک جاری رہتا۔ کبھی کبھی تو نماز تہجد کے وقت اجلاس ختم ہوتا۔ آخر میں بہر حال سلام اور ختم شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا جاتا اور دعا مانگی جاتی۔

میرے ہوش سے قبل ابتدائی دنوں میں حافظ ظفر علی صاحب لیسری انجمن کے سیکرٹری

رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز مرکزی انجمن کے سیکرٹری تھے اور وہی تمام اجلاسوں کے منتظم خصوصی ہوا کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد سٹر حاجی کرم آہی صاحب سیالکوٹی بی اے ای ایل بی ایڈووکیٹ خلیفہ مجاز تاحیات مرکزی انجمن کے سیکرٹری اور سالانہ اجلاسوں کے منتظم رہے۔ سٹر صاحب کے انتقال کے بعد حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اول نے حافظ نور احمد صاحب قصوری خلیفہ مجاز اخلف حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اول حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو انجمن کا جنرل سیکرٹری اور پروفیسر منشا علی صاحب ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج بہاولنگر کو جو انٹ سیکرٹری مقرر فرمایا۔ اب تک یہ دونوں حضرات اپنے فرائض پوری تن دہی اور خوش اسلوبی سے انجام دیتے ہیں۔ گو جلسہ گاہ کا انتظام اور اسٹیج قائم کرنے کا کام دوسرے یارانِ طریقت انجام دیتے ہیں، لیکن ذمہ داری سیکرٹری صاحبان کی ہے۔ اسی طرح جلسوں کا ایجنڈا تیار کرنا اور مقررین و اعلیٰ اور نعت خواں حضرات کو دعوت دینا اور انہیں جلسہ گاہ میں لانا ان کے فرائض میں شامل ہے، جسے وہ بڑے حسن و خوبی سے پورا کرتے ہیں۔

سالانہ اجلاس کی شرکت کے لئے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے اطراف و اکناف سے علماء کرام کو شرکت کی

دعوت دیتے تھے۔ شریک ہونے والے علماء و اکابر اور نعت خواں اصحاب کے آمد و رفت کے اخراجات اور قیام و طعام کے مصارف کے خود متحمل ہوتے تھے۔ آپ نے تمام عمر کسی سے چندہ طلب نہیں کیا۔ خواص و عوام کی مہمان داری کے جملہ اخراجات خدا کے فضل و کرم سے

خود ہی اٹھاتے تھے۔ یہی نہیں رخصت کے وقت ان حضرات کو تحفوں سے بھی نوازا جاتا تھا۔  
 جو مشائخ عظام، علماء کرام اور نعت خوان حضرات انجمن کے سالانہ جلسوں میں شرکت فرماتے  
 رہے ہیں، ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ اور تمام نام ضبط تحریر میں لانے ممکن نہیں لیکن تبرکاً اور بطور  
 نمونہ کچھ نام درج کئے جاتے ہیں۔ حضرت سجادہ نشین صاحب پورہ شریف۔ حضرت الحاج صاحبزادہ محمد صدیقی  
 صاحب پورہ شریف۔ حضرت محدث کچھوچھوی سجادہ نشین کچھوچھو شریف۔ حضرت مولانا مفتی دیدار علی صاحب الہری۔  
 حضرت مولانا مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی۔ حضرت ابو الحسنات مولانا سید محمد احمد صاحب (لاہور)۔  
 حضرت ابوالبرکات مولانا سید احمد صاحب (لاہور)۔ حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب گجرات)۔ حضرت  
 ڈاکٹر اللہ داتا صاحب گجرات)۔ حضرت مولوی محمد یار صاحب بہاول پوری۔ حضرت حافظ انور علی صاحب ریشکی۔  
 حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری خلیفہ اول۔ حضرت مولوی خیر شاہ صاحب امرتسری۔ حضرت مولوی  
 محمد عظیم صاحب گکھڑوی۔ حضرت مولوی محمد عظیم صاحب فیروز پوری۔ حضرت حافظ ظفر علی صاحب لہوری۔  
 حضرت مولوی محمد خوب صاحب احمد آبادی۔ حضرت مولوی محمد شریف صاحب کوٹلی والے۔ حضرت مولوی  
 غلام احمد صاحب انگر امرتسری۔ حضرت مولانا حکیم خادم علی صاحب سیالکوٹی۔ حضرت مولانا امام الدین  
 صاحب رائے پوری۔ حضرت مولوی عبد المجید صاحب قصوری۔ حضرت مولوی محمد عمر صاحب اچھروی۔  
 حضرت قاضی حفیظ الدین صاحب ریشکی۔ مولوی عبد الغفور صاحب ہزاروی۔ مولوی عبد الحمید صاحب غیرم۔  
 نعت خوان حضرات میں سے بھی مثال کے طور پر چند اصحاب کے  
 نام لکھے جاتے ہیں۔ سب کا احاطہ تو ممکن ہی نہیں۔ جناب آزاد  
 صاحب بیکانیری۔ جناب حاجی نصیب خاں صاحب ریشکی۔ جناب حافظ صاحب سیلی بھیتی۔  
 جناب حاجی جلال دین صاحب فیروز پوری۔ جناب میر سعید اللہ صاحب امرتسری۔ جناب سیٹھ  
 عیسیٰ صاحب (بنگلور)۔ جناب اسد علی صاحب (مبئی)۔ جناب ابراہیم صاحب بیکانیری۔  
 جناب افتخار احمد صاحب قصوری۔ جناب صابر صاحب قصوری وغیرہم۔

### نعت خوان اصحاب

کسی کو کبھی یہ اندازہ کرنا ممکن نہوا کہ سالانہ اجلاسوں کے  
 کل اخراجات کتنے ہوتے ہیں۔ اور یہ رستم کہاں سے  
 آتی ہے۔ حضور کے جو دو سخا اور توکل کی کچھ کیفیت ان ابواب کے تحت بیان ہوئی ہے، اسی کا

### کل اخراجات اجلاس

ایک عظیم و درخشاں نمونہ ان جلسوں کے اخراجات میں بھی نظر آیا کرتا تھا۔

ایک بار مولوی حسمت علی شاہ صاحب خیر اللہ پوری نے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز سے دریافت کیا کہ ان جلسوں پر آپ کا کل خرچ کتنا ہو جاتا ہے حضور نے فرمایا ”میں حساب کر کے خرچ نہیں کرتا۔ البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ اپنی زمینوں کے چاول، گندم اور دیگر اجناس کے علاوہ چاول والوں کا ڈھائی ہزار روپیہ قرضہ ادا کرنا باقی ہے۔ دوسرے اخراجات کا آپ اندازہ لگالیں۔“

**مہانوں کی ضیافت** | مہانوں کی ضیافت کے لئے دونوں وقت عمدہ سے عمدہ کھانے پکوائے جاتے تھے۔ پلاؤ زردہ۔ مرنج۔ منجن۔ گوشت۔ روٹی

وغیرہ کا مستقل اہتمام ہوتا تھا۔ پشاور سے ترکی دُنبے خرید کر منگواتے اور پوری نگہداشت کے ساتھ ان کو خوب کھلا پلا کے سالانہ اجلاس کی مہمانداری کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔ بعض یارانِ طرقت اپنی طرف سے مہینوں دُنبے تیار کرتے اور ان جلسوں کے لئے بطور تحفہ حضور کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ فتح محمد صاحب، حاجی اللہ رکھا صاحب، حاجی محمد باقر صاحب، سیالکوٹی اور ماہوں صاحب قبلہ سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ چار چار من کے نو مند دُنبے بڑے اہتمام سے پال پوس کر لاتے اور نذر گزارتے تھے۔ حضور ان تحفوں کو پسند کرتے اور اپنی خوشنودی کے اظہار کے ساتھ دعاؤں سے سرفراز فرماتے تھے۔ ایک وقت میں دیگر اشیائے خوردنی کے علاوہ ساٹھ ساٹھ اور ستر ستر دگمیں پلاؤ زرے کی پکتی تھیں۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ تمام انتظامات اب بھی اسی اہتمام اور خوش اسلوبی سے جاری ہیں۔ بلکہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف اور توجہ سے ان میں ترقی ہو رہی ہے۔

**کھانا پکانے کا انتظام** | کھانا پکانے کا انتظام موضع سادھو کے والے چوہدری اللہ دنا صاحب مرحوم اور ان کے گاؤں کے دوسرے بہت

سے لوگ مل کر انجام دیتے تھے۔ اب ان کی اولاد چوہدری خدابخش صاحب، نور احمد صاحب، غلام رسول صاحب اور ان کے دوسرے رفقاء دن رات کی محنت اور جانفشانی سے کرتے ہیں۔

**کھانے کی تقسیم** | کھانا عام طور پر جلسہ گاہ میں کھلایا جاتا۔ بہت سی جماعتوں کو جو مختلف مکانات اور کمروں میں اقامت گزیں ہوتی ہیں، ان کی فرود گاہ پر

پہنچایا جاتا۔ غرض ہر شخص کی سہولت اور خواہش کا پورا لحاظ کیا جاتا۔ لنگر کے عام کھانے کے علاوہ  
 حویلی سے بھی اکثر مہمانوں کے لئے دونوں وقت کھانا آتا تھا۔ یہ کوئی قید نہ ہوتی کہ کون کہاں مقیم ہے اور  
 کہاں کھانا کھاتا ہے۔ اپنی خواہش کے مطابق جہاں بھی کوئی ہوتا اسے اس عنوان بغیر سے فیض یاب ہونے  
 کا موقع ملتا تھا۔

کھانے کی تقسیم کا کام ہمیشہ سے پشاور والوں کے ذمے ہوتا رہا ہے۔ زمانہ سابق میں  
 برادر م غلام رسول صاحب مرحوم اور امام الدین صاحب مرحوم کرتے تھے۔ اب حافظ سلطان احمد صاحب  
 خلیفہ مجاز، محمد نواز صاحب خلیفہ غلام رسول صاحب مرحوم، سید اسد شاہ صاحب اور پشاور کے دوسرے  
 یارانِ طریقت انجام دیتے ہیں۔ برادر م غلام رسول صاحب مرحوم کھانا پکانے کے لئے پشاور سے باورچی ساتھ  
 لایا کرتے تھے۔ اسی طرح بعض دوسرے پیر بھائی جو کھانا پکانے میں ماہر ہوتے دو اک دن قبل علی پور شریف  
 پہنچ جاتے تھے۔ اور پوری محنت و محبت کے ساتھ خدمت کرتے تھے۔ ان حضرات کا کام شدید ریاضت  
 کا ہوتا ہے۔ صبح آٹھ بجے سے تین بجے سہ پہنک مصروف رہتے۔ دو گھنٹے نماز، کھانے اور آرام کے  
 بعد پانچ بجے سے پھر کام میں لگتے تو رات کے دو بجے تک پکانے اور تقسیم کرنے میں مصروف  
 رہتے تھے۔ ان اصحاب کا خوشی، مستعدی اور سرگرمی سے مصروف خدمت ہونا سعادتِ دارین  
 کا ضامن ہے۔

جلسہ گاہ میں مہمانوں کو کھانا کھلانے کا انتظام ابتدائی  
 زمانے سے اپنی ضعیفی تک حاجی ڈاکٹر اللہ دتا صاحب

رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز انجام دیا کرتے تھے۔ آپ کے ہمراہ دوسرے یارانِ طریقت ہوتے  
 تھے۔ عموماً جلسے کے اختتام پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود مختلف شہروں کے یاروں کو  
 نامزد فرماتے کہ وہ کھانا کھلانے کے فرائض انجام دیں۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے  
 حلقے کے علاوہ ایسے دوسرے اصحاب بھی خدمت میں شریک ہوتے تھے۔

ان کے بعد حضرت پیر ولایت شاہ صاحب اور حاجی منشی احمد الدین صاحب (ہردو  
 خلیفہ مجاز) اپنے یارانِ طریقت اور پیر بھائیوں کی اعانت سے انجام دیتے رہے۔ اب حاجی  
 شاہ بیگ، اور جنڈری اور جھنگ کے یارانِ طریقت کھانا کھلانے کی خدمت انجام دیتے ہیں۔

یاران کو ہاٹ بھی عرصہ تک کھانا کھلانے اور پانی پلانے کی خدمت کرتے رہے۔ اب یہ کام ضلع جھنگ کے مذکورہ بالا حضرات کرتے ہیں۔

بکروں و دنبوں کا ذبح کرنا، گوشت بنانا، بخنی کے لئے دینا اور گھر پہنچانا سب کام ابتدائی زمانے میں حاجی کریم بخش صاحب اور

## گوشت اور بخنی تیار کرنا

حاجی محمد حسین صاحب کیا کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے لڑکے حاجی محمد جان صاحب کرتے رہے۔ بحالت موجودہ یہ سب امور بندہ کی نگرانی میں انجام پاتے ہیں۔ ذبح کرنا اور گوشت بنانا اس وقت حافظ رحمت علی صاحب اور عبد الحکیم صاحب کے ذمے ہے۔

یہ چند نام خصوصیت سے ذکر کئے گئے ہیں۔ مگر ان ذمہ دار حضرات کی اعانت کے لئے بے شمار دوسرے یارانِ طرقت سرگرم عمل ہوتے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ اہل خاندان مہمان داری اور مہمان نوازی کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ اور یارانِ طرقت کے ساتھ ہر کام میں شامل اور ہر مہمان کی توفیح میں پیش پیش رہتے ہیں۔ خاص طور پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بہ نفس نفیس مہمان داری اور ہر کام کی نگرانی فرماتے تھے۔

فقہ ارتداد کے دوران انجمن خدام الصوفیہ نے جو خدمات جلیلہ

## انجمن کی شاخیں

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی، نگرانی اور ہدایات پر انجام دیں ان کا ذکر آگے آئے گا۔ یہاں انجمن کی بابت چند اور باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

انجمن خدام الصوفیہ کی شاخیں مختلف شہروں میں قائم کی گئی تھیں، جو اپنے اپنے حلقوں میں انجمن کے مقاصد کے مطابق سرگرم عمل رہیں۔ اور اب تک ان کی دینی خدمات جاری ہیں۔ گجرات، سیالکوٹ، کنجاہ، کوہاٹ، پشاور، راولپنڈی، جھنگ، لائل پور، کراچی، لاہور، ملتان وغیرہ میں یہ شاخیں اب تک سرگرمی کے ساتھ مصروف کار ہیں۔ بھارت میں بنگلور، میسور، احمد آباد، حیدر آباد دکن، جالندھر، مراد آباد، امرتسر، مدراس، کلکتہ، بمبئی، دہلی، فیروز پور، ریتھک اور قصور وغیرہ میں قائم ہوئی تھیں۔ جن میں سے کئی اب بھی سرگرم کار ہیں۔ اگرہ کی شاخ ایک اور لحاظ سے خصوصیت کی حامل رہی ہے۔ فقہ ارتداد کے زمانے میں پورے علاقے میں تبلیغ و ارشاد کے کام کا مرکز ہماری انجمن کی اگرہ کی شاخ تھی۔ جس کے کارکنوں

کی بیش بہا خدمات کا ذکر آگے ”قلنہ ارتداد“ کی فصل میں آئے گا۔

انجمن کی شانوں کے بعض اہم کارکنوں کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ گجرات کی شاخ زیر صدارت حاجی حافظ پیر سید ولایت علی شاہ صاحب خلیفہ مجاز رحمۃ اللہ علیہ اب سے کام کرتی رہی ہے۔ اس کے تحت ایک مدرسہ نقشبندیہ بھی جاری ہے۔ حضرت پیر ولایت علی شاہ صاحب خود یہاں بچوں کو قرآن مجید حفظ کراتے تھے۔ اور اس خدمت کا کوئی صلہ قبول نہ کرتے تھے۔ اب ان کے صاحبزادے حاجی احمد شاہ صاحب مدرسہ میں پڑھاتے ہیں اور حفظ کرانے اور دینیات کی کتابیں پڑھانے کے لئے تنخواہ دار اساتذہ بھی ملازم ہیں۔

گجرات کی اس انجمن کی طرف سے سالانہ جلسہ ابتداء ہی سے بڑی شان اور اہتمام سے منعقد ہوتا ہے۔ دور دور سے علماء کرام مدعو کئے جاتے ہیں۔ تمام اخراجات سفر و قیام و طعام انجمن خود برداشت کرتی ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان جلسوں میں بذاتِ خود شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اب صاحب سجادہ اور دوسرے صاحبزادگان شرکت کرتے ہیں۔ حاجی منشی احمد لیل صاحب خلیفہ مجاز گجرات کی انجمن کے سیکرٹری ہیں۔ اور نہایت خلوص اور جوش سے ساری خدمات انجام دیتے ہیں۔

ضیاء اللہ صاحب نعمانی ایم اے خلیفہ مجاز حضرت سراج الملت سجادہ نشین اول اول کچھ دسے یارانِ طریقت نے گجرات کے محلہ نیروز آباد میں مہلی انجمن کے جلسے کچھ عرصہ سے منعقد کرنے شروع کئے ہیں۔ نعمانی صاحب ان جلسوں کی کامیابی کے لئے خصوصیت سے سرگرم عمل ہیں۔

کنجاہ میں انجمن کی شاخ حاجی ڈاکٹر اللہ دتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز کی صدارت میں قائم ہوئی تھی۔ اور سالانہ اجلاس بڑے اہتمام سے منعقد ہوا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی وفات کے بعد کمیٹی محمد امین صاحب خلیفہ مجاز حضرت سراج الملت سجادہ نشین اول ان کے جانشین ہوئے۔ آپ بھی ہر سال نہایت تزک و احتشام سے جلسے منعقد کرتے ہیں۔

کوہاٹ کی شاخ حاجی سرور خان صاحب اور سید سعید شاہ صاحب کی سربراہی میں کام کرتی ہے۔ ہر مہفتہ تمام یارانِ طریقت بابو غلام حسین صاحب مرحوم کے مکان پر جمع ہو کر ختم خواجگان پڑھتے اور حلقہ ذکر قائم کرتے ہیں۔ پشاور کی شاخ حافظ سلطان احمد صاحب خلیفہ مجاز کی

سربراہی میں سرگرم عمل ہے اور ہفتہ وار اجتماعات پابندی سے منعقد ہوتے ہیں۔

راولپنڈی میں ابتدائی ایام میں حاجی محمد شفیع صاحب انجمن کی شاخ کے صدر تھے۔ ان کے بعد حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ زین العابدین صاحب کو صدر اور حاجی ڈاکٹر محمد حسین صاحب خلیفہ مجاز حضرت شمس الملت صاحبہ مدظلہ العالی کو نائب صدر مقرر فرمایا۔ شیخ صاحب کے انتقال کے بعد حاجی حکیم محمد حسین صاحب صدر ہیں۔ ہفتہ وار اجتماعات شیخ فرحت علی صاحب شوق صدیقی کے مکان پر ہوتے ہیں۔ اس انجمن نے ایک نایاب کتاب "برکات علی پوری" دوبارہ شایع کی ہے۔

جھنگ میں انجمن کی شاخ مولوی قطب الدین صاحب، حاجی عبدالرحمان صاحب اور حاجی لقمان صاحب کی قیادت میں کام کرتی رہی۔ ہر سال بڑے وسیع پیمانے پر جلسے کا اہتمام ہوتا تھا۔ جس میں شرکت کے لئے دور دور سے لوگ آتے تھے۔ حاجی عبدالرحمان صاحب قیام و طعام کا انتظام بہت اعلیٰ پیمانے پر کرتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ دیگر افراد خاندان کو ساتھ لے کر ان جلسوں کی شرکت کے لئے تشریف لیجایا کرتے تھے۔

لاہل پور کی انجمن چوہدری عطا محمد صاحب حاجی اللہ ودھایا صاحب اور حاجی محبوب علی خاں صاحب کی نگرانی میں باقاعدہ کام کر رہی ہے۔ ختم خواجگان اور حلقہ ذکر یارانِ طریقت کے گھروں میں باری باری سے منعقد ہوتا رہتا ہے تاکہ سب کو برکات سے حصہ افر حاصل ہو۔ سیالکوٹ میں پہلے شیخ حسین بخش صاحب کی صدارت میں انجمن کام کرتی رہی۔ پھر غلام نبی خاں صاحب صدر ہوئے اور اب حافظ عبداللطیف صاحب صدر انجمن ہیں۔

کراچی میں انجمن کی شاخ پہلے نور محمد صاحب اور پھر حضرت بخش مصطفیٰ علی خان صاحب صاحب کی صدارت میں کام کر رہی تھی۔ بعد میں مولانا حاجی حامد حسن صاحب قادری صاحب خلیفہ مجاز صدر انجمن ہوئے۔ اب بھائی ڈاکٹر علی صاحب خلیفہ مجاز کے زیر صدارت سرگرم عمل ہے۔ بھائی ڈاکٹر علی صاحب نے مجھے بتایا کہ ہفتہ کے سات دنوں میں مشکل سے کوئی ایسا دن ہوتا ہے جب کہ ختم خواجگان اور حلقہ ذکر منعقد نہ ہوتا ہو۔

لاہور بہت بڑا شہر ہے اور یارانِ طریقت کی تعداد بھی یہاں بہت زیادہ ہے۔ اس لئے یہاں انجمن کی کئی شاخیں کام کر رہی ہیں۔ حکیم مبارک احمد صاحب خلیفہ مجاز، حاجی غلام جیلانی

صاحب اور صوفی مشتاق صاحب کی سربراہی میں الگ الگ ہفتہ وار اجتماعات پابندی سے منعقد ہو کر آتے ہیں۔ ملتان میں حافظ صدیق انور صاحب اور ولی محمد شاہ صاحب خلیفہ مجاز انجمن کی سربراہی کرتے ہیں۔ ہر جمعہ کو ختم خواجگان اور حلقہ ذکر منعقد ہوتا ہے۔ اور گاہے بگاہے جلسے بھی منعقد ہوتے ہیں۔

امر تسریٰ پیر احمد شاہ صاحب، جانڈھری منشی بہلول صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بنگلور میں بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی خلیفہ مجاز، اور میسور میں حاجی محبوب پیراں صاحب انجمن کی شاخوں کی سربراہی کرتے رہے۔ حیدرآباد دکن میں حاجی قاری شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ انجمن کی کاروباری میں جوش اور حوصلے کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔ احمدآباد میں مولوی محمد محبوب صاحب خلیفہ مجاز رحمۃ اللہ علیہ انجمن کے کارپرداز رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے محمد عبداللہ صاحب کام کر رہے ہیں۔ انجمن کی دکن کی بعض دوسری شاخیں اب بھی سرگرم عمل ہیں۔ مرادآباد (دیوبند) میں حاجی محمد طاہر صاحب وہاں کی شاخ کے سربراہ ہیں۔ بھارت کے اکثر عرسوں کے موقع پر حاجی محمد طاہر صاحب دیگر یارانِ طریقت کے ہمراہ جلتے ہیں۔ اور تبلیغ کے فرائض اب بھی انجام دیتے اور جلسے منعقد کرتے رہتے ہیں۔

غرض حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اطراف و اکناف میں بنفس نفیس تشریف لے جا کر بے شمار شاخیں قائم کی تھیں۔ تاکہ یارانِ طریقت جمع ہو کر ہفتہ وار ختم خواجگان پڑھیں اور حلقہ ذکر منعقد کریں۔ نیز یہ کہ حسبِ توفیق تبلیغ و ارشاد کا کام انجام دیتے رہیں۔ تاکہ یہ صدقہ جاریہ ان کے لئے اجر جمیل اور دوسروں کے لئے ہدایت کا ضامن بنا رہے۔

مرکزی انجمن خدام الصوفیہ کا ماہانہ ”رسالہ انوار الصوفیہ“ ۱۹۰۴ء میں جاری کیا گیا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اجراء کے وقت ارشاد فرمایا کہ ”پہلے مہینے کے رسالہ کے کل اخراجات کی میں کفالت کروں گا“ نیز دیگر یارانِ طریقت کو ہدایت فرمائی کہ ان میں سے ایک ایک صاحب ایک ایک مہینے کے رسالہ کے اخراجات برداشت کریں۔ تاکہ رسالہ ایک سال تک بالکل مفت تقسیم کیا جاسکے۔ چنانچہ حضور کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اور رسالہ اسی تجویز کے مطابق چھپتا اور مفت تقسیم ہوتا رہا۔



ایک سال کی مدت گزرنے کے بعد خریداروں سے بہت معمولی قیمت وصول کی گئی۔ اس رسالے نے دینِ متین اور تصوفِ اسلامیہ کی قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔ رسالے کے مندرجات اسلامی تعلیمات، تصوف، بزرگانِ دین کے سوانح، اکابر کی خدمات دین، حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ و ملفوظاتِ علماء کرام کے مضامین اور دوسرے مفید اسلامی مطالب اور مسائل دین پر مشتمل ہوتے تھے۔ اور آج بھی رسالہ انہی خطوط پر جاری ہے اور مفید خدمت کر رہا ہے۔

ابتداء میں انوار الصوفیہ کا دفتر لوہاری منڈی لاہور میں تھا۔ پھر سیال کوٹ میں کشمیری محلہ میں ماسٹر کرم ابی صاحب خلیفہ مجاز رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر منتقل ہوا۔ اب کوٹ عثمان خان قصور میں ہے۔

رسالہ کے پہلے ایڈیٹر قلعہ سوہجا سنگھ کے مولوی حسام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ دوسرے ایڈیٹر مولوی محمد عظیم صاحب لاہوری بی اے خلیفہ مجاز ہوئے۔ تیسرے ایڈیٹر مولوی امام الدین صاحب اے پوری خلیفہ مجاز اور چوتھے ایڈیٹر حاجی ماسٹر کرم الہی صاحب بی اے ایل ایل بی خلیفہ مجاز، سیکریٹری انجمن خدام الصوفیہ تھے۔ اب مولوی غلام رسول صاحب گورادارت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

بعض دوسرے رسائل | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں بعض دوسرے رسائل بھی جاری ہوئے، جو مختلف وجوہ سے بعد میں بند ہو گئے۔ مولوی غلام رسول گورادارت

صاحب نے انجمن خدام الصوفیہ قصور کی طرف سے رسالہ "تبلیغ" قصور سے جاری کیا تھا۔ مگر صرف چند سال جاری رہا۔ رسالہ "لمعات الصوفیہ" بھی انجمن ہی کی طرف سے ملک عبدالعزیز صاحب سیالکوٹی کی ادارت میں جاری ہوا تھا جو ان کی وفات کے بعد بند ہو گیا۔ اس سے ایک ہفت روزہ الفقیہ حکیم معراج الدین صاحب کی ادارت میں شایع ہوتا تھا مگر ان کی وفات پر جاری نہ رہ سکا۔ امرتسر ہی سے حضور کے نام پر ایک رسالہ "الجماعت" شایع ہونا شروع ہوا تھا مگر وہ بھی زیادہ دن جاری نہ رہ سکا۔

ان رسائل کے اخراجات میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ زیادہ سے زیادہ اعانت فرماتے تھے کئی اخبار اور رسالے تو صرف حضور کی کفالت کی بدولت ہی جاری تھے۔ ان سب کا مقصد ایک تھا۔ تبلیغ و

ارشاد۔ مسائل دین کی تعلیم۔ اشاعتِ اسلام۔ تردیدِ فرقِ باطلہ۔ حقانیتِ اسلام۔ اعلیٰ کلمۃ الحق۔  
صحیح تصوف کی ترویج۔ شعائرِ اسلام کا تحفظ اور مسلمانوں کو ان کے دینی اور ملی فرائض و احکام کی  
طرف متوجہ کرنا۔

## مدارسِ دینیہ

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغِ دین اور عامۃ المسلمین کی دینی و اخروی فلاح کے  
لئے ہر قسم کی مساعی فرمائیں۔ جیسا کہ صفحاتِ ماقبل سے اندازہ ہوا ہوگا۔ انھی میں آپ کی ایک کوشش  
یہ ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ دینی مدارس قائم کئے جائیں۔ چنانچہ اطراف و اکناف میں آپ نے  
بہت سے مدرسے جاری فرمائے، دوسروں کو ترغیب دی کہ مدرسے قائم کریں، اور قائم شدہ  
مدارس کی زیادہ سے زیادہ امداد فرمائی۔ چنانچہ یہ صدقہ جاریہ اب تک مختلف مقامات پر بچوں  
کی تعلیم و تربیت کا کفیل بنا ہوا ہے۔ اور محمد اللہ دینی تعلیم کا مقصد خوش اسلوبی سے انجام پارہا ہے۔

مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں  
حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۱۶ء میں علی پور سیداں  
میں مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا تھا جو بخیر و خوبی جاری ہے۔

حضرت کے خلیفہ اکبر حضرت الحاج حافظ پیر مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ جید  
عالم و فاضل بزرگ تھے۔ ابتداء سے اپنی سجادگی کے زمانے تک آپ ہی اس مدرسہ کے مہتمم رہے۔  
اساتذہ کا تقرر، طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام، آمد و خرچ کے حسابات اور دوسرے تمام کام  
آپ کی سرپرستی اور نگرانی میں انجام پاتے رہے۔

ابتداء میں مدرسہ بڑی سوجھ بوجھ میں قائم کیا گیا تھا۔ بعد میں سجد نور سے ملحق مدرسہ کے لئے  
علمیہ عمارت بن گئی تو اس میں منتقل کر دیا گیا۔ اب وہ عمارت بھی کہنے ہو چکی ہے، اور  
ضرورت کے لئے ناکافی ہے، تو والد محترم حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم اول مدرسہ)  
کی وصیت کے مطابق حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک کے گرد نئی عمارت  
انشاء اللہ تعمیر کی جائے گی۔ جو عمدہ، وسیع اور ضروریات کے لئے کافی ہوگی۔

## حضرت سراج الملت

حضرت سراج الملت صاحبزادہ الحاج مولانا محمد حسین صاحب  
رحمۃ اللہ علیہ (خلف اکبر و سجادہ نشین اول) ایک عالم متبحر تھے اور

تدریس میں آپ کو ید طولی حاصل تھا۔ جملہ علوم شرعیہ منقول و معقول پر آپ کا عبور کامل تھا۔ آپ  
نے مدرسہ نقشبندیہ کا صرف اہتمام ہی اپنے ذمہ نہیں لیا تھا، بلکہ فرائض تدریس بھی انجام دیتے تھے۔  
افہام و تفہیم کے لئے آپ کا اسلوب از حد دل کش، مدلل اور موثر ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ کے درس میں طلبہ  
بڑے شوق و ذوق سے شرکت کرتے اور فیضیاب ہوتے تھے۔ مدرسہ کے اساتذہ بھی آپ سے وقتاً  
وقتاً استفادہ کر کے اپنی علمی مشکلات حل کرتے رہتے تھے۔

حضرت سراج الملت کے شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ ذیل کے چند ناموں سے  
یہ اندازہ کرنا ممکن ہو گا کہ آپ کے تلامذہ میں کیسے کیسے علماء پیدا ہوتے رہے ہیں۔ مولوی غلام سول  
صاحب گوہر مدیر رسالہ انوار الصوفیہ، مولوی محمد عالم صاحب، مولوی منظر الدین صاحب مولوی  
سید رسول شاہ صاحب، مولوی قاضی ظہور صاحب وغیرہ آپ کے وہ شاگرد تھے جو اس مدرسہ  
سے فارغ التحصیل ہو کر درس و تدریس اور خطابت و تبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔

درس نظامیہ کی تکمیل اور جملہ علوم شرعی منقولات و معقولات کی  
تدریس اور دورہ حدیث کے علاوہ اس مدرسہ میں خاص طور

## مدرسہ کے اساتذہ

پر حفظ اور تجوید کا انتظام ابتدا سے ہوتا رہا ہے۔ ابتدا میں کھنڈو سے قاری صاحبان،  
قرأت سکھانے آیا کرتے تھے، اب قاری محمد اسحاق صاحب یہ فریضہ انجام دیتے ہیں۔  
آپ بہت عمدہ قاری ہیں اور بغداد شریف کے تعلیم یافتہ ہیں۔ آج کل مدرسہ کے صدر مدرس  
جناب مولوی حافظ غلام رسول صاحب ہیں جو عالم باعمل اور فاضل بے بدل ہونے کے علاوہ  
صالح و متقی بزرگ ہیں۔ اور نہایت شوق سے طلبہ کو خالصاً لوجہ اللہ درس دیتے ہیں۔ اس  
مدرسے میں بعض مدرسین مثلاً مولوی محمد یوسف صاحب وغیرہ ہندوستان سے بلائے گئے تھے۔  
یہ نہایت قابل و فاضل بزرگ تھے۔ یہاں کے اکثر مدرسین ہندوستان کے صوبے یوپی سے بلائے  
جاتے تھے۔

طلباء کے لئے اقامتی اور دوسری سہولتیں | مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیدال میں

دور دور سے طلبہ تحصیل علم کے لئے آتے تھے۔ بخارا، کابل، بلوچستان، قندھار، سندھ، سرحد، بنگال اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے طلبہ یہاں آکر معقول و منقول کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ طلبہ کو قیام و طعام کی تمام سہولتیں مفت مہیا کی جاتی تھیں۔ کھانا، ناشتہ، بستر، کپڑے، صابن، نیل، دوا علاج جملہ اخراجات حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مفت میسر ہوتے تھے اور اب بھی ہوتے ہیں کسی قسم کی کوئی فیس نہ جب لی جاتی تھی اور نہ اب لی جاتی ہے۔ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ طلبہ کی ضروریات اور آرام کا بذات خود اہتمام اور خیال کرتے تھے۔

طلبہ کی ورزش اور صحت جسمانی کا بھی خاص طور پر اہتمام ہوتا تھا۔ نماز عصر کے بعد حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ سب طلبہ کو باہر میدان میں لے جاتے اور ورزش یا کھیل کی پابندی کرتے۔ فٹ بال اور باکی کھیلنے والے ان کھیلوں میں حصہ لیتے۔ دوسرے دوسری ورزشیں کرتے۔ اچھے کھیلنے والوں کو انعامات دیے جاتے۔ اسی طرح بحث و تحقیق اور علمی تکرار و مباحثہ کی مشق کرائی جاتی۔ تاکہ آئندہ زندگی میں تبلیغ اور مباحثوں میں مفید حصہ لے سکیں۔

چھوٹی عمر کے طلبہ کے ساتھ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کا برتاؤ اور زیادہ محبت و شفقت کا ہوتا تھا کہ ان کو گھر سے دُوری کا احساس نہ ہونے پائے۔ نماز میں غیر حاضری جرم تھی۔ نماز سے غیر حاضر ہونے پر مدرسہ سے طالب علم کو کھانا نہیں ملتا تھا۔ اسی صورت میں حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ اس بچے کو اپنے کھانے میں سے عطا فرماتے۔ اور سمجھاتے کہ آئندہ اس فریضہ آہی میں کاہلی نہ کرنا۔ نماز سے غیر حاضری کروگے تو کھانا نہیں ملے گا۔ اور دربارِ خداوندی میں الگ قصور اٹھیرو گے۔

**مدرسہ کا کتب خانہ** مدرسہ علی پور شریف میں ایک عظیم اور بیش قیمت کتب خانہ بھی ہے جس کی مالیت کمی لاکھ روپیہ ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ (خلف اکبر اور سجادہ نشین اول) تو ابتدا سے ہمیشہ ہمہ وقت کتب خانہ کی ترقی اور اصلاح کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ حرمین الشریفین سے آپ بہت سی نایاب اور بیش قیمت کتابیں خرید کر لائے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے "لوگ تو ایسے تبرکات خریدتے ہیں جو ختم ہو جاتے ہیں ہم ایسے تبرکات لائے ہیں جو باقی رہنے والے ہیں۔ اور ذخیرہ آخرت و عاقبت قرار پائیں گے۔"

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ نے حضرت سراج الملت کی لائی ہوئی کتابوں کا ذخیرہ دیکھ کر ایک بار فرمایا تھا۔  
 ”صاحبزادہ تو مکہ شریف کے تمام کتب خانے خرید لایا ہے“

کتب خانے میں بہت وسیع و عریض و طویل الماریاں ہیں۔ مگر وہ بھی اب اپنی عظمت و  
 تعداد کے باوجود تنگی داماں کی شاکہ ہیں۔ کتابوں میں عربی، فارسی اور اردو کی ہر علم اور فن کی کتابیں  
 موجود ہیں۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ، لغات، منطق، فلسفہ،  
 اجتماعیات، تاریخ، اخلاق وغیرہ کی وہ قیمتی اور نایاب کتابیں جو بڑے بڑے کتب خانوں میں  
 نہ ملیں یہاں موجود ہیں۔ بعض بیش قیمت کتابوں کے کئی کئی ایڈیشن مکمل ہیں۔ معقول و منقول کے  
 مطبوعات اور مستند حوالہ جات کا لاجواب ذخیرہ ہے۔ ساری فہرست نقل کر دینے سے بھی کیا کام  
 بنے گا۔ صرف چند کمیاب اور نایاب کتابوں کے نام بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں۔

**کتب خانہ کی کتابوں کی فہرست**

تفسیر حلبین۔ تفسیر بیضاوی مکمل۔ شیخ زادہ شرح

بیضاوی مکمل۔ تفسیر روح المعانی مکمل۔ تفسیر کبیر مکمل (دوسٹ) تفسیر روح البیان مکمل۔ تفسیر ابن  
 جریر مکمل۔ تفسیر مدارک مکمل۔ تفسیر خازن مکمل۔ تفسیر عزیزی۔ تفسیر حسینی۔ تفسیر نعیمی۔ تفسیر حقانی۔ تفسیر  
 بیان القرآن مکمل۔ تفسیر درمنثور۔ تفسیر اتقان۔ تفسیر منظری۔ تفسیر محمدی۔ جامع التفاسیر۔ تفسیر  
 شیخ اکبر۔ تفسیر صاوی۔ احکام القرآن (جصاص)۔ اسرار القرآن۔ حاشیہ حمل مکمل۔ تفسیر نسفی۔  
 تفسیر تبصیر الرحمان۔ نثر المرجان فی نظم القرآن۔ تفسیر لعقوب چرخمی (متفرق سورتیں) تفسیر سرسید۔  
 تفسیر اسرار الفاتحہ۔ کنز المتشابهات۔ ترجمہ و حاشیہ قرآن مجید از مولانا احمد رضا خاں صاحب  
 بریلوی۔ ترجمہ و حاشیہ قرآن مجید از مولانا عبد الماجد دریا بادی۔ ضیاء القرآن از پیر کریم شاہ  
 صاحب بصیردی۔ وغیرہ وغیرہ۔

صاح ستہ (متعدد نسخے)۔ عینی شرح بخاری مکمل۔ قسطلانی شرح

بخاری مکمل فیض الباری مکمل (از مولوی انور شاہ صاحب کشمیری)

**کتب حدیث**

فتح الباری مکمل۔ تجرید بخاری۔ نووی شرح مسلم مکمل۔ فتح الملہم شرح (از علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی)  
 مسند امام اعظم مکمل۔ مسند امام احمد بن حنبل مکمل۔ مؤطا امام مالک۔ تنویر الہواکک شرح مؤطا امام مالک

للرزقانی - اوجز المسالك بشرح مؤطا امام مالك - بشرح ترمذی الاحوذی - بشرح اربعة للترمذی - العرف الشذی -  
 مؤطا امام محمد مکمل - عون المعبود بشرح ابوداؤد - بذل الجهد بشرح ابوداؤد - بشرح معانی الآثار للطحاوی -  
 مرقاة شرح مشکوٰۃ (دلائل قاری) - اشعة اللمعات بشرح مشکوٰۃ - مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ (فارسی اور اردو) -  
 لمعات التنقیہ مکمل - بشرح مواہب لدنیہ للرزقانی - بشرح جامع الصغیر مکمل - نسیم الریاض بشرح ثنفا  
 شریف للخفاجی - شرح ثنفا شریف (دلائل قاری) مدارج النبوة - معارج النبوة - سجا الانوار -  
 شمائل ترمذی - تحفة الاخیار علی ترجمہ مشارق الانوار - تجرید اسماء الصحابة (امام نیشاپوری) - تقریب  
 التہذیب فی اسماء الرجال - میزان الاعتدال (ذہبی) آثار السنن - قول المستحسن فی فخر الحسن کتاب  
 الاسماء والصفات (بیہقی) مصباح الزجاجة بشرح ابن ماجہ - نبراس الساری فی اطراف البخاری -  
 الجواهر النقی علی البیہقی - بستان المحدثین - خصائص کبری - کنز العمال - الطیب الشذری علی جامع  
 الترمذی - جامع الرضوی - وغیره وغیره -

**کتاب فقہ**

فتح القدیر بشرح ہدایہ - مبسوط للسخری - کنز الدقائق مکمل - سجا الرائق بشرح  
 کنز الدقائق - عینی بشرح کنز الدقائق - در مختار - رد المختار مکمل (دشامی)  
 شرح وقایہ مکمل - الاشباہ والنظائر - جوہرہ نیرہ (بشرح قدوری) - بوادر النوار (مولانا اشرف علی  
 تھانوی) قوت الارواح فی شرح میزان الايضاح - نور الايضاح - بشرح مراقی الفلاح - توضیح تلویح  
 نامی شرح حسامی - مسلم الثبوت - فتاویٰ عالمگیری مکمل (عربی) نیز مکمل (اردو) - فتاویٰ رضویہ (مولانا احمد رضا  
 خان صاحب بریلوی) فتاویٰ اشرفیہ - فتاویٰ خیریہ - فتاویٰ عزیزی - فتاویٰ واحدی - فتاویٰ حدیثیہ -  
 فتاویٰ ہمالیونی - فتاویٰ برہانیہ مجموعہ قوانین اسلام مصنفہ تنزیل الرحمان - وغیره وغیره -

**کتاب عقاید**

الفقہ الاکبر - التحقیق الحلی - زاد المعاد - بشرح فقہ اکبر - شرح عقاید - تحفہ  
 اثنا عشریہ - ازالۃ الغین - مفاتیح الجنات - بدیع المیزان - ارشاد العباد  
 دار المعارف - فضائل صحابہ - ہدیہ مجددویہ - ترجمہ عقاید تورشٹی - الدرر السنیہ (السید احمد دحلان)  
 تحفہ شلیحہ (مولانا نور بخش توکلی) - تفہیمات (مودودی) - تقدیس الوکیل عن توہین الرشید و العقیل  
 (مولوی غلام دستگیر قصوی) نزہتہ المجالس - سراج الملوک - مقاصد الاسلام - خیر المواعظ -  
 الروض الفائق فی المواعظ - وغیره وغیره -

## کتاب تصوف

مکتوبات امام ربانی - کشف المحجوب - کیمیائے سعادت - احیاء العلوم -  
نالہ عندلیب (خواجہ ناصر عندلیب) فتوحات مکیہ - علم الکتاب  
(خواجہ میر درد) - جواہر غیبی (سید منظر علی) روض الاظہر فی آثار القلندر - لوائح الانوار القدسیہ -  
قوة القلوب (ابو طالب مکی) - تہذیب الایمان - مطلع العلوم - بستان العارفین - جواہر السلوک -  
فتوح الغیب - شمس المعارف - انوار احمدیہ (مولانا وکیل احمد مجددی) - حبیب الصوفیہ علی علم  
انوار العارفین - معارف لدنیہ - حبیب الحقائق فی تفسیر الدقائق - انسان کامل (جیلی) راضی الفردوس  
تذکرۃ الاولیاء - غنیۃ الطالبین - خزینۃ الاسرار - جواہر فریدی - رسالہ قشیریہ (امام ابوالقاسم  
قشیری) تفسیر اولوالالباب - البہجۃ السنیۃ (شیخ محمد ابن عبداللہ نقشبندی) - خیرات الحسان  
(ابن حجر مکی) تفریح الخاطر ترجمۃ شیخ عبدالقادر - لذات مسکین - التکشف عن مہمات التصوف  
انیس الطالبین (ارشادات حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند) رفق الساکین (ارشادات حضرت  
میر کلال) (یہ دونوں رسالے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے انجمن خدام الصوفیہ کی طرف سے شائع  
فرمائے تھے) ملفوظات مخدوم جہانیاں - رقعات مرزا جان جاں (اس جلد میں دوسرے  
رسائل بھی شامل ہیں) - فوائد الفوائد - وصایاے امام غزالی - تذکرۃ ایشیخ عربی - ترجمہ فصول الحکم -  
رسالہ معرفۃ السلوک (پانچوں رسالے ایک جلد میں) - روضۃ الاخیار - گراں مایہ ثنویات تصوف  
(مرتبہ مولوی احمد حسین خان حیدرآبادی) - خوب ترنگ مع شرح امواج جنوبی (حضرت خواجہ محمد اکبر آبادی)  
مطالب المسئول فی مناقب آل الرسول (شیخ کمال الدین شافعی) فیصلہ شاہ صاحب (شاہ عبدالعزیز دہلوی)  
نسبت توحید و جدی - الذہب لا یریز - انوار المشارق - کرامات قادریہ (محمد مجیب) - شرح قصید خمریہ  
(ترجمہ اردو) وغیرہ وغیرہ -

## کتاب فارسی

ثنوی مولانا روم مکمل - شرح ثنوی مولانا روم مکمل (از حضرت مولانا  
بکر العلوم) - شرح ثنوی مولانا روم مکمل (مولوی ولی محمد اکبر آبادی) -  
بوستان معرفت شرح ثنوی مولانا روم (از مولانا عبدالمجید خان سیلی بھیتی) لب لباب (خلاصہ  
ثنوی مولانا روم از ملا حسین واعظ کاشفی) - حدیقہ سنائی - مخزن اسرار جامی - دیوان امیر  
خسرو - دیوان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی - شرح دیوان حافظ - دیوان عرفی - رقعات مرزا

بیدل - یوسف زلیخا - شاہنامہ - سکندر نامہ - شرح سکندر نامہ - جارج نامہ تین جلد (مصنف ملا فیروز ابن ملا کاؤس) وغیرہ وغیرہ۔

**کتاب لغت**  
صراح - قاموس - منجد - غنیات اللغات - لغات فیروزی - منتخب اللغات - لغات القرآن - کتاب المغرب - دلیل ساطع (تالیف محمد مہدی واصف) وغیرہ وغیرہ۔

**کتاب قواعد معانی**  
کافیہ - رضی شرح کافیہ - جامع الغموض شرح کافیہ - شرح ملا جامی - تالیف - مرآح الارواح - مصدرۃ السرور حاشیہ عبد الغفور الفیہ ابن مالک - شرح الفیہ - ہدایت النور - بحر عجم (مصنف محمد حسین) تلخیص المفتاح - مختصر المعانی - مطول - تجرید البنانی شرح مختصر المعانی - دسوقی شرح مختصر المعانی - مفتاح العلوم للکاکلی - حاشیہ السید علی المطول - وغیرہ وغیرہ۔

**کتاب تاریخ و سیر**  
تاریخ طبری - فتوح البلدان - مقدمہ ابن خلدون - تاریخ ابن خلدون - فتوح الشام (واقفی) - تاریخ الخلفاء (سیوطی) - سیرۃ حلبی - سیرت ابن ہشام - تاریخ فرشتہ - تاریخ تیموری - وقائع جہانگیری - تمدن ہند - تاریخ یورپ - تاریخ آگرہ - شمس التواریخ مکمل - حیات الحيوان - تاریخ خاندان عثمانیہ - تاریخ قیصر روم - قرۃ الناظر فی مناقب عبد القادر - عجائب الآثار فی الاخبار (شیخ عبدالرحمان جبرقی حنفی) - سفرنامہ حرین الشریفین - اخبار الانبیاء - تاریخ الاولیاء - غزنیۃ الاصفیاء - ہجرت الاسرار حضرت القدس فی خلفاء المجدد الثانی - سوانح مولانا روم (شہلی) - وغیرہ وغیرہ۔

**کتاب ادب**  
حماسہ - شرح دیوان حماسہ (مولانا فیض الحسن سہارن پوری) مقامات حریری (مولوی محمد ادریس کاندھلوی) دیوان متنبی - شرح دیوان متنبی - سببہ معلقہ - کامل للمبہد - شیخ دیوان حضرت علی - ممتن ممتن - روضۃ الادباء - دیوان حسان ابن ثابت - فوائد رضیہ شرح قصیدہ بردہ - شرح قصیدہ بانس سعاد - دیوان الحقائق وغیرہ وغیرہ۔

**کتاب علوم عقلی**  
شرح تہذیب قطبی - میر قطبی - رسالہ قطبیہ - میبذی - ہدیہ سعیدیہ - سلم - شرح سلم - تصریح - شمس بازغہ - امور عامہ - اقلیدس - میرزا ہدیہ



ملاحسن - حمد اللہ - صدرا - چخمینی - شرح چخمینی - ملا جلال - قاضی مبارک - وغیرہ وغیرہ -

تفسیر سورہ بقرہ - حاشیہ ترمذی - شرح عین العلم (ملا علی قاری) جذب القلوب

## مخطوطات

الی دیار المحبوب - مفتاح الجنان - رسالہ قدسیہ (خواجہ محمد پارسا)

کنز الفوائد - مکتوبات عبدالقادر جیلانی - مناقب صوفیائے کرام - تصوف نامہ کتاب المنین -  
منافع القلوب - رسالہ مثنوی و جہاں خیالات عشاق - کتاب اوراد - شرح ورد المریدین - یاسن  
العشق - مصباح الحساب - انسان کامل (جلیلی) - کفایتہ الاقبیاء (علامہ ابوبکر محمد شطی) - شرح  
لوائح شریف - سراج القلوب - نور العیون - رسالہ اسرار النقط - المستطرف (خطیب بغدادی)  
شرح جامی - انواع العلوم - رسالہ ہائے نہر الفصاحت، قواعد پارسی، موارد الکلم وغیرہ (دو جلد)  
روضۃ الاصفیاء فی ذکر الانبیاء (مصنفہ محمد طاہر) دیوان صائب خسرو شیریں - جنگ نامہ امیر حمزہ -  
رسائل مختلفہ عربی (در تصوف و تفسیر) -

اس فہرست میں کم ضخامت کی یا درس نظامیہ کی کتابیں شامل نہیں کی گئی ہیں۔ مقصد یہ  
ہے کہ قارئین کو سرسری طور پر اندازہ ہو جائے کہ کتب خانہ کس اہمیت کا حامل ہے۔ خدا کرے کہ  
مدرسہ اور کتب خانہ کے لئے جدید عمارت حسب ارادہ جلد تعمیر ہو جائے۔ تاکہ کتب خانہ کا نظام و  
انتظام بہتر بنایا جاسکے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ - حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ -

اس مدرسہ کے اخراجات میں یارانِ طریقت بھی حصہ لیتے رہتے تھے۔ ان حضرات میں  
حاجی شیخ کرم آہی صاحب لاہوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ خدا ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مدینہ منورہ میں ایک دینی درس گاہ کا قیام و  
مدینہ منورہ میں درس گاہ اور یتیم خانہ

ملفوظ تھا۔ چنانچہ اپنے ایک وسیع و عریض زمین خرید فرمائی اور ایک عظیم عمارت تعمیر کرنے کا  
اہتمام فرمایا۔ حضور کے وصال کے بعد اب تو یہ عمارت کئی منزل کی بن چکی ہے۔ مگر حضرت  
کی حیات مبارک ہی میں درس گاہ اور یتیم خانہ قائم ہو چکا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو  
اس کا اہتمام اس قدر ملحوظ خاطر تھا کہ یہاں سے بھی تعمیرات اور دوسرے اخراجات کے لئے  
برابر روپیہ ارسال فرماتے رہتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں جب حضور حج و زیارت کے لئے تشریف نہ

لے جاسکے تھے۔ اور شدید علالت کی وجہ سے کراچی سے واپس آنا پڑا تھا۔ تو مجھے قافلہ سالاری کا حکم ہوا تھا۔ اور ہدایت فرمائی تھی کہ اس ادارے کے لئے آپ کی طرف سے چار ہزار روپیہ مہتمم کو دے آؤں۔

الحمد للہ کہ مدینہ منورہ کا یہ ادارہ اور درس گاہ ترقی پر ہے۔ کافی تعداد میں طلبہ دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یتیم اور نادار بچوں کی کفالت کی جاتی ہے۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے باقیات الصالحات میں اسے ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

دوسرے مدارس دینیہ

میسور میں مسجد اعظم کی تعمیر کے ساتھ ہی حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا تھا جو اب تک دینی خدمت انجام دے رہا ہے۔ جامع مسجد حاجی کالے خان صاحب مرحوم کوٹ عثمان خان قصور میں مولوی غلام رسول گوہر صاحب کی نگرانی میں مدرسہ نقشبندیہ کام کر رہا ہے۔ لائل پور کی مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جس جوش کا اظہار فرمایا تھا اور جب خاص سے گراں قدر رقوم عطا فرمائی تھیں، اس مسجد میں بھی مدرسہ قائم کیا تھا جو خدا کے فضل سے جاری ہے۔

سالکہ اہل میں ڈاکٹر غلام حیدر خلیفہ مجاز حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا تھا جو دینی خدمات اب بھی انجام دے رہا ہے پشاور کے ایک قاری صاحب جو نہایت نیک اور بااخلاق شخص ہیں یہاں کام کرتے ہیں۔ گجرات میں مسجد حاجی پیر بخش مرحومین حضرت حاجی حافظ مولانا پیر سید ولایت علی شاہ صاحب کی نگرانی میں مدرسہ نقشبندیہ قائم ہوا تھا جو ان کے جانشینوں کی سرپرستی میں بخیر و خوبی جاری ہے۔ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں مولوی حاجی محمد شریف صاحب خلیفہ مجاز حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ نقشبندیہ کے نگراں ہیں۔ گوجرانوالہ میں مدرسہ نقشبندیہ کے منتظم حافظ قاری محمد بشیر صاحب ہیں۔ موضع پنوں چک نمبر ۶ ضلع شیخوپورہ کا مدرسہ نقشبندیہ ، مولوی حافظ ریاض الحسن صاحب کے اہتمام میں چل رہا ہے۔

مکہ معظمہ کا مدرسہ صولقیہ ایک قدیم اور مقتدر درس گاہ ہے۔ اس کی تکمیل میرے ہوش سے متبل ہو چکی تھی، اس لئے مجھے علم نہیں کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعمیر میں کیا حصہ لیا۔ البتہ یہ بات مجھے بخوبی معلوم ہے کہ اس مدرسہ کے اخراجات کے لئے حضور نے ہزار ہا روپے

ارسال فرمائے۔

لاہور کا مدرسہ نعمانیہ قدیم دینی درس گاہ ہے۔ اس کے قیام و اجرا میں حضرت قبلہ عالم رحمہ اللہ  
ابتداء سے حصہ لیتے رہے تھے۔ اور ہمارے علم میں ہے کہ آپ کو اس کی اعانت اور بہبود سے خالص دلچسپی تھی۔

فتنہ ارتداد کے زمانے میں حضور والا رحمۃ اللہ علیہ نے جو مدارس جا بجا

قائم فرمائے، ان کا ذکر فتنہ ارتداد کے ذیل میں آئے گا۔ یہاں اتنا

مدارس علاقہ ارتداد

اشارہ بس ہے کہ ان مدارس کی تعداد پینتالیس سے زیادہ تھی۔ جو دہلی، آگرہ، ممبئی، ایبٹ آباد،  
فرخ آباد، علی گڑھ، بلند شہر، ریتھک وغیرہ کے اضلاع میں کشمیر و بڑودہ کی ریاستوں میں  
جاری کئے گئے تھے۔ ان مدارس کی رودادوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایک وقت میں ایک  
ہزار سے زیادہ طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ جس کا فوری نمایاں فائدہ اسی وقت یہ نظر آیا تھا کہ  
ان کی بدولت ہزاروں آدمی خدا کے فضل سے مرتد ہونے سے محفوظ ہو گئے تھے۔

چند مدارس کا ذکر بطور خصوصیت نمونہ کے لئے کیا گیا۔ ورنہ جیسا کہ پہلے بیان ہوا

حضور نے اپنی طویل حیات مبارک میں دینی مدارس قائم کرنے کا خاص اہتمام کیا تھا۔ اور دور  
وراز نامعلوم مقامات پر بھی مدرسے قائم کئے تھے۔ جن میں سے اکثر خدا کے فضل سے اب بھی  
جاری ہیں اور دینی تعلیم اور تبلیغ کا کام انجام دے رہے ہیں۔

## خدمتِ حرمین الشریفین

حجاز مقدس سے ہر مسلمان کو گہرا ولی تعلق ہوتا ہے۔ اور حرمین الشریفین کی ممکنہ

خدمت تو ہر مومن کو بہت ہی زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو عرب شریف

سے جو روحانی اور قلبی رابطہ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ حجاز مقدس کی عموماً اور حرمین شریفین

کی خصوصاً فلاح و بہبود اور ترقی و بہتری کے لئے سعی کرنا آپ کے نزدیک سب سے مقدم

فریضہ تھا۔ چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی خدمت اور فہام عام کا آپ کو خصوصی اہتمام مقصود

ہوتا تھا۔ اور آپ ہر ایسے کام کی شرکت میں مسرت و طمانیت محسوس فرماتے تھے، اور ان

امور کی انجام دہی اور کامیابی میں خاص طور پر سرگرم عمل ہوتے تھے، جن سے دیارِ پاک کے باشندوں کے لئے کسی قسم کی بھی آسانی اور فلاح بہم پہنچ سکے۔

چنانچہ جب سلطان المعظم غازی عبدالحمید خان مرحوم نے حجاز ریلوے کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ اور اعلان فرمایا کہ مدینہ منورہ تک ریل جاری کی جائے گی

## حجاز ریلوے

تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی مسترت کا اظہار فرمایا۔ اور آپ نے سلطنت عثمانیہ کی اس سلسلے میں امداد کو بڑی اہمیت دی۔ چنانچہ حضور نے اپنی جیبِ خاص سے حجاز ریلوے کے لئے عطیات ارسال کئے اور یارانِ طریقت نیز مسلمانانِ ہند کو بھی اس طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ آپ کی ترغیب پر مسلمانانِ برصغیر اور یارانِ طریقت نے اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حجاز ریلوے کے لئے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جو رقوم ارسال فرمائیں، ان کی صحیح تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ نے کئی لاکھ روپیہ اس کارِ خیر کے لئے ارسال فرمایا تھا۔ دولت عثمانیہ نے حضور کی مالی امداد کو بے حد سراہا تھا۔ آپ نے کتنی قسطوں میں عطیات ارسال فرمائے یہ بھی تحقیق نہیں لیکن یہ بات ثابت ہے کہ اس سلسلے میں آپ نے جو مالی امداد کی، اس کے سپاس کے طور پر سلطان المعظم نے اپنے دستخطوں سے پانچ شاہی فرمان یکے بعد دیگرے جاری کئے۔ اور آپ کی خدمات کا شکر ادا کیا۔ نیز سلطان کی طرف سے پانچ تمغے خوشنودی کے اظہار کے لئے بھیجے گئے۔ اور شاہی فرمان میں آپ کو "عُمْدَةُ الْأَمَانِ وَالْإِفَادَةِ" کے معزلقب سے خطاب کیا گیا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان آنے والے عربوں کی عموماً اور معلموں کی خصوصاً جس اہتمام سے مہمان داری اور

## ملک عرب کا قحط

تواضع کرتے تھے، اس کا کچھ ذکر پہلے آچکا ہے۔ عربوں کی یہ خاطر مدارات آپ کا روزمرہ بن گئی تھی۔ حاضرینِ دربار کے سامنے ایسے لاتعداد واقعات ہیں جب کہ حضور کی مہمان نوازی اور نیاضی سب کو از بس حیران کر دیتی تھی۔ لیکن عربین الشریفین کی خدمت کے بیش بہا جذبے کا ایک اور موقع پر جس طرح اظہار ہوا وہ تفصیل سے بیان کے جانے کے قابل ہے۔

اس صدی کی چوتھی دہائی میں عرب میں سخت کال پڑا۔ اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اس قحط سے

خاص طور پر متاثر ہوئے۔ غربا تو کیا امرا بھی ہر طرح کی مشکلات میں مبتلا ہو گئے۔ خواص کے مصائب کا یوں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت حمزہ رفاہی صاحب جو سلاطین ترکی کے پیر تھے جنہیں ترکوں کی طرف سے وظیفہ ملتا تھا جن کی بڑی بڑی سولیاں اور بہت سے باغات تھے۔ وہ بھی قرض دار ہو گئے۔ حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں روضہ شریف کے چابی برار تھے سارا عالم اسلام ان کی عزت کرتا تھا۔ امرا و سلاطین ان کے قدموں میں جگہ پانے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ ہزاروں لاکھوں روپیہ کے نذرانے ان کی خدمت میں پیش کئے جاتے تھے قحط اور گرانی سے وہ بھی بغایت پریشان تھے۔

یہ اطلاعات ہندوستان پہنچیں تو سب مسلمان مضطرب ہوئے۔ کتنے عرب پریشان ہو کر بڑے صغیر آگئے۔ ان میں سے بہت سے علی پور سداں بھی آئے۔ ان کی زبانی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مزید تفصیلات کا علم ہوا۔ تو آپ نے چلین ہو گئے۔ اور حرمین کے رہنے والوں کی امداد و اعانت کی تدبیر فرمانے میں سرگرم ہوئے۔ ایک روز حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی محمد ابراہیم صاحب ساکن چکنہ جنوبی (نزد بھلوال) سے فرمایا "ابراہیم! مدینہ شریف میں بہت گرانی ہو گئی ہے۔ اور قحط کے آثار نمودار ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم فرمائے۔ میرا ارادہ ہے کہ ان کی امداد اور اعانت کی جائے" حاجی ابراہیم صاحب نے فوراً دو سو روپے نقد پیش کئے اور عرض کیا کہ "میری جانب سے اس کا رخیر میں حقیقہ رقم نذر ہے" حضور بہت خوش ہوئے۔ کئی آدمیوں سے حاجی صاحب کے اس عطیہ کا ذکر فرمایا اور کہا کہ "میں نے ابراہیم سے ایسا کہا تھا۔ اس نے دو سو روپے دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور ابراہیم کو جزائے خیر دے"۔

یوں "مدینہ فنڈ" جاری ہوا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ باقاعدہ رسیدیں چھپوائی گئیں۔ اور یارانِ طریقت میں تقسیم کی گئیں تاکہ وہ سب سے چندہ کر کے رسید جاری کریں۔ اور رقمیں مرکزی دفتر میں ارسال کریں۔ "مدینہ فنڈ" میں جو روپیہ جمع ہوتا تھا، اس سے آپ نے ایک اور کام بھی لیا تاکہ رستم میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکے۔

اپنے کھیم کرن سے کسبل کثیر تعداد میں منگوائے۔ اور نفع پر ان کو فروخت کیا۔ اور ان کی قیمت "مدینہ فنڈ" میں جمع فرمائی۔ بردیمانی دچادرا کی نقل آپ نے تیار کروائی۔ شلم کے اچار کے ڈبے تیار کروائے۔ لکڑی کی کھڑاویں تیار کروائیں۔ ان سب چیزوں کو فروخت کر کے رقم حاصل اور نفع (مدینہ فنڈ) میں شامل کی جاتی تھی۔

جو لوگ حاضر خدمت ہوتے تھے، وہ "مدینہ فنڈ" کی تفصیل جان کر بخوشی نقد رقم بھی دیتے تھے، اور ان چیزوں کو بھی خریدتے تھے۔ نیز زیادہ تعداد میں کسبل، بردیمانی، اچار اور کھڑاویں خرید کر (یا امانت کے طور پر) ساتھ لے جاتے تھے۔ اور دوسروں کے ہاتھ فروخت کر کے کل رقم ارسال کر دیتے تھے۔ "مدینہ فنڈ" کا باقاعدہ حساب عبدالعزیز صاحب رکھتے تھے۔ تمام تفصیلات اور جزئیات کا حساب مرتب کرنا ان کے ذمہ تھا۔ جب چندہ کے کئی ہزار روپے جمع ہو جاتے تو مدینہ منورہ ارسال کر دیے جاتے تھے۔ تقریباً تین لاکھ روپیہ اس طرح حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے عربین الشرفین کی خدمت و اعانت کے لئے ارسال فرمایا۔ کسی کو صحیح علم نہیں کہ حضور نے جیب خاص سے کتنی رقم عطا فرمائی تھی۔ مگر یہ مشاہدہ ہے کہ آپ وقتاً فوقتاً زیادہ سے زیادہ عطیات دیتے رہے تھے۔

اس زمانے میں جو عرب حضور کی خدمت میں آئے، ان کی اعانت میں خصوصیت سے اہتمام فرماتے رہے۔ ایک دفعہ معلم سید صاحب آئے تو آپ نے کئی ہزار روپیہ ان کو عطا فرمایا۔ یا ان طریقیت نے اس کا رخیر میں دل کھول کر حصہ لیا تھا۔ ماسٹر امام دین صاحب مرحوم نے بذاتِ خود کئی ہزار روپے دیے۔ اور کئی بار دیے۔ حضور نے میاں فضل دین صاحب سے پڑا بنوا کر اور دھلوا کے ارسال کیا۔

جب "مدینہ فنڈ" شروع کیا گیا اور گیارہ ہزار روپیہ جمع ہو گیا تو حضور نے عبداللہ بھائی صاحب کو بمبئی ارسال فرمادیا۔ اسی طرح جب کچھ ہزار کی رقم جمع ہو جاتی تو ان کو ارسال کرتے اور ان کی معرفت مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ بھیجی جاتی۔ ہر قسط کے ساتھ حضور باقاعدہ ایک فہرست منسلک فرماتے جس میں تفصیل سے درج ہوتا تھا کہ کس کس کو کتنی کتنی رقم دی جائے۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے لئے الگ، مدینہ منورہ کے یتیم خانے کے لئے جدا، حضرت آغا خلیل صاحب،

حضرت حمزہ رفاعی صاحب اور مولوی ضیاء الدین صاحب کے لئے علیحدہ نامزد کردہ رقوم ہوتیں۔ اسی طرح عوام اور غربا میں تقسیم کرنے کے لئے ہدایات ہوتیں۔ پچنانچہ حضور کی ہدایت کی مطابقت وہ رسمیں تقسیم کی جاتی تھیں۔ ”مدینہ فنڈ“ کی امداد کا یہ سلسلہ ۱۹۴۶ء تک جاری رہا۔ ۱۹۴۶ء میں جب حضور کو اچی پہنچ کر زیادہ بیمار ہو گئے اور حج کے لئے تشریف لے جا سکے، تو مجھے حکم ہوا کہ تم ان ستر رفاقا کو لے کر جاؤ۔ اس وقت ”مدینہ فنڈ“ کے ساٹھ ہزار روپے میرے پاس تھے۔

یہ سارا روپیہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق جس طرح تقسیم کیا گیا، اس کی تفصیل ذاتی

### مدینہ فنڈ کی تقسیم کا طریقہ

علم کے مطابق بیان کرنی عام دلچسپی کے لئے مفید ہوگی، اس لئے لکھتا ہوں۔ مدینہ منورہ کے یتیم خانے کے لئے چار ہزار واداسیٹھ کو دیا گیا۔ آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حمزہ رفاعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولوی ضیاء الدین صاحب، معلم حیدر صاحب اور دیگر کئی افراد کو گیارہ گیارہ سو دیے۔ مدینہ شریف کے علماء اور مشائخ کی بھی خدمت کی گئی۔ لوگوں کے گھروں پر جا کر ان میں نقدی تقسیم کی۔ بعض غریب پھاری تیاں گاہ پر آگے تو ان کو یہیں ان کا حصہ دے دیا۔ معذور، نابینا اور بیوہ عورتوں کے گھر جا کر ان کی امداد کی۔ نیز اپنا بیج اور مساکین معذوروں کی خدمت ان کے گھر جا کر کی۔

اسی طرح مکہ معظمہ میں مدرسہ صولتیہ کو چار ہزار دیے معلم محسن، معلم جعفر شاہ اور دوسرے کئی معلمین کو گیارہ گیارہ سو دیے۔ یہاں بھی مدینہ منورہ کی طرح گھر گھر جا کر مستحقوں، معذوروں، نابیناؤں اور ضرورت مندوں کی خدمت کی۔ مؤذن، دربان، خدام، پانی پلانے والے اور حرمین سے دوسرے تعلق رکھنے والوں کی بھی حسب حیثیت خدمت کی گئی۔ اس مختصر نگارش سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ”مدینہ فنڈ“ کی رسمیں کس طرح اس جواری پاک میں بسنے والوں کے مابین تقسیم کی جاتی تھیں۔ یہ ملحوظ رہے کہ اس صدی کی دوسری اور تیسری دہائی میں بلکہ چوتھی دہائی تک بھی روپیہ کی قدر و قیمت آج سے بہت مختلف تھی۔ اس زمانے کے سو روپے آج کے ہزار روپے سے بھی زیادہ کار آمد اور قیمتی ثابت ہوتے تھے۔

یہی سبب تھا کہ حجاز مقدس کی جو خدمت حضورِ الالانے اس  
**ابوالعرب کا لقب** قحط کے زمانے میں کی، اس کی کماحقہ قدر کی گئی۔ عربین اشرافین  
 کے ساکنوں نے حضور کی خدمات کو بے حد سراہا اور شکر و امتنان کا اظہار کیا۔ ان کے جذبات  
 سپاس و استحسان کا یوں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضور کی درخشاں خدمت و اعانت کی  
 قدر کرتے ہوئے، انھوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ”ابوالعرب“ کے ممتاز و  
 مقتدر لقب سے نوازا۔

## تعمیر مساجد

صحیح حدیث ہے مَنْ بَنَى مَسْجِدًا فِي الدُّنْيَا بَنَى لَهَا اللَّهُ تَعَالَى دَارًا  
 فِي الْجَنَّةِ (ترجمہ) ”جس شخص نے دنیا میں مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ نے (اس کے صلے میں) اس  
 کے لئے جنت میں ایک محل تعمیر فرمایا۔“

**مساجد کی تعمیر کا شوق** حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جو مساجد تعمیر کرائیں ان کا احاطہ  
 ممکن نہیں۔ مجھے خود علم نہیں کہ حضرت نے کتنی اور کہاں کہاں  
 مسجدیں تعمیر کروائیں۔ البتہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ دین کے  
 لئے دور افتادہ دیہات میں تشریف لے جاتے تھے۔ ہر جگہ وعظ و تبلیغ کے ساتھ نماز کی خصوصی  
 تاکید فرماتے تھے۔ جہاں مسجد ہوتی تھی اس کی مرمت اور آرائش میں اہتمام فرماتے تھے جہاں  
 مسجد نہوتی تھی وہاں نئی مسجد تعمیر کراتے تھے۔ یا گاؤں کے لوگوں کو سچے مسجد تیار کرنے کی  
 ترغیب دیتے تھے۔ اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھ کر تعمیر کا کام شروع کرا  
 دیتے تھے۔ مساجد کی تعمیر میں اپنے ہاتھ سے بھی کام کرتے۔ گارا بنانا، مٹی کھودنا، مٹی اور  
 ڈھونا، اینٹیں اٹھانا سارے کام اپنے ہاتھ سے ضرور انجام دیتے۔ اگر لوگ مانع آتے اور  
 بادب عرض کرتے کہ ”آپ تشریف رکھیں۔ ہم آپ کے خادم یہ کام کر لیں گے۔“ تو نہ مانتے اور  
 فرماتے ”تم اپنی قبر میں جاؤ گے اور میں اپنی قبر میں۔ مجھے تمہارے کام سے کیا ملے گا۔“



حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کام میں خود ہاتھ لگاتے تو لوگ زیادہ ذوق و شوق دکھاتے اور تعمیر کا کام جلد مکمل ہو جاتا۔ اور مہینوں کا کام دنوں میں ختم ہو جاتا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مسجد کو مکمل کرنے والوں سے بڑی خوشنودی کا اظہار فرماتے اور دعائیں دیتے۔ اس گاؤں میں دورانِ وعظ مسجد کو ہمیشہ آباد رکھنے کی ترغیب دلاتے، نماز باجماعت کی بڑائی اور احکام بیان فرماتے۔ نتیجہ یہی ہوتا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں جماعت میں آتے اور مسجدیں آباد ہو جاتیں۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی نماز کی پابند بن جاتیں۔ مشاہدہ ہے کہ خدا کے فضل سے یہ مسجدیں اب تک نمازیوں سے بھری رہتی ہیں۔ حالانکہ وقت تعمیر سے اب تک ان لوگوں کی کئی پشتیں گزر چکی ہیں۔ گویا حضور کی مساعی سے اولاد در اولاد آج تک نمازی بنی ہوئی ہے۔

جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا حضور کی تعمیر کردہ مساجد کا پورا علم نہ مجھے ہے نہ اور کسی کو۔ کیونکہ دوسرے اعمالِ حسنہ کے مانند حضور اپنی ان دینی خدمات کی نہ کوئی یادداشت محفوظ رکھتے تھے، اور ہمیشہ ذکر فرماتے تھے۔ ایک بار حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اول دریا جہلم کے کنارے ایک غیر آباد جگہ میں سیر کرتے ہوئے پہنچ گئے۔ وہاں آپ کو ایک مسجد نظر آئی تو خیال کیا کہ نماز یہیں ادا کر لیں۔ خدا جانے کس بزرگ نے اس دور افتادہ مقام پر مسجد تعمیر کرائی تھی۔ مسجد میں گئے تو معلوم ہوا کہ یہ مسجد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ ہے۔ بڑی حیرت ہوئی اور فرمایا "حضرت نے دین کی کتنی خدمت کی ہے!! اور کہاں کہاں اپنے باقیاتِ الصالحات چھوڑے ہیں۔ یہ سعادت کسی اور کو کابھی نصیب ہوگی۔"

اپنی معلومات کے مطابق میں کچھ مساجد کی تعمیر کا حال بیان کرتا ہوں۔

(۱) مسجد نور۔ سنگ مرمر کی یہ عظیم الشان اور خوبصورت

مسجد نور علی پور سیداں

مسجد علی پور سیداں میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنے صرف خاص سے تعمیر کی ہے۔ اس کی تعمیر کے لئے کبھی کسی سے ایک پیسہ چندہ نہیں لیا۔ ایسی مزین اور منقش مسجد دور دور نہ ملے گی۔ اس مسجد کی شان و شوکت اور قدر و قیمت بیان سے نہیں سمجھ میں آسکتی، دیکھنے ہی سے اندازہ ممکن ہے۔ اس کی تعمیر کے دوران حضور والا خود اپنے دست مبارک سے تعمیر کی خدمات میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ سامان اٹھا اٹھا کر مستریوں کو دینا اور

اپنے ہاتھ سے پتھروں کی اور صحن مسجد کی رگڑائی کرنا حضور کا شیوہ و طریق کلد تھا۔ جس کے بہت سے علینی شاہد بقید حیات ہیں۔

حضور نے جب اس کی تعمیر کا آغاز کیا ہے تو آپ کے پاس ایک جبنہ نہ تھا۔ اسی طرح دوران تعمیر اکثر و بیشتر کوئی پلیسہ پاس نہ ہوتا تھا۔ پہلے ایک جگہ بیان ہو چکا ہے کہ جب آپ مسجد کے لئے لکڑی خریدنے سے لکڑی سیالکوٹ تشریف لے گئے، اور یہ ارادہ ظاہر فرمایا۔ تو حضرت ماسٹر کرم الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ اعلیٰ قسم کی لکڑی خرید فرمائی جائے۔ آپ نے چپکے سے ماسٹر صاحب سے کہا کہ ”میرے پاس روپیہ کہاں ہے۔ یہاں تک کا کہ یہ بھی بنیے سے قرض لے کر آیا ہوں۔“ مگر حضور کا سارا کام توکل پر تھا۔ اور صغ خدا خود میر سامان است ارباب توکل را۔

چنانچہ یہ مسجد شریف بھی اس آن بان سے مکمل کو پہنچی کہ باید و شاید۔

ساری مسجد خالص سنگ مرمر کی ہے۔ سنگ مرمر ریاست جو دھپور سے منگوا کر لگایا گیا تھا۔ مسجد کی کھڑکیاں صندل کی ہیں۔ مسجد کے پانچ دروازے ہیں۔ سب کے کواڑے آبنوس کے ہیں۔ پانچ کے دروازے کے کواڑوں پر ہاتھی دانت کا نہایت باریک اور نفیس کام ہے۔ بازو کے دونوں دروازوں کے کواڑوں پر سیپ کا نہایت خوبصورت کام کیا گیا ہے۔ اور دونوں طرف کے آخری دروازوں پر پتیل کا کام کر کے اُد پر خالص سونے کے پترے چڑھائے گئے ہیں۔ صندل اور آبنوس کی لکڑی ریاست میسور سے منگوانی گئی تھی۔ اور گلکاری کا کام مستری نبی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن نارووال نے کیا ہے۔

مستری صاحب مرحوم بہت بزرگ اور نیک آدمی تھے۔ انھوں نے ساری عمر حضرت کے قدموں میں گزاری۔ حضرت بھی ان پر خصوصی شفقت اور نوازش کرتے تھے۔ مسجد کی اندرونی دیواروں پر اور محراب میں مینا کاری کا جو کام ہے۔ وہ جموں، میسور اور بنگلور کے کاریگروں نے کیا ہے۔ یہ نقاشی، گل کاری اور مینا کاری نہایت اعلیٰ درجے کی خوبصورت ہے۔ بعض جگہ نقاشی اور مینا کاری میں خالص سونا بھی استعمال ہوا ہے۔ مسجد میں شیشے کا کام میرا بخش صاحب مرحوم نے کیا ہے۔ یہ مہاراجہ جموں کے خاص کاریگر تھے، اور محلات میں شیشے کا کام کرنے پر امور تھے۔ انھوں نے بھی مسجد شریف کے کام کے لئے اپنی عمر کا معتد بہ حصہ علی پور شریف میں گزارا ہے۔

مسجد کے اندر کے دالان اور باہر کے برآمدے اور صحن مسجد کے وسط میں سنگ مرمر کے مصّے بنائے گئے ہیں۔ جن میں محراب اور حاشیے سنگ موسیٰ کے ہیں۔ محراب مسجد میں سنگ مرمر کا جو مصّیٰ بنا یا ہے اس میں یاقوت اور زمرد کی گلکاری ہے۔ محراب کے مصّے کی قیمت کا اب تو اندازہ بھی ممکن نہیں۔ جو دھوپور کے کاریگروں کو اس کی اجرت اس سستے زمانے میں بھی کئی سو روپے دی گئی تھی۔ محراب کا پردہ مخمل کا ہے جس پر کئی ہزار روپے کا سلمہ ستارہ کا کام ازرائی کے ان ایام میں کرایا گیا تھا۔ اسی طرح تمام دروازوں اور کھڑکیوں کے لئے نہایت قیمتی پردے مہبئی سے بنوا کر منگوائے گئے تھے۔ دروازوں کے لئے پانچواں بھی مخمل کے نہایت نرم و نازک اور حسین تیار کرائے گئے تھے۔

مسجد کے اندر دالان میں تین صفیں ہیں۔ ہر صف میں سنگ مرمر کے انیس جانماز بنے ہوئے ہیں۔ اور چاروں طرف ایک فٹ کا حاشیہ ہے۔ پورے دالان کے واسطے ایک طویل و عریض سالم قالین امرتسر میں تیار کروایا تھا۔ اس قالین میں بھی انیس جانماز ہیں۔ قالین کی زمین سُرخ ہے۔ گویا مسجد نبوی کے ترکی قالینوں کی یادگار اور تقلید مقصود ہے۔ ہر جانماز کی محراب میں گلاب کے سات سات پھولوں کا خوبصورت گلہ استہ بنا ہوا ہے۔ محراب اور اس کے چاروں طرف بھی نقش و نگار ہیں۔ یہ قالین بے حد حسین، خوشنما اور یادگار چیز ہے۔ اس زمانے میں بیش قیمت قرار دیا گیا تھا۔ اور آج تو اس کی قیمت کا تخمینہ بھی دشوار ہے۔

مسجد کے اندر دالان کی جنوبی سمت چھت سے متصل دونوں دیواروں میں وہیل مچھلی کا ایک سولہ فٹ لمبا ایک فٹ چوڑا کانٹا نصب کیا ہوا ہے۔ قابل دید چیز ہے۔ سبیلہ کے جام صاحب نے تحفہ ارسال کیا تھا۔ جانب مشرق دو الماریاں ہیں جن میں دو نہایت قیمتی قد آدم شیشے لگے ہوئے ہیں۔ ان شیشوں میں مسجد شریف کے مستقف حصّے کی تمام چیزوں کا عکس نظر آتا ہے۔ جس سے لطف حاصل ہوتا ہے۔ مسجد کا گھنٹہ دس فٹ لمبا ہے۔ گراں قیمت پر خاص طور سے مہبئی سے لا کر لگایا گیا تھا۔

مسجد کے اندر دالان کی چھت پر بھی نقاشی اور گلکاری کی گئی ہے۔ دیواروں میں خانہ کعبہ کے غلاف شریف کافریم کیا ہوا لکڑا، بہت سی آیات قرآن مجید کے طعنے، کلام

طیبہ خطاطی کے اعلیٰ نمونوں میں، عربی اور فارسی اشعار کے نفیس کتبے لگے ہوئے ہیں۔ چھت میں شتر مرغ کے بے شمار انڈے لٹکے ہوئے ہیں۔ بلور کے نہایت بڑے، نفیس اور قیمتی آٹھ بھاری اور بلور ہی کے رنگ بزمگ کے قندیل چھت میں آویزاں ہیں۔

اس مسجد میں لاکھوں کا تو محض سنگ مرمر ہی صرف ہوا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ اس سستے زمانے میں سنگ مرمر بارہ روپے مربع فٹ خریدا گیا تھا۔ دوسرے اخراجات کا آج کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کاریگروں کی آمد و رفت، قیام و طعام اور دوسری ضروریات کا صرفہ اجرت کے علاوہ تھا۔ یہ تمام مصارف حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی جیب خاص سے ادا فرماتے رہے۔ خود اور کس چیز کا حساب کتاب کرتے تھے جو خانہ خدا کے اخراجات ضبط فرمانے کی طرف توجہ فرماتے۔ دوسروں کو تعمیل ارشاد کے سوا کسی کام میں دخل نہ تھا۔ جو کوئی اور اندازہ کر سکتا کہ کب، کتنا اور کیا خرچ ہو رہا ہے۔

یہ مسجد اس برصغیر کے عجائبات میں شامل ہے۔ دور دورے لوگ اسے دیکھنے آتے تھے۔ جن میں غیر مسلم بھی بہت ہوتے تھے۔ انگریز حکام اور سیاح بھی زیارت کے لئے آتے رہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مہمان سیاحوں کی مدارات فرماتے اور اکثر خود ساتھ جا کر مسجد کی زیارت کراتے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت بچوتے اتارنے کا حکم دیتے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض انگریزوں نے ٹوپی اتاری اور کہا "تعمیم کے لئے ٹوپی اتارنی کافی ہے، بچوتا اتارنا ضروری نہیں" تو آپ تاکید فرماتے کہ "ہمارے معبدوں میں بچوتا اتارنا لازم ہے۔ اس کے بغیر کوئی اندر داخل نہیں ہو سکتا"۔

حضور اگر خود زائرین کے ہمراہ ہوتے تو ان کو بتاتے جاتے تھے کہ یہ چیز میں نے فلاں جگہ سے خریدی تھی اور وہ چیز فلاں شہر سے لایا تھا۔ اس چیز کی یہ قیمت ہے۔ اس کام کے لئے فلاں مقام سے فلاں کاریگر کو خاص طور پر بلایا تھا۔ وہ اتنے دن رہا اور اس نے فلاں فلاں کام انجام دیا۔ کاش یہ تمام تفصیلات کبھی کہیں محفوظ ہو جائیں کہ ان کی حیثیت تاریخی یادگار کی تھی۔

جو شخص حضور کی خدمت میں حاضری دیتے، حضرت خود ان سے فرماتے کہ مسجد کی زیارت

کر کے واپس جانا۔ بہت سے ہندو تو از خود مسجد کی زیارت کو جاتے اور کہتے کہ مسجد کی زیارت سے پاپ جھڑ جاتے ہیں۔ ایک دفعہ کشن چند محبٹریت نے خود مجھ سے کہا کہ ”میں مسجد کی زیارت کے لئے علی پور گیا تھا“ حضور کا ذکر آیا تو اس نے کہا ”میں حضرت کو خوب جانتا ہوں۔ آپ بڑی برگزیدہ ہستی ہیں۔ اللہ کے گھر پر اتنا روپیہ صرف کرنا کسی دنیا دار شخص کا کام نہیں اللہ کے بندے ہی ایسا کر سکتے ہیں“

غرض مسجد نور کی تعمیر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ایسا زبردست کارنامہ ہے کہ اس کا مختصر بیان بھی آسان کام نہیں۔ اور بیان سے اندازہ کرنا بھی ممکن نہیں۔ بس دیکھنے سے ہی پوری حقیقت اور قدر و قیمت آشکار ہو سکتی ہے۔

ایک خواجہ صاحب سرنگر سے تشریف لائے تھے۔ امیر کبیر اور بہت نیک شخص تھے۔ مسجد کی زیارت کی تو کہنے لگے ”کوئی دنیا دار خواہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو، خانہ خدا پر اتنا روپیہ صرف نہیں کر سکتا۔ اسے تو اپنے محلات کی تعمیر کے علاوہ کوئی اور فکر ہی نہیں ہوتی۔ حضرت بہت بڑے ولی اللہ ہیں۔ تبھی تو آپ نے اللہ کا گھر ایسا اعلیٰ حسین اور خوشنما تعمیر فرمایا ہے۔ جو خدا کے محبوب ہوں انھی کے ہاتھوں ایسا کارنامہ انجام پاسکتا ہے“

(۲) حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گاؤں علی پور سیداں میں پانچ مسجدیں تعمیر فرمائی ہیں۔ ایک کا ذکر ہو چکا۔

دوسری مسجد آپ نے اپنے آبائی قبرستان کے نزدیک تعمیر کی۔ یہ مسجد پہلے کچی تھی۔ آپ نے اس کو گرا کر از سر نو نہایت سختہ اور عمدہ تعمیر کیا۔ اس میں صرف فرش سنگ مرمر کا ہے۔ اس کی چھت اور دیواروں میں میسور کے کاریگروں نے نقش و نگار بنائے ہیں۔ میں نے چشم خود دیکھا ہے کہ حضرت اس کے فرش کی رگڑائی اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔ اور دوسرے کام بھی بڑے شوق سے انجام دیتے تھے۔ یہ مسجد گاؤں سے باہر واقع ہے۔ چھوٹی مگر خوبصورت ہے۔ اس کے ساتھ ہی جنازہ گاہ ہے۔ اس کے ساتھ دو حجرے بھی بنائے ہیں۔ تاکہ مسافر ذرا بہت دیر آرام کر سکیں۔

(۳) اسی طرح گاؤں کے شمال میں اسٹیشن جاتے ہوئے قبرستان سے عمارت کی مسجد متصل ایک بوسیدہ اور پرانی مسجد کو گرا کر، حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

نے دوبارہ پختہ اور عمدہ تعمیر کرایا ہے۔ اس کے پہلو میں بھی ایک حجرہ بنایا ہے۔ تاکہ مسافروں کے کام آئے۔ عرس شریف پر جو عرب حضرات آتے تھے انھیں یہیں ٹھہرایا جاتا تھا۔ اس مسجد میں بھی حضور نے اپنے ہاتھ سے کام کیا اور تعمیر میں حصہ لیا ہے۔

**کنوئیں والی مسجد** (۴) چوتھی مسجد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذاتی کنوئیں پر تعمیر کرائی تھی۔ تاکہ وہاں کام کاج کرنے والے درویش مسجد میں نماز ادا کر سکیں۔ حضور جب گاؤں میں تشریف فرما ہوتے تھے تو عموماً ظہر سے عشاء تک کی نماز یہیں ادا فرماتے تھے۔ جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

میں نے جب ارادہ کیا کہ کنوئیں پر ایک پختہ سوئی بناؤں، جو درویشوں اور مال مویشی کے کام آئے، تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے مسجد بناؤ، اس کی برکت سے سوئی بھی بن جائے گی۔ تم اللہ تعالیٰ کا گھر بناؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارا گھر بنائے گا۔" بندے نے حضور کے حکم کی تعمیل کی۔ کچھ عرصے بعد مسجد شرف ہو گئی۔ دیواروں کے علاوہ صحن میں بھی شگاف پڑ گئے۔ تو حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق اس کی مکمل مرمت زیادہ اہتمام سے کی گئی۔ اب تک خدا کے فضل سے ٹھیک حالت میں ہے۔ آنے جانے والے مسافر اور درویش یہاں نماز ادا کرتے ہیں۔

**مسجد ریلوے اسٹیشن** (۵) پانچویں مسجد آپ نے علی پور سیداں کے ریلوے اسٹیشن سے متصل تعمیر کرائی تھی۔ بلو والی کے سکھ نمبردار

سے آپ نے اس کے لئے زمین قیمتاً خریدی تھی۔ اس کی برادری نے زمین بیچنے کی سخت مخالفت کی کہ شاہ صاحب وہاں مسجد بنائیں گے۔ اور اذان کی آواز آیا کرے گی۔ مگر سکھ نمبردار نے ان کی مخالفت کی پروا نہ کی اور زمین حضرت کے ہاتھ بیع کر دی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس زمین میں پہلے ایک کنواں بنوایا۔ اور اس کے ساتھ وسیع مسجد تعمیر فرمائی۔ اس سے ملحق مسافروں کے آرام کے لئے ایک بڑی دو منزلہ سرائے بنائی۔ ملحقہ زمین میں باغ لگوایا۔ بعد میں نصف زمین بلو والی کے لوگوں سے اور خرید فرمائی۔ تاکہ مسجد اور سرائے کے محافظ اور مسافروں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور ان کی ہر طرح کی

آسائش میسر آئے۔ خدا کے فضل سے اب تک سارے انتظامات حسبِ میل خواہ انجام پارہے ہیں۔  
حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے امام الدین صاحب مرحوم کو اس مسجد اور سرائے کا محافظ مقرر کیا  
تھا۔ ان کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی اہلیہ نواب بی بی اور ان کا لڑکا نور محمد سب کام انجام دیتے  
رہے لکھانے پینے کا تمام سامان، چار پائیاں اور لستر وغیرہ سب سرائے میں مہیا رہتے ہیں۔ یہ  
دونوں ماں بیٹے یہیں رہائش پذیر ہیں۔ اور مسافروں کے آرام کا خیال رکھتے ہیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سرائے میں ایک کمرہ غیر مسلموں کے لئے علیحدہ مقرر کیا  
تھا۔ اور ان کے لئے باورچی خانہ بھی جدا تیار کیا تھا۔ مگر نواح میں جو سکھ آباد تھے۔ انہوں نے  
ضد اور شرارت کے طور پر اسپیشن کے قریب ایک گوردوارہ بنایا۔ مگر ان کی شرارت چل نہ سکی۔  
اور گوردوارہ نہ چل سکا۔ آخر پاکستان بن جانے کے بعد ان کے گوردوارہ کا نام نشان بھی نہ رہا۔  
اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ مسجد اور سرائے بدستور قائم ہے۔

ایک دفعہ مسجد اور سرائے دونوں خستہ و شکستہ ہو گئیں تو حضور کی حیات مبارک  
ہی میں حضرت عموی صاحب قبلہ مدظلہ (سجادہ نشین ثانی) نے معتد بہ رقم مرمت کے لئے عطا  
فرمائی تھی۔ مگر اس کی مرمت کا دوبارہ کام بندہ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے  
بعد انجام دیا۔ اور اس سلسلہ میں باقی اور جو کچھ خرچ ہوا، وہ حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ  
سجادہ نشین اول نے عطا فرمایا۔ الحمد للہ مسجد اور سرائے دونوں کی دوبارہ مرمت اور مضبوطی ہو گئی ہے۔  
چسراغ مقبلاں ہرگز نمیرد  
دگر گیتی سرا سرباد گیسرد

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارک یہ تھی کہ جہاں بھی مسجد کا کام شروع  
کراتے، مزدوروں کے ساتھ خود بھی کام ضرور کرتے تھے۔ اسپیشن والی مسجد جب تعمیر ہوئی  
شروع ہوئی، تو حضور صبح کی نماز ادا کرنے کے فوراً بعد بڑی سوئی سے باہر تشریف لے  
آتے۔ اگر گھوڑا پہلے سے دروازے پر تیار ہوتا تو سوار ہو جاتے۔ ورنہ پیدل ہی تشریف  
لے جاتے۔ اور جائے تعمیر پر پہنچ جاتے۔ میں نے خود حضرت کو مسجد کی بنیاد میں روٹی کھاتے  
ہوئے دیکھا ہے۔ اگر کوئی خادم عرض کرتا کہ آپ کے بجائے میں یہ کام کر لوں گا۔ تو حضرت  
فرماتے "تم نے اپنی قبر میں جانا ہے میں نے اپنی میں۔ تم اپنا کام کرو۔ میں اپنا کر لوں گا۔"

## سادھو کے کی مسجد

(۶) موضع سادھو کے علی پور شریف سے تین میل کے فاصلے پر اور منجور کے اسٹیشن سے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اس گاؤں میں حضور کے

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے اور معتقد حضرات بھی تھے۔ اس لئے آپ بچپن سے اس گاؤں میں آتے جاتے رہتے تھے۔ اس گاؤں کی کچی مسجد شہید کر کے آپ نے اسکی نچتہ تعمیر کروائی۔ اس مسجد کی تعمیر کے لیے اینٹیں گاؤں ہی میں پکانی گئی تھیں۔ ایک دن حضرت متبہ عالم

رحمۃ اللہ علیہ کام کی نگرانی کے لیے تشریف لے گئے تو سب زمیندار اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ اور اینٹیں سب کو یہی باہر پڑی ہوئی تھیں۔ آپ نے پوچھا کہ اینٹیں مسجد میں کیوں نہیں لائے۔

انہوں نے جواب دیا "کام کے دن ہیں۔ اول ہم کام کر لیں۔ فارغ ہو کر اینٹیں مسجد میں پہنچا دیں گے۔" آپ چپ ہو گئے۔ اور خود آگے بڑھ کر اینٹیں ڈھونے لگے۔ فرمایا "ٹھیک ہے۔ تم اپنا کام کرو۔ میں بے کار ہوں۔ مجھے سوا اللہ کے دنیا کا کوئی کام نہیں" حضور نے اینٹیں

ڈھونی شروع کیں تو سب اپنا اپنا کام چھوڑ کے دوڑ پڑے۔ بوڑھے بچے تک آگے۔ بعد میں اس پاس کے دوسرے لوگ بھی شامل ہو گئے۔ اور ذرا سی دیر میں تمام اینٹیں مسجد پہنچ گئیں۔ آپ نے فرمایا "لو بھائی میرا کام تو اللہ تعالیٰ نے کر دیا۔ اب تم فارغ ہو۔ اپنا اپنا کام کرو۔"

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اول ایک وسیع تہ خانہ بنوایا۔ تاکہ زمینداروں کو گرمی اور رمضان المبارک میں تکلیف نہ ہو۔ اور دوپہر کو وہاں آرام کیا کریں۔ تہ خانے کے اوپر مسجد کا اچھا فراخ کمرہ اور اس کے آگے ایک برآمدہ تعمیر کیا۔ مسجد زیر تعمیر تھی اور ابھی چھت نہیں پڑی تھی کہ مسجد کی دیوار ایک طرف سے سرک گئی اور ایک کونہ بھٹ گیا جس میں دو تین اینچ کا شگاف نظر آنے لگا۔ لوگ دوڑے ہوئے علی پور شریف آئے اور حضور سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کوئی

بات نہیں۔ خود تشریف لے گئے۔ سب سے کہا "اؤ مل کر زور لگائیں" اپنا دست مبارک اس دزر پر رکھا اور کندھا لگا کے خود بھی زور لگایا تو دزر بالکل بند ہو گئی۔ فرمایا "اب یہاں

سے کبھی نہیں پھٹے گی" زبرداری عنایت اللہ مرحوم کہتے تھے کہ مسجد پرانی ہو جانے کے باعث اس کی دیواریں جا بجا سے شق ہو گئی ہیں۔ مگر وہ کونا جو حضور نے مرمت فرمایا تھا اب تک پوری طرح صحیح سالم ہے۔

اس گاؤں میں حضور نے لنگر کے لئے کچھ زمین خرید فرمائی تھی۔ اس لئے لوگوں سے فرمایا کرتے



تھے۔ اس مسجد کی تعمیر میں تمہارے ساتھ میں بھی شامل ہوں۔ کیونکہ میں بھی اس گاؤں میں زمین کا مالک ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس مسجد کی تعمیر میں زیادہ حصہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی کا تھا۔ اب تک ہم بھی اس مسجد کی مرمت وغیرہ میں حصہ لیتے ہیں۔

(۷) موضع مہیس چک نمبر ۱۶ ضلع لائل پور میں حضور قبلہ عالم  
**چک نمبر ۱۶ کی مسجد** رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عالی شان تین منزلہ مسجد بنائی ہے نیچے

خوب گہرا اور بہت وسیع تہ خانہ بنایا ہے تاکہ روزہ دار اور نمازی گرمیوں میں آرام پائیں۔ اس کے اوپر دو منزلیں اور تعمیر کی ہیں۔ اس کی کرسی سطح زمین سے تقریباً چھ فٹ اونچی ہے۔ خوبصورت اور عالی شان مسجد ہے اور خدا کے فضل اور حضور کے تصرف سے اب تک نمازیوں سے بھری رہتی ہے۔ نماز تراویح اور نماز جمعہ میں تینوں منزلیں بھر جاتی ہیں۔ الحمد للہ۔

مسجد کے آغاز کا یہ واقعہ دل چسپی کے لئے بیان کیا جاتا ہے۔ حضور نے ارادہ فرمایا تھا کہ اگلا جمعہ اسی مسجد میں پڑھائیں گے۔ مسجد کے صحن میں مٹی ڈالنی تھی۔ آپ نے لوگوں سے کہا آؤ یہ کام کریں۔ انہوں نے عرض کیا ”کاتک کا مہینہ ہے۔ کام کاج کے دن ہیں۔ فارغ ہو جائیں گے تو یہ کام کریں گے“ آپ نے فرمایا ”خیر میں تو فارغ ہوں۔ میں یہ کام کرتا ہوں“ چنانچہ آپ نے سامنے والی زمین سے مٹی کا ایک بڑا ڈھیلا اٹھالیا اور لے چلے۔ یہ دیکھ کر اور سب لوگ بھی آپ کے ساتھ کام میں لگ گئے۔ گاؤں میں شور مچ گیا کہ حضرت خود مسجد کے صحن میں مٹی لالا کر ڈال رہے ہیں۔ گاؤں میں عام اعلان کے لئے ڈھول بجایا جانے لگا۔ بوڑھے، جوان، بچے سب کام چھوڑ چھوڑ کر مسجد کی طرف چلے آئے۔ اور مٹی ڈالنے میں مشغول ہو گئے۔ اس پاس کے اور بھی بہت لوگ آگئے۔ غرض دنوں کا کام گھنٹوں میں مکمل ہو گیا۔ مسجد کے صحن کو مٹی سے بھر کر کوٹ کر حضرت نے وہیں جمعہ پڑھایا۔ اس دوران حضور کے اشارے پر کاروں کے لئے کھانا تیار کیا جانے لگا تھا اور دیکھیں چڑھا دی گئی تھیں۔ سب کو پیٹ بھر کے کھانا کھلایا گیا۔ سب کاموں سے فارغ ہو گئے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے گاؤں والوں سے فرمایا ”میرا کام ہو گیا ہے۔ میں اب پھر فارغ ہوں۔ اب تم بھی اپنے اپنے کاموں میں لگ جاؤ“ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ ”اگر دین اور دنیا دونوں کے کام ایک وقت

میں جمع ہو جائیں، تو پہلے دین کا کام کرو۔ اس کی برکت سے دنیا کے کام بھی سدھر جائیں گے۔“

(۸) لائل پور کی قدیم جامع مسجد حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر فرمودہ ہے۔ پہلے اس کا ذکر آچکے ہیں۔ میاں نور اللہ

صاحب کے والد منشی فتح دین صاحب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے اور معتقدین میں تھے۔ انھوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسجد کی بنیاد رکھوانی۔ سنگ بنیاد رکھتے وقت حضور نے اپنی جیب خاص سے عطیہ فرمایا۔ اور اہالی لائل پور نے بھی حضرت کا اتباع فرماتے ہوئے فراخ دلی سے حصہ لیا۔ جب چھت ڈالنے کا وقت آیا تو سرمایہ ختم ہو چکا تھا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے منشی صاحب مرحوم کی درخواست پر دو جمعے کے درپے پڑھائے۔ ہر وعظ کے بعد دونوں مواقع پر ایک ایک ہزار روپیہ خود عطا کیا۔ دوسرے جمعے میں اپنا دھستہ بھی مسجد کے لئے پیش کیا۔ ہر جمعہ پر سات سات آٹھ آٹھ ہزار روپے جمع ہو گئے۔ اور مسجد کی تکمیل کا سامان ہو گیا۔ اس کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔ خدا کے فضل سے یہ جامع مسجد خوب آباد اور بارونق ہے۔

(۹) لائل پور ہی میں جھنگ بازار میں جو دہری جامع مسجد قیام پاکستان کے بعد بنی ہے اس

کی تعمیر میں بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا زیادہ سے زیادہ حصہ ہے۔ پہلے تفصیل آچکی ہے کہ حضور نے کس فراخ دلی سے جیب خاص سے چندہ عطا کیا تھا۔ اور دوسرے جمعے پر پھر گراں قدر عطیہ دیا تھا۔ آپ کے اتباع میں ہر دفعہ شہر کا جلسہ نے فراخ دلی سے چندہ دیا۔ ہر جمعہ پر سات سات ہزار روپیہ چندہ جمع ہوا۔ اور کام بخیر و خوبی شروع ہو گیا۔

اس موقع پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ پٹواری اسماعیل صاحب نے چندے کے طور پر چالیس روپے مجھے دیے۔ میں نے حضرت کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے پٹواری صاحب کو پاس بلا کر فرمایا کہ ”ہم آپ سے چندہ نہیں لیتے۔ بلکہ آپ ہمیں مسجد کے لئے زمین دلوائیے۔“ انھوں نے وعدہ کیا کہ ”اگر میں شہر کا پٹواری لگ گیا تو یہ خدمت ضرور انجام دوں گا۔ مگر یہ قسم بھی ضرور قبول فرمائیے تو بڑا احسان ہو گا۔“ حضور کی توجہ سے کچھ دن بعد ہی ڈپٹی کمشنر لائل پور نے از خود حکم صادر کیا کہ محمد اسماعیل پٹواری کو شہر کے حلقہ میں تعینات کیا جائے۔ انھوں نے بھی

اپنے وعدے کے مطابق کوشش کر کے بڑی مسجد کے لئے، اور مدرسہ نیز اس کے برابر چھوٹی مسجد کے لئے  
 جھنگ بازار کے دونوں طرف جگہ دلوانی۔ اور کاغذات میں اندراجات کر کے انتقال کی تکمیل کی۔  
 جب یہ کام ہو گیا تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ "میں لائل پور جاتا ہوں  
 وہاں کچھ دن قیام کر کے چھوٹی مسجد مکمل کروں گا۔ اور بڑی مسجد کی بنیاد رکھ کر واپس آؤں گا۔ تم  
 گھر سے خیمے لے چلو تا کہ قیام میں آسانی ہو" میں نے عرض کیا کہ "آپ چک میں اپنے مکان پر  
 قیام فرمائیں۔ اس میں آرام ملے گا" فرمایا "نہیں! میں نے نیت کر لی ہے کہ شہر میں قیام  
 کر کے روزانہ رات کو جلسہ کیا کروں گا۔ اور لوگوں کو جمع کر کے مسئلے سنایا کروں گا" میں نے مکرر  
 عرض کیا کہ "چک ہی میں قیام فرمائیے۔ موٹر کا انتظام کر لیں گے۔ اس میں روزانہ آنا جانا ہو جائے گا"  
 مگر حضرت نے پھر اٹکار فرمایا۔ آخر میں اس بات پر حضور کو راضی کر لیا کہ شہر میں ایک وسیع مکان  
 کا انتظام کئے لیتے ہیں۔ وہیں جلسہ بھی ہو جایا کرے گا۔ اس طرح حضور کو زحمت نہیں ہوگی۔  
 حضور نے اجازت دے دی تو میں اگلے دن ہی لائل پور چلا آیا۔ مولوی سراج الحق صاحب  
 مرحوم کے صاحبزادے ظہور الحق صاحب نے سنت پورہ میں ایک بڑا گور و دووارہ الاٹ کر رکھا  
 تھا۔ بہت فراخ اور وسیع جگہ تھی۔ میں نے ان سے اپنی تجویز بیان کی تو وہ بہت خوش ہوئے۔  
 چنانچہ اس گور و دووارہ کی صفائی کر کے اور سامان قیام و طعام فراہم کر کے حضور کی خدمت میں  
 اطلاع بھیجی تو اگلے دن ہی تشریف لے آئے۔ اور اس جگہ کو قیام اور جلسے کے لئے موزوں  
 پا کر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ یارانِ طریقت کو بڑی مسرت ہوئی کہ حضور اب کے طویل قیام فرمائیں گے  
 حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اشتہارات چھپوائے، جن میں دور دور کے علمائے کرام  
 کے نام شائع کئے اور اعلان فرمایا کہ ہر روز رات کو جلسہ ہوا کرے گا۔ اہالی لائل پور مواعظِ حسنہ  
 سے استفادہ کرنے کے لئے جوق در جوق آیا کریں۔ مجھے حکم ہوا کہ ایک انجمن کی بنیاد ڈالو۔  
 جس کے صدر حضرت والد صاحب قبلہ (سجادہ نشین اول) ہوں گے۔ ضلع لائل پور کے لئے نائب  
 صدر مولوی سردار محمد صاحب اور ضلع جھنگ کے لئے مولوی قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 ہوں گے۔ انجمن کے نشور کن ایسے بناؤ جو دس روپے ماہوار دیا کریں۔ اور پانچ سو ایسے ممبر  
 جو پانچ روپے ماہانہ چندہ ادا کریں۔ نیز سفیر مقرر کرو۔ جو گاؤں گاؤں جا کر مدرسہ اور مسجد کے لئے

چندہ جمع کر کے لائیں۔ چنانچہ حضور کے فرمان کی تعمیل میں انجمن قائم کی گئی۔ اور سفیر مقرر کر دیے گئے۔ اگلا جمعہ حضرت نے جھنگ بازار کے باغ میں پڑھایا۔ لوگ کثیر تعداد میں شریک تھے۔ وہیں کثیر چندہ جمع ہو گیا۔ اور لوگوں نے مسجد کی تعمیر کے لئے آئندہ بڑے پیمانے پر وعدے کئے۔ ایک دن بعد ہی حضور نے مجھ سے فرمایا کہ ”میں کل واپس چلا جاؤں گا۔“ میں نے عرض کیا کہ ”آپ نے تو ارادہ فرمایا تھا کہ چھوٹی مسجد کی تعمیر مکمل کر کے واپس ہوں گے۔ ابھی سے کیوں واپسی کا قصد فرمایا۔“ میرے بار بار باصرار عرض کرنے پر فرمایا کہ ”میں جس کام کے لئے آیا تھا وہ پورا ہو گیا ہے۔ میری محنت اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لی ہے۔“ میں نے عرض کیا ”ابھی تو مسجد میں ایک اینٹ بھی نہیں لگی اور آپ نے واپسی کا ارادہ بھی کر لیا۔“ فرمانے لگے ”تمہیں علم نہیں۔ میں جس کام کے لئے آیا تھا وہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرا انا قبول فرمایا ہے اور مجھے واپسی کی اجازت مل گئی ہے۔ میں کل ضرور چلا جاؤں گا۔“ پھر یہ شعر پڑھا۔

دل نیت کبوتر کہ بر و باز نشیند از گوشہ شاخے کہ پریدیم پریدیم

چنانچہ حسب فرمان اگلے دن صبح کی گاڑی سے آپ لاہور لوٹ آئے۔ مگر سب نے دیکھا کہ حضور کی محنت کا ثمر مکمل ہو گیا۔ جہاں حضور نے نماز ادا کی تھی وہاں عظیم الشان مسجد اور عظیم مدرسہ بن چکا ہے۔ ہر سال مدرسہ سے بیسیوں طلبہ فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ اور پچاسوں حافظ و عالم بن کر نکلتے ہیں۔ اور چھوٹی مسجد تو حضور کی واپسی کے تھوڑے دن بعد ہی مکمل ہو گئی تھی۔ اس مدرسہ اور ان دونوں مسجدوں پر لاکھوں روپے صرف ہو چکے ہیں اور ابھی لاکھوں اور خرچ ہوں گے۔ کیوں کہ بڑی مسجد کا کام برابر جاری ہے۔ یہ بات بھی لطف سے خالی نہیں کہ جس جگہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ ادا فرمایا تھا اور جتنی جگہ میں خلق خدا نماز جمعہ کے لئے جمع ہوئی تھی، بعینہ انھی حدود میں بڑی مسجد تعمیر ہوئی ہے۔ نہ زیادہ اور نہ کم۔

لائل پور کی دوسری کمی مسجدوں میں بھی حضور کا حصہ ہے۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان مساجد کی بنیاد کے محرک اور ان کی تکمیل میں ساعی رہے ہیں۔

(۱۰) نارووال میں زیادہ آبادی ہندوؤں اور سکھوں کی تھی، مسجدہ جماعت نارووال مسلمان تعداد میں بہت کم تھے۔ ایک بار حاجی غلام رسول صاحب ساکن نارووال حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے عرض کیا کہ ”آپ کبھی

نارووال تشریف نہیں لاتے، حضور نے جواب دیا "وہاں نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ نہیں، وہاں کیا جائیں" حاجی صاحب نے عرض کیا "اگر آپ تشریف لائیں گے تو ہماری نماز کے لئے قیامت تک کو جگہ بن جائے گی" آپ خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا "اچھا! مستری اللہ رکھا صاحب! محمد صدیق صاحب اور صوفی غلام رسول صاحب سے کہنا کہ میں آئندہ جمعہ نارووال میں پڑھاؤں گا۔ وہ وہاں انتظام کریں"

چنانچہ جمعہ آیا تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک جماعت کے ساتھ نارووال تشریف لے گئے۔ اپنا اور اپنے ساتھیوں کا کھانا تیار کر کے ساتھ لے لیا۔ حضور بہت بیمار اور ضعیف تھے۔ آپ کو چارپائی پر لٹا کر اسٹیشن تک لایا گیا۔ چارپائی ریل میں ساتھ رکھ لی گئی۔ نارووال اسٹیشن پر صوفی غلام رسول صاحب، رگر اور صوفی حسین بخش صاحب آڑھتی غلہ منڈی نے جہانوں کے لئے نہایت اعلیٰ پیمانے پر خورد و نوش کا اہتمام کیا تھا۔ اسٹیشن کے ویٹنگ روم میں بہت بڑی اور پر تکلف دعوت کھائی گئی۔ جو کھانا بچا وہ نارووال کے دوسرے لوگوں اور اسٹیشن والوں کی ضیافت کیلئے کافی ثابت ہوا۔

صوفی غلام رسول صاحب، محمد صدیق صاحب اور مستری اللہ رکھا صاحب مرحوم کئی دن کوشش کرتے رہے تھے کہ جمعہ پڑھنے کے لئے کوئی مناسب جگہ مل جائے۔ مگر ان کی سب کوششیں بے سود نکلیں، کوئی شخص جگہ دینے پر راضی نہ ہوا۔ سب انکار کرتے رہے۔ ایک سید صاحب ڈسٹرکٹ ٹرانسپورٹ بس کے مینجر تھے۔ وہ حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ عجب معاملہ ہے۔ ایک سید درویش جمعہ پڑھانے کے ارادے سے آرہا ہے۔ کسی میں اتنی حمیت نہیں کہ نماز ادا کرنے کے لئے جگہ دیدے۔ آخر انھوں نے کہا "میں اپنے اڈے میں لے بس لٹکائے لیتا ہوں۔ لاریاں سب باہر کھڑی کرادوں گا۔ آپ ہمارے اڈے میں نماز ادا فرمائیں" مخالفین نے منع کیا اور بہت زور لگایا اور سمجھایا کہ "ایسا مت کرو۔ نماز کے لئے جگہ مت دو۔ یہ سید جہاں نماز ادا کرتا ہے، اس جگہ کو مسجد بنا دیتا ہے۔ یہ جگہ مسجد بن جائے گی تو اڈے کا کیا ہوگا" ان سید صاحب نے کہا "اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ اس جگہ مسجد بن جائے۔ یہ جگہ ہندو کی ہے۔ ہمارے تہارے باپ دادا کی نہیں ہے"

مخالفین اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔ حضور نے وہیں جمعہ پڑھایا۔ نارووال اور آس پاس کے دیہات سے بڑی خلقت جمع ہو گئی تھی۔ نماز جمعہ کے بعد حسب عادت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مواظبِ حسنہ سے مستفید کیا اور آخر میں وعدہ فرمایا کہ اگلا جمعہ بھی یہیں آکر پڑھاؤں گا۔ دوسرے جمعہ پر بھی یہی صورت رہی۔ اسٹیشن پر وسیع اور ترپتلف ضیافت اور اسی اڈے میں جمعہ کی نماز باجماعت۔ غرض اس طرح حضور نے یکے بعد دیگرے چار جمعے پڑھائے۔

اس دوران نارووال سے مخالفین برابر مختلف ناموں سے خط بھیج بھیج کر مطلع کرتے رہے کہ آپ یہاں نہ آئیں۔ مخالفت بڑھتی جا رہی ہے۔ حالات خطرناک حد تک خراب ہو گئے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچے۔ چوتھے جمعہ میں آپ نے فرمایا کہ ”تم روز مجھے خط لکھ کر متنبہ کرتے رہتے ہو اور یہاں آنے سے روکنا چاہتے ہو۔ مگر تمہیں معلوم نہیں کہ میں اپنی مرضی سے یہاں نہیں آتا۔ مجھے بھیجا جاتا ہے تو آتا ہوں۔ تم دیکھتے ہو کہ مجھ میں تو اٹھنے بیٹھنے کی بھی سکت نہیں ہے۔ مجھے تو چار پانی پر لٹا کے دوسرے اٹھا کر اسٹیشن تک لاتے لیجاتے ہیں۔ میں تو صرف حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔“

رشتہ درگروںم افکنده دوست می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

اس کے بعد فرمایا ”آؤ ہم تم سب مل کر دعا مانگیں کہ جس جگہ تم نمازیں ادا کرتے رہے ہو، اللہ تعالیٰ اسے قیامت تک کے لئے مسلمانوں کی سجدہ گاہ بنا دے۔ اور جنہوں نے ہم کو یہاں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کام کے لئے اس سے بہتر جگہ عطا فرمائے“ چنانچہ سب نے مل کر حضور کے فرمان کے مطابق دعا مانگی۔

صوفی غلام رسول صاحب زرگر نے دعا کے دوران عرض کیا کہ ”اگر مجھے مسجد کے قریب مکان مل جائے تو میں مسجد کی بھی خدمت کرتا رہوں گا۔ اور مسجد میں آنے والے نمازیوں کی بھی خدمت سرانجام دوں گا“ حضور نے منتر کا اے جلسہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ”غلام رسول کے لئے بھی دعا کرو کہ اس مسجد کے قریب مکان مل جائے“ حضرت کی تمام دعائیں بارگاہ رب العزت میں قبول ہوئیں۔ بسوں کے اڈے کیلئے اسٹیشن کے سامنے اس سے بہتر اور موزوں جگہ معین کی گئی۔ صوفی غلام رسول صاحب کو مسجد کے قریب بنا بنایا مکان مل گیا۔ اور مسجد کے لئے وہی جگہ حاصل ہو گئی جہاں حضور نے چار جمعے پڑھائے تھے۔

سیالکوٹ کا ڈپٹی کمشنر سلام کے لئے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ارشاد فرمائیے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "اگر مانو تو ایک کام بتاتا ہوں جو تمہارے لئے بھی بہتر ہوگا اور خلقِ خدا کی بہتری بھی اسی میں ہوگی" اس نے کہا کہ انشاء اللہ ضرور کروں گا۔ ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ "نارِ وصال میں مسجد کے لئے جگہ مطلوب ہے۔ یہ دلوادو۔ خدا جزائے خیر دے گا۔" اس نے وعدہ کیا۔ واپس جا کر ایس ڈی ایم سے مسجد کی زمین کے لئے درخواست پر سفارش لکھوائی۔ پھر اپنی زوردار سفارش کے ساتھ حکومت پاکستان کو بھیجی۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا نام درمیان میں لاکر اس کی اہمیت ثابت کی۔ حکومت پاکستان نے سفارش منظور کر کے اجازت دے دی۔ اس وقت حضورِ وفاؐ پاچھے تھے۔ اس لئے حکومت نے یہ قید لگا دی کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور وارث تحریری طور پر مسجد کی تعمیر کرنے کی ذمہ داری قبول کریں۔ جب یہ کاغذات حضرت سراجِ اہل سنت و اہل جہادہ نشین اول کے پاس آئے تو آپ نے ذمہ داری قبول کرتے ہوئے تحریری طور پر ڈپٹی کمشنر کو مطلع کیا۔ اور اس نے مطلوبہ الاٹمنٹ کے احکام جاری کر دیے۔

زمین کے حصول کا کام قابلِ اطمینان طور پر چل ہو گیا تو مسجد کی تعمیر کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ بندہ نے اپنے بھٹے سے ایک لاکھ اینٹیں نارِ وصال بھیج کر پہلے مسجد کی ڈکانیں تعمیر کرائیں جن کی تکمیل کے بعد ان کا کرایہ مسجد کے لئے وصول ہونے لگا۔ پھر وہاں خطیب و امام مقرر کئے گئے جس کے لئے نارِ وصال کے لوگوں نے فراخ دلی سے چندہ دیا۔ حضرت عموی صاحب قبلہ سجادہ نشین ثانی نے پانچ ہزار روپے نقد حبیبِ خاص سے عطا فرمائے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اہل خانہ نے مسجد کے لئے بہت روپیہ دیا۔ غرض خدا کے فضل سے مسجد مکمل ہو گئی ہے۔ اس کا نام "مسجد شاہِ جماعت" رکھا گیا ہے۔ مستری عبدالواحد صاحب نے اس کو تعمیر کیا ہے۔ مستری صاحب ہی اس وقت روضہ شریف کا کام کر رہے ہیں۔ برادرِ حاجی حافظ سید انور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صرفہ سے مسجد میں بجلی سے چلنے والا ٹیوب ویل لگایا ہے۔ جس سے نمازیوں کو بہت آسانی ہو گئی ہے۔

## مسجد موضع پنوال

(۱۱) علی پور سیداں سے بالکل متصل ماسٹر اللہ دتا صاحب کا گاؤں پنوال ہے۔ اس گاؤں میں حضرت قبلہ عالم نے سچتہ مسجد تعمیر

کرائی ہے۔ اور زیادہ رشم اس پر اپنے پاس سے خرچ کی ہے۔ جن اشخاص نے از خود اس کی تعمیر میں حصہ لینا چاہا، حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بخوشی قبول کیا۔ ماسٹر اللہ دتا صاحب نے اپنی ایک ماہ کی پوری تنخواہ مسجد کے لئے دی تو حضرت بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ حاجی حافظ نور احمد صاحب قصوری خلیفہ مجاز نے بڑی رشم حضور کے نام پر مسجد کے لئے ارسال کی تو حضرت بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ تعمیر کی تکمیل کے بعد چھت کا لٹھ ٹوٹ گیا، تو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ نے دوبارہ چھت ڈلوائی۔ یہ مسجد اگرچہ چھوٹی ہے مگر سچتہ اور خوبصورت ہے۔ ماسٹر اللہ دتا صاحب اس کی مرمت اور خیر گیری کرتے رہتے ہیں۔ خدا ان کو جزائے خیر عطا کرے۔

(۱۲) ریاست میسور کے دار الحکومت شہر میسور میں ایک چھوٹی سی مسجد **مسجد اعظم میسور** تھی۔ جو مسجد اعظم کہلاتی تھی۔ آپ نے فرمایا ”چھوٹی سی مسجد کا

نام اعظم خوب ہے۔ میسور دار الحکومت ہے۔ لوگ دیکھ کر کیا کہتے ہوں گے کہ اتنے بڑے شہر میں ایسی چھوٹی مسجد۔ اچھا! میں انشاء اللہ اسے گرا کر واقعی مسجد اعظم بناؤں گا۔“ پہلے یہ تفصیل آچکی ہے کہ حضرت نے اس مسجد کو دوبارہ بڑے پیمانے پر بنوانا شروع کیا تو مدراس کے سلٹیڈ جمال صاحب نے دس ہزار روپے پیش کئے۔ مہاراجہ میسور نے بھی اول دس ہزار روپے پیش کئے تھے۔ پھر جب ان کو بتایا گیا کہ سلٹیڈ جمال صاحب نے بھی دس ہزار روپے دیے ہیں تو مہاراجہ نے دس ہزار کا اور اضافہ کیا۔ وزیر دربار حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یارانِ طریقت میں سے تھے۔ وہی حضرت اور مہاراجہ کے درمیان سفارت کا فرض انجام دیتے تھے۔ ان سے تفصیلات معلوم کر کے مہاراجہ نے مزید حکم دیا کہ مسجد کے ساتھ جو سرکاری زمین پڑی ہوئی ہے، اسے بھی مسجد میں شامل کر لیا جائے۔

چنانچہ مسجد اعظم اب واقعی بڑی مسجد ہے۔ حضرت نے اپنی حبیب خاص سے بھی معتدبہ رقوم عطا فرمائیں۔ اور دوسرے مسلمانوں نے بھی دل کھول کر چن دیا۔ چنانچہ عمدہ،



خوب صورت اور وسیع جامع مسجد تعمیر ہو گئی۔ گلکاری نے مسجد کو اور حسین بنا دیا ہے۔ مسجد کے گرد باغ ہے۔  
یہیں نے اس مسجد میں کئی جمعے ادا کئے ہیں۔

یہ بیان بھی اپنی جگہ اچکا ہے کہ میسور کے یارانِ طرقت نے اس مسجد میں مدرسہ نقشبندیہ قائم  
کر رکھا ہے۔ جہاں قرآن اور حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔

(۱۳) یاغستان کے موضع کھبل میں بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ  
موضع کھبل کی مسجد

نے ایک مسجد اور اس کے ساتھ ایک سرائے تعمیر کرائی ہے۔ یہ  
مسجد دریائے سندھ کے کنارے پڑا ہے۔ یخ ت گرمی کے دنوں میں بھی یہاں موسم خوشگوار  
ہوتا ہے۔ گاؤں کے لوگوں کو اس سے بڑا آرام ہے۔ مسافروں کو بھی سرائے میں راحت ملتی  
ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کئی گرمیاں وہاں گزارى ہیں۔ اور رمضان شریف گرمیوں  
میں آئے تو آپ نے یہیں آکر روزے رکھے اور کلام مجید سنا۔ ایک دفعہ برادرم حاجی حافظ سید  
انور حسین شاہ صاحب نے رمضان مبارک میں حضرت قبلہ کو یہاں قرآن سنا یا تھا۔ حضرت  
صاحبزادہ محمد شفیع صاحب سجادہ نشین پورہ شریف رحمۃ اللہ علیہ بھی کئی بار گرمیوں میں یہاں تشریف لائے  
ہیں۔ اب ہر سال برادرم عزیزم حاجی حافظ سید نذر حسین شاہ صاحب سلمہ کھبل جا کر اس مسجد میں موسم  
گرم بسر کرتے ہیں۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عرس شریف بھی ہر سال یہاں کراتے ہیں۔ بہت  
آرام دہ اور پر فیضا مقام ہے۔

(۱۴) حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک بار مولانا مفتی  
دوسری مساجد کی خدمت

نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں مراد آباد ڈیوٹی  
تشریف لے گئے تو مسجد کی مرمت کے لئے بیش قرار رستم عطا کی۔ اور فرمایا کہ اسے مسجد  
کے فرش پر خرچ کیا جائے۔ اسی طرح آپ مزنگ لاہور میں مولوی عبدالعزیز صاحب الی مسجد  
میں گئے تو بڑی رستم عطا کی اور ہدایت کی کہ اسے فرش کے کام پر خرچ کیا جائے۔ غرض اس  
طرح متفرق مساجد کی خدمت میں آپ نے مختلف مقامات پر جو حصہ لیا اس کو ضبط میں لانا دشوار  
ہے۔ مساجد کی تعمیر اور آرائش، نچنگی اور مرمت میں آپ جس ذوق و شوق سے حصہ لیتے تھے اس  
کے اظہار کے لئے یہ مختصر تفصیل بھی کافی نہیں۔

۱۵۱ | فتنہ ارتداد کے زمانے میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دین کی مساجد علاقہ ارتداد

جو خدمت کی اس کا ذکر اسی موضوع کے تحت ذرا تفصیل سے کیا جائے گا۔ آپ نے وہاں پینتالیس سے زیادہ مدارس جاری کئے تھے۔ اور ہر مدرسہ کے ساتھ ایک مسجد ضرور ہوتی تھی۔ اگر کوئی پرانی مسجد ہوتی تو اس کی مرمت اور چنگی فرماتے۔ ورنہ نئی مسجد تعمیر کراتے۔ اور ہر مسجد میں مؤذن کا انتظام فرماتے تاکہ مستقل طور پر آباد رہے۔ یہ مساجد تعلیم و تبلیغ اور یقین و ارشاد کے لئے مرکز کا کام انجام دیتی رہیں، اور ہزاروں ہزار لوگ حضور کے اس اقدام کی بدولت دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔ اور پکے نمازی بن گئے۔

## دیگر عمارات

سرائیں اور کنوئیں | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو سرائے اور کنوئیں بنوانے کا اہتمام بھی بطور خاص ملحوظ خاطر ہوتا تھا۔ جو کنوئیں کھدائے یا سرائیں

بنوائیں سب کا حال تو کسی کو بھی معلوم نہیں۔ آپ جہاں تشریف لے جاتے وہاں مسلمانوں کے لئے ان کا اہتمام ضرور فرماتے تھے۔ حضور کے پاس ہمیشہ زائرین و معتقدین کی آمد کا تانا بندھا رہتا تھا۔ یارانِ طریقت کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی کثیر تعداد میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ مہمانوں کی خاطر مدارات حضور کا شیوہ تھا۔ اس لئے ان کے ہر قسم کے آرام کا خیال فرماتے تھے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ علی پور سیداں کے ریلوے اسٹیشن کے قریب آپ نے مسجد سے متصل ایک ڈمنزلہ سرائے بنوائی ہے۔ اس کے ساتھ کنواں اور باغ بھی ہے۔ ایک محافظ ہر وقت وہاں رہتا ہے تاکہ آنے والے کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ مسافروں کو یہاں چار پانی اور بستر بھی مہیا کئے جاتے ہیں۔

جماعت منزل سیالکوٹ | پرانے زمانے میں ریل صرف سیالکوٹ تک آتی تھی۔ دربار شریف کی نیت سے آنے والوں کے آرام کی خاطر

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سیالکوٹ میں محلہ میانہ پورہ میں جماعت منزل کے نام سے ایک مکان

تعمیر فرمایا ہے۔ یارانِ طریقت سیالکوٹ نے اس کا رخیر میں بڑا حصہ لیا ہے۔ مستری حاجی محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میانہ پورہ میں وسیع زمین خریدی تھی۔ اس میں سے دو کنال رقبہ انھوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے نام کرادیا۔ اسی زمین پر حضور نے "جماعت منزل" تعمیر کروائی۔ حضرت جب سیالکوٹ تشریف لے جاتے تھے تو یہیں قیام فرمایا کرتے تھے۔

حضرت بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب مدظلہ، مہاجر مدنی خلیفہ مجاز نے کمزوری اور ضعیف العمری کے باوجود سعی بلیغ اور

### جماعت منزل مدینہ منورہ

جانقشانی سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں "جماعت منزل" کے نام سے ایک دو منزلہ عمارت بنوائی ہے جس میں بہت سے کمرے ہیں۔ اس عمارت پر لاکھوں روپے خرچ ہوئے ہیں۔ یارانِ طریقت نے اس کی تکمیل میں حصہ لیا ہے۔ حضرت عموی صاحب قبلہ سجادہ نشین ثانی مدظلہ نے اپنی جیب خاص سے دس ہزار روپے عطا فرمائے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اہل خاندان نے بھی اس کا رخیر میں بڑی رقمیں ارسال کی تھیں۔ اس عمارت میں غریب اور مساکین مستقل رہائش رکھتے ہیں۔ اور زائرین آتے ہیں تو ان کے قیام کا بھی انتظام ہے۔ دوسری جماعت منزل کے لئے بھی بخشی مصطفیٰ علیخان صاحب مدظلہ نے جگہ خرید رکھی ہے۔ اور اس کی تعمیر کے لئے بھی کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کامیاب و کامران فرمائے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے علی پور سیداں میں ایک نانہ جوبلی دو منزلہ تعمیر فرمائی ہے۔ اس میں چھوٹے بڑے چالیس کمرے ہیں۔

### دو منزلہ نانہ جوبلی

دور دور سے آنے والی مہمان خواتین یہیں آکر ٹھہرتی ہیں اور آرام پاتی ہیں۔ حضور کے خاندان کی تمام بیبیاں اور بچے بھی اسی مکان میں قیام پذیر ہیں۔ کھانے پکانے کا سارا انتظام بھی اسی جوبلی میں ہوتا ہے۔

مردوں کے قیام و آرام کے لئے بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وسیع

### شیش محل

دو منزلہ مکان بنایا ہے جو عرف عام میں شیش محل کے نام سے مشہور ہے اس میں پچیس کمرے ہیں۔ ہر کمرہ کسی شہر کے یارانِ طریقت کے لئے مخصوص ہے۔ عرس شریف کے موقع پر مہمان آتے ہیں تو سب کمروں میں فرش کر دیا جاتا ہے اور سب اپنے اپنے کمروں میں ٹھہرتے ہیں۔ دوسرے اوقات پر جو مہمان آتے ہیں وہ بھی یہیں فروش ہوتے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

خود بھی ان کمروں میں قیام فرما ہوتے تھے جو ”بابِ رحمت“ اور ”شیش محل“ کے نام سے موسوم ہیں۔ حضرت سراج الملت (سجادہ نشین اول) اور ان کے بعد حضرت ستمس الملت مظلمہ (سجادہ نشین ثانی) ”بابِ رحمت“ میں فروش ہوتے ہیں۔

شیش محل اس لئے کہتے ہیں کہ صدرِ رُز سے کے اوپر بڑا کمرہ ہے جس کی چھت میں بے شمار چھوٹے چھوٹے گول شیشے جڑے ہوئے ہیں۔ اس کی چھت دیواروں اور کواڑوں پر نہایت نفیس اور خوبصورت گلکاری کی گئی تھی۔ چھت میں بلور کے فتیل لٹکے ہوئے ہیں۔ جنگلی بھینسوں ہرنوں کے سر دیواروں میں نصب ہیں۔ نہایت نفیس اور قیمتی قالین بچھا ہوا تھا۔ اسی طرح دوسرے کمروں میں بھی زیبِ زینت تھی اور قالین بچھے ہوئے تھے۔ ان کی زینت اور زیبائش کا یہ عالم تھا کہ دور دور سے لوگ دیکھنے آتے تھے۔

اس مکان کے صحن میں ایک کنواں بنا ہوا ہے۔ حضرت قبلہ و کعبہ بابا فقیر محمد صاحب پورا ہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لعاب مبارک سے اس کنوئیں کے پانی کو شفا بنایا تھا۔ چنانچہ بیمار اب بھی محض اس کنوئیں کا پانی پینے سے صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے صاحبزادے حضرت حاجی حافظ سید خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بالائی منزل کے شمال مغربی گوشہ کے کمرے میں قیام فرماتے تھے۔ اب ان کے صاحبزادے برادرم حاجی حافظ سید نذر حسین شاہ صاحب وہاں فروش ہیں۔

مسجد نور کے مشرق میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وسیع و عریض جلسہ گاہ تعمیر فرمائی ہے جس کے صحن میں ہزاروں کا مجمع سما جاتا ہے۔ یہ حویلی یک منزلہ ہے۔ اس میں ایک تہ خانہ اور پندرہ کمرے بنے ہوئے ہیں۔ عرس شریف کے زمانے میں صحن میں فرش کر دیا جاتا ہے، جس پر کئی ہزار افراد بیٹھ جاتے ہیں۔ عورتیں دن میں کمروں کے اندر پرے میں بیٹھتی ہیں، اور رات کو چھت پر وعظ سنتی ہیں۔

عرس کے ایام کے علاوہ اس حویلی میں کچھ درویش رہتے ہیں۔ بعض مال مویشی بھی یہیں رکھے جاتے ہیں۔ حضرت عموی صاحب قبلہ سجادہ نشین ثانی بھی پہلے اسی حویلی میں قیام فرما رہتے تھے۔ اب آپ شیش محل میں بابِ رحمت میں فروش ہیں۔

مسجد نور سے جانب شمال حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور منزلہ  
دو منزلہ مہمان خانہ | مکان مہمانوں کے لئے تعمیر کروایا تھا۔ اس میں چھوٹے بڑے پنڈرو

کمرے ہیں۔ عرس شریف کے دنوں میں یہاں بھی مہمان قیام کرتے ہیں۔ نچلی منزل میں سال  
بھر کے خرچ کے لئے غلہ محفوظ رکھا جاتا ہے۔ راقم بھی دروازے سے ملحق اسی مکان کے ایک  
کمرے میں قیام رکھتا ہے۔ دوسرے اوقات میں آنے والے مہمان میرے پاس بھی قیام کرتے ہیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کنوئیں پر بھی ایک بڑی حویلی  
کنوئیں و الی حویلی | تعمیر فرمائی تھی۔ یہ حویلی تقریباً چار کنال میں بنی ہوئی ہے۔ یہاں بھی

مہمان قیام کرتے ہیں۔ عرس شریف کے موقع پر تو خصوصیت سے یہ جگہ زائرین کیلئے محفوظ ہوتی ہے۔ بیگراپا  
میں کاشت کرنیوالے درویش یہاں رہتے ہیں۔ اور کاشت سے متعلق مال مویشی بھی یہیں رکھے جاتے ہیں۔  
برادر مہاجری حافظ سید شہیر حسین شاہ صاحب اس وقت کاشتکاری کے منتظم ہیں، اسلئے آپ خود بھی قیام فرماتے

علی پور سیداں کا علاقہ بارانی ہے۔ اب سے دو پار ایک دفعہ  
تین تالاب | پنجاب میں قحط پڑا تھا۔ علی پور سیداں اور نواحی دیہات سب سے

زیادہ متاثر ہوئے تھے۔ بعض جگہ مویشیوں تک کے لئے پانی نایاب تھا۔ سب مردوں  
قحط سے پریشان تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے علی پور سیداں میں تین تالاب کھدوانے  
شروع کر دیے۔ جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو کام میسر آگیا۔ مزدوری حاصل ہونے لگی۔  
اور روزی کا انتظام ہو گیا۔ چند سال میں تینوں تالاب کھد کر تیار ہو گئے۔ بارش کے موسم  
میں یہ تالاب پانی سے بھر جاتے ہیں۔ اور سال بھر مال مویشی آکر پانی پیتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے دریافت کیا ”اختر! یہ اتنے  
مال مویشی کہاں سے آتے ہیں“ میں نے عرض کیا ”گرد و نواح کے دیہات میں پانی نہیں  
ہے۔ اس لئے وہ اپنے مویشیوں کو یہاں لاکر پانی پلاتے ہیں“ خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا۔  
”الحمد للہ! ہم نے جو کچھ خرچ کیا تھا وہ وصول ہو گیا ہے۔ جس زمانے میں بارشیں کم ہوتی  
ہیں، ان دنوں ان تالابوں سے پانی لے کر کاشت کے لئے زمینیں بھی سیراب کی جاتی ہیں  
اس مقصد سے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تالابوں پر جھلاریں بنوادی ہیں تاکہ کسانوں کو آسانی ہو۔

رفاہ عام کے کام محض رضائے الہی کیلئے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تمام زندگی دین کی خدمت اور رفاہ عام کے کاموں میں صرف فرمائی ہے

ان مختصر تفصیلات سے یہ اندازہ کرنا مقصود ہے کہ آپ کس کس طرح عام خلقت کی بہبود کا انتظام فرماتے تھے۔ ورنہ سرائیں، مہمان خانے، کنوئیں وغیرہ جو آپ نے مدت الحمر میں تعمیر کروائے ان کا تفصیل سے اندراج کرنا ممکن نہیں۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا دستور زندگی یہ تھا کہ جب کسی نیک کام کا ارادہ کر لیا جائے تو بس اس کو شروع کر ڈالو۔ اسباب ظاہر پر نظر مت کرو۔ تم کو جس ذات پاک کی رضا جوئی مقصود ہے، وہ خود انتظام فرمائیں گے۔ آپ کی اپنی حیاتِ طیبہ سے اس کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ آپ محض توکل پر تکیہ کر کے کام شروع فرمادیتے تھے۔ اور رب العزت خود اس کی تکمیل کے لئے ذرائع و وسائل مہیا فرمادیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ میں تنہا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا "اختر! میں نے آج تک کوئی چیز اپنے لئے یا اپنی اولاد کے لئے نہیں بنائی۔ ہر کام صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے بندوں کے لئے کیا ہے۔ وہی تسبوں فرمانے والا ہے۔" حضور نے اپنی طویل حیات مبارک میں لاکھوں اور کروڑوں روپے کے صرف سے کیا کچھ نہیں کیا۔ جیسا کہ حضور کے اپنے بیان سے معلوم ہوا، یہ سب کچھ خالصتہً لوجہ اللہ تھا۔ جس سے کسی قسم کی ذاتی منفعت اور مفاد وابستہ نہ تھا۔ اس سب کا کیا کچھ صلہ بارگاہِ رب العزت میں ملا اور ملتا رہے گا۔ نصوص شرعیہ سے ثابت ہے۔ دنیا والے اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ اللہ والوں کی باتیں اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

## ملی اور فلاحی ادارے

قارئین کتاب کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز ہر اس کام میں شرکت کے لئے پوسے انہماک کے ساتھ اقدام فرماتے تھے جو اسلامیان برصغیر کی فلاح و بہبود کا ضامن ہو۔ تبلیغ دین اور تحفظ شعائر اسلام کے لئے آپ کسی مشکل اور

رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اور مذہبی، تعلیمی اور سماجی اداروں کی امداد اور سرپرستی پر سے ذوق و شوق سے انجام دیتے تھے۔ ایسے تمام اداروں کی تفصیلات آج ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ لیکن پنجاب ہی نہیں، سارے برصغیر میں جس جوش اور جذبے کے ساتھ آپ نے دینی، ملی اور قومی خدمات انجام دی ہیں، وہ سب کے پیش نظر ہیں۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ملک بھر کے قابل ذکر اور مقتدر ادارے اور انجمنیں آپ کی اعانت اور فیض سے بارور اور مستفید ہوئیں۔

جب مسلم یونیورسٹی کے قیام کی تحریک شروع ہوئی تو آپ سے بھی رجوع کیا گیا۔ اور ایک لاکھ روپے کی خطیر رقم کے وعدے کی درخواست

### مسلم یونیورسٹی

کی گئی۔ اس زمانے میں (یعنی ۱۹۱۱ء میں) ایسی بیش قیمت رقم کے وعدے کی بڑے بڑوں کو بہت نہوتی تھی۔ لیکن حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ قومی و ملی خدمت کے معاملے میں کسی احتیاط کے قائل نہ تھے البتہ آپ نے وعدہ کرتے ہوئے یہ شرائط عاید کیں اور فرمایا کہ آپ میری شرطیں قبول کریں تو میں ایک لاکھ نہیں کئی لاکھ دوں گا۔ (۱) یونیورسٹی میں ہر مسلمان طالب علم کے لئے نماز لازم قرار دی جائے۔ اور (۲) دینیات کی تعلیم بھی لازمی رکھی جائے۔ اکابر یونیورسٹی نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی عاید کردہ شرطوں کو بخوشی منظور کیا۔ چنانچہ سب جانتے ہیں کہ علی گڑھ کی ہمیشہ یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہاں نماز کی باقاعدہ حاضری ہوتی تھی۔ اور دینیات کی تدریس کا بھی خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ حضرت مولانا سلیمان اشرف مرحوم اور حضرت مولانا ابوبکر شیدت مرحوم جیسے علماء کرام دینیات کی تعلیم کے نگران تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ساری رقم کئی قسطوں میں ادا فرمائی اور گراں قدر موعودہ عطیہ دے کر ایسی مثال قائم فرمائی جس کی اس زمانے میں کسی اور کو بہت نہوتی۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رقم بالاقساط ارب سال

### حضور کے عطیہ کی رسید

فرمائی تھی۔ جب خاص کے عطیہ کے علاوہ اس میں پارانِ طرفیت کے چندے بھی شامل تھے۔ دلچسپی کے لئے ذیل میں حضور کے عطیات کی دو رقموں کی رسیدیں (نقل مطابق اصل) درج کی جاتی ہیں۔ ان رسیدوں کی نقلیں حسن اتفاق سے حاصل ہوئیں۔ ڈاکٹر خالد حسن صاحب قادری سلمہ ایم اے۔ پی ایچ ڈی۔

ریکچر شعبہ اردو لندن یونیورسٹی، نے پروفیسر محمد طاہر فاروقی صاحب کو ان کی نقل بھیجتے ہوئے لکھا کہ  
 "لندن یونیورسٹی کا ایک انگریز طالب علم تحقیق کے سلسلے میں ہندوستان گیا تھا۔ آزاد لائبریری علی گڑھ  
 میں پرانے کاغذات اور فائل دیکھتے ہوئے، اسے پرانی رسید بھی بھی ملی۔ اس میں سے ان دو  
 رسیدوں کے مشنٹی کی فوٹو اسٹیٹ نقل وہ اپنے ساتھ لایا ہے۔ میں آپ کی دلچسپی کے لئے  
 بھیجتا ہوں۔ نقل صحیح طور پر مطابق اصل ہے۔" فاروقی صاحب نے ان رسیدات کی نقول  
 یہاں شامل کی ہیں تاکہ یادگار رہیں۔

۱۳۷۸-۸۶ معرفت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب۔ علی پور۔ سیالکوٹ

بدست مسٹر محمد کرم الہی صاحب بی اے پلیڈر۔ سیالکوٹ۔

التالیف

ماہ نومبر ۱۹۱۱ء میں وصول ۳/۳، ایضاً

۱۵۰۹-۹۳ منجانب حاجی صوفی سید پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری۔

معرفت ڈاکٹر غلام نبی احمد خان

ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء میں وصول ایضاً

خلافت کانفرنس لائل پور منعقدہ ۳ مارچ ۱۹۲۱ء حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ  
 کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس کے فی البدیہہ خطبہ صدارت میں آپ نے اپنی  
 ملی خدمات کا ذکر فرماتے ہوئے کہا تھا کہ "علی گڑھ یونیورسٹی کے لئے چندہ جمع ہونا شروع  
 ہوا۔ میرے مکرم نواب وقار الملک مرحوم اور نواب اسحاق خان میرے پاس آئے اور انھوں  
 نے میرے پاؤں پکڑ لئے۔ میں نے یہ شعر پڑھا۔

گر برسر و چشم من نشینی نازت بکشم کہ ناز نشینی

انھوں نے مجھ سے استدعائے شمولیت کی۔ میں شامل ہو گیا۔ میں نے کئی لاکھ روپیہ



چندہ جمع کر کے دیا۔ جو کچھ مجھے تو سیتقی تھی اپنے پاس سے جمع کرایا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ ابتدا میں آپ نے صرف ایک لاکھ روپے کا وعدہ فرمایا تھا، لیکن آپ کے ارشاد کی تعمیل میں عقیدت مندوں اور یاروں نے جو رقوم پیش کیں، وہ حضور کے ذاتی عطیات کے ساتھ مل کر کل رقم ایک لاکھ سے کئی لاکھ ہو گئی تھی۔

حضرت مولانا مفتی دیدار علی صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ دارالافتاء آگرہ میں مفتی اعظم تھے۔ وہاں سے مسجد وزیر خان لاہور کے خطیب اعلیٰ

## حزب الاحناف

کی حیثیت سے ان کو بلوانے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جہیلہ قابل ذکر ہیں۔ حضور نے حضرت مفتی صاحب کے ساتھ کامل تعاون فرمایا اور ان کے لئے سہولتیں مہیا فرمائیں۔ بعد میں حضرت مفتی صاحب کے صاحبزادگان مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری مدظلہ بھی لاہور تشریف لائے۔ ان تینوں علمائے کرام سے حضور کے مخلصانہ مراسم تھے یہ حضرات علی پور تشریف کے جلسوں میں کئی بار تشریف لائے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرصہ تک دہلی دروازے کے اندر مسجد میں اقامت گزیں رہے یہیں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک اور مشورے پر ان علمائے گرامی نے حزب الاحناف قائم کی۔ حضور نے حزب الاحناف کی گراں قدر مالی اعانت فرمائی۔ اس کے جلسوں میں شرکت کی اور صدارت فرمائی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے لاہور کے یارانِ طریقت حزب الاحناف کی ہر طرح مدد اور اعانت کرتے رہے۔ دوسرے شہروں میں حزب الاحناف کی شاخیں قائم ہوئیں تو یارانِ طریقت نے وہاں بھی سرگرمی سے حصہ لیا۔ چنانچہ جہاں جہاں قلیل عرصے میں حزب الاحناف ایک عظیم اور مقتدر ادارہ بن گئی۔

انجمن حمایت اسلام

انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسوں میں آپ کئی بار شریک ہوئے۔ اور انجمن آپ کے عطیات سے مدتوں تک بہرہ مند ہوتی رہی۔ آپ نے کئی بار انجمن کے سالانہ جلسوں کی صدارت بھی فرمائی۔ جیب خاص کے عطیات کے علاوہ، حضور کی تقلید میں یارانِ طریقت بھی دل کھول کر چنڈے دیتے تھے۔ اس ساری کے نصف اول میں آپ نے انجمن حمایت اسلام کی جو مالی اعانت فرمائی اس کی صحیح تفصیل یقین کے ساتھ ہمارے علم میں نہیں۔ یہ البتہ معلوم ہے کہ جب بھی حضور نے

جیبِ خاص سے کوئی رقم عطا فرمائی ہے، تو حاضرین اور یاروں نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا ہے اور دیکھتے دیکھتے ہزاروں روپیہ جمع ہو گیا ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سامنے زبان مبارک سے فرمایا تھا کہ ”انجمن حمایت اسلام کا جلسہ ہو رہا تھا۔ میری صدارت تھی۔ ڈاکٹر اقبال صاحب میرے پاؤں کے قریب نیچے فرش پر بیٹھ گئے۔ منتظمین نے ڈاکٹر صاحب کو مجبور کیا کہ ”کرسی پر تشریف رکھئے“ ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ ”اقبال حضرت کے قدموں ہی میں اچھا ہے۔“ اس پر میں نے کہا ”اور جس کے قدموں میں اقبال ہو پھر اسے کیا پروا ہے؟“ ڈاکٹر صاحب نے میرے اس فقرے کا بہت لطف لیا اور میرے پاؤں پکڑ لئے۔“

ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آ گیا ہے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بھی یادگار ہوگا۔ فرماتے تھے ”میں ڈاکٹر صاحب کی بیماری میں ان کی عیادت کے لئے گیا تو ڈاکٹر صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ ”حضرت! آپ گواہ رہیں کہ میں اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوں۔ میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے۔ میرے والد صاحب فلاں بزرگ کے خلیفہ تھے۔ حضرت قبلہ نے ان بزرگ کا نام بھی لیا تھا۔ مگر مجھے یاد نہیں رہا۔“

پروفیسر محمد طاہر صاحب فاروقی نے اپنی کتاب ”سیرت اقبال“ میں یہ دونوں واقعات صفحات ۱۰۳-۱۰۸ پر بیان کئے ہیں۔ ان کے بیان میں جزئی لفظی فرق ہے۔ فاروقی صاحب نے صفحہ ۱۰۸ پر یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ”ایک صحبت میں حضرت پیر صاحب قبلہ (حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ) نے علامہ سے کہا۔ ”آپ کا ایک شعر تو ہمیں بھی یاد ہے۔“ یہ کہہ کر یہ شعر پڑھا۔  
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے نور بازو کا۔ نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں  
علامہ یہ سن کر بے حد مسرور ہوئے اور کہنے لگے ”میری نجات کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔“

ندوة العلماء لکھنؤ کے سالانہ جلسے کی صدارت کے لئے آپ تشریف لے گئے تو علامہ شبلی، مولانا عبدالحق (صاحب تفسیر حرقانی) مولانا عبد اللہ

ٹونگی اور دیگر علماء و اکابر نے آپ کی سپاس گزاری کی۔ اور آپ کی ندوة العلماء کی سرپرستی کو سراہا۔  
دوسرے ملی ادارے | حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی یتیم خانے خود قائم کئے تھے۔ جن

کا پورا بار آپ خود برداشت کرتے تھے۔ نیز دوسروں کے جاری کردہ دارالیتامی کی سرپرستی اور امداد میں خاطر خواہ حصہ لیتے تھے۔ انجمن نعمانیہ لاہور کے قائم کردہ مدرسہ اور یتیم خانے کی آپ نے بیش قرار اعانت فرمائی ہے۔ سیالکوٹ اور نوشہرہ کے یتیم خانوں کی سرپرستی کا حال بھی معلوم ہے۔ مدرسہ تعلیم القرآن لاہور کو بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور اعانت حاصل رہی بغرض دینی، قومی اور فلاحی اداروں کی سرپرستی اور امداد و اعانت میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مدت العمر کامل انہماک کے ساتھ مشغول رہے۔ اس سلسلے میں آپ نے جن کانفرنسوں اور اجلاسوں کی صدارت فرمائی ان کی تعداد شمار سے بالاتر ہے۔ تحریک پاکستان، جمعیتہ العلماء ہند (سنی کانفرنس) خلافت کانفرنس، سارڈ ایکٹ، مسجد شہید گنج۔ اور فتنہ ارتداد میں حضور کی قیادت اور وحدت کا ذکر آئندہ علیحدہ ابواب میں آئے گا۔ طرابلس فنڈ اور بلقان فنڈ میری ابتدائی زندگی کے واقعات ہیں۔ اس لئے مجھے ان کی تفصیلات سے آگہی نہیں۔ مگر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کئی خطبات میں خود اس کا ذکر فرمایا ہے۔ مولوی عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ”قومی کارنامے“ نامی رسالہ میں بھی لکھا ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں حصہ لیا تھا۔ مگر ذاتی طور پر میں تفصیلات سے بے خبر ہوں۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے کارناموں کو دیکھتے ہوئے اتنا آسانی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے طرابلس فنڈ اور بلقان فنڈ میں بھی حسب عادت جیب خاص سے عطیات مرحمت فرمائے۔ اور آپ کے اتباع میں یارانِ طریقت نے بھی وافر رقم پیش کیں۔

قارئین کو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے کہ اس صدی کے آغاز ہی میں نہیں، دوسری جنگ عظیم سے پہلے تک ہندوستان میں روپیہ کی کیا قدر و قیمت تھی۔ اس زمانے کا ایک روپیہ ہمارے زمانے کے پچاس روپے سے زیادہ کارآمد ہوتا تھا۔ ارزانی تھی، پھر موجودہ دور کے اقتصادی الجھاد سے اور افراطِ زر کی پچیدگیاں نہ تھیں۔ ان دنوں کے سو روپے آج کے ہزار کیا، پانچ او دس ہزار کی قیمت رکھتے تھے۔ لاکھوں کی بات اس زمانے میں حیرت ناک ہوا کرتی تھی۔

مجلس احرار اسلام | مجلس احرار اسلام نے پنجاب میں جب اپنی تحریک شروع کی ہے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حمید آباد دکن میں تشریف فرما

تھے۔ آپ نے فوراً پانچ سو روپیہ مجلس احرار کے لئے ارسال کیا۔ اور یارانِ طریقت کو اس تحریک میں حصہ لینے کا حکم دیا۔ چنانچہ یارانِ طریقت نے ہر جگہ پوری تندہی سے کام شروع کیا۔ اپنی خدمات بھی پیش کیں اور جلسے کر کے چندے کئے اور وہ مجلس احرار کو ارسال کیں۔ یاروں میں بہت لوگ حیل میں گئے۔ خلفا میں سے مولوی امام الدین صاحب، پیر ولایت شاہ صاحب، ہنسی احمد دین صاحب، ڈاکٹر اللہ و تاج صاحب کنجاہی بذاتِ خود اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ حیل میں گئے۔ ان حضرات نے ہزار ہا روپیہ نقد اور ہزاروں روپیہ کی مالیت کے زیورات مجلس کے فنڈ میں ارسال کئے تھے۔ قید ہوئے تو دوسروں کی طرح ان میں سے کسی نے معافی نہیں مانگی۔ یارانِ طریقت اور خلفا میں سے سب تید و بند کی پوری مدت گزار کے رہا ہوئے۔ جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حمید آباد دکن سے واپس آئے تو مجلس احرار کے زعماء اظہارِ شکر کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے اس وقت پھر پانچ سو روپیہ کا عطیہ مرحمت کیا۔

خلافت کا نفرنس لائل پور کے خطبہٴ صدارت کا ایک مختصر اقتباس پہلے آچکا ہے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ملی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ

”و جس زمانے میں ہندوستان کے مسلمانوں میں جذبہٴ اسلامی مفقود نظر آتا تھا، میں بفضلِ خدا اس زمانے میں بھی اپنے فرائض ادا کرتا رہا۔ حجاز ریلوے کے لئے چندے کی فہرست کھولی گئی۔ ہندوستان میں سب سے پہلے مجھے یہ فخر حاصل ہوا کہ سلطان عبدالحمید خان غازی مرحوم و مغفور کے دستخطِ خاص سے پانچ اسناد عطا ہوئیں۔ ارسال کردہ رقوم کے لئے مجھے پانچ تمغے بھی ملے۔ (علی گڑھ یونیورسٹی میں کئی لاکھ جمع کرا لیے)۔ طرابلس فنڈ۔ بلقان فنڈ۔ کان پور کی مسجد۔ اور دیگر مواقع پر میں نے کافی سے زیادہ چندہ جمع کیا۔ اور اپنے یارانِ طریقت سے بھی دلویا۔ میں نے آج تک ساڑھے سترہ سو روپے اپنی جیب سے خلافت کے لئے پیش کئے ہیں۔ اور جو سرمایہ میرے یارانِ طریقت نے میرے کہنے سے جمع کر کے بھیجا ہے وہ کئی لاکھ ہے۔“

”ہاں! ایک بات اور یاد آگئی۔ جب آغا خاں یونیورسٹی کے لئے جلسے کرتے پھرتے تھے۔ (۱۹۱۱ء) تو انھوں نے امرتسر میں جلسہ منعقد کیا۔ میں اس جلسے کا صدر تھا۔ میاں محمد شفیع

صاحب بیرسٹر، جو آج کل وزیر حکومت ہند ہیں، تقریر کر رہے تھے۔ دورانِ تقریر انہوں نے کہا کہ ”میں آج بہت خوش ہوں کہ ہمارے دینی بزرگوں میں بھی احساسِ قومی پیدا ہو گیا ہے۔“ میں نے میاں محمد شفیع صاحب سے کہا۔ ”یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آج کوئی پہلا دن نہیں ہے کہ میں نے کسی تعلیمی کام میں حصہ لیا ہو۔ میں تو ہر قومی انجمن کا صدر بنتا رہتا ہوں۔ جس دن میں کوئی قومی خدمت انجام نہیں دیتا، اپنا کھانا حرام سمجھتا ہوں۔“ اس جلسے میں شیخ عبدالقادر صاحب، محمد عمر صاحب مرحوم بیرسٹر، مولوی ظفر علی خان صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب موجود تھے۔ میں نے ان سب اصحاب کو مخاطب کر کے کہا: ”تم ہی بتاؤ کہ جتنے قومی کام ہوئے ہیں، ان میں سے کتنے پرانے خیال کے بوڑھوں نے کئے ہیں۔ اور نئی روشنی کے جوانوں نے کتنے کئے ہیں۔“ ان حضرات نے اس موقع پر اس امر کو تسلیم کیا۔ . . . .

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے پنجاب کی فوج میں (پہلی جنگِ عظیم کے زمانے میں) ایک متنفس کو بھی بھرتی نہیں کرایا۔ ڈائٹر صاحب لفٹننٹ گورنر کو ایک محضر نامہ پیش کیا گیا۔ اس پر اکثر پیرانِ عظام کے دستخط موجود ہیں۔ لیکن میرے دستخط ہرگز نہیں ہیں۔ میں لائٹ صاف کے پاس تک نہیں گیا۔ خدا مجھے محفوظ رکھے۔ میں انشاء اللہ کبھی بھی کسی انگریز افسر کے پاس نہ گیا اور نہ جاؤں گا۔“ (پورا خطبہ آخر میں درج ہے۔ وہاں مطالعہ کیجئے)

**ایڈیٹر جماعت کی روداد** جناب عزیز مندومی امرتسری ایک سفر میں حضرت قبلہ عالم قدس سرۃ العزیز کے ہمراہ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے ماہوار رسالے ”جماعت امرتسر“ بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۲۴ء میں اس دورے کی مختصر روداد چھاپی تھی۔ انھی کے الفاظ میں درج کرتا ہوں۔ جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ دینی اور ملی ارادوں کی سرپرستی میں حضورِ الاکیا کچھ اہتمام فرماتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

”اول نومبر میں جذبۂ ارادت جو بہترین خدام کو قدوۃ الکاملین زبدۃ العارفين، رئیس المدین عالی جناب حضرت مولانا حاجی حافظ پیر سید محمد جماعت علی شاہ صاحب قبلہ دست برکاتہم و فیوضہم سے ہے، مجھے کشاں کشاں علی پور سیدال لے گیا۔ تو ایک روز کے بعد حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب مدظلہ نے اشاعتِ اسلام کے لئے سفر اختیار فرمایا مجھے ہمراہ رکاب

رہنے کا حکم ہوا۔ علی پور سیداں سے سیالکوٹ پہنچے، جہاں کے یارانِ طریقت کی مشتاقانہ التجاؤں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو چند روز تک روک رکھا۔ اس کے بعد چونکہ انجمن نعمانیہ ہند لاہور کا جو پنجاب میں ایک عظیم الشان اور واحد مجلس خفیہ ہے، عرصہ راز سے احناف کرام کی تعلیمی و مذہبی خدمات انجام دے رہی ہے۔ سینتیسواں سالانہ جلسہ تھا۔ اور انجمن موصوف نے شاہ صاحب کو شرکت کے لئے دعوت دی تھی، اس لئے مع چند یارانِ طریقت عازم لاہور ہوئے۔ میں بھی رکاب میں تھا۔ لاہور پہنچکر مسجد پٹولیاں میں فرود گئے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کی خبر لاہور کے طول و عرض میں بڑی روکی طرح پھیل گئی۔ ارادت کیش و عقیدت اندیش جوق جوق شوق زیارت سے بے تاب ہو کر آنے لگے۔ حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی سید ابو محمد محمد دیدار علی صاحب اوری خطیب مسجد وزیر خاں کی علالت طبع کی وجہ سے انجمن معین الاسلام لاہور، دائرۃ الاصلاح لاہور، اور حزب احناف لاہور کے اراکین کا ایک وفد خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ اور حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ نماز جمعہ آپ ہی پڑھائیں۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرمایا۔ اور نماز جمعہ کی امامت فرمائی۔ نماز کے بعد کامل تین گھنٹے تک مسلسل وعظ فرماتے رہے جس میں محققانہ و عالمانہ حقائق و معارف بیان فرمائے۔ اور متعدد مسائل حقہ نہایت مؤثر انداز میں وضاحت کے ساتھ بیان کئے۔ ابن سعود کی فتنہ پردازوں اور ظلم و ستم کا تذکرہ کیا، جو اس نے ہزار ہا سچے مسلمانوں پر بلا وجہ روا رکھے۔ اور جن کی نسبت کثیر التعداد علما و صلحا اور ثقہ زائرین کی عینی شہادتیں موجود ہیں۔

انجمن نعمانیہ ہند لاہور | دوسرے روز انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے جلسے میں تشریف لے گئے۔ نماز ظہر کے بعد گیارہ بجے رات تک شریک جلسہ رہے۔

اس عرصے میں جن نمازوں کے وقت آئے، جلسہ گاہ ہی میں ادا فرمائیں۔ اس اجلاس میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو اکیس روپے چندہ دینے کا وعدہ فرمایا۔ رات کے گیارہ بجے کے بعد مسجد پٹولیاں میں واپس تشریف لائے۔ دوسرے روز اتوار کو پھر جلسے میں رونق افزہ ہوئے۔ اور نماز ظہر کے بعد حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر شروع کی۔ جو کہ اپنی جامعیت اور احتوائے شریعت و طریقت کے اعتبار سے دریا بہ کوزہ کی مصداق تھی، جملے جملے، فقرے فقرے،

اور لفظ لفظ سے نکات معرفت کے چشے اہل رہے تھے بغرض حضور کے ارشادات کیا تھے، قرآن و حدیث کا پچوڑ تھا۔ حاضرین نہایت متاثر و محظوظ ہوئے۔ اس وقت حضور مدوح نے رقم موعودہ عطا فرمائی۔ اور مولانا مولوی محمد یار صاحب بہاول پوری کے وعظ پر سولہ روپے اور بھی عطا کئے۔ اس کے علاوہ پیر بھائیوں نے بھی ایک معتد بہ رقم انجمن کو امداد کے طور پر دی۔

عصر کی نماز سے فارغ ہو کر مولوی ظفر علی خان صاحب بی اے علیگ۔ مالک اخبار زمیں سندان لاہور کو جو حضرت قبلہ عالم کی زیارت کے لئے جلسے میں آئے ہوئے تھے، کچھ کہنے کا موقع دیا گیا۔ جنھوں نے علوم دینیہ کی ترغیب و تحریص کے متعلق ایک جربستہ تقریر کی۔ اور حضرت شاہ صاحب قبلہ دست برکاتہم کی مساعی جلیلہ کا نہایت مشرح و بسط کے ساتھ ذکر کیا۔ جو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے میدان ارتداد میں عمل میں لانی جا رہی ہیں۔ اور بتایا کہ اس اہم ترین خالص دینی و اسلامی کام میں جس قدر حضرت قبلہ عالم مدظلہ نے سرگرم حصہ لیا ہے۔ اس کی نظیر عہد حاضر کی تمام اسلامی انجمنوں کے کارناموں میں بحیثیت مجموعی بھی نہیں ملتی۔“

”ہاں! اس موقع پر اس اتہام و افترا پردازی کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے، جو ہمارے شہر کے مشہور حاسد اڈیٹر اہل حدیث نے کی ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث کی یہ ایک جہلی اور مستمرہ عادت ہے کہ وہ ہمیشہ نامور علمائے احناف کی نسبت عموماً اور حضرت شاہ صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری کی شان میں خصوصاً ہرزہ سرانی کو اپنی اور اپنے اخبار کی شہرت کا ذریعہ بنانے کی کوشش کیا کرتا ہے۔ لیکن اڈیٹر اہل حدیث کو یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب مدظلہ کی شان اس سے بہت ارفع ہے، کہ وہ اس قسم کی بے وقعت کینہ توزیوں کی طرف التفات فرمائیں کیسی عربی نکتہ سنج نے بجا کہا ہے کہ

ع اَمْرِ الْعُنُقَاءِ اَكْبَرُ اَنْ تَصَادَا

(ترجمہ) عنقا سطحی ام چینیوں سے بہت بلند ہے

اسی مضمون کو ایک ایرانی حقیقت نگار نے یوں ادا کیا ہے۔

برو این دام بر مرغ دگر نہ کہ عنقارا بلند است آشیانہ

بہر کیف ایسی جلیل القدر اور عظیم البرکت ہستیوں سے ٹکرانا خود اپنی فرومایگی کا ثبوت دینا ہے

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا، جو حضرت قبلہ عالم مدظلہ العالی کے مبارک سفر کی روداد لکھتے ہوئے سلسلہ کلام میں موجب اختلال ہوا۔ لہذا پھر ذکر حبیب کی طرف عود کرتا ہوں۔

”انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے جلسے سے فارغ ہوئے تو یارانِ طرفیت کے اصرار سے چند روز اور لاہور میں ٹھہرنا پڑا۔ حضرت مولانا مولوی مفتی سید ابو محمد محمد دیدار علی صاحب الوری خطیب مسجد وزیرخان ہنوز شفا یاب نہیں ہوئے تھے، اس لئے عالی جناب قبلہ شاہ صاحب مدظلہ کی خدمت بابرکت میں پھر ایک وفد حاضر ہوا۔ کہ اس مرتبہ بھی نماز جمعہ کو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی امامت فرمائیں۔ نیز اہل لاہور کو اپنے مواظبتِ حسنہ سے بہرہ اندوز سعادت ہونے کا ایک دفعہ اور موقع دیں۔ چنانچہ دوسرا جمعہ بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے وزیرخان کی مسجد میں پڑھایا۔

انجمن خدام المسلمین قصور

ایک دور روز اور قیام کرنے کے بعد اہل قصور کی پے در پے درخواستوں کی وجہ سے قصور تشریف لے گئے۔ خوش نصیبی

سے اس تمام سفر میں نیاز کیش بھی گدراہ کی طرح دامنِ عاطفت سے لپٹا رہا۔ یہاں بھی مسلمانوں کی ایک انجمن قائم ہے، جسے ”خدام المسلمین“ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس انجمن کا سالانہ جلسہ دوسرے ہی روز شروع ہونے والا تھا۔ اس میں باتفاق آ کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ دست برکاتہم ہی کو صدر بنایا گیا۔ جہاں آپ نے اشاعتِ اسلام کے موضوع پر ایک لولہ انگیز اور معرکہ الآراء تقریر فرمائی۔ حاضرین جو ہزاروں کی تعداد میں جمع تھے بے حد متاثر ہوئے۔ انجمن خدام المسلمین نے دو سال کے قلیل عرصے میں ایک ہزار اٹھ سو غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا ہے۔ بلاشبہ انجمن خدام المسلمین قصور کا یہ کارنامہ سزاوار تبریک و تحسین، اور دیگر انجمنوں کے لئے بہترین نمونہ عمل ہے۔ اراکین انجمن مذکور کی خدمات و ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے عالیجناب حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب محدث علی پوری مدظلہ العالی نے جیب خاص سے ایک سو پندرہ روپے عطا فرمائے۔ یہ بات خاص طور پر قابلِ مسرت ہے کہ یہ انجمن بھی حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب مدظلہ کے فدائیوں ہی کی دینی سرگرمیوں کا نتیجہ ہے۔

اختتامِ جلسہ کے بعد بھی ایک روز کے لئے قصور میں قیام رہا۔ صبح کا وقت تھا یارانِ طرفیت زیارت کے لئے حاضر تھے۔ کہ اتفاقاً حضور کی توجہ رسالہ ”جماعت کی طرف“



منعطف ہوگئی۔ اور گوشہ چشم کے ایک اشارے سے سب کے سب پیر بھائیوں نے "جماعت" کا سالانہ چندہ پیشگی ادا کر دیا۔ اور خریدار بن گئے۔ چنانچہ ان کے اسمائے گرامی اسی اشاعت میں کسی دوسرے مقام پر درج ہیں۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تصور سے کالو والا کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں دو روز قیام کیا۔

"یارانِ طریقت کو روحانی تسلی و سکین کا سبق دینے کے بعد فیروز پور کی طرف نہضت فرما ہوئے۔ جہاں کے پیر بھائی عرصہ دراز سے چشم براہ تھے۔ شہر اور قصبات دیہات کے فدائی بہ کثرت زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ اور یہاں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کی نماز عید گاہ میں پڑھائی۔ اس لئے کہ شہر کی کوئی مسجد اس قدر انبوہ خلایق کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ نماز جمعہ کے بعد حضرت ممدوح نے ایک پر زور وعظ فرمایا۔ جس نے الحاد، زندقہ اور بے دینی کی جڑیں کھوکھلی کر دیں۔ اور مسلک اہل سنت والجماعت کی تائید و حمایت میں اپنے مخصوص صوفیانہ انداز میں جو مبداء فیاض کی طرف سے حضور پر نور قبلہ عالم شاہ صاحب کو ودلعت کیا گیا ہے، اور جس کا فیضان حضرت قبلہ کے جد امجد سرور کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰت والتحیات کے چشمہ ہدایت سے آپ تک پہنچا ہے، زبردست دلائل و براہین پیش کئے۔ رات کو انجمن حنفیہ فیروز پور کے ایک خاص جلسے کی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے صدارت فرمائی۔ اور ایک سو ایک روپیہ بطور امداد عطا کیا۔

"خاکسار ہیں روز سے حضرت شاہ صاحب قبلہ عالم مدظلہ العالی کے ساتھ تھا؛ کسی مرتبہ سالہ کی اشاعت کے خیال سے رخصت طلب ہوا۔ لیکن اجازت نہ مل سکی۔ بارے فیروز پور سے فراغت پانے کے بعد میری درخواست کی بھی شنوائی ہوگئی۔ اور عطائے اجازت کے ساتھ ہی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سولہ روپے بطور اعانت رسالہ جیب خاص سے مرحمت فرمائے۔ وہاں سے میں امرتسر کو آگیا۔ اور حضرت شاہ صاحب قبلہ ریاست فرید کوٹ تشریف لے گئے۔ جہاں ایک دن کے قیام کے بعد رہتک ہوتے ہوئے، براہ راست چند علما کی معیت میں انسدادِ فتنہ ارتداد کے لئے غالباً ۲۵ نومبر کو آگرہ پہنچے۔ راجہ منڈی اسٹیشن پر مولانا قاضی احسان الحق صاحب ناظم جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی۔ اور مولوی قاضی محمد حفیظ الدین صاحب ناظم انجمن خدام الصوفیہ مع رضا کاران و رؤسائے شہر موجود تھے۔ جنہوں نے دلی تپاک سے حضور

سر اپانور قبلہ عالم محدث علی پوری مدظلہ العالی کا نہایت شاندار طریقے سے خیر مقدم کیا۔ اور پروانہ دار اس شمع ولایت پر نثار ہونے لگے۔“

## تحریکِ خلافت

حضرت مولانا قادی صاحب نے حضورِ الہی کی منقبت میں کیا خوب فرمایا ہے :-  
 جس نے بن کر محبِ ہدِ اسلام  
 اہل سلام کی قیادت کی  
 جس سے سعی و عمل کے میدان میں  
 دین سے حد ملی سیاست کی  
 اس اجمال کی تفصیل آئندہ ابواب میں مطالعہ کیجئے :-

پہلی جنگِ عظیم کے اختتام پر مسلمانانِ عالم کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا۔ مغرب کی ریشہ دوانیوں اور دستیسہ کاریوں کے نتیجے میں ممالکِ عربیہ مرکزِ اسلامی (ترکی) سے جدا ہو گئے۔ عیسائی طاقتوں نے ان کو ہرٹپ کر لینے کے لئے ”انتداب“ کے پردے میں مالِ غنیمت جان کر ان ملکوں کا حصہ بجزہ کر لیا اور اتحادِ عالمِ اسلامی کو پارہ پارہ کر ڈالنے کا عیسائی خواب اس وقت شرمندہ تعبیر ہوا۔ انگریزوں نے مسلمانانِ ہند سے مقاماتِ مقدسہ اسلامیہ کے تحفظ کے جو وعدے کئے تھے وہ سب کے سب دریا برد کر دیے گئے۔ ان حالات نے مسلمانانِ برصغیر کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا اور تحریکِ خلافت کا آغاز ہوا۔

اتحادِ اسلامی کو از سر نو زندہ کرنے اور مقاماتِ مقدسہ کے تحفظ کی خاطر خلافت کا نفرنس قائم ہوئی تو اسلامیانِ ہند نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پورے جوش و خروش سے اس تحریک کی امداد و اعانت میں سرگرم رہے۔ طول و عرض ملک میں آپ نے دورے کئے۔ جا بجا خلافت کمیٹیاں قائم کرائیں۔ اپنی جیب خاص سے چندہ عطا کیا۔ اور آپ کی ترغیب پر یارانِ طریقت اور دوسرے مسلمانوں نے ہزار ہا روپے جمع کر دیے۔

جلسہ ہائے خلافت | حیدرآباد دکن میں محمد اصغر صاحب بیسٹری کی درخواست پر آپ

نے جلسے کی صدارت کی۔ اور تیس ہزار روپیہ جمع کر کے خلافتِ فتنہ میں عطا فرمایا۔ کالی کٹ۔  
 تلچھری (مالابار) ترپور (ذیر کوہ نیل گڑھی) کوہ مطور (مدرس) کورگ۔ میسور۔ حیدرآباد دکن۔  
 راولپنڈی۔ نوشہرہ۔ پشاور۔ بنگلور۔ ممبئی۔ کوہاٹ۔ گوجرہ۔ لائل پور۔ اور کتنے ہی دوسرے  
 شہروں میں خلافت کے جلسوں میں آپ نے کئی کئی گھنٹے تقریر فرمائی۔ اور مسلمانوں کو اس  
 تحریک میں سرگرمی سے حصہ لینے پر آمادہ کیا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جن جلسوں میں تقریر فرمائی یا صدارت کی، ان میں بلا  
 ہزاروں روپیہ چندہ ہوا جو خلافتِ فتنہ میں ارسال کیا گیا۔ ان جلسوں میں عموماً حضورِ خود بھی چندہ  
 عطا فرماتے تھے۔ بنگلور میں آپ نے ایک ہزار روپیہ جیب خاص سے مرحمت فرمایا، اور علی پور  
 شریف سے اٹھارہ سو روپیہ ارسال فرمائے۔ یارانِ طریقت بھی آپ کے حکم کے بموجب بڑھ  
 چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ ممبئی کے یار سیٹھ نورانی صاحب نے پچاس ہزار روپے کا وعدہ  
 کیا اور چندہ دیا۔

جب مولانا شوکت علی مرحوم نے مسلمانانِ برصغیر سے اپیل کی ہے کہ  
**خلافتِ فتنہ** وہ فی کس صرف ایک روپیہ چندہ ارسال کریں، تو حضرت قبلہ عالم  
 رحمۃ اللہ علیہ نیل گڑھی میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے خاندان کے کل افراد سارے کے  
 ساری رقم ممبئی ارسال کی۔ اور ایک اعلانِ عام چھپوایا جسے مرکزی خلافت کمیٹی کی طرف سے  
 سارے ملک میں منتشر کیا گیا تھا۔ اس اعلان میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جملہ یارانِ  
 طریقت کو ہدایت فرمائی تھی کہ وہ مولانا شوکت علی کی اس اپیل پر لبیک کہیں اور اپنا چندہ ایک روپیہ  
 فی کس کے حساب سے سارے خاندان کی طرف سے ارسال کریں۔ چنانچہ ایک لاکھ سے  
 بہت زیادہ رقم خلافتِ فتنہ میں ارسال کی گئی۔

۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو ضلعی خلافت کانفرنس لائل پور میں  
**خلافت کانفرنس لائل پور** حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی صدارت میں منعقد  
 ہوئی تھی۔ جس میں مولانا شوکت علی صاحب اور دوسرے زعمائے قوم بھی شرکت کے لئے تشریف  
 لائے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا خطبہ صدارت بڑا مدلل اور ولولہ انگیز تھا۔ آپ نے

فی البدیہہ تقریر فرمائی تھی جو بعد میں طبع ہو کر لاہور سے شائع ہوئی۔ آخری باب میں یہ پورا خطبہ درج ہے۔ یہاں بعض اقتباسات نقل کرنے مناسب ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا تھا۔

”بعض اصحاب نے میری نسبت یہ بدگمانی پھیلانی ہے کہ مجھے خطبہ صدارت لائل پور“

خلافت سے ہمدردی نہیں۔ میں خدمت خلافت میں حصہ لینے کے کتراتا ہوں۔ میں خدمت اسلام کے لئے میدان عمل میں آنے سے گھبراتا ہوں۔ یہ کذب ہے دروغ ہے۔ افترا ہے۔ اور اس افترا کا بانی ملعون ہے۔ میں سب سے پہلے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔ میں نے حیدرآباد دکن۔ پشاور۔ بنگلور۔ گوجرہ۔ اور کئی اور مقامات میں مجلس خلافت کی صدارت کا شرف حاصل کیا ہے۔

”میں سچ کہتا ہوں مجھے خلافت سے دلی ہمدردی ہے۔ اور جس شخص کو خلافت سے ہمدردی نہیں، اس میں ایمان نہیں۔ مجھے خلافت سے ہمدردی ہے۔ اپنی تعریف خود کرنا جہالت ہے۔ لیکن فقہ کا اصول ہے کہ ضروریات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ اور حکم خداوندی ہے۔

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ اس خدائی فرمان کے مطابق میرا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں، میں ان کا اظہار کروں۔ جو کچھ کہتا ہوں اپنے خدا کی رضا جوئی کے لئے کہتا ہوں۔ مجھے دنیا اور دنیا والوں سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ مجھے ان کی کوئی خوشامد نہیں۔ میں تو جو کچھ کر رہا ہوں، اپنے مولا کی خوشنودی کے لئے کر رہا ہوں۔ جس زمانے میں ہندوستان کے مسلمانوں میں جذبہ اسلامی مفقود نظر آتا تھا، میں تو بفضلِ خدا اکیلا ہی اس زمانے میں اپنے فرائض ادا کرتا رہا۔“

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حکومت انگلشیہ سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے۔ قومی، اسلامی اور ملی خدمت کے موقع پر حکومت کو دواثرگاف الفاظ میں مطلع کرنا اور واضح دھکی سے خطبہ کرنا آپ کا اصول تھا۔ اس موقع پر بھی آپ نے فرمایا تھا ”میں نے سنا ہے کہ میری نسبت کہا جاتا ہے کہ میں انگریزوں سے ڈرتا ہوں۔ میں ان کا طرفدار ہوں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ میں نے ان کا کونسا خطاب بول کیا۔ کون سی جاگیر حکومت سے حاصل کی۔ کون سا تمغہ یا سند لی۔ میں ان دنیا والوں اور ان کی تمام دنیاوی چیزوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ مجھے انگریزوں سے کیا ڈر۔ کیا خطرہ۔ ڈرے وہ

جس کو دنیا اور دنیا کی چیزوں کا خیال ہو۔ عزت و دولت دینے والا میرا خدائے پاک ہے۔ میرا مولا ہے۔ مجھے انگریزوں کی خوشامد سے کیا واسطہ۔ مسلمان کو خوشامد سے کیا نسبت۔

”اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے پنجاب کی فوج میں ایک متنفس کو بھی بھرتی نہیں کرایا۔ اوڈاٹر صاحب لفٹننٹ گورنر کو ایک محضر نامہ پیش کیا گیا۔ اس پر اکثر پیرانِ عظام کے دستخط موجود ہیں لیکن میرے دستخط ہرگز ہرگز موجود نہیں ہیں۔ میں لاٹ صاحب کے پاس تک نہیں گیا۔ خدا مجھے محفوظ رکھے۔ میں انشاء اللہ کبھی بھی کسی انگریز افسر کے پاس نہیں گیا اور نہ جاؤں گا۔ میں سید آل رسول ہوں۔ مجھے خدا کے سوا کس کا ڈر ہے؟“

”ہمارے انگریز حکام کہتے ہیں کہ مسلمان بدعہدی کرتے ہیں۔ فساد مچاتے ہیں لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان کے پاس اس کے لئے کیا دلائل موجود ہیں۔ مجھے تو ایک بھی ایسا واقعہ معلوم نہیں جس سے ظاہر ہو سکے کہ مسلمانوں نے کسی جگہ بھی فساد مچایا ہو۔ یا بدعہدی کی ہو۔ یہ بالکل جھوٹ اور بہتان ہے جو مسلمانوں کے سر تھوپا جاتا ہے۔ ہاں! یہ سچ ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ تمام دنیا کے مسلمان ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارے بھائیوں پر جو شدید اور سختیاں روا رکھی جا رہی ہیں، وہ ناقابل برداشت ہیں۔ ان پر جو ظلم توڑے گئے ہیں، ان کی داستانیں سن سُن کر ہمارا دل تڑپتا ہے۔ ہمیں رنج ہوتا ہے۔“

آپ نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے یہ شعر پڑھے :-

بنی آدم اعضاء یک دیگر اند کہ در آفرینش ز یک جوہر اند  
چو عضوے بدر آورد روزگار دگر عضو ہا را نماز قرار

اور فرمایا ”بنی آدم تو ایک طرف رہے، ہمارے بھائیوں کو، ہمارے ترک اور عرب بھائیوں کو تکلیف پہنچے۔ ان کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے۔ وہ دکھ اٹھائیں اور ہم بیٹھے دیکھا کریں تو ہم کس طرح مسلمان کہلائے جاسکتے ہیں۔ کیا ہندوستان میں شوکت علی اور محمد علی ہی رہ گئے ہیں۔ جو ہر ایک مسلمان کے لئے تکلیفیں اٹھائیں اور حیل خانوں میں جائیں؟ کیا باقی مسلمان مر گئے؟ تم میں عنیترت نہیں۔ تمہیں حمیت نہیں۔ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس میں عنیترت نہیں، اس میں ایمان نہیں۔“ تمہیں معلوم ہے کہ محمد علی نے قید کی تکلیف برداشت کیوں

کی محض اس لئے کہ انھوں نے انگریزوں کو مخاطب کر کے لکھا تھا کہ تم مہر کو چھوڑ دو۔ اور یہ کہ ترکی شریک جنگ ہونے میں حق بجانب تھا۔ تمہی باؤ یہ کون سا جرم ہے۔ ہر ایک مسلمان بشرطیکہ وہ مسلمان ہو یہی کہے گا۔ پھر محمد علی کا کیا جرم ہے۔

”ہم گوشہ نشینوں کو، ان لوگوں کو جنھوں نے ماسوا اللہ سے رشتہ منقطع کر لیا ہے، کہا

جاتا ہے :

دوڑ مملکت خویش خسرواں دانند گدائے گوشہ نشینی تو حافظا محروشاں  
 ہماری کسی بات کی شنوائی نہیں ہوتی۔ ہمارے اقوال کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ شاید  
 دنیا والے بھول چکے ہیں کہ خدایے برتر اور اس کے بندوں میں کیا کیا طاقت موجود ہے۔  
 یاد رکھو کہ درویش کی صدا مانی جاتی ہے۔ اگر پہلے نہیں سنی گئی تو اب سنی جائے گی۔ یہاں  
 مسلمان بھائی حکومت سے صرف یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے مقامات مقدسہ، اور ان سے  
 پھیننے ہوئے ممالک واپس دے دیے جائیں۔ ہمیں تو یہ خیال تھا کہ حکومت والے دنیا کے  
 عجب و عذو کو بھلا کر اخلاق سے کام لیں گے۔ لیکن نہیں ایسا نہیں ہوا۔ دنیا کو معلوم ہو گیا کہ  
 حکومت والے سچی بات تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہمارا حق ہمیں نہیں دیتے۔ ہماری خوشی  
 کو اپنی آسائش پر قربان کر رہے ہیں۔ میں حکومت سے علی الاعلان کہتا ہوں۔ یاد رہے کہ اگر  
 یہی حالت ہی تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ ہم مسلمان ہیں، نہ چین سے بیٹھیں گے نہ کسی کو چین سے  
 بیٹھنے دیں گے۔

”میں کلمہ توحید پڑھ کر اعلان کرتا ہوں کہ خدمتِ اسلام، خدمتِ خلافت کے  
 لئے میری جان تک حاضر ہے۔ مجھے جان تک پیش کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ انشاء اللہ  
 میں سب سے پہلے اپنی جان دینے کو تیار ہوں۔ جس کا جی چاہے میدانِ عمل میں تجربہ کر لے۔  
 لوگوں کی زبان بندی کر دی جاتی ہے۔ لیکن خدا کے سوا کون ہے جو میری زبان بند کر سکتا ہے۔  
 اگر مجھے باہر و عظم سنانے سے روکا گیا، تو میں مسجد کے منبر پر، مسجد کے اندر، مسجد کے  
 مینار پر چڑھ کر کلمہ الحق سنائوں گا۔“

مولانا شوکت علی مرحوم نے اسی وقت اعلان کیا کہ اس خطبے کا انگریزی ترجمہ چھپوا کر ۲۵ ہزار

کی تعداد میں تقسیم کیا جائے گا۔ اور خاص طور پر انگلستان بھیجا جائے گا تاکہ حکومت برطانیہ کو برصغیر کے مسلمانوں کے جذبات کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

## سنوسی ہند کا لقب

لال پور کے اسی جلسے میں جب مولانا شوکت علی صاحب نے دعوت دی ہے کہ کون ہے جو راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرے گا؟

تو ہزاروں کے اس مجمع میں صرف حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ ”میں حاضر ہوں۔ اور راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرنے کو تیار ہوں۔“ مولانا شوکت علی مرحوم نے حضور کے ایثار کی بے حد تعریف کی۔ اور آپ کو ”سنوسی ہند“ کے لقب سے یاد کیا۔

ایک بزرگ نے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اولوالعزمی اور سرفروشی کا حال سنا تو کہا ”واقعی آپ کو ”سنوسی ہند“ کا لقب زیب دیتا ہے۔“ اخباروں نے بھی آپ کے ایثار و شجاعت کو نمایاں طور پر چھاپا۔

## تمغہ خلافت

ایک بار جب حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بمبئی سے حیدرآباد دکن روانہ ہو رہے تھے تو مولانا شوکت علی صاحب اور احمد صدیق کھتری صاحب

جنرل سیکریٹری خلافت کمیٹی ریلوے اسٹیشن پر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو الوداع کہنے آئے۔ مولانا شوکت علی صاحب نے خلافت کا جھولاد جس پر ”خلافت“ لکھا ہوا تھا، اور ایک تمغہ جس پر ”نصرۃ من اللہ ونصرۃ قریب“ تحریر تھا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور کہا کہ میرے پاس یہی چیز ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔

۱۰ مارچ ۱۹۲۱ء کے اخبار زمیندار لاہور میں لایل پور کے جلسہ خلافت کی روداد جن الفاظ میں شایع ہوئی تھی، اس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تقریروں میں کس درجہ جرات و ایثار کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ لکھا تھا کہ

” لایل پور میں جو عظیم الشان جلسہ خلافت منعقد ہوا، اس میں پنجاب کے مشہور و معروف بزرگ قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب قبلہ صدر تھے۔ آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں جس بے نظیر جرات ایمانی اور جوشِ اسلامی سے مسلمانان عالم کی صحیح ترجمانی فرمائی وہ اس قابل ہے کہ ہمارے تمام مشائخ اور پیروندگان کرام اس سے سبق حاصل کریں۔ آپ نے اپنے

خطبہ صدارت میں صاف صاف کہہ دیا کہ جو مسلمان خلافت سے محبت نہیں رکھتا وہ بے ایمان ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں خلافتِ اسلامیہ اور مقاماتِ مقدسہ کے تحفظ کے لئے اپنی جان تک نثار کرنے کو تیار ہوں۔ اور میرا جو مرید تحریکِ خلافت میں حصہ نہیں لیتا اس کو میں اپنے یارانِ یقین میں سے نہیں سمجھتا۔“

آگے چل کر زمیندار نے لکھا تھا ”ہم حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب کی خدمت میں ہدیہ تہنیت پیش کرتے ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر نے حضرت قبلہ عالم محمد صبح کو اعلائے کلمۃ الحق اور صداقت کی وہی جرات و بے باکی عطا فرمائی ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا طغرائے امتیاز تھی۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ جیسے متقی متشرع عالم اور پیشوائے دین کی رہنمائی سے تحریکِ خلافت کو عظیم الشان تقویت پہنچے گی۔ اگر ملک کے تمام مشائخِ عظام اور پیرزادگان کرام حضرت حافظ حاجی پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کی تقلید کریں۔ اور خلافتِ مقدسہ اسلامیہ کی حمایت و اعانت پر کمر بستہ ہو جائیں تو خلافت اور آزادی وطن کے مسائل کا حل بہت جلد ہو سکتا ہے۔“

جلسہ حیدرآباد | حیدرآباد وکن سے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ واپس آنے والے تھے۔

ریل کے ٹکٹ خرید کر سیٹیں محفوظ کرالی گئی تھیں، کہ بیرسٹر محمد صغیر

صاحب اور دیگر ارکانِ خلافت خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کو جلسہ خلافت کی شرکت اور صدارت کی دعوت دی۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فوراً راضی ہو گئے۔ ٹکٹ واپس کر کے سفر منسوخ فرما دیا۔ اور اس جلسے کی صدارت فرمائی۔ لایل پور کی خلافت کانفرنس کے خطبہ سے حیدرآباد کی فی البدیہہ تقریر صدارت کے مضمون کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نہ ریاست کی اصلاحوں کا لحاظ فرمایا نہ انگریزوں کا خوف۔ اور دلیری و جرات سے مسئلہ خلافت پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ اور انگریزوں کو ان کی بد عہدی اور وعدہ خلافی پر کھری کھری سنائیں۔

لاہور کے مشہور نسیم سرکاری اخبار سول ملٹری گزٹ نے لکھا تھا | انگریز کا خوف

کہ ”انگریز حکومت کو گاندھی یا کسی دوسرے لیڈر سے اتنا خطرہ نہیں ہے، جتنا اسے حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب محدث علی پوری کا خوف ہے۔“ حقیقت



بھی یہی تھی کہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یارانِ طریقتِ معتقدین اور غلامِ ہندوستان کے شہر شہر، گاؤں گاؤں اور گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ اگر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک بار اشارہ فرمایتے تو ملک بھر میں عذرِ جمع جاتا جسے سنبھالنا انگریزوں کو مشکل ہو جاتا۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خلافتِ فنڈ میں جیبِ خاص سے کئی دفعہ عطیات ارسال فرمائے تھے۔ خلافت کے جلسوں

### چند دینا

میں عام طور پر آپ سب سے پہلے اپنے عطیہ کا اعلان فرماتے تھے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید میں سب مسلمان دل کھول کر چندہ دیتے۔ اور ذرا سی دیر میں ہزاروں روپیہ جمع ہو جاتا تھا۔ خلافتِ فنڈ کے نوٹ بھی جلسوں میں فروخت کئے جاتے تھے۔ اور ان سے بھی ہزاروں روپے جمع ہو جاتے تھے۔ یارانِ طریقت نے ہر ضوبہ، ضلع اور شہر میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق خلافتِ فنڈ میں زیادہ سے زیادہ چندے دیے ہیں۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے تحریکِ خلافت کو مقبول اور کامیاب بنانے کے لئے ملک گیر دورے فرمائے تھے۔ پشاور

### ملک بھر کے دورے

سے لے کر دکن کے دور دراز مقامات تک، ممبئی سے کلکتہ تک اور کشمیر سے حیدرآباد تک صرف بڑے بڑے شہروں میں ہی نہیں، بلکہ دیہات اور پہاڑی علاقوں میں بھی آپ دور دور تک تشریف لے گئے۔ ان دوروں میں علماء اور خدام بھی آپ کے ہمراہ ہوتے تھے۔ اور آپ عادت مبارک کے مطابق ان سب کے تمام اخراجات سفر و حضر کی کفالت فرماتے تھے۔ اہل جلسہ کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ یا رفقاء حضرت کے اخراجات اور ضیافت کے اہتمام کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ دراصل حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ہر کام محض خوشنودی اور دین کے لئے ہوتا تھا۔ دنیا اور دولت دنیا آپ کی نظر میں بیچ تھی۔ اس لئے آپ نے کبھی دوسروں کو اپنی خاطر زیر بار نہیں ہونے دیا۔

پنجاب خلافت کانفرنس راولپنڈی میں منعقد ہوئی تو اس کی صدارت

### راولپنڈی

کے لئے بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی سے درخواست کی گئی۔ آپ نے قبول فرما کر مع رفقاء کے جلسے میں شرکت کی۔ یہاں بھی آپ نے مسئلہ خلافت پر بھرپور خطبہ شاد

فرمایا۔ اور انگریزوں کو ان کے وعدے یاد دلا کر عہد شکنی اور وعدہ خلافی پر قرار و اتھی ملامت فرمائی۔  
اس جلسہ میں بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جیب خاص سے بیش قرار عطیہ دیا۔ اور آپ کی دیکھا دکھی  
ذرا سی دیر میں بہت بڑی رسم جمع ہو گئی۔

### کالی کٹ

کالی کٹ (مالا بار) میں خلافت کا جلسہ ہوا تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ  
وہاں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ اہل شہر نے آپ کے استقبال کے  
لئے تمام بازار بند کر دیے اور ہڑتال کر کے جلسے کی شرکت کے لئے دوڑ پڑے۔ حکومت نے  
دفعہ ۴۴ نافذ کر کے پانچ آدمیوں سے زیادہ کا اجتماع خلاف قانون قرار دے رکھا تھا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو دفعہ ۴۴ کے نفاذ سے آگاہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا  
خلافت کا مسئلہ ہمارا مذہبی معاملہ ہے حکومت کو اس میں مداخلت کا کوئی حق نہیں۔ چنانچہ  
آپ نے ہزاروں کے مجمع میں جلسہ کی صدارت فرمائی۔ اور ارباب حکومت کی قدغن کی پروا  
کئے بغیر تین گھنٹے مسلسل تقریر فرماتے رہے۔ آپ کے خطبہ کا ترجمہ ایک مالا باری ہندو  
بیسٹرمقامی زبان میں کرتا رہا تاکہ حاضرین پوری طرح فیضیاب ہو سکیں۔ حکومت کو قانون  
شکنی کے بہانے آپ کی جانب ہاتھ بڑھانے کی ہمت نہ ہو سکی۔

کالی کٹ سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تلچری اور مالا بار کے دوکے  
مقامات پر تشریف لے گئے۔ وہاں بھی سب جگہ حکومت نے دفعہ ۴۴

### تلچری مالا بار

نافذ کر رکھی تھی۔ ان سب مقامات پر بھی یہی ہوا کہ اہالیان شہر اپنے کاروبار چھوڑ کر حضور قبلہ عالم  
رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لئے دوڑ پڑے۔ اور جلسے منعقد ہوئے۔ جن میں ہزاروں لوگ  
شریک ہوتے تھے۔ آپ مالا باری زبان سے ناواقف تھے۔ آپ اردو میں تقریر فرماتے تھے۔  
اور کوئی مقامی معزز شخص مقامی زبان میں ترجمہ کرتا جاتا تھا۔ مسئلہ خلافت کی اہمیت، وحدت  
اور اعانت کے ساتھ حکومت انگلشیہ پر ملامت اور بدعہدیں پر انگریزوں کی مذمت ان تقریروں  
کا حاصل تھا۔ رب العزت کی اعانت و حفاظت آپ کے ساتھ تھی کسی جگہ بھی حکام کو جرات نہ تھی  
کہ قانون شکنی کے الزام میں دست درازی کر سکیں۔

ترلوہر | مالا بار سے آپ ترلوہر تشریف لے گئے۔ جو کوہ نیل گری کے دامن میں اور لبابین

کے قریب واقع ہے۔ یہاں بھی جلسہ کا اہتمام کر کے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دعوت بھیجی گئی تھی۔ حکام نے خلافت کے جلسہ سے قبل دفعہ ۴۴ اناؤں کی طرف سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو دفعہ ۴۴ کا لحاظ کئے بغیر آپ نے جلسے کی صدارت فرمائی۔ اور کسی گھنٹے تقریر فرمائی۔ یہاں بھی ایک وکیل صاحب آپ کی تقریر کا مقامی زبان میں ترجمہ کر کے آپ کے ارشادات لوگوں تک پہنچاتے رہے۔

خلافت کمیٹی کے ارکان حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے صوبہ مدراس میں کوہ مطور چل کر اجلاس کی صدارت کی ذمہ داری

### کوہ مطور

کی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے گئے۔ حکومت نے یہاں بھی دفعہ ۴۴ اناؤں کی رکھی تھی۔ مگر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مطلق پروا نہ کی۔ سارے علاقے کا دورہ فرمایا۔ تمام شہروں میں رات کو جلسے منعقد ہوتے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ صدارت فرماتے اور کسی گھنٹے اپنے ارشادات سے حاضرین کو مستفیض کرتے۔ آپ نے خلافت کے مسئلہ کی اہمیت بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ اسلام کی سختی سے پابندی کی تلقین فرمائی۔ حکومت وقت کو واشکاف الفاظ میں تنبیہ کی کہ وہ مسلمانوں کے جذبات سے نہ کھیلے۔ ورنہ اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے کبھی گاندھی وغیرہ کے کسی جلسہ میں شرکت

### ہندوؤں سے اجتناب

نہیں کی۔ دراصل آپ ہندوؤں کے اس وقت مسلمانوں سے تعاون کو ایک چال سمجھتے تھے۔ آپ کو یقین تھا کہ ہندو لیڈر ہرگز مخلص نہیں ہو سکتے۔ وہ صرف اپنی مطلب برآری کے لئے ظاہری طور پر ہمدرد اور یہی خواہ بنے ہوئے ہیں۔ آپ کی نظر ان کے کید نفس اور خبیث باطن پر تھی۔ اس لئے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مسلمان زعماء کو بھی ہندوؤں سے ہوشیار رہنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔ ارشاد فرماتے تھے ”یہ ہمارے دشمن ہیں۔ ان سے بچو“ چنانچہ سب کے سامنے ہے کہ کہاں تو اس زمانے کا بظاہر مثالی ہندو مسلم اتحاد تھا۔ اور کہاں درپردہ ہندو زعماء شہمی اور سنگھٹن کے لئے راہ ہموار کر رہے تھے۔ جب پردہ اٹھا اور لاوا پھٹا تو سب کو نظر آ گیا کہ ہندو لیڈر کس منافقت اور ہدایت کی روش پر گامزن تھے۔ اندریں حالات جس جلسہ میں کوئی ہندو لیڈر شرکت کرتا اس میں

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کبھی شرکت نہ فرماتے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز مقبول بارگاہِ خداوندی تھے۔ آپ کو رب العزت کی ذات پر بے مثال توکل اور اعتماد تھا۔ اسی وجہ سے آپ ہر ظاہری خوف، سیاسی مصلحت اور وقتی تحفظ سے بے پروا اور بالاتر ہو کر مسلمانوں کو راہِ راست پر گامزن رکھنے کی تلقین فرماتے تھے۔ انخیزا و اجانب کی اسلام دشمنی کی وجہ سے آپ نے ان پر کبھی اعتماد نہ فرمایا۔ چنانچہ تحریکِ خلافت کو کامیاب بنانے میں آپ نے بیش تر اپنے طور پر اطراف و اکناف کے دورے کئے۔ اور ملت کی خاطر ان تمام مشکلات کو اپنے لئے آسان جانا۔

حضرت مولانا مولوی عبدالمجید صاحب قصوری رحمۃ اللہ  
**جلسہ ہائے خلافت میں شرکت** ”قومی کارنامے“ میں حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز

کی خدماتِ خلافت کے سلسلے میں لائل پور خلافت کانفرنس - حیدرآباد دکن - کالی کٹ (مالابار) - ترپور (کوہ نیل گڑھی) اور کوہ مطور - کے جلسہ ہائے دورِ خلافت کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ اسی طرح ”ملک لبابین زیر کوہ نیل گڑھی میں ہزاروں کے مجمع میں حضرت شاہ صاحب قبلہ عالم خلافت کے متعلق ولولہ خیز تقریریں فرماتے رہے۔ اسی طرح تارا پورم پلنگم پٹنگم واقعہ ملک لبابین میں بھی خلافت پر آپ کی زبردست تقریریں ہوئیں، جن سے ان مقامات میں بیداری کے جذبات پیدا ہو گئے۔ ملک کورگ سیر کرازاج چندر پیٹ امتی بلکنڈ میں جو میسور سے آسٹی میل کے فاصلے پر ہے، اور ریل نہونے کی وجہ سے راستہ دشوار گزار اور حوصلہ شکن ہے حضرت شاہ صاحب قبلہ کی ہی ذات گرامی ہے جو ایسے دور دراز مقامات پر خلافت کی حمایت و خدمت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور جلسے منعقد کر کے ان شہروں سے چندہ فراہم کر دیا اور مقامی سکریٹری کی معرفت مہربانی پہنچاتے رہے“

”میسور میں بھی خلافت کے جلسے منعقد کئے اور صدارت فرماتے رہے۔ خاص ریاست میسور کے سیٹھ محمد صاحب سکریٹری خلافت کمیٹی اور بنگلور کے سیٹھ علی محمد سیٹھ نور محمد صاحبان ہمارے اس بیان کی باحسن وجہ شہادت دے سکتے ہیں۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ خلافت کی خدمت حضرت شاہ صاحب قبلہ نے، نہ صرف اقصائے ہند میں دوسرے

فرما کر جلسہ ہائے خلافت میں بے دھڑک دلولہ خیر تقریریں فرما کر، خطبہ صدارت سے لوگوں کے دلوں کو ہلا کر اور مصائب سفر اٹھا کر انجام فرمائی تھیں، بلکہ مالی امداد میں معتد بہ حصہ لیا۔ چنانچہ جب بنگلور میں مولوی محمد فاخر صاحب الہ آبادی چندہ فراہم کر رہے تھے، تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ شاہ صاحب علی پوری نے جیب خاص سے ایک ہزار روپیہ خلافت فنڈ میں مرحمت فرمایا۔ ملک لال خان صاحب سکریٹری خلافت کمیٹی لاہور بتا سکتے ہیں کہ مبلغ تیرہ سو روپے علی پور شریف سے عرس مبارک کے موقع پر دیا گیا۔ حضرت شاہ صاحب ممدوح الشان نے اٹھارہ سو روپیہ اپنی جیب خاص سے خلافت فنڈ میں عنایت فرمایا۔

حضرت شاہ صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ  
اور آپ کے خادموں نے ایک لاکھ سے

## یارانِ طریقت کی خدمتِ خلافت

زیادہ روپیہ خلافت فنڈ میں دیا ہے۔ اور خلافت کی خدمت کے لئے دارجلنگ سے شمال مغربی سرحد تک۔ اور ساحل مالابار سے کشمیر تک۔ دریائے اٹک سے پار ملک یاغستان اور سندھ کراچی تک دور دراز علاقوں کے سفر فرمائے اور شبانہ روز کے مسافرانہ مصائب جھیل کر ایسی خدمات انجام دیں کہ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں میں سے کسی ایک شخص نے بھی انجام نہیں دیں۔ یہ حضرت شاہ صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تعلیم و توجہ ہی کا اثر ہے کہ پنجاب۔ میسور۔ بنگلور۔ بمبئی وغیرہ میں خلافت کمیٹی کے عہدہ داران زیادہ تر حضرت شاہ صاحب کے غلام اور حلقہ بگوش ہیں۔ خلافت کمیٹی بمبئی کے سکریٹری محمد زکریا۔ محمد علی۔ اسماعیل سلیمانی اراکین خلافت کمیٹی سب حضرت شاہ صاحب کے حلقہ بگوش ہیں۔ راولپنڈی میں مولوی قطب الدین صاحب وکیل اور کوہاٹ میں بابو عبدالعزیز صاحب وغیرہ آپ کی حلقہ بگوشی پر فخر کرتے ہیں۔ یہ سب خلافت کے سرگرم کارکن رہے ہیں۔ گوجرہ علاقہ لائل پور میں خلافت کے سید مہدی صاحب ممبر کونسل کی وجہ سے جاتے ہوئے دڑتے تھے۔ اور ادھر کا رخ کرنے کی کسی کو بہت نہیں ہوتی تھی۔ حضرت شاہ صاحب خود تشریف لے گئے اور اپنے ہمراہ غازی عبدالرحمان سکریٹری خلافت کمیٹی لائل پور کو لے جا کر وہاں خلافت کمیٹی قائم کی۔ پریذیڈنٹ اور سکریٹری مقرر فرمائے۔ اور

خلافت کی خدمت میں سرگرمی سے سہی فرمائی۔ کوہاٹ کے بابو عبدالعزیز صاحب مدوح الشان کے غلاموں میں سے ہیں، اہل کوہاٹ نے حضرت شاہ صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی پر تیس ہزار روپیہ خلافت فنڈ میں دیا۔

پنجاب و سرحد کے جلسے

”سیالکوٹ کے سالانہ جلسہ خلافت کمیٹی میں آغا صفر صاحب صدر خلافت کمیٹی بھی موجود تھے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

نے خلافت کے جلسہ کی صدارت فرمائی۔ جو تقریر حضور مدوح الشان نے فرمائی، وہ اپنی صوت و صداقت میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اس موقع پر آغا صفر صاحب نے فرمایا تھا کہ ”اب تک خلافت کی خدمت محض تقریروں سے ہوتی تھی۔ آج حضرت شاہ صاحب نے اس جلسے کی صدارت فرمائی ہے۔ اب انشاء اللہ ہماری خدمات کامیاب ہو جائیں گی حضرت شاہ قبلہ نے اس جلسہ کی صدارت فرما کر حق بقدار رسید کا ثبوت دیا ہے“

”چار سال ہوئے حضرت شاہ صاحب مرقدان علاقہ پشاور میں تشریف لے گئے۔ اسٹنٹ کمشنر کے حکم سے کپتان پولیس اور انسپٹر آئے اور حضرت شاہ صاحب کو لے گئے۔ وہاں اسٹنٹ کمشنر نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ آپ خلافت کے حامی ہیں۔ اس لئے جو بیس گھنٹے کے اندر صدر سے پار ہو جائیں۔ تین سال ہوئے کہ چیف کمشنر کوٹہ بلوچستان نے محض تحریک خلافت کی خدمات کی وجہ سے حضرت شاہ صاحب کا بلوچستان میں داخلہ بند کر دیا تھا۔ ریاست کشمیر میں بھی صرف اسی وجہ سے دو سال تک حضرت قبلہ کا داخلہ بند رہا کہ آپ حامی اسلام اور خادم خلافت ہیں ورنہ ایک صوفی باصفا اور مذہبی پیشوا نے ریاست کشمیر کا کیا بگاڑا تھا۔

”ایک بریٹر مفتی ولی محمد پشاور نے حضرت شاہ صاحب قبلہ سے دریافت کیا کہ ”آپ اسلام کی بھی کچھ قومی خدمت فرماتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”بھائی! جس روز مجھ سے اسلام کی کوئی خدمت نہیں ہوتی، اس روز کا کھانا میں اپنے اوپر حلال نہیں سمجھتا۔ اور اس سے زیادہ کر نہیں سکتا۔“ (منقول از قومی کارنامے مصنفہ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب قصبواری)

تحریک ہجرت

خلافت کی تحریک میں ازراہ مداہنت ہندو لیڈر خصوصاً گاندھی مسلمانوں کے ساتھ تعاون کرتے رہے تھے۔ لیکن جیسا کہ شدھی کی تحریک کے

سامنے آنے کے بعد ظاہر ہو گیا، درپردہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے وپے تھے۔ زمانہ خلافت کے جوش و خروش سے کام لینے کے لئے مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ انگریزی حکومت سے ناراضگی کے اظہار کے لئے مسلمان افغانستان کو ہجرت کر جائیں۔ مسلمان مسیحا اور علماء ہندوؤں کی اس چال کو نہ سمجھ سکے اور انہوں نے زور شور سے ہجرت کرنے کی تبلیغ شروع کر دی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے علی الاعلان اس تحریک کی مخالفت فرمائی اور مسلمانوں کو ہجرت کرنے سے باصرار اور تاکید منع فرمایا۔ ہزاروں مسلمانوں نے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کو تسلیم کیا۔ اور ہجرت کی صعوبات اور خانمال بربادی سے محفوظ رہے۔ ورنہ جیسا کہ معلوم ہے ہزاروں مسلمان جو ہجرت کے لئے روانہ ہوئے، انہیں طرح طرح کے نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ کتنے لوگ تھے جنہوں نے مکان، دوکان، زمینیں، جاہیادیں فروخت کر دی تھیں۔ انہیں افغانستان سے لوٹنا پڑا تو یہاں نہ رہنے کا ٹھکانا رہا تھا، اور نہ روزگار کا کوئی انتظام۔ کتنے ہی مسلمان موسم کی سختی، سفر کے شدید اور پہاڑی راستوں میں بیماری اور فاقہ کشی سے ہلاک ہو گئے۔ اور کتنے ہی گھرانے تھے جو اس طرح مکمل تباہی و بربادی کا شکار ہوئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بصیرت و ایمانی فراست نے ان تمام عواقب کا اندازہ فرمایا۔ کی وجہ سے مسلمانوں کو صحیح راہ بتائی اور ان کو تباہی اور ہلاکت سے بچالیا۔

## فتنہ ارتداد

پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر اتحادی طاقتوں نے اتحاد اسلامی کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔ خلافت اسلامیہ کا چراغ بجھا دیا تھا، عرب ممالک پر اپنا تسلط اور غلبہ قائم کر لیا تھا، اور اسلامیان ہند سے جو وعدے ممالک اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کے تحفظ کی بابت کئے تھے ان کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ چنانچہ احتجاج اور رد عمل کے طور پر "تحریک خلافت" کا آغاز ہوا، جس نے برصغیر میں تحریک آزادی کے تخم مضبوط کئے اور بدیشی راج کی دیواروں میں شگاف ڈال دیے۔

ہندوؤں نے موقع شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے اس تحریک میں مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ مسلمان اپنی فراخ دلی اور رواداری کے لئے تاریخ عالم میں مشہور ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے اپنی سادہ لوحی سے ہندوؤں کے تعاون کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اتحاد و یگانگت کے اظہار میں یہاں تک حد اعتدال سے تجاوز کر گئے کہ مسٹر گاندھی اور شرودھانند کو مسلمانوں کے جلسوں میں شریک کیا اور جامع مسجد دہلی میں ان کو تقریریں کرنے کے لئے مدعو کیا۔ اور منبر پر بٹھانے سے بھی گریز نہیں کیا۔

مسلمانوں کے اس اقدام کے برخلاف ہندو اکابر درپردہ اپنی مسلمان کش تدابیر میں لگے رہے۔ پنڈت مدن موہن مالویہ اور شرودھانند

### نشدھی اور سنگھٹن

کی سرپرستی میں اندر ہی اندر نشدھی اور سنگھٹن کی تحریک زور پکڑتی رہی۔ جس کا علم مسلمانوں کو صرف اس وقت ہوسکا جب ہندوؤں کی تحریک بارور ہونے لگی۔ اور دیہات کے جاہل مسلمان دھڑا دھڑا ہندومت میں داخل ہونے لگے۔ بعد میں لالہ لاجپت رائے اور مسٹر ستیہ دیو جیسے معتدل کانگریسی رہنما بھی کھلم کھلا نشدھی اور سنگھٹن کے حامی اور سرپرست بن گئے۔ گاندھی اور دوسرے کانگریسی لیڈر خاموشی سے تماشا دیکھتے رہے اور انھوں نے اتحاد وطن کو پارہ پارہ کرنے والی اور علی الاعلان اسلام دشمنی پر مبنی اس تحریک کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھائی۔ اس لئے کہ یہ تمام ہندو زعماء بھی درپردہ اس تحریک کے حامی اور معاون تھے۔

اس تحریک کا مقصد صرف ایک تھا کہ ہندوؤں کو مکمل طور پر منظم کیا جائے، ناقص مسلمانوں کو ہندومت میں داخل کیا جائے اور جو مسلمان سرنہ جھکائیں ان کو بزور و قوت بھارت سے نکال دیا جائے۔ لالہ لاجپت رائے اور ستیہ دیو کی کلکتہ والی تقریروں میں صاف صاف کہا گیا تھا کہ ”اگر ایک کروڑ ہندو باہم سنگھٹن کر لیں تو کوئی شخص ہماری رضامندی کے بغیر بھارت میں نہیں رہ سکتا۔ جو ہم سے کشرشی کرے گا اسے دلش سے نکال دیا جائے گا۔ اس لئے کہ بھارت صرف ہندوؤں کا ملک ہے۔ جب ہندو جاتی کا سنگھٹن مکمل اور مضبوط ہو جائے گا تو ہم مسلمانوں سے بزور اپنی شرطیں منوا سکیں گے۔ اور اگر مسلمان ذرا بھی اختلاف اور کشرشی کریں گے تو بھارت ویش سے نکال دیئے جائیں گے۔ کیونکہ جو لوگ بھارت میں رہتے ہوئے ترکی اور عرب کا



خواب دیکھتے ہیں، ان کو بھارت میں رہنے کا کوئی سہی نہیں ہے۔“

پنڈت مالویہ اور شرودھانڈونکے کی چوٹ کہتے تھے کہ ”راجپوتانہ اور اضلاع یوپی میں آباد ملکائے اپنی ہندو برادری میں شامل ہونے کے لئے بے چین اور بے تاب ہیں، اس لئے ہم ان کو شُدھ (مرتد) کرنے میں حق بجانب ہیں“ ہندو جماعتیں اپنے اس مکر و مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر طرح کے حربے استعمال کرتی تھیں۔ جبر و تشدد، مکر و فریب، مالی امداد اور رشوتیں، زمینداروں کا ڈرانا و حکمانا، غریب مسلمانوں کی زمینیں اور کھیت ضبط کر لینا، طرح طرح کے لالچ دینا اور دوسرے ہر قسم کے اچھے مہتیار کام میں لانا ان کا روزمرہ تھا۔

یوں تو بڑے صغیر کے تمام اطراف و اکناف میں ہندو سرگرم عمل تھے۔ لیکن راجپوتانہ اور یوپی کے علاقوں اور ملکائوں کی آبادی پر ان کی خاص نظر تھی۔ یہ غریب ملکائے صرف کہنے کو مسلمان تھے۔ جہالت اور ناواقفیت کا یہ عالم تھا کہ اکثر کو کلمہ بھی نہیں آتا تھا۔ بہت سوں کے نام بھی ہندوانی ہوتے تھے، لباس، خوراک، رسوم، عادات، اطوار سب ہندوؤں جیسے تھے۔ پھر ہندوؤں کی مکاریوں کی کوئی حد نہ تھی۔ ہر جھوٹ اور ہر فریب ان کے لئے رواج تھا۔

ہندو اپنے جلسوں کا آغاز کرتے تو کہتے کہ ”ہندوؤں مسلمانوں کے سب سے بڑے رہنما اور بھارت کے بے تاج بادشاہ

مسٹر گاندھی کو بدشیشی حکومت نے زبردستی قید کر لیا تو انھوں نے شرودھانڈ کو اپنا جانشین بنایا ہے۔ ہندو مسلمان سب شرودھانڈ کو اپنا لیڈر مانتے ہیں“ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں مسلمانوں کو جامع مسجد دہلی کے اس جلسے کی تصویر دکھاتے تھے جس میں شرودھانڈ جامع مسجد دہلی کے منبر پر تقریر کرتا دکھایا گیا تھا۔

پوری کچوری اور حلوے مانڈے کا بڑے پیمانے پر انتظام ہوتا اور تمام حاضرین کی دل کھول کر ضیافت کی جاتی تھی۔ شرودھانڈ آتے تو مسلم سلاطین کے خلاف زہر افشانی کرتے اور ان کے مفروضہ ظلم و ستم کی جھوٹی داستانیں نمک مہچ لگا کر بیان کرتے۔ اور غیر تمند راجپوت ملکائوں کے ذہن نشین کرتے کہ مسلمانوں نے تمہارے آباؤ اجداد پر کیسے کیسے ظلم و ستم

روا رکھے تھے اور کس طرح ان کو زبردستی مسلمان بنایا تھا۔

ان جلسوں کے علاوہ ہندو مسلمان ملکानوں کے لئے مندر اور کنوئیں تعمیر کرتے، مسلمانوں کے قرضے ادا کرتے، انھیں نقد اور جنس عطیات دیتے، مرتد ہونے پر ہندو لڑکیاں ان کے عقد میں دی جاتیں، غرض ہر قسم کی تدابیر کام میں لاتے تاکہ ان کو گمراہ کرنے میں کامیابی حاصل ہو۔ جو لوگ اسلام پر قائم رہنا چاہتے اور ان کی بات نہیں مانتے تھے، ان پر طرح طرح کے مظالم کئے جاتے تھے۔ ان کے خلاف مقدمے دائر کئے جاتے، ان کی زمینیں چھین لی جاتیں، ان کے گھروں کو آگ لگا دی جاتی، ان کی عورتوں اور بچوں کو اغوا کیا جاتا۔ یہ غریب کسان اکثر ہندو بنیوں کے قرضوں سے بے رہتے تھے۔ ان بنیوں کو اکسا کر ان غریبوں کے خلاف مقدمے دائر کرائے جاتے اور ڈگری ہو جانے پر ان بے چاروں کو خانماں برباد کر کے بہات سے نکال دیا جاتا تھا۔ اس دوران ان پر برابر یہ زور ڈالا جاتا تھا کہ اگر تم اب بھی شذھی ہو جاؤ تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے خلاف ساری کاروائیاں ختم کر دی جائیں گی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ میدانِ عمل میں شذھی (ارتداد) کا یہ فتنہ چپکے ہی چپکے پھیل رہا تھا۔ جب اس کی خبریں عام

ہوئیں تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی وفد ملکانوں کی پشت پناہی کے لئے ان اطراف میں پہنچے اور ملکانوں کو دین اسلام پر قائم رکھنے اور دینی تعلیم عام کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بنفسِ نفیس ان مساعی میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیا۔

۲۳ اپریل ۱۹۲۳ء کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جلسہ حضور کا یادگار خطبہ عام میں مدلل اور مفصل خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے خطبہ

مسنونہ۔ درود و سلام اور تلاوت آیات قرآن مجید کے بعد فرمایا۔

”انسان پر خداوند کریم عمیم الاحسان کے اس قدر انعام و اکرام ہیں کہ شکر سبحانانا تو درکنار اگر انسان عمر بھر ان کا شمار کرتا رہے تو بھی بمصداق **وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصَوْهَا**، (ترجمہ) اور اگر اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے (۱۲)

انسان محدود العلم و العمر کے مالک سے ناممکن ہے کہ اس کے بے حساب اور لا تعداد انعامات کو شمار کر سکے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعامات و اکرامات اپنے بندوں پر بے شمار، بے مثال اور بے نظیر ہیں۔ مگر سب سے اعلیٰ اور ارفع نعمت جو مولا کریم نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی، وہ یہ کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہٴ غلامی کے نشان سے مزین و متمیز فرمایا۔ اور نور ایمان و ایقان سے مومن کے دل کو منور فرمایا۔ اگر بندہ تمام عمر اس نعمت عظمیٰ و ارفع و اعلیٰ کا شکر ادا کرتا رہے تو بھی ادا نہیں کر سکتا۔ روز الست سے ہی اللہ تعالیٰ نے ارواح کو دو قسم پر تقسیم کر رکھا ہے۔ سعید و شقی۔ شقی کے لئے ہدایت ناممکن ہے۔ مگر جس کو رب العزت سعید بنا کر وہ اسلام کا پیروکار بن جاتا ہے۔ اور صادقین کی معیت حاصل کر کے اپنے دین و دنیا کو سنوارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے پیارے محبوب کے اتباع میں سچتہ کار بنا کر ایمان پر خاتمہ کرے۔ آمین ثم آمین۔

آپ نے در و بھرے پُرجوش لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ ”اسلام کو ہندوستان میں آئے تقریباً گیارہ سو سال گزر چکے ہیں۔ اور مسلمانوں نے اس تمام عرصے میں اپنے ہم وطنوں کے ساتھ رفیق و مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ باوجود اس کے ہندو مسلمانوں کو پیچھے وغیرہ ذلیل ناموں سے یاد کرتے رہے۔ اور ذلیل اور ناپاک تصور کرتے ہیں۔ مگر ہمارے بھولے بھالے مسلمان ان کو اپنا بھائی سمجھتے رہے۔ اور خورد و نوش میں ان سے مطلق پرہیز نہیں کیا۔ رنج اور خوشی کے موقع پر ان کے شریکِ حال رہے۔ ان کی تمام جائز تقریبوں میں شامل رہے۔ یہاں تک کہ ہمارے بعض رؤسا اور لیڈروں نے اہل ہندو کا دل خوش کرنے کے لئے خدا کی حلال کردہ اشیاء کو بھی حرام کر دیا۔ اور قوم کے بعض لیڈروں نے ہندو لیڈروں کو مسجدوں میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بٹھا کر لکچر سنے۔ ناکردنی کام کئے اور ناگفتنی باتیں سُنیں۔ خدا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کر کے مسجد کی بے ادبی اور توہین کی۔ بڑے سے بڑا اعزاز جو کسی شخص کو دیا جاسکتا ہے وہ اس طرح انہوں نے اپنے دشمنوں کو دیا۔ اپنی طرف سے محبت اور یگانگت کو یہاں تک بڑھایا اور

ظاہر کیا کہ ان کے مردوں کو کا ندھے دیے۔ ان کے جلو سوں میں بجائے اللہ اکبر کے بندے ماترم کے  
 نعرے لگائے۔ بعض نے تو ان کی خاطر قشقہ بھی زیب جبین کیا۔ الغرض کوئی دقیقہ ان کے  
 بھائی چارے میں فرو گذاشت نہ کیا۔ یہاں تک کہ جب مولیوں کی نسبت یہ کہا گیا کہ انھوں نے  
 چند ہندوؤں کو مسلمان کر لیا ہے۔ تو ہمارے مسلمان بھائیوں نے بلا تحقیق محض یاران وطن کی  
 خوشنودی کے لئے مولیوں کی ہستی کو جو کھوں میں ڈال دیا۔ افسوس! کہ ہمارے مسلمان  
 بھائیوں کی یہ تمام سعی و کوشش بے سود ثابت ہوئی۔ ہمارے رفیق و مدارات سے ہمارے  
 دشمنوں نے بے جا فائدہ اٹھایا۔ اور ہمارے مخالفین نے یہ تہیہ کر لیا کہ ملک ہند سے اسلام کا  
 نام مٹا دیا جائے۔ اور سات کروڑ کلمہ گو یانِ توحید کو معاذ اللہ ہندو بنا لیا جائے۔

مازیارال چشم یاری و اشتیم

خود غلط بود آنچه ما پسنداشتیم

یہ ایک ایسا نازک موقع آگیا ہے جس کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں ملے گی۔ اسلام  
 کی دنیاوی وجاہت کو نہیں تاکا جاتا، بلکہ سرے سے اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے زور  
 دیا جا رہا ہے۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کا دل اس صدمہ سے متاثر نہ ہو۔ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا تو یہ حکم ہے کہ اپنے مردے بھی اغیار کے ہاتھ میں نہ جانے دو۔ اور یہاں یہ حالت ہے کہ  
 ہمارے زندوں کو اغیار لئے جا رہے ہیں۔ اور ہم خاموش دیکھ رہے ہیں۔ اس وقت تقاضائے  
 حمیت و غیرتِ اسلامی تو یہ ہے کہ جب تک اس فتنہ کا انسداد نہ ہو، ہر مسلمان اپنے اوپر  
 خوابِ خور حرام سمجھے۔ اور دامے، درمے، قدمے، سخنے، الغرض ہر ذریعہ سے جو سخت  
 سلام اس سے ممکن ہو، دریغ نہ کرے۔ اور جب تک یہ فتنہ فرو نہ ہو اور اس کے بانی ذلیل و  
 خوار ہو کر مر نہ جائیں، اپنی سعی کو مسلسل جاری رکھیں۔

”جو مذہب تبلیغی نہیں اس کے پیروں کے حوصلے تو یہ ہیں کہ بزعم خود خدا نخواستہ

ہم پرستارانِ توحید و رسالت کا نام مٹا دیں گے۔ یا ہندو بنا لیں گے۔ اور ہمارے ہاں  
 تبلیغ فرض ہوتے ہوئے بھی ہماری یہ بے اعتنائی اور لاپرواہی کہ ہم خاموشی سے ان کی  
 فتنہ انگیزیاں اور شرر باریاں دیکھا کریں۔ ہم میں سے ہر ایک کا فرض اولین ہے کہ تبلیغ و

اشاعتِ اسلام کرے۔ ہر ایک مسلمان کا یہ فرضِ عین ہونا چاہیے کہ جب تک ہندوستان میں ایک شخص بھی ایسا ہے جو رسولِ عربی فداہ ابی داتمی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے تسلیمِ خم نہ کرے، اور مذہبِ اسلام کو نہ اپنالے، اس وقت تک وہ اپنی کوشش میں لگا رہے گا۔ اور یہ بات تو بدرجہ اولیٰ فرض ہے کہ جو لوگ بوجہ ناجائز رعب اور طمعِ نفسانی ہمارے ہم وطنوں کی عیاری سے جاوہِ مستقیم سے منحرف ہو گئے ہیں، اور صراطِ مستقیم اور اسلام کو چھوڑ گئے ہیں، جب تک وہ سب اہِ راست پر واپس نہ آجائیں اور مسلمان نہ ہو جائیں، اس وقت تک اہلِ اسلام کو شب و روز یہی دھن لگی رہنی چاہیے۔ ہر مسلمان اپنے دل میں عزمِ بالبحزم کر لے کہ وہ کم سے کم ایک متنفس کو ضروری اہم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہٴ غلامی میں داخل کرے گا۔ ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر قریہ کے مسلمان جو تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کی کسی بھی وجہ سے قابلیت نہیں رکھتے، ان کو چاہیے کہ اپنی جیب سے کم از کم ایک مبلغ کے مصارف اپنے ذمہ لیں اور اپنے مخزنِ حسنات میں اضافہ کریں۔“

اپنی تقریر کے خاتمہ پر حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ  
 ”میرے یاروں میں زمیندار۔ کاشتکار۔ ڈاکٹر۔ تاجر۔ وکلا۔ جنرل۔ کرنل۔ امیر غریب۔ نواب۔ رؤسا الغرض ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں۔ میں نے آج تک ان سے یادِ الہی کے سوا کوئی فرمائش نہیں کی۔ مگر اب میں کہتا ہوں کہ ہر مسلمان پر بالعموم اور یاریانِ طہقت پر بالخصوص فرض ہے کہ وہ انسدادِ فتنہ ارتداد میں ضرور حصہ لے۔ میں نے تو عزمِ بالبحزم کر لیا ہے کہ اس اہم مقصد کی خاطر سینکڑوں مبلغ میدانِ ارتداد میں بھیجوں گا۔ اور خود بھی موقع پر پہنچ کر اس کارِ خیر میں حصہ لوں گا۔ اور تبلیغ کا کام سرانجام دوں گا۔ اور جب تک برگشتگانِ دینِ مستین کو پھر سے حلقہٴ اسلام میں واپس داخل نہ کر لوں گا چہن سے نہیں بیٹھوں گا۔ اور مخالفین کے مذہب کی تردید کر کے، اس کے پیروکاروں کو اپنے مذہب کا پیروکار بنا کر سلام سکھا کر مسلمان نہ بناؤں آرام نہیں کروں گا۔“

آپ نے اس کے ساتھ ہی اعلان فرمایا کہ ”سردست میں مبلغ گیارہ سو روپے نقد دیتا ہوں۔ اور سو روپیہ ماہوار اس کارِ خیر میں اپنے پاس سے دیتا رہوں گا۔ اس غرض کے لئے

انجمن خدام الصوفیہ کی نگرانی میں فنڈ قائم کیا جاتا ہے۔ اور حسب ضرورت لاکھوں روپے کی فراہمی کا انتظام کیا جائے گا۔“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اس اعلان کے بعد اسی وقت جلسہ گاہ میں چھبیس سو روپے نقد جمع ہو گئے۔ اور سات سو روپے ماہانہ کے وعدے کئے گئے۔

**پہلا تبلیغی وفد** حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے تبلیغی وفد بھیجنے کا ارادہ ۲۳ اپریل کے جلسے میں ظاہر فرمایا تھا۔ اور ۲۱ مئی کو آپ بنفس نفیس پہلا وفد روانہ فرمانے کے لئے رہتک تشریف لائے۔ میدان ارتداد کو وفد کی روانگی کے لئے رہتک کا انتخاب اس لئے قرین مصلحت تھا کہ باشندگان رہتک تقریباً سب اچوت تھے، اور میدان ارتداد بھی راجپوت علاقے ہی تھے۔ مسلمان راجپوتوں کی مسلمان راجپوتوں سے رشتہ داریاں تھیں تو ہندو راجپوتوں سے بھی واقفیت تھی۔ پھر زبان بھی تقریباً یکساں تھی۔ چنانچہ پہلا وفد جو پندرہ ارکان پر مشتمل تھا رہتک سے روانہ کیا گیا۔ اور شیر پنجاب مولانا مولوی غلام احمد صاحب انگر امرتسری خلیفہ مجاز وفد کے امیر اور قائد مقرر کئے گئے۔ حضرت مولانا الحاج صاحبزادہ محمد حسین شاہ صاحب دُخلف اکبر اور سجادہ نشین اول (رحمۃ اللہ علیہ وفد کو رخصت کرنے کے لئے وفد کے ہمراہ دہلی تک آئے۔ اگرہ میں اس سے قبل حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ انجمن خدام الصوفیہ کا مرکز اور صدر دفتر قائم فرنا چکے تھے۔ تاکہ مبلغین کے وفد یہاں آئیں اور یہاں سے میدان عمل میں پہنچ کر اپنے فرض کو تکمیل تک پہنچائیں۔ حضرت قاضی حفیظ الدین صاحب رہتکی ناظم دفتر مقرر کئے گئے تھے۔ جب یہ پہلا وفد اللہ اکبر کے نعروں کی گونج میں اگرہ پہنچا ہے تو مسلمانوں کے جوش و خروش کا منظر قابل دید تھا۔

**حضرت قبلہ و کعبہ سراج الملکت کا حسن انتظام و تدبیر** حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اکبر حضرت الحاج حافظ مولانا

صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین اول) انسداد فتنہ ارتداد کی تمام کارروائیوں کے لئے خازن و مدیر اعلیٰ مقرر کئے گئے تھے۔ آپ نے جس حسن و خوبی سے وفد

ترتیب دیے، جملہ انتظامات پیش نظر رکھے اور حسن تدبیر و حسن تدبیر سے تمام کام سرانجام دیتے رہے، اس کا بیان مشکل ہے۔ حضرت مولوی عبدالمجید صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ انسپکٹر مدارس علاقہ ارتداد) و فود اور انجمن کی کارگزاریوں کی روداد میں تحریر فرماتے ہیں۔

و۔ اس روداد کے ملاحظہ سے ناظرین پر انجمن ہذا کی خدمات اور انتظامی حالات بخوبی ظاہر ہو جائیں گے۔ پس یہ امر ناشکری میں داخل ہوگا کہ انجمن ہذا اپنے محسن و مرتبی و امین، اعلیٰ مراتب و مناقب عالی جاہ حضرت صاحبزادہ مولانا حافظ سید محمد حسین شاہ صاحب علی پوری مدظلہ العالی کی اعلیٰ ترتیب، حسن انتظام کا اعتراف نہ کرے۔ صاحب ممدوح الشان نے بامنتہال امر اعلیٰ حضرت قبلہ عالم روحی فداہ اعزازی خدمات صدارت انجام دیں۔ یہ آپ ہی کی تدبیر اور حسن انتظام کا نتیجہ ہے جو آپ اس روداد کے آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اگر کوئی مبصر بنظر غائر آپ کے مکاتیب و فرامین، جن کا باقاعدہ ریکارڈ دفتر آگرہ میں موجود ہے، ملاحظہ کرے تو حیران ہو جائے کہ کون سی خداداد قابلیت والی شخصیت ہے، جو وفود کی ادنیٰ ادنیٰ نقل و حرکت، تہذیب اخلاق، فراہمی ضروریات کی جزئیات تک کی نگرانی کر رہی ہے۔ اراکین و فود نے میدان ارتداد میں آکر جو مجاہدہ کیا اور خدمات اسلامی انجام دیں، ان سب میں حضور ممدوح الشان کی دور بین نظر اور فکر نکتہ رس کام کر رہی تھی۔ اسی لئے اللہ پاک کی بارگاہ میں آپ کی مخلصانہ مساعی جمید مقبول ہوئیں۔ اور ہم ان کارناموں کو قلم بند کرنے کے قابل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ حضور الا کو جزا کے خیر عطا فرمائے۔“

حضرت سراج الملت صاحبزادہ صاحب ممدوح الصدر رحمۃ اللہ علیہ و فود کی نقل و حرکت، کارگزاریوں، جلسوں، تبلیغی خدمات اور جملہ اخراجات کی تفصیل رجسٹروں میں محفوظ رکھتے تھے۔ یہ رجسٹراب تک علی پور سیداں میں محفوظ ہیں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حسن انتظام اور حسن تدبیر کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلف اصغر حضرت الحاج شمس الملت صاحبزادہ حافظ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ

حضرت قبلہ شمس الملت مدظلہ

سجادہ نشین دم دوم مرتبہ بنفس نفس اپنے خرچ پر سیداں ارتداد میں تشریف لے گئے۔ دور دراز اور

دشوار سفر کی تکلیفات کو خاطر میں نہ لائے اور ایٹھ اور علی گڑھ وغیرہ کے اضلاع میں گاؤں گاؤں دورے فرمائے۔ آپ نے لوگوں کو اپنے مواعظِ حسنہ سے مستفید فرمایا۔ لوگ آپ کی نورانی صورتِ اسلامی سیرت، کریمانہ اخلاق اور پند و موعظت سے بے حد متاثر ہوئے۔ آپ جہاں تشریف لے جاتے، ہلکانے بڑی عقیدت اور اخلاص سے آپ کا استقبال کرتے، آپ کے وعظوں سے متاثر و مستفید ہوتے اور آپ کی ہم رکابی میں اپنی عزت جانتے تھے۔

**خلفائے کرام کا حصہ** | حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے خلفائے کرام بھی میدان ارتداد میں پہنچ کر احسن خدمات انجام دیتے رہے ہیں حضرت

قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول حضرت الحاج مولوی محمد حسین صاحب بی اے اپنے ذاتی خرچ پر تین بار تشریف لائے۔ اور اضلاع آگرہ، ایٹھ، علی گڑھ اور تحصیل پلوال کے دیہات کے دورے کئے۔ آپ کی پرکشش شخصیت، اخلاقِ حسنہ اور وعظ و خطبات سے ان علاقوں میں بہت اچھا اثر ہوا۔ بے شمار لوگ ارتداد سے پچ گئے اور بہت سے سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔

حضرت مولانا غلام احمد صاحب انگر امرتسری علالت اور پیرانہ سالی کے باوجود عرصہ تک میدان ارتداد میں سرگرم عمل رہے۔ مولانا مولوی حاجی امام الدین صاحب اے پوری نے ضلع ایٹھ کے علاقہ میں بے مثال خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کے اخلاص اور توجہ باطن نے وہ کرشمے دکھائے ہیں کہ جو لوگ مسلمانوں کو حقارت سے دیکھتے اور چھوت چھات ضروری سمجھتے تھے، وہ رسوم جاہلیت سے تائب ہو گئے اور مسلمان کے پس خوردہ کو مستبرک سمجھنے لگے۔ مذکورہ بالا خلفائے علاوہ حضرت قاضی حفیظ الدین صاحب رہنگی ناظم دفتر آگرہ اور مولوی عبدالمجید صاحب قصوری انسپکٹر مدارس صدر دفتر آگرہ کے فریض کی انجام دہی کے علاوہ میدان ارتداد میں بھی جگہ جگہ کے دورے کرتے تھے اور تبلیغی کام میں حصہ لے کر اپنے اجر جمیل میں اضافہ کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب بی اے رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ اول) کی کوششوں سے کرناٹک اور مضافات سے چندوں کی معتد بہ رسم انجمن کے دفتر آگرہ کو وصول ہوتی



رہی۔ آپ کے معتقدین نے بھی دل کھول کر حصہ لیا۔ ایک بار نے اپنے والد مرحوم کی یادگار کے طور پر ایک مدرسہ قائم کیا۔ اور اس کے تمام اخراجات کے خود ہی کفیل بنے رہے۔

انجمن نے تعلیم و تبلیغ کے مقصد کی خاطر دہلی، آگرہ، ایٹہ، بلند شہر، علی گڑھ، رہتک، فرخ آباد، مستھرا، گڑگانواں کے اضلاع میں پینتالیس سے زیادہ مدارس قائم کئے تھے۔ جہاں دینی تعلیم کا اہتمام تھا۔ ہزاروں بچے ان مدارس میں تعلیم پاتے تھے۔ دس ہزار سے پندرہ ہزار افراد تک صرف ان مدارس کی بدولت شدھی سے محفوظ رہے۔ پھر انہی بچوں کی بدولت جو یہاں سے تعلیم پا کر بڑے ہوئے، اور ہزاروں ہزار مخلوق خدا ارتداد سے بچ گئی۔ زنانہ مدرسے بھی قائم کیے گئے تھے جن میں پردے کا خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ بڑی عمر کے دیہاتیوں کو بھی ان مدارس میں تعلیم دی جاتی تھی۔ مدرسین کے قیام و طعام کے سارے اخراجات کی کفالت انجمن خدام الصوفیہ کے ذمے ہوتی تھی۔

مخلص کارکنوں اور مبلغوں کی مساعی جمیلہ کا تھوڑے ہی عرصہ میں یہ خوشگوار نتیجہ نظر آنے لگا کہ لوگ ہندوانہ رسم و رواج سے پرہیز کرنے لگے۔ جاہلانہ اور مشرکانہ عقاید معدوم ہو گئے۔ جہاں بھیروں اور دیویوں کے گیت گائے جانے لگے تھے وہاں میلاد شریف کی محفلیں منعقد ہونے لگیں۔ اور نوجوان ملک نے خوش الحانی سے نعتیں پڑھتے دکھائی دینے لگے۔

جن مقامات پر مدارس قائم کیے گئے تھے، ان کے پردے نام بھی اب دستیاب

## مدارس

ہونے دشوار ہیں۔ اس لئے جن دیہات کے نام معلوم کئے جاسکے ذیل میں

درج کئے جاتے ہیں تاکہ یادگار رہیں۔

روہندی - نگہ سہار - سوجان - منجھولہ - ندرالہ - علی پور - اکبر پور - پہیرہ -  
سنجواڑی - چانڈت - رحیم پور - حسا پور بلٹی - گیا گوٹ - اکبر پور انکورہ - وسیر -  
بڈراؤں - نگہ محمود - پارولی - چوہڑ پور - بکسواہ - بہسکیم پور - ایلہٹی - روشن پورہ -  
بیر پورہ - راجوارہ - گہوسیہ - ہاتی پور - دونڈے مٹی - اٹھ دہری - لنگوٹیہ - نارہ -  
رای پورہ - بچیرہ - اگورہ - ہانسہ - گہنیش پور - پاتلی خورد - پرناہ - نوبستہ (آگرہ)

زنانہ مدرسہ رحیم پور۔ زنانہ مدرسہ ندرا۔

جیسا کہ ابھی بیان ہوا یہ مدارس مختلف اضلاع میں قائم تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔  
 دہلی۔ رہتک۔ فرخ آباد۔ مہترا۔ ایٹہ۔ علی گڑھ۔ گڑگانوال۔ بلند شہر۔ آگرہ وغیرہ۔ سری نگر  
 (شمیر)۔ احمد آباد۔ گجرات اور کاٹھیاواڑ کے مدارس ان کے علاوہ تھے۔

تمام مدرسین کے نام حاصل نہوسکے۔ بعض معلوم ہوسکے، وہی درج کئے  
**مدرسین** جاتے ہیں۔ مولوی حافظ عبد الحمید صاحب۔ مولوی محمد خوب صاحب،  
 منشی نصیب خان صاحب، منشی محمد شفیع صاحب، منشی احمد خان صاحب، منشی عالم گیر خان  
 صاحب، منشی امیر محمد خان صاحب، منشی نور محمد خان صاحب، منشی غلام فرید صاحب، منشی  
 مقصود علی خاں صاحب لاہلی، مولوی ظہور شاہ صاحب، منشی امام الرحمان صاحب،  
 منشی رحمت اللہ خان صاحب، مولوی گل نواز صاحب، مولوی مہتاب شاہ صاحب، منشی  
 حمید الدین صاحب، مولوی صدیق اللہ صاحب، منشی جمال الدین خان صاحب، بابونیا علی  
 خاں صاحب، حکیم احمد اللہ خان صاحب۔

باوجود کوشش کے دوسرے نام دستیاب نہوسکے۔ ان مدرسین کا ایک مقام سے  
 دوسرے مقام پر تبادلہ بھی ہوتا رہتا تھا۔ اس لئے ان کے ناموں کے ساتھ گاؤں کا نام  
 درج کرنا غیر ضروری سمجھا گیا۔

تمام مدارس کا نصاب قرآن شریف، اردو، حساب، دینیات،  
**مدارس کا نصاب** وغیرہ پر مشتمل تھا۔ صحت عقاید اور تہذیب اخلاق پر زور دیا  
 جاتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی مدت میں بڑے فوائد حاصل ہوئے۔ مدرسین کے حسن اخلاق اور پاکیزہ کردار  
 سنے بچوں پر ہی نہیں دیہات کے بڑوں پر بھی بہت عمدہ اثر مرتب ہوا۔ رفتہ رفتہ یہ لوگ اسلام  
 کے فیض سے استفادہ کرنے لگے ان کی صورتیں اور کردار اسلامی سانچے میں ڈھل گئے۔ جو لوگ  
 سروں پر ہندوؤں کی مانند چوٹیاں رکھتے تھے، یا باہمی ملاقات کے وقت رام رام کرتے تھے،  
 ان عاداتِ قبیحہ سے باز آگئے۔ چوٹیاں کٹوا دیں اور التَّسْلَامُ عَلَیْکُمْ کے اسلامی سلام کے عادی  
 بن گئے۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ سب لوگ نماز، روزہ، اور روزمرہ کے ضروری مسائل سے

باخبر ہو گئے۔ اسلامی شعائر پر چلنے لگے۔ طاہر میں بھی مسلمان نظر آنے لگے اور ان کے دل بھی نور ایمان سے بھر گئے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنے لگے۔ اور اپنی ضرورت کے بقدر لکھنا پڑھنا جان گئے۔ خدا نے ان مدرسین اور کارکنوں کی مساعی کو مشکور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر سے مالا مال فرمائیں۔

جن دیہات میں مدارس قائم کئے گئے تھے، ان میں حضرت قبلہ عالم رحمہ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق مسجدیں بھی بنائی گئیں۔ اگر کوئی پرانی مسجد ویران

## مسجدیں

پڑی تھی تو اسے مناسب مرمت کر کے از سر نو آباد کیا گیا۔ ورنہ نئی مسجد تعمیر کی گئی۔ بعض دوسرے دیہات میں بھی مساجد کی تعمیر کی گئی۔ علی گنج میں شاہی دور کی مسجد ویران پڑی تھی، اس کی مرمت کر کے اسے از سر نو آباد کیا گیا۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے اپنے دورے کے وقت، دوسری مساجد کی طرح، اس مسجد کا معائنہ فرمایا تھا۔ اور جاڑوں میں گرم پانی ہٹا کرنے کے لئے جیب خاص سے عطیہ عنایت کیا تھا۔ عموماً مدرسے ان مساجد ہی میں قائم کئے گئے تھے۔ خدا کے فضل سے تمام مساجد میں تنخواہ دار مؤذن مقرر تھے۔ باقاعدہ اذان اور نماز ہوتی تھی اور یہ سب خوب آباد تھیں۔ اور تبلیغی اور اشاعتی کاموں میں مددگار ہوتی تھیں۔

انجمن نے علاقہ ارتداد میں چھوٹے بڑے دواخانے بھی قائم کئے تھے۔ موضع لوگانوال ضلع متھرا میں شفا خانہ بڑے پیمانے پر قائم کیا تھا۔

## شفاخانے

جہاں دور دور سے مریض علاج کے لئے آتے تھے۔ تمام مریضوں کا علاج بالکل مفت تھا، اور دوا میں بھی مفت تقسیم کی جاتی تھیں۔ ڈاکٹر شیخ اللہ داتا صاحب کنجاہی، ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب، ڈاکٹر محمد حنیف صاحب، ڈاکٹر محمد ظریف صاحب، منشی محمود علی صاحب کمپونڈر۔ حاجی نبی بخش صاحب اور بعض دوسرے احباب نے مفت اس شفاخانے میں کام کیا۔ ان حضرات کی قابلیت، ہمدردی، حسن اخلاق اور ملاحظت نے بہت اچھا اثر ڈالا، اور مریضوں کی صرف جسمانی بیماریوں کا علاج ہی نہ ہوا، بلکہ ان کی دینی اور روحانی بیماریاں بھی دور ہو گئیں۔ اور انہوں نے راہ نجات پائی۔ اسی طرح دوسرے دواخانوں نے دینی و دنیاوی ہر طرح کی مفید خدمات انجام دیں۔

## حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ورودِ آگرہ

انجمن خدام الصوفیہ کا صدر دفتر آگرہ میں قائم ہو چکا تھا۔ اور تبلیغی کام زور شور سے جاری تھا۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے فیضان اور توجہ سے نیز حضرت قبلہ و کعبہ سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ (خلف اکبر و سجادہ نشین اول) کے حسن تدبیر اور ہدایات کے تحت روز افزوں کامیابی حاصل کر رہا تھا۔ مگر ابھی حضرت قبلہ عالم کے یہاں بہ نفس نفیس تشریف لانے کا انتظار تھا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وعدہ اور اعلان فرما چکے تھے کہ تبلیغی کام کو مزید تحریک بخشنے اور زیادہ پُراثر اور بارور کرنے کے لئے آپ خود آگرہ تشریف لائیں گے، اور میدان ارتداد میں جائیں گے، اس لئے کارکنان انجمن اور فدائیان اسلام حضور کی تشریف آوری کے لئے چشم براہ تھے۔ آخر ۲۵ نومبر ۱۹۲۴ء کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آگرہ میں نزولِ اجلال فرمایا۔ پہلی گ کی منڈی میں جس سڑک پر اب کو توالی قائم ہے، ایک وسیع و عریض حویلی حضور کے قیام کے لئے پہلے سے کرایہ پر حاصل کر لی گئی تھی۔ (اب یہ عمارت باقی نہیں ہے۔ یہاں دوسری جدید عمارتیں بن گئی ہیں) حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جلو میں خلفائے کرام اور یارانِ طریقت کی کثیر تعداد تھی سب کا قیام اسی حویلی میں تھا۔ رفقا و ہمراہ بیان حضور والا میں سے کچھ نام یہ ہیں۔

مولانا حافظ علی احمد جان صاحب پشاوری۔ مولانا شیر نواب خان صاحب قصوی  
رسالہ آریین خان صاحب کاہنوری۔ جمعدار قاسم علی خاں صاحب۔ چودھری بھوئے خان  
صاحب۔ منشی یعقوب علی خان صاحب۔ ماسٹر علی بخش صاحب۔ ماسٹر عبداللطیف خان صاحب  
منشی حسین الدین صاحب۔ منشی ممتاز علی خان صاحب۔ محمد یوسف خان صاحب کوہاٹی۔  
سلیمان خان صاحب خاندیسی۔ رفعدار مقصود علی خان صاحب۔ ڈاکٹر محمد حنیف صاحب۔  
اور حاجی بوٹا صاحب خادم خاص۔

مولانا قاضی حفیظ الدین صاحب ناظم دفتر آگرہ، مولانا عبد المجید صاحب قصوی  
انسپیکٹر مدارس، مولوی رحمت اللہ صاحب نائب انسپیکٹر مدارس (علاقہ ارتداد) اور بعض دوسرے  
اصحاب پہلے سے مستقل طور پر آگرہ میں قیام پذیر تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے  
قیام آگرہ کے دوران بہت سے دوسرے یارانِ طریقت اپنی ملازمتوں سے رخصت لے کر

کم یا زیادہ عرصہ کے لئے آتے جلتے رہتے تھے۔ بھائی ہمدانی صاحب اکبر آبادی مرحوم اور ان کے صاحبزادگان مشتاق حسین صاحب اور اشتیاق حسین صاحب مرحوم دیر دونوں اس وقت بالکل فوجی لڑکے تھے، ہمہ وقت خدمتِ والا میں حاضر رہتے تھے۔ ہمراہی یارانِ طریقت حکم کے مطابق علاقہ ارتداد میں مختلف مقامات پر دورے کر کے اور تبلیغی خدمات انجام دے کر صدر دفتر آگرہ واپس آجاتے تھے۔

آگرہ کے اس قیام میں جو بائیس دن تک جاری رہا، حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آگرہ کی مختلف مساجد اور دور

## آگرہ میں ارشاد و تبلیغ

محلوں میں کیس جلسوں سے خطاب فرمایا۔ بعض دن دو دو جلسوں میں تقریر فرمائی۔ یہ سب جلسے بہت بڑے پیمانے پر منعقد ہوتے رہے، جن میں ہزاروں کی تعداد میں شائقین شریک ہوئے۔ دستور کے مطابق ابتدا میں حضور کے خلفائے کرام اور دوسرے علمائے عظام و عظم فرماتے اور آخر میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقریریں پڑھ کر حاضرین کو فیضیاب فرماتے رہے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ عادت مبارک کے مطابق آگرہ کے اس قیام میں بھی شبانہ روز فیض رسانی میں مصروف رہے۔ دن رات مسائل سنانا، ملاقاتیوں کے شکوک دور کرنا، دین حق کی تبلیغ فرمانا، صراطِ مستقیم کی جانب رہنمائی کرنا، آپ کا دستور رہا کثیر تعداد میں لوگ سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ عموماً عشا کی نماز کے بعد اور کبھی نماز تہجد کے وقت (کبھی دونوں اوقات میں) حلقہ ذکر منعقد ہوتا تھا جس میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے اور نئے یا ردخل ہوتے تھے۔ اس دوران حضور والا کا لنگر بھی دستور کے مطابق جاری رہا۔ کھانے کے اوقات میں تمام حاضرین کی بلا امتیاز خوانِ لیغما پر دعوت ہوتی تھی۔ ہر ملاقاتی کے ساتھ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اخلاقِ کریمانہ کے مطابق محبت و شفقت فرماتے تھے۔ اور تواضع و مدارات سے نوازتے تھے۔ جو غریب اور ضرورت مند آپ کی خدمت والا میں حاضری دیتے آپ کی سخاوت اور دریا دلی سے فیضیاب ہو کر واپس جاتے تھے۔ چنانچہ آپ کی اس ایک دفعہ کی تشریف آوری سے بھی وہ بیش قرار فوائد حاصل ہوئے جو بغیر اس کے ممکن نہ تھے۔

علاقہ ارتداد کے دورے | قیام آگرہ میں عامۃ الناس کو اپنے فیوضات سے سرفراز

فرمانے کے دوران، حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ میدان ارتداد میں انجمن کے کاموں کا بھی جائزہ لیتے تھے اور مناسب ہدایات جاری فرماتے تھے۔ مگر اس کے بعد ذاتی طور پر بنفس نفیس آپ ان علاقوں کے دورے کے لئے روانہ ہوئے۔ اور آگرہ، ایٹہ، علی گڑھ، فرخ آباد وغیرہ کے اضلاع میں گاؤں گاؤں معائنہ اور تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے۔

اس دورے کے درمیان آپ نے تبلیغی وفد کے کام کا جائزہ لیا۔ مدارس کا معائنہ فرمایا۔ مساجد کی حالت دیکھی۔ لوگوں سے مل کر ان کی حالت اور کیفیت کا اندازہ فرمایا اور اپنے مواعظِ حسنہ اور فیوضِ روحانی سے ان کو نوازا۔ اسی دورے میں آپ نے جا بجا حسبِ ضرورت نئی مسجدیں تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ ضرورت کے مطابق مساجد میں گرم پانی کرنے کا انتظام کیا۔ بعض دیہات میں نئے مدرسے جاری کرنے کا حکم صادر کیا۔ بعض جگہ نئے دواخانے اور نئے شفاخانے قائم کرائے۔ پرانے مراکز، مدارس اور مساجد میں حسبِ ضرورت ترمیم، مرمت اور اضافے کے احکام جاری کئے۔ مسجدوں کے ساتھ کنوئیں کھودنے کا حکم دیا۔ ضلع کے لئے موزوں اور مناسب جگہوں کا انتظام کیا۔ مدارس میں طلبہ کا امتحان لیا اور اچھے طلبہ کو، نیز اچھی کارکردگی پر اساتذہ کو، انعامات سے نوازا۔ بیشتر مقامات پر اکثر کاموں کے لئے اپنی جیبِ خاص سے عطیات دیے۔

ان دوروں میں یاروں اور کارکنوں کی خاصی تعداد حضورِ الا کے ہمراہ تھی۔ عادتِ مبارک کے مطابق ان کے سفر و حضر، قیام و طعام اور دوسرے تمام اخراجات کی کفالت حضورِ الا خود فرماتے تھے۔ کبرسنی اور ضعیف العمری کے باوجود حضورِ الا نے محنتِ شاقہ برداشت کر کے یہ دورے فرمائے۔ حضورِ الا کے اس اخلاص، ریاضت، دریا دلی، تبلیغِ دین اور محنتِ شاقہ کا نتیجہ حیرت انگیز کامیابی کی شکل میں نظر آیا۔ اور خدا کے فضل و کرم سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ نے شاندار نتائج برآمد کئے۔

علاقہ ارتداد میں حضورِ الا کی ان آن تھک کوششوں اور توجہات کا نتیجہ یہ تھا کہ شادی کا سیلاب

قتلہ ارتداد کا انسداد

رک گیا۔ سنگھٹن کی عمارت زمین میں دھنس گئی۔ سینکڑوں اور ہزاروں ملکات نے جو مرتد ہو گئے تھے،

حقانیتِ اسلام سے آگاہ ہو کر، دوبارہ دامنِ اسلام میں آگئے۔ انھی میں سے بہت سے تبلیغِ اسلام میں سرگرم عمل ہو گئے۔ سینکڑوں نے کلامِ مجید پڑھ لیا۔ ہزاروں خواندہ بن گئے۔ اور اپنا اور دوسروں کا کام انجام دینے کے لئے انخیز کے محتاج نہ رہے۔ کتنے تھے جن کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حفظِ قرآن کی سعادت حاصل ہوئی۔ مشرکانہ رسوم اور ہندوانہ رواج ترک کر دیے گئے۔ اور ان کی جگہ شعائرِ اسلام کو رواج ہوا۔ ہندوؤں کی تقلید میں مشرکوں کی وضع اختیار کرنے، تک لگانے، چوٹیاں بڑھانے، ڈنڈوت کرنے اور اس طرح کی دوسری کافرانہ رسوم سے مسلمان پرہیز کرنے لگے۔ اور ان کے بجائے اسلامی صورت، اَسْلَامُ عَلَیْکُمْ اور دوسرے اسلامی شعائر پر کاربند ہو گئے۔

اہلِ نظر جانتے ہیں اور اہلِ علم مانتے ہیں کہ تعلیم و تربیت کو انسان کی ہدایت و گمراہی اور تحریص و تشویق میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام دینِ حق ہے تعلیماتِ اسلام راہِ حیات میں بہترین رہنما ہیں۔ اور اخلاقِ اسلامی سب سے زیادہ جذب و کشش کا ضامن ہے۔ اسلام کے نام لیوا جو اسلامی تعلیم، اسلامی اخلاق اور اسلامی کردار سے آراستہ ہوتے تھے، جہاں پہنچتے تھے، اپنے بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے خلقِ خدا کو اپنی جانب کھینچتے تھے۔ اور تمام اقوام اور سارے ممالک دولتِ ایمان سے لالال ہو جاتے تھے۔ آج بھی ہمارے مدارس، اساتذہ، مبلغین اور کارکن اگر اسلامی تربیت، اخلاق اور کردار کے مالک ہوں تو عظیم الشان نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ فتنہ ارتداد کے زمانے کی ہماری مساعی جمیلہ اس کا بین ثبوت اس نئے زمانے میں پیش کر چکی ہیں۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے فیضانِ دکریم اور توجہ و تصرف سے قرونِ اولیٰ کی مثال سامنے آگئی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء، یارانِ طریقت اور کارکنانِ انجمن کی مخلصانہ، بے ریا، بے لوث اور شبانہ روز کی مساعی جمیلہ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے کہ ہندوؤں کی طویل مدت کی تمام خفیہ سرگرمیوں پر پانی پھر گیا اور بتائشے کی طرح بیٹھ گئیں۔ لاکھوں کروڑوں روپے صرف کر کے، اور عرصہ دراز کی تربیت کے بعد، ہندوؤں نے اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو مرتد کرنے کی جو سازشیں کی تھیں وہ

وہ سب نقش بر آب ثابت ہوئیں۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اقدامات اور تصرفات کی بدولت شجر اسلام بلند و بالا اور سرسبز و شاداب ہو کر از سر نو سایہ انگن ہو گیا اور مشرکانہ اور طاغوتی طاقتوں کی سرفک عمارت زمین بوس ہو گئی۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا  
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

دوسری جماعتوں کی مخالفانہ کاروائیاں | زمانہ ارتداد میں دوسری جماعتوں نے بھی اگرہ میں صدر دفتر قائم کر کے

کام شروع کیا تھا۔ ان میں سے صرف چند جماعتوں نے کچھ کام کیا۔ درنہ بعض جماعتیں تو تبلیغی کام میں رکاوٹ اور بھینس پیدا کرنے کا سبب بنتی رہیں۔ ایک جماعت کا طریقِ کاریہ تھا کہ ان کے کارکن انجمن خدام الصوفیہ کے صدر دفتر میں دوستانہ آمد و رفت رکھتے تھے۔

مختلف علاقوں سے انجمن کے کارکن جو رپورٹ بھیجتے رہتے تھے، وہ ان کو سن کر، اپنے مطلب کی بات ذہن میں محفوظ رکھتے، اور فوراً اخبارات کو بیان جاری کر دیتے، کہ ہمارے کارکنوں نے فلاں علاقے میں یہ کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ انجمن خدام الصوفیہ کے مخلص اور تھک کارکنوں کی کامیابیوں کو اپنی کارکردگی ظاہر کرنے میں اس جماعت کو کوئی عار نہ تھی۔ مگر

ہمارے کارکنوں نے اس قسم کی گھٹیا معتری کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور اپنے کام میں لگے رہے۔ سب سے زیادہ مشکل مرزائیوں کی طرف سے پیش آتی تھی۔ یہ بد بخت آریاؤں سے زیادہ ہماری جماعت کی مخالفت میں سرگرم عمل تھے جس جگہ ہمیں کامیاب پاتے، وہاں پہنچ کر ہمارے کام میں خلل اندازی کی کوششوں میں لگ جاتے۔ بد بختوں کو خدمتِ اسلام مقصود نہ تھی

مرزا غلام احمد اور اس کے رفقاء نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں جا بجا جو شکست فاش کھائی تھی، اس کے انتقام کے ورپے ہوتے تھے۔ اس طرح ہمارے کارکنوں کو چومکھا

مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ مگر خدا کے فضل و کرم سے انجمن خدام الصوفیہ کی مخلص اور بے لوث مساعی کا ان کی ریشہ دوانیوں سے کچھ نہ بگڑا۔ ہر ہر قدم پر تائیدِ ربانی ہمارے شامل حال رہی اور میدانِ ارتداد کے سادہ مسلمانوں کو خدا نے سیاہ و سفید میں تمیز کرنے کی توفیق دی کہ وہ



آریوں کی طرح مرزائیوں کے شر سے بھی محفوظ رہے۔ دینِ متین کا علم سر بلند ہوا۔ اور ملکات نے جوق در جوق دولتِ ایمان سے مالا مال ہوتے رہے۔

آریوں کے مبلغین باقاعدہ تربیت حاصل کر کے میدانِ عمل میں سرگرم تھے۔ ننگے سر، لمبی لمبی چوٹیاں، موٹا سالٹھ، نیچی دھوٹیاں،

## آریوں کے جال

اوپر کا جسم برہنہ، نہ سردی کا خیال نہ گرمی کی فکر، نہ بھوک نہ پیاس، نہ نیند نہ آرام، اس حلیے اور کردار کے ساتھ وہ گاؤں گاؤں جاتے، کتھا اور جلسے کا اہتمام کرتے۔ ان کی منظم جماعتیں پیچھے پیچھے پہنچ جاتیں۔ حلوا، پوری تیار ہو جاتا۔ گاؤں والوں کی عام ضیافت ہوتی۔ تقریریں کرتے اور سلائی دور کے مظالم کی فرضی اور جھوٹی کہانیاں سناتے۔ اسلام کا بزور شمشیر پھیلایا جانا۔ لونڈی غلام بنانا۔ ذبیحہ گاؤں کی مذمت، اور ایسی دوسری جھوٹی اور مفروضہ حکایات ایسے درد بھرے لہجے اور نفرت انگیز طریقے سے سناتے کہ بے خبر، بے علم، ناواقف دیہاتی مسلمانوں کو کوئی جواب بن نہ پڑتا۔ اپنا وقار قائم کرنے اور بھرم رکھنے کے لئے قدم قدم پر مسلمانوں کو مناظرے کا چیلنج دیتے۔ غرض مکاری اور عیاری سے ان بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دامِ تزویر میں پھانسنے کی ایسی کوششیں کرتے تھے جن کا کاٹ آسان نہ تھا۔

ہمارے مبلغین

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے دینِ متین کی تبلیغ اور شہمی کے انسداد کا کام شروع فرمایا تو مبلغین کی ایسی جماعت تیار کی، اور انہی پر شتمل و فود سپہم اور متواتر اور بہ کثرت ارسال کئے، جو ان کی ہرزہ سرائیوں کا مدلل جواب دے سکیں۔ اور ان کے بیان کردہ جھوٹے افسانوں اور من گھڑت کہانیوں کی تردید کر کے تصویر کا دوسرا اور صحیح ستجارج پیش کریں۔ آپ کے مبلغین نے ہر مقام پر مناظرہ کے چیلنج کا جواب دیا۔ مناظرہ پر آمادگی ظاہر کی۔ بعض مقامات پر آریوں نے مناظرہ کی دعوت قبول کی۔ مگر مقررہ دن اور وقت پر بھاگ گئے اور سامنے نہ آئے۔ بعض جگہ مناظرے ہوئے اور ہندوؤں کے بڑھپاری اور پنڈت مقابلے پر آئے۔ مگر مبلغین دینِ متین اور مخلص علماء و واعظین کے مقابلے میں ان کو منہ کی کھانی پڑی۔ جس کا ان بھولے بھالے دیہاتی مسلمانوں پر بڑا

اچھا اثر ہوا۔ اور دُور دُور تک پہنچا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان والا نشان میں سے حضرت بڑے صلحاء و صاحب سراج الملت الحاج حافظ مولانا محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت چھوٹے صاحبزادہ شمس الملت الحاج حافظ مولانا نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کی مساعی جمیلہ کا ذکر خیر آچکا ہے جنھوں نے خفا سے کرام کے اسمائے گرامی اور ان کے بذاتِ خود میدان میں پہنچ کر سرگرم عمل ہونے کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے۔ ان نفوس قدسی کی مساعی جمیلہ اور فیوضات روحانی نے کایا پٹ دی۔ اور اشاعتِ سلام اور تبلیغِ دین میں وہ درخشاں کامیابیاں حاصل ہوئیں کہ کافروں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری اور علاقہ ارتداد کے دوروں نے اس کامیابی و کامرانی کو چار چاند لگا دیے۔ اور میدان ارتداد اللہ جل شانہ کے نام، کلمہ طیبہ اور اذان کی آوازوں سے گونجنے لگا۔ ہر طرف اسلام کی حقانیت کا دبدبہ قائم ہو گیا اور کفر و ضلالت کا نام و نشان مٹ گیا۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے بھولے بھالے سادہ دل اور سادہ مزاج دیہاتیوں کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ

### ملکانوں کی تعلیم و تربیت

مرکوز فرمائی۔ اسی لئے آپ نے جگہ جگہ مدارس قائم اور جاری فرمائے۔ مسجدیں قائم اور آباد کیں۔ سلامی اور دینی تعلیم کا اہتمام فرمایا۔ قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم اور حفظ کا انتظام کیا۔ نماز اور ارکانِ سلام کی پابندی پر زور دیا۔ مساجد میں باجماعت نماز کی اہمیت جتا کہ مسلمانوں میں انھوت و مساوات کو عام کیا۔ مراسم و شعائرِ اسلام کی تعلیم و تربیت دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان دیہاتوں کے مسلمان دینِ متین سے واقف اور شعائرِ اسلام پر عمل پیرا ہو گئے۔ اب وہ خود اس قابل ہو گئے کہ آریوں کے دامِ تزویر میں نہ آئیں اور ان کی مکاریوں، دروغ بیانیوں اور افترا پردازیوں کا جواب دے سکیں۔ مدارس سے جو طلبہ تعلیم پا کر نکلتے وہ خود اپنے گاؤں میں اشاعت و تبلیغ کا کام انجام دیتے۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ چند سال کی مساعی جمیلہ سے حیرت ناک کامیابی حاصل ہوئی۔ ہزاروں مسلمان جو شذھی ہو چکے تھے، دوبارہ آغوشِ اسلام میں آ گئے۔ اور لاکھوں مسلمان شدہ درمند ہونے سے بچ گئے۔ فاطمہؑ علیہا السلام علی ذلک۔

خدا کے عزوجل کا شکر ہے کہ یہ ملک نے ایسے اسخ العقیدہ اور پکے مسلمان بن گئے کہ ہندو پنڈتوں اور شہمی کے کارکنوں کو منہ توڑ جواب دینے لگے تھے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ہندوان کی تزئین و تخریص کے لئے تمام حربوں سے کام لیتے تھے۔ اور یوں کام نہ چلتا تو تحریف و تہدید پر آتے اور مالی و جسمانی ہر طرح کی ایذا دہی کے درپے ہوتے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ ہمارے مبلغین کی مساعی جلیلہ سے وہ ایسے پکے مسلمان ہو گئے کہ آریوں کے کسی طرح کے جال میں پھنستے تھے۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ ایک آریہ برہمچاری ایک گاؤں میں گیا۔ اور ماں کے ایک بااثر مسلمان ولی محمد کو بہت سے روپیہ اور زمین کا لالچ دے کر درغلا یا کہ تم مرتد ہو جاؤ تو تمہیں ایسے اور بہت فوائد حاصل ہوں گے۔ ولی محمد نے جواب دیا کہ میں تمہیں اس سے زیادہ روپیہ دوں گا۔ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اس برہمچاری نے جواب دیا کہ میں روپیہ کے لئے اپنا مذہب کیسے چھوڑ دوں۔ ولی محمد نے کہا تو پھر تم مجھ سے کیسے توقع رکھتے ہو کہ میں اسلام چھوڑ کر ہندو دھرم اختیار کروں۔ میں تمہیں راہ راست دکھاتا ہوں تو تم انکار کرتے ہو پھر مجھ سے کیسے امید رکھتے ہو کہ میں سچا دھرم چھوڑ کر کفر کا راستہ قبول کر لوں گا۔ وہ برہمچاری اپنا سامنہ لے کر رہ گیا۔ اور مایوس واپس گیا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ شفا خانوں نے بھی تبلیغ اسلام کی بڑی خدمات انجام دی تھیں۔ ان شفا خانوں میں مسلمان دیہاتیوں کے علاوہ ہندو بیمار بھی آتے تھے۔ ہمارے ڈاکٹر صاحبان بڑی شفقت اور توجہ سے ان کا علاج کرتے۔ ان میں کتنے ہندو تھے جو ڈاکٹروں کے اخلاقِ حسنہ سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ ہندو ہر قسم کے مکر و فریب میں طاق تھے۔ غریب مسلمانوں کو روپیہ پیسہ دے کر اپنے جال میں پھنساتے تھے۔ غریب دیہاتیوں پر مہاجنوں کی بڑی بڑی رقمیں قرض ہوتیں، اور وہ سود و ر سود کے چکر میں گرفتار ہوتے۔ ان پر نالشوں، ڈگریوں، اور قرضیوں کی مجلس اور دھمکی ہوتی، اور ڈرایا جاتا کہ اگر تم شدہ (مرتد) نہ ہو گے تو گھر بار، مال مویشی سب ضبط ہو جائے گا۔ اگر ہندو ہو جاؤ گے تو ہم سب کچھ معاف کر دیں گے۔ غریب اور مفلس دیہاتیوں کے لئے یہ بہت بڑا جال تھا۔ کتنے ہی اس ام فریب میں گرفتار ہو جاتے۔ حضور اللہ نے اس کا

بھی انسداد اور تدارک فرمایا۔ تبلیغی جماعتوں نے مسلمانوں کے مقدمات کی بیرونی کی۔ اور سچ جھوٹ کھول کے رکھ دیا۔ کتنے ہی غریب بیہاتوں کی مالی امداد کی۔ بہت سے غریب اور نادار مسلمانوں کی ملازمتوں کا انتظام کیا۔ اور بہت سوں کی ماہانہ مالی امداد کی، تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ مسلمانوں کے ہندوؤں کے اثرات سے آزاد کرانے کے لئے ان کے ہندوانی نام بدل کر اسلامی نام رکھے گئے۔ مسلمانوں کے سر پر ہندوؤں کی طرح چوٹیاں ہوتی تھیں ان کو کٹوایا گیا۔ حضرت قاضی حفیظ الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم انجمن خدام الصوفیہ مرکز آگرہ کے پاس ایک صندوق تھا جو اسی طرح کی چوٹیوں سے بھرا ہوا تھا۔ مسلمانوں کے لئے گاؤں گاؤں الگ کنوئیں کھدائے گئے تاکہ وہ ہندوؤں کے دست نگر نہ رہیں اور ان کے ناپاک اور مشتبہ پانی سے بچ کر اپنا ایمان سلامت رکھیں۔ غرض اس طرح کے جملہ انتظامات کئے گئے۔ اور انجمن کے تبلیغی وفد دن رات ان مساعی میں لگے رہے۔ تاکہ رب العزت نے ان کی مساعی جہیلہ کو قبولیت بخشی اور میدان ارتداد میں ہر طرف اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔

## نظام و تنظیم

جیسا کہ پہلے بیان ہوا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت الحاج مولانا حافظ سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین اول) اپنے حسن تدبیر اور تصرف باطن کے تحت علی پور سیداں کے مرکزی دفتر سے مبلغین کو تفصیلی اور جزئی ہدایات جاری فرماتے تھے۔ اور مرکز ہی سے سارے تبلیغی اور اصلاحی امور کی نگرانی فرماتے رہتے تھے۔ مبلغ، امام، مؤذن، ڈاکٹر، کمپونڈر مدرس جملہ افراد کے لئے معاوضے اور مشاہرے معین تھے۔ جو پابندی کے ساتھ مرکزی دفتر علی پور سیداں سے ارسال کئے جاتے تھے۔ ایسے افراد اور اصحاب بھی تھے جیسے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام، جو کوئی معاوضہ قبول نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنی جیب خاص سے صرف اپنے اور اپنے ہمراہیوں کے اخراجات ہی نہیں، میدان ارتداد میں تبلیغی مقاصد اور مصارفِ خیر میں تمام رقوم کا بار بربصا و رعنت برداشت کرتے تھے۔ نیز مرکزی دفتر کے کام میں بھی نقد اعانت لازم سمجھتے تھے۔

آریوں سے جا بجا مناظرے بھی ہوئے۔ علمائے کرام اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

کے خلفائے عظام ان مناظروں میں ہندو پنڈتوں کے مقابل آئے اور فتح یاب و سحر و ہوئے۔ بہادر گڑھ، احمد آباد، پول، اور کئی دوسرے مقامات پر ہندوؤں نے شکست فاش کھائی تو مقابلوں اور مناظروں سے پرہیز کرنے لگے۔ حضرت مولوی امام الدین صاحب لے پوری، حضرت مولوی غلام احمد صاحب انگر امرتسری، حضرت مولانا محمد خوب صاحب احمد آبادی اور دوسرے حضرات کے اسمائے گرامی اس سلسلہ میں خاص طور پر امتیازی ذکر کے مستحق ہیں۔

جو دوسری جماعتیں فقہ ارتداد میں کام کرنے کے لئے میدانِ عمل میں آئی تھیں، کچھ عرصہ بعد بتدریج انھوں نے

### کامیاب مساعی تبلیغ

اس کام سے کنارہ کشی اختیار کی۔ اپنے آگرہ کے دفاتر بند کر دیے۔ اور میدانِ عمل سے ہٹ گئے۔ لیکن انجمن خدام الصوفیہ کے مبلغین آتے اور کام کرتے رہے۔ اور آگرہ کا صدر دفتر بھی قائم رہا۔ یہاں تک کہ آریہ مبلغین بہت ہار بیٹھے۔ نثر دھاندلہ منشی رام اور مالوی جیسے ان کے سرگروہ موت کے ہاتھوں شکست کھا گئے۔ اور ہندوان دیہاتیوں کو شدھ اور مرتد کرنے میں عاجز ہو گئے۔ اسی کے ساتھ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا ہوا درخت بارور ہوا۔ اور حضور کے فیض و کرم سے مبلغین کی کوششیں پھل لائیں۔ یہی بچے جو مدارس سے تعلیم و تربیت پا کر نکلے اب جوان ہو چکے تھے۔ نمازی اور دیندار بن کر حقانیت اسلام کے علم بردار تھے۔ دوسرے دیہاتی بھی اپنے مذہب کی سچائی اور ہندو دھرم کی جھوٹی فریب کاریوں سے باخبر ہو گئے تھے۔ اور اپنے مذہب کے دفاع کا خود اہتمام کر سکتے تھے۔ چنانچہ بعد میں انجمن خدام الصوفیہ کی تبلیغ اسلام کا طریق کار بدل دیا گیا۔ انھی لوگوں میں سے جنہوں نے دین و مذہب کی اچھی تعلیم حاصل کر لی تھی، مساجد میں امام مقرر کر دیے گئے۔ اور گاؤں والے ان کی خدمت کے کفیل بن گئے۔ مدارس کا کام بھی وہیں کے موزوں اشخاص کے سپرد کر دیا گیا۔ انھی میں سے مبلغین بھی پیدا ہو گئے اور تبلیغ کا کام انجام دیتے رہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام بعد میں بھی وقتاً فوقتاً ان دیہات میں جا کر ہندو نصیحت اور وعظ و تبلیغ فرماتے رہے اور حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز تھوٹے تھوٹے وقفے کے بعد آگرہ تشریف لاتے تو چند روز قیام فرماتے اور اپنے فیض روحانی اور ارشادات گرامی سے ان کی ہدایت و رہنمائی فرماتے

رہتے تھے۔

ایک دفعہ علی پور سیدال میں انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے جلسہ عام

## کارکنوں کی تحسین و انعام

میں ان مساعی و خدمات کا تفصیلی ذکر فرمایا جو یارانِ طریقت نے فتنہ ارتداد کے زمانے میں انجام دیں۔ آپ نے ان اصحاب کی خاص طور پر ستائش فرمائی جنہوں نے گھر بار، کاروبار چھوڑ کر آپ کی دعوت پر لبیک کہی اور سیدان ارتداد میں جا کر جوشِ عمل کا مظاہرہ کیا۔ ہر قسم کی سختیاں برداشت کیں۔ مصائب کو آسان جانا۔ اور محض خدا کے فضل و کرم کے بھروسے پر کارہائے نمایاں انجام دیے۔ ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف باسلام کیا۔ ہزاروں لاکھوں مرتد ہو جانے والوں کو دوبارہ دولت ایمان سے مالا مال کیا۔ اور لاکھوں مسلمانوں کو ان کے مذہب کی تعلیمات سے بہرہ ور کر کے انہیں شدھ (مرتد) ہو جانے کے عذاب سے بچایا۔ اس موقع پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نمایاں خدمات انجام دینے والوں کو طلائی تمغے عطا فرمائے۔ اور لائق و اہل اصحاب کو دستارِ خلافت کی عزت سے نوازا۔

اس جلسے میں حضور والا نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا۔

## حضور کا خطبہ

”بعض کم فہم لوگ صوفیائے کرام کے گروہ پاک سے

بہت بدظن ہیں۔ اور بدگمانی یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ یہ لوگ اس پاک اور مقدس گروہ کو بالکل نکمٹا اور محض ناکارہ خیال کرتے ہیں۔ یہ بات محض ان کی ناواقفیت، لاعلمی اور ان کی بدقسمتی کے باعث ہے۔ درحقیقت اگر کوئی گروہ دنیا میں قابلِ تحسین، اور محض خلوص اور لہبیت سے کام کرنے والا ہے، تو وہ صرف اور محض صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی جماعت ہے۔ اور صوفیائے کرام کے مقدس کارنامے، ان کی تبلیغی کوششیں، اور بارگاہ رب العزت کی طرف سے اعانت اور ان کی کامیابیاں ہماری آنکھیں مشاہدہ کر رہی ہیں۔ اور ان کے کارنامے ہمارے دل نشین ہیں۔“

آپ نے فرمایا :

”دیوتاؤں کی اس سرزمین ہند میں جو کئی کروڑ کلمہ گو بیان اور اللہ العالیٰ

کی پرستش کرنے والے نظر آرہے ہیں، وہ محض ان مقدس ستیوں کی ہی وجہ سے دین حقہ پر قائم و دائم ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ مخدوم بھوری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صوفیائے کرام نے جو کوششیں تبلیغ و اشاعت اسلام میں فرمائیں، ان سے ہر ذی شعور مسلمان واقف ہے۔ بلکہ دشمنان اسلام بھی ان کے کام اور ان کی محنت سے پورے طور پر واقفیت رکھتے ہیں۔ جو صعوبات اور تکلیفات ان نابین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دشمنوں سے اسلام کی خدمات سرانجام دیتے ہوئے پہنچی ہیں، وہ اقوام عالم پر اظہر من الشمس ہیں۔ ان کے اعانے کی اور بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ع : آفتاب آمد دلیل آفتاب

”الحمد لله ثم الحمد لله“ موجودہ زمانے میں میدان ارتداد میں جو کامیابی اور کامرانی انجمن خدام الصوفیہ کو حاصل ہوئی ہے، وہ سب صوفیائے کرام کی برکت اور مہمت کا نتیجہ ہے۔ جو ہر مخالف و موافق پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ خدا کے فضل و کرم اور بزرگان دین کی دعاؤں سے ہماری جماعت نے ہر اسلامی کام میں ہمیشہ سے خاص طور پر نمایاں حصہ لیا ہے۔ اور باقی جماعتوں کے پیش زور ہے ہیں۔ اور ہمیشہ فراخ دلی اور مہمت سے کام لیکر دین اسلام کی خدمات سرانجام دی ہیں۔ اور تبلیغ اسلام کا کام کر کے فلاح دارین حاصل کی ہے۔ موجودہ دور میں بھی میدان ارتداد کے اندر میرے یارانِ طریقت میں سے صد ہا کارکن مبلغ کام کرتے رہے۔ اب تک ہزار ہا بندگان خدا کو راہِ راست اسلام سے منحرف ہونے سے بچا لیا۔ لاکھوں متزلزل ایمان والوں کو ایمان پر اور متابعتِ خدا و رسول پر پختہ کار بنایا۔ بلکہ قرآن اور علم دین پر ٹھاکر اکثر کو مبلغ بنایا۔ اب تک میدان ارتداد میں ہماری جماعت کی طرف سے پینتالیس مدارس اسلامیہ جاری ہیں۔ اور کئی ایک ہسپتال بھی جاری ہیں۔ ہندوستان کے کئی اضلاع، اور ریاست بڑودہ، کشمیر، اور گجرات کا ٹھیاواڑ میں کئی وفود برائے تبلیغ و اشاعت اسلام روانہ کئے گئے ہیں۔

”اراکینِ وفود کی تنخواہ و دیگر مصارف، طلباء کے خراج، اور ہسپتال، مدارس

مساجد وغیرہ پر جو ہزار ہا روپیہ ماہوار خرچ ہو رہا ہے، اس کا اکثر حصہ ہم نے خود ادا کیا ہے۔

اور جو کچھ میرے یارانِ طریقت نے اس کا خیر میں از خود نقدی کی صورت میں حصّہ دیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور دینی و دنیوی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ مگر کئی کروڑ مسلمانانِ ہندوستان سے ایک پیسہ بھی ہم نے طلب کرنے کی خواہش نہیں رکھی۔ اور نہ ہی کسی نے دیا۔ محض فضلِ الہی اور ذاتِ رب العزت کا کرم ہے جو ہم کو اس کا خیر میں حصّہ لینے کی توفیق ارزانی فرمائی۔ اور اس قدر کامیابی عطا کی۔ ہم نے کل کام توکل پر شروع کیا تھا۔ ہم اللہ تعالیٰ کا کام سمجھ کر شروع کیا کرتے ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنا کام ہے۔ ہم اس کو اسی کی خوشنودی کے لئے اور اسی کا کام سمجھ کر کر رہے ہیں۔ جب تک اس کو منظور ہے، وہ اس کام کو جاری رکھے گا۔ اور ہم کو توفیق ارزانی فرمائے گا۔ وہ خود سببِ اسباب ہے۔ وہ اپنی مہربانی اور فضل سے اس کو پورا کرتا ہے گا۔ ع: خدا خود میرا مان ست ارباب توکل را۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہم کو کسی سے مانگنے کی توفیق نہیں دی۔ اور نہ ہی کسی کو ہمارے اس کا خیر میں، سوائے اپنے یارانِ طریقت اور اراکینِ انجمنِ خدام الصوفیہ کے، ایک پیسہ دینے کی توفیق ہوئی۔ ذالک فضل اللہ۔

اس کے بعد ماسٹر محمد کرم الہی صاحب ایڈووکیٹ سائیکو  
وسکریٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ دہندہ نے تقریر کی

اور فرمایا۔

”فقہ ارتداد کے اکثر اخراجات و مصارف حضرت صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی جیبِ خاص سے ہوتے رہے ہیں۔ یارانِ طریقت نے بھی اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق حضرت کے فرمان و اجاب لادعان پبدل و جان عمل کیا ہے، دراصل وہ بھی سب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جانب ہی سے کیا گیا ہے۔ الدّٰلُ عَلٰی الْخَيْرِ كَفَاعِلُهَا۔ میں دعوے سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ یہ سب کچھ حضرت نے اور حضرت کے خدام نے اللہ کے فضل و کرم سے اس کے حبیبِ پاک کی برکت سے کیا ہے۔ کسی غیر نے ایک پیسہ بھی اس کا خیر کے لئے نہ ہم کو دیا۔ اور نہ ہم نے کسی سے طلب کیا۔ اللہ تعالیٰ انکی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔“



” اخراجات و مصارف ہزار ہا روپیہ ماہوار خرچ کرنے کے علاوہ اپنے یارانِ طرفیت، اور حضرات صاحبزادگان والا تبار اور خود حضرت بنفسِ نفس میدانِ ارتداد میں تشریف لے جاتے رہے۔ اور ہر وقت کی تکلیفات اور صعوبات خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے رہے۔ اور دن رات تبلیغ و اشاعتِ اسلام و خدمتِ خلق میں مصروفِ کار رہے، حضرت نے بائیس دن صدر دفتر آگرہ میں قیام فرما کر مختلف مسجدوں، بازاروں اور محلوں میں کئی جلسے منعقد فرمائے دیگر علماء کرام کے علاوہ حضرت بنفسِ نفس اپنے عظیم حَسَنہ سے کئی کئی گھنٹے تک اہلیانِ آگرہ کو مستفید و مستفیض فرماتے رہے۔ ازالِ بعد آپ گاؤں گاؤں پٹے راستوں پر سفر کی تکلیفات برداشت فرما کر دن کے وقت مدارس کا معائنہ فرماتے۔ اور رات کو لوگوں کو وعظ و نصیحت سے مستفیض فرماتے۔ یہ حضرت ہی کا حصہ ہے۔“

الغرض حضرت قبلہ عالمِ قدس سرہ العزیز بنفسِ نفس ذوق و شوق اور دل و جان سے کام کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی مساعی کو شرفِ قبولیت بخشا۔ اور حضرت قبلہ عالمِ رحمۃ اللہ علیہ کی اس بہت اور جاں فشانی سے لکھو کھا مسلمانوں کے ایمان پختہ ہو گئے۔ اور ہزار ہا کفار مشرف باسلام ہو گئے۔

## ساردا ایکٹ

۱۹۲۱ء میں ہندوستان کی قانون ساز اسمبلی میں ایک ہندو رکن پنڈت ہر لال ساردا نے ایک بل پیش کیا جس کا منشا یہ تھا کہ ” اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکوں اور بارہ سال سے کم عمر لڑکیوں کی شادی قانوناً ممنوع قرار دی جائے۔ جو کوئی ایسے کم عمر بچوں کی شادی کرے اس پر فوجداری مقدمہ قائم کر کے سزا دی جائے۔“

یہ بل صریحاً مداخلت فی الدین تھا۔ اسلام نے نکاح کے لئے کسی عمر کی قید نہیں لگائی ہے مسلمانوں میں اس بات پر سخت ہیجان پیدا ہوا۔ مسلمان ارکان اسمبلی نے بل میں یہ ترمیم پیش

کی کہ ”اہل سلام کو اس قانون سے مستثنیٰ رکھا جائے“ لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ انگریز حکومت اور ہندو ارکان کے تعاون سے یہ بل منظور ہو کر ایکٹ بن گیا تو مسلمانوں کا اضطراب اور زیادہ ہو گیا۔

حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء سے اس قانون کی مخالفت کی تھی اور جلسوں میں اور اخبارات میں علی الاعلان فرما دیا تھا کہ اگر اس تجویز کو قانونی شکل دی گئی تو سب سے پہلے میں اس کی مخالفت کروں گا۔ اور

## حضور کی مخالفت

اپنے مریدوں اور معتقدوں کو حکم دوں گا کہ ہزاروں کی تعداد میں کم سن بچوں کی شادی کر دیں۔“ جس وقت یہ بل مرکزی اسمبلی میں منظور کیا گیا ہے، اس وقت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

میسور میں تشریف فرما تھے۔ وہاں آپ کی صدارت میں ۲۴ نومبر ۱۹۲۱ء کو ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جناب خان بہادر محمد عباس خان صاحب اور جناب مولوی مودی عبد الغفور

صاحب رئیس اعظم بنگلور نے مدلل تقریریں کیں۔ خان بہادر محمد عباس خان صاحب نے وہ تاریخ پڑھ کر سنایا جو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فری پریس کے توسط سے انگریزی اخبارات

میں شائع کرایا تھا۔ اس تاریخ میں حضور نے فرمایا تھا۔

وایسراکے ہند سے مطالبہ (ترجمہ آثار) ”بنگلور۔ ۲۲ نومبر ۱۹۲۱ء“  
تقدس مآب اعلیٰ حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب

محدث علی پوری آجکل بنگلور میں قیام فرما ہیں۔ آپ انجمن خدام الصوفیہ کے صدر ہیں، جو ایک خالص مذہبی انجمن ہے۔ اور جس کی شاخیں سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی

ہیں۔ آپ نے جو مراسلہ ہیرا کیسلنسی وایسراکے کی خدمت میں روانہ کیا ہے، اس میں آپ نے فرمایا ہے۔

”میں لاکھوں مسلمانوں کا ایک نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اور نیز ایک مذہبی پیشوا ہونے کی حیثیت سے اس امر کی درخواست کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو سارے اہل

کے اطلاق سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ کیونکہ سارے ایکٹ کا نفاذ مسلمانوں کے احکام شرعیہ میں ایک صریح مداخلت کا حکم رکھتا ہے۔“

دو اعلیٰ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب نے مسلمانوں کو علی العموم اور یارانِ طریقت

کو علیٰ الخلوص مؤثر طریقہ سے ترغیب دی ہے کہ سارداہل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں اور ہر شہر میں احتجاجی جلسے منعقد کریں۔ اور وائسرائے کی خدمت میں اس مطلب کے تار روانہ کریں کہ سارداہل کا نفاذ شریعت اسلام کے منافی ہے، اور حکومت کے اس اعلان کے صریحاً خلاف ہے کہ وہ مذہبی معاملات میں کسی طرح کی مداخلت نہیں کرے گی۔ لہذا مسلمانوں کو سارداہل کی پیروی سے پوری طرح مستثنیٰ کیا جائے۔“

آخر میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے صدارتی تقریر ارشاد کی۔ جس میں انگریزوں کی منافقانہ حکمت عملی اور اسلام دشمنی پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا

”میں نے اس کے قبل سیاسی امور میں بجز ایک مرتبہ کے کبھی زبان نہیں بلائی۔“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا خطبہ

یہ دوسرا موقع ہے کہ میں سیاسی امور کے متعلق تقریر کر رہا ہوں۔

حضرات! جب سے انگریز ہندوستان میں آئے، اس وقت سے ان کی خواہش یہ رہی کہ کسی طرح مسلمان تباہ و برباد ہو جائیں۔ ان کے دلوں سے اسلام کی محبت نکل جائے ان کا جوش ٹھنڈا پڑ جائے۔ کیونکہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں اسلامی حرارت اور مذہبی جوش رہے گا، اس وقت تک انگریز مسلمانوں کو کسی طرح مغلوب نہیں کر سکتے۔ یہی اصول انگریزوں کا ابتدا سے رہا ہے۔ اس کے ثبوت بہت سارے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک اقبہ بیان کرتا ہوں۔ ”جب انگریزوں کا ہندوستان پر پوری طرح قبضہ ہو گیا، اور چاروں طرف ان کا چھی طرح تسلط ہو گیا، تو ولایت میں پادریوں نے ایک سٹینگ کی جس میں فیصلہ ہوا کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں سے مذہبی جوش اور اسلامی محبت کو دور نہ کیا جائے گا، اس وقت تک وہ ہرگز مغلوب نہیں ہو سکتے۔ اس لئے پادریوں کی ایک جماعت ہندوستان میں پہنچ جائے اور قرآن شریف کے تمام نسخے مسلمانوں سے خرید لے۔ کیونکہ مسلمانوں کا دین، مذہب، ایمان جو کچھ ہے، وہ قرآن مجید ہے۔ جب قرآن شریف ہی نہ ہوگا تو یہ اسلامی حرارت کہاں سے آئیگی۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے پادریوں کی ایک جماعت بمبئی میں وارد ہوئی۔ اور بڑی بڑی قیمتوں پر کلام پاک کو خریدنا شروع کر دیا۔ جس اتفاق کہنے کے بڑے پادری سے ہمارے ایک

مولوی صاحب کی ملاقات ہو گئی۔ مولوی صاحب نے دوران گفتگو میں پوچھا کہ یہ قرآن شریف کیوں اس کثرت کے ساتھ خریدے جا رہے ہیں۔ بڑے پادری نے اس راز سے مولوی صاحب کو مطلع کر دیا۔ مولوی صاحب تھے بڑے سمجھدار آدمی۔ فرمایا "پادری صاحب ہمارا قرآن شریف کاغذ میں نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے سینوں کے اندر موجود ہے۔ آپ تو ہندوستان سے قرآن شریف کے تمام نسخے خرید کر لیں گے، مگر ان ہزار ہا مسلمان حافظوں کا کیا کریں گے جن کے سینوں میں قرآن شریف موجود ہے۔ ہم ایک دن میں کسی قرآن شریف لکھ سکتے ہیں۔ دنیا میں دوسرا کوئی مذہب اسلام کی طرح اپنی سچائی اور صداقت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ میں یہ بتا سکتا ہوں کہ قرآن پاک میں کل کتنے رکوع، کتنی آیات، اور کتنے حروف ہیں۔ کیا کوئی دوسرے مذہب کا مدعی یہ دعویٰ کر سکتا ہے؟" غرض مولوی صاحب کے اس جواب کو جب بڑے پادری صاحب نے سنا تو بڑا اٹپٹایا۔ اور فوراً ولایت کو ایک خط لکھ کر حقیقت سے اطلاع دی۔ جواب آیا کہ قرآن شریف کے نسخوں کی خریداری موقوف کر دی جاوے۔"

"جب سے ہم مسلمانوں میں وہابی فرقہ پیدا ہو گیا ہے، اس وقت سے انگریزوں کو مسلمانوں کے تباہ کرنے میں کافی مدد مل رہی ہے۔ اور مسلمانوں کے دلوں سے اسلامی محبت دور ہوتی جا رہی ہے۔ درحقیقت انگریزوں کا فرض ہمارے یہ وہابی فرقہ کے لوگ ادا کر رہے ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ سرکارِ دو عالم کی محبت کرنا شرک ہے، گویا مسلمانوں کے دلوں سے اسلامی محبت کو دور کرنا اور انگریزوں کی معاونت کرنا ہے۔"

"جب سے انگریز ہندوستان پر قابض ہوئے۔ اس وقت سے آج تک کبھی انھوں نے مسلمانوں کی کسی بات کو نہیں سنا۔ ان کی تکالیف کا خیال نہیں کیا۔ حالانکہ بادشاہ کی عزت و شوکت کا انحصار اس کی رعایا پر ہوتا ہے۔ انگریزوں کا دعویٰ ہے کہ ان کے ملک میں سورج غروب نہیں ہوتا۔ مگر انصاف سے دیکھئے تو انسوس ہوتا ہے۔ میں نے جو یہ بات کہی تھی کہ انگریزوں نے مسلمانوں کی کسی بات کو نہیں سنا۔ وہ یہ ہے کہ تحریکِ خلافت کے زمانے میں مسلمانوں نے مطالبہ کیا تھا کہ ترکوں سے جنگ نہ کی جاوے۔ مگر ہماری آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوئی۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ان کی فریاد نہیں سنی جاتی تو انھوں نے

ہندوستان سے ہجرت کر دی لیکن حکومت نے اس کی بھی پروا نہ کی۔

اب یہ نیا قانون جاری کر کے ہمارے مذہب میں مداخلت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہمارا مذہب عیسائی مذہب کی طرح نہیں

## مداخلت فی الدین

ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمدی علیہ السلام نے شادی نہیں کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نے نہ تو خود شادی کی نہ اپنے امتیوں کو حکم دیا۔ مگر ہمیں نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی وجہ

سے ہم اس کو مذہبی فریضہ تصور کرتے ہیں۔ مذہب نے والدین کو ولی قرار دیا ہے۔ اور انھیں

اپنی مرضی کے مطابق اولاد کی شادی بیاہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ ہمارے یہاں نکاح کے لئے

عمر کی کوئی قید نہیں۔ دو روز کی عمر والی بچی کا بھی ہمارے یہاں نکاح کر دینے کی اجازت ہے۔ وہ

والدین جو کسی میں اپنے بچوں کا شادی بیاہ کریں گے، موجودہ قانون کے ماتحت مجرم قرار

دیدئے جائیں گے۔ جب اس طرح علانیہ ہمارے مذہب میں مداخلت کی جائے تو ہم نہیں گے

کہہ سکتے۔ اگر تمام ولی مجرم قرار دیدئے گئے تو پھر ان کا ہندوستان میں کس طرح گزارا ہوگا۔ جب

نکاح کرنے کے لئے کوئی قانون موجود نہیں ہے تو پھر یہ عمر کی قید کا قانون کیسا۔

”حکومت کو چاہیے کہ پہلے ایک ایسا قانون بنا لے کہ ہر شہری پر نکاح کرنا لازم ہے،

ہم مسلمان ہیں، اس لئے اپنے قانون کی پیروی کریں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر

خدا نخواستہ اس قانون کا نفاذ ہو گیا، تو سب سے پہلے میں ہی قانون شکنی کروں گا۔

میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ میں اپنے تمام متعلقین کو حکم دے دوں گا کہ وہ دس دس

برس کی عمر والی لڑکیوں کا نکاح ایک ہی رات میں کر دیں۔ اس طرح ایک ہی رات میں دس لاکھ

نکاح کرادوں گا۔

”ہم میں ابھی اسلامی حرارت موجود ہے۔ ملکہ و کٹوریہ

آجہانی نے جب عنان حکومت کو ہاتھ میں لیا تھا تو یہ

## حکومت کو الٹی میٹم

اعلان کیا تھا کہ حکومت کسی مذہب میں مداخلت نہیں کرے گی۔ اور اس کو قدیم مرد و عورتوں

سے بھی کچھ تعلق نہ ہوگا۔ تو پھر یہ مداخلت کیسی! نکاح کرنا کسی قانون میں نہیں ہے، تو پھر

یہ مداخلت کیسی! جس درخت کی جڑ نہیں ہے اس کی شاخیں کس طرح کالی جائیں گی ہم ایک

لڑکی کا اس کے پیدا ہوتے ہی نکاح کر دیں گے، حکومت کا اس سے کیا تعلق!! یہ بہارِ داخلی معاملہ ہے۔ آج اس میں دخل دیا گیا ہے تو کل دوسری باتوں میں بھی دخل دیا جائے گا۔ ریاست میسوریں آج اگر یہ قانون نہیں ہے تو کل نافذ ہو جائے گا۔ انشاء اللہ اگر زندگی باقی رہی تو حکومت دیکھ لے گی کہ میں اپنے قول کا کس قدر سچا ہوں۔ اسلام کے لئے اگر میری جان بھی چلی جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مجھے بھی ایسا رتبہ مل جاوے تو اس سے بڑھ کر سعادت اورین کیا ہو سکتی ہے؟

انگریز حکومت بھی حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے جوشِ ایمان و ولولہ، تبلیغ، اثر و نفوذ اور بہت موصولہ سے خوف کھاتی تھی۔ باوجود آپ کے کھلم کھلا اعلانِ جنگ کے حکومت کو حوصلہ نہ ہوا۔ کہ آپ کے خلاف کوئی قدم اٹھائے۔ ادھر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اس اعلانِ جنگ کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ سارے اہل اسمبلی میں منظور ہو کر ایکٹ بن چکا تھا۔ لیکن حکومت کو یہ بہت نہ ہونی کہ اس قانون کو ملک میں نافذ کرے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق شہر شہر اور قریہ قریہ میں احتجاجی جلسے منعقد ہوئے، اخبارات میں کارروائیاں شائع ہوئیں اور احتجاجی مراسلات کا تانتا بندھ گیا۔ وائسرائے کے دفتر میں ان گنت تار اور خط موصول ہوئے۔ غرض حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جراتِ ایمانی، عنایتِ دینی اور اثرِ روحانی کی بدولت اس فتنے کا کامل سدباب ہو گیا۔

حضورِ الا کے قومی وطنی کارناموں پر نظر ڈالئے تو حضرت مولانا حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار پوری طرح صادق و منطبق نظر آتے ہیں۔

جس نے بن کر محباہدِ اسلام	اہلِ اسلام کی قیادت کی
جس سے سچی و عمل کے میدان میں	دین سے حد ملی سیاست کی
دین و دنیا کے ہر تصادم میں	لاج رکھی حق و صداقت کی
رعب مانا نہ کچھ حکومت کا	دیکھی تو ہین گرشہریت کی

ایک واقعہ

آج لوگوں کو سچا پس سال پہلے کی اس کیفیت کا اندازہ کرنا بھی دشوار ہے۔

اس لئے ایک اقعہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح ساردا ایل کی منظوری کے اثرات اور قانونی گرفت کا تصور ممکن ہو سکے گا۔ عام افراد کا تو ذکر ہی کیا ہے، ان دنوں علاقہ مدراس کے ایک عالم فاضل شیخ طرفیت کے صاحبزادے کی شادی ہوئی تھی۔ رشتہ ہائیکے بھائی کی لڑکی سے طے پایا تھا۔ لڑکے کی عمر سولہ سال کے قریب اور لڑکی کی عمر دس سال تھی۔ بعض خاندانی مصلحتوں کی وجہ سے شادی لازمی تھی مگر ساردا ایل کی گرفت کا ایسا شدید خطرہ تھا، کہ ان بزرگ کو بہت نہونی۔ وہ سارے خاندان کے ساتھ فرانسسی مقبوضہ شہر پانڈیچری تشریف لے گئے اور وہاں جا کر یہ تقریب انجام دی۔ تاکہ انگریزی علاقے میں قانون کی خلاف ورزی کرنے اور گرفت میں آنے سے محفوظ رہیں۔

انگریزوں کے جابرانہ دور اور ہندوؤں کی مدد نہت و عناد کے اس پرفتن زمانے میں، مذہبی معاملات میں بے جا مداخلت کے مقابلے میں سینہ سپر ہو جانا حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی کے شایان شان تھا۔ اللہ جل شانہ بھی انھی کی مدد کرتا ہے جو اس پر توکل کر کے جہاد زندگی میں سرگرم کار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ساردا ایل قانونی نفاذ سے قبل اپنی موت آپ مر گیا۔ اور آل حق یعلووا ولا یعلیٰ رتبہ حق غالب ہوا کرتا ہے مغلوب نہیں ہوتا) کی ایک اور روشن مثال تاریخ عالم میں ہمیشہ کے لئے ثابت و قائم ہو گئی۔

## مسجد شہید گنج

مسجد کا انہدام | ۱۹۳۵ء کے وسط میں مسجد شہید گنج کے انہدام کا سانحہ پیش آیا تھا۔ لاہور ریلوے اسٹیشن سے مغرب کی طرف دو بازار جاتے ہیں، جو تھوڑے فاصلے پر لنڈا بازار سے جاتے ہیں۔ اسی مقام پر ایک تاریخی مسجد تھی۔ سکھوں کا دعویٰ تھا کہ یہ زمین انھوں نے خرید لی ہے۔ اس لئے وہ وہاں گوردوارہ تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ ایک دن اہل لاہور نے دیکھا کہ نامعلوم طور پر مسجد کو لیکا لیکا شہید کر دیا گیا۔ انگریز حکومت ضرور

اس اقدام کی پشت پناہی کر رہی تھی جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ تھا کہ مسجد کے سچے میناروں اور گنبد کو شہید کرنے کے لئے ورکشاپ سے بھاری بھر کم کرین مہیا کئے گئے تھے۔

**مسلمانوں پر مظالم** | مسجد کی شہادت کی خبر جنگ کی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی۔ مسلمانوں کے عظیم جلسے منعقد ہوئے، شہر بھر میں ہڑتال

کی گئی اور بڑا جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ دہلی دروازے کی طرف سے لنڈا بازار کا رخ کرتے ہوئے ہزاروں مسلمان جمع ہو گئے۔ باوجود اس کے کہ مسلمانوں نے مظاہروں سے بڑھ کر اب تک کوئی اقدام نہیں کیا تھا، مگر ان کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ مسجد کی طرف جانے والے تمام راستے خاردار تاروں سے بند کر دیے گئے۔ اس وقت کے سکھ نثر اور عیسائی ڈپٹی کمشنر نے

انتظامیہ کی مدد کے لئے فوج طلب کر لی۔ مولوی ظفر علی خان صاحب کو ان کے گاؤں میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور بعض اور مسلمان رہنما بھی گرفتار کر لئے گئے۔ مگر مسلمانوں کا جوش کسی طرح کم نہ ہوتا تھا۔ نوجوانوں کے دلوں میں اس قدر جوش بھرا ہوا تھا کہ ایک پیچھے دوسرا مسجد کی طرف رجز پڑھتا ہوا بڑھتا تھا۔ اور گولی کا نشانہ بن کر شہید ہو جاتا تھا۔ قائدین کی کوشش تھی کہ مسلمان دہلی دروازے سے ہٹ جائیں۔ مگر عوام کسی کا کہنا نہیں مانتے تھے اور بڑا جوش پھیلا ہوا تھا۔ آخر مولانا اختر علی خان صاحب آئے۔ انھوں نے اپنے والد بزرگوار، مولانا ظفر علی خان صاحب کا پیغام دیا۔ ان کی ٹوپی پیش کی۔ اور خدا رسول کا واسطہ دے کر مسلمانوں کو وہاں سے ہٹانے میں کامیاب ہوئے۔

**امیر ملت کا انتخاب** | آنا فنا اس تحریک کے اثرات سارے صوبہ پنجاب میں پھیل گئے۔ اور ان کی صدائے بازگشت آس پاس

کے صوبوں میں بھی سنی جانے لگی۔ یکم ستمبر ۱۹۲۵ء کو مجاہد سردار مولوی محمد اسحاق صاحب مانسہری نے راولپنڈی میں ایک عظیم الشان کانفرنس بلوائی جس میں سردار پنجاب کے علاوہ یوپی کے بعض زعمائے بھی شرکت کی۔

کانفرنس میں طے ہوا کہ اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لئے ایک فرد کو "امیر ملت" منتخب کرنا ضروری ہے۔ مولوی عنایت اللہ صاحب پسروری نے حضرت قبلہ عالم پیر جماعت علی شاہ



صاحب کا نام نامی پیش کیا۔ جس کی ہر طرف سے پُر زور تائید کی گئی۔ علامہ عنایت اللہ مشرقی نے حضرت قبلہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ”حضور آپ ہماری قیادت سنبھالیں۔ انگریز کی جرات نہیں کہ وہ آپ کا مقابلہ کر سکے۔ وہ گھٹنے ٹیک دے گا۔ آپ کی قیادت میں ہمیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں“ یہ کہتے ہوئے انھوں نے جلدی سے پیر صاحب موصوف کے ہاتھ پر اطاعت میر کے جذبے کے تحت بیعت کا اعلان کیا۔ اور بہت سے حاضرین نے اس کام میں شرکت کی۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ ۲۶ جولائی ۱۹۶۴ء۔ سرورق)

یہ جلسہ راولپنڈی کی کھجور والی مسجد میں منعقد ہوا۔ اسی رات کو اس سے بھی بڑا ایک اور جلسہ جامع

### راولپنڈی میں دوسرا جلسہ

مسجد راولپنڈی میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ مختلف زعمائے تقریریں کیں۔ اکثر مقررین نے سول نافرمانی پر زور دیا۔ آخر میں حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے زوردار خطاب ارشاد فرمایا جس میں تلقین کی کہ ”فتنہ فساد سے گریز کرو۔ خون خرابہ مت کرو۔ حوصلہ رکھو۔ خدا پر بھروسہ کرو۔ اللہ بہتر کرے گا۔“

”امیر ملت زندہ باد“۔ ”پیر جماعت علی شاہ زندہ باد“۔ ”مسجد شہید گنج زندہ باد“ کے فلک شگاف نعروں میں آپ نے مسلمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور فرمایا کہ ”مسجد کی زمین پر اگر خدا نخواستہ عمارت باقی نہ رہے تب بھی وہ زمین قیامت تک مسجد ہی رہتی ہے۔ اسے ہرگز کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اور وہاں کوئی اور عمارت تعمیر نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ مسجد شہید گنج کی زمین کو سکھوں کے قبضے سے واگذار کر لیں“

آپ نے اسی اجتماع میں دُعا مانگی کہ ”یا اللہ! میں بوڑھا، ناتوان اور ضعیف ہوں۔ قوم نے مجھ پر بوجھ ڈالا ہے، اس کو اٹھانے کی اور خدمت کا حق ادا کرنے کی مجھ کو توفیق عطا فرما۔ اور مجھے ایسی طاقت و سمہت بخش دے کہ میں اس فرض سے عہدہ برآ ہو سکوں“ اس اجتماع میں بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ہزاروں مسلمانوں نے ”امارت“ کی بیعت کی۔ نعروں اور جوش کے فقید المثال مظاہرے پر جلسے کا اختتام ہوا۔

## گرفتاری کے احکام

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں مری میں مقیم تھے۔ وہیں سے آپ جلسے کی شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔

جلسے کے بعد آپ مری واپس چلے گئے۔ حکومت نے رات تمام لیڈروں کو گرفتار کر کے نامعلوم مقامات پر پہنچا دیا۔ مگر ڈپٹی کمشنر اولپنڈی نے انگریز گورنر کو لکھا کہ ”پیر صاحب کی گرفتاری کی مجھ میں ہمت نہیں۔“ گورنر نے باختیار خود آپ کی گرفتاری کے احکام صادر کئے۔ یہ کام ایسے چپ چاپانے کیا گیا کہ کسی کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ لیکن مرزا معراج الدین صاحب خفیہ پولیس کے انسپکٹر جنرل تھے، ان کو کسی طرح معلوم ہو گیا۔ وہ فوراً گورنر کے پاس گئے۔ اور ان سے کہا کہ ”آپ نے یہ اچھا نہیں کیا۔ اس طرح بغاوت ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ یہ بغاوت فوج تک پھیل سکتی ہے۔ اس لئے کہ فوج میں ہزاروں افراد حضرت صاحب کے مرید ہیں۔“ گورنر نے کہا ”کوئی مضائقہ نہیں۔ ہم اس کا بھی انتظام کر لیں گے۔“

مرزا صاحب مرحوم نے جواب دیا کہ ”سب سے پہلے تو میں اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کروں گا۔“ گورنر نے حیران ہو کر پوچھا ”تم تو سرکاری ملازم ہو۔ تم ایسا کیونکر کر سکتے ہو؟“ مرزا صاحب نے جواب دیا ”میں حضرت کا غلام ہوں۔ میں اپنے پیر کو حبس میں نہیں جانے دوں گا۔ ملازمت پر لعنت ہے۔ مجھ کو لگا اور پہلے خود کو گرفتار کراؤں گا۔“ گورنر نے کہا ”آپ حکومت کے پرک نے نمک خوار ہیں۔“ مرزا صاحب نے کہا ”دینی سب سے پہلے اسلام کا خادم ہوں۔“ پھر کہا کہ ”دیکھئے! اگر آپ نے میرا مشورہ نہ مانا تو آپ دیکھ لیں گے کہ سارے ملک میں بول نافرمانی ہوگی۔ اور بغاوت پھیل جائے گی۔“ حضرت صاحب جو کہتے ہیں، انھیں کرنے دو۔“ آخر گورنر مجبور ہوا۔ اور اس نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری کے احکام منسوخ کر دیے۔

گورنر کے پاس یہ کاروائی کر کے مرزا معراج الدین صاحب سید سے ماسٹر کریم الہی صاحب مرحوم کے

## مرزا معراج الدین کی مساعی

پاس سیالکوٹ آئے اور ان کو سارا قصہ سنایا۔ ماسٹر صاحب علی پور سیداں میرے پاس آئے میں ان کے ساتھ فوراً سیالکوٹ آیا۔ اور مرزا صاحب سے ملا۔ پھر ہم تینوں

لاہور آئے۔ اور یہاں سے خان بہادر ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب مرحوم کو ٹیلیفون کیا۔ تعین وقت کے بعد ہم تینوں امرتسر پہنچے۔ میر صاحب نے اپنے بھتیجے میر مقبول محمود صاحب کو مطلع کر دیا تھا۔ وہ بھی آگے۔ میر مقبول محمود صاحب نے مرزا صاحب سے کہا ”آپ نے گورنر کو ناہق منع کیا۔ وارنٹ جاری ہونے دیے ہوتے۔ ذرا اسے بھی تو پتہ چلتا کہ اس نے کس سے ٹکری ہے“

پھر مشورے ہونے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔ میر صاحب نے مرزا صاحب سے کہا کہ ”آپ ایسراے کو مشورہ دیجئے کہ وہ مسجد شہید گنج مسلمانوں کے حوالے کرے“۔ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ ”اس کے لئے ٹھوس ثبوت درکار ہیں“۔ میر مقبول صاحب نے کہا ”تو پھر ہمیں مقدمہ کی اجازت ملنی چاہیے“۔ غرض بہت دیر کے مشورے کے بعد یہ طے ہوا کہ مرزا معراج الدین صاحب ایسراے سے ملیں اور حسب ذیل مطالبات ان کے سامنے پیش کریں۔

۱) مسجد شہید گنج کو واگذار کرانے کے لئے مسلمانوں کو مقدمہ دائر کرنے کی اجازت دی جائے۔ اور عدالتی فیصلے تک سکھوں کو تعمیر سے روک دیا جائے۔  
۲) لاہور ہائی کورٹ کے قریب مسجد شاہ چراغ میں سرکاری دفاتر قائم ہیں۔ اس کو واگذار کیا جائے۔

۳) تلوار مسلمانوں کا مذہبی اور قومی نشان ہے اس لئے مسلمانوں کو تلوار رکھنے کی عام اجازت دی جائے۔  
۴) قضیہ شہید گنج کے سلسلے میں جن لیڈروں کو گرفتار کیا گیا ہے، فوراً ان سب کو رہا کر دیا جائے۔

۵) پنجاب کے انگریز گورنر کو بدل کر کسی مسلمان کو گورنر بنایا جائے۔  
ایسی مجلس شوریٰ میں فیصلہ ہوا کہ مرزا صاحب تو دہلی جا کر وایسراے سے

ملیں اور یہ مطالبے منظور کرنے کی کوشش کریں۔ اور میرے اور ماسٹر کرم الہی صاحب کے

زمرے یہ خدمت کی گئی کہ ہم مری جا کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو علی پور واپس تشریف لانے پر آمادہ کریں۔ چنانچہ ہم دونوں مری گئے اور حضور ہماری درخواست پر گھر واپس آگئے۔ اس کے بعد ہی تمام اخبارات میں مذکورہ بالا مطالبات کی منظوری کی تفصیلات شائع ہوئیں۔ میں نے حضرت کو خود اخبار پڑھ کر سنایا جس پر آپ نے اپنی خوشی کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اس کے بعد مرزا معراج الدین صاحب علی پور شریف آئے۔ اور انہوں نے خود تمام تفصیلات حضرت کی خدمت میں عرض کیں۔ حضور نے فرمایا ”مرزا صاحب! اوپر آئے کو کہنا تھا کہ مسجد شہید گنج مسلمانوں کو دیدے“ انہوں نے عرض کیا ”حضور! میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ مگر اس نے کہا پہلے ثابت کرو کہ یہ مسجد ہے تو میں دلا دوں گا۔ تو میں نے اس پر مقدمہ کی اجازت چاہی جو اس نے بخوشی مان لی۔ نیز دوسرے مطالبات بھی تسلیم کر لئے“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا صاحب کی اس تک و دو اور حوصلے کی تحسین فرمائی۔ خوشنودی کا اظہار کیا اور دعائے خیر کی۔

مجلس اتحاد ملت کا قیام | مسجد شہید گنج کی اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے حضور نے ”مجلس اتحاد ملت“ کے نام

سے ایک جماعت قائم کی تھی۔ جو دیکھتے دیکھتے پھلنے پھولنے لگی۔ نہایت ہی کم وقت میں پوری طرح منظم ہو گئی بعد میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دوروں میں ہر جگہ مجلس اتحاد ملت کی شاخیں قائم کیں۔ پنجاب کے تو تمام بڑے شہروں میں یہ شاخیں پوری طرح منظم اور فعال تھیں ہی، یوپی، دہلی اور دوسرے شہروں میں بھی ان شاخوں نے بہت اچھا کام کیا ہے۔

تمام ملک کے تنظیمی دورے | جب گرمی کا موسم ختم ہو گیا تو حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے سب سے پہلے تمام ملک کا دورہ

کیا۔ میں خود تو اس دورے میں ہمراہ نہیں جاسکا تھا۔ لیکن ماسٹر محمد کرم الہی صاحب ایڈووکیٹ سیالکوٹ برابر ہمراہ رہے۔ باوجود ضعف، امراض اور سو سال کی عمر کے حضور نے اطراف

اکناف کے اس دورے میں شبانہ روز جوان مہتی کے ساتھ مجدد و جہد فرمائی۔ جگہ جگہ، شہر شہر اور قریہ قریہ جلسے کے و مجلس اتحاد ملت کی شاخیں قائم کیں۔ اور مسلمانان برصغیر پر مسجد شہید گنج کے مسئلے کی دینی، ملی، ثقافتی اور اخلاقی اہمیت کو واضح کیا۔ دوسرے لیڈر حضرت پرزور ڈالتے رہے کہ ”یہ بہت بڑا کام ہے۔ قوم سے اس کے لئے چندہ کرنا بے حد ضروری ہے“ آپ ہر ایک سے یہی فرماتے کہ ”میں نے ساری عمر چندہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے سب کام ہمیشہ پاپہ تکمیل تک پہنچتے رہے“ جب وہ لوگ بہت مجبور کرتے تو آپ یہ مصرع پڑھ دیتے۔

ع خدا خود میرا مان است ارباب توکل را

دو ماہ کے ان تنظیمی دوروں کے بعد آپ نے اعلان  
 فرمایا کہ ”جمعہ ۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو تمام جوانان اسلام

## ننگی تلواروں کا جلوس

بادشاہی مسجد لاہور میں نماز جمعہ کے لئے جمع ہوں۔ بعد نماز جمعہ ننگی تلواروں کے ساتھ بادشاہی مسجد سے جلوس کی شکل میں سارے شہر میں گشت کیا جائے گا۔“ اس دن جامع مسجد اور حضوی باغ میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ آپ نے اول ایک طویل تقریر کی۔ جس میں مسلمانوں کو پرامن رہنے کی تاکید ملیقین فرمائی۔ اور کہا کہ ”خدا کا یہ حکم یاد رکھو کہ ”الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنْ الْقَتْلِ“ تم کو پوری طرح صبر و ضبط کا مظاہرہ کرنا ہے۔ کسی طرح کی افراتفری اور بے اعتدالی جائز نہیں“ اس کے بعد آپ نے جمعہ کی نماز عجات سے ادا کرائی۔ اور بعد نماز عظیم الشان مسلح مگر پرامن جلوس شہر کے گشت کیلئے روانہ ہوا۔

مسجد شہید گنج کی واگزاری کے سلسلے میں لاکھوں جوانوں کا یہ جلوس ایک عجیب تاریخی یادگار ہے۔ اہل لاہور کی

## فقیہ المثال جلوس

نظروں میں اب تک وہ سماں گھوم رہا ہے کہ مقررہ جمعہ سے کئی دن پہلے باغیرت مسلمان جو حق درجوق لاہور پر آمندے چلے آ رہے ہیں، بادشاہی مسجد اس دن کھچا کھچ بھری ہوئی ہے۔ حضوی باغ کا وسیع احاطہ نمازیوں کے ہجوم کو سنبھالنے سے قاصر ہے۔ نماز جمعہ کے بعد ننگی تلواریں لئے یہ عظیم الشان جلوس روانہ ہوتا ہے۔ ناظرین کے تخمینے کے مطابق ڈیڑھ دو لاکھ باغیرت مسلمان شریک تھے۔ اور ایسے نازک اور جوشیلے موقع پر اسلام کے پیام امن و صلح اور نظام

ضبط و تنظیم کا عجیب روح پرور نظارہ پیش کر رہے تھے۔

پنجاب کا انگریز گورنر عجیب شش و پنج میں تھا۔ اس کے ہندو اور سکھ مقربین اس کو کسی اقدام پر اکسارہے تھے۔ ”مسلمانوں سے تلواریں چھین لی جائیں“ ”قانون شکنی کی یہ مثال حکومت کے احترام کو خاک میں ملا دے گی“ ”پولیس کو تشدد کا حکم دیا جائے“ ”فوج کو گولی چلانے کی اجازت دیکھ لے“ مسلمانوں تک یہ سب اطلاعات پہنچ رہی تھیں۔ افواہوں کے ذریعے بات بڑھتی نظر آرہی تھی۔ مگر مسلمان ”امیر ملت“ کے حکم کے پابند تھے۔ ان کو حکومت وقت کی دھمکیاں عزم صمیم سے متزلزل نہ کر سکیں۔ اور یہ جلوس بغیر کسی تاہل و اندیشہ کے اپنے معینہ وقت اور مقررہ راستے پر روانہ ہو گیا۔

حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ضعف اور کبر سنی کے باوجود ایک کھلی موڑ میں ننگی تلوار ہاتھ میں علم کئے اس جلوس کی قیادت فرما رہے تھے۔ ہندو اور سکھ خوفزدہ ہو کر گھڑوں میں جا گھسے تھے۔ گورنر فوج اہم مقامات پر سارے استے پر تعینات تھی۔ جلوس میں شرکت کی دعوت صرف جوانان اسلام کو دی گئی تھی۔ لیکن ادھیڑ اور عمر رسیدہ انسان بھی کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے علم مبارک کے زیر سایہ اس دن ہر عقیدے کے کلمہ گو مسلمانوں نے مجتمع ہو کر احسا و اسلامی اور غیرت ایمانی کا وہ عظیم مظاہرہ کیا جو ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہے گا۔ دو میل سے زیادہ طویل راستہ اول سے آخر تک اہل ایمان کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ اور یہ بانگِ دہلِ جَاءَ الْحَقُّ وَنَزَحَتْ الْبَاطِلُ رَحْمَٰتِ آيَا اور باطل خستہ ہوا، کافرمانِ الہی مسلمانوں کے لئے ایک بار پھر تازہ کر رہا تھا۔ آج بھی لوگ حیرت سے یاد کرتے ہیں کہ ایسے عظیم الشان جلوس، اتنے نازک جو شیلے موقع اور کسی گھنٹے کے اس حجمِ غفیر کے اجتماع میں بھی مسلمان مکمل طور پر منظم اور پر امن رہے۔ اور کوئی چھوٹا سا بھی ناخوشگوار موقع پیش نہیں آیا۔ اور جلوس بخیریت باغ بیرون دہلی دروازہ پہنچ گیا اس جلسے اور جلوس کی تفصیلات تمام اخبارات میں تفصیل شائع ہوتی رہی تھیں۔ مگر اب لوگ ان سب باتوں کو بھول چکے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نومبر ۱۹۲۵ء کے رسالہ انوار الصوفیہ میں جو تفصیلات شائع ہوئی تھیں، جن میں اخبارات کے اقتباسات شامل تھے،

یہاں نقل کر دی جائیں۔

## بادشاہی مسجد میں نماز جمعہ

”لاہور۔ ۸ نومبر ۱۹۳۵ء۔ آج حسب اعلان اعلیٰ حضرت امیر ملت مدظلہ مسلمانان لاہور نے شاہی مسجد میں نماز

جمعہ ادا کی۔ شرکاء جماعت کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی۔ مسجد اور صحن مسجد نمازیوں سے پُر تھا۔ مسجد کا دروازہ اور حضوری باغ بھی نمازیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ستورات کی بھی ایک بڑی کثیر تعداد تھی۔ ۳ ستمبر کے بعد اتنا بڑا اجتماع دیکھنے میں نہیں آیا۔

”آج کے اجتماع عظیم میں اعلیٰ حضرت امیر ملت اسلامیہ مولانا الحاج سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری دامت برکاتہم اور ان کے رفقاء کار کے علاوہ یوپی اور پنجاب کے مقتدر مسلمان لیڈروں نے شرکت کی۔ جن میں حضرت مولانا شوکت علی صاحب۔ نواب محمد اسماعیل خان صاحب۔ حضرت مولانا غلام بھیک نیرنگ صاحب ایم ایل اے حضرت مولانا مظہر الدین صاحب مدیر الامان دہلی۔ حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب بدایونی۔ اور مخدومی حضرت پیر صدیق الدین صاحب گیلانی ملتانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ لاہور کے مسلمان لیڈروں میں ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو۔ خواجہ فیروز الدین احمد صاحب بیسٹر۔ خالد لطیف صاحب گابا بیسٹر۔ انجمن اسلامیہ اور مجلس اتحاد ملت کے عہدہ دار اور ارکان خاص تذکرہ کے مستحق ہیں۔

”آج کے اجتماع عظیم میں لاہور کے تقریباً تمام اسلامی انجمنوں نے سبز نشانوں اور جھنڈوں کے ساتھ شرکت کر کے اجتماع

کی شان بڑھائی۔ تقریباً سبھی مسلمانوں کے سینوں، بازوؤں اور ٹوپوں پر مختلف قسم کے سبز نشان لگے ہوئے تھے۔ جن پر ”فدائے اسلام“ مسجد شہید گنج زندہ باد“ اور ”امیر ملت زندہ باد“ وغیرہ لکھا ہوا تھا۔ سارے شرکاء جلوس سلاح بند تھے۔ بیشتر مسلمان تلواروں، کلہاڑیوں، نیزوں، اور لاٹھیوں سے مسلح تھے۔

”نماز کے بعد تین بجے کے قریب سارا جلوس مرتب و منظم ہو کر وہلی دروازہ کی طرف روانہ ہوا۔ جلوس ایک میل سبھاؤ لبا تھا۔ سارا جلوس مسلح تھا۔ سب سے پیچھے لیڈران قوم اور حضرت امیر ملت موٹر کار میں تھے۔ جلوس کے راستے میں متغلبین جلوس اور خاکسار پارٹی کی

طرف سے مناسب اور ضروری انتظامات کئے گئے تھے۔ اہم چوکوں، راستوں اور ناکوں پر  
 یلچہ فوج کے رضا کار قطاریں باندھے کھڑے تھے۔ دہلی دروازہ کے باہر سرکلر روڈ سے ذرا  
 اس طرف بھی رضا کار قطار در قطار کھڑے ہوئے تھے جو مسلمانوں کو لنڈا بازار اور مسجد شہید گنج  
 کی طرف جانے سے روکتے تھے۔ اس طرح یہ عدیم المثال جلوس نہایت پُر امن گشت کے بعد  
 باغ بیرون دہلی دروازہ پر پہنچ کر ختم ہوا۔

حکومت کے حفاظتی انتظامات | ”جلوس کے تمام راستے میں تھوڑی تھوڑی دور پر مسلح اور  
 غیر مسلح مقامی اور ریزرو پولیس کا زبردست پہرہ تھا۔

کوٹھوں، چھتوں اور چوہارٹل پر نیریزان مقامات پر جہاں ہندوؤں سکھوں کی آبادی ہے ایفوں  
 اور لائٹھیوں سے مسلح پولیس تعینات تھی۔ لنڈا بازار کے سرے پر خاردار تاروں کے جنگلے لگا  
 کر لنڈا بازار کا راستہ بند کر دیا گیا تھا۔ اس جنگلے کے دونوں طرف ریزرو پولیس کے  
 مسلح جوانوں کا زبردست پہرہ تھا۔ کوٹوالی میں افسرانِ ضلع اور افسرانِ پولیس کا پورا اژدحام  
 تھا۔ اور بٹش رائل اسکاٹ کی کمپنی جو مسلح سوگورڈ پر مشتمل تھی بلانی گئی تھی۔ ڈپٹی کمشنر،  
 سٹی مجسٹریٹ، سٹی کوٹوال اور دوسرے افسرانِ انتظامیہ مصروف انتظام تھے۔ کوٹوالی کے  
 باہر جبل کی لاریاں اور دوسری موٹریں کثیر تعداد میں تیار کھڑی تھیں۔

شہر کے جلوس کے تمام | دو جلوس کے شرکاء کی تعداد کسی طرح ڈیڑھ دو لاکھ سے کم نہ تھی۔  
 جلوس کے افراد سات بجے تک جلسہ گاہ میں آگے پیچھے پہنچتے

رہے۔ نماز مغرب جماعت کے ساتھ باغ بیرون دہلی دروازہ کی جلسہ گاہ میں ادا کی گئی۔  
 شرکاءے جلوس میں سے حسب ذیل اصحاب کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

عالیجناب: استاذ العلماء حضرت مولانا الحاج حافظ صاحبزادہ محمد حسین شاہ صاحب  
 علی پوری۔ عالیجناب مولانا الحاج حافظ صاحبزادہ سید نور حسین شاہ صاحب علی پوری۔  
 عالیجناب حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب بریلوی۔ عالیجناب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب  
 بدایونی۔ عالیجناب حضرت سید محمد دم صدر الدین صاحب گیلانی ملتانوی۔ عالیجناب مولانا شوکت علی  
 صاحب۔ عالیجناب ڈاکٹر خان صاحب (پشاور)۔ جناب ڈاکٹر محمد عالم صاحب بریلوی۔ جناب ملک



لال خان صاحب کمپیل پوری۔ جناب مولانا سید غلام بھیک صاحب نیرنگ ایم ایل اے۔ جناب  
 مولانا مولوی منظر الدین صاحب ایڈیٹر الامان دہلی۔ جناب خالد لطیف صاحب گابا بیرسٹر۔ جناب  
 ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری۔ حضرت مولانا الحاج حافظہ سیر ولایت شاہ صاحب گجراتی۔  
 جناب خواجہ ماسٹر کرم الہی صاحب سیالکوٹی ایڈووکیٹ و سکریٹری انجمن خدام الصوفیہ ہند۔  
 حضرت الحاج مولانا ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کجھاہی۔ جناب نواب حاجی رب نواز خاں صاحب پٹنہ  
 کمشنر قصور۔ جناب میاں محمد صادق صاحب ایم ایل سی امرتسر۔ ارکان و عہدہ داران انجمن  
 اسلامیہ لاہور و مجلس اتحاد ملت لاہور۔ وغیرہ وغیرہ

جلوس کے اختتام اور نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد باغ  
 بیرون دہلی دروازہ جل عام

مدظلہ العالی کی زیر صدارت عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ گاہ میں روشنی کا بہت معقول انتظام  
 تھا۔ تمام جلسہ گاہ حاضرین سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ تلاوت قرآن مجید اور نعت خوانی کے بعد متعلقہ  
 نوجوانوں نے حالات حاضرہ پر موثر نظمیں پڑھیں۔ اس کے بعد پروفیسر ملک عنایت اللہ صاحب  
 سکریٹری مجلس اتحیاد ملت نے جلسہ کی عرض و عنایت پر مدلل اور موثر تقریر فرمائی۔

اس کے بعد مولانا منظر الدین صاحب مدیر الامان دہلی نے اپنی زور دار  
 پہلی قرارداد

تقریر کے بعد پہلی قرارداد پیش کی جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ مسجد  
 شہید گنج کے سلسلہ میں گرفتار اور نظر بند کئے جانے والوں کو فوراً رہا کیا جائے۔

جناب مولانا شوکت علی صاحب مدظلہ نے اس قرارداد  
 مولانا شوکت علی کی تقریر

کی تائید کی۔ اور حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپ  
 نے جس خلوص سے میرا استقبال کیا ہے قابل ستائش ہے۔ مسجد کے متعلق میں نے  
 جو کچھ تھوڑا بہت کیا ہے، اگر اہل پنجاب کو یہاں کے بڑے بڑے لیڈروں کی مدد ملی ہوتی  
 تو جو کچھ ہوا ہے وہ نہ ہوتا۔ اب بھی وقت ہے کہ مسلمان مل کر مسجد کی واگذاری کے لئے کوشش  
 کریں تو سابقہ غلطیاں دھوئی جاسکتی ہیں۔ مولانا شوکت علی صاحب نے اپنی تقریر جاری  
 رکھتے ہوئے کہا کہ میں مسلمانوں سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے اختلافات دور کر کے اپنی

کوششوں کو پر امن طریق پر جاری رکھیں۔ میں حکومت سے بھی درخواست کروں گا کہ وہ مسجد کی واگذاری، نظربندوں کی رہائی اور اخبارات کی ضمانتوں کی واپسی پر فوری توجہ کرتے اور مسلمانوں کے صبر کی آزمائش میں اپنا وقت ضائع نہ کرے۔

اس کے بعد حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب ایونی مولانا عبدالقدیر بدایونی کی تقریر

نے قرارداد کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں کو یہاں مل جل کر رہنا ہے۔ مل جل کر رہنے کے یہ معنی نہیں کہ مسلمان ملک لگائیں اور ہندو کو منبر پر بٹھایا جائے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز ہندو چاہے وہ مسلمان بھی چاہے۔ اگر ہندو اپنی ترقی و سہولتی کے لئے ایک راستہ اختیار کرتا ہے تو مسلمان کا بھی فرض ہے کہ وہ بھی اپنی تعلیمی اور اقتصادی پستی کو دور کرے۔ ہمارا مقصد کسی دوسرے کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اپنی قوم کو سدھارنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امیر ملت مدظلہ نے بائیکاٹ کا اعلان کیا ہے۔ حالانکہ ایسا کہنا اعلیٰ حضرت امیر ملت مدظلہ پر سراسر بہتان ہے۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ جو شخص یہ ثابت کرے کہ حضرت امیر ملت نے بائیکاٹ کا لفظ استعمال کیا ہے، میں اسے دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ بائیکاٹ تو ان لوگوں (ہندوؤں) نے کیا ہے۔ جو سالہا سال سے چھوٹ چھات کے رنگ میں مسلمانوں کا بائیکاٹ کے ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کا صرف ایک مطالبہ ہے۔ اور وہ ہے مسجد شہید گنج کی واگذاری اس کے لئے مسلمان کسی قسم کی بھی قربانی دینے سے گریز نہیں کریں گے۔ اس لئے میں حکومت اور سکھ بھائیوں سے درخواست کروں گا کہ وہ اس چند گز زمین کو جس کے انہدام سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہو چکے ہیں، مسلمانوں کے سوا لے کر کے ان کے زخموں کا اندمال کریں۔ اس کے بعد قرارداد اتفاق رائے سے منظور ہوئی۔

اس کے بعد پروفیسر ملک عنایت اللہ صاحب نے دوسری قرارداد

پیش کی۔ جس میں ہندو اخبارات کی اشتعال انگیزی پر احتجاج کیا گیا تھا۔ آپ نے زور دار تقریر میں بتایا کہ مسلمان باوجود ہر طرح کی اشتعال انگیزی کے تین چار ماہ سے کامل صبر و ضبط کا ثبوت دیتے رہے ہیں۔ اس کے برعکس ہندو اور سکھ

انہارات اشتعال انگیزی اور امن شکنی کے پے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سکھوں نے مسجد کو گرا کر خود اپنے مذہب کی تعلیمات کی توہین کی ہے۔ جناب خان عنایت محمد صاحب نے قرارداد کی تائید کی اور اتفاق رائے سے یہ قرارداد بھی منظور ہوئی۔

حضرت قبلہ عالم <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> کا خطبہ حضرت <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> ”آخر میں اعلیٰ حضرت امیر ملت مدظلہ العالی کی لکھی ہوئی تقریر جناب آقا بیدار نخت صاحب نے پڑھ کر سنائی۔“

آپ نے فرمایا تھا۔ ”میرے عزیزو! میں جانتا ہوں کہ تمہارے دل مسجد شہید گنج کی شہادت پر مجروح ہیں۔ اور تم اس کی واگزاری کے لئے مضطرب ہو۔ اور چاہتے ہو کہ وہاں دوبارہ نعرہ تکبیر بلند ہو۔ اگر تم اتفاق اور یک جہتی سے کام کرو گے تو کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔ میں نے اجیر شریف اور دیگر مقامات کا سفر کر کے اپنے خیالات لوگوں کو بتائے۔ کانپور کی جمعیتہ العلماء کے اجلاس میں شرکت کی۔ وہاں تمام اکابر قوم جمع تھے۔ فقیر نے دوسرے بہت سے شہروں کے بھی دورے کئے۔ اور وہاں کے مقتدر مسلمانوں کو پنجاب کے مسلمانوں کے نقطہ نظر سے آگاہ کیا۔ مقام شکر ہے کہ فقیر نے تمام مسلمانوں کو اپنا ہم نوا پایا۔ فقیر کو امید ہے کہ مسلمان اپنے مدعا میں کامیاب ہوں گے۔ فقیر نے حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ فی الحال مسلم اخبار اکیٹ ضبط کر دے ضمانتیں واپس کر دے۔ نظر نبدان اسلام کو غیر مشروط رہانی دے۔ اور مسجد شہید گنج کی واگزاری منظور کر لے۔ فقیر کو اس امر کا سخت صدمہ ہے کہ حکومت نے ابھی تک مسلمانوں کے مطالبات پر کوئی توجہ نہیں دی۔ یہ مسلمانوں کا مذہبی معاملہ ہے۔ صوفیائے گوشہ نشین بھی میدان میں آگئے ہیں۔ یہ تحریک کبھی بھی ختم نہیں ہوگی۔ مسلمانوں کے دلوں میں جو ناسور پڑ چکا ہے، اس کا اندمال صرف مسجد کی واگزاری ہی سے ہو سکتا ہے۔ ہم نے قانونی کارروائی بھی شروع کر دی ہے۔ دیوانی دعوے دائر کر دیے گئے ہیں جن کی پیروی ڈاکٹر محمد عالم صاحب کر رہے ہیں۔ اب تمہیں یہ دیکھنا ہے کہ حکومت اپنا وعدہ کس شکل میں پورا کرتی ہے۔ عزیزو! فقیر نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ دس لاکھ و النیٹر بھرتی کرو۔ بیت المال کا قیام عمل میں لاؤ۔ دارالقضا کی تکمیل کرو۔ میں خوش ہوں کہ تم میری استدعا پر لبیک کہہ کر اپنے فریضے سے سبکدوش ہو رہے ہو۔ یہ کام جاری ہے۔ مگر ارکان حکومت کی طفل تسلیاں تساہل برتنے

پر مجبور کر دیتی ہیں۔ میں تمہیں تمہارے فرائینس یاد دلائے دیتا ہوں۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔ جو ہو رہا ہے ہونے دو۔ جو کچھ ہوگا وہ تمہارے سامنے آجائے گا۔ کسی اُمید موہوم پر نہ بیٹھے رہو، اپنا کام کئے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔“

یہ اقتباسات روزنامہ احسان لاہور سے لئے گئے ہیں۔ اور میں نے رسالہ ”انوار الصوفیہ“ بابت نومبر ۱۹۳۵ء سے نقل کئے ہیں۔ مجلس اتحاد ملت ”کی مجلس شوریٰ“ کے ۹ نومبر ۱۹۳۵ء کے جلسہ کی روداد بھی یہیں سے نقل کی جاتی ہے۔

”لاہور۔ ۹ نومبر ۱۹۳۵ء۔ آج مرکزی مجلس اتحاد ملت کا

مجلس شوریٰ کا جلسہ

جلسہ شوریٰ تین بجے بعد دوپہر برکت علی اسلامیہ ہال برین

موجی دروازہ، زیر صدارت عالی جناب اعلیٰ حضرت امیر ملت اسلامیہ محدث علی پوری مدظلہ منعقد ہوا۔ سوا نو بجے رات کو جلسہ سنجہ و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ چھ گھنٹہ کے متواتر سبب و مباحثہ کے بعد مجلس شوریٰ کی طرف سے حسب ذیل اعلان اخبارات کو بغرض اشاعت جاری کیا گیا۔

”کرسی صدارت کی طرف سے مندرجہ ذیل اعلان پیش کیا

مجلس شوریٰ کا اعلان

گیا جو بالفاق رائے منظور ہوا۔

”مرکزی مجلس اتحاد ملت کا یہ جلسہ شوریٰ حکومت پنجاب کی اس بے اعتنائی

پر دلی مایوسی اور افسوس کا اظہار کرتا ہے، جو اس نے مسلمانان ہند کے متفقہ مطالبہ و انگریزی مسجد شہید گنج، نظر بندوں اور اسیروں کی رہائی، اور مسلم اخبارات کی ضمانتوں کی واپسی کے متعلق اختیار کر رکھا ہے۔ جس سے تمام مسلمانوں میں یہ امر پائے یقین تک پہنچ چکا ہے کہ آئینی طریقے اس بارے میں قطعاً غیر موثر ثابت ہو چکے ہیں۔ اس جلسے کو اس امر کا بھی افسوس ہے کہ بعض دفتری غلط فہمیوں کی وجہ سے بعض نمائندگان ہند۔ بالخصوص نمائندگان سرحد و پشاور و راولپنڈی تشریف نہیں لاسکے۔ جن کا مشورہ کوئی قطعی پروگرام طے کرنے کے لئے ضروری تھا۔ لہذا یہ جلسہ قرار دیتا ہے کہ ماہ رواں اور رمضان المبارک میں تحریک مسجد شہید گنج کو زیادہ کامیاب اور موثر بنانے کے لئے فدائیان اسلام کی بھرتی کا کام زیادہ سرگرمی سے شروع کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ جمعۃ الوداع تک دس لاکھ فدائیان اسلام

کی تعداد پوری ہو جائے۔ نیز انہی آیام میں بیت المال کی تحریک کو کامیاب بنایا جائے۔ اور عید لفظ کے بعد ۹، ۱۰، ۱۱ جنوری ۱۹۳۶ء کو لاہور میں مجلس اتحاد ملت کے ممبروں کے علاوہ ہندوستان کے مشہور علماء و زعماء و مشائخ اور آل انڈیا جماعتوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس مدعو کی جائے۔ جو آخری اور قطعی پروگرام کا فیصلہ کرے۔“

اس اعلان کے آخر میں حضرت امیر ملت نے بحیثیت صدر مجلس اپنے دستخط ثبت

فرمائے تھے: «الراقم جماعت علی عفا اللہ عنہ لعلم خود»

اسی کے ساتھ ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کرنے کا مرحلہ تھا۔ لیڈرانِ قوم

**نواب صاحب ممدوٹ اخراجات مقدمہ کے کفیل بنے**

مقدمہ بازی کے لئے چندہ پر زور دے رہے تھے۔ مگر حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان سے اتفاق نہیں فرماتے تھے۔ ارشاد کرتے کہ ”میرا رب ہمیشہ میری اعانت کرتا رہا ہے۔ اب بھی میرا اسی پر بھروسہ ہے۔“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ لاہور ہی میں تشریف فرما تھے کہ ممدوٹ کے نواب، شاہ نواز خان صاحب آپ کے سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ اس وقت مجلس میں شہید گنج کے مقدمے کی بات ہو رہی تھی۔ نواب صاحب نے عرض کیا کہ ”میں اکیلا سارے مقدمہ کا خرچ برداشت کروں گا۔ ثبوت فراہم کرنے اور وکیل کرنے کا کام بھی کروں گا۔ اس کے لئے کسی طرح کے چندے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ آپ سن کر خوش ہوئے اور فرمایا :-

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا بخشد خدائے بخشندہ

آپ نے نواب صاحب ممدوٹ کو بہت دعائیں دیں اور فرمایا ”اللہ تعالیٰ آپ کو

برکت دے گا اور دین و دنیا میں خوش رکھے گا۔“

اس کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نواب صاحب کو مشورہ دیا کہ ”جناب

صاحب سے مشورہ کریں۔ بلکہ ان کو وکیل کریں۔“ نواب صاحب نے حسب ہدایت عمل کرنے کا وعدہ

کیا۔ جب نواب صاحب ممدوٹ نے جناب صاحب سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا ”مسلمان

ہونے کی حیثیت سے اس معاملے میں میں تو خود ایک فریق ہوں۔ میری رائے میں آپ کسی انگریز کو

دکیل کریں۔ چنانچہ جناح صاحب کی رائے کے مطابق وکیل مقرر ہوئے۔ اور اس کی مدد کے لئے ملک برکت علی۔ ڈاکٹر محمد عالم صاحب اور دوسرے کئی سربراہ اور وہ مسلمان وکیل انتخاب کئے گئے۔ جو ہر پیشی پر اس کی مدد اور رہنمائی کرتے رہے۔

**سول نافرمانی کی تجویز** | کچھ لیڈران قوم اس طویل کارروائی سے مطمئن نہ تھے انہوں نے پھر ریشہ دو انیاں شروع کیں۔ مسلمانوں کو اکسایا اور اشتعال دلایا کہ ”یہ تو بڑا المبا بکھیرا ہے۔ مناسب ہے کہ سول نافرمانی کی جائے۔ چند دنوں میں سکھوں کو نکال باہر کریں اور مسجد پر قبضہ کر لیں۔“ لوگوں میں اشتعال پیدا ہوا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس وقت علی پور شریف میں تھے۔ آپ فوراً لاہور تشریف لائے۔ بادشاہی مسجد میں جمعہ پڑھایا۔ وعظ کیا۔ اور اعلان فرمایا کہ ”آپ نے مجھے امیر بنایا ہے۔ میں بحیثیت امیر ملت کے آپ کو حکم دیتا ہوں کہ میرے حکم کے بغیر ہرگز سول نافرمانی نہ کی جائے۔ مسلمان کے خون کا ایک قطرہ بھی بڑی قیمت رکھتا ہے۔ پہلے ہی بلا وجہ خون خرابہ ہو چکا ہے۔ اور مسلمانوں کی کئی قیمتی جانیں تلف ہو چکی ہیں۔ اگر اب کچھ ہو گیا تو میں بارگاہ رب العزت میں کیا جواب دوں گا۔“ پھر آپ نے مسلمانوں کو تفصیلات سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ ”مقدمہ دائر ہو چکا ہے۔ صبر و ضبط سے کام لو۔ مقدمہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔ اس کے بعد اگلا اقدام سوچا جائے گا۔“ آپ نے لاہور میں کئی مقامات پر جلسے کر کے لوگوں کو صبر و ضبط کی تلقین کی۔ چنانچہ آپ کی تقریروں کا خاطر خواہ اثر ہوا اور لوگ امیر ملت کے حکم کے سامنے خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد آپ قصور اور امرتسر وغیرہ تشریف لے گئے۔ وہاں بھی کئی کئی دن قیام کیا۔ جلسے منعقد کئے۔ اور مسلمانوں کو بہت دھوم دھول اور صبر و ضبط کی تلقین فرمائی۔

**دربار رسالت سے طلبی** | میں ان دنوں علی پور شریف میں ہی تھا۔ کہ مدینہ منورہ سے حضرت آغا خلیل صاحب مرحوم کا خط آیا۔ حضرت آغا صاحب کی عمر اس

وقت نوے سال کے قریب تھی۔ آپ وضع اقدس کے چابی بردار اور جادو بکش تھے جب آپ کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے اشارہ ہوتا، آپ فوراً حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مطلع کرتے کہ آپ کے لئے حاضری کا حکم صادر ہوا ہے۔ حضور فوراً تھمیل کرتے دولش

کو حکم دیتے کہ ”بلاوا آگیا ہے۔ سامان اٹھاؤ اور چل پڑو“، اس خط میں بھی حضرت آغا صاحب نے حضور  
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے طلبی کا حکم تحریر فرمایا تھا۔ میں نے خط پڑھ کر سوچا کہ اگر میں تاخیر کرتا  
 ہوں تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ناراضگی کا اندیشہ ہے۔ اس لئے میں فوراً قصو کے لئے روانہ ہو گیا۔  
 رائے ونڈ کے اسٹیشن پر ایک پیر بھائی ملے، انھوں نے بتایا کہ حضور قبلہ عالم امرتسر شریف  
 لے گئے ہیں۔ میں ریل سے اتر گیا۔ رات وہیں رائے ونڈ میں بسر کی اور صبح امرتسر حاضر ہوا۔ آپ بہت  
 خوش ہوئے اور فرمایا کہ ”اچھا ہوا کہ تو آگیا۔ ورنہ میں آدمی بھیج کر بلوانے والا تھا۔“ میں نے حضرت آغا  
 خلیل صاحب کا خط پیش کیا۔ آپ نے خط کو سچو ما، آنکھوں سے لگایا اور سر پر رکھا۔ پھر مجھے حکم دیا  
 ”پڑھ کر سناؤ“ مضمون سن کر آپ بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آگیا ہے  
 کہ میں دربار اقدس میں حاضری دوں۔ میرے پاس تو ایک عیسے بھی نہیں کہ حاضری دے سکوں۔ بس یہ  
 انھی کا کرم اور بندہ پروری ہے کہ غلام کو یاد فرماتے ہیں“

اس کے بعد آپ نے علیحدگی میں مجھ سے فرمایا کہ ”تیرے  
 ساتھ مجھے مشورہ کرنا ہے۔ بعض خود غرض لوگ مسلمانوں کے

### امرتسر میں خصوصی اجتماع عظیم

خون سے ہولی کھیلنا چاہتے ہیں۔ اور اس لئے تجویز کرتے ہیں کہ سول نافرمانی کی جائے پہلے ہی کئی  
 مسلمان شہید ہو چکے ہیں جس کا مجھے سخت صدمہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ امرتسر میں ایک عظیم اجتماع  
 کیا جائے۔ جس میں تمام ہندوستان کے مشائخ عظام، علمائے کرام، دکلا اور لیڈر بلائے جائیں۔  
 اور سب کے مشورے سے آئندہ کا لائحہ عمل تیار کیا جائے“ میں نے عرض کیا ”آپ کا خیال بہت  
 مبارک اور مناسب ہے۔ تعمیل کی جائے گی“ دریافت فرمایا ”انتظام کیسے ہوگا“ میں نے  
 عرض کیا ”میں خود سارا انتظام کروں گا۔ آپ کا حکم کافی ہے“

اگلے دن مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ”تم گھر جا کر آٹا، چاول، گھی کے کنسترا اور ضرورت کی دوسری  
 تمام چیزیں لے آؤ“ اسی کے ساتھ حکم دیا کہ یہاں کے ممتاز پیر بھائیوں سے بھی مشورہ کرو تا کہ  
 کانفرنس کے انعقاد کی بابت ان کی رائے بھی معلوم ہو جائے۔ میں نے ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب  
 میر مقبول محمود صاحب، میاں محمود صاحب، میاں غلام جیلانی صاحب اور دیگر یارانِ طہقت  
 کو جمع کر کے یہ تجویز ان کے سامنے پیش کی۔ سب نے بالاتفاق حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز

سے اتفاق کیا۔ دوسرے دن جب میں نے ضروری سامان لینے کے لئے گھر جانے کا ارادہ کیا، تو سب نے اتفاق رائے سے کہا کہ ”ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ حضرت قبلہ عالم بھی ہمارے مہمان ہیں۔ باہر سے اور جو حضرات تشریف لائیں گے وہ بھی ہمارے مہمان ہوں گے۔ ہم سب مل کر یہ خدمت انجام دیں گے۔“  
 غرض میرے مقبول صاحب اور بندہ کو منتظم مقرر کیا گیا۔ اور دوسرے یارانِ طریقت ہر کام میں ہمارا ہاتھ بٹکتے رہے۔ اشتہارات شائع کئے گئے۔ دور دور سے لوگوں کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ خورد و نوش اور قیام کے لئے مکمل انتظامات کر لئے گئے۔ سب باریارانِ طریقت امرتسر نے اپنے ذمہ لیا۔ مجھے مشکل اس کا خیر میں شریک کرنے پر راضی ہوئے۔ جب کانفرنس کی تاریخ آگئی تو سکھ ڈپٹی کمشنر نے جلسے کے انعقاد کا اتنا ہی حکم جاری کر دیا۔ اور دفعہ ۴۴ نافذ کر دی۔ میں اور میرے مقبول صاحب اس سے جا کر ملے۔ بہت کچھ کہا سنا۔ مگر وہ نہ مانا۔ بالآخر ہم دونوں گورنر کے پاس شکایت لے گئے۔ گورنر نے ہماری ساری روداد سنی۔ ہم کو جلسہ کرنے کی اجازت دی۔ اور اس سکھ کو تبدیل کر کے مسلمان ڈپٹی کمشنر کو تعینات کر دیا۔

**مجلس مضامین** | مقررہ تاریخ پر اطراف و اکناف سے بے شمار اکابر جمع ہوئے میرے مقبول صاحب اور ان کے رفقاء کے قیام و طعام کا نہایت عمدہ انتظام کیا تھا۔ کسی کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے دی اور ہر طرح کی آسائش مہیا کی۔ اول مجلس مضامین کا جلسہ بند کمرے میں ہوا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ناساز تھی۔ اس لئے میں نے صدارت کے فرائض انجام دیے۔ صرف یہ امر زیر غور آیا کہ ”حضرت کو مدینہ شریف سے طلبی کا حکم آ گیا ہے۔ اب آپ حضرات مشورہ دیں کہ حضور حسب الحکم حج اور زیارت کو جائیں۔ یا سول نافرمانی کی جائے اور مدینہ منورہ کا قصد نہ فرمائیں۔“ میں نے حضرت آغا خلیل صاحب کے خط کا مضمون پڑھ کر سنایا۔ اور اس کے سیاق و سباق سے آگاہ کیا۔ اکثر اصحاب زور دیتے رہے کہ حضور قبلہ عالم کو بحالات موجودہ ملک سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ دوسرے حضرات کی رائے تھی کہ دربار نبوی کی حاضری مقدم ہے۔ سول نافرمانی فی الحال ملتوی کی جاسکتی ہے۔ رات کے بارہ بجے تک مجلس مشاورت جاری رہی۔ آخر بیٹے ہوئے کہ حلبہ عام میں یہ سب صورت حال پیش کر کے عام مسلمانوں کی رائے کے مطابق عمل ہونا چاہیے۔



کھلے اجلاس عام کا فیصلہ صبح کے اجلاس میں عوام کے سامنے کل صورت حال بیان کر کے ان کی رائے معلوم کی گئی۔ ایک اے اور دوسری رائے کے

موافقین و مخالفین کی دھواں دھار تقریریں ہوتی رہیں۔ آخر کچھ لوگوں نے تجویز کیا کہ رائے شماری کر لی جائے۔ ہر دو فریق اپنے اپنے موافق راہ ہموار کرنے لگے۔ کئی اجلاس ہوئے اور بات ادھوری رہی۔ دوسرے دن میر مقبول صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے، تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی تصرف ان کے شامل حال تھا۔ ان کی تقریر سے لوگ ایسے متاثر ہوئے کہ مستقل رونے لگے۔ میر صاحب نے مجمع کو خطاب کر کے دریافت کیا کہ ”سول نا فرمانی ہونی چاہیے یا نہیں؟“ مجمع سے متفقہ آواز آئی۔ ”ہرگز نہیں۔“ میر صاحب نے کہا ”ہاتھ اٹھاؤ“ سارے مجمع نے ہاتھ اٹھا دیے۔ اس کے بعد میر صاحب نے مجمع کو خطاب کر کے سوال کیا کہ ”حضرت امیر ملت حج اور زیارت کے لئے جائیں یا نہیں؟“ سب نے پر جوش آواز میں جواب دیا ”ضرور جائیں“ میر صاحب نے پھر ہاتھ اٹھا کر اس لئے کی تصدیق و تائید طلب کی تو سارے مجمع نے ہاتھ اٹھا دیے۔ پھر میر صاحب نے کہا کہ ”اب وہ حضرات ہاتھ اٹھائیں جنہیں اس لئے سے اختلاف ہے۔“ ایک شخص نے بھی ہاتھ نہیں اٹھایا۔ چنانچہ فیصلہ ہو گیا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ ”میں اپنی مرضی سے نہیں جا رہا ہوں بلکہ تعمیل حکم میں حاضر ہوں گا۔“ اس کے بعد آپ نے انجمن اتحاد ملت کو اپنی جیب خاص سے پانچ سو روپیہ مرحمت فرمائے۔ اس پر دوسروں نے بھی انجمن کے لئے عطیات دیے۔ کافی رستم جمع ہوئی۔ جو سب انجمن اتحاد ملت کو دیدی گئی۔

اس کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر دل پذیر میں ملت کو پیام دیا کہ ”میرسی داپسی تک آپ لوگ مشتعل نہ ہوں۔ اور کوئی غلط قدم نہ اٹھائیں۔ مسلمانوں کا پہلے ہی کافی جانی نقصان ہو چکا ہے۔ ہماری قوم بے جا نقصانات برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے۔ تنظیمی کام بہر حال جاری رہنا چاہیے۔ ہائی کورٹ میں مقدمہ زیر سماعت ہے۔ ہمیں اس کے فیصلے کا انتظار کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر نظر رکھو۔ اور کسی حالت میں بھی صبر و ضبط کا دامن مت چھوڑو۔“ حضور کے مواعظِ حسنہ پر یہ کانفرنس ختم ہوئی۔ اور حضرت

قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ گھر تشریف لاکر چند روز بعد براہِ مبہمی حج و زیارت کے لئے روانہ ہو گئے۔  
 چند ماہ بعد حضور حجاز مقدس کے سفر سے واپس آئے۔  
 اس کے کچھ عرصہ بعد ہائی کورٹ کے ججوں نے اپنا فیصلہ

## پریوی کونسل میں اپیل

دیا۔ غیر مسلم ججوں نے مسلمانوں کے خلاف فیصلہ دیا تھا مسلمان جج جسٹس دین محمد مرحوم نے اپنا  
 اختلافی فیصلہ الگ لکھا جو مسلمانوں کے حق میں تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں علی پور  
 شریف میں رونق افروز تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ”میں کل صبح آٹھ بجے کی گاڑی سے لاہور  
 جاؤں گا۔ تم شام کی گاڑی سے لاہور آ جانا“ میں لاہور پہنچا تو مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم صبح  
 نواب صاحب ممدوٹ کی کوٹھی پر جا کر ان سے ملو۔ اور پوچھو کہ اب ان کا کیا ارادہ ہے۔ نواب  
 صاحب نے رات ہی میں اپنے آدمی کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا کہ ”میں خود مقدمہ کروں گا آپ  
 فکر نہ کریں۔ اور صبح خود بھی حاضری دوں گا“ حضرت نے فرمایا ”احترام مبارک ہو۔ نواب  
 صاحب کا آدمی آیا تھا۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ آگے بھی مقدمہ کا سارا خرچ میں خود برداشت  
 کروں گا۔ اور کہلوایا ہے کہ صبح میں خود بھی آؤں گا“

نواب صاحب نے بیس ہزار روپیہ ذریعہ  
 ضمانت جمع کرا کے لندن کی پریوی کونسل

## عدالتوں کے فیصلے اور حضرت قبلہ عالم کی پیشگوئی

میں مقدمہ کی اپیل دائر کر دی۔ مگر وہاں بھی مسلمانوں کے خلاف فیصلہ ہوا۔ حضرت کو  
 اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا ”نہ رہے گا بانس نہ بجھے گی بانسری۔ انگریز اور سکھ ہی  
 یہاں نہیں رہیں گے۔ عام لوگ اس ارشاد کی تہہ تک کب پہنچ سکتے تھے۔ مگر ہم سب نے  
 اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ آپ کا فرمان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پورا ہو گیا۔ سچ ہے۔“

سادھو بولت سبہ سبھا سادھو دا بولیا ورتھانہ جا

انگریز کی عدالت عالیہ کے فیصلوں کے مطابق یہ زمین برائے نام سکھوں کے قبضے میں  
 رہی۔ مگر انھیں یہ ہمت نہ ہوئی کہ یہاں گوردوارہ تعمیر کر سکیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت  
 و خطابت سب کے دلوں پر نقش تھی۔ آپ کے ان اقدامات کا یہ رعب اور سمیت تھی کہ انگریزی قانون  
 کی حمایت حاصل ہوتے ہوئے بھی مسجد کی زمین کی حرمت پر حرف نہ آنے پایا۔ دراصل آپ کو اللہ

تعالیٰ کی حمایت حاصل تھی۔ اسی لئے آپ حکومت سے مطلق خوف نہ کھاتے تھے۔ بلکہ سب کا مشاہدہ ہے کہ حکومت خود آپ سے خائف رہتی تھی۔ سب سے ”جسے خدا رکھے اسے کون چکھے“

لائل پور کے حاجی عبدالرحمان صاحب بیان کرتے تھے کہ مسجد شہید گنج کے قضیے کے دوران حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ”اب تو ایک چارپائی کی جگہ بھی نہیں دیتے، انشاء اللہ حکومت وے کے رہیں گے۔“ نیز اسی زمانے میں آپ نے واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ ”انگریز اور سکھ کا گٹھ جوڑ ہے۔ یہ دونوں یہاں نہیں رہیں گے۔“ اس وقت کوئی مسیح بھی نہیں سکتا تھا کہ کبھی ایسا بھی ممکن ہوگا۔ لیکن حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کی تعبیر ہم سب کے سامنے ہے۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان وجود میں آیا۔ نہ انگریز رہا اور نہ سکھ۔ نہ ان سازشوں کا دست و بازو ہندو۔ اور سرزمین مسجد شہید گنج کو اللہ تعالیٰ نے کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک رکھنے کے لئے اپنے محبوب بندے کی دعاؤں اور کوششوں کو اس عنوان سے قبولیت کا شرف عطا کیا۔ **فَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ** •

## سُنی کا نفرنس

جمعیتہ العلماء ہند اہل سنت والجماعت کی سُنی کانفرنس کا سب سے پہلا جلسہ مراد آباد (یوپی) میں ہوا تھا۔ اس کے عظیم اجتماعات دس سال بعد منعقد ہوتے تھے۔ مراد آباد کا جلسہ ۱۷، ۱۸، ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو ہوا تھا۔ مؤتمر کا دوسرا جلسہ ۱۹۲۵ء میں بدایوں (یوپی) میں منعقد ہوا۔ تیسرا عظیم اجتماع ۱۹۴۵ء میں بنارس (یوپی) میں منعقد کیا گیا۔ ان تینوں عظیم الشان اجتماعات کی صدارت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی نے فرمائی تھی۔ اور ہر موقع پر فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔

بدایوں کے اجلاس کی صدارت کے لئے حضرت مولانا احمد رضا  
**اجلاس بدایوں** خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا حامد رضا

خان صاحب اور ایک دوسرے بزرگوار کے درمیان انتخاب ہوا۔ اور مولانا حامد رضا خان صاحب

اکثریت کے ووٹوں سے صدر چُنے گئے۔ جب لانا کا انتخاب مکمل ہو گیا تو آپ نے اعلان فرمایا۔ کہ ”میں حضرت کو کسی صدارت پیش کرتا ہوں۔ میرے حمایت کرنے والوں کے ووٹ اور میرا اپنا ووٹ حضرت کے لئے ہے۔ صدارت کے لئے بہت کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں اتنا کام نہیں کر سکتا۔ اور حضرت پر صاحب ہمیشہ سے کام کرنے کے عادی ہیں۔ لہذا ہم سب کی درخواست ہے کہ آپ صدارت قبول فرمائیں۔“ اس پر ہر طرف سے تائید کی صدا اُٹھیں بلند ہوئیں۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اتفاق رائے سے صدر منتخب ہو گئے۔

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ  
مؤتمر کے انعقاد کے مہتمم خصوصی ہوتے تھے۔ بنارس میں

## اجلاس بنارس

۱۹۴۵ء کا اجلاس بڑے ہنگامے کا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حسب عادت فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور اس میں آپ نے مسلم لیگ اور مسلم لیگ کی قرارداد لاہور (یعنی مطالبہ پاکستان) کی شد و مد کے ساتھ حمایت کی۔ اور تمام مسلمانوں کو ملکتین فرمائی کہ قائد اعظم کی اعانت پر کمر بستہ ہو جائیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حق گوئی میں بغایت بے باک تھے اجلاس سے قبل، بلکہ بنارس پہنچنے سے پہلے کبھی مخلص عقیدتمند خدمت اللامیں عرض کر چکے تھے، کہ اس اجلاس میں مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان کی حمایت میں کچھ کہنے سے اجتناب کیجئے۔ اس لئے کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اگر آپ نے ایسا کیا تو جلسے میں سخت ہنگامہ ہوگا۔

چنانچہ شرکاء جلسہ میں سے کئی علمائے نے آپ کی مخالفت میں تقریریں کیں۔ جلسے کو درہم برہم کرنے کے لئے شور و غوغا مچا۔ جناب صاحب پر کفر کے فتووں کا اعلان ہوا۔ غرض حسب توقع خوب ہنگامہ ہوا۔ مگر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے موقف سے ذرا نہ ہٹے۔ آخر مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی اور مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی نے آپ کی تائید اور تحریک پاکستان کی حمایت میں زوردار تقریریں کیں۔ مولانا عبدالحامد صاحب کی تقریر تو تین گھنٹے تک جاری رہی تھی۔ بڑے ہنگامے کے بعد آخر کار مخالفین کو منہ کی کھانی پڑی اور عام حاضرین نے مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ پھر تو ”امیر ملت زندہ باد“ ”مسلم لیگ زندہ باد“ پاکستان زندہ باد کے نعروں کے آگے

فریق مخالف کو خاموشی کے سوا کوئی راہ نجات نظر نہ آئی۔

## تحریک قیام پاکستان

روزنامہ نوائے وقت لاہور نے ۱۶ اپریل ۱۹۴۰ء کو اپنی ”اشاعت ملی“ میں ایک مقالہ ”تحریک پاکستان کا نڈر مجاہد“ کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ اس میں مقالہ نگار نے لکھا تھا:

”حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب کی بصیرت کا یہ عالم تھا کہ وہ تحریک جو ہندوستان میں چلائی جاتی، آپ اس کا بغور مطالعہ فرماتے۔ اور ایسی تحریکیں جو مسلمانوں کے مفاد کے خلاف یا مذہبی و دینی لحاظ سے ان کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھیں، آپ حکومت وقت کی پروا کئے بغیر ان کے خلاف نبرد آزما ہو جاتے تھے۔ ”تحریک شہید گنج“ میں سکھوں اور انگریزوں کے خلاف مکر لے کر مسجدوں کی اہمیت و حرمت کے احساس کا جذبہ مسلمانوں کے اندر پیدا کیا۔ اور قوم نے انہیں ”امیر ملت“ کے خطاب سے نوازا۔ ”شہید گنج“ تحریک ”مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک“ کے سیلاب کے آگے بند باندھنے اور ہندوؤں کے زور کو توڑنے کے لئے تن من و دھن کی بازی لگا دی۔ شریعت مصطفویٰ کو عام کرنے کے لئے آپ نے برصغیر پاک و ہند میں بے شمار دینی اور تبلیغی انجمنوں کی بنیادیں رکھیں۔ تاکہ مسلمانوں میں دینی فکر کی اساس مضبوط ہو سکے۔ جیسا کہ آج بھی کسی ایسی انجمنیں مثلاً انجمن خدام الصوفیہ اور انجمن اسلامیہ وغیرہ زندہ ہیں جن کی بنیاد آپ نے رکھی تھی۔

” ۱۹۴۰ء میں جب قرارداد لاہور پاس ہوئی تو آپ نے اس کی زبردست حمایت کی۔ اور پاکستان کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ایک سرگرم مبلغ کی حیثیت سے مسلمانان پاک و ہند کو بیدار کیا۔ آپ مسلم لیگ کے زبردست حامی تھے۔ اور قائد اعظم کی مقبولیت کے لئے کام کرتے رہے۔ پیر صاحب نے اپنے مریدوں سے کہہ رکھا تھا کہ میں اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا، جس نے تحریک پاکستان میں کسی نہ کسی رنگ میں حصہ نہ لیا ہو۔“

## مسلم لیگ سے تعلق

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک پاکستان میں جو حصہ لیا، اس اقتباس سے اس پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اس زمانے سے

قبل آپ نے مسلم لیگ میں کسی دل چسپی کا اظہار فرمایا تھا یا نہیں، اس کا تفصیلی علم نہیں اگر ۱۹۳۵ء سے پہلے کی مسلم لیگ میں آپ نے کوئی حصہ نہ لیا ہو تو عجب نہیں۔ اس لئے جیسا کہ سب جانتے ہیں، پرانی مسلم لیگ صرف خواص کی ایک سیاسی جماعت تھی اور اسے عوام سے محض دور کا واسطہ تھا۔ جب قائد اعظم نے لندن سے واپس آکر اس کو حیات نو عطا کی ہے، تبھی وہ ایک نئی امی اسلامی جماعت کی حیثیت اختیار کر سکی ہے۔ پہلے مسلم یونیورسٹی کے قیام کے سلسلے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سے ایک اقتباس آچکا ہے، جس میں آپ نے نواب قار الملک مرحوم کے نام کے ساتھ ”میرے مکرم“ کا لقب بیان فرمایا تھا۔ اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ۱۹۱۱ء میں بھی قائد و اکابر میں سے مخلص قائدین سے آپ کے خصوصی روابط تھے، اور نہ صرف یہ کہ آپ ان کے کاموں کی قدر کرتے تھے، بلکہ ان کی اعانت اور سرپرستی کے لئے آمادہ رہتے تھے۔

پہلے جب مسلم لیگ نے جماعتی حیثیت سے عوامی درجہ حاصل کر لیا اور ۱۹۴۰ء میں جب ”قرارداد پاکستان“ منظور ہو گئی

## مسلم لیگ کی حمایت

تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے علی الاعلان مسلم لیگ کی حمایت اور استحکام کے لئے کام شروع کر دیا۔ اور سفر و حضر میں تعلقین فرمانے لگے کہ سب مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جانا واجب ہے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے تحریک قیام پاکستان کی تائید و حمایت کے لئے سارے برصغیر کے دو دورے فرمائے

## ہندوستان بھرنے کے وسیلے

تھے۔ پہلی دفعہ مسلم لیگ کو مقبول بنانے اور مسلمانوں کی واحد سیاسی جماعت کی حیثیت سے تسلیم کرنے کے لئے، اور دوسری مرتبہ ۱۹۴۶ء کے مرکزی اور صوبائی انتخابات میں مسلم لیگی نمائندوں کی کامیابی کے لئے۔ نیز قیام پاکستان کے اعلان کے بعد صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کو کامیاب بنانے کے لئے آپ نے بنفس نفیس سرحد کے دورے فرمائے تھے۔ جملہ یارانِ طرقت کو ان سب موقعوں پر حکم تھا کہ کمال جوش و عمل اور تگ و دو کا مظاہرہ کریں اور تحریک کی حمایت و اعانت میں

کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔

## سادات و مشایخ و علمائے اہل

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر پاک و ہند  
میں اپنی سادات برادری کو جس میں شیعہ سنی کا

امتیاز نہ تھا، خطوط لکھے۔ نیز تمام مشایخ عظام اور علمائے کرام کو مکتوب ارسال کئے۔ اور ان کو  
توجہ دلائی کہ ”ع“ وقت آن نیست کہ در حجرہ نشینی بیکار۔ آئے اور میدان عمل میں کود پڑتے  
اس وقت ملت اسلامیہ کی فلاح و بقا کا مسئلہ درپیش ہے۔ اور ہم سب کا فرض ہے کہ مسلمانوں  
کی واحد سیاسی جماعت کی حمایت پر کمر بستہ ہو جائیں۔ اور دامے، درمے، قدمے، سخنے  
ہر طرح سے اعانت کریں۔ حضور کی اس اپیل کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ ملک بھر سے اور اطراف و  
اکتاف سے مکتوبین الیہم نے آپ کی آواز پر لبیک کہی۔ اور خط ارسال کر کے حمایت و  
اعانت کا وعدہ کیا۔ نیز بہت سے اکابر و عمائد خود علی پور سیدیاں آئے اور آپ کو اپنی امداد  
اور مساعی کا یقین دلایا۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جہاں تشریف لے جاتے وہاں اپنے طور پر جلسے منعقد فرماتے  
اور ان کے تمام اخراجات کا بوجھ بھی خود ہی برداشت فرماتے تھے۔ مسلم لیگ کے کارکن اور سٹیل  
گارڈ کے رضا کار دوڑ دوڑ کر حضور کے اتباع اور جلسے کی کامیابی کے لئے سرگرم عمل ہو جاتے۔  
چنانچہ آپ کے منعقد کردہ جلسوں کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوتی۔ اور مسلم لیگ کو مستحکم و منظم  
بنانے کا کام کم سے کم وقت میں انجام پاتا تھا۔

۱۹۴۳ء میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز حیدرآباد دکن میں قیام فرما  
قائد اعظم پر حملہ | تھے۔ عم مکرم حضرت شمس الملک مدظلہ العالی (سجادہ نشین دوم) کے ہمراہ

میں بھی حاضر خدمت ہوا۔ تو بخشش مصطفیٰ علی خان صاحب (ہاجر مدنی اور خلیفہ مجاز) پہلے سے  
حضور کی فرودگاہ یعنی قاری شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر موجود تھے۔ چند روز کے  
بعد اخباروں میں خبر شائع ہوئی کہ کسی بد سبخت نے قائد اعظم پر چاقو سے حملہ کر کے آپ کو زخمی کر دیا  
ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حکم دیا کہ ”تم بخشش صاحب کے ہمراہ جا کر جناب صاحب کی میری طرف سے مزاج

پرسی کر آؤ۔“ میرا بخشنی صاحب کا ٹکٹ بھی خرید لیا گیا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بیمار پرسی کے لئے ایک خط بھی قائد اعظم کے نام تحریر فرمایا اور بہت سے تحائف جناب صاحب کے لئے سوطا فرمائے۔ بعد میں حضور نے ارشاد فرمایا کہ ”تم مت جاؤ۔ بخشنی صاحب اکیلے ہی جائیں۔“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب میں  
**قائد اعظم کے نام مکتوب اور تحائف**  
 تحریر فرمایا تھا کہ ”قوم نے مجھے امیر ملت مقرر

کیا ہے۔ اور پاکستان کے لئے جو کوشش آپ کر رہے ہیں، وہ میرا کام ہے۔ لیکن میں اب سو سال سے زیادہ عمر کا ضعیف و ناتواں شخص ہوں۔ میرا بوجھ جو آپ پر پڑا ہے اس میں آپ کی امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں۔ نمرود کی دشمنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی، فرعون کی دشمنی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی، ابوجہل کی دشمنی ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترقی کا باعث ہوئی ہے۔ اب جو یہ حملہ آپ پر ہوا ہے، آپ کی کامیابی کے لئے فال نیک ہے۔ آپ کو میں مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ آپ کو حصول مقصد میں خواہ کتنی بھی دشواریوں کا سامنا ہو، آپ بالکل پروا نہ کریں! وہ پیچھے نہ ہٹیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کامیاب فرمانا چاہتا ہے۔ اس کے دشمن پیدا کر دیتا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے۔ میں اور میرے تمام یارانِ طریقت آپ کے حکم کے تابع رہیں گے۔ آپ بھی عہد کریں کہ آپ اپنے مقصد سے ذرہ بھر نہیں ہٹیں گے۔“

تحتویں میں قرآن شریف، تسبیح، جانماز، شال، دھستہ اور دوسری قیمتی چیزیں شامل تھیں۔ میں نے، قاری صاحب اور بخشنی صاحب نے مشورہ کر کے عرض کیا کہ تحتویں میں سے قرآن شریف، تسبیح اور جانماز نکال دیا جائے۔ اور خط میں سے یہ الفاظ کہ ”میں اور میرے تمام یارانِ طریقت آپ کے حکم کے تابع رہیں گے“ محذوف کر دیے جائیں۔“ حضور نے ہمارے مشورے کو قبول نہیں فرمایا۔ اگلے دن ہم سب ایک ہی موٹر میں کسی جگہ دعوت کی شرکت کے لئے جا رہے تھے۔ راستے میں ہم نے پھر اپنی بات دہرائی۔ آپ نے کمال شفقت سے فرمایا ”ایک بات تم میری مانو اور ایک میں تمہاری مانتا ہوں۔ تحائف تو اسی طرح رہنے دو۔“



اور بتاؤ خط میں کیا لکھو گے“ میں نے عرض کیا۔ اس جملے کو یوں بدل دیں گے کہ ”ہم سب آپ کے معاون و مددگار رہیں گے“ فرمایا ”بہت اچھا“ ہم سب اس حدیث شریف کے مضمون کہ **إِثْقُوا مِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِسُورِ اللَّهِ** (ترجمہ) ”مومن کی فراست اور زیرکی سے ڈرو۔ کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے“ سے غافل ہو گئے تھے اس لئے ہم سے یہ گستاخی سرزد ہوئی۔

بخشی صاحب خط اور تحفے لیکر مہربانی گئے۔ مالا بارہل پر قائد اعظم کی فرودگاہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ

### جناب صاحب کا شکر یہ کا خط

ڈاکٹروں نے ملاقاتوں کی بالکل قدغن کر رکھی ہے۔ وہ فاطمہ جناح سے مل کر خط اور تحائف ان کو دے آئے۔ اور واپس آکر تفصیل اور خیریت مزاج سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مطلع کر دیا۔ چند روز کے بعد جناح صاحب کا خط آیا جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ ”جب آپ جیسے بزرگوں کی دعا میرے شامل حال ہے، تو میں اپنے مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں۔ اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ آئیں، میں اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔“ پھر لکھا تھا کہ ”آپ نے قرآن شریف اس لئے عنایت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر ہوں۔ جب تک قرآن اور دین کا علم نہ ہو کیا لیڈری کر سکتا ہوں میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا۔ انگریزی ترجمے میں نے منگوا لئے ہیں۔ ایسے عالم کی تلاش میں ہوں جو مجھے انگریزی میں قرآن کی تعلیم دے سکے۔ جاننا آپ نے اس لئے عطا کیا ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میرا حکم کیوں مانے گی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھا کروں گا۔ تسبیح آپ نے اس لئے ارسال کی ہے کہ میں اس پر درود شریف پڑھا کروں۔ جو شخص اپنے پیغمبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا، اس پر اللہ کی رحمت کیسے نازل ہو سکتی ہے۔ میں اس اشارے کی بھی تمہیل کروں گا۔“

جب حیدرآباد دکن میں قائد اعظم کے انگریزی خط کا مذکورہ بالا ترجمہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا گیا تو آپ بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا ”میں حیدرآباد میں بیٹھا ہوں اور جناح صاحب مہربانی میں ہیں۔ اتنے بعد مسافت پر ان کو میرے مافی الضمیر کی کیسے خبر ہو گئی۔“

در انحالیکہ میں نے اس کا کسی سے تذکرہ بھی نہیں کیا۔ بے شک جناح صاحب ولی اللہ ہیں۔

**مسلم لیگ کی تائید و اعانت**

اس کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اور زیادہ انہماک سے مسلم لیگ کے لئے کام کرنا شروع کر دیا۔ اپنے تبلیغی

دوروں میں اور عام اجتماعات میں خصوصیت سے یہ پیام عام مسلمانوں تک پہنچاتے تھے۔ آپ سادہ الفاظ میں حاضرین سے کہتے۔ ”لوگو! دو پرچم ہیں۔ ایک مسلمانوں کا۔ دوسرا کافروں کا۔ بتاؤ کس پرچم کے سائے میں رہنا چاہتے ہو؟“ آپ کی زبان مبارک سے یہ بات نکلتی تو فوراً اثر دکھاتی اور لوگ دھڑا دھڑ مسلم لیگ کی حمایت پر مستعد اور کمر بستہ ہو جاتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام علمائے دین اور مشائخ عظام کو خاص طور پر توجہ دلائی۔ اور بتایا کہ ”یہ دین کا کام ہے۔ آپ سب خدمت قوم اور حمایت دین پر مستعد ہو جائیں صوفیائے کرام سے آپ خاص طور پر کہنے کہ ”آپ نے تمام عمر گوشہ نشینی میں گزار دی ہے اب دین کی خدمت کا وقت آ گیا ہے۔ اس لئے میدانِ عمل میں آجائیے اور اپنا فرض ادا کیجئے“ اس سلسلے میں آپ نے اشتہار بھی شائع کئے۔ اور بے شمار بزرگوں کو خط بھی لکھوائے۔ چنانچہ اطراف و اکناف سے آپ کو خط اور تار کے ذریعے پیامات موصول ہوئے۔ اور علماء و مشائخ نے تعاونِ عمل کا وعدہ کیا۔

سستی کا نفرنس و جمعیتہ العلماء ہند کے ذیل میں ذکر آچکا ہے کہ علمائے کرام کے اس عظیم الشان اجتماع میں بھی آپ نے مسلم لیگ کی حمایت کا زور شور سے اعلان کیا تھا۔ اسی طرح ہر اجتماع میں بلاخوف و خطر آپ حق کی حمایت میں آواز بلند فرماتے اور اس کا خاطر خواہ اثر ہوتا۔ ایک دفعہ امرتسر میں مسجد جان محمد میں جلسہ ہو رہا تھا۔ آپ کی تقریر کے دوران بعض مخالفین نے سوال کیا کہ ”جناح کافر ہے یا مسلمان؟“ آپ نے بوجہ فرمایا ”تم نے کونسی اس کے ساتھ رشتہ داری کرنی ہے جو اس کا مذہب دریافت کرتے ہو؟“ پھر ارشاد کیا کہ ”ہم نے جناح صاحب کو اپنا امام یا قاضی یا نکاح خوان مقرر نہیں کیا۔ بلکہ وہ ہمارے وکیل ہیں۔ ہم سب کا کام ہے جس کو وہ کر رہے ہیں۔ یہ پوچھنے سے کیا حاصل کہ ان کا مذہب و مسلک کیا ہے؟“ اہل جلسہ اس اسلوب بیان سے مطمئن ہو گئے۔ حضرت مولوی نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑھ کر حضرت کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور

حرمین  
صحابہ

وکیل

اعتراف کیا کہ ”اب مسئلہ صاف ہو گیا۔“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ”مولوی صاحب! وہ پاکستان بنانے کی کوشش کر رہا ہے، اسے کامیابی ہوگی۔“ پھر آپ نے کہا۔ ”پاکستان کے مخالفین کان کھول کر سن لیں کہ پاکستان بن کر رہے گا۔ بارگاہِ رب العزت سے اس کی منظوری ہو چکی ہے۔ پاکستان ہم سب کا ہے۔ ایکے مگر جناح کا نہیں ہے۔ وہ ہمارا کام کر رہے ہیں سب سے کہیں ہیں۔“

**حضرت پیر صاحب مانگی شریف کی آمد** حضور کی دعوت کے جواب میں حضرت پیر صاحب مانگی شریف رحمۃ اللہ علیہ کے علی پور سیداں آنے کا واقعہ

ایک تاریخی یادگار ہے۔ اس لئے محفوظ کئے دیتا ہوں۔ شدید سردی کی ات تھی۔ بارش ہو رہی تھی۔ ایسے میں حضرت پیر صاحب قبلہ مع رفقا کے جو سب کے سب اطفال و پستولوں سے مسلح تھے، علی پور سیداں میں وارد ہوئے۔ اسٹیشن پر جس نے اس مسلح جماعت کو دیکھا وہ بھی حیران ہوا۔ اور گاؤں میں جنہوں نے آتے دیکھا وہ بھی۔ اس لئے کہ پنجاب میں اس طرح رائفلوں اور پستولوں سے مسلح ہو کر چلنے کا رواج نہیں ہے۔

جب حضرت پیر صاحب باب رحمت میں داخل ہوئے تو حضور نے آہٹ سن کر پوچھا کون ہے؟ پیر صاحب نے جواباً کہا ”مانگی کا فقیر۔“ حضور اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ معانقہ کیا۔ اور فرمایا ”فقیر کے گھر بادشاہ آ گیا ہے۔“ پھر شکو کیا کہ ”پیر صاحب! آپ نے اطلاع تو دی ہوتی۔ اس سردی اور تاریکی میں اسٹیشن سے یہاں تک پہنچنے میں آپ کو بڑی زحمت ہوئی ہوگی۔“ پیر صاحب نے فرمایا ”چھوٹوں کو کب یہ حق پہنچتا ہے کہ بزرگوں کو اطلاع دیں۔“ چھوٹوں کا کام خدمت میں حاضر ہونا ہے۔“ حضرت نے فرمایا ”اختر کو بلاؤ۔“ میں حاضر ہوا تو حکم دیا کہ ”پیر صاحب کے لئے کھانا لاؤ۔“ پیر صاحب نے کہا ”میں رات کو نہیں کھاتا۔“ ارشاد ہوا۔ ”آج تو کھانا ہوگا۔“ پیر صاحب نے فرمایا ”چالیس سال سے میری عادت ہے کہ رات کو مطلقاً نہیں کھاتا۔“ حضور نے فرمایا ”میری سو سال سے عادت ہے کہ مہمان کو کبھی بھوکا نہیں سونے دیتا۔“ انھی مزے مزے کی باتوں میں کھانا آ گیا۔ سب نے کھایا۔ بعد میں حضرت کے دستور کے مطابق سبز چائے کا قہوہ پیایا گیا۔

غرض تین دن حضور نے پیر صاحب کو مہمان رکھا۔ بڑی پرکلف دعوتیں ہوئیں انواع و

اقسام کے کھانے پکتے رہے۔ چوتھے دن حضرت نے دریافت کیا کہ ”آپ نے خود کیوں تکلیف فرمائی؟“ پیر صاحب نے ارشاد کیا کہ ”میں آپ کے مراسلہ کے جواب میں خود حاضر ہو گیا ہوں۔ اب جو حکم ہوگا تعمیل کروں گا“ حضرت نے فرمایا ”اب دین اور ملت کی خدمت کی ضرورت ہے۔ یہ کام جو جناح صاحب کر رہے ہیں ہم سب کا ہے۔ آپ بھی ان کی اعانت فرمائیں“ پیر صاحب نے وعدہ کیا۔ اس طرح چوتھے دن ہم سب ان کو اسٹیشن تک رخصت کرنے گئے۔ اور یہ پُر لطف اجتماع ختم ہوا۔

حضرت پیر صاحب مانگی شریف رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح مسلم لیگ کی خدمت کی سب کو معلوم ہے۔ انھوں نے جناح صاحب کی مانگی شریف میں دعوت کی اور ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد فرمایا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس جلسے کی شرکت کے لئے مانگی شریف بلایا تھا۔ لیکن آپ ناسازی مزاج کے باعث نہ جاسکے۔ تو آپ نے حضرت الد صاحب قبلہ سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی جگہ بھیج دیا۔ اور آپ کے ہاتھ جناح صاحب کے لئے ایک سونے کا تمغہ، تین سو روپے کی تھیلی، اور کئی دوسرے تحائف ارسال کئے۔ حضرت پیر صاحب مانگی شریف نے حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی عزت کی اور انہی سے جلسہ کی صدارت کروائی۔ جب جناح صاحب جلسے میں آئے اور حضرت الد صاحب قبلہ نے آپ سے کہا کہ ”حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے لئے کامیابی کا تمغہ سونے کا بھیجا ہے“ تو قائد اعظم بہت خوش ہوئے۔ کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور سینہ تان کر کہا۔ ”پھر تو میں کامیاب ہوں۔ آپ تم خرمیے سینے پر آویزاں کیجئے۔“

حضرت پیر صاحب مانگی شریف نے ہزاروں لاکھوں روپے اپنی جیب سے خرچ کئے اور ریفرنڈم میں کانگریسی حکومت سے ٹکری۔ آپ کے لاکھوں مرید ہیں اور سب نے اس وقت بڑا کام کیا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بھی ہزاروں معتقدین اور یار صوبہ سرحد میں ہیں۔ آپ نے بھی جا بجا جلسے کئے اور سب کو مسلم لیگ کی حمایت پر آمادہ کیا۔ یارانِ طرقت نے ریفرنڈم میں پوری محنت سے تگ و دو کی۔ ریفرنڈم کی کامیابی میں ان اسباب کا بہت بڑا حصہ تھا۔

اس سے پہلے کا واقعہ ہے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا کشمیر

## کشمیر میں قائد اعظم کی شاہانہ دعوت

کا آخری دورہ تھا۔ انھی دنوں چودھری غلام عباس صاحب

کی دعوت پر قائد اعظم سری نگر تشریف لائے چودھری صاحب حضرت قبلہ عالم کے غلام اور مسلم لیگ کے بہت بڑے کارکن اور کشمیر کے عظیم سربراہ تھے۔ حضرت کو قائد اعظم کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ڈاکٹر عبدالاحد صاحب کی معرفت قائد اعظم کی دعوت کی۔ انھوں نے جو ابا کہلوا یا کہ ”یہاں آپ بھی مسافر ہیں اور میں بھی مسافر ہوں۔ دعوت کی کیا ضرورت ہے۔ ملاقات کے لئے حاضر ہو جاؤں گا“ آپ نے غدر قبول نہ کیا اور نہایت وسیع پیمانے پر دعوت کی تیاریوں کا حکم دیدیا۔ آپ اس وقت خواجہ عبدالاحد صاحب کے مکان پر قیام پذیر تھے۔ وہیں سارے مہمان جمع ہوئے تھے۔ بہت بڑا ہال تھا۔ سارے ہال میں قیمتی قالینوں کا فرش تھا۔ اور انھی پر دسترخوان بچھا کر کھانا کھلایا گیا تھا۔ ایک یار غلام محمد صاحب کو حکم ہوا کہ تم باورچی کا انتظام کرو۔ سارا انتظام انھی نے کیا۔ چوبیس گھنٹے کھانے پکتے رہے۔ مجھے یاد ہے کہ پینتالیس قسم کے سالن تیار کرائے گئے تھے۔

وقت مقررہ پر قائد اعظم چودھری غلام عباس صاحب کے ہمراہ تشریف لائے۔ دونوں قائدین کے دوسرے رفقا اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یارانِ طریقت جو کشمیر تعداد میں مدعو تھے جمع ہو گئے۔ قائد اعظم سے حضرت قبلہ عالم نے کھڑے ہو کر معافہ کیا۔ اور اپنے بستری بیٹھنے کی فرمائش کی۔ قائد اعظم نے انکار کیا۔ آپ نے پھر اصرار فرمایا تو انھوں نے کہا ”بے ادب اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا کرتا۔ میرا مقصد پاکستان بنانا ہے۔ آپ مجھے اس مقصد سے محروم نہ کریں۔“ اس پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فوراً بیٹھ گئے۔ اور قائد اعظم سے کہا ”آپ جہاں پسند کریں تشریف رکھیں“ قائد اعظم آپ کے پاس ہی قالین پر بیٹھ گئے۔ ذرا سے وقفہ کے بعد ہاتھ دھلائے گئے۔ اور دسترخوان بچھا دیے گئے۔ حضرت نے قائد اعظم کے سامنے ایک خالی پیٹ رکھوا دی اور اس میں مٹھوڑا مٹھوڑا نکال کر دیتے رہے۔ قائد اعظم ماکولات کی کثرت سے حیران تھے اور کہتے تھے ”بس اور نہ لاؤ۔ میں سیر ہو گیا“ حضور نے فرمایا ”آپ صرف تھوڑا تھوڑا چکھتے جائیے۔ تاکہ آپ کو کشمیری کھانوں کا علم ہو جائے“ ہر چیز لذیذ سے لذیذ تھی۔ مگر قائد اعظم بہت کم خوراک شخص تھے۔ پھر بھی آپ نے ہر چیز تھوڑی تھوڑی چکھی۔ آخر میں گوشتا بہ آیا۔ حضرت

نے فرمایا ” یہ بہت لذیذ ہوتا ہے۔ اور یہاں کی رسم کے مطابق اسے سب کے آخر میں لایا جاتا ہے۔“ قائد اعظم نے سب کھانوں کو پسند کیا اور کہا کہ ” میں نے اسی پر تکلف دعوت ساری عمر نہیں کھائی۔ اگر میرا بس چلے تو میں باورچی کو اڑالے جاؤں۔“

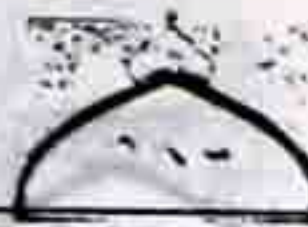
**قائد اعظم کو کامیابی کا مشورہ** | آخر میں پاکستان کے متعلق دینک باتیں ہوتی رہیں۔ حضور نے قائد اعظم کو دو جھنڈے عطا کئے۔ ایک سبز

دوسرا سیاہ۔ نقد روپیہ بھی عطا کیا۔ پاکستان کی کامیابی کے لئے دعا فرمائی۔ رخصت کے وقت دوبارہ قائد اعظم سے اٹھ کر معافی لیا۔ اور اس طرح یہ تاریخی ملاقات اور دعوت اختتام پذیر ہوئی۔ حضرت قائد اعظم نے قیام پاکستان سے کئی سال قبل لاہور کے ایک جلسہ عام میں کئی لاکھ کے مجمع میں کہا تھا ”میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا۔ کیونکہ امیر ملت مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا۔ اور مجھے یقین و اثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کو ضرور سچا کریں گے۔“

**۱۹۴۶ء کے انتخابات** | اور اہمیت حاصل تھی۔ کانگریس کا دعویٰ تھا کہ

”ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں۔ انگریز اور کانگریس۔“ قائد اعظم بار بار ڈنکے کی چوٹ اعلان فرما چکے تھے کہ ”یہ دعویٰ غلط ہے۔ کانگریس صرف ہندوؤں کی نمائندہ جماعت ہے۔ مسلمانوں کی نمائندگی فقط مسلم لیگ کرتی ہے۔ ہندوستان میں اس لئے تین طاقتیں ہیں۔ مسلمان۔ انگریز۔ اور ہندو۔“ ۱۹۴۶ء کے مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کو اسی لئے انتہائی اہمیت حاصل تھی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب و تحریک پر بیشتر مشائخ کرام نے پوری تندرہی سے مسلم لیگ کے لئے کام کیا۔ اور ان کے معتقدوں اور حامیوں نے کامل جوش اور خلوص سے انتخابات کی کامیابی میں حصہ لیا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بنفس نفیس ہندوستان بھر کے دورے کئے۔ حضور کے خلفانے بھی اتباع شیخ میں اپنے حلقوں کے دورے کئے۔ اور سب تک حضور کا یہ پیغام پہنچایا کہ ”جو شخص صرف مسلم لیگ کو ووٹ دے“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اشتہاراً چھپوائے اور ایک فتویٰ اخبارات میں شائع کیا کہ ”جو شخص مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اس



کا جنازہ مرت پڑھو۔ اور اسے اپنے قبرستان میں مرت دفن ہونے دو۔“ سفر، جلسے، جلوس، سب کا خرچہ آپ خود برداشت فرماتے تھے۔ جو خلفا اور یارانِ طریقت اپنے حلقوں میں جلسے جلوس نکالتے تھے، ان کا صرفہ وہ خود اٹھاتے تھے بغرض اے، درمے، قدمے، سٹخنے آپ نے اور آپ کے خلفاء و یارانِ طریقت نے اس سلسلے میں جو کارنامے انجام دیئے ان کی تفصیل کے لئے دفتر درکار ہیں۔

قائدِ اعظم نے ایکشن کے لئے مستحق اور موزوں حضرات کو ٹکٹ دیئے تھے۔ کچھ علما حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التماس کی کہ ہم کو بھی جناح صاحب سے کہہ کر ٹکٹ دلوائیے۔ آپ نے ہر ایک سے کہا ”مولوی صاحب! میں نے خود اپنے لئے کوئی ٹکٹ نہیں لیا، آپ کو کیسے لو اوّل۔“ ان کے اصرار پر فرمایا۔ ”آپ کا کام قال اللہ قال الرسول مسلمانوں تک پہنچانا ہے جاؤ اپنا کام کرو۔ یہ جن کا کام ہے ان کو کرنے دو۔“ اسی طرح جب ایکشن کا زمانہ آگیا تو مسلم لیگی امیدوار حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگے کہ انتخابات میں ہماری مدد فرمائیے۔ چنانچہ ایکشن کی کامیابی کے لئے حضورِ الالانے دوبارہ ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ فرمایا۔ اور ہم سب کو کام کرنے کے لئے مختلف علاقوں میں بھیجا۔ کہیں حضرت عموی صاحبان متبلہ کی ڈیوٹی لگی۔ کہیں میری۔ اور میں عزیزم برادرم سید انور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین اول) کو اول ضلع رہتک میں کام کرنے بھیجا تھا۔ پھر انھیں ضلع فیروز پور میں نواب صاحب ممدوٹ کے حلقہ میں جانے کا حکم دیا۔ وہاں سے حضور میاں افتخار الدین صاحب کے کام کے لئے تشریف لے گئے اسی طرح حضرت عموی صاحبان ضلع ضلع اور تحصیل تحصیل مسلم لیگ کا کام کرتے پھرے۔ اور خدا کے فضل سے ہر جگہ لیگ کے امیدواروں کو کامیابی حاصل ہوئی۔

مجھے اول تحصیل نارووال جانے کا حکم ملا تھا۔ وہاں سے میاں ممتاز دولتانہ امیدوار تھے پھر مجھے تحصیل بھلووال ضلع سرگودھا بھیجا گیا۔ وہاں کا معاملہ بہت سخت تھا۔ وہ ملک خضر حیات خان ٹوانہ کی اپنی تحصیل تھی۔ وہ یونیسیٹ اور اس وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے۔ میں وہاں فضل حق پر اچھ کے لئے کام کر رہا تھا۔ ملک خضر حیات خان نے بھلووال میں جلسہ کیا۔ تو چھوٹے

بچے سیاہ جھنڈیاں لے کر کھڑے ہو گئے۔ وزیر اعلیٰ کے ساتھ پولیس کیوں نہوتی، پولیس نے بچوں کو ڈرایا دھمکایا تو عالم شاہ ذیل ار حلقہ کھڑے ہو گئے۔ اور ڈانٹ کر کہا "خبردار۔ اگر تم نے ہمارے کسی بچے کو ہاتھ بھی لگایا تو ہم تمہارے ہاتھ کاٹ دیں گے۔ آنکھ دکھائی تو آنکھ نکال دیں گے۔ مسلم لیگ کی اعانت کا حکم ہمارے باپ نے دیا ہے۔ ہم ان کے حکم سے ہرگز سرتابی نہیں کریں گے" اس پر جلے میں ہڑ لوٹنگ مچ گئی۔ اسی افراتفری میں ملک خضر حیات خاں ٹوانہ موٹر میں بیٹھ کر چپکے سے کھسک گئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور میرے ماموں سید علی حسین شاہ صاحب مرحوم میرے ساتھ برابر کام کرتے رہے۔ چنانچہ دوسرے حلقوں کی طرح یہاں بھی فضل حق پراچہ دلیگ کے امیدوار کئی ہزار ووٹوں سے کامیاب ہوئے۔

۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مرکز اور صوبوں میں مسلم لیگ کو جیسی نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تھی، اس کی مثال کم ملتی ہے۔ سید محمد علی صاحب یاران طریقت میں سے تھے۔ بیبی میں قائد اعظم نے ان کو مبارکباد دی اور کہا کہ "ویرے سب تمہارے پیر صاحب کی کوشش اور دعا کا نتیجہ ہے" قائد اعظم کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مبارکباد کا تار دیا۔ جس کے جواب میں انھوں نے بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو تار دیا اور لکھا کہ "ویرے سب آپ کی ہمت اور دعا کا صلہ ہے۔ اب یقیناً پاکستان بن جائے گا"۔

**بیش قرار مالی اعانت** | تحریک پاکستان کے سلسلے میں حضور نے جتنا روپیہ خرچ کیا اس کا اندازہ لگانا دشوار ہے۔ لاکھوں روپے مسلم لیگ

کو چندے میں دیے اور لاکھوں ہی لکیشن پر خرچ ہوئے ہوں گے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اہل خاندان، اور آپ کے خلفائے نے جو بھی اقدامات کئے، سب کا خرچہ ان کی جیب خاص سے ادا ہوتا تھا۔ کسی نے دوسروں سے چندہ لینا کبھی گوارا نہ کیا۔ کہ یہ دربار علیہ کے دستور کے خلاف تھا۔ جو ممبران لکیشن میں کامیاب ہوتے تھے، ان کے گلے میں نوٹوں کے ہار ڈالے گئے۔ ماموں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فضل حق پراچہ کے گلے میں اپنے پاس سے سو روپے کے نوٹوں کا ہار ڈالا تھا۔ اسی طرح ہر جگہ کیا گیا۔ میں نے اپنے مشاہدے کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ سماعت میں تو اور ہزاروں باتیں آتی رہی تھیں۔



## قائدِ اعظم کو مکشوب تہنیت

۱۹۴۶ء کے انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل ہوئی تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ نے قائدِ اعظم کو ایک خط لکھا جس

کا پورا مضمون ”روزنامہ جنگ کراچی۔ یومِ پاکستان ایڈیشن ۱۹۴۶ء“ سے نقل کیا جاتا ہے۔

”قائدِ اعظم صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“

گزشتہ ہفتہ میں ایک پیغامِ عزمِ حج کی مبارکبادی پر بھیج چکا ہوں۔ اب دوسری مرتبہ آپ کو مسلم لیگ کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ کیونکہ مسلم لیگ کی کامیابی کا سہرا ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں میں سے خداوند کریم نے آپ ہی کو نصیب فرمایا۔ اور باوجود پانچ گروہوں کی سخت مخالفت کے خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے محض آپ کو کامیابی بخشی۔ حالانکہ مخالفین نے آپ کی مخالفت میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپیہ صرف کر دیا۔ باوجود کروڑوں روپیہ صرف کرنے کے ان کو ساری روسیاہی اور ذلت نصیب ہوئی۔ انھوں نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو آپ سے برگشتہ کر کے بقول کشمیریاں گاندھی کا کتا بنایا جائے۔ مگر سوائے تین شخصوں کے اور کسی کو بھی وہ گاندھی کا کتا نہ بنا سکے۔

ع ”آفریں بادریں بہت مردانہ تو“ ع ”ایں کاراز تو آید و مرداں چنین کنند“

”اس پیغام میں دوسری مبارکباد حضور نظام اور اہل حبیب آباد کو دیتا ہوں جنہوں نے آپ کو سونے سے وزن کر کے دس کروڑ مسلمانوں کی لاج رکھ لی۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک سونے سے وزن کرنے کی عزت، سوا آغا خاں صاحب اور آپ کے، کسی بادشاہ کو بھی کسی ملک کی قوم میں نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ساری دنیا کے مسلمانوں سے برگزیدہ کر کے آپ کو یہ مرتبہ نصیب فرمایا ہے۔“

الراقم: سید جماعت علی عفی اللہ عنہ

از علی پور سیداں۔ ۱۷ جولائی ۱۹۴۶ء

## قائدِ اعظم کے جوابی خطوط

روزنامہ جنگ نے اسی اشاعت میں یہ بھی لکھا تھا

کہ ”پیر سید جماعت علی شاہ صاحب نے بعد میں ایک خط قائدِ اعظم کو انگریزی میں بھی لکھوایا۔ جس میں مناسک حج اور زیارت کی تفصیلات، مقامات کے فاصلے، اور اخراجات تک تحریر کرائے تھے۔ قائدِ اعظم نے ۱۳ اگست ۱۹۴۶ء کو جواب لکھا۔ جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

ڈیر سید جماعت علی شاہ صاحب!

ءار جولائی کے خط کے لئے بہت بہت شکریہ۔ آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں تیزی سے جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، ان کی بنا پر میرے لئے اس وقت ہندوستان سے دور ہونا ممکن نہیں۔

آپ کے شکریہ کے ساتھ،

آپ کا مخلص، ایم اے جناح

اس سے قبل حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز قائدِ اعظم کو قیام پاکستان کی مبارکباد دے چکے تھے حضور کی مبارک باد کے جواب میں قائدِ اعظم نے ۶ اگست ۱۹۴۶ء کو جو خط لکھا تھا، اس کی فوٹو اسٹیٹ نقل میرے سامنے ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

نا اورنگ زیب روڈ

نیو دہلی

۶ اگست ۱۹۴۶ء

”ڈیر پیر صاحب!“

آپ کی نیک تمناؤں اور مبارک بادوں کا بہت بہت شکریہ۔ اور مجھے یقین ہے کہ مسلمان خوش ہیں کہ آخر کار ہم نے، دو سو سال کی غلامی کے بعد، خود اپنی پاکستان کی آزاد اور خود مختار مملکت بنالی۔

آپ نے ازراہ لطف مجھے شفقتاً لوگوں کا جو پارسل ارسال کیا ہے، اس کا بھی  
شکر یہ ادا کرتا ہوں۔

بہترین تمناؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص،

ایم اے جناح

پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری

کوئٹہ (بلوچستان)

جب تقسیم برصغیر اور پاکستان کا اعلان ہوا تو  
حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بے حد مسرور ہوئے

قیام پاکستان پر مبارک باد

کہ آج ہماری تنگ و دو اور جدوجہد کا مثبت نتیجہ نکل آیا۔ آپ نے جناب قائد اعظم اور  
دوسرے زعماء کو مبارک باد کے تار ارسال کئے۔ نواب افتخار حسین خان صاحب ممدوٹ  
کو آپ نے مبارکباد کا تار دیا تو قبل از وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ بننے کی مبارکباد بھی دی۔  
حضرت پیر صاحب مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ کو آپ نے پیغام بھیجا تو لکھا۔ ”پیر صاحب!  
پاکستان بن گیا۔ اب ہمارا کام ختم ہوا۔ اب ملک چلانے والے جانیں اور ان کا کام“  
قائد اعظم کو آپ نے مبارک باد کے تار میں تحریر فرمایا :

”ملک گیری آسان ہے۔ ملک داری بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ملک

داری کی توفیق عطا فرمائیں“



# وصالِ مُبارک

وصالِ مُبارک - پیغاماتِ عزیزی -

منظوماتِ وصالِ مُبارک

# وصال مبارک

دریں حدیقہ بہار و خزاں ہم آغوش است

زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش است

ایک عربی مکتوب

انجمن خدام الصوفیہ کا سالانہ جلسہ ۱۰ ارازمی ۱۹۵۱ء کو بخیر و خوبی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ۱۳ ارمی کو میں، حاجی خوشی محمد صاحب فیروز پوری (ملتان) اور شیخ نذیر صاحب کھیم کرنی (ملتان) حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے ان دونوں صاحبان سے فرمایا کہ دو بھائی جلدی جلدی آکر ملا کرو۔ کل ایک خط میرے پاس آیا ہے جس میں لکھا ہے کہ تمہاری زندگی اب بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔ اس لئے خوب عبادت کیا کرو۔ محفل میں اور بہت سے یار موجود تھے۔ یہ سن کر سب بلند آواز سے آہ و فغاں کرنے لگے۔ آپ نے سنہس کر فرمایا۔ ”موت کا کیا ڈر ہے۔ موت کا سن کر کیا رونا ہے۔ آخر ایک دہر تو سمجھی کہ مرنا ہے“

میں نے عرض کیا ”حضرت! وہ خط کہاں ہے“ فرمایا ”وہ حیدر حسین کے پاس ہے۔ منگو اوڈی“ خط منگوایا گیا۔ دیکھا تو عربی میں تحریر تھا۔ فرمایا ”پڑھو اور مجھے بھی سناؤ۔ اور ترجمہ بھی کرو۔ تاکہ دوسرے لوگ بھی سمجھ سکیں۔“ میں نے وہ خط پڑھا۔ اور ساتھ ترجمہ بھی کر تا گیا۔ بعد میں عرض کیا کہ ”اس خط کی عربی غلط لکھی ہوئی ہے۔ اس لئے اس خط کی اطلاع بھی غلط ہے“ فرمایا ”سو سال تک مجھے کسی نے کیوں غلط اطلاع نہیں دی“ میں نے عرض کیا ”اس کی عربی غلط ہے“ فرمایا ”عربی غلط ہے۔ مگر اطلاع صحیح ہے“

تمام یارانِ طریقت گریہ و بکا کرتے رہے کسی کی زبان سے اور کوئی بات نہ نکلی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بار بار تلقین فرمانے سے سب مشکل خاموش ہوئے۔ عرس کے کاموں اور مہمانوں سے فارع ہو کر میں زمین کے انتظام کے لئے آخرمسی میں

لائل پور چلا گیا۔ وہاں مجھے زیادہ قیام کرنا پڑا۔ وہیں رمضان شریف کا چاند نظر آ گیا تو میں نے ارادہ کیا کہ روزے بھی وہیں رکھوں گا۔ حضرت صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ گرمیوں میں مری یادوگر ٹھنڈے مقامات پر چلے جاتے تھے۔ اس بار کہیں جانے کا قصد نہ فرمایا۔ اور رمضان کا مہینہ آ گیا تو یہیں رمضان گزارنے کا ارادہ کر لیا۔ رات کو آپ مسجد نور میں تشریف لا کر قرآن مجید سُنتے اور تراویح ادا فرماتے۔ اور دن کا وقت روزے کی حالت میں تہ خانے میں بسر فرماتے۔

۹ رمضان المبارک کو آپ مسجد میں تراویح ادا کر رہے تھے کہ آپ کو بخار ہو گیا۔ چنانچہ

تراویح کے بعد آپ نے حکم دیا کہ ”مجھے بخار ہو گیا ہے کسی آدمی کو بھیج کر اختر حسین کو لائل پور سے بلاؤ“ چنانچہ حضرت قبلہ عمومی صاحب مدظلہ نے برادری کے ایک فرد سید منظور حسین شاہ صاحب کو اسی وقت لائل پور روانہ کر دیا۔

میں فوراً منظور شاہ صاحب کے ہمراہ لائل پور سے چل پڑا۔ اور رات کو نو بجے علی پور پہنچا۔ سب لوگ تراویح کے لئے گئے ہوئے تھے اور حویلی میں باہر سے تالا لگا ہوا تھا۔ جب تالا کھلا تو میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے پاؤں کی چاپ سن کر پوچھا ”کون ہے“ میں نے عرض کیا اختر حسین۔ آپ نے عبدالعزیز صاحب سے دو تین مرتبہ بلند آواز سے کہا ”مبارک ہو۔“ میں نے سلام عرض کرنے کے بعد مزاج مبارک کا حال معلوم کیا۔ فرمایا ”مجھے ایک سو پانچ بخار ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بخار سے میرا جگر جل گیا ہے۔ اور اس نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے“ میں نے عرض کیا ”بخار اب بھی ہے مگر کم ہے“ فرمایا ”جاؤ۔ اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت میں حاضری دے کر آؤ“ میں حویلی میں گیا۔ والدہ صاحبہ کو سلام کیا۔ کھانا کھایا اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں واپس آ گیا۔

اگلا دن ہوا تو میں صبح ایک دو گھنٹہ کے لئے مسجد میں چلا گیا۔ وہاں قرآن مجید کی منزل کو دہرایا۔ باقی اوقات میں حضور کی خدمت میں حاضر رہا۔ دوسرے دن میں لوٹ کر حاضر ہوا تو فرمایا ”تم کہاں تھے“ میں نے عرض کیا مسجد میں قرآن مجید پڑھنے گیا تھا“ فرمایا ”تم

کو لایل پور سے قرآن مجید پڑھنے کو بلایا ہے؟۔ یہ حویلی پلید ہے؟ کہ اس میں قرآن مجید نہیں پڑھا جاسکتا؟ میں خاموش رہا۔ مگر سمجھ لیا کہ مجھے خدمت کے لئے بلوایا ہے۔ اس لئے جو بس گھنٹے حاضر رہوں گا۔ قرآن مجید کی منزل بھی حویلی ہی میں پڑھتا رہا۔

### نقاہت کی زیادتی

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بلوایا گیا۔ اور ان کا علاج شروع کیا گیا۔ آخر بخار تو اتر گیا۔ مگر کمزوری بہت زیادہ ہو گئی۔ نقاہت برابر بڑھتی رہی اور خوراک بہت کم ہو گئی۔ علاج بھی جاری رہا۔ معمول کے مطابق حضور تمام عبادات، اوراد اور وظائف ادا فرماتے رہے۔ حضور کی بیماری ہی میں عید الفطر آئی۔ آپ کی چار پائی اٹھا کر مسجد میں لائی گئی۔ اور آپ نے نماز باجماعت ادا کی۔

### بمشکل تیمم پر راضی ہوئے

اس بیماری اور کمزوری میں بھی آپ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کیا کرتے۔ آپ کو پیشاب کا مرض بہت مدت سے تھا۔ جس کی وجہ سے ایک نماز کے دوران کئی دفعہ بھی وضو کرنا پڑتا تھا۔ اس سے آپ کو سخت مشقت برداشت کرنی ہوتی۔ اس سے سب کو تکلیف ہوتی تھی مگر کسے جرأت تھی کہ کچھ کہہ سکے۔ آخر ایک دن میں نے عرض کیا کہ "حضور تیمم فرمایا کریں۔" تو فرمایا "پانی کے کنوئیں بھرے ہوئے ہیں۔ تیمم کیسے کر لوں!" میں نے عرض کیا کہ "تیمم وضو کا خلیفہ ہے۔ نہ کہ پانی کا" فرمایا قرآن مجید میں آیا ہے۔ "فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً" (ترجمہ) پس تم نے پانی نہ پایا، میں نے عرض کیا "تمام فقہانے تیمم کو وضو کا خلیفہ لکھا ہے۔ پانی کا نہیں" فرمایا "اچھا! کتابیں لا کر دکھاؤ"

میں کتب خانہ میں گیا۔ اور فتح القدیر، بحر الرائق، شامی، عالمگیری وغیرہ سب کتابوں میں سے تیمم کا مضمون نکال کر ان مقامات پر نشان رکھے۔ اتنے میں جہانی نصیب خان صاحب پہنچ گئے کہ حضور بلا رہے ہیں۔ میں اور وہ سب کتابیں اٹھا کر حضور کی خدمت میں لائے۔ آپ کی اجازت سے میں نے پڑھنا شروع کیا۔ عربی عبارت پڑھ کر اس کا اردو ترجمہ سننے لگا۔ آپ نے فرمایا "عربی عبارت پڑھو۔ میں سمجھتا ہوں"

چنانچہ سب کتابوں میں سے متعلق مضمون اور مسائل سن لئے تو حکم دیا: ”پاک مٹی لاؤ“ چنانچہ پاک اینٹ لائی گئی۔ جس سے تیمم کر کے آپ نے عصر کی نماز ادا فرمائی۔ اور اس کے بعد تیمم ہی سے نمازیں پڑھتے رہے۔

**نماز باجماعت** اس بیماری کے ایام میں بھی آپ نے تمام نمازیں جماعت سے ادا کیں۔ بیماری کے ابتدائی ایام میں بیٹھ کر نماز پڑھتے اور رکوع و

سجود ادا فرماتے رہے۔ اس دوران برادر م سید انور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ حضور نے بہر حال آخر تک نماز جماعت کی پابندی کسی وقت بھی ترک نہیں ہونے دی۔

**اوراد کی پابندی** عصر کی نماز کے بعد آپ ختم شریف مخصوصیہ پڑھا کرتے تھے۔ وہ بیماری میں بالالتزام جاری رہا۔ اس کے بعد عادت مبارک تھی کہ

مغرب کی نماز تک قرآن مجید پڑھتے رہتے تھے۔ دوسرے معمولات کی مانند یہ معمول بھی جاری رہا۔ ایک دن مجھ سے فرمایا کہ ”قرآن مجید پڑھتا ہوں تو میری زبان خشک ہو جاتی ہے اس لئے کسی کے ذمہ لگاؤ کہ مجھے روزانہ قرآن مجید سنایا کرے“ چنانچہ عزیز م سید افضل حسین سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کا ذمہ لیا۔ اور حضور کی بیماری کے باقی ایام میں وہ روزانہ شام کے بعد حضور کو قرآن مجید سناتے رہے۔

**سرپریش** حضرت قبلہ کو راتیں نیند آنی بند ہو گئی تھی۔ تو حکیم صاحب نے سرپریش کے لئے روغن ہلیہ تجویز فرمایا جس میں اور بہت سے

اجزاء شامل تھے۔ تمام چیزوں کا تیل گھر پر ہی لگا لایا گیا۔ پروفیسر زاہد حسن فریدی صاحب ر خلف الحاج پروفیسر عابد حسن صاحب فریدی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز) حال نرسپل گورنمنٹ کالج تلہ گنگ، تعطیلات کا زمانہ گزارنے کے لئے حاضر خدمت تھے۔ چنانچہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خدمت ان کے سپرد کی کہ وہ روزانہ سر میں تیل لگایا کریں۔ دن رات میں کسی بار حکم ہوتا کہ ”زاہد کو بلاؤ“ زاہد صاحب حاضر ہوتے تو فرماتے ”اپنا کام شروع کرو“ زاہد صاحب از بس عقیدت شوق اور محبت کے ساتھ یہ فرض انجام دیتے رہے۔ زاہد صاحب کی غیر حاضری میں کوئی اور شخص



تیل لگانے لگتا تو حضور فرماتے ”تمہیں ترکیب نہیں آتی۔ زاہد کو بلاؤ“ زاہد آتے تو حضور ارشاد کرتے ”اپنا کام شروع کرو“ زاہد صاحب سر پر تیل ملنا شروع کرتے تو حضور کو فوراً نمیند آنے لگتی تھی۔ تمام بیماری میں زاہد صاحب اپنا یہ فرض خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

جیسا کہ معلوم ہے حضرت قبلہ عالم رحمہ اللہ علیہ  
**یارانِ طریقت پر شفقت**

فرماتے تھے۔ اور یار بھی اپنے پیر پر دل جان سے نثار ہوتے تھے حضور کی بیماری کے دوران یارانِ طریقت کئی کئی بار خیریت معلوم کرنے اور عیادت کی سنت ادا کرنے حاضر ہوتے پھر حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ علیہ ان کو کئی کئی دن تک روکے رکھتے اور تواضع فرماتے۔ ان کے لئے اچھی اچھی چیزیں پکواتے۔ اور خود ساتھ بیٹھ کر کھلاتے۔ آخر کے کچھ دنوں کے علاوہ جب کہ آپ کے لئے اٹھنا بیٹھنا ناممکن ہو گیا تھا، برابر یہ معمول جاری رہا۔ آخر میں بھی یہ ہوتا کہ کھانے کا وقت آتا تو ارشاد فرماتے پہلے مہمانوں کو کھلاؤ۔ خود لیٹے رہتے اور مسرت کا اظہار فرماتے۔ مہمانوں کے بعد خود بھی کسٹریج کی فیزیسی یا ہر سیہ کے چند لقمے تناول فرماتے۔

اس بیماری کے دوران آپ نے کئی ضعیف و ناتواں یارانِ طریقت کو خاص پیغام بھیج کر بلوایا اور ان سے مل کر مسرت و خوشنودی کا اظہار کیا۔ داروغہ اللہ بخش مرحوم قصوی کالڑ کا افتخار حاضر ہوا تو اس سے کہا کہ داروغہ صاحب کو ساتھ لا کر مجھ سے ملاؤ۔ افتخار جا کر ان کو لایا۔ داروغہ صاحب بہت ضعیف تھے۔ افتخار اور دوسرے یاروں نے سہارا دے کر ان کو چھت پر حضور کے پاس پہنچایا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! داروغہ صاحب آگے ہیں۔ تو حضور نے بلند آواز سے فرمایا۔ ”داروغہ صاحب!

رب نے اُجڑے دیس ویلے ساڑھے سبجاں پھیرے پائے

دو تین دفعہ یہ شعر دہرایا۔ داروغہ صاحب رونے لگے اور قدم بوس ہوئے۔ اور کہا ”حضور! چلنے پھرنے سے مغدور ہوں۔ حضرت کا حکم پہنچا تو رب تعالیٰ نے طاقت بخش دی اور حاضر ہو گیا۔ یہ حضور کی ذرہ نوازی ہے کہ آپ غلاموں کو یاد فرماتے ہیں۔ ورنہ من آنم کہ من می دانم“

اسی طرح حاجی چوہدری عطا محمد صاحب سیالکوٹی حاضر خدمت ہوئے تو ارشاد فرمایا۔

”چوہدری صاحب! اتنی دیر کیوں لگائی؟ اب آپ جتنی دیر کر کے آئے ہیں، اتنی ہی دیر تک یہاں ٹھہرنا پڑے گا“ چوہدری صاحب نے عرض کیا۔ ”بندہ حاضر ہے۔ حضرت کی خدمت میں حاضر رہنے سے بڑھ کر میرے لئے کیا سعادت ہو سکتی ہے!“

ماسٹر محمد کرم الہی صاحب ایڈووکیٹ کی یہ عادت تھی کہ وہ ہفتہ کی شام کو علی پور شریف حاضر ہو جاتے تھے۔ اور اتوار تیسام کر کے پیر کی صبح کچھری کے وقت سے قبل سیالکوٹ واپس چلے جاتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بیماری کے آخری ایام میں ہفتہ کی شام کو کئی بار دریافت فرمایا کہ ”ماسٹر صاحب نہیں آئے“ میں نے عرض کیا ”جی اب تک تو نہیں آئے“ بار بار آپ نے استفسار کیا اور مجھے ہر بار نفی میں جواب دینا پڑا۔ اتوار کو صبح نو بجے مجھے شیشے میں سے ماسٹر صاحب کی بگڑی نظر آئی تو میں نے عرض کیا ”ماسٹر صاحب آگے ہیں“ فرمایا۔ ”ماسٹر جی!“

نزع میں بھی ذوق کو تیرا ہی بس ہے انتظار جانبِ درویدیکھ لے ہے جب کہ ہوش آجائے ہے  
ماسٹر صاحب چینی مار مار کر دوئے اور حضور کے قدموں میں گر پڑے۔ اور عرض کیا  
”بندہ خطاوار ہے۔ اور معافی کا خواستگار ہے“

مہر محمد دین صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ آخری ایام میں حاضر خدمت ہوئے  
واپسی کی اجازت طلب کی تو ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا۔

ع بھریا اوہدا جانے جہاں توڑ چڑھے

پھر ارشاد کیا۔ مہرا! مبارک ہو۔ میرا تیرا یا رانہ رب نے توڑ چاہا ہوتا ہے

دعا کی سرالاش | حاجی مہر عبدالحق صاحب سیالکوٹی حاضر خدمت ہوئے  
تو میں نے ان سے کہا کہ ”یہ رسم مجھ سے لے جاؤ“

اور دو تین ڈبے گلو کوز کے لے آنا“ انھوں نے کہا کہ میں قیمت لانے کے بعد  
لوں گا۔ میں نے اصرار کیا مگر وہ نہ مانے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ  
نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ ”گلو کوز ختم ہو گیا ہے۔ کسی سے لانے کو نہیں کہا؟“ میں نے

عرض کیا کہ مہر عبدالحق صاحب سے کہہ دیا ہے۔ دریافت فرمایا ”روپے دے دیے ہیں“ میں نے جواب دیا ”میں نے بہت دفعہ کہا مگر وہ نہیں مانے۔ کہہ گئے ہیں کہ لے آؤں گا تو قیمت لے لوں گا“ فرمایا ”وہ قیمت نہیں لے گا۔ اپنا آدمی بھیج کر منگوا لیتے“ اگلے دن مہر صاحب گلو کوڑ کے ڈبے لے کر آگئے۔ میں نے قیمت دینی چاہی مگر انھوں نے تسہول نہ کی۔ میں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ”اگر وہ قیمت نہیں لیتے تو تم ڈبے مت لو“ اس دھمکی پر مہر صاحب نے قیمت لے لی۔ اور جاتے وقت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بطور نذر پیش کر گئے۔ مہر صاحب رخصت ہونے لگے تو حضرت نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا ”عبدالحق میرے لئے دعا کیا کر“ مہر صاحب نے رندھی ہوئی بھرائی آواز میں عرض کیا جیسا حکم ہو گا عمل کروں گا۔ مہر صاحب کے جانے کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ یہ بات جو حضرت قبلہ عالم نے مہر صاحب سے کہی ہے۔ یہی بات عزیزم سید افضل حسین شاہ سلمہ سے کہی تھی۔ اور ان دو کے علاوہ اور کسی سے کبھی یہ بات نہیں کہی۔ مہر صاحب کے اٹھ جانے کے چند منٹ بعد ایک مانی حاضر خدمت ہوئی اور اس نے انگوڑوں کا ایک لفافہ پیش کیا۔ حضور نے رفیق سے فرمایا کہ یہ انگوڑے مہر عبدالحق کو دے آؤ۔ اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا ”اختر! عبدالحق بہت بزرگ آدمی ہے“ یہ الفاظ آپ نے تین دفعہ دہرائے۔

حکیم خادم علی صاحب

حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ روزیادوسرے دن حاضر ہوتے رہتے تھے اور دواؤں میں مناسب رد و بدل کرتے تھے۔ مگر کمزوری

دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ گو حکیم صاحب دواؤں کی تجویز میں کامل احتیاط برتتے تھے تاکہ کوئی ایسی شے تجویز نہ کریں جس کا استعمال شرع کی رو سے مشتبہ ہو۔ مگر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ دوا استعمال فرمانے سے قبل اس کے اجزا دریافت فرمایا کرتے۔ میں نے اسی ضرورت کی کتابیں لاکھی تھیں۔ ان میں دیکھ کر اجزا کی تفصیل سے آگاہ کر دیا کرتا تھا۔ اس بیماری میں آپ ہر دوا میرے ہاتھ سے اور کامل تشفی کر لینے کے بعد استعمال فرماتے تھے۔

قوت کے لئے ٹیکہ | ضعف و قاہت میں برابر اضافہ ہو رہا تھا۔ آخر میں نے

ایک دن عرض کیا کہ حضور! کمزوری دور کرنے کے لئے ٹیکہ لگوانا چاہیے۔ آپ نے حسبِ دستور انکار فرمایا۔ میں برابر اصرار کرتا رہا۔ آخر میری پریشانی اور گھبراہٹ دیکھ کر میرے شدید اصرار کے بعد آپ ٹیکہ لگوانے پر راضی ہو گئے۔ اور فرمایا ”اچھا جیسی تیری مرضی“۔

سید سردار علی شاہ صاحب ہماری برادری کے ہیں۔ میں نے ان سے مشورہ کیا۔ اور ایسے ٹیکے منگوائے گئے جو اعضا کے رُسیہ خصوصاً دل اور جگر کو قوت پہنچائیں۔ سید سردار علی شاہ صاحب نے بازو پر اسپرٹ لگا کر ٹیکہ لگایا اور بعد میں پھر اسپرٹ ملنے لگے۔ آپ نے دریافت فرمایا ”پیر جی کیا مل رہے ہو۔ ٹیکہ لگاؤ“ میں نے عرض کیا ”ٹیکہ تو لگ چکا“۔ ارشاد کیا ”مجھے تو پتہ بھی نہیں چلا۔ میں تو خیال کرتا تھا کہ بہت درد اور تکلیف ہوگی۔ بھائی سردار شاہ صاحب بہت بڑے ڈاکٹر ہیں“ اس کے بعد جو بھی ڈاکٹر دیکھنے کے لئے حاضر ہوتا، آپ فرماتے ”ہمارا ڈاکٹر بہت بڑا ڈاکٹر ہے۔ وہ ٹیکہ لگاتا ہے تو پتہ بھی نہیں چلتا“ مگر اس ٹیکہ کے علاوہ آپ نے کوئی انگریزی دوا استعمال کرنی گوارا نہیں کی۔

بیماری میں روزمرہ معمولات

بیماری کو تین ماہ سے زیادہ ہو چکے تھے۔ کمزوری حد سے زیادہ تھی۔ ایسی کہ حضرت کو آخر میں بات

تک کرنی مشکل ہو گئی تھی۔ مگر آپ کے معمولات میں ذرا برابر بھی فرق نہ آیا۔ اور نہ اس عرصہ میں کبھی چند لمحات کے لئے بھی بیہوشی طاری ہونے پائی۔ تمام نمازیں باجماعت ادا فرماتے رہے۔ قرآن مجید کی منزل سننا۔ مسواک کرنا۔ ہمانوں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانا۔ عصر کے بعد ختم معصومیہ پڑھنا۔ عشا کی نماز کے بعد اپنے پیر کے بتائے ہوئے وظائف پورے کرنا۔ حاجت مندوں کی حاجت وانی کرنا۔ جو شخص داخل سلسلہ ہونا چاہے اُسے داخل کرنا۔ جو لوگ دوسرے اغراض کے لئے عرض لے کر آتے ان کی دستگیری کرنا۔ غرض تمام مشاغل و معمولات آخر تک جوں کے توں جاری رہے۔

حضور کا معمول تھا کہ کبھی ننگے سر کھانا نہیں کھایا۔ بیماری کے آخری دن میں نے کسٹرو کی کھیر پیش کی۔ آپ نے ہاتھ دھو کر فریبنی کی پلیٹ میں ہاتھ رکھ لیا مگر کھائی نہیں۔ کچھ دیر بعد میں نے عرض کیا کہ چند لقمے تو کھالیجئے۔ فرمایا ”میرا سر تو ننگا ہے۔ اس پر کچھ

رکھو تو کھاؤں، میں نے سر پر رومال رکھ دیا تو حضرت نے دو تین لقمے تناول فرمائے۔  
 ڈاکٹر سلیم محمود صاحب خلف جناب ڈاکٹر میر بدایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے  
 اپنے ایک سسٹنٹ ڈاکٹر کو علاج کے لئے بھیجا۔ اس نے اچھی طرح معاینہ کر کے تشخیص کی اور نسخہ  
 لکھا۔ مگر حضور نے انگریزی دواؤں کے استعمال سے انکار فرما دیا۔ برادریم عزیزم سید حیدر حسین شاہ  
 صاحب لاہور سے ایک بہت لائق و فائق ہومیوپیتھک ڈاکٹر کو ساتھ لائے۔ اس نے  
 ابتدا سے تمام حالات معلوم کئے۔ حضرت کی عمر، حضرت کے والدین رحمۃ اللہ علیہما کی عمر وغیرہ وغیرہ۔  
 اس کے بعد اس نے دوا تجویز کی۔ جو چند روز استعمال کی گئی۔ مگر کوئی افادہ نظر نہ آیا۔  
 ان ہومیوپیتھک ڈاکٹر کی موجودگی میں ایک مہاجر عورت آئی۔ آپ نے نام دریافت کیا۔  
 اس نے اپنا نام بتایا۔ حضرت نے فرمایا ”جب سے تو پاکستان آئی ہے، آج آکر ملی ہے۔“  
 اتنی مدت کہاں رہی؟“ اس نے عرض کیا ”میں عرس شریف پر بھی حاضر ہوئی تھی“ ارشاد ہوا  
 ”مگر مجھے تو نہیں ملی“ اس نے عرض کیا ”بھیڑ بہت زیادہ تھی۔ مخلوق کے ہجوم کی وجہ سے میں  
 حضور سے ملاقات نہ کر سکی“ ارشاد فرمایا ”تیری بہن تو بہت دفعہ آتی رہتی ہے۔ مگر تو کبھی نہیں  
 آئی“ پھر آپ نے اس سے اس کے بچے کا حال پوچھا۔ اب وہ کس جماعت میں پڑھتا ہے۔  
 اس کے خاندان کے کاروبار کو دریافت کیا۔ بسر اوقات کی تفصیل معلوم کی۔ غرض ساری سچی باتیں معلوم  
 فرماتے رہے۔ وہ ہومیوپیتھک ڈاکٹر یہ سب دیکھ سُن کے بے حد حیران ہوا۔ اور مجھ سے کہنے  
 لگا ”بارگاہ رب العزت میں ہر شخص سے اس کی ڈیوٹی کی بابت سوال کیا جائے گا۔ حضرت قبلہ کی  
 ڈیوٹی یہ ہے۔ اب دیکھئے اس عورت کا نام سنتے ہی آپ نے اس کو پہچان لیا۔ اور اس سے تمام  
 احوال پر گتھگو فرمائی۔ اس کمزوری اور نقاہت پر بھی حضور کا عمل یہ ہے۔ یہ دوسرے کے بس  
 کی بات نہیں“

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت  
 قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلف اکبر اور سجادہ

بڑے صاحبزادے صاحب سے سعیت کا حکم

نشین اول) سفر پر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ اور حضور کے وصال مبارک سے چند روز پہلے  
 علی پور سیداں واپس آئے تھے۔ وصال سے ایک روز قبل ایک مانی سلسلہ عالیہ میں داخل

ہونے کے لئے آئی۔ اب تک جتنے لوگ داخل سلسلہ ہونے کے لئے آئے، ان کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی ضعف اور بیماری کے باوجود خود توبہ کرائی اور سلسلہ میں داخل کیا۔ مگر اس مانی سے فرمایا کہ ”بڑے صاحبزادے کے پاس مسجد میں جا کے داخل ہو جاؤ“ اس مانی نے بار بار اصرار کیا کہ میں تو حضور ہی سے داخل ہوں گی۔ مجبور ہو کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ”جا کے دیکھو، وہ مجھ سے بھی بہتر ہے“ پھر حاجی سید احمد صاحب کو حکم دیا کہ اس کو بڑے صاحبزادہ کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ اسے توبہ کرائیں اور سبق بتائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مانی رخصتی کی اجازت کے لئے پھر آئی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ ”مانی دیکھ آئی ہے“ اس نے عرض کیا ”جی ہاں حضور“ آپ نے فرمایا ”میری سو سال سے زیادہ عمر ہو گئی ہے۔ میں نے کبھی غلط بیانی نہیں کی“

اسی بیماری کے دوران ایک دن میں نے جرأت کر کے عرض کیا کہ ”ہمارے لئے جو مناسب حکم ہو صادر

### خدمتِ خلق بہترین عبادت ہے

فرمایا جائے۔ تاکہ ہم ساری زندگی اس پر عمل کرتے رہیں“ ارشاد فرمایا۔ ”میرا یہ ایمان رہا ہے کہ خلقِ خدا کی خدمت سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ تمہارا بھی اگر اسی پر عمل رہا تو پھر تمہیں دنیا و آخرت میں کوئی پروا نہیں رہے گی“

سچ ہے۔ ع خدمت از رسم و رہ پیغمبری ست

بیماری کے آخری ایام میں حاجی ماسٹر اللہ بخش صاحب جن جو عمر سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا۔ آپ صبح سے کہاں تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ میں تینوں صاحبزادہ صاحبان کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوا۔ تو ہر ایک نے مجھے چائے پلائی۔ کیک۔ پراٹھے اور انڈے کھلائے۔ ہر طرح سے خاطر داری فرمائی۔ حضرت نے فرمایا۔ الحمد للہ۔ رب تعالیٰ نے میری آرزو پوری فرمائی۔ کہ میری اولاد کو اللہ کی مخلوق کی خدمت کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔

ایک روز دوپہر کے وقت میں ساتھ والے کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔ حضرت نے عبدالعزیز کو آواز دی۔ میں نے جواب میں عرض کیا میں حاضر ہوں۔ فرمایا۔ ”میں جب بھی عبدالعزیز کو بلاتا ہوں وہ یہاں نہیں ہوتا۔ کہاں جاتا ہے“ رسیق نے عرض کیا ”وہ تو یہیں تھا۔ ابھی گیا ہے“ ارشاد

فرمایا۔ ” وہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اختر کو دین و دنیا میں خوش رکھے۔ میں جب بھی آواز دیتا ہوں یہ غیر حاضر نہیں ہوتا۔“

آخری نماز باجماعت

دھوئے۔ مولوی محمد عالم صاحب اور حکیم صاحب اس خدمت کی انجام دہی میں میرے ساتھ تھے۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا ” انور حسین کو کہو کہ عشا کی نماز باجماعت کے ساتھ جلد پڑھانے مجھے آج سہری محسوس ہو رہی ہے۔ پھر مجھے نیچے لے چلو۔“ چنانچہ سید انور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے وضو تازہ کر کے جلد ہی عشا کی جماعت کرادی۔ سلام پھیرنے کے بعد حضور نے مجھ سے فرمایا ” میں سنتیں اور وتر پڑھ لوں تو مجھے نیچے لے چلو، حضور کا معمول یہ تھا کہ آپ وتر نماز تہجد کے بعد ادا فرماتے تھے۔ آج آپ نے اسی وقت وتر ادا کئے تو ہم سب کے کلیجے دھک سے رہ گئے۔ اور شدید اضطراب اور تردد ہوا۔ بہر حال نماز ختم کر لینے کے بعد ہم یعنی راقم، صاحبزادہ سید احمد حسین صاحب اور حاجی عبدالعزیز صاحب حضور کو اٹھا کر نیچے لے آئے۔

ذرا دیر بعد ایک آدمی نیچے سے دوڑا ہوا اوپر آیا۔ اور کہا کہ ”جلد نیچے چلو۔ حضور کو کچھ غمخوردگی سی ہو گئی ہے“ میں نیچے آیا اور حضور کے

تلوے کپڑے سے سہلانے لگا۔ آپ نے فرمایا ” اختر میری تسبیح دو۔ میں نے تسبیح آپ کے ہاتھ میں دے دی۔ آپ نے معمول کے مطابق اپنے اوراد و وظائف پورے کئے۔ اور تسبیح مجھے واپس کر دی۔ پھر دریافت کیا ” ساتھ والے کمرے میں کون ہے“ میں نے عرض کیا گھر کی مائیاں ہیں“ فرمایا ” ان کو کہو۔ اب مجھے آرام ہے۔ کوئی فکر نہ کریں اور گھر کو جائیں“ بس اتنا فرمانا تھا کہ آواز رک گئی۔ اور سانس آنا بند ہو گیا۔ کیونکہ یہ بات بھی میں نے منہ کے ساتھ کان لگا کر سنی تھی۔ عربی کے خط والا واقعہ ابتدا میں بیان ہو چکا ہے۔ رمز شناس اسی وقت سے بچد

مضطرب اور ملول تھے کہ آخر کار ۲۶-۲۷ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۳۰-۳۱ اگست ۱۹۵۱ء بروز پنجشنبہ و جمعہ کی درمیانی شب گیارہ بجے آپ نے اس ارفانی سے سفر فرما کے بقائے دوام حاصل کیا۔ اور لاکھوں ارادت مندوں اور عقیدت کیشوں کو اپنی ظاہری جدائی سے ملول و مغموم چھوڑ کر

باقی باللہ ہونا پسند فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ ؕ

می رود از فراق شہ ، خون دل از رو دیدہ ام  
دجلہ بدجلہ ہم بہ ہم ، چشمہ بہ چشمہ جو بجو

اسی وقت سائیکل سواروں کو سیالکوٹ بھیجا گیا۔ تاکہ  
اس حادثہ جانکاہ کی اطلاع اطراف و اکناف میں پہنچانی

## وصال مبارک کی اطلاع

جائے۔ ماسٹر محمد کرم الہی صاحب، عطا محمد صاحب، چودھری فضل دین صاحب اور ان کے اہل  
خاندان نے پورے انہماک سے یہ خدمت انجام دی۔ چنانچہ دوسرے دن تمام اخبارات میں  
یہ اطلاع شایع ہو گئی۔ ریڈیو پاکستان کی صبح کی خبروں میں بھی یہ سانحہ نشر کیا گیا۔ اس طرح  
اگلے دن (جمعہ) ہی پاکستان اور بیرون ملک ہر جگہ سب کو اس حادثہ فاجعہ کا علم ہو گیا۔  
آخر شب ہی سے عقیدت مندوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ جمعہ کا دن نکلا  
تو آنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ اور آخری دیدار اور شرکت جنازہ کے لئے دور دور سے لوگ  
آنے لگے۔ روضہ مبارک کی جگہ کے انتخاب کے لئے حضرت قبلہ سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ،  
بندہ، ماسٹر محمد کرم الہی صاحب اور کچھ اور یارانِ طریقت مسجد نور کے جنوب میں باغ  
کی طرف گئے۔ اور موجودہ جگہ باتفاق رائے پسند کر لی گئی۔

نصف النہار سے قبل نیچے کے کمرے میں غسل دیا گیا۔ صاحبزادہ حاجی  
سید اولاد حسین شاہ صاحب، حاجی مولوی محمد عالم صاحب، حاجی کرم الہی  
صاحب، غلام جیلانی صاحب کلیم حیدر آبادی، چوہدری سید احمد صاحب اور حاجی عبدالعزیز  
صاحب نے یہ خدمت احکام سنت کی کامل پابندی کے ساتھ انجام دی۔ غسل کے بعد  
آخری لباس (کفن) احکام شریعت کے مطابق زیب تن کیا گیا۔ مولانا الحاج محمد امام الدین صاحب  
اور ماسٹر محمد کرم الہی صاحب نے معطر دستار سر پر پہنائی۔

## تخت کفن پہنچاؤ

بعد ازاں جنازہ بڑی سوہلی کے صحن میں رکھ دیا گیا تاکہ مشتاقانِ زیارت  
جو ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو چکے تھے، دیدار سے مشرف ہو سکیں۔  
بعد نماز جمعہ تقریباً ڈھائی بجے بڑی سوہلی سے جنازہ زنانہ سوہلی میں پہنچایا گیا۔ تاکہ خاندان کی مستورا

## آخری دیدار



اور دوسری خوانین زیارت کر سکیں۔ یہاں سے جنازہ مسجد نور میں لایا گیا۔ چونکہ مجمع برابر بڑھتا جا رہا تھا اس لئے تھوڑی دیر کے لئے جنازہ مسجد میں روکنا ضروری ہو گیا۔

جنازہ کے ساتھ لمبے لمبے بانس مضبوطی سے باندھ دیے گئے اور تہذیب

## نماز اور تدفین

تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ آدمی کندھا دے سکیں۔ ہجوم کی زیادتی کے باعث جنازے کو گاؤں سے کافی دور لے جا کر کھلے میدان میں رکھا گیا تاکہ سب نماز جنازہ ادا کر سکیں۔ میں جنازہ کے پاس کھڑا تھا جس طرف نظر اٹھانی مجمع کی آخری حد تک پہنچی۔ یہیں قائم کرنے اور سیدھی کرنے میں بہت دیر لگی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پیروم شہد رحمۃ اللہ کے پوتے حضرت صاحبزادہ محمد شفیع صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ چوہدرہ شریف تشریف لے آئے تھے حضرت سراج الملت کی درخواست پر انھوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نمازیوں کی تعداد کا اندازہ لگانا ممکن نہ تھا بس لوگوں کا جم غفیر تھا جو دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ نماز جنازہ اور دُعا کے بعد معتقدین کا کندھا دے کر جنازہ کو اس جگہ لائے جو روضہ شریف کے لئے انتخاب کی جا چکی تھی۔ یہاں پھر ہزاروں عقیدت مندوں نے رُوئے انور کی زیارت کی جس مبارک صندوق میں رکھ کر لحد میں اتارا گیا۔ مگر صندوق کو بند نہیں کیا۔ اس لئے کہ عقیدت مند جو ق در جو ق چلے آہے تھے۔ چنانچہ زیارت کا یہ سلسلہ دوسرے دن تک جاری رہا۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہرزماں از غیب جانے دیکر است

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ و خلف اکبر نماز جنازہ اور تدفین سے فارغ ہو کر اپنے سابقہ کمرے میں تشریف لے گئے۔ عمویان مکرم و محترم

## فاتحہ خوانی

حضرت صاحبزادہ سید خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت صاحبزادہ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی نے مجھے پاس بلا کر کہا کہ حضرت بڑے صاحبزادہ صاحب کو لا کر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی جگہ بٹھاؤ۔ تاکہ آنے جانے والے ان سے بل کر فاتحہ خوانی کر سکیں۔ میں ماسٹر محمد کرم الہی صاحب سیالکوٹی خلیفہ مجاز اور بھائی عنایت علی صاحب لاہوری کو لے کر حضرت والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ہم نے عرض کیا کہ آپ بڑی خوبی تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا "میرے دو بھائی اور بھی ہیں۔" میں نے عرض کیا "ہم ان کی ہدایت پر ہی حاضر

خدمت ہوئے ہیں۔ اس پر آپ ہمارے ساتھ بڑی سوجلی میں تشریف لائے۔ مگر ”باب رحمت“ کے بجائے مشرقی کمرے میں تشریف فرما ہوئے۔ ہم سب نے بہت اصرار سے بار بار عرض کیا۔ مگر آپ جہلم تشریف تک وہیں بیٹھے رہے۔ تعزیت کے لئے ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگ وہیں آپ کے پاس آتے رہتے تھے۔ ہم سب مہمانوں کی تواضع، قیام اور خاطر مدارات کے اہتمام میں مصروف خدمت ہوتے تھے۔

حضرت سجادہ نشین گورنر شریف مدظلہ بھی چند روز کے بعد فاتحہ خوانی کے لئے علی پور تشریف آئے۔ حضرت والد صاحب قبلہ (سجادہ نشین اول) کے پاس فاتحہ خوانی کے بعد انھوں نے فرمایا ”میں نے آج محسوس کیا ہے کہ میرے والد صاحب اب فوت ہوئے ہیں“ ہم لوگ ان کی تواضع و مدارات میں مصروف رہے۔ کھانا کھانے کے بعد انھوں نے افتخار احمد نعت خواں سے دریافت فرمایا کہ ”ہمیں جو کھانا کھلا رہے تھے یہ کون لوگ تھے؟“ انھوں نے جواب دیا کہ ”حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے اور پوتے تھے“ بہت مسرور ہوئے اور فرمایا ”بہت خوب۔ ہم کو صاحبزادگان نے خود کھڑے ہو کر کھانا کھلایا ہے“ افتخار احمد نے عرض کیا حضور! یہ حضرات مہمانوں اور بزرگوں کی خدمت کرنے میں عزت محسوس کرتے ہیں“

تیسرے دن قل شریف میں بے شمار خلقت اور یارانِ طریقت شامل تھے

## قل شریف

مجھے یاد ہے کہ میں نے سیالکوٹ سے پانچ بوری بھنے ہوئے چنے منگوائے تھے۔ جن پر کئی لاکھ مرتبہ قل شریف اور کئی لاکھ مرتبہ کلمہ شریف پڑھا گیا تھا۔ دن بچے کے قریب ختم شریف اور صلوٰۃ و سلام پڑھ کر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کیا گیا۔ مخلوق اتنی زیادہ تھی اور قل شریف کا تبرک لینے کا سبب کوشدت سے اشتیاق تھا۔ کئی گھنٹے تقسیم جاری رہی۔ مقدار بڑھانے کے لئے چنوں کے ساتھ کھیلین شامل کر دی گئی تھیں۔ مگر پھر بھی ہر شخص کو بہت تھوڑے سے تبرک پر قانع ہونا پڑا۔ ایک ایک کے حصے میں مٹھی بھر تبرک بھی نہ آیا۔

ہندوستان کے یارانِ طریقت ویزا کی دشواریوں کے باعث حاضر نہیں ہو سکے تھے تو انھوں نے وہیں اپنے اپنے شہروں میں غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کر لی تھی۔ بعض لوگوں

نے جیلوں میں بھی نماز جنازہ پڑھی۔ بعض اسلامی ملکوں میں بھی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اسی طرح اکثر مقامات پر فاتحہ اور تسلی شریف کی رسم بھی حسب توفیق ادا کی گئی۔ اور منکر تقسیم کئے گئے۔ مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں کے طلبہ چالیس دن تک شبانہ روز مزار مبارک پر ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کرتے رہے۔ باہر سے آنے والے یارانِ طریقت اور عقیدت مند بھی ان کے ساتھ شامل ہو کر حسب توفیق تلاوت میں شامل ہوتے رہے۔

ہر جمعرات کو ختم شریف کے بعد ایصالِ ثواب کیا جاتا رہا۔ روزانہ دیکھیں کپتی اور ضرورت مندوں میں تقسیم ہوتی رہیں۔

## ایصالِ ثواب اور چہلم

چہلم کے موقع پر ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس میں ہزاروں معتقدین و متوسلین جمع ہوئے۔ علمائے کرام کے وعظ ہوئے۔ یہاں جو قرآن مجید، کلمہ شریف اور تسلی شریف پہلے پڑھے گئے تھے، نیز جو چہلم پر پڑھے گئے، بہت سے لوگ اپنے گھروں سے پڑھ کر ساتھ لائے تھے؛ ان سب کو جمع کیا گیا تو تعداد ہزاروں تک پہنچی۔ اور ایصالِ ثواب میں شامل کی گئی۔ چہلم پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے معمول کے مطابق طرح طرح کے لذیذ کھانے تیار کرائے گئے۔ اور ہزاروں کے اجتماع میں کھلائے گئے۔ جب سے ہر سال ۳۰، ۳۱ اگست کی درمیانی رات حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ فاتحہ ہوتا ہے۔

چہلم پر صاحبزادگان چورہ شریف بھی شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس موقع پر انھوں نے حضرت والد صاحب قبلہ سجادہ نشین اول اور

## سجادہ نشینی

خلف اکبر کی دستار بندی کی۔ اس کے بعد انھوں نے منجھلے صاحبزادے حضرت سید خادم حسین شاہ صاحب کی طرف توجہ فرمائی۔ حضرت عموی صاحب فوراً اٹھ کے کھڑے ہو گئے اور اہل جلسہ کو خطاب کر کے فرمایا: ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں ہوا کرتے۔ ہم پہلے بھی ان کا اسی کھاتے رہے۔ اور آئندہ بھی انھی سے لے کر کھاتے رہیں گے۔ آپ یہ فرما کر بیٹھ گئے۔ تو وہ چھوٹے صاحبزادے حضرت عموی قبلہ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی (سجادہ نشین ثانی) کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور اجتماع سے مخاطب ہو کر فرمایا: "جن کا باپ فوت ہوا ہے ان کی آپ نے دستار بندی کر دی۔ میرا باپ ابھی زندہ ہے۔ میں اپنے بڑے بھائی صاحب

قبلہ کو ہمیشہ اپنا باپ ہی سمجھتا رہا ہوں۔“ یہ فرما کر وہ بھی بیٹھ گئے۔ اور بڑے صاحبزادہ صاحب  
حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اول قرار پا گئے۔

حضرت بخشیشی مصطفیٰ علی خان صاحب مدظلہ، مہاجر مدنی خلیفہ مجاز نے اپنے مکتوب تعزیت  
میں تحریر فرمایا ہے۔ (پورا خط پیغامات تعزیت میں مطالعہ کیجئے۔ یہاں صرف اقتباس درج ہے)

”تفسیر عنصری سے رُوح اقدس  
سوئے گردوں رفت اناں ہے کہ پیغمبر گزشتہ  
نے جانب اعلیٰ علیین پرواز کی،

جس کا وقت جمعہ ۱۳ اگست گزشتہ ہے۔ اس جمعہ کو صبح بوقت اشراق جب کہ یہ بندہ

مدینہ منورہ میں حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب قادری کے مکان میں حاضر تھا۔ حضرت مولوی

صاحب قبلہ نے بوقت اشراق حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دولت کدے میں تشریف

لاتے ہی بندے سے فرمایا۔ ”بخشیشی صاحب! میں ابھی ابھی حرم شریف سے سرور انا صلی اللہ

علیہ وسلم کے حضور میں سلام عرض کر کے آ رہا ہوں۔ میں نے وہاں سلام عرض کرتے ہوئے اپنے

سامنے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کو دیکھا۔ کشت اقدس میری جانب تھی۔ سر پر مخصوص عمامہ، سر ادب

سے جھکا ہوا، اور آپ دست بستہ مواجہہ شریف کے سامنے سلام عرض کر رہے ہیں۔ دیکھئے!

اعلیٰ حضرت تو علی پور شریف میں رونق بخش ہیں۔ مگر آپ کی رُوح اقدس مدینہ طیبہ کی سیر فرما رہی ہے۔

سبحان اللہ و بحمدہ۔ آپ کا کیا ہی بلند درجہ ہے۔ آپ اس عمر میں اس دنیا میں مامورین اللہ ہیں۔“

”آہ! اس وقت نہ حضرت مولوی صاحب قبلہ کو علم تھا نہ کسی اور کو۔ کہ اسی شب

تفسیر عنصری سے نکل کر رُوح مبارک جانب حنبت الفردوس مدینہ منورہ کے راستے سے روانہ

ہو رہی ہے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حج پر تشریف فرما ہوتے تو مدینہ منورہ ہو کر مکہ معظمہ

تشریف لے جاتے۔ احرام مدینہ شریف میں باندھ کر دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر

ہو کر مواجہہ شریف کے سامنے باہزاراں ادب سلام عرض کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی اجازت سے مکہ شریف روانہ ہوتے۔ اب جب حنبت الفردوس میں طلبی ہوئی تو اب بھی

دربار پر انوار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر سلام موذبانہ پیش فرما کر۔ اجازت سے

حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ آپ حنبت سدھارے ہیں۔“

ع ”سوئے گردوں رفت زان را ہے کہ پیغمبر گزشت“

## دو باتیں

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے وصال فرمانے کے بعد

اکثر یاران طریقت کو خواب میں حضور کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا

رہتا ہے۔ ایسے واقعات تمام و کمال بیان کرنے کا ارادہ کیا جائے تو کتاب بن جائے یا کچل  
ابتدائی ایام کے دو واقعات مثال کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔

حاجی محمد بٹا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۰۷ء سے حج و زیارت کے تقریباً ہر موقع پر ہر سفر میں

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص کی حیثیت سے ہم رکاب ہوتے تھے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ

کے وصال مبارک کے تیسرے دن دوشنبہ ۳ ستمبر کی رات کو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ”حضرت

قبلہ عالم کے لئے بغیر پہیوں کی ایک نورانی گاڑی آئی ہے۔ لانے والے بھی نورانی بندے ہیں۔

مگر ان خدام نے مجھے روک دیا۔ اور کہا کہ ”تمہیں ابھی نہیں لے جانا“ میرے دیکھتے ہی دیکھتے

وہ اس گاڑی کو اڑا کر آسمانوں پر لے گئے۔“

میاں فیروز دین صاحب سیالکوٹی چہار شنبہ ۵ ستمبر کی صبح تہجد کے بعد درود شریف

پڑھ رہے تھے کہ ان کی آنکھ لگ گئی۔ کہتے ہیں ”میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت باغ ہے جس

میں ایک عالی شان محل بنا ہوا ہے۔ اس محل میں لعل و جواہر کے ایک جڑاؤ تخت پر نورانی تاج سر پہ

پہنے ہوئے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جلوہ افروز ہیں۔ اور خدام دست بستہ حاضر خدمت ہیں۔

حضور نے ان خدام سے فرمایا ”خاموش کیوں کھڑے ہو۔ بلند آواز سے درود شریف پڑھو“

چنانچہ انہوں نے زور زور سے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ میں بھی درود شریف

پڑھنے میں ان کے ساتھ شامل رہا۔ یہاں تک کہ فجر کی اذان کی آواز میرے کانوں میں

آئی اور آنکھ کھل گئی۔“

ہرگز منیر و آنکہ دش زندہ شد بہ عشق

ثبت است بر جریۃ عالم دوام ما

## پیغاماتِ تعزیت

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر شایع ہوئی تو پورے برصغیر میں صف ماتم بچھ گئی۔ پاکستان اور ہندوستان کے علماء اور زعمائے تعزیت کی۔ اخبارات و رسائل نے تعزیتی نوٹ لکھے۔ دینی اور سلامی اداروں نے قراردادیں منظور کیں۔ جا بجا جلسے ہوئے، جن میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت اور خدمات پر تقریریں کی گئیں۔ مختلف شہروں میں ایصالِ ثواب کے اجتماعات ہوئے ہزاروں قرآن مجید ختم ہوئے۔ ہزاروں ہی ختم شریف پڑھے گئے۔ جگہ جگہ ہزاروں بندگانِ خدا میں کھانے تقسیم کئے گئے۔ ان گنت خطوط تعزیت موصول ہوئے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مداح اور ارادت مند لاکھوں کی تعداد میں تھے، اس لئے ہر شہر اور ہر گاؤں میں سبھی نے اپنے اپنے طور پر اظہارِ عقیدت اور ایصالِ ثواب کے طریقے اختیار کئے۔ یہ سب تفصیلات اخبارات و رسائل میں شایع ہوتی رہیں۔ یہاں ان سب کا استقصا کیا جائے تو طول لاطائل ہوگا۔ اس لئے چند خطوط تعزیت نقل کئے جاتے ہیں۔

### حضرت الحاج مولانا غلام محمد صاحب ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

خطیب جامع مسجد سول سیکرٹیریٹ لاہور

● مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ • اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ •  
● (ترجمہ) عالم دین کی موت تمام جہان کی موت ہوتی ہے۔ (تحقیق ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے)

واجب الاحترام عالی جناب فیض مستطاب حضرت قبلہ شاہ صاحب، ادام اللہ برکاتکم العالیہ،

السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ

حضرت قبلہ امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال نے عالم اسلام کو ناقابلِ تلافی صدمہ پہنچایا

ہے۔ آج آسمان بھی یقیناً رو رہا ہے۔ اس لاثانی شخصیت نے کون سی سلامی اور ملی تحریک تھی

کہ اس کو چار چاند نہ لگا دیے ہوں۔ شدھی کے خلاف بے مثال جہاد، ہندو کی شیطانی چالوں

سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ خلافت کی تحریک میں بہت بڑی قربانیاں کیں۔ سلم لیگ میں رُوح ڈالی۔  
 خالص حنفیت کی عدیم النظیر خدمات انجام دیں۔ محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ لاکھوں  
 انسانوں میں پیدا کیا۔ رات دن عبادات، نعت کے اشغال، صبح و شام اوراد، صرف خود ہی  
 نہیں ایک منٹ بھی ایسا نہیں گزرا کہ مسلمانوں کے حجمِ غفیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں نہ گزارا۔  
 صد ہا مدارس اسلامیہ کی سرپرستی، پیرانِ عظام کی خدمت، (خدا کے ہمسایے، رسول اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس کے گدا) نئی مدنی لوگوں کے ساتھ بیسیوں برس نیک سلوک و شمنوں  
 کے ساتھ احسان، گناہگاروں کی غلطیوں پر قلمِ عفو، موعظت کے دریا بہائے۔ پند و نصائح  
 کی مجالس میں ساری عمر سب فرمائی۔ سنت نبوی پر عمل اور جو دو سخا میں اپنی مثال آپ۔ لاکھوں کی  
 راہنمائی، گمراہوں کی دستگیری۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ط  
 (ترجمہ۔ کہہ دو بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔) اپیل  
 کر دکھا دیا۔ خالص عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کے غمخوار اور عقیدت مندوں کے دلدار۔ غرض یہ روشن  
 زندگی لکھوں تو ہزار صفحہ کی کتاب بلا مبالغہ لکھ ڈالوں۔ ہر عنوان اپنے اندر واقعات و سیر کی دنیا رکھتا ہے۔  
 باقیات الصالحات میں ادارے ہی نہیں، مساجد و معابد ہی نہیں، بلکہ نیک، متقی،  
 اور صالح اولاد چھوڑی جس کی آج نظیر نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے صدقے میں ہمارے گناہ معاف  
 فرمائے۔ اور اس نیک اولاد کا سایہ تا قیام قیامت بِلتِ اسلامِ پر قائم رکھے۔ رسمی  
 طور پر کئی باتیں لکھتا، دانستہ نہیں لکھیں۔ کہ رواج سے دبستگی نہیں۔ سب کی خدمت میں موڈ با  
 سلام قبول ہو۔ والسلام بالوف الاحترام۔

ادنیٰ خادم

غلام محمد ترنم

خطیب جامع سول سیکرٹریٹ لاہور

عالیجناب مولانا الحاج پیر سید فضل شاہ صاحب قبلہ  
 سجادہ نشین جلال پور شریف

مکرمی و محترمی زاد افضا لکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،  
 کل ریڈیو کے ذریعے معلوم کر کے کہ حضرت مولانا حافظ سید پیر جماعت علی شاہ صاحب

نور اللہ مرقدہ کا انتقال ہو گیا ہے، بے مدد و مدد لایا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔  
 حضرت مرحوم اسلاف کرام کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ ان کا روحانی علو مرتبت، ان کا بلند ترین  
 علمی پایہ، اور سب سے بڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ان کی واہانہ عقیدت و شفقتگی، اور  
 اس پیرانہ سالی کے باوجود جوان مہتی اور عزم صمیم ایسے مسلمہ امور تھے۔ جن کی وجہ سے ان کو اپنے  
 زمانے کے اکابر رجال پر امتیاز و فوقیت حاصل ہے۔ ان کی رحلت کا واقعہ کوئی معمولی چیز نہیں۔  
 لہذا مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ کے مطابق ایک سانحہ جانکاہ اور حادثہ قومی سے تعبیر کیا  
 جائے گا۔ فطرت کے باغ میں ایسے رنگین دیدہ زیب و لفریب پھول کبھی کبھی پیدا ہوا کرتے  
 ہیں۔ صنایع ازل کی کارگیری اپنے شاہکار روز روز پیش نہیں کرتی، بلکہ صدیوں اور قرون  
 کے بعد ایسی مقدس شخصیتیں اور تبرک وجود کتم عدم سے عالم شہود میں آیا کرتے ہیں۔ جن کے دم  
 قدم سے دنیا کی رونق بڑھ جاتی ہے۔ اور خطہ ارض کے ساکنین کے لئے ایک نمونہ اور مثال پیش  
 کرتے ہیں۔ جس پر چل کر انسان انسانیت اور آدمی آدمیت کے درجہ تک پہنچ سکتا ہے۔

گو ان نفوس قدسیہ کے ظاہری طور سے روپوش ہونے کو نص قطعاً کے مطابق موت  
 سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، اور روحانی تصرفات اور باطنی فیوض ابدال آباد تک قائم و دائم رہتے  
 ہیں۔ بایں ہمہ ان کے جمال جہاں آرا سے محرومی عاشق مزاج طبقہ کے لئے سوبان روح بن جاتی  
 ہے۔ اور ان کی اس فرقت سے متاثر و متاثر ہو کر زیادہ جرم فرج کرنا کوئی غیر معمولی بات  
 نہیں۔ اس فقیر کے ساتھ حضرت شاہ صاحب کے بڑے قریبی تعلقات تھے۔ قلبی مراسم،  
 ان کی بزرگانہ شفقتیں اور مخلصانہ عنایتیں ناقابل فراموش ہیں۔ اور ان کی یاد صفحہ دل  
 سے کبھی محو نہیں ہو سکتی۔ کل اس خبر نے دل و دماغ کو کچھ دیر کے لئے ماؤف و معطل کر دیا۔  
 مگر آج کی رات کو میں نے کیا دیکھا کہ شاہ صاحب کی شادی ہو رہی ہے۔ اور وہ دولہا  
 بنے ہوئے ہیں۔ سر پر سہرا بندھا ہے۔ براتیوں میں بے شمار اولیاء اللہ، علمائے کرام  
 صلحائے عظام شامل ہیں۔ گولے چل رہے ہیں۔ باجے بج رہے ہیں۔ یہ فقیر بھی براتیوں  
 میں شامل ہے۔ اور شاہ صاحب گھوڑے پر سوار ہیں۔

اس بشارت عظمیٰ سے طبیعت کو کچھ قرار اور سکون حاصل ہوا۔ اس خواب کی تعبیر



کسی تفصیل کی محتاج نہیں حضرت شاہ صاحب کی براتِ حنبت کو جا رہی ہے۔ انھیں وہی دلی مسرتیں نصیب ہیں جو کہ روایتی دولہا کو ہوا کرتی ہیں۔ براتِ سیدھی حنبت میں جائے گی۔ اور  
 وَجُودُهُ يَوْمَئِذٍ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ (کتنے منہ آسکن روشن ہونگے ہنستے خوشیاں مناتے)  
 کے مطابق وہ ہنسی خوشی کے ساتھ اور اطمینان دلی لے ہوئے، يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ  
 ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَأَدْخُلِي جَنَّتِي  
 دے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف پس ہو یوں کہ تو اس سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل  
 ہو اور میری حنبت میں آ (اپنے رب کی طرف رجوع کریں گے۔ اور رضائے فریقین کی نعمت سے مشرف  
 ہو کر اور اس کی عبودیت کے مدارج طے کرتے ہوئے، اس حنبت میں داخل ہو جائیں گے جو کہ  
 انھیں عمر بھر مطلوب تھی یعنی اعتباری غیریت کو کھو کر ذاتِ صمدیت میں فنا ہو جانا۔ اور اس  
 حد تک تقرب حاصل کرنا جہاں دُور کا نشان بھی باقی نہ رہے۔

اب رسمی طور پر یہ فقیر اظہارِ تعزیت کرتا ہے، اور ایک بخشی ہوئی روح کی ترقی مدارج کی  
 دُعا۔ اور اللہ کریم سے یہ التجا کہ وہ آپ اور آپ کے سارے خاندان کو حضرت مرحوم کے نقش قدم  
 پر چلنے کی توفیق رفیق کریں۔ اور ان کے فیوض و برکات ہمیشہ آپ سب کے شامل حال رہیں۔  
 براہِ نوازش اپنے برادرانِ محترم اور تمام اہل بیت کو اس فقیر کی طرف سے پیغام  
 ہمدردی پہنچادیں۔ یہ فقیر انشاء اللہ عید الاضحیٰ سے پہلے واپس گھر پہنچ جائے گا۔ یہاں بغرض  
 علاج آیا ہوا تھا۔

عالیجناب پیر سید نذر محی الدین شاہ صاحب قسبل

سجادہ نشین سبٹالوی

کوٹھی نمبر ۴۱۔ سبیل روڈ۔ لاہور

کریم ایشیم اخ المحترم حفظکم اللہ وعفاکم۔ السلام علیکم!  
 حضرت شاہ صاحب رضوان اللہ علیہ کے ارتحال کی خبر موجب قلق ہوئی۔ یہ غمخوارانِ پناہ  
 روحانی عالم میں وہ نام پیدا کر گئے ہیں، جو کہ اسلامی دنیا میں محبت اور عورت کے ساتھ یاد رہے گا۔

آں ممدوح کے باقیات صالحات کی تصویر سے مشائخ عظام اور علمائے کرام کی تاریخ کے اوراق ہمیشہ مزین رہیں گے۔

سالہا گوش جہاں زمرہ زانوا ہل بود زین نواہا کہ دریں گنبد گردوں زدہ است  
حضرت شاہ صاحب نے اہل سنت و الجماعت کے عقاید کی اشاعت میں نصف  
صدی سے زیادہ وقت نہایت سرگرمی میں صرف فرمایا۔ جس کے لئے جماعت سواد عظیم ہمیشہ آں ممدوح  
کو خراج تحسین ادا کرتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آں محترم کی جانشینی کے فرائض ادا کرنے میں  
اعلیٰ درجہ کی تائید عطا فرمائے۔

ہم سب اہل خاندان کی طرف سے اور دربار قادریہ فاضلیہ (بٹالہ شریف) کی جانب سے  
مذکورہ بالا سطور قبول فرمائیے۔ والسلام۔

دعا گو دعا جو : سید نذر محی الدین قادری  
(سجادہ نشین بٹالوی)

عالی جناب حضرت یوان سید آل رسول علی خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشین دبیرہ سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیر شریف

بخدمت جناب الحاج مولانا محمد حسین صاحب ام ظلم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
حضرت محترم الحاج جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سے بے حد  
صدمہ ہوا۔ موصوف کے وجود گرامی سے بڑی تقویت قلبی رہتی تھی۔ تمام سلاسل کے لئے آپ  
کی مقدس ذات مایہ صد فخر تھی۔ یہ گردش روزگار صدیوں میں ایسی گرامی ہستیاں پیدا کرتی  
ہے۔ افسوس ہے کہ فنا کے بے درد ہاتھوں کی گرفت نخلق اللہ کو ایسی برکات جاریہ سے  
محروم کر دیتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ظاہری طور پر آنکھوں سے اوجھل ہونے کا احساس  
رنج و غم کی صورت قلوب پر مسلط ہو رہا ہے۔ ورنہ حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو دائمی اور حقیقی  
زندگی اب حاصل ہوتی ہے اور وہ اہل محبت کے درمیان ہمہ وقت تشریف فرما ہیں۔

میں بیمار تھا۔ بہت تاخیر سے تعزیت پیش کر رہا ہوں۔ معذرت خواہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ

آپ حضرات کو ایسی غیر مترقبہ نعمت کے چھٹ جانے پر صبر و شکیب عطا فرمائے۔ اور حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو وہ درجات عالیہ عطا فرمائے جن کے آپ مستحق ہیں۔ اور ہمیں تاقیامت برکتیں حاصل ہوتی رہیں۔ میرے برادران مکرم اور تمام خاندان کی طرف سے ولی عذر خواہی اور ہمدردانہ تعزیت قبول فرمائیں۔ والسلام۔

خیر اندیش۔

دیوان سید آل رسول علی خان سجادہ نشین  
آستانہ عالیہ اجمیر شریف (حال سرگودھا جکت نمبر ۱)

## عالیجناب حضرت حافظ صاحبزادہ سید ظہور علی شاہ صاحب تلمذ

چوڑہ شریف — ستمبر ۱۹۵۱ء

محترم و مکرم حضرت صاحبزادہ صاحب،  
حضورِ اعلیٰ امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات تمام دنیائے اسلام کے لئے ناقابل تلافی نقصان کا موجب بن گئی ہے۔ آج صاحبزادگان چوڑہ شریف کے دلوں سے کوئی نہیں پوچھتا، کہ وہ کیا چراغ تھا جس کے گل ہوتے ہی چوڑہ شریف کی محفلیں سونی سونی نظر آنے لگیں۔ دینی انجمنیں اجڑ گئیں۔ مدرسے دور رہے ہیں۔ یتیم خانے آہیں بھر رہے ہیں۔ ہر قسم کے تعلیمی و امدادی اداروں پر موت کی سی خاموشی چھا گئی ہے سب حیران ہیں کہ یہ کیا ہو گیا۔ ہمارا وہ مرتبی کہاں چلا گیا۔ وہ ہمارا مشفق و عنخوار کدھر روپوش ہو گیا۔ آج پاکستان کے دینی حلقے یتیم ہو گئے۔ حنفیت نے سرپیٹ لیا۔

سب سے بڑھ کر ستم یہ ہوا کہ اسلام کا درد اب دل کی تلاش میں سرگرداں ہو رہا ہے۔ مگر اسے کوئی ٹھکانہ میسر نہیں آ رہا۔ بہت استقلال آج کسی بوڑھے پکیر کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ کتاب آزادی کے منتشر گوشوں کا شیرازہ بند آج اس کام کو خدا کے سپرد کر کے رخصت ہوا۔ مدینۃ الرسول سے آنے والی ہواؤں سے فرحت محسوس کرنے والا آج خود انھی عنبریں ہواؤں میں جا بسا۔ جدہ کے اس پار رہنے والوں کے لئے علی پور کی سرزمین کو سراپا استقبال اور محبم انتظار بنانے والا چشم عالم کے لئے خود ہی ایک مستقل

انتظار بن گیا۔ صفِ اصفیا بلا سالار کے رہ گئی۔ کتابِ تصوف کا دیباچہ کم ہو گیا۔ آسمانِ ولایت اپنے آفتاب کو ڈھونڈ رہا ہے۔ کوئی تاریکی سی تاریکی ہے۔ شریعت کی آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ طرقت کا چہرہ بے رونق ہو گیا۔ معرفت کا چشمہ خشک ہو گیا۔ متلاشیانِ حقیقت یرانوں میں بھٹکنے لگے۔ اب انہیں صراطِ مستقیم کی طرف کون لائے گا!!۔ آہ! آج اسلام کے باغ کی بہار رخصت ہو گئی۔ چوڑہ شریف کی سرزمین پر پھونک پھونک کر قدم رکھنے والا عشق کے زندہ جاوید نقش پا اس سرزمین پر بھی چھوڑ گیا۔ باواجی صاحب کا عاشق صادق رخصت ہوا۔ لیکن عریم باواجی میں قیامت تک ان الفاظ کی گونج سنائی دیتی رہے گی۔

”سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری“

خدا ہمیں قیامت میں اس محبوبِ حق کا ساتھ نصیب کرے۔ اور مستقبل قریب میں اس محبوبِ خدا کے مزار کی زیارت کرائے۔ آمین۔ راقم تمام صاحبزادگان علی پور شریف کے ساتھ شریکِ غم ہے۔ والسلام۔  
صاحبزادہ حافظ ظہور علی شاہ  
(خلف بانکا پیر صاحب مرحوم)

عالی جناب سرار عبدالرب صاحب نشر بالقابہ

گورز پنجاب

کیمپ گورز پنجاب،

۳ ستمبر ۱۹۵۱ء

السلام علیکم

مکرمہ!

اخبارات میں یہ خبر پڑھ کر بہت صدمہ ہوا کہ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب اصل بحق ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اور ہر نفس کو موت کا فائق چکھنا پڑتا ہے۔

جہاں تک پیر صاحب کا تعلق ہے، خدا تعالیٰ نے ان کو اپنی عبادت اور لوگوں کی ہدایت کے لئے کافی عمر عطا فرمائی۔ لیکن پھر بھی پیر صاحب جیسی نیک سیرت ہستی کا انتقال

ہم سب کے لئے وجہ ملال ہے۔ کیونکہ ایسے نیک بندوں کا وجود ملک اور قوم کے لئے برکت اور ہدایت کا باعث ہوتا ہے۔

خداوند تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت فرمائے۔ اور آپ کو اور جملہ متعلقین کو صبرِ جمیل۔

احقر العباد نشتر

گورنر پنجاب

بنام مخدوم سید محمد حسین شاہ صاحب

علی پور سیداں

عالیجناب حضرت مولانا ضیاء القادری صاحب قلم

صدر جمعیتہ المشائخ کراچی

دفتر شیدائیانِ نبی۔ کراچی

۳ ستمبر ۱۹۵۱ء

حضرت المعظم المصنم ذوالمجدد والفضل والکرم دامت برکاتہم۔ السلام علیکم  
عشم نصیبوں کی آرزوؤں کی بہار۔ آسمان علم و عرفان کا چاند تارا، آہ! ایسے وقت اپنے  
رب کا پیارا، اپنی ملت سے جدا ہوا جب کہ اس کی دعاؤں کی ملت کو انتہائی ضرورت  
تھی!!

افواج کفر و شرک سیاہ بادلوں کی طرح انوارِ ملت بیضا پر محیط ہیں۔ عالمِ اسلام  
اپنے خدا رسیدہ ہادی کے سایہ سے محروم ہو گیا۔ بظاہر ہم عشم زعمہ اس صدمہ منقارت  
کو اپنے لئے سانحہ عظیمہ سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارے ایمانی جذبات رہنمائی کرتے ہیں کہ  
اولیاء اللہ کی پاک روہیں۔ حجابات جسم و جسد سے بے نیاز ہونے کے بعد اپنے  
متوسلین کی درد بھری صداؤں کو بارگاہِ ایزدی میں بابِ اجابت تک پہنچانے میں  
زیادہ کامیاب ہوتی ہیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال حقیقتاً موت العالم موت العالم  
کے مصداق ہے۔ تمام عالمِ اسلام اس حادثہِ جاں گاہ پر اشکبار ہے۔ یہ فقیر حقیر حضرت

اقدس کی زیارت سے شرف اندوز اور سعادت دست بوسی سے بارہا فیضیاب ہوا۔ بنا اس سستی کا نفرنس کے بعد وہ پاکیزہ ساعتیں میری روحانی کیفیات کی یادگار رہیں گی۔ جبکہ حضور قبلہ عالم آفر بار حج و زیارت سے مشرف ہو کر تھوڑے وقت کے لئے کراچی میں قیام فرما ہوئے تھے۔ اور اس بے نوا کو نہ صرف باریابی کا موقع نصیب ہوا تھا۔ بلکہ خدمت اقدس میں حج کی واپسی پر تارخیں سنانے کی بھی اجازت عطا ہوئی تھی۔ حضور پر نور نے اپنے دست اقدس سے مصیبتیں، تسبیح اور کلاہ مع دیگر تبرکات مرحمت فرما کر ذرہ نوازی فرمائی تھی۔ کیا علم تھا کہ یہ شفقت بزرگانہ، یہ زیارت بحال آئندہ نصیب نہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت عظمیٰ ہم سے اٹھالی گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رٰجِعُوْنَ

اس فقیر عاجز نے آج چوتھا روز ہے، جمعیتہ المشائخ کراچی اور مجلس شیدا ئیان نبی کراچی میں حضور قبلہ عالم کی تجاویز تعزیت بحیثیت خادم و صدر ہونے کے منظور کرائیں۔ جمعیتہ المشائخ کی تجویز تو اسی روز بذریعہ رحسٹری خدمت اقدس میں روانہ کر دی تھی، مجلس شیدا ئیان نبی کی تجویز اس عریضہ کے ہمراہ روانہ کی جا رہی ہے۔

اپنے جذبات عقیدت کو بطور نذر عقیدت تواریخ وصال کی صورت میں پیش کر رہا ہوں۔ آخر میں مودبانہ خدمت والا میں گزارش ہے کہ یہ فقیر بھی اس عالم رُوح فرسا میں، جو حضور پر نور کے واقعہ وصال سے حضرت والا اور تمام فرزندان حضور کو خصوصاً اور تمام پسماندگان اور البتگان کو عموماً پہنچا، شریک ہونے کی اجازت چاہتے ہوئے، ان دعاؤں کا متمنی ہے، جو تعزیت گزاروں اور فاتحہ خوانوں کے حق میں صبر و سکون کے لئے، زبان اقدس سے کی جائیں۔

تاریخیں کسی فاتحہ خوانی کی تقریب میں پڑھوادی جائیں تو اس فقیر کی عزت افزائی کا باعث ہوں گی۔

خادم المشائخ فقیر ضیاء القادری

عالیجناب حضرت مولانا سید احمد سعید صاحب کاظمی قبلہ

مہتمم و صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم رحسٹری

کچھری روڈ۔ ملتان

سیدی و سندی و مولائی حضرت قبلہ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب ام برکاتہم العلیا ،

مسند آراء حضرت قبلہ محدث علی پوری قدس سرہ العزیز ،

اَسْلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهَا۔ مزاج عالی۔

حضور قبلہ عالم امیر ملت قدس سرہ العزیز کی وفات حسرت آیات پر ہم خدام کو جو قلبی  
صدمہ پہنچا، محتاج بیان نہیں۔ حضور قبلہ علیہ الرحمۃ کی یہ جدائی ملت اسلامیہ کے لئے  
ناقابل تلافی نقصان عظیم ہے۔ مولیٰ تعالیٰ حضور علیہ الرحمۃ کے مراتب عالیہ جنات الفردوس میں  
بلند فرمائے۔ اور آنحضرت دامت برکاتہم العالیہ کو اور جملہ متعلقین کرام و مریدین و مسترشدین کو صبر  
جمیل، اور اس پر اجر جزیل مرحمت فرمائے۔ آمین۔ اور قبلہ حضور قدس سرہ العزیز کی روحانی رحمتوں  
اور برکتوں سے ہم سب کو ہمیشہ مستفید فرماتا رہے۔ وَمَا ذَا إِلَکَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیزٍ

مدرسہ انوار العلوم حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ کی تعزیت کے سلسلہ میں بند رہا۔ مدرسہ میں ختم  
قرآن مجید اور فاتحہ کی گئی۔ اور جلسہ تعزیت ہوا۔ تمام ادارہ انتہائی رنج و الم کا اظہار کرتا ہے۔ اور بارگاہ  
ایزدی میں بصدق دل داعی ہے کہ مولیٰ کریم بہ تصدق حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت ادام اللہ  
اقبالہم کا سایہ عاطفت ہم خدام کے سروں پر دراز فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ والسلام مع الاکرام۔

فقیر سید احمد سعید کاظمی

مہتمم مدرسہ ہذا

جناب صاحبزادہ پیر محمد ابراہیم صاحب

جلیوہ چک نمبر ۱۱۹

اَسْلَامُ عَلَیْكُمْ

مخدوم و مکرم حضرت صاحبزادہ صاحب

آج حادثہ ارتحال آنحضرت کی اطلاع پا کر دل کی جو حالت ہوئی، وہ خدا ہی جانتا ہے  
حضرت والد صاحب مرحوم سے حضرت کو ایک خاص تعلق تھا۔ اسی تعلق کی بنا پر مجھے آج ایسا محسوس  
ہوتا ہے کہ حضرت کی وفات والد مرحوم کی دوبارہ وفات ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاٰجِعُونَ  
ہجرت کے بے پناہ مصائب نے مجھے حضرت کی زیارت سے بے نصیب تو رکھا تھا، لیکن یہ امید

بدستور تھی کہ ایک بار دربار میں پہنچیں گے، تو ان تکالیف کی تمام کدورت دھل جائے گی۔ آہ! آج یہ امید بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاتی رہی۔ اب کون ہمیں اس لطف و کرم سے نوازے گا۔ اب کس کی نگاہ لطف ہماری پریش کرے گی!!

کیوں نہ ہو اہل جہاں کو بے قراری ٹائے ٹائے چھپ گیا وہ مصدر انوار باری ٹائے ٹائے  
چھپ گیا جب آفتاب ابتدائی ٹائے ٹائے روشنی فیض کی امیداری! اٹائے ٹائے  
صاحبزادگان پیر ابراہیم کی طرف سے خدمت والا میں مضمون واحد ہے۔

پیر ابراہیم

جناب مولانا عبد المجید صاحب سالک۔ سابق مدیر انقلاب لاہور

السلام علیکم

حضرت متبلہ شاہ صاحب

میں یہاں آیا ہوا تھا۔ پرسوں واپس لاہور جا رہا ہوں۔ آج دفعۃً یہ خبر حسرت اثر سنی کہ قبلہ عالم سید جماعت علی شاہ صاحب کا وصال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ بے حد صدمہ ہوا۔ آپ کو یاد ہو گا، حضرت مرحوم مغفور مجھ پر ہمیشہ بے حد شفقت فرماتے تھے چند سال سے ملاقات کا موقع نہیں ملا تھا۔ لیکن اس دلی لگاؤ میں کوئی فرق نہیں آیا تھا جو ۱۹۱۰ء سے شروع ہوا تھا۔ اور مدت العمر رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیتین میں جگہ دے۔ اور آپ کو اور میرے بھائیوں کو، نیز لاکھوں عقیدت مندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ایسی ذوات محترم و مقدس آج کل کے زمانے میں نایاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام۔

عبد المجید سالک

سابق ایڈیٹر انقلاب لاہور

جناب پروفیسر محمد طاہر صاحب فاروقی

ایم اے۔ وکٹور ادب (جامعہ) صدر شعبہ اردو۔ اسلامیہ کالج پشاور

اسلامیہ کالج پشاور : ۲ ستمبر ۱۹۵۱ء



مخدومی و مطاعی زادت مکارکم و مدظلکم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
 زاہد میاں کے خطوط سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی علالت کا حال معلوم کر کے سخت تشویش  
 تھی۔ ان کو برابر خط لکھ کر حضور کا حال معلوم کرتا رہا۔ اور جلد سے جلد حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کرنے کا  
 مقصد تھا۔ یہ گمان بھی نہ تھا کہ آج کے اخبار سے یہ علم ہوگا کہ سرکار واصل بحق ہوئے۔ حیف صد حیف۔  
 اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

وَمَا كَانَ قَيْسٌ هٰلِكًا هٰلِكَ وَاٰجِدُ ذُوْلًا كَيْتًا مُّبْنِيًّا قَوْمٌ تَهْتَدُوْنَ  
 یہ حادثہ تمام عالم اسلام و جملہ اہالی پاکستان اور خاص کر متوسلین و معتقدین کے لئے سخت  
 روح فرسا اور دل گداز ہے۔ ہمارا ماویٰ و ملجا جاتا رہا۔ ہمارا دستگیر و مشکل کشا ہم سے چھوٹ گیا۔ سخت تر  
 صدمہ یہ ہے کہ اس عاجز کو اب تک مکر و ہات و علائق کے باعث حاضر ہونے کی توفیق نہیں ہوئی۔ اب یہ  
 ظاہری آنکھیں دیکھنے سے ہمیشہ کو محروم ہو گئیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ط  
 اس جگہ پاش سانحہ کو معلوم کر کے دل و دماغ معطل اور قلب و جگر بے کار ہیں۔ جی چاہتا  
 ہے کہ پر لگا کر اڑوں۔ اور لحد مبارک کے گرد طواف کر کے آنسوؤں کے ہار اور عقیدت کے پھول  
 نچھاور کر دوں۔ لیکن اپنی حاضری سے قبل فوراً یہ عرضہ پیش کرتا ہوں۔ اور انشاء اللہ اس کے ہمراہ خود  
 بھی حاضر ہوتا ہوں۔ تاکہ مزار پاک کی قدم بوسی کے ساتھ حضور کی خدمت میں بھی باریابی حاصل کر دوں۔  
 آہ! حضور قبلہ عالم کے اسم مبارک کے ساتھ رَحْمَتًا اللّٰهِ عَلَیْہَا اور رَفِیَ اللّٰهُ عَنْہَا  
 شامل کرتے ہوئے قلم لرز جاتا ہے کہ ہمیشہ مَدَّ ظِلْمَهُمُ الْعَالِیٰ لکن کی عادت رہی۔ اور خیال  
 یہی تھا کہ حضور ابھی ایک سو دس سال اور تشریف فرما رہیں گے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اس جسمانی  
 جدائی کا تصور نہ آتا تھا۔ حیف صد حیف!! آہ صد آہ!! لیکن میں کیا کہہ رہا ہوں۔ حضور تو زندہ جاوید  
 ہیں۔ ع: ”ہرگز نہیں دآں کہ دشمن زندہ شد بعشق“  
 اور تبتہ عالم تو قطب و غوث تھے۔ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰیٰکِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ ط  
 ع: ”اے طالبان! اے طالبان! من باشما ہر جا ستم“ خداوند! ہم سب کو اس  
 مصرع کا صداق بنا! اور حضرت قبلہ عالم کی اولاد و احفاد مدت نلالہم کو طبیعت اور غوثیت کے مدارج پر فائز فرما!!  
 مکتزین عاصی پر معاصی۔۔ محمد طاہر فاروقی نقشبندی جماعتی

## جناب مولانا سید محبوب شاہ الحسینی قادری

سکرٹری جمعیتہ المشائخ پاکستان و تاضی شہر کراچی،

یکم ستمبر ۱۹۵۱ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت الادامت برکاتہم

آج اخبارات میں جس وقت سے اعلیٰ حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کی خبر وصال پڑھی گئی، خدا معلوم کس قدر اداسی اور حزن و یاس کا عالم یہاں کے علماء و مشائخ پر ہے، کچھ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایک ایسا الم ہے کہ جو ہمیشہ ہمارے قلوب پر رہے گا۔ دفتر جمعیتہ المشائخ میں فوراً فاتحہ خوانی کا انتظام کیا گیا۔ اور تجویز تعزیت منجانب صدر پیش ہو کر منظور ہوئی۔ جو ارسال خدمت گرامی ہے۔ فقط۔

سید محبوب شاہ قادری

تجویز تعزیت (پیش کردہ منجانب صدر جمعیتہ المشائخ کراچی)

جمعیتہ المشائخ کراچی نے آج صبح کے اخبارات میں اس خبر کو انتہائی غم و الم کے ساتھ پڑھا۔ کہ پاکستان کے سب سے زیادہ محرومی کامل اور درویشی خدا رسیدہ امام المحدثین سراج العارفین حضرت اقدس پیر سید جماعت علی شاہ قبلہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا سایہ دور حاضرہ کے مشائخ و علماء کے سر سے بظاہر دستِ قضا نے اٹھالیا۔ یعنی حضرت ممدوح و اہل الی اللہ ہو گئے۔ جمعیتہ المشائخ کراچی کے لئے یہ سانحہ روح فرسا ایسا ہے کہ جس کی تلافی کا آئندہ کوئی امکان نہیں ہے۔ جمعیتہ المشائخ کراچی نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی روح پر فتوح پر ایصالِ ثواب کا فوری انتظام کیا۔ اور انتہائی غم و اندوہ کے ساتھ اس تجویز کو منظور کیا کہ مرحوم و مغفور کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔ اور تمام مشائخ کراچی کی طرف سے ممدوح کے پسماندگان اور خلفاء و مریدین و متوسلین کی خدمت میں عموماً، نیز اعلیٰ حضرت کے سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں خصوصاً، تعزیت پیش کی جائے۔ اور گزارش کی جائے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خصوصی تقریباً تعزیت کی تیاریوں سے جمعیتہ المشائخ کراچی کو آگاہی بخشی جائے۔ تاکہ جمعیتہ المشائخ مقامی حیثیت سے فاتحہ ایصالِ ثواب کا اہتمام کر سکے۔

فقیر سوگوار ضیاء القادری غفرلہ  
خادم و صدر جمعیتہ المشائخ کراچی

مغموم و جگر کار خادم الفقرا  
سید محبوب شاہ الحسینی

(ناظم اعلیٰ جمعیتہ المشائخ کراچی)

## جناب الحاج نجفی مصطفیٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی

میرے آقا و مولیٰ حضرت صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ صاحب قبلہ دامت برکاتہم  
و جمیع دیگر صاحبزادگان و دوستان اشرف اعلیٰ حضرت قبلہ عالم امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، باہزاراں ادب،

می رود از فراق شہ، خون دل از دو دیدہ ام

د جسدہ بد و جلہ، یم بہ یم، چشمہ بہ چشمہ، جو بہ جو،

جمعہ ۲ ستمبر مطابق ۵ ذی الحجہ قبل ظہر، ورود و مکتوب حضرت صاحبزادہ پیر حیدر شاہ صاحب  
نے بندہ بیمار کے قلب میں ایسا تیر مارا کہ خون رواں پانی پانی ہو کر مثل چشمہ دونوں چشم سے  
ابلنے لگا۔ حضور پر نور قبلہ عالم دنائے شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید یہ پسند نہ فرمایا کہ یہ  
غلام آپ کے واصل بحق ہونے کے بعد علی پور شریف میں حاضر ہوا تو اس بندے کو ہجرت مدینہ  
منورہ کی تلقین فرمائی۔ اور آپ خود راہی جنت الفردوس ہو گئے۔ ہر ایک اپنے متوسل و معتقد  
پر ماں باپ سے زیادہ شفیق اور اس غلام بے دم پر سب سے زیادہ شفیق، اب جب دنیا سے  
پر وہ پوش ہو گئے ہیں۔ تو اس سایہ رحمت و شفقت کے اٹھ جانے پر بندہ کیوں نہ ماتم کہے  
یا حضرات صاحبزادگان و الاتبار! جیسا سایہ پدری و جدی آپ کے سروں سے اٹھ گیا ہے  
ایسا ہی اس غلام کے سر سے بھی اٹھ گیا ہے۔ دل پر شکاف صبر کی تلقین مانتا نہیں، کیا کیا  
جائے!! اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے اور ہم تمام کو صبر جمیل کی استطاعت سے نوازے۔ اعلیٰ حضرت  
رحمۃ اللہ علیہ کو، جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق زار تھے، حضور پر نور شافع یوم النشور  
صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہنشاہی تخت انور و اقدس کے بالکل قریب، اعلیٰ علیین میں جنت الفردوس میں

مقام عطا فرماوے۔ آمین تم آمین !!

بندے کے قلم میں زیادہ لکھنے کی اس وقت طاقت نہیں۔ دل پھٹا ہے۔ آنسو رواں ہیں۔  
بندے کا مقام نزول کل سے مقام ماتم بنا ہوا ہے۔ برادرانِ طرفیت و معلمین اور دیگر حضرات  
و اکابر سب کی تشریف آوری ہو رہی ہے۔ ہر ایک ماتم کر رہا ہے سب کو کوڑا یا انوس  
ہو رہا ہے۔ کہ اس زمانے کی دنیا کے سلام کی بہترین و افضل ترین ہستی دنیا سے رخصت  
فرما گئی۔ حضور سبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے احسانات و انعامات کا کچھ تذکرہ ہوتا ہے۔ کچھ آپ  
کے خلقِ عظیم کا، کچھ آپ کے عشقِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا، کچھ آپ کے تقویٰ و زہد کا، کچھ ذکر  
آپ کے پکے سے پکے ایمان و اعمال کا، کچھ ذکر آپ کے بے دینوں سے جہاد کا، سب باتوں کی  
یاد میں رلاتی ہے۔ رلاتی ہے۔ اور رلاتی ہے اور بس۔

ایسی حالت حزیں میں ختم شریف کا مختصر انتظام کیا گیا۔ اور آج یومِ ہفتہ ۶ ذوالحجہ  
یعنی ۸ ستمبر بعد نماز فجر ختم قرآن شریف مع درود و قل شریف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں  
پڑھا گیا۔ اور گولقینیا بالیقیناً وہ ہماری دعاؤں کے محتاج نہیں، ہم نے اپنا ناچیز حق اس طرح  
آج ادا کیا۔ اور انشاء اللہ المستعان چالیسویں کا ختم شریف مدینہ منورہ میں، جو اعلیٰ حضرت  
رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اب سکن ہے، وہاں اس غلام کے انتظام سے ہوگا۔

قفصِ عنصری سے روح القدس نے جانبِ اعلیٰ علیین پرواز کی، جس کا وقت جمعہ  
۳۱ اگست گزشتہ ہے، اس جمعہ کو صبح بوقتِ اشراق، جب کہ یہ بندہ مدینہ منورہ میں حضرت  
مولانا ضیاء الدین قادری کے مکان میں حاضر تھا، حضرت مولوی صاحب قسبلہ نے بوقتِ اشراق  
حرمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دولت کدے میں تشریف لاتے ہی بندے سے فرمایا۔  
"بخشیشی صاحب! میں ابھی ابھی حرم شریف سے سرورِ انام صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں  
سلام عرض کر کے آ رہا ہوں۔ میں نے وہاں سلام عرض کرتے ہوئے اپنے سامنے اعلیٰ حضرت  
قسبلہ عالم کو دیکھا۔ پشتِ اقدس میری جانب تھی۔ سر پر مخصوص عمامہ، سر ادب سے جھکا ہوا،  
اور آپ دست بستہ مواجہہ شریف کے سامنے سلام عرض کر رہے ہیں۔ دیکھئے! اعلیٰ حضرت  
تو علی پور شریف میں رولق بخشش ہیں۔ مگر آپ کی روح اقدس مدینہ طیبہ کی سیر فرما رہی ہے۔"

سبحان اللہ و بحمدہ! آپ کا کیا ہی بلند درجہ ہے! آپ اس عمر میں اس دنیا میں مامور من اللہ ہیں، آہ! اس وقت نہ حضرت مولوی صاحب قبلہ کو علم تھا، نہ کسی اور کو، کہ اسی شب قفس عنبری سے نکل کر روح مبارک جانب جنت الفردوس مدینہ منورہ کے راستہ سے روانہ ہو رہی ہے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حج پر شریف فرما ہوتے تو مدینہ منورہ ہو کر مکہ معظمہ تشریف لے جاتے۔ احرام مدینہ شریف میں باندھ کر دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر مواجہہ شریف کے سامنے باہر اراں ادب سلام عرض کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مکہ شریف روانہ ہوتے۔ اب جب جنت الفردوس میں طلبی ہوئی، تو اب بھی دربار پُر انوار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر سلام مؤدبانہ پیش فرما کر، اجازت سے حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی، آپ جنت سدحارے ہیں سبحان اللہ! سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کیسے اور کتنے ارفع و اعلیٰ درجہ کے عاشق تھے!!

فداک روحی و ابی و امی یا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ!!

یا اللہ! یاربنا! ہمیں تو نسیتق فرما اور استطاعت بخش کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلتے اور آپ کی ہدایت پر عمل کرتے رہیں۔ اور فردائے قیامت آپ کا دامن پکڑ کر، ہم مقام محمود میں آپ کے جہاں مجد صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش ہوں۔ آمین ثم آمین بحق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم!!!

## منظومات وصال مبارک

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے وصال پر تمام برصغیر میں جس طرح رنج و غم کا اظہار کیا گیا، جتنے جلسے جا بجا منعقد ہوئے، لنگر تقسیم کئے گئے، ختم شریف ایصال ثواب کے لئے پڑھے گئے۔ قرار دادیں منظور ہوئیں، خطوط شایع کئے گئے، اخبارات و رسائل میں تعزیتی مقالے لکھے گئے، دربار عالی میں حضرت سراج اہل بیت رحمۃ اللہ علیہ (خلف اکبر و سجادہ نشین اول) کو تعزیتی مکتوب بھیجے گئے، جس طرح ان سب کا استقصا و احاطہ دشوار ہے، اسی طرح منظومات تعزیتی

کا جمع کرنا بھی میرے لئے بڑے مشکل ہے۔ اس زمانے میں اخبارات و رسائل میں بے شمار نظمیں قطعے اور تاریخیں شائع ہوتی تھیں، میرے پاس مختلف بستوں میں کچھ ذخائر محفوظ بھی ہیں، مگر اب ان کو بھجان کر نکالنا صعب نظر آتا ہے۔ اس لئے نمونہ و یادگار کے طور پر صرف چند نظمیں، قطعے اور تاریخیں یہاں درج کرتا ہوں۔

## نمود قیامتِ صغریٰ

۱۹۵۱ء

(از مولانا الحاج پروفیسر حامد حسن قادری صدر شعبہ فارسی اربو سینٹ جانس کالج۔ آگرہ خلیفہ مجاز)

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ ۝ ۵۱۳۰

(۱)

جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ آهٌ فَاأَهٌ	غَابَ نُورُ الْكِرَامَةِ آهٌ فَاأَهٌ
خَسَفَ بَدْرُ الْأَرْضِ يَا أَسْفَا	كَسَفَتْ شَمْسُ الْأُمَّةِ آهٌ فَاأَهٌ
آهٌ عَنَمٌ كَا پھاڑ ٹوٹ پڑا	آئی ناگاہ آفت آہ فَاأَهٌ
ہلنے اندھیر ہو گئی دنیا	چھا گئی کیسی ظلمت آہ فَاأَهٌ
دل ہے اباورد درد و غم ہیہات	سر ہے اب اور وحشت آہ فَاأَهٌ
ہم ہیں اور عمر بھر کا رونا ہے	اب سکوں ہے نہ راحت آہ فَاأَهٌ
نہ رہا وہ خدا کا پیارا لائے	جس کے دم سے تھی رحمت آہ فَاأَهٌ
وہ جیب جیبِ حق نہ رہا	عاشقِ شرع و سنت آہ فَاأَهٌ
نہ رہا قطبِ وقت و غوثِ زمان	تھا جو کانِ طریقت آہ فَاأَهٌ
آہِ منہ کو کلیجہ آتا ہے	ہو گیا کون رخصت آہ فَاأَهٌ
فتادری آہ یہ کہوں کیونکر	ماتِ شاہِ جماعت آہ فَاأَهٌ

کر کے پردہ نگاہِ دنیا سے

جائے وہ رشتی اعلیٰ سے

(۲)

ایک صاحب کمال تھا نہ رہا  
 نہ رہا ایک تھا جو خلق میں فرد  
 ایک ہی کائناتِ عالم میں  
 سارے خم خانہ محبت میں  
 نہ رہا۔ ایک تھا فدائے رسول  
 جس کا دیدار نور دیدہ و دل  
 جس کی باتیں نبات و شہد و شکر  
 ہر قدم پر ہر اک عمل میں جسے  
 اک وہی جان و تن سے دھن من سے  
 جس کے در سے گدازہ تھا محروم  
 ایک شکل کشائے حلق جسے

آپ اپنی مثال تھا نہ رہا  
 برگزیدہ خصال تھا نہ رہا  
 عاشق ذوالجلال تھا نہ رہا  
 ایک باکیف و حال تھا نہ رہا  
 ایک شیدائے آل تھا نہ رہا  
 ایک یوسف جمال تھا نہ رہا  
 ایک شیریں مقال تھا نہ رہا  
 صدق و حق کا خیال تھا نہ رہا  
 وقفِ جود و نوال تھا نہ رہا  
 اک جوابِ سوال تھا نہ رہا  
 سہل کارِ محال تھا نہ رہا

کون اب دستگیرِ عالم کا

کون نَعْمَ النَّصِيرِ عَالَمِ كَا

(۳)

روح کو جگمگائے گا اب کون!  
 نور سے اپنے دل کی ظلمت میں  
 بھولے بھٹکے خدا کے بندوں کو  
 راہِ شرع و طریقِ سنت پر  
 نقشبندیِ طریق کا دل پر  
 رات دن باتیں حق کے پیاروں کی  
 مرضی رب میں جسمِ خاکی سے  
 عملِ تقویٰ و ریاضت میں

رات کو دن بنا کے گا اب کون!  
 شمع و حدت جلانے گا اب کون!  
 راہِ حق پر لگائے گا اب کون!  
 آپ چل کر چلائے گا اب کون!  
 نقشِ ایسا جمائے گا اب کون!  
 پیار سے یوں سنائے گا اب کون!  
 کام لے کر بنائے گا اب کون!  
 جان ایسی کھپائے گا اب کون!

ہر قدم اتبار سنت میں  
عشق محبوبِ حق میں جان و جہاں  
زندگی بھرا اٹھائے گا اب کون!  
وقف کر کے دکھائے گا اب کون!  
بار بار آئے جائے گا اب کون!

ایسا عاشق نظر نہیں آتا  
عشق صادق نظر نہیں آتا

(۱۴)

وہ دل آرا نظر نہیں آتا  
جس سے تقدیر اپنی جھکی تھی  
حق کا پیارا نظر نہیں آتا  
وہ ستارا نظر نہیں آتا  
وہ سہارا نظر نہیں آتا  
اب ہمارا نظر نہیں آتا  
اور کنارہ نظر نہیں آتا  
وہ نظارا نظر نہیں آتا  
کیوں دوبارہ نظر نہیں آتا  
کوئی چارا نظر نہیں آتا  
ہو گوارا۔ نظر نہیں آتا  
گرچہ آرا نظر نہیں آتا  
غم کا مارا نظر نہیں آتا

دین و دنیا کا جو معاون تھا  
سارے عالم میں ملجا و ماویٰ  
بحرِ غم میں پڑی ہے کشتی دل  
کیا علی پور جا کے اب دیکھیں  
آہ اک بار چھپ کے نظروں سے  
دل ہے اور درو اب قیامت تک  
زہرِ غم کام کر کے چھوٹے گا  
دل کوئی سہیرتا ہے اندر سے  
دل کو کیا پوچھتے ہو پہلو میں

کیا عجب غم میں دم نکل جائے  
نہیں ممکن کہ غم نکل جائے

(۱۵)

آہ وہ سرورِ علی پور آہ  
وہ نہیں تو نظر میں ہے تاریک  
آہ تاجِ سرِ علی پور آہ  
آج سب منظرِ علی پور آہ  
اک وہی اخترِ علی پور آہ  
اپنی تقدیر کا ستارا تھا



ایک دولت تھی کل جہاں کے لئے  
 کشورِ جان و دل کا مالک تھا  
 ہو گیا بندہ جس نے دیکھ لیا  
 ایک عالم کو کر رہا تھا غنی  
 کر رہا تھا زمانے بھر کو سیر  
 کر رہا تھا جہاں کو سیراب  
 اب فلک تک اس کے غم میں بلند  
 معدنِ جوہرِ علی پور آہ  
 وہ شہِ کشورِ علی پور آہ  
 حسنِ جلوہ گرِ علی پور آہ  
 وہ کرم گسترِ علی پور آہ  
 خوانِ پہنارِ علی پور آہ  
 منبع و مصدرِ علی پور آہ  
 شورشِ محشرِ علی پور آہ

آہ میں اب اثر نہ آئے گا

اب وہ جلوہ نظر نہ آئے گا

(۶)

اب وہ جلوے خیال و خواب ہوئے  
 تھا وہ جلوہ شہِ جماعت کا  
 کشورِ فقر و شاہی دل میں  
 اک صدی سے تھی بڑھ کے عمر شریف  
 اذنِ ارشاد مل گیا فوراً  
 ستر اسی برس میں لاکھوں کے  
 فیض پا کر ہزار ہا خلفا  
 سب سے بڑھ کر حضور کے فرزند  
 وہ محمد حسین و خادم و نور  
 بیٹھ کر کتنے ایک حلقے میں  
 خاکپائے حضور کے ذرے  
 جان و دل وقف اضطراب ہوئے  
 ملکِ جاں میں فلک جناب ہوئے  
 مہرِ اکلیل و مہرِ رکاب ہوئے  
 اس میں فیض ان کے بے حساب ہوئے  
 جب وہ مرشد سے فیض یاب ہوئے  
 رہنمائے رہ صواب ہوئے  
 کامگار و ظفر مآب ہوئے  
 سرفہرست انتخاب ہوئے  
 فقر و عرفاں میں لاجواب ہوئے  
 اک توجہ میں کامیاب ہوئے  
 ایسے چمکے کہ آفتاب ہوئے

اب کہاں ایسی دست گیری ہے

وہ فقیری نہ وہ امیری ہے

(۷)

فقیریں آن بان امارت کی  
 باہم رہ کے بے ہمہ ہونا  
 فیض و ارشادِ قطبِ دوراں کا  
 طاعت رب کے ساتھ خدمتِ خلق  
 جس نے بن کر مجاہدِ اسلام  
 جس سے سعی و عمل کے میدان میں  
 دین و دنیا کے ہر تصادم میں  
 رعب مانا نہ کچھ حکومت کا  
 جس نے جا کر عرب - و کن - کابل  
 تاحد ہند و شام و مصر و عرب  
 جس کا عاشق عرب - عجم شیدا  
 شان تھی اک شہِ جماعت کی  
 یہ تھی جلوت میں شانِ خلوت کی  
 جاہ و سطوت امیرِ ملت کی  
 دن ہدایت کا شبِ یاضت کی  
 اہلِ سلام کی فتیادت کی  
 دین سے حد ملی سیاست کی  
 لاج رکھی حق و صداقت کی  
 دیکھی توہین اگر شریعت کی  
 بادشاہوں کو بھی ہدایت کی  
 وسعتیں جس کے نواہنِ نعمت کی  
 جس نے مخدوم ہو کے خدمت کی

ایک مخدوم تھا وہی نہ رہا  
 یہ بھی مقسوم تھا وہی نہ رہا

(۸)

کس نے اللہ! یہ ادا پائی  
 تیرے محبوب کی محبت میں  
 یہ بلا عشقِ مصطفیٰ کا صلہ  
 جس پر ڈالی نگاہِ قطب ہووا  
 بل گئی کیمیائے فطر اُسے  
 ہاتھ اٹھے اور بنے پر پرواز  
 ایک تھے ان کے در پہ شاہ و گدا  
 نعمت دین و دولتِ دنیا  
 ہر ادا میں تری رضا پائی  
 کس نے یہ حد یہ انتہا پائی  
 خلق میں شانِ اصطفیٰ پائی  
 دل نے اک آن میں صفا پائی  
 جس نے اکسیرِ خاک پا پائی  
 طاہرِ عرش ہر دُعا پائی  
 سب نے ہر درد کی دوا پائی  
 سب نے اُمید سے سوا پائی

سامنے دل کے جس کا دل آیا  
 مل گئی جس کی بھی نظر سے نظر  
 شرح صدر ان کا۔ ان کی رفعتِ ذکر  
 ماہ و نور شید کی ضیا پائی  
 آنکھ سے روح تک جلا پائی  
 قدرت و شان کبریا پائی  
 کس میں یہ شان اور یہ قدرت آہ  
 نہ رہے جب شہرِ جماعت آہ

(۹)

وہ جماعت علیٰ شہرِ ذی جاہ  
 اسوۂ مصطفیٰ کی زندہ مثال  
 ہو تو ہو بس قرونِ اولیٰ میں  
 عینِ خلقِ رسولؐ کر وارش  
 صدرِ صدیقِ رزہ میں تھے جو امرار  
 اک طرف فقر و زہدِ عرفانی  
 علم میں بوحینفہ دوراں  
 فکر میں ثانی محبِ دہند  
 برہنہ نارسیدہ گردانید  
 تھی رضا جوئی ان کی خالق کو  
 شافی قلبِ مضطر ان کا خیال  
 حق گزین۔ حق شناس۔ حق آگاہ  
 مسلکِ عشقِ حق میں شعلِ راہ  
 نہیں ایسا جہاں میں اب واللہ  
 گفۃ اش جسد گفۃ اللہ  
 ان کے محرم تھے وہ خدا ہے گواہ  
 اک طرف شاہی عبید اللہ  
 فضل میں غوثِ وقت و خلقِ نیا  
 ذکر میں نقشِ بندِ عالی جاہ  
 تیر از شست رفتہ را از راہ  
 اور وہ خود تابعِ رضائے آلہ  
 حل مشکل کو کافی ان کی نگاہ

قطبِ ارشاد بھی وہ سید بھی  
 اس صدی کے وہی محبِ دہی

(۱۰)

رحمت و فضلِ کردگارِ شذات  
 ہچو جبِ خودش رُوفِ رحیم  
 شرح معنی معرفتِ قلبش  
 منظرِ خلقِ مصطفیٰ است صفات  
 کعبہ دین و تہجدِ حاجات  
 سینہ اش عینِ ذاتِ رامرات

بزمِ رشد و ہدای میں چشمِ فیض  
ان کی صحبت میں سوز و غم ہو سکون  
بیٹھ کر جی نہ چاہے اٹھنے کو  
دل کھنچیں جس سے ایسا طرزِ کلام  
خندہ روئی میں اک شگفتہ چمن  
فیض گسترِ مثال ابر بہار  
اک نظر میں تمام عقدے حل  
ایسی ہستی کہیں ہوئی ہے نہ ہو  
عصہ گاہِ غسل میں کوہِ ثبات  
جیسے گرمی میں آگنی برسات  
ان کی باتیں مزے میں قند و نبات  
دل میں اترے وہ سیدھی سادی بات  
بذلہ سنجی میں بحر و کان نکات  
زندگی بخش مثل آبِ حیات  
اک توجہ میں سب غموں سے نجات  
السَّلَامُ عَلَیْہِمَا وَ الصَّلَاةُ

يَا مُعِينِ الْاِنَامِ خُذْ بِيَدِي  
مَا لِعِجْزِي سِوَاكَ مُسْتَنْدِي

(۱۱)

وقتِ رخصت وہ نور کا عالم  
شبِ تاریک دفعۃً روشن  
نور کے ساتھ عطر کی سی مہک  
منظر اس شان کا حویلی میں  
روح پاک حضورِ انور پر  
قلب نورانی و مطہر پر  
قربِ وقت وصال حضرت پر  
ہر نفسِ قلب پاک پر طاری  
مژدہ اِنَّ سَعْيَكُمْ مَشْكُورًا  
خادمانِ حضورؐ سکتے ہیں  
جان نثاروں کے دل پہ فرقت میں  
بامِ حضرت پہ طور کا عالم  
نظر آتا تھا دور کا عالم  
عارض و زلفِ حور کا عالم  
کہ بہشتی قصور کا عالم  
رحمتوں کے ظہور کا عالم  
نورِ رب کے وفور کا عالم  
اک نشاط و سرور کا عالم  
ذکرِ رب غفور کا عالم  
اور قلبِ شکور کا عالم  
دیکھ کر یہ حضور کا عالم  
جیسے یوم النشور کا عالم

یوں نظر سے چھپا وہ حق کا ولی  
وہ جگر گوشہ نبیؐ و غسل

(۱۲)

السلام اے خلاصہ دوراں	السلام اے شبہ زمین زماں
کعبہ جان و متبہ ایماں	السلام اے شبہ علی پوری
بکر ذخارِ رحمتِ یزداں	السلام اے کریم ابنِ کریم
سید و صدر و سرور و سلطان	السلام اے امیر ملت و دین
یادگارِ صحابہٴ ذی شان	السلام اے فدائے عشقِ رسولؐ
غوث الاغوث و خاصہ خاصاں	السلام اے ولی و مرشد و قطب
منظرِ لوح و معنیِ قسراں	السلام اے طہورِ آیتِ حق
جان و جانانِ جلوہ گاہِ فکاں	السلام اے صدورِ مصدرِ کن
جانِ دین - روحِ شرع - براجِ رواں	السلام اے فروغِ دانش و داد
مہرِ چرخِ ابد - فروغِ جہاں	السلام اے چراغِ بزمِ ازل
بشنو از قنادری سوزِ بجاں	السلام اے الطیبِ علیک

السَّلَامُ مَعْلَيْكَ يَا سَنَدِي  
يَا حَبِيْبِي تَعَالَى خُذْ بِيَدِي

## قطعاتِ ابروفاتِ سرتِ پات

(آنا ماسٹر کرم آہی صاحب بی اے ایل ایل بی۔ ویل سیالکوٹ۔ محترمہ اعزازی انجمن خدام الصوفیہ و خلیفہ مجاز)

(۱)

شبہ جماعت رہنما و مقتدا	سبطِ یغیمبرِ شہ بہر دوسرا
مقتداے سالکین و داصلین	صدر بزمِ عارفین و کاملین

بحر الطاف و کرم ، جو دو سخا  
 مصدر فیض و نوال و ہم عطا  
 مرشد صاحب دلائل و اصفیا  
 پیشوائے عارفان و اتقیا  
 دستگیر بے بساں و بے کسا  
 ماوے دل و ادگان دل خستگان  
 روگردانید از دار فنا  
 شد رواں از ماسوے دار بقا  
 آل قیوم وقت آن قطب زماں  
 از جہاں شد چوں سوئے جنتاں

قدسیاں مشتاق بہر مقدمت

ایستادہ رضواں بہر مکرمت

(۲)

او پیر علی پور پیر جہاں  
 ہمہ نور بخش و ہمہ نور جہاں  
 جہاں سرسبز زیر احسان او  
 ہمہ مومناں زیر فرمان او  
 جیب رسول و جیب خدا  
 مطاع جہاں بود و مشکل کشا  
 او بحر سخا بود و ابر کرم  
 کسے از در او نہ رفتہ و ذم  
 درش متبدل اہل ایمان او  
 رخس کعبہ اہل ایقان او  
 جہاں اپنناں نور ایمان او  
 جہاں روشن از نور انوار او  
 جہاں روشن از نور انوار او  
 لکرت سوئے جنناں شد رواں  
 ہمہ خادماں آہ و گریہ کنناں

ز سال و صاخش چو کرم صدا

بگفتا - بگو - شیخ حق آشنا

## ز آنچه تو ایرخ وصال

(۱) حضرت الحاج مولانا ضیاء القادری صاحب صدر جمعیتہ المشائخ و مجلس شیدا نیان نبیؐ - کراچی

شیدائے اسمائے خیر الانام

حضرت مکرم قطب انام

درویش ذی علم  
 ۱۳۴۰ھ  
 قتلہ برگزیدہ عالم نقشبندی علی پوری  
 ۱۳۴۰ھ

شیخ حق آشنا  
 ۱۳۴۰ھ  
 مولانا پیر جماعت علی شاہ صاحب  
 ۱۳۴۰ھ

ملک لاویا رضی اللہ عنہ

۱۳۴۰ھ

(۲)

ہوئے واصل بحق وہ پیر طریق  
 پر تو نور نقشبند کی شان  
 تھا ولایت کا جن کی ذات پر حصر  
 لکھ ضیا - مہدی مشائخ عمر

۱۳۴۰ھ

(۳)

چوں پس ابر فنا آن مہر عرفاں شد غروب  
 ہاتھ از من درسم آن قبلہ با سوز و گداز  
 رونما شد در جہاں تاریکی عزت ملال  
 شمس عالم رحمت اللہ علیہ - گفت سال

۱۳۴۰ھ

(۴)

چوں از جہاں راہی شد آہ  
 سال وصالش گفت ضیا  
 پیر جماعت حق آگاہ  
 زاہد و عارف ظل اللہ

۱۳۴۰ھ

(۵)

آن جماعت علی کہ در حق او  
 اے ضیا سال رحلت آن شیخ  
 اہل دین مرشد گرامی گفت  
 پیر اعظم ولی نامی گفت

۱۳۴۰ھ

(۶)

جنت کو گئے شیخ عدیم المثال  
 کہتے ہیں ملک اہل طریقت ضیا  
 فردوس انھیں بخشے خدا و متعال  
 شیخ العرفا ہادی محبوب ہے سال

۱۳۴۰ھ

(۷)

ہو گئے راہی باغ جنت  
 پیر جماعت قتلہ عالم

دورِ رواں میں فُرات تھی اُن کی  
 آلِ نبیؐ تھے آلِ علیؑ تھے  
 تھے وہ محدثِ عالم و عارف  
 صاف حدیثِ شاہِ رسلؐ ہے  
 حیف کہ ان کی موت کی باعث  
 طسّلِ رسولِ ربِّ اکرم  
 تھے وہ معظم تھے وہ مکرم  
 ہے دو جہاں میں ان کا ماتم  
 مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ  
 ہے شیرازہ ملتِ برہم

لکھے سالِ رحلتِ قبلہ  
 آلِ پمیر سیدِ اعظم

۱۳۶۰ھ

(۸)

امیرِ جماعتِ امیرِ حقیقی  
 محدثِ مفسرِ مبلغِ مجدد  
 شریعت میں صدرِ صفِ اہل سنت  
 وہ جس کے بخِ حق نما سے عیاں تھی  
 وہ لختِ دلِ حیدر و آلِ زہراؑ  
 ہوئے اے صدِ حیفِ اصلِ الی اللہ

جماعتِ علیؑ شاہِ پمیرِ حقیقی  
 ہر اکِ علم میں بے نظیرِ حقیقی  
 طرقت میں روشن ضمیرِ حقیقی  
 ضیاءِ سراجِ منیرِ حقیقی  
 وہ سیدِ وہ جیدِ وہ میرِ حقیقی  
 مریدوں کے وہ دستِ گیرِ حقیقی

۱۳۶۰ھ

ضیاءِ لکھے مرحوم کا سالِ حلت  
 جماعتِ علیؑ شاہِ پمیرِ حقیقی

۱۳۶۰ھ



# تواریخ وصال

(جناب مائل منگھوری نے جلسہ تعزیت منعقد مسجد اعظم معرہ منگھوری میں پڑھیں)

(۱)

عارفِ حق مرشدِ روشن ضمیر  
پائے ہیں اب قربِ ربِّ ذوالجلال  
آہِ شیخِ عصر موجودہ گئے  
کہدیا مائل نے یہ سالِ وصال

۵۱۳۷۰

(۲)

رہنمائے اہِ حق ذی مرتبہ صفا کمال  
سید و شاہِ جماعتِ حاجی ابنِ علیؑ  
چھوڑ کر دارِ فنا وہ جانبِ عقبیٰ گئے  
جکے دل جوتے ہیں زندہ عشقِ ربِّ پاک  
سینکڑوں مردہ دلوں کو آپ سے زندہ کیا  
گو لبظاہر دور ہیں لیکن ہیں باطن میں قریب  
شیخِ عصر و قطبِ دوراں مرشدِ روشن خیال  
نقشبندی عارفِ حق ذاکرِ احسنِ حصال  
آپ کو حاصل ہوا وصلِ ربِّ ذوالجلال  
رہتے ہیں ایم وہ زندہ نزدِ ربِّ لم یزال  
آپ کا رشد و ہدایت تھا یقیناً بمیثال  
آپ کا فیضانِ روحانی ہے بے شک لازوال

سن کے مائل سے خبر اب عالم ملکوت سے  
پاگئے قربتِ خدا کی کہدیا سالِ وصال

۵۱۳۷۰

# نظم عقیدت

دانا جناب مولانا عبدالحق صاحب خطیب جامع مسجد کوٹلہ  
اے دروغِ آفتابِ علم و عرفانِ ناگہاں  
در طریقِ معنوی لاریتِ حق خیر القرون  
شد غروب اندر افقِ کالگاہ بودہ ضوشتاں  
در طریقِ مصطفائی رہبرِ پیرو جواں

طے نمودہ منزل عین الیقین بقیل وقال  
 رد نور عالم علوی بہ زہد و ہمس و سع  
 اے کہ در راہ حقیقت فی الحقیقت گامزن  
 عارف یکتائے وراں ساکک راہ سلوک  
 ذاتہ نور من اللہ کان کالتتقدیمین  
 رتے پاکش ملعۃ بے شبہہ کز لمعات نور  
 لبیل گلزار حیدرہ عموا آل حسین  
 چوں ندائے امرا جعی ناگہ بہ معش و رسید  
 ناگہاں در یوم پنجشنبہ ز قفس عنصری  
 رخت رحلت بر کشیدہ آل یگانہ روزگار  
 ہر یکے در شش جہت زیں ساختم شد سوگوار  
 اندریں ماتم ہمہ کس دل حزن و پر ملال  
 مرقدش پر نور از لطف آہی دامت

بودہ بے شک واقف حق یقین عالی نشان  
 جملہ اوصافش بذات خاص چوں روحانیان  
 قدوہ آل عمباور ہمائے سالکان  
 زان جہت بودہ بدنیہ پیشوائے عارفان  
 فوجہ احسن و حسنش مجتبیٰ فی کل آن  
 واقعہ بودہ در خشاں اسم پاکش فی اعیان  
 خوش گل باغ رسول ہاشمی بودہ عیان  
 از سر صدق و صفالبتیک گفتہ شد رواں  
 کردہ روح پاک او پرواز تا قدوسیان  
 رفتنش شد باعث حزن الم - آہ و فغان  
 نیم سہل شد مردان و اقارب نوحہ خواں  
 ہر کسے از رفتنش گشتہ سرا سیمہ بدان  
 در قیامت بار رسول اللہ بادا ہم عنان

از پے پیمانگان و آل او صبر جمیل  
 لطف و شفقت باد ہر دم از پے خدائے مستعال

## وفات نامہ

(از سید محی الدین صاحب گلشن حیدرآبادی - حیدرآباد دکن) (۱۰)

(۱)

چراغ اولیائے حق

چراغ دین محمدی

۱۳۷۰ھ

(۲)

۱۳۷۰ھ

چراغ کعبہ دو جہاں

۱۳۷۰ھ

(۲)

کیوں سیر پوش ایک عالم ہے  
 سانحہ آج کیسا پیش آیا  
 ذکرِ تالِ رسولِ وقال اللہ  
 ہو گیا آفتابِ علمِ غروب  
 اک اندھیرا جہاں پہ ہے چھایا  
 پھول گلشن میں ہیں گریباں جاگ  
 آج ہے نوحہ خواں ہر ایک بشر  
 اک قیامت ہے چار سو برپا  
 باغِ فردوس میں ہوا دھنسل  
 چومتے ہیں فرشتے تربت کو  
 تھے جماعتِ علی جو روشن دل  
 اب جماعت میں وہ نہیں رونق  
 ہدفِ ناوکِ ستم ہے مگر  
 ماہِ ذیقعدہ کی تمھی ستائیں  
 شبِ جمعہ پیامِ حق آیا  
 گلشنِ شاعری میں آئی خزاں  
 طوے کس سے کہیں فسانہِ عنم  
 ہیں جماعت میں پانچ حرفِ شریک  
 ہے محمد کی مسم اس میں شریک  
 لب پہ جاری رہے گا سیر کا نام

کیوں علی پور بزمِ ماتم ہے  
 ہستی زنجیرِ عرشِ اعظم ہے  
 کیوں یہ موقوف آج کیدم ہے  
 سزگوں دین کا بھی پرسم ہے  
 پھیلی تاریکی شبِ عنم ہے  
 آج کیوں زار زار شبنم ہے  
 تسلیم اور رضا ختم ہے  
 خوں فشاں اپنی چشم پریم ہے  
 جو حبیبِ نبی اکرم ہے  
 یہ وقت آپ کا سلم ہے  
 ہر جگہ ذکرِ پیرِ اعظم ہے  
 بزمِ دریم ہے اور برسم ہے  
 قلبِ مضطر ہے درویشیم ہے  
 جس سے آگاہ ایک عالم ہے  
 اک سو دس سالِ عمرِ اکرم ہے  
 کس سے صلاح لیں گے یہ عنم ہے  
 رازداں کوئی ہے نہ محرم ہے  
 پانچ حرفوں کا وصف کیا کم ہے  
 ہاں یہی اسم - اسمِ اعظم ہے  
 جب تک اس بسمِ زائیم ہے

ہے تسلی اسی میں اے گلشن  
 یہی عنم خوار اور ہدم ہے

# امیر ملت کی خدمت پر

(آغا جناب ریاض حسین صاحب چودھری ایم اے، ایل ایل بی، سیالکوٹ)  
 لے آسمان عشق رسالت کے ماہتاب  
 تجھ پر سلام اہل محبت کا بے حساب  
 تو عشق سر بلند کا عنوان آگہی  
 تو حسن بے مثال کی تصویر بنے نقاب  
 لے انقلاب نو کے علمدار۔ مرحبا!  
 لاریب تو ہے سید، بحریر کا شباب  
 اچھے دین پاک تھا مقصودِ زندگی  
 رنگ چمن بنا تھا یہی تیرا اضطراب  
 تو عشقِ مصطفیٰ کی علامت ہے۔ اس لئے  
 نازاں مراجنوں کہ کیا تیرا انتخاب

## مادہ ہائے تاریخ برائے روضہ شریف

(آغا ڈاکٹر خالد حسن صاحب قادری ایم اے پی ایچ ڈی۔ استاد شعبہ اُردو۔ لندن یونیورسٹی) ●

روضہ مقدسہ والا نسب

۱۳۷۰ھ

واقف حقایق، قطب الاقطاب، سید المرشدین

۱۳۷۰ھ

ولی زمانہ، فرزند ختم المرسلین، قدس آستان مجدد قرن الرابع عشر

۱۹۵۱ء

۱۹۵۱ء

کعبہ زمان امیر الملت سید جماعت علی شاہ

۱۹۵۱ء

قتبہ عالم سلام اللہ علیہ، رضی اللہ عنہ، فداہ امی و ابی

۱۹۵۱ء

قتبہ جہان ۳۰۔ اگست انیس سو اکیاون۔ چھبیس ذیقعدہ

۱۹۵۱ء

تیرہ سو ستتر حمازی      شب جمعہ المبارک آرامیدہ

۱۳۷۰ھ

۱۳۷۰ھ

# قبلہ عالم کے مکتوب گرامی کا عکس

مکتوب و علامہ سی - اور نیز باقی مکتوبہ اس عزیز اراچی کو  
 پہنچانے کی امید ہے۔ علی گڑھ جا رہی ہے اور ان کے ساتھ  
 اب اور یہ رہنما لعلہ من اور یوں لوہہ نہ توڑی ہوگا

اور سب باتوں کو رکھ کر ان کو الوداعی  
 لہو حلقہ مکتوبہ جا رہی ہے جس کی نسبت تا کہ یہی -

صلاوہ حضرت عتہ سے کہا کہ حدیث قرآنی  
 سعادت دارین کا ذریعہ سمجھیں۔ جو صلا

ہر آج بھی - علی وفا اللہ بہا بقو

۲۳ دسمبر ۱۹۳۱ء

یاد مہینہ اولیٰ و انبیا و اہل بیت و آل  
 محمد - دراز باد و احوال خیر

بجائے  
 محبت کا نام غلطی

لہذا ہمیں علم و عمل کا نام لےنا چاہیے۔

اسی نوعیت کا اہل و عیال و دنیا - آج کے دور کا

یہ موقع ہے کہ جو موقع میں آئی ہے - حدیثی نامہ

بجائے آج کے نام اس - آج کے مکتوبہ کی

دینی نامہ ہی باقی حالات سے علم و عمل کی

نو طبعی ہے کہ دنیا کا انداز فکر و آئیہ مکتوبہ

ارتقاء و ترقیت میں کوئی شے نہیں ہے کہ اس کی

بلند سے کہیے کہ علم و عمل کی دنیا و دنیاوی مسائل

پر اس وقت ہی حدیث کا نام لے کر کہہ سکتے ہیں

یہ مکتوبہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً سو سال کی عمر میں مولانا عابد حسن صاحب فریدی کے نام تحریر فرمایا۔

# انشاء و خطبات

انشاء و خطابتے — ملفوظاتے مبارکے —

مکتوباتے شریفے — مواعظ و خطباتے۔

# انشا و خطبت

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے مواعظ و خطبات اور مکالمات و مسائل سننے والے آج بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں لقبید حیات ہیں۔ اور وہ شاہد ہیں کہ حضور کی سادہ باتوں میں جو اثر و تاثیر اور لطف و دل نشینی ہوتی تھی وہ بڑی سحر آفرین تقریروں اور فصیح و بلیغ خطبات میں بھی نہیں پائی گئی۔ آپ کے علمی اور ادبی کمالات جتنے کسبی تھے یقیناً اس سے کچھ زیادہ ہی وہی بھی تھے اور اس شعر کے مصداق:

فیض روح القدس از باز مدد فرماید دیگران ہم بکنند آنچا سیجای کرد

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کرام میں سے جو نام مجھے تحقیق ہو سکے ان کا ذکر خیر پہلے آئے گا۔ یہ حضرات اپنے دور کے جلیل القدر علماء تھے، جو علوم عقلی و نقلی کے فضل و کمال کے چمکا ہے۔ یہ حضرات اپنے دور کے جلیل القدر علماء تھے، جو علوم عقلی و نقلی کے فضل و کمال کے لئے گزشتہ صدی کے نصف آخر میں پورے برصغیر میں مشہور و معروف تھے بلکہ بعض کا فیض تو اس صدی کے اوائل تک جاری رہا ہے۔ حضور کی بابت یہ تو تحقیقی طور پر علم ہے کہ آپ نے علوم عقلی و نقلی میں عبورِ کامل حاصل کیا تھا۔ اور عربی زبان و ادب پر آپ کو پوری دستگاہ حاصل تھی۔ مگر فارسی ادبیات و کتب کا مطالعہ صرف ابتدائی دور میں ثابت ہوتا ہے بمقام حیرت ہے کہ عربی سے بڑھ کر فارسی اور اردو شعر و ادب سے واقفیت ہی نہیں، ان کا صحیح ذوق اور گہری استعداد آپ نے کس منزل پر حاصل کی۔ لیکن آپ کی روزمرہ گفتگو، مکاتیب، مواعظ اور خطبات میں جس کثرت سے اور جیسے موزوں اشعار بیان میں آتے تھے، وہ اس بات کا پختہ ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ آپ کو عربی، فارسی اور اردو ادبیات پر ماہرانہ اور ناقذانہ عبور حاصل تھا۔ یہی نہیں بلکہ ہندی اور پنجابی اشعار، اقوال اور ضرب الامثال، آپ جیسے مناسب موقع اور مطابق محل ارشاد فرمایا کرتے تھے، اس سے آپ کے تبحر علمی کی روشن شہادت دستیاب ہوتی ہے۔

حضرت سید عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں حاضر ہونے والے اب بھی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں، سب شہادت

آپ کا شجر و بی تھا

دیں گے کہ کم از کم اس صدی میں کسی نے آپ کو مطالعہ کتب میں مشغول نہیں دیکھا۔ جیسا کہ آپ کے سفر و حضر کے روزمرہ معمولات سے واضح ہوا، آپ کو تبلیغ و ارشاد میں اس درجہ انہماک رہتا تھا کہ کسی دوسرے کام کی فرصت ہی نہ تھی۔ یہ تو اکثر حضرات کو بخوبی یاد ہوگا کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ آپ کی محفل میں کسی کتاب، رسالہ یا اخبار کا ذکر آیا۔ اور آپ کے حکم سے کسی نے اس میں کچھ حصہ پڑھ کر سنایا۔ ایسے مواقع پر بالعموم یہ ہوتا تھا کہ قرأت کے دوران حضور خود تفسیر و تشریح کے طور پر، موضوع زیر بحث کے مطابق، قرآن پاک، حدیث شریف یا دیگر اسناد و شواہد کے حوالے سے مسائل بیان فرمانے لگتے۔ اور بعض مرتبہ یہ سلسلہ کافی دراز ہو جاتا تھا۔ اس طرح کی روایت و قرأت کے واقعات بھی کم ہی پیش آتے تھے۔ مگر ایسا اکثر ہوا ہے کہ گفتگو کے دوران حضور نے خود ہی جدید تصنیفات کے حوالوں سے گفتگو کرنا کر سب کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ کی تحریر و تقریر میں سادگی کے ساتھ پُرکاری کا اعجاز پایا جاتا تھا۔ قرآن، حدیث، اشعار، اقوال

سادگی و پرکاری

روایات سلف کے شواہد و اسناد آپ کے سادہ و دل نشین اسلوب بیان میں دھل کر دیوں میں اتر جاتے تھے۔ اور ”از دل خیزد و بردل ریزد“ کی بے مثال نظیر قائم کرتے تھے۔ آپ دھیمی اور معمولی آواز میں گفتگو فرماتے تھے اور خطبہ و وعظ میں بھی یہی آپ کا طریق ہوتا تھا۔ لیکن جہاں یہ اعجاز بیانی سب کے سامنے ہے کہ ہزاروں کے مجمع میں آپ کی گفتگو سنی جاتی تھی، وہیں یہ کمال بھی سب کو معلوم ہے کہ اسی سادہ، مدہم اور معمولی آواز و بیان کے اثر و تاثیر سے اجتماع کبھی جوش میں آجاتا تھا، کبھی دھاڑیں مار مار کے رونے لگتا تھا۔ اور کبھی بے تاب ہو کر سب بے اختیار نعرے بلند کرنے لگتے تھے۔

آپ کے مکتوبات، مواعظ، خطبات، بیانات بلکہ آپ کی طرف سے شایع ہونے والے اشتہارات تک سب آپ کے اپنے لکھے

انشا و املا



اور لکھوائے ہوئے ہوتے تھے۔ آپ مکتوبات و بیانات و خطبات عموماً خود تحریر فرماتے تو ہمیشہ سن کر ضروری اصلاح کر دیا کرتے تھے۔ کبر سنی اور ضعف کے عالم میں اکثر تحریریں دوسروں سے لکھوائی ہیں، مگر ان کو بھی ہمیشہ پہلے سن لیا کرتے تھے۔ تاکہ کوئی جرمیہ خلاف منشا بیان نہ ہو جائے۔ اسی لئے ایسی سب تحریروں میں آپ کا ذاتی اسلوب نمایاں ہے۔

میں نے تبرک و تمین کے طور پر نیز نمونہ اور یادگار کی خاطر چند مکتوبات اسلوبِ تحریر اور خطبات اس کتاب میں شامل کئے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے آپ

## اسلوبِ تحریر

کے اسلوبِ تحریر کی ایک جھلک نظر آجائے گی۔ آپ کی حیات مبارک کے ساٹھ ستر سال گزشتہ صدی میں بسر ہوئے تھے۔ لیکن آپ کی تحریر میں قدمت کی جھلک صرف دو مقامات پر نظر آتی ہے۔ مکتوبات شریف میں القاب ہیں۔ اور خطبات کے آغاز میں خطبہ مسنونہ میں۔ ان دونوں کی مناسبت اور موزونیت بحث سے بالاتر ہے۔ آپ جیسے جلیل القدر عالم و محدث، اور رفیع المنزل شیخ طریقت و ارشاد کے اسلوب میں ان دونوں کا پایا جانا از بس تحسن اور ضرورت تھا۔ اس کے ماسوا ساری تقریر اور تحریر سلیس و سادہ زبان و بیان سے آراستہ ہے۔ حدیث کہ علمی اور استدلالی مباحث بھی ایسے سلیس اور شگفتہ انداز میں بیان فرمائے ہیں کہ معمولی استعداد کے لوگ بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ اور یہی آپ کے اسلوب بیان کی خصوصیت تھی جو ہر جگہ پائی جاتی تھی۔ اقوال، حکایات، ضرب الامثال اور اشعار کا جا بجا استعمال ایسا موزوں ہوتا ہے کہ بات دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔ روزمرہ واقعات اور تجربات انسانی کی تمثیلات آپ ایسی جربستگی اور بے ساختگی سے بیان فرماتے ہیں کہ سننے پر دھننے والا عیش عیش کرنے لگتا ہے۔ مکتوبات و خطبات کی نقل تو غیر مطابق اصل ہوتی ہی ہے۔ لیکن میری کوشش یہ رہی ہے کہ حضور تبارک و تعالیٰ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور مکالمات جہاں بیان ہوئے ہیں، وہ بھی حضور ہی کے الفاظ میں حتی المقدور نقل کئے جائیں تاکہ تارکین کے استفادہ و استفاضہ میں فرق نہ آئے۔ مذکورہ بالا تفصیل کا ثبوت ایسے مقامات کے مطالعہ سے دستیاب ہوگا۔ اس طرح ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ حضور تبارک و تعالیٰ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوبِ تحریر پر قدیم و جدید کا حسین و دلکش امتزاج پایا جاتا ہے۔

## ذوقِ سلیم و نقدِ صحیح

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سفر میں ہوں یا حضر میں محفل شریف میں اکثر لغت خوانی ہوا کرتی تھی۔ اس میں زبان کی کوئی قید نہ ہوتی۔ عام طور پر تو اردو یا پنجابی اشعار ہی پڑھے جاتے تھے۔ لیکن فارسی غزلیں بھی اکثر سنی گئی ہیں۔ بعض لوگ اپنی علاقائی زبانوں میں نعت و منقبت سناتے تھے مگر ایسا بہت کم ہوتا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ کو جو غیر معمولی حافظہ اور جیسا بلند مذاق سلیم عطا ہوا تھا، وہ ص: "ماہِ نخبند خدائے نخبندہ" کی بہترین مثال ہے۔ آپ اشعار سن کر تحسین و آفرین سے بھی نوازتے اور اکثر سنانے والوں کو نقد و انعامات بھی عطا فرماتے تھے۔ جو یارانِ طریقت خدمتِ الایمیں حاضر ہوتے تھے، ان میں سے شاعر حضرات اکثر لغت یا منقبت کہہ کر لاتے اور سنانے کی عزت حاصل کرتے تھے۔ اور حضور کی خوشنودی مزاج کے شرف سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

حضرت حافظ پبلی بھیتی رحمۃ اللہ کی نعتیہ غزل کا ذکر حج و زیارت کے عنوان کے تحت آچکا ہے۔ یہ غزل جیسی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہے ظاہر ہے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جتنا پسند فرمایا وہ حبِ نبوی کے ساتھ آپ کے شستہ و بلند ادبی ذوق کی بھی شہادت دیتا ہے۔ ایسا ہی ایک دلچسپ واقعہ جناب حفیظ جالندھری کے ساتھ پیش آیا تھا۔ میں نے خود حضور کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جناب حفیظ جالندھری یارانِ طریقت ہیں سے ہیں۔ بہر حال یہاں شعر و ادب کا وہ پُر لطف واقعہ سنئے۔

ایک بار مدینہ منورہ میں جناب حفیظ جالندھری حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے رایت فرمایا "یہاں آکر بھی کوئی شعر کہا ہے؟" حفیظ صاحب نے یہ شعر سنایا۔

کہاں تھے یہ نصیب اللہ اکبر سنگِ اسود کے!  
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چوے میں محفلِ سلیم کے

حضور نے بہت پسند کیا۔ بار بار پڑھوایا۔ اور اپنی نہایت قیمتی واسکٹ اتار کے انعام میں عطا فرمائی۔ حضرت یہ شعر اکثر دوسروں کو سنایا کرتے تھے اور ہر دفعہ اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتے تھے۔ اس کے بچہ عرصہ بعد کی بات ہے۔ حضور کشمیر تشریف لے گئے تھے۔ حفیظ صاحب نشاط باغ میں حاضر خدمت ہوئے۔ اور دورانِ گفتگو انھوں نے کہا کہ "آپ کی عطا کردہ واسکٹ

تبرک سمجھ کر استعمال کرتا ہوں شاہنامہ اسلام لکھتے وقت اسی کو پہنتا ہوں اور اس کی برکت سے مضامین اور اشعار نازل ہوتے رہتے ہیں۔“

ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ قصور میں انجمن اسلامیہ کے جلسہ  
موزوں اور بر محل اصلاح کی صدارت فرما رہے تھے حفیظ صاحب اپنے مخصوص انداز میں

خوش الحالی سے شاہنامہ اسلام سنارہے تھے۔ جب انھوں نے یہ شعر پڑھا:

محکمہ کی محبت دین حق کی شرطِ اول ہے

اسی میں ہو اگر خامی تو ایساں نامکمل ہے

حضرت نے بربستہ فرمایا ”حفیظ صاحب! ”سب کچھ“ نامکمل ہے“ حفیظ صاحب

نے اس اصلاح کو بار بار سراہا۔ اور عرض کیا ”انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں اس اصلاح کے  
ساتھ ہی پھپھو اوں گا۔“

ایک جلسہ میں ایک خوش گوشا عجب اکبر اپنی غزل سنارہے تھے۔ انھوں نے

یہ مصرع پڑھا: ع اپنی زلفوں پہ نہ ہونے دیا قرباں تو نے

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بربستہ ٹوکا اور کہا ”اکبر صاحب! زلفوں پہ قرباں

ہونا اردو روزمرہ کے مطابق نہیں ہے۔ یوں کہیے:

ع اپنے قدموں پہ نہ ہونے دیا قرباں تو نے

جناب اکبر اس اصلاح پر بہت محفوظ ہوئے اور ستائش کی۔

ماسٹر کریم الہی صاحب ایک فارسی غزل لکھ کر لائے۔ اور مطلع سنایا۔ جس کا

پہلا مصرع یوں تھا: ع خمر دنیا چہ کشم مست خمارے دارم۔ حضور نے فوراً ٹوکا

اور فرمایا۔ ”ماسٹر جی! یوں نہیں۔ یوں کہو۔ ع خمر دنیا چہ کشم سخت خمارے دارم۔“

ایک موقع پر حاجی حافظ عبداللطیف صاحب سیالکوٹی نے اسی غزل کا دوسرا

مطلع پڑھا:

شوقِ جنت نہ بدل خوف نہ نائے دارم چوں بدل الفت اُن شوخ نگارے دارم

حضور نے فرمایا۔ ”حافظ جی! شوقِ جنت کے بعد وقف کر کے پڑھو۔“ غور کیجئے

تو مفہوم کچھ سے کچھ ہو گیا۔

ایک بار حافظ عبد اللطیف صاحب امیر بینانی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت سنا رہے تھے۔  
جب مطلع پڑھا:

زہے نصیبِ مدینہ مقام ہو جائے درِ رسولؐ یہ قصہ تمام ہو جائے

تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بربستہ ارشاد فرمایا: "حافظ جی دوسرا مصرع اس طرح

پڑھو: درِ حضورؐ یہ حاضر غلام ہو جائے۔

حافظ صاحب نے اسی غزل کا مقطع سنایا:

بلا لاجلہ مدینے میں ہے امیر کو ڈر کہیں نہ عمر دو روزہ تمام ہو جائے

حضور نے فرمایا "حافظ جی ڈر نہیں خوف پڑھو۔ (بلا لاجلہ مدینے میں ہے امیر کو خوف)

حافظ صاحب ہی ایک نعت فارسی غزل سنا رہے تھے۔ انھوں نے پڑھا:

فارغم کردی ز دنیا وز دیں شاد باش اے پاک سو دائے نبیؐ

حضور نے فرمایا "حافظ جی پہلا مصرع اس طرح ہے: "فارغم کردی ز دنیاے دنی"

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں ایک نعت وارث شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر

پڑھا گیا۔

جیہڑا ذات تے وطن دل دھیان رکھیا دُنیا دار ہے او درویش کیا

آپ نے فوراً اصلاح فرمائی۔ "دُنیا دار ہے پھیر درویش کیا۔"

صابر قصوی صاحب افتخار قصوی صاحب کے ہمراہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت

میں نعت خوانی کیا کرتے تھے۔ صابر صاحب کہتے ہیں کہ ہم حضور کو یہ نعت سنا رہے تھے۔

اک در یتیم بستگہ جہاں میں بٹھا گیوا ای وہ نبی کریم کیا کیا کرشمے دکھا گیوا ای

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ نبی کریم تشدید کے ساتھ پڑھو۔ اسی

طرح ایک بار ہم نعت سنا رہے تھے۔

ایسی تھی حضرت میں سحر البیانی جس کا نہیں کوئی دنیا میں ثانی

آپ نے فوراً اصلاح کی اور فرمایا سحر البیانی نہیں 'سحر بیانی' پڑھو۔ اسی طرح

ایک دفعہ ہم نے یہ شعر پڑھا۔

زمیں کو بھی عزت ہو عرشِ علا کی

دکھا جاؤ بندوں کو صورتِ خدا کی

فورا ارشاد ہوا: "یوں پڑھو: دکھا جاؤ بندوں کو قدرتِ خدا کی"

صابر صاحب کا بیان ہے کہ اس طرح کی بر محل اور بر بستہ اصلاحیں اگر ضبطِ تحریر میں لائی جاتیں تو ایک مستقل رسالہ ترتیب پا جاتا۔ ساری اصلاحیں یاد نہیں رہیں۔ ورنہ ہم نے پچیس سال سے زیادہ عرصہ تک حضور کو نعمتیں سنائی ہیں۔ اور حضور ہمیشہ ٹوک کر اسی طرح بہتر اور مناسب اصلاح فرمایا کرتے تھے جس سے شعر کا لطف دو بالا ہو جاتا تھا۔

جناب ماسٹر کرم الہی صاحب ایڈووکیٹ خلیفہ مجاز

کو بہت شعر یاد تھے۔ وہ جب حضور کی خدمت والا

## اشعار کا سیاق و سباق

میں حاضر ہوتے تو اکثر شعر سنایا کرتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز ماسٹر صاحب سے شعر سن کر اضافہ فرماتے۔ موضوع گفتگو سے متعلق فارسی اردو کے اعلیٰ اور عمدہ اشعار سناتے۔ یہی نہیں بلکہ اس کے دوران شاعر کا نام، اس کی بعض خصوصیات شعر گوئی اور اشعار سے متعلق ضروری کوائف بیان فرماتے۔ اور ضروری ہوتا تو بقدر ضرورت شعر کے مفہوم پر بھی روشنی ڈالتے یا اس سے متعلق مفید تصریحات فرماتے۔ ان اوقات میں ذی علم اور صاحبِ ذوق حاضرین کو جو لطف اور فیضان حاصل ہوتا تھا وہ بیان سے باہر ہے۔

## ملفوظات مبارک

۱، کلمہ شریف کے دو جزو ہیں۔ جزو اول توحید یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ جزو دوم مُحَمَّدٌ سَأَلَ سَأَلَ اللَّهُ۔ ان دونوں جزوؤں میں کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ جہاں سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی ختم ہوئی وہیں سے محمد رسول اللہ کی حد شروع ہوئی۔

(۲) ہمارے لئے سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل نعمت ایمان کی نعمت ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تو شیطان بھی کہتا ہے۔ پھر اس کو لعنتی کیوں کہتے ہیں۔ دنیا میں جتنے فرقے ہیں۔

سب اپنے اپنے طور پر توحید کے قائل ہیں۔ پھر ملعون کیوں ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ صرف لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے ہیں محمد رسول اللہ نہیں پڑھتے۔

(۳) کلمہ شریف کے دو اجزاء ہیں پندے کے دو پروں کی طرح۔ پندے کا ایک پڑ ٹوٹ جائے تو وہ ایک پڑ سے بالشت بھر نہیں اڑ سکتا۔ ایسے ہی ہمارا کلمہ بارگاہ الہی میں نہیں پہنچ سکتا، جب تک اس کے دونوں پڑ، یعنی دونوں جزو، توحید و رسالت سالم نہ ہوں۔

(۴) اسلام کا سارا دار و مدار توحید و رسالت کے عقیدے پر ہے جس مکان کی بنیاد ٹھیک نہ ہو وہ عمارت کب ٹھہر سکتی ہے۔ توحید اور رسالت عمارت کی بنیاد کے مانند ہیں۔ باقی سب نماز روزہ اعمال وغیرہ عمارت ہیں۔ پس جس مکان کی بنیاد مضبوط ہوگی، اس پر عمارت بھی اچھی قائم ہوگی۔

(۵) انبیاء کرام کے جسموں کو زمین نہیں کھا سکتی۔ زمین ان کے جسموں کو چھوتی بھی نہیں۔

(۶) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص محبت سے درود شریف پڑھتا ہے، میں اپنے کانوں سے اس کو سنتا ہوں۔

(۷) حضور نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجے گا، میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔

(۸) ایک شخص کو دوسرے نے بیلوں کی ایک جوڑی اور زمین دیدی۔ وہ شخص سال بھر تک محنت کرتا رہا۔ ہل چلایا۔ پھر فصل بونی۔ اس کو پانی دیتا رہا۔ کھیت میں سے گھاس مچوس تنکے چٹنا نکالتا رہا۔ دن رات اسی فکر میں لگا رہا فصل پک گئی تو کاٹ کر دانہ بھوسا الگ الگ کیا۔ پھر دانوں کو صاف کیا۔ پھر چکی لاکر اس میں آٹا پسایا۔ لکڑیاں جمع کیں۔ چولہا بنایا۔ آٹا گوندھا۔ تو تلاش کر کے لایا۔ ساری محنت کر کے روٹی پکائی اور پیٹ بھرا۔ یہ شریعت ہے اور کسی نے اس شخص کو کچی پکائی روٹی دیدی اور اس نے کھالی۔ یہ طریقت ہے۔

(۹) بارگاہ الہی میں پہنچنے کے دو راستے ہیں۔ پہلا شریعت دوسرا طریقت۔ دونوں برحق۔ دونوں نور علی نور۔ فرق اتنا ہے کہ شریعت کا راستہ بڑا اور لمبا ہے۔ اور طریقت کا راستہ قریب اور نزدیک

(۱۰) میرے والد صاحب قبلہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ لوگ لے کر خوش ہوتے ہیں، ہم دے کر خوش ہوتے ہیں۔ لوگ کھا کر خوش ہوتے ہیں، ہم کھلا کر خوش ہوتے ہیں۔

(۱۱) دنیا کی چیزوں کی محبت دل سے نکالنا اور خدا کی محبت کو دل میں جگہ دینا حج ہے۔

(۱۲) جتنی مخلوق ہے وہ سب دنیا کے جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ وہ بڑا شہزور ہوگا جو اس

جال کو توڑے گا۔ جال کے اس توڑنے کا نام حج ہے۔

(۱۳) جو شخص حج کے لئے گھر سے نکلتا ہے۔ وہ رب کا مہمان ہوتا ہے۔ جو شخص کسی کے

مہمان کی خدمت کرے وہ میزبان کا دل خوش کرتا ہے۔ اور جو کسی کے مہمان کو تکلیف دے وہ گویا

میزبان کو تکلیف دیتا ہے۔ اسی لئے حاجیوں کی خدمت عین موجب خوشنودی اللہ تعالیٰ ہے۔

(۱۴) شیطان اور نفس دو دشمن ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ حج میں ہم بارگاہ ایزدی

میں ننگے سر نکلتے ہیں یعنی احرام باندھ کر فریادی بن کر، کہ بارگاہ! ہمیں ان دشمنوں سے

بچا۔ اس میں لب کا کوئی فائدہ نہیں، ہمارا اپنا بڑا فائدہ ہے۔

(۱۵) زبان اللہ تعالیٰ نے ایک دی، وہ بھی دو کوارٹوں کے درمیان۔ اس کو ان دو کوارٹوں

کے اندر بند رکھو۔ جب ضرورت ہو تبھی اس کو باہر نکالو۔ بے ضرورت اس سے کام مت لو۔

(۱۶) جو شخص یہ تمنا رکھتا ہے کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو، اس کو لازم ہے کہ وہ اپنے

ماں باپ کو راضی رکھے۔ اگر ماں باپ ناراض ہوئے تو اسے یقین کر لینا چاہیے کہ میرا رب بھی

مجھ سے ناراض ہے۔

(۱۷) ماں باپ اگر اولاد کو عاق کر دیں تو ان کا روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ کوئی عمل

قبول نہیں ہوتا۔ ادھر بندہ ناراض تو ادھر رب بھی ناراض۔

(۱۸) جس طرح بندہ رب کا حق ادا کرنے سے قاصر و عاجز ہے، اسی طرح اولاد بھی ماں

باپ کے حقوق ادا کرنے سے عاجز ہے۔

(۱۹) دل کو آرام اسی وقت مل سکتا ہے جب آدمی یا تو خود ذکر کرے۔ یا ذکر کرنے

والوں کی صحبت میں بیٹھے۔

(۲۰) ذکر کرنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ دنیا اور دنیا والوں سے استغنا پیدا

کرتا ہے۔

(۲۱) ایک شخص دنیا کے غموں اور فکروں سے پریشان تھا۔ اور دل کے آرام سے بالکل نا امید ہو گیا تھا۔ ایک روز وہ ایک رویش کی خدمت میں جا بیٹھا۔ جب تک اس کی خدمت میں رہا اس کے دل کو آرام اور چین حاصل رہا۔ اس نے اپنے حسبِ حال یہ شعر پڑھا۔

ناسکھ گھوڑے پالکی، ناسکھ چھتر کی چھان یا سکھ ہر کی بھگت میں، یا سکھ سنتا ماں

(۲۲) ذکر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک زبان سے دوسرے دل سے۔ ایک دفعہ بھی اللہ،

کا لفظ زبان سے نکلا تو یہ زبان کا ذکر ہوا۔ ایک دفعہ اللہ کا نام لیا تو یہ دل کا ذکر ہوا۔ دل سے سارے بسم کی ہزاروں لاکھوں رکین نکلتی ہیں۔ ایک بار دل سے اللہ کا نام لیا تو ساری رکین بھی اللہ کا نام لیتی ہیں۔ گویا زبان کے ذکر کے مقابلے میں دل کا ذکر ہزاروں لاکھوں مرتبہ بڑا ہے۔

(۲۳) جتنے ذکر ہیں، ان سب سے بڑھ کر اللہ کا ذکر ہے۔

(۲۴) اللہ کا ذکر کرنے والوں کا مخلوق کے سامنے یہ حال ہے کہ کپڑا پہننے کو نہیں جسیم کو

مٹی لگی ہوئی ہے۔ دروازوں سے ان کو نکال دیا جاتا ہے۔ مگر اللہ کے دربار میں ان کا یہ حال ہے کہ ان کی زبان سے جو نکل جاتا ہے اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے۔ (حدیث صحیح کی یہی تفسیر ہے)

(۲۵) اطمینانِ ظاہر اور چیز ہے اور اطمینانِ قلب دوسری چیز ہے۔ جس نے سچے دل

سے کلمہ شریف پڑھ لیا، اس کو مومن کہیں گے۔ مگر دل کو آرام نصیب ہو گا صرف اللہ کے ذکر سے۔

رب تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔ **الْأَبْدَانُ كَرِ اللَّهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ** (ترجمہ: یاد رکھو کہ دلوں کو اطمینان صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔)

(۲۶) دریا میں کشتی پانی کے اوپر رہتی ہے۔ جتنا پانی زیادہ ہو گا کشتی کو آسانی ہوگی۔

اگر وہی پانی کشتی کے اندر آجائے تو کشتی ڈوب جائے گی۔ دل کشتی ہے۔ اور دنیا کے برنج و غنم پانی۔ سب کی کشتی ڈوبی ہوئی ہے۔ مگر اللہ کے بندوں یعنی ذاکروں کی کشتی تیرتی رہتی ہے۔

(۲۷) صوفیائے کرام نے مقرر کیا ہے کہ ہر دم پر ذکر کیا جائے۔ رات دن میں

چالیس ہزار سانس آتا جاتا ہے۔ گویا ہر گھنٹوں میں چالیس ہزار دفعہ ذکر ضروری ہے۔



”جو دم غافل سو دم کافر“

(۲۸) حضور کی ذات مبارک رحمۃ للعالمین ہے۔ اس لئے آپ کی وجہ سے کافروں کو بھی عذاب نہیں دیا جاتا۔ وہ عذاب سے صرف آپ کی ذات پاک کے صدقے میں محفوظ ہیں۔ رب العزت فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (ترجمہ: اور اللہ ان کو (کافروں کو) عذاب نہیں دیتا، درآں حالیکہ آپ ان کے درمیان تشریف فرما ہیں)

(۲۹) اگر ایک نور و سال بچے کے سامنے اس کی ماں کو گالی دی جائے تو اسے غصہ آجاتا ہے اور وہ لڑنے لگتا ہے۔ اس زمانے کے مسلمانوں میں چھوٹے بچے جیسی سمجھ بھی نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آئے دن گستاخیاں کی جاتی ہیں، اور ان کی غیرت کو ٹھیس بھی نہیں لگتی۔ حضور تو ہمارے ماں باپ سب سے ہزاروں درجہ افضل و برتر ہیں۔

(۳۰) ہر شخص کو چاہیے کہ علم دین حاصل کرے۔ اگر ایسا نہ کرے تو اس پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلائے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ضروری ہے کہ علم دین حاصل کرنے والوں کی مدد کرے۔

(۳۱) مشہور ہے: کَلِّ جَلْدًا لَدَيْكَ (ہر نئی چیز اچھی لگتی ہے) تم دنیا کی ہر نئی چیز کو پسند کر سکتے ہو۔ لیکن دین وہی پرانا قدیم قائم رکھو۔ جسے تمہارے اگلوں نے اختیار کیا تھا۔

(۳۲) دُعَاكَ دُوِّرٍ هِيَ اِيك اِكْل حَلَالٍ دُوِّرٍ صَدَقَ مَقَالٌ۔ جو حلال کما کے کھائے

اور سچ بات منہ سے نکالے، اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

(۳۳) جو شخص تم سے کچھ مانگتا ہے وہ دراصل تم پر احسان کرتا ہے۔ اس وجہ سے کہ

وہ تم سے ایک پیسہ مانگتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر تمہیں سات سو تک عطا

فرماتا ہے۔

(۳۴) راہِ خدای میں جو کچھ دینا ہو، وہ اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے دے لو۔ مرنے کے

بعد ہمارے نام پر نہ بیوی کچھ دے گی نہ بچے۔

(۳۵) بزرگان دین کا ادب کرو۔ اگر وہ ناراض ہو جائیں تو پھر کہیں سے بھلائی کی توقع

عبث ہے۔ ایک مرد و سب کا مردو۔ ایک مرغی کسی انڈے کو گندہ کر دے تو پھر کوئی مرغی بھی

اس میں سے بچہ نہیں نکال سکتی۔

(۳۶) اللہ کا کلام اللہ کے لئے پڑھو۔ دُنیا کے لئے پڑھنا ایسا ہے کہ جیسے لعل دے کر کوڑیاں لینا۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ کے لئے پڑھنے کے بعد اس کے طفیل میں اللہ اس کو دُنیا کا فائدہ بھی عطا فرمادے۔

(۳۷) ب کی قبروں میں اندھیرا ہوگا۔ لیکن تہجد پڑھنے والے کی قبر میں اندھیرا نہیں ہوگا۔ تہجد کی برکت سے اس کی قبر روشن ہوگی۔

(۳۸) ہر نماز کے بعد آیتہ الکرسی، اور ہر رات کو سورہ تبارک الٰہی پڑھنے کی وجہ سے قبر میں عذاب نہیں ہوگا۔

(۳۹) اگر دل میں اس کی جگہ ہو، تو دُنیا کا مال اور دولت اللہ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتے۔ (۴۰) چاہے انسان بد عمل ہو مگر خدا کے وہ بد عقیدہ نہ ہو۔

(۴۱) انسان دو قسم کی صفات کا مجموعہ ہے۔ (۱) اچھی صفات یعنی ملکوتی۔ ان کی ترقی سے انسان فرشتوں سے بڑھ سکتا ہے۔ (۲) بُری صفات یعنی شیطانی۔ ان کی ترقی سے انسان شیطان سے بڑھ جاتا ہے۔

(۴۲) جس دن میرے پاس زیادہ لوگ کچھ مانگنے آتے ہیں، اس دن میں بہت خوش ہوتا ہوں۔ اور بس دن کوئی نہیں آتا، مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ جو کوئی مجھ سے کچھ لینے کے لئے آتا ہے، وہ دراصل لینے کے لئے نہیں آتا، بلکہ دینے کے لئے آتا ہے۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اسے میرے دروازے پر بھیجا۔ اگر وہ مجھے اس کے دروازے پر بھیجتا تو میں کیا کر سکتا تھا۔

(۴۳) جو سید ہے وہ خدا کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا۔ اور جو ڈرتا ہے وہ سید نہیں ہوتا۔

(۴۴) لوگ کہتے ہیں کہ درویشی دوکانداری ہے۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ گاہک کو اگر مرضی کے مطابق سودا نہ ملے تو وہ دوبارہ کب اس دوکان پر جاتا ہے۔ دوکان میں اگر مال ہو تو دوکان چلتی ہے۔ مال نہ ہو تو دیوالہ نکل جاتا ہے۔

(۴۵) حج اور زیارت کو جاؤ تو وہاں سے کوئی چیز بچا کے ساتھ واپس مت لاؤ۔ مگر بھرت

میں ایک کے بدلے لاکھ کا، اور مدینہ شریف میں ایک کے عوض پچاس ہزار کا ثواب ملے گا۔ یہ خوش قسمتی ہے کہ آپ لوگوں کو یہاں کی حاضری نصیب ہوئی ہے۔

(۴۶) حد سے گزرے تو ولی۔ بے حد سے گزرے تو پیر۔ اور حد بے حد دونوں سے گرنے

تو فقیر۔

(۴۷) بھوکا رہ کر اللہ کا ذکر کرنا کوئی کمال نہیں۔ اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا، پیٹ بھر کر کھانا

اس پر نہ سونا اور عبادت کرنا یہ کمال ہے۔

(۴۸) خوب پیٹ بھر کر کھایا کرو۔ بھوکے آدمی سے تو نماز بھی نہیں ادا ہو سکتی۔ کمال یہ ہے

کہ اللہ کی نعمتوں سے پوری طرح سیر ہو اور پھر اللہ کا ذکر کرے۔ اور فرائض و واجبات کے علاوہ سُنن و نوافل کو اچھی طرح ادا کرے۔ یاد رکھو! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صائم الدہر رہنے سے منع فرمایا

ہے۔

(۴۹) خدا کرے کہ جیسے طرقت و شریعت میں بے لگاؤ حقیقت قطعاً کوئی فرق نہیں، ایسے ہی

صوفیوں اور مولویوں میں خالص اتحاد ہو جائے۔ اور دونوں اپنے اختلافات و مناقشات فروری سے بے نیاز و بالاتر ہو کر متحدہ مقاصد کے حصول کے لئے یک قالب و یک جان ہو جائیں۔

(۵۰) عالم کا وصف عند اللہ یہ ہے: إِنَّمَا نَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

یہ آیت مبارکہ واضح الفاظ میں بیان کر رہی ہے کہ عالم صرف خدا سے ڈرتا ہے۔ نجسیت ابھی اس کا حُسن ہے۔ غیر اللہ سے ڈرنا شریعت و طرقت میں کفر و زندقہ سے بدتر ہے۔

(۵۱) ایمان محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے

جس قدر محبت ہوگی اسی قدر ایمان سالم و کامل ہوگا۔ جس قدر محبت میں کمی ہوگی اسی قدر ایمان میں نقص ہوگا۔

(۵۲) مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ مسلمان وہ ہے جو خدا سے بتر و توانا کے ماسوا کسی

سے نہیں ڈرتا۔ مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتا ہے کہ فَلَا تَخَافُوهُمْ

وَخَافُونَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ تم مخلوق سے مت ڈرو۔ اگر تم مومن ہو تو ہم سے ڈرو۔

(۵۳) تم مسلمان ہو تمہیں اسلام نے سکھایا ہے کہ تم آپس میں متخدر ہو۔ باہمی اتفاق

و اتحاد رکھو۔ اللہ کی رستی کو مضبوط تھالو۔ آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اسلام کا پہلا اصول "باہمی محبت

و آخرت ہے۔ سلام محبت کا سبق دیتا ہے۔ سلام ہمدردی سکھاتا ہے۔ بنی نوع انسان کی خیر خواہی کا سبق دیتا ہے۔ ہمارے مولیٰ فرماتے ہیں کہ ”تمام مسلمان مادر زاد بھائیوں کے مانند ایک دوسرے کے بھائی ہیں“

(۵۴) انسان پر خداوند عظیم الاحسان کے اس قدر انعام و احسان ہیں کہ ان کا شکر بجا لانا تو درکنار اگر انسان تمام عمر ان کے شمار کرنے میں صرف کرے، تو بھی ان کو شمار نہیں کر سکتا۔ **وَرَانَ تَعْدُوْا** **بِنِعْمَةِ اللّٰهِ لَا تَحْصُوْهَا** اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو تم شمار نہیں کر سکتے، نص صریح اس پر شاہد ہے۔ کہ انسان محدود علم و عقل و عمر سے اس بات کے بالکل ناقابل ہے۔

فضل خدا سے را کہ تو اند شمار کرو یا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد

(۵۵) یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام، الطاف و نوازش اپنے بندوں پر تمام بے مثال و بے نظیر ہیں، مگر سب سے اعلیٰ درجے کی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عنایت کی، وہ یہ ہے کہ اپنے محبوب و حمۃ للعالمین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے متمیز طوق سے ہمیں مزین و ممتاز فرما کر **يُحِبُّكُمْ** اللہ اپنا محبوب ہونے کا رتبہ ہم کو عطا کیا۔ اور نور ایمان و ایقان سے ہمارے دل و دیدہ کو منور فرمایا۔ انسان، عاجز انسان مولیٰ کریم کی کسی ایک نعمت کا شکر ادا کرنے کے قابل نہیں ہے، مگر غلامی محبوب بے العالمین اسی نعمت ہے کہ اگر بندہ تمام عمر، ہر سر مو زبانی بن کر، اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہے تو بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

(۵۶) صرف سلام ہی وہ مذہب ہے جو خداوند و عالم کا پسندیدہ اور مقبول ہے۔ جس پر **اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ** (بے شک اللہ کے ہاں اسلام ہی دین ہے) کی آیت پاک شاہد ہے۔ یہ وہ مقبول اور برگزیدہ مذہب ہے جو خداوند کریم کے فرمان عالی شان **وَرَضِیْتُ لِحَمِّ الْاِسْلَامِ** (ترجمہ اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا) سے ظاہر ہے۔ یہ وہ مبارک اور مقدس مذہب ہے جس کی پیروی کے بغیر کوئی عبادت، کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ **وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ** (ترجمہ اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائیگا) آیت پاک شاہد ہے۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

خلاف پیمیر کسے رہ گزید کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید  
 (۵۷) ہزار آدمی کھڑے ہیں۔ ہر ایک آدمی کے ہاتھ میں کانچ کا ایک ٹکڑا ہے۔ الماس صرف  
 ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے۔ باقی سب نے کانچ کے ٹکڑے کو الماس سمجھ کر بکڑ رکھا ہے ہر ایک بخیاں  
 خود یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں الماس ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح الماس  
 یعنی سچا مذہب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور کانچ کے ٹکڑے یعنی مذاہب باطلہ باقی سب  
 لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔

(۵۸) سبحان اللہ! اسلام میں وہ جذب اور کشش ہے کہ جو کوئی اس کی مخالفت کرتا

ہے، بالآخر اسی کو اس کا دلدادہ اور شفیعہ ہونا پڑتا ہے۔

(۵۹) اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے اور مسلمانوں کا ہر فرد اس کا مبلغ اور اشاعت کنندہ ہے۔

(۶۰) یاد رکھو! رازق حقیقی وہی ہے جو تمہارا خالق و مالک ہے۔ بے ریا عبادت کرو

تاکہ اس کا اجر تم کو معبود سے ملے۔ ہمیشہ حق گوئی سے کام لیا کرو۔ سوائے اس جبار و قہار کے اور

کسی سے منت ڈرو۔ اللہ کی مخلوق کے نفع نقصان کو اپنے نفع نقصان پر مقدم سمجھو۔ جہاں تک

ہو سکے ان کی سہمداری اور خیر خواہی کرو۔ اپنے یارانِ طریقت کے ساتھ محبت اور اُلفت رکھو۔

اور میرے بتائے ہوئے اسباق پر ان سے عمل کراتے رہو۔

(۶۱) اگر دین اور دنیا دونوں کے کام ایک وقت میں جمع ہو جائیں۔ تو پہلے دین کا کام

کرو۔ اس کی برکت سے دنیا کے کام خود بخود ہو جائیں گے۔

(۶۲) جان جاؤے پر نماز نہ جائے۔

(۶۳) مسجد کی زمین پر اگر خدا نخواستہ عمارت باقی نہ رہے، تب بھی وہ زمین قیامت

تک مسجد ہی رہتی ہے۔ اسے ہرگز کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اور وہاں

کوئی اور عمارت تعمیر نہیں کی جاسکتی۔

(۶۴) پیر کے لئے، رہبر کے لئے، بلکہ ہر انسان کے لئے علم کا بقدر ضرورت سیکھنا فرض ہے۔

(۶۵) کسی مسافر کو کھانا کھلانا بادشاہوں کا کام ہے۔ (پھر ارشاد فرمایا) نہیں! بلکہ

شہنشاہوں کا کام ہے۔

## مکتوبات شریف

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طویل عمر مبارک میں ہزاروں چھوٹے لکھوں مکتوبات سپردِ قلم کئے تھے۔ ابتداء میں بیشتر خط قلم مبارک سے خود تحریر فرماتے تھے۔ کام زیادہ ہوتا تو کسی یار کو حکم دیتے اور وہ آپ کے املا کے مطابق لکھ دیا کرتے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہمیشہ بعد کو سنانے کا حکم دیتے اور ضروری اصلاح فرماتے۔ عمر مبارک کے آخر میں عموماً دوسروں سے خطوط لکھوائے ہیں۔ اور کمتر خود تحریر فرمائے ہیں۔ یارانِ طریقت کے پاس حضور کے نامہ ہائے مبارک بطور تبرک بکثرت اب بھی محفوظ ہیں۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط میں علاوہ خیر خیریت کے اور بہت سی کام کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ سفر کے حالات، عام مفید معلومات، علمی مسائل، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، دینی، اخلاقی اور تصوف کی باتیں۔ غرض آپ کے خطوط علم و حکمت اور دلچسپی و افادیت کا نادر ذخیرہ پیش کرتے ہیں۔ اگر ان کو شایع کر دیا جائے تو یارانِ طریقت اور عامۃ المسلمین سب کے لئے یکساں فیض اور برکت کا سامان فراہم کریں گے۔ اس کتاب میں ہر موضوع باختصار بیان ہوا ہے۔ اس لئے مکتوبات عالی میں سے بھی صرف چند خطوط افادہ و افاضہ کے واسطے درج کئے جاتے ہیں۔ البتہ اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ مکتوبات کے مندرجات میں زیادہ سے زیادہ تنوع ہو تاکہ ہر رنگ کے مطالب پیش نظر ہو جائیں۔

ان خطوط سے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوبِ تحریر بھی سامنے آجائے گا۔ آپ کو اشعار لاتعداد یاد تھے۔ اور انھیں موقع اور موضوع کے لحاظ سے ایسے بوجھل چسپاں فرماتے تھے کہ آپ کے بلند ادبی ذوق اور علمی گہرائی کا نقشِ جم جاتا تھا۔ روزمرہ گفتگو اور خطبات و مواعظ میں بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوبِ ہی تھا۔ اور مکتوبات میں بھی بکثرت اشعار تحریر فرماتے تھے۔ ان چند خطوط کے مطالعہ سے بھی آپ کے اسلوبِ نگارش اور بلند ادبی ذوق کا اندازہ کرنا ممکن ہوگا۔

”دکن میں تبلیغ و ارشاد کے عنوان کی تفصیلات میں ایک مکتوب گرامی بابو غلام حسین صاحب مرحوم (کوہاٹ) کے نام درج کیا جا چکا ہے جس سے قسبہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی سفر اور دوروں کا حال روشن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک خط حضرت قائد اعظم کے نام ”تحریک پاکستان“ کے باب میں نقل ہو رہا ہے۔ جو اپنی تفسیر آپ ہے۔

## مکتوب نمبر ۱

● (بنام حضرت حافظ انور علی صاحب صدیقی رہنما نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ شیشین حج رہنما)

مجمع مکرم اخلاص مخلصم حضرت حافظ صاحب زادو محبتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ فقیر بجزیرت ہے اور آپ کی خیر و عافیت کے واسطے دعا کرتا ہوں۔ حال یہ ہے کہ اللہ نے آپ کی اور فقیر کی دلی مراد پوری کی۔ یعنی مولوی صاحب کو آپ کے پاس ایک کلرک آف دی کورٹ کی صورت میں بھیجا۔ اب آپ بھی ان سے کام لینے میں کوتاہی نہ فرمائیں۔ اور دین کے کاموں میں ان سے مدد لیں۔ اسی شراب کہن سے اہل دل کے دلوں کو ایک فخر اور مست کر کے دکھائیں۔ فقیر حیران ہے کہ ایام ملازمت میں تو چشمہ فیض اس طغیانی پر ہو کہ ایک موج ابھی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوئی کہ دوسری تیار۔ کسی میں قانون عشق کے بیش بہا موتی نظر آ رہے ہیں۔ کسی میں سلوک اپنا رنگ دکھا رہا ہے۔ مگر اب جو فرصت ہوئی تو ہماری امید دار آنکھیں اب تک راہ تلمیذی رہیں۔ مگر کتاب ضخیم تو درکنار، ایک ورق بھی تازہ مضامین کا ہم تک نہ پہنچا۔ مانع بجزیر باد۔

حضرت من! اگرچہ فقیر کا کچھ کہنا لقمان کو حکمت سکھانا ہے۔ مگر دل آپ جیسے مبلبل گلشن توحید کی خاموشی کا بردبار نہیں ہو سکتا۔ ناچار دل کی بے قراری زبان پر آہی جاتی ہے۔ اس واسطے فقیر چند کلمات لکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور وہ یہ ہیں۔ سن لیجئے کہ دنیا گزشتنی ہے۔ اور اس کے اعمال باقی ہیں۔ ان پر جو ثمرات مرتب ہوں گے وہ ابدال آباد تک قائم رہیں گے۔ عجب حال ہے کہ ایک جو ہر حادثہ کے اوپر جو اعراض قائم ہوں وہ قدیم تو نہیں۔ مگر بیداری

میں ابد کے پرلے کنارے سے ملے ہوئے ہوں۔ اسی مسئلے پر غور فرما کر آپ بھی کمر باندھیں۔ اور اپنے نافع ترین دست و زبان کو بے کار نہ رکھیں۔ آپ کا لکھا ہزاروں دلوں پر سے نقش گناہ مٹا دینے کو کافی ہے۔ آپ کے قلم کی روانی حشر کے میدان میں مجاہدین کی تیغ کی روانی کے ساتھ ساتھ قدم مارے گی۔

علم تصوف پر ماہوار رسالہ جاری ہوتے ہوتے یہ دن آئے۔ مولوی صاحب بھی خدا خدا کر کے وہاں مقرر ہوئے۔ مگر اب تک فقیر کی وہ مراد بر نہ آئی۔ اب دوبارہ بطور یاد دہانی کے تحریر روانہ کی جاتی ہے کہ آپ وہ رسالہ جاری فرمادیں۔ یا اس کے مضامین فقیر کے پاس روانہ کر دیں۔ فقیر چھپوانے وغیرہ کا بندوبست کرے گا۔ یا رہتک ہی میں جاری کر دیں۔ ہر کار خیر ہے۔ آپ بھی فرصت کو غنیمت جانیں اور جس قدر ہو سکے کوشش کریں۔ دنیا چند روزہ ہے مخلوق خدا کو ہدایت ہو جائے گی۔ آپ خالق کی رضا کے حق دار ٹھہریں گے۔ لکچر "صوفی ازم فلاسفی" کا پانچواں حصہ بھی تیار ہو جاوے گا تو اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔ اور ثبوت تصوف، جواز تصور شیخ، حقوق شیخ، و آداب مریدین پر بحث کر کے ان مسائل کو عام فہم بنانا از حد ضروری امر ہے۔ فقط۔

الراقم جماعت علی عقی عنہ

۱۴ جولائی ۱۹۰۳ء

## مکتوب نمبر ۲

(بنام جناب حاجی حافظ انور علی صاحب رشتگی رحمۃ اللہ علیہ)

مجمع مکرم اخلاق مخلصم جناب حافظ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طالب خیریت بخیریت۔

قبل ازیں ایک نیاز نامہ خدمت جناب میں بھیجا گیا تھا۔ تا حال اس کا جواب

موصول نہیں ہوا۔ مانعش بخیر۔ دوبارہ مکلف ہو کر امیدوار ہوں کہ جناب بہت جلد جواب

سے سرفراز فرمادیں تاکہ اطمینان ہو۔ اپنی صحت اور چگونگی مزاج مبارک کی بابت ضرور

اطلاع بخشیں تاکہ باعث تسکین خاطر ہو۔



جناب نے جیسا ارشاد فرمایا تھا "احسان" میں مضمون درج نہ ہوگا۔ بلکہ اپنا علیحدہ رسالہ حسب منشاء کے جناب اسی ماہ میں نکالا جائے گا۔ نام اس کا "انوار الصوفیہ" قرار پایا ہے۔ سر دست جگہ خدم الصوفیہ کے چند ایک مقاصد اور اغراض رسالہ مرتب کئے گئے ہیں۔ جو بعد میں جناب کے ملاحظہ کے واسطے ارسال کئے جائیں گے۔ اور مفصلہ ذیل یاروں نے وعدہ کیا ہے کہ ایک ایک ماہ کا رسالہ اپنے اپنے خرچ پر چھپوا کر شتہر کریں گے۔

(۱) فقیر (۲) میر حبیب اللہ صاحب آنریری محبٹرٹ امرتسر (۳) شیخ حسین بخش صاحب سوگر سیال کوٹ (۴) ڈاکٹر ہدایت اللہ اسٹنٹ سرجن جہلم (۵) حسن الدین (۶) خان صاحب غلام نبی بی اے (۷) میر عبدالعزیز صاحب امرتسر (۸) میاں غلام محی الدین صاحب سوگر امرتسر (۹) میاں محمد الدین صاحب ٹھیکیدار (۱۰) بابو محمد امین صاحب کلرک۔ (۱۱) مولوی خورشید احمد بی اے۔ ڈسٹرکٹ انسپکٹر ڈیرہ غازی خان۔

غرض کہ اور بہت سے اصحاب بھی آمادہ ہیں۔ جو رسالہ اپنے خرچ سے شتہر کریں گے۔ مولوی محمد حسین صاحب کو بھی سرمایوں کہ وہ بھی خوشی سے ان لوگوں میں شامل ہوں جو اپنے خرچ سے ایک ماہ کا رسالہ چھپوانا اور شتہر کرنا اپنا فخر جانتے ہیں۔

جو مضمون آپ نے پہلے اجلاس خدم الصوفیہ منعقدہ مسجد شاہی لاہور میں پڑھا تھا، وہ خوش نویس کو بغرض کاپی دے دیا گیا ہے۔ مگر بتیں یا چالیس صفحے کے رسالہ کے واسطے جو رسالہ "احسان" کی تقطیع کے برابر ہوگا، آپ کا وہ مضمون کافی نہ ہوگا۔ اس واسطے مضمون "صوفی و تصوف" جو آپ نے لکھا ہے، وہ بھی ارسال کر دیں۔ جتنا تیار ہو اتنا ہی ارسال فرمادیں۔ باقی کا حصہ دوسرے نمبر میں درج کیا جائے گا۔ فقیر نے مضمون لکھ کر تیار کیا ہوا ہے۔ مگر پہلے وہ آپ کی نظر سے گزرنا ضروری ہے۔ جناب مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی ادم اللہ فیوضہم کی خدمت میں مضمون لکھنے کے واسطے درخواست کی گئی ہے اور مولوی محمد حسین صاحب کو بھی تاکید کریں۔ کہ وہ مضمون لکھیں۔

مضمون وغیرہ مولوی عظیم صاحب مدرس اسلامیہ اسکول لاہور کے پاس بروقت پہنچ جایا کریں۔ بالفعل یہ قرار پایا ہے کہ آپ کے ہر دو مضامین پہلے نکلیں۔ بعدہ مولوی محمد عبداللہ

صاحب ٹونکی اور مولوی محمد حسین صاحب کا مضمون نکلے گا۔

پہلے رسالہ کا ٹائٹل پیسج اور تمہید و دیباچہ وغیرہ کا نمونہ لکھ کر بھیج دیں۔ تاکہ وہی عبارت اور عنوان رسالہ کے ٹائٹل پیسج میں درج ہو۔

فقیر کا ارادہ ہے کہ ہندوستان کے گدی نشین صوفیائے کرام اور تمام خواندہ یاروں کو رسالہ مفت ارسال کیا جائے۔ اس واسطے التماس ہے کہ آپ بھی اس بارے میں اپنی رائے مبارک دے کر اطلاع دیں کہ کتنی جلدیں رسالہ کی کافی ہونگی۔ غرض مفصل ہدایات سے اس بارے میں مشکور فرمائیں۔

اور اگر ضرورت ہو تو حافظ ظفر علی صاحب کو آپ کی خدمت میں مضمون صاف لکھنے اور ہر طرح امداد دینے کے واسطے بھیج دیا جائے۔ کیونکہ جناب کے مضمون کو صاف کر کے لکھنے اور اس کے متعلق ہر طرح کا کام کاج کرنے کے واسطے ایک لائق منشی کی ضرورت ہوگی۔ اپنا لکھا ہوا مضمون اور مولوی محمد حسین کا تحریر کیا ہوا مضمون تو مولوی محمد عظیم صاحب مدرس اسلامیہ اسکول کے پتہ پر ارسال فرمادیں۔ یہ بھی تحریر فرمادیں کہ آپ کی خدمت میں کتنی جلدیں روانہ کی جاویں۔ اور ہر طرح کی ہدایت متعلق رسالہ مفصل طور سے لکھ بھیجیں۔ فقط۔ والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حاجی صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب و منشی نبی بخش صاحب اور صاحبزادگان کو السلام علیکم سبداشتیاق۔

راقم فقیر جماعت علی عفی عنہ

مورخہ ۴ جون ۱۹۰۴ء

## مکتوب نمبر ۳

(بنام جناب حاجی حافظ انور علی صاحب رہتلی رحمۃ اللہ علیہ)

جمع مکارم اخلاق و منبع فیوض و برکات جناب حافظ صاحب دام اللہ فیوضکم !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمد للہ کہ جناب کا نوازش نامہ ملا۔ مگر مطالعہ

سے ناسازی طبیعت گرامی کا حال معلوم ہوا۔ جو باعث رنج و ملال ہے۔ خداوند کریم آپ

جیسے صاحب کمالات ظاہری و باطنی کا فیض جاری رکھے۔ اور صحت جسمانی عطا فرما کر کاؤتہ الناس کو عموماً اور اصحاب طریقت کو خصوصاً آپ کے فیض لامتناہی سے مستفیض کرے۔ میری دعا ہے کہ آپ جیسے نحضر صورت مبارک بزرگوار کا سایہ مدت مدید تک نیاز مندوں کے سر پر قائم رکھے تاکہ آپ کی زندہ مثال اور ملفوظات سے دو بالا لطف عقیدہ مندوں کو حاصل ہو۔ آمین۔

ہندوستان خاص کے ساکنین تو پیشتر ہی سے آپ کے پاک اثر سے آگاہ ہیں۔ مگر اہل پنجاب بھی اپنی خوش نصیبی سے آپ کے شیریں مقال اور عالمانہ تحریر کے شیدا ہو رہے ہیں۔ خداوند کریم صحت عطا فرما کر آرزو مند کی آرزو آپ کے ذریعہ برائے۔ آمین۔

میرے خیال میں اگر آپ معجون فنجنوش کا استعمال فرمائیں تو مفید ہوگا۔ اگر یہ معجون مفید ہو اور وہاں دستیاب نہ ہو سکے تو میری طرف لکھیں۔ آپ کے پاس پہنچ جاوے گی۔ آپ کا خط مجھے کشمیر میں ملا۔ میں اگرچہ لہنا ہر آپ سے بہت دور ہوں۔ مگر دل سے بہت قریب ہوں۔

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست

می بینمت عیان و دعای فرستمت

پہلا رسالہ چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ کی خدمت میں پہنچا ہوگا۔ اور ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ بجائے چالیس صفحات کے تیئیس پر ختم ہوا۔ اور یہ بظاہر آپ کے ارشاد کی تعمیل ہے کہ مضمون مکمل ہر رسالہ میں نکلے۔ نامکمل نہ ہو۔ اور چونکہ یہ مضامین اتنے صفحات کے لئے کافی تھے۔ اس لئے اور کوئی مضمون جزوی طور پر اضافہ نہ کیا گیا۔

فقیر کا ارادہ ہے کہ اگلے رسالہ نمبر ۲ میں آپ کا کئی مضمون "قانون تصوف" نکلے۔ اس لئے اطلاعاً گزارش ہے کہ اگر اس مضمون کا کوئی حصہ کسی پہلو سے باقی ہو تو پورا کر کے سیکرٹری خدام الصوفیہ کے پاس لاہور بھیج دیں۔ تاکہ سارا مضمون مکمل طریق پر اسی رسالہ میں شائع ہو۔ اور لکھائی اور صحت۔ کاغذ اور تقطیع کے بارے میں جو نقص پہلے رسالہ میں پائے جاویں، ان کی نسبت سیکرٹری کو ہدایت کی جاوے کہ دور کرے۔ اور اگلے رسالہ نمبر ۲ میں ان کو دور کرنے کا خیال کرے۔

"ضرورت شیخ" پر میں نے چند اوراق لکھے ہیں۔ وہ آپ کے مطالعہ میں آئے ہوں گے۔ مگر خیال ہے کہ اگر آپ قلم اٹھادیں تو ہر پہلو سے اسی مضمون پر تسلیم فرمائی کر کے جامع مضمون لکھیں۔

تاکہ یہ مضمون بھی مکمل حیثیت سے ایک ہی رسالہ نمبر ۳ میں چھپ جاوے۔ کشمیر میں ان مسلمی نایاب کتب کا ذخیرہ جمع کرنے کا مجھے خیال ہے جو لائبریری مجوزہ کے واسطے مفید ہے۔ کتاب "لؤلؤ جہانی" ہر دو حصص ایک ساتھ میرے خیال میں چھپنے چاہئیں۔ ملفوظات حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کر کے چھپوانا ضروری ہے۔ اگر فرصت ملے تو ترجمہ کا اہتمام میں خود کروں گا۔

پنجاب میں شدت گرمی سے اختلاج قلب کا عارضہ تکلیف دیتا تھا۔ اس لئے کشمیر کی سرد آب ہوا میں آنا ضروری ہوا۔ مگر یہاں آکر دوبارہ تکلیف ہوگئی۔ اب آرام ہے۔

اس ترجمہ کو کتاب کی صورت میں چھپوایا جاوے۔ یا اس ترجمہ کو ایک کالم میں اور اصل کو ایک کالم میں ترتیب دے کر رسالہ کا ایک نمبر بنایا جاوے۔

اس غرض سے کہ سیکرٹری کے پاس مضامین کا ذخیرہ رہے۔ مناسب ہوگا کہ آپ کے تحریر شدہ مضامین اگلے نمبروں کے واسطے اس کے پاس پہنچ جاویں۔ اللہ تعالیٰ نے صحت بخشی ہو اور توانائی جسمانی عطا فرمادی ہو تو اطلاع بخشیں۔ تاکہ حافظ ظفر علی صاحب سپروری کو کتابت کے واسطے اور مسودہ مضامین کو صاف کرنے کی غرض سے رہنمائی بھیج دوں۔ مجھے آپ کی رنجوری طبع کا از حد فکر ہے۔ اطلاع فرمادیں کہ اب مزاج کیسا ہے تاکہ اطمینان ہو۔

ساخت کشمیر کی جو چیز مطلوب ہو، بروقت پہنچنے اطلاع کے آپ کی خدمت میں بھیج سکتا ہوں۔ یا بروقت آپسی ہمراہ لا کر پیش کر سکتا ہوں۔ امید ہے ضرور کوئی نہ کوئی چیز یہاں کی آپ کو پسند ہوگی۔ اور ضرور مطلع فرمادیں گے۔ اور دیگر کاروبار لایقہ سے یاد فرماتے رہا کریں گے۔ مولوی محمد حسین صاحب کو بھی مضامین نویسی کے واسطے تاکید کریں۔ اگر اجازت بخشیں اور مرضی مبارکہ کے موافق ہو تو "کلام المفید" میں سے "آداب الشیخ والمرید" ترجمہ کر کے ایک رسالہ مرتب کیا جاوے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کے مضمون "قازین تصوف" پر نظر ثانی کروں میں تو آپ جیسے بزرگوار کے لکھے ہوئے مضامین کو بے عیب سمجھتا ہوں۔ اور ان کی کسی قسم کی جرات کرنا داخل بے ادبی۔ "ہرچہ خوباں کند خوب آن آید" جو آپ کے قلم سے نکلے گا اس میں کلام کرنا بے ادبی سمجھتا ہوں۔

الراسم جماعت علی عفی اللہ عنہ

از سری نگر - ہساراج گنج

۱۰ جولائی ۱۹۰۴ء

## مکتوب نمبر ۴

(بنام جناب حاجی حافظ انور علی صاحب رست کی رحمۃ اللہ علیہ)

مجمع مکرم اخلاق مخلصم جناب حافظ حاجی صاحب اذ محبتکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طالب خیریت بخیریت۔ آپ کا عنایت نامہ نہایت

انتظار کے بعد شرف صدور فرمایا ہوا۔ الحمد للہ کہ اس شافی مطلق نے آپ کی ذات منیع فیوض البرکات کو صحت بخشی ہے۔ اللہم زد فرد۔ ع؛ این دعا از من از جملہ جہاں آمین باد۔

آپ کی برکت سے اس ہفتہ میں جو تسلی نایاب کتابیں دستیاب ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل

ہیں۔ — از تصنیفات حضرت امیر کبیر علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ۔ چھپس رسالہ جات۔ منجملہ ان کے یہ ہیں۔

رسالہ عقلیہ۔ رسالہ درویشیہ۔ رسالہ فقیریہ۔ رسالہ ہمدانیہ۔ رسالہ وجودیہ۔ رسالہ مشارب

الاذواق۔ رسالہ فقیریہ۔ رسالہ ہمدانیہ۔ رسالہ وجودیہ۔ رسالہ مشارب الاذواق۔ رسالہ

سیر الطالبین۔ رسالہ قدوسیہ۔ رسالہ حل مشکل۔ رسالہ اعتقادیہ۔ رسالہ نوریہ۔ رسالہ صفیریہ

رسالہ معرفت زہد۔ رسالہ شرح قصیدہ مہمبہ ابن وارض رحمۃ اللہ علیہ۔ مکتوبات امیر یہ واردات

امیر یہ وغیر ہم ہیں۔ اور مکتوبات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

اور سب سے زیادہ خوشی جن کتابوں کے حصول سے ہوئی ہے، وہ مقامات حضرت

امیر کلال صاحب قدس اللہ سرہ العزیز از تصنیفات حضرت خواجہ نقشبند صاحب مشکل کشا

قدس اللہ سرہ العزیز۔ و مقامات نقشبندیہ از تصنیف حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس اللہ سرہ العزیز

ان دونوں نایاب کتابوں کے حصول کی آپ کو بھی مبارک باد دیتا ہوں۔ الحمد للہ علی ذلک۔

جمادے چند دام جاں فریدم

بحمد اللہ عجبا رزاں فریدم

میرے سفر کشمیر کا مقصد و علت غائی و ما حاصل گویا یہ دونوں کتابیں ہیں۔ اور نیز  
ایک مردِ کامل صوفی مجذوب کی زیارت ہے۔ وہ صاحب فی الحقیقت فنا فی اللہ ہیں۔  
اور رسالہ حضرت روز بہاں لقلی رحمۃ اللہ علیہ۔ و غایت المسکان و ذکر الصالحین وغیرہ  
چالیس کتابیں دستیاب ہو جاویں گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الْعَظِیْمَةِ  
اٰخِرَ اَمْرِ دُنْیَا وَاٰخِرَ اَمْرِ اٰخِرَتِیْ  
اور ایک ہفتہ تک فقیر کشمیر میں مقیم ہے۔ انشاء اللہ اس ہفتہ میں چند اور کتابیں تصوف  
کی دستیاب ہو جاویں گی۔ یہ سب آپ کی برکت و توجہ کا نتیجہ ہے۔  
اور آج مولوی خیر شاہ صاحب کی طرف خط لکھوں گا۔ وہ اگر فارغ ہوئے تو حاضر خدمت  
ہو جاویں گے۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بی اے کو بھی ترجمہ رسالہ کے واسطے تاکید فرما دیں۔  
آج کل تعطیلیں ہیں۔ پھر ان کو فرصت نہ ہوگی۔

اور ان کتابوں کا دستیاب ہونا امدادِ غیبی ہے۔ لوگ خود بخود لاکر دے رہے ہیں۔  
جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خبسنِ خدم الصوفیہ کے واسطے یہ فال مبارک ہے۔ اور خبسنِ صوفیہ  
کا باخلاص ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مجھے امید نہیں بلکہ یقین کامل ہے کہ یہ خبسن تمام ہندوستان  
کی انجمنوں سے طالبانِ حق کے واسطے زیادہ تر مفید و مفیض ہوگی۔

رسالہ نمبر اول کی خوشنودی اور اظہارِ مسرت کی نسبت ہر ایک جوانب و اطراف  
سے خطوط بکثرت آرہے ہیں۔ اور سب یارانِ طریقت آپ کی مدح اور ثنا خوان و شکر گزار  
ہو رہے ہیں۔ اور آپ کا مضمون پڑھ کر آپ کے حق میں دعائیں کر رہے ہیں۔ چپتا پنچہ آج  
رات کو کوہاٹ سے بالو محمد امین صاحب ملازمِ بارک ماسٹری کا اسی مضمون کا خط آیا ہے۔  
جس میں آپ کے مضمون کی تعریف کے علاوہ آپ کی کمال درجہ کی شکر گزاری کا اظہار  
کرتے ہیں۔ اور اس جگہ سری نگر محلہ مہاراج گنج میں مولوی غلام رسول صاحب میرا  
نے عصر گھڑی کی نسبت خواہش ظاہر کی ہے۔ آپ ان سے بذریعہ خط و کتابت فیصلہ کر لیں۔  
اور سر ہند شریف کے واسطے بھی ضرور دو گھڑیاں سنگ مرمر کی تیار کرا دیں۔ اور امرتسر کے واسطے

بھی دو گھڑیاں سنگ مرمر کی تیار کرا دیں۔ قیمت کا فقیر ذمہ دار ہے۔

اور رسالہ نمبر ۲ کی تعداد اشاعت سات سو کی گئی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہزار تک پہنچ جاوے گی۔ (رسالہ سے مراد ماہنامہ "انوار الصوفیہ" ہے) اور رسالہ "الاحسان" کا جاری رہنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ ایڈیٹر لکھتا ہے کہ ستر خریداروں نے انکار کر دیا ہے۔ اور دن بدن انکار کرتے جاتے ہیں۔ اور ویلیو واپس آ رہے ہیں۔ فقیر نے دوسو سے زیادہ خریدار اس کو دیے ہیں بلکہ قریباً تین سو خریداروں کے نام ان کے پاس بھیج چکا ہوں۔ مگر میری کوشش سے کیا ہو سکتا ہے۔ جب ایڈیٹر خود ہی کچھ نہ کرے بلکہ صوفیائے کرام کے نام کو دھتکہ لگا کر بدنام کرے تو فقیر کیا کرے۔ اکثر یارانِ طریقت اس کی شکایت کے خطوط میرے پاس بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محض آپ کے فرمان کی تعمیل کر کے ہم اس رسالہ کو خریدیں ہیں۔ ورنہ وہ خریداری کے لائق نہیں۔ اور درحقیقت بات بھی سچ ہے۔ فقیر خود اس معاملہ میں حیران ہے۔

ع: نہاد م نخل خرما خار بردار! یا ع: خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم!  
اور مولوی محمد حسین صاحب و حاجی صاحب و صاحبزادہ صاحبان کو السلام علیکم  
کہیں۔ اور سب یاران و پرسان حال کو السلام علیکم۔

الراحم جماعت علی عفی اللہ عنہ

از سری نگر کشمیر۔ مکان خواجہ نور الدین صاحب بچہ۔

مہاراج گنج۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۰۴ء

## مکتوب نمبر ۵

(بنام جناب حافظ ظفر علی صاحب پسروری خلیفہ مجاز۔ مدیر انوار الصوفیہ لاہور)

مطلبہ رسالہ مذکور بابت شعبان ۱۳۲۳ھ۔ جلد ۲۔ نمبر ۲)

اب تو جاتے ہیں میکدے کو میر

پھر ملیں گے اگر خدا لائے!

مجمع مکارم اخلاق مخلصم حافظِ حبی صاحب زاد محبتکم -

السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهَا - طالبِ خیریتِ بخیریت -

فقیر نو تاریخ ماہ شعبان المعظم لاہور سے چل کر گیارہ تاریخ کو بمبئی پہنچا۔ اور تیرہ دن تک بمبئی میں قیام کر کے تین دن سے قزطینہ میں وارد ہوا۔ جو بمبئی سے باہر حیدرآباد کے فاصلہ پر ایک جزیرہ میں پہاڑ کے اوپر واقع ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ پانچ دن کے بعد کل آگبوٹ پر سوار ہو کر چلے جاویں گے۔ آپ کی اور بعض یارانِ دُور دراز مثلاً ملک گلگت و کلکتہ و پشاور و کوہاٹ و کوٹلیہ و بیکانیر وغیرہم کی چلنے کے وقت ملاقات نہ ہونے کا افسوس باقی رہا۔

ع: دایعِ حسرت وصل تک دل میں کھٹکتا جائے گا

اگر زندگی باقی رہی تو انشاء اللہ تعالیٰ ملاقات ہو جائے گی۔ ورنہ امید ہے کہ دعائے

مغفرت سے فراموش نہ فرماویں گے۔

خط کے عنوان پر جو شعر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ فقیر کا میکدہ اور حقیقی وطن مدینہ منورہ

ہے۔ جہاں سے ہمارے آباؤ اجداد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مسافرانہ طور پر ہندوستان تشریف لائے تھے۔ تو اب بقول "حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيْمَانِ" فقیر اپنے اصلی وطن کو جاتا ہے۔

(شعر) ہمیں دنیا سے کیا مطلب عدم کے رہنے والے ہیں

ادھر بھی ہم تلاشِ جلوہٴ احمد میں آنکلیے

فقیر کی حالت اس مسافر کی ہے جو کسی دوسرے ملک میں جا کر ایک مدت تک لوگوں کے ساتھ ٹوس ہو گیا ہو۔ اور پھر وہ مسافر اپنے اصلی وطن کو چلنے لگے اور اس وقت لوگ اس کی جدائی میں اس کے رُوبرو گریہ و زاری کریں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ فقیر کی اس ناگاہ جدائی سے یاروں کو بہت صدمہ پہنچا ہے۔ مگر ان ہزار دلوں کے مقابلہ میں صرف فقیر کے ایک دل کے صدمہ کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس ہجور پر کیا گزرتی ہوگی۔

ع: دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشتِ در سے بھرنے آئے کیوں!

مگر کیا کیا جاوے۔ تقدیر سے تدبیر کو چارہ نہیں۔ فقیر کو اپنے یاروں کے ساتھ جس قدر

محبت ہے، اس کو میں جانتا ہوں یا میرا خدا۔ دنیا میں اگر مجھ سے اور تو کوئی کار نمایاں نہیں



ہوسکا۔ مگر اس کے فضل و کرم اور شفاعت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کچھ میرے پاس ہے تو مخلوق خدا کی دینی خدمت۔ اور یارانِ طریقت کی محبت ہی ہے۔ جو امید ہے کہ ذریعہ نجات ہوگی۔ کیونکہ مجھ کو ان کے ساتھ محض خالصاً لوجہ اللہ محبت ہے کسی اپنی ذاتی غرض و مطلب پر مبنی نہیں اور نہ ہی ان کے کسی قسم کی توقع ہے۔ بلکہ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے فقیر کے نزدیک مخلوق کا عدم و وجود مساوی ہے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

باقی رہی یاروں کی محبت وہ مجھ کو ضرور ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی بفرمان خداوند کریم قائم رہے گی۔ اور یہ محبت اسی نہیں کہ دور چلے جانے سے اس میں فرق آجاو۔ بلکہ بظاہر جتنا دور ہوتا جاؤں گا، دل سے اتنا ہی نزدیک ہوتا جاؤں گا۔ بقاعدہ اقلیدس۔



دیکھو دائرہ

نقطہ الف نقطہ ب سے ایک حیثیت سے تو بہت دور ہے۔ اور دوسری حیثیت سے

بہت ہی نزدیک ہے۔ (شعر)

دُورِ راہِ عشقِ مرحلہ قرب و بعد نیست می بینت عیان و دُعای فرستمت  
انشاء اللہ فقیر اپنی منزل پر پہنچ کر بھی اپنے یاروں کو فراموش نہیں کرے گا۔ بلکہ ان کی سعادت و آریں کے واسطے دُعائے خیر کرتا رہے گا۔ جو خدمت فقیر کے سپرد کی گئی ہے اس کے ادا کرنے میں فقیر نے تو جان تک سے بھی فرق نہیں کیا سچا کہ قبول افتد زہے عز و شرفِ آئندہ اختیار بدست مختار۔ اور مجھ سے جہاں تک ہوسکا، کسی یار کے ساتھ حتی الامکان سختی نہیں کی۔ اب یارانِ طریقت کا فرض ہے کہ ان کو جو کچھ فرمان ہے، اس کی تعمیل میں سرسرفروغ نہ کریں۔ اور ذکر، فکر، مراقبہ، سحر، جینی، اتباعِ شریعت میں کوشش کرتے رہا کریں۔ سال ہائے گوشہ نشینی کی طرح اس سال بھی ہر شہر میں مشہدینہ ضرور کریں۔ انشاء اللہ اس کی برکت سے ان کی سب مشکلات دینی و دنیاوی آسان ہو جاویں گی۔ اور سب یاران و پرسان حال کو سلام علیکم بعد اشتیاق۔

ہر کہ باشد ز حال ما پرسان یک بیک سلام ما پرسان

جو یا رخط لکھنا چاہے وہ اس پتہ پر لکھے۔ مکہ شریف۔ معرفت شیخ محمد حسین  
شیخ عبداللہ صاحبان مطوف۔ مگر خط رجب طری شدہ ہونا چاہیے۔ اور نیز اس پر اردو  
وانگریزی دونوں زبانوں میں پتہ لکھنا چاہیے۔ اور ٹکٹ دو آنے کا ہونا چاہیے۔

رستم جماعت علیٰ عینی عنہ

از قرظینہ بمبئی۔ ۲۵ شعبان ۱۳۲۳ھ

## مکتوب نمبر ۶

(بنام جناب حافظ ظفر علی صاحب سپرو ری خلیفہ مجازہ مدیر انوار الصوفیہ لاہور)

مجمع مکام احسناق مخلصم حافظ صاحب اد محبتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طالب خیریت بخیریت۔

فقیر جب سے آیا ہے آپ کا کوئی محبت نامہ نہیں پہنچا جس سے حقیقتِ حال منکشف

ہوتی۔ خدا تعالیٰ مانعش بخیر فرماوے۔ آمین ثم آمین۔ آپ بواسپی ڈاک تحریر فرمادیں۔

انشاء اللہ تعالیٰ کل ۲۵ دسمبر ۱۹۰۵ء کو ہم مدینہ شریف سلطانی راہ سے جاویں گے اور بشرط

زندگی حج مبارک تک مکہ شریف آجاویں گے۔

اور فقیر کو خاص حرم شریف میں بعد از نماز ظہر و عشاء سنانے کی خدمت باسعادت مل

گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیر کی پہلی خدمات بھی مقبول ہوئیں۔ اور سعی شکر ہو گئی

ہے۔ اور یہاں پر عین خانہ کعبہ کے پاس اس دولت یا خدمت سے شرف یاب ہونے کی

نعمت غیر مترقبہ نصیب ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

ع: للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری۔

للہ الحمد ہر آل چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد ز پس پر وہ تفتدیر پدید

بفضل خدا یہاں کے فاضل اجل و عالم اکمل بارگاہِ آہی۔ زبۃ العارفین قدوة السائ

مولانا و استاذنا مولوی عبدالحق صاحب محدث و صوفی سے حدیث شریف صحاح ستہ و مؤطلے

امام ہاکم، مؤطاے امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی۔ و نیز دلائل الخیرات و حرب لاءظم کی اجازت و سند فقیر کو مل گئی ہے۔

ع: بریں مرثوہ گرجاں فشانم رواست۔ مکہ شریف کی سکونت ہفت اقلیم کی بادشاہی سے فی الواقع بہتر ہے۔ خدا تعالیٰ فقیر کو بھی نصیب فرمائے۔ آمین یا مولیٰ الکریم۔ !!

اس جگہ تمام دنیا کے میوہ جات موجود ہیں۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ان بے بہا میوہ جات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ آج کل اس جگہ انگور۔ انار۔ سیب۔ بہی۔ کھیلا۔ مالٹا۔ سنگترہ۔ کھٹا۔ ملیٹھا۔ خربوزہ۔ تربوز۔ لکڑی۔ کھیرا۔ لیموں۔ گلگل۔ کھجور۔ گنا۔ پونڈا وغیرہ اور ہر قسم کی سبزی سبھی۔ پالک۔ کدو۔ حلو ا کدو۔ خرفہ کا ساگ۔ لوبیا۔ بھنڈی۔ توری۔ دوسری قسم کی توری۔ کرلیے۔ بھٹے۔ ٹماٹر سرخ۔ سیم کی پھلی۔ سویا وغیرہ و غیرہ بکثرت موجود ہیں۔ ہر ایک چیز بکثرت مل سکتی ہے۔ اور سستی ملتی ہے۔ بلکہ اکثر چیزیں تو ہندوستان سے بھی سستی ہیں۔ کابلی بیدانہ انار جو لاہور میں چار آنے کو ملتا ہے، اس جگہ پیسے یا ڈیڑھ پیسے کو ملتا ہے۔

الغرض عجب رحمت و برکت کا ظہور ہے!!  
فقیر بفضل خدا ہندوستان چھوڑ کر مکہ شریف پہنچ گیا ہے۔ ہندوستان چھوٹ گیا مگر یاروں کی محبت میرے دل سے نہیں چھوٹی۔ بقول حضرت اسناؤنا و مولانا مولوی فیض الحسن صاحب قدس اللہ سرہ العزیز۔

کعبے بھی گئے پر نہ گب عاشق بتوں کا

زمرم بھی پایا پر نہ تجھی پیاس جگر کی

فقیر نے اپنے یاروں کو فراموش نہیں کیا۔ اور نہ دعا سے غافل ہے۔ آپ تلی رکھیں اور سب یاران و پرسان حال کو سلام علیکم بعد اشتیاق۔ ہر ایک کا نام لکھنے کی گنجائش نہیں۔

ہر کہ باشد ز حال ما پرسان

یک بیک سلام ما برسان

را تم جماعت علی عفی عنہ۔ از مکہ شریف

مورخہ ۲۸ شوال ۱۳۲۳ھ • مطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۰۵ء

# مکتوب نمبر ۱

(بنام بابو محمد امین صاحب - بارک ماسٹر - کوہاٹ)

مجمع مکارم اخلاق مخلصم بابو محمد امین صاحب نے اد محبتکم -

اَسْلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہَا۔ فقیر بخیریت ہے اور آپ کی خیریت کے واسطے دعا کرتا ہے۔

جب سے آپ کو ہاٹ گئے ہیں، آپ کا صرف ایک محبت نامہ آیا ہے۔ بعد ازاں آج تک انتظار ہے خداوند ماغشش بخیر کرے۔ بابو صاحب یہ سکوت نہیں چاہیے۔ ضرور وقتاً فوقتاً اپنے حالات سے

فقیر کو اطلاع دیتے رہا کریں۔ کیونکہ یہ طاہری یاد دہانی توجہ غائبانہ کا سبب ہوتی ہے۔ اور ذکر فکر، مراقبہ، سحر خیزی، اتباع شریعت میں ہرگز سستی نہ کریں۔ بلکہ جس قدر وقت آپ کا دفتر کے وقت سے بچے، اس کو خاص مراقبہ کے واسطے وقف کر دیں جتنی الامکان اپنی ساری ہمت اور

طاقت مراقبہ ہی میں صرف کیا کریں۔ اور اگر فقیر کی طرف سے جواب لکھنے میں دیر ہو کرے تو بھی آپ ہفتہ وار اپنا حال تحریر کرنے میں دیر نہ کیا کریں۔ تاکید ہے۔ اور جو اسباب جانماز وغیرہ

وزیر آباد رہ گیا تھا وہ پہنچ گیا ہے۔ بابو عمر دین صاحب سپردی آپ کے پاس آگئے ہوں گے۔

ان کی ملازمت یا ٹھیکے میں جس قدر کوشش ہو سکے دریغ نہ کریں۔ بار بار تاکید ہے۔ ان کی حالت

قابلِ حرم ہے۔ سب یاران و پرسان حال کو سلام علیکم۔ بابو عمر دین صاحب کو اسلام علیکم

ذکر مراقبہ کی تاکید ہے۔ سپردی میں سب طرح خیریت ہے۔ ظفر علی سپردی سے سلام علیکم۔

میاں امام دین صاحب، محمد شفیع صاحب، مختار احمد صاحب کو سلام علیکم۔ رمضان شریف کو

غلنیت جان کر اس میں زادِ آخرت مہیا کرنے کی کوشش کریں۔ اور خدا نے چاہا تو اس سال

ضرور فقیر آپ کے پاس پہنچنے کی کوشش کرے گا تسلی رکھیں۔ فقط۔

الرافتم جماعت علی عفی عنہ

از علی پور سیدال

۱۰ رمضان المبارک

۱۳۲۰ھ

## مکتوب نمبر ۸

(بنام بابو محمد امین صاحب - کوہاٹ)

مجمع بکرام اخلاق مخلصم بابو محمد امین صاحب زاد محبتکم،

اَسْلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ۔ فقیر بفضل خداوند ذوالجلال بجز وعافیت ہے۔ اور آپ کی ترقی داریں کے واسطے ہر دم دعا کرتا ہے۔ فقیر آپ کے پاس سے روانہ ہو کر بجز وعافیت تمام پہنچ گیا ہے۔ آپ کا محبت نامہ آیا تھا مگر فقیر چونکہ سفر میں تھا، اس واسطے جواب میں توقف ہوا۔ آپ خدا یاری اور اتباع شریعت میں ساعی رہیں۔ باقی ہم پیشہ یار لوگوں کی چھپر چھپاڑ کی پروا ہرگز نہ کیا کریں۔ اگر وہ آپ کو چھپڑتے ہیں تو واقعی بُرا کرتے ہیں۔ مگر انصاف شرط ہے کہ آپ صوفی ہو کر ایسی ایسی ناچیز باتوں پر انتقام کشی پر آمادہ ہیں۔ کیا اہل اللہ کے نزدیک انتقام کشی جائز ہے۔ اور پھر ایسی ایسی خفیف باتوں پر صوفی کے دل کا وزن پہاڑ سے بھی زیادہ ہرنا چاہیے۔ مخالف ہواؤں سے اس کو ہرگز جنبش نہ چاہیے بلکہ دنیا داروں کی ہرزہ گوئیوں پر ہرگز خیال نہ کریں۔ اور خداوند کریم کی عنایات کا انتظار رکھیں۔ وہ کار ساز اگر خوش ہے تو بیڑا پار ہے ایسا اگر خداوند عالم سے تو معاملہ درست نہ ہو، اور مخلوق ساری خوش ہے، تو کچھ بھی نہیں۔ آپ خیال خدا پر رکھیں اور ذکر، فکر، مراقبہ، سحر خیزی اور اتباع شریعت میں ساعی رہیں۔ اور یاران کو ساتھ لے کر سب یاران مل کر حلقہ کیا کریں۔ سب یاران و پرسان حال کو اَسْلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔ و تاکید مراقبہ۔

الراقم جماعت علیٰ عفیٰ عنہ

از لاہور۔ ۲ جون ۱۹۰۳ء

## مکتوب نمبر ۹

(بنام محمد امین صاحب - کوہاٹ)

من نمی گویم سمندر باش یا پروانہ باش  
گر خیال سوختن داری بیامردانہ باش

مجمع مکارم اخلاق مخلصم بابو محمد امین صاحب زاد محبتکم ،  
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، فقیر تادم تحریر ہذا بفضل خداوندی خیر و عافیت سے  
 ہے۔ اور آپ کی خیریت و سہبودی دیرین کے واسطے دعا کرتا ہے۔ آج ایک محبت نامہ آپ کا موصول  
 ہوا۔ اس میں مسج ہے کہ خط کسی بار لکھے جا چکے ہیں۔ فقیر نے جواب نہیں دیا۔ مخلص من! فقیر کو یاد  
 ہے کہ فقیر اکثر آپ کے محبت ناموں کے جواب باقاعدہ تحریر کرتا رہا ہے۔ شاید کسی ایک کے جواب میں  
 بوجہ اس کے کہ فقیر سفر میں تھا، کوتاہی ہو گئی ہوگی۔ اور فقیر کی طرف سے جواب کا لکھنا نہ جانا اس امر کی  
 دلیل نہیں ہے کہ فقیر نے آپ کو فراموش کر دیا ہے۔ یا خدا انخواستہ فقیر آپ سے ناراض ہے۔ بلکہ جواب  
 کا لکھنا نہ جانا کبھی تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ فقیر سفر میں ہو۔ یا کبھی اس وجہ سے کہ فقیر کو بوجہ کسی کام کے  
 فرصت نہ ہو۔ ورنہ فراموشی کی وجہ سے تو فقیر نے ہرگز سکوت کبھی اختیار نہیں کیا۔ آپ تسلی رکھیں  
 اور ذکر فکر مراقبہ سحر خیزی اور تبارع شریعت میں ساعی رہا کریں۔ فقیر دعا سے غافل نہیں ہے۔ اور  
 دنیاوی ترقی کے واسطے اپنے دل کو پراگندہ نہ رکھیں۔ جس احسن الخالقین نے آپ کو احسن تقویم میں  
 پیدا کیا، احسن نے آسمان میں آپ کے رزق کا ذخیرہ تیار کیا، اور جس نے کرامت کا تاج آپ  
 کے سر پر رکھ کر آپ کو اشرف المخلوقات کا خطاب عطا فرمایا، اور ہر ایک شے آپ کی خاطر پیدا  
 کی، وہ کیا آپ کو اس حالت میں رکھ سکتا ہے، جو اس کے نزدیک آپ کے واسطے مناسب نہ ہو۔ آپ  
 اس کے سابقہ انعام کا شکریہ ادا کئے جاویں۔ اور آئندہ اس کی عنایتوں کے امیدار رہیں۔ (شعر)

دستاں الجاکت محروم آنکہ بادشمنان نظر درارو

کے مضمون کو پیش نظر رکھیں۔ اور دنیاوی فضول خیالات دور کرنے کا عمدہ ترین نسخہ کثرت  
 استغفار ہے۔ اس کو آپ بھی معمول بناویں۔ اور اپنا حال تحریر کرتے رہا کریں۔

اصلی مقصود خلقت انسان کا ذکر الہی اور اظہار عبودیت ہے، جو آپ کا اور ہر ایک  
 بشر کا فرض منصبی ہے۔ اس میں کوتاہی جس قدر ہو، اسی قدر نالایقی بندہ کی تصور ہوتی ہے، خواہ وہ  
 بندہ کروڑوں روپے جمع کر لے، یا سینکڑوں فرزندوں کا والد ہو جاوے۔ اور اگر یاد الہی میں کمی نہ ہو  
 تو پھر خواہ وہ ایک روپیہ بلکہ ایک پیسہ بھی پاس نہ رکھتا ہو۔ اور زن و فرزند ان سے بھی اس  
 کو حصہ نہ ہو، پھر بھی وہ خدا کا تابعدار اور شکر گزار بندہ کہلانے کا حق دار ہے۔ حکیم الہی :-

لَا نَسْأَلُكَ بِرِزْقًا (ترجمہ: کچھ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے) اس پر گواہ عادل ہے۔

آپ بھی اپنے قلب کو ایسے ایسے خطرات سے جو ناشکری پیدا کریں صاف رکھ کر اس حکم الحاکمین کی خدمت گزاری کئے جاویں اور موت و حشر کا خیال رکھا کریں۔ جس قدر نعمتیں زیادہ تحویل میں ہوں گی، اسی قدر حساب بھی زیادہ اور سخت ہوگا۔ اور حساب خدا کا سخت ہے فقیر آپ کی ترقی دنیا و دین کے واسطے دست بدعا ہے۔ آپ بھی فقیر کو فراموش نہ کریں۔ اور شب بیداری جس قدر ہو سکے اس میں سستی نہ کیا کریں۔ اسی سے دنیا و دین کے مقاصد حل ہو جاویں گے۔ حافظ ظفر علی سپروری کی طرف سے وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

فقیر لاہور سے واپس آ رہا تھا کہ وزیر آباد ریلوے اسٹیشن پر آپ کے بھائی مقطب الدین صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ بخیریت و عافیت تمہے تہنی رکھیں۔ حسام الدین صاحب کا آپ کو کیا فکر ہے۔ وہ اپنے اللہ کو یاد رکھیں۔ اور صوم و صلوٰۃ کی پابندی رکھیں۔ وہی خدا کا راز اور سببِ لاسبَاب ہے۔ اور آپ بھی ایسے ایسے فضول خیالات سے بچیں۔ بار بار لکھا جا چکا ہے کہ دل کو اس الجھن میں ڈالنا ضعفِ قلب کی دلیل ہے۔ ان جھگڑوں میں گرفتار رہنا گویا عمر کو ضائع کرنا ہے۔ آخر کو وہی ہوتا ہے جو اس قادر مطلق نے تجویز کر رکھا ہے۔ پھر اسیر غم رہنا کیا فائدہ۔ (شعر)

چرا خود را اسیر غم ز فکر بیش کم داری کہ نگزارد ترا محتاج ایزد تا کہ دم داری  
امید ہے کہ آپ اس تحریر پر کار بند ہوں گے۔ اور یکے نہ ہو کر یادِ خدا کریں گے۔ سببِ راز و پرسان حال کو سلام علیکم۔  
جماعت علیٰ غنی عنہ

از علی پور سیدال - ۲۹ شوال ۱۳۲۰ھ

## مکتوب نمبر ۱۰

دہنام جناب پروفیسر الحاج مولانا عابد حسن صاحب فریدی۔ ایم اے، ایل ٹی، ایم آر اے ایس خلیفہ مجاز و  
(پروفیسر و صدر شعبہ فارسی اردو و سنیت جانش کالج۔ آگرہ)

یادم نمی کنی و زیادم نمی روی

عمرت راز باد فراموش گار من

مجمع مکارم اخلاق مخلصم فریدی صاحب زاد محبتکم ،  
 اَسْلَامٌ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ طالب خیریت بخیریت۔ آپ نے فقیر کو بالکل فراموش کر دیا۔  
 آپ پر فقیر کو ہرگز ہرگز یہ توقع نہ تھی جو وقوع میں آئی۔ خدا تعالیٰ ماغشش بخیر کرے۔ آمین ثم آمین۔ آپ  
 ہفتہ عشرہ کے بعد اپنے ظاہری باطنی حالات سے مطلع فرماتے رہا کریں تو لطف سے بعید نہ ہوگا۔ اور ذکر  
 و فکر مراقبہ سحر خیزی اتباع شریعت میں کوشش کرتے رہا کریں۔ اس کی برکت سے سب مشکلات دینی دنیوی  
 آسان ہو جائیں گی۔ اور حکیم صاحب کو بعد سلام علیکم بعد اشتیاق مضمون واحد ہے۔ اور فقیر پانچ مہینے  
 کے سفر کراچی و کوئٹہ و بلوچستان کے بعد آج علی پور جا رہا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ اب اسی جگہ رہوں گا۔  
 اور گھر میں اور بچوں کو دیدہ بوسی دُعا۔ اور سب یاروں و پرسان حال کو اَسْلَامٌ عَلَیْکُمْ۔ اور حلقہ ہفتہ و  
 جاری رکھنے کی سخت تاکید ہے اور حضرت عرب صاحبہ کی خدمت کو اپنی سعادت دارین کا ذریعہ محبتیں فقط  
 اَلرَّاسْمُ جَمَاعَتِ عَلٰی عَفَا اللّٰهُ عَنْہُمْ لِقَلْمِ خُودِ  
 از لاہور • ۳ دسمبر ۱۹۲۸ء

## مکتوب نمبر ۱۱

رہنما جناب الحاج بخش مصطفیٰ علی خان صاحب دہا جبردنی و خلیفہ مجاز (میسو)

یاد می کنی و زیاد می نہ می روی  
 عمرت در از باد فراموش کار من

یہ شعر حضرت آزاد صاحب اور باقی یاروں کو بھی سنا دیں۔

مجمع مکارم اخلاق مخلصم بخش صاحب زاد محبتکم۔ اَسْلَامٌ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

آپ کی دو تاریں اور ایک محبت نامہ پہنچا۔ ایک تار کا جواب تو اسی وقت لکھ دیا تھا۔ اور  
 دوسری کا آج لکھ دیا ہے۔ اور آپ کے محبت نامہ کے جواب کے لکھنے میں اس واسطے تاخیر ہوئی کہ فقیر کی  
 طبیعت اعتدال پر نہیں تھی۔ چنانچہ آج بھی ایک دوسرے مولوی صاحب سے لکھوا رہا ہوں۔ آپ  
 جس دن سے تشریف لے گئے ہیں اس دن سے فقیر کی طبیعت پورے اعتدال پر نہیں آئی۔ خستہ لاج لقلب  
 کا دورہ مغرب کے بعد ہو جاتا ہے۔ ضعف بید ہے۔ نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں۔ جماعت پیچھے کھڑی



ہوتی ہے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ پیچھے ساری جماعت تو کھڑی ہوتی ہے اور میں بیٹھا ہوا ہوتا ہوں۔ اس وقت میرے دل کی جو حالت ہوتی ہے اس کو میں جانتا ہوں یا میرا خدا۔ جب سے عرس شریف گزرا ہے تب سے فقیر مختلف امراض میں مبتلا رہا۔

اک ناک عارضہ رہا مجھ کو گر تھمے دست تو حبا آریا

پچھلے ہفتے ڈاکٹر میر بدایت اللہ صاحب سول سرجن امرتسر سے میری عیادت کو آئے تھے وہ اس بات پر زور دے رہے تھے کہ تم کسی ٹھنڈی جگہ پہاڑ پر یا کشمیر چلے جاؤ حکیم آزاد صاحب الی دوانی دو دن کھائی تھی۔ اس نے سخت گرمی کی۔ اب اس انتظار میں ہوں کہ خدا تعالیٰ بارش کرے اور ٹھنڈ ہو جائے پھر اس کو شروع کروں گا۔ کیونکہ اس میں بہت سے اجزا اگر معلوم ہوتے ہیں۔ اور آپ بار بار یہ لکھ رہے ہیں کہ میسور بنگلور والے ہزار ہا کی تہہ میں انتظار میں ہیں۔ فقیر کا اس مسئلے میں یہ اعتقاد ہے کہ جتنی فقیر کو اپنے یارانِ طریقت سے محبت ہے، ان کو اگر فقیر کے ساتھ اس سے دسواں حصہ بھی ہوتی تو آج تک کسی اعلیٰ درجے پر پہنچ گئے ہوتے۔ فقیر نے تو اپنی ساری عمر یارانِ طریقت کی خدمت میں گزار دی اور توڑنیا میں کوئی کام کر ہی نہیں سکا۔ نیل گڑھی سے لیکر قندھار اور کابل تک۔ اور ارجیلنگ سے لیکر کشمیر کے پلے سرے تک اسی خدمت کے واسطے تمام عمر فقیر دور گزارا۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (ترجمہ)۔ اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے) اب وہ ساری قوتیں، سفر کی طاقت، سب سلب ہو چکی ہیں۔

پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند

جسمانی ساری قوتیں جواب دے چکی ہیں۔ ضعف بے حد بڑھ گیا ہے۔ فقیر سوچتا ہے کہ اگر سفر پر جاؤں۔ اور وہاں جا کر اپنا فرض منصبی یعنی خدمتِ خلق نہ کر سکوں تو جانے کا کیا فائدہ۔ سفر حج پر جانے کے وقت سے عرس شریف تک میری تمام قوتیں قائم رہیں۔ اور جتنی رب نے توفیق دی اس زمانے میں فقیر نے اپنا فرض منصبی ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اور آئندہ بھی یہی نیت ہے کہ اگر خدا تعالیٰ توفیق دیں اور قوتیں بجاں ہو جائیں تو باقی زندگی کے ایام میں بھی انشاء اللہ اس فرض منصبی کے ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہ کروں گا۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

آپ ان سب سے یہ کہیں کہ وہ سب بارگاہِ آہی میں دعا کریں کہ خداوند کریم مجھے صحت کاملہ عطا فرمادیں

تو میں وہاں پہنچ کر ان کی خدمت کر سکوں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ فوائد الفوائد میں فرماتے ہیں: "اگر خداے برپرسد کہ نظام الدین چچہ آوری، امیر خسرو اگر تہ پیش خواہم کر دو کہ یک کس را از مخلوق تو بندہ ساخته آورده ام" یعنی آپ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب خدا تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے کہ تم کو دنیا میں بھیجا تھا، کیا کمائی کر کے لایا اور کیا عمل کئے۔ تو اپنے ایک خادم حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو پکار کر پیش کر دوں گا کہ اے مولیٰ! اور تو کوئی عمل نہیں کر سکا۔ دنیا میں جا کر صرف عمل کیا ہے تو ایک کیا ہے کہ تیری مخلوق میں سے ایک کو تیرا بندہ بنا کر لایا ہوں۔ اگر ایک آدمی بندہ خدا بن جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہو سکتی۔ فقیر نے تو اپنا سرمایہ حیات صرف ایک ہی مقصد عظیمی ہی خدمتِ خلقِ خدا رکھا ہوا ہے۔

اب میں آپ کی توجہ ایک دوسری طرف منعطف کرتا ہوں۔ اسے غور سے پڑھیں اور اس کو بھی اس مسئلے سے آگاہ کر دیں مسئلہ یہ ہے کہ کنواں ایک جگہ قائم رہتا ہے۔ پانی پینے والے پیاسے دور دور سے وہاں آکر پانی پیتے ہیں۔ کنواں دور دور گھر بہ گھر نہیں بھرتا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ آپ سب علی پور آئیں اور پانی پیئیں اور سیراب ہوں۔ میرا فرض نہیں کہ گھر بہ گھر ہر ملک میں جاؤں۔ چھبیس برس کی عمر تو اس خدمتِ مخلوق میں گزار دی۔ اب بالکل رہ گیا ہوں اور معذور ہو گیا ہوں۔ مجبور ہو کر آپ کو یہ لکھ رہا ہوں۔ ورنہ فقیر اپنے یارانِ طریقت کو نہ بھولا ہے اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ بھولے گا۔ اور نہ ان کی جدائی منظور ہے۔ بقول شخصے۔

جدائی تری کس کو منظور ہے زمین سخت ہے آسمان دُور ہے

۱۷ حضرت مولانا حامد حسن صاحب قادری خلیفہ مجاز رحمۃ اللہ علیہ یہاں یہ حاشیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "بخشی صاحب نے اس ارشادِ گرامی کے جواب میں لکھا تھا کہ "انجناب اقدس کی مثال کنوئیں کی سی نہیں ہے۔ بلکہ ایک وسیع دریا کی ہے۔ جو ہر طرف بہتا ہے اور جس کی نہریں ہر طرف رواں ہیں۔ سلامی بلاد کے ہر حصہ کے لوگ اس دریا کو اپنی طرف بہتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ اس سے مستفیض و مستفید ہوں۔ غریب براءانِ طریقت کا اور دنیا کے دھندوں میں مچھنے ہوئے لوگوں کا میسور و بنگلور جیسے دو ہزار میل دور دراز مقام سے خدمت اقدس میں حاضر ہونا شروع ہے۔ اعلیٰ حضرت کی تشریف آوری ہو تو ہزاروں لاکھوں آسانی سے فیض یاب ہو سکتے ہیں"۔

آپ کے چلے جانے کے بعد حضور نظام کا ایک تار فقیر کی طلبی کی نسبت اور ایک آم کا ٹوکرا آیا تھا۔ فقیر نے جواب میں لکھ دیا بیمار ہوں۔ پھر ان کا جواب آیا: "آم کرو۔ جب اللہ تعالیٰ صحت میں تباہ جانا دے اور اس جگہ گرمی کی وہی حالت ہے جو آپ دیکھ گئے تھے۔ اور عدنان الے سید صاحب تاحال اسی جگہ مقیم ہیں۔ آج کل سیالکوٹ جانے کی واسطے فقیر کو مجبور کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلدی فقیر ان کو ہمراہ لے کر سیالکوٹ جائے گا۔ اس سال جس ملک میں فقیر کا آب دانہ ہے، تاحال کوئی مستقل فیصلہ نہیں ہوا۔ عدنان الے سید صاحب کے بچے کے گلے کا وہی حال ہے۔ دوا کی گئی لیکن تاحال کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ خدا تعالیٰ اس کو شفا نصیب فرمائے۔ اور چاول جو آپ لے گئے تھے وہ خود استعمال کریں۔ حیدرآباد نہ بھیجیں۔ ان کو یہاں سے اور بھیج دیں گے۔ اور جدہ شریف والے مصطفیٰ صاحب کیل حجاج آپ کے پاس آویں تو فقیر کی طرف سے ان کے پاس بڑے انوس سے ظاہر کریں کہ وہ جانے کے وقت مجھے مل کر نہیں گئے۔ بلکہ چوری چلے گئے۔ اور ان کی جو خدمت میں کرنا چاہتا تھا وہ نہ کر سکا۔

دل کی دل ہی میں رہی بات نہونے پائی

ہلے اس گل سے ملاقت نہونے پائی

اور ان کو تاکید کریں کہ وہ بخلوں قلب بارگاہ آپہی میں دعا کریں کہ اس وقت تک خدا تعالیٰ فقیر کو زندہ رکھے اور اپنی بارگاہ اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری نصیب فرمائے تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کی تلافی مافات کر دوں گا۔

اور آپ میرے وہاں آنے پر بار بار زور دے رہے ہیں۔ میرے اپنے کئی یار طریقت فوت

ہو چکے ہیں، جن کے مزار شریف پر حاضر ہونا میرا اپنا فرض تھا۔

عج بہ جنازہ گرنیائی بہ مزار خواہی آمد

کہ حاضر ہو کر ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا۔ دعائے مغفرت تو اب بھی کر رہا ہوں۔ خدا

تعالیٰ تسبیل فرمائے۔ جن میں سے عزیزم حاجی علیم اللہ خان صاحب مرحوم ومیاں حاجی محمد حسین صاحب

مرحوم کافی پلانٹر اور مخلصم عباس خان صاحب کی زوجہ محترمہ جو بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔ جا کر ان کی

فاتحہ خوانی کرنا بہت ضروری تھا۔ جس سے فقیر اپنے ضعف کی وجہ سے قاصر رہا۔ خدا تعالیٰ صحت

اور توسیق بخشیں گے تو ضرور حاضر ہوں گا۔

آپ ذکر و فکر - مراقبہ - سحر خیزی - اتباع شریعت میں کوشش کرتے رہا کریں -  
اس کی برکت سے سب امور ات دینی و دنیاوی آسان ہو جائیں گے -

اور مخلصم میاں محمد شریف صاحب کلاتھ مرحنٹ کا محبت نامہ کل پہنچا ہے انشاء اللہ تعالیٰ  
کل جواب لکھ دوں گا - ان کو بعد از استلام علیکم لصد اشتیاق کہہ دیں - اور حضرت آزاد صاحب کو  
بعد از استلام علیکم لصد اشتیاق کہہ دیں کہ انھوں نے توفیق فراموش کر دیا - خدا تعالیٰ فقیر کو  
وہ دن نصیب کرے کہ فقیر ان کو فراموش کرے - اور مخلصم بخشی حیدر علی خان صاحب کے بچے کی عیادت  
کا خط آیا تھا - اس کے بعد انھوں نے کچھ اطلاع نہیں دی اس کا کیا حال ہے - دن ات فکر و انگیر ہے -  
خدا تعالیٰ اس کو صحت بخشے! اور بخشی علیم اللہ خان صاحب مرحوم کے بچوں کی خبر گیری آپ کے اور  
بخشی حیدر علی خان صاحب کے ذمے فرض ہے - گورنمنٹ میسور اگر ان کو کچھ پنشن نہ دے تو آپ  
کوشش کر کے ان کے بچوں کا وظیفہ ہی مقرر کروادیں جب تک وہ تعلیم پاتے ہیں - اور کوئی نیک نیت  
دیندار لڑکا مل جاوے تو ان کی بچیوں کی بھی شادی کروادیں - کیونکہ ان کی وفات کے بعد ان کے بچوں  
کے متولی پہلے بخشی حیدر علی خان صاحب ہیں اور پیچھے آپ ہیں -

اور اپنے گھر میں سب کو استلام علیکم لصد اشتیاق - اور بنجور دار مقبول احمد کو دیدہ  
بوسی اور دعائے ترقی مدارج دارین - سب یاران و پرسان حال کو استلام علیکم

ہر کہ باشد ز حال ما پرسان

یک یک رسلام ما برسان

سب یاران کو اکٹھا کر کے ہفتہ وار حلقہ ذکر کا بندوبست کریں اور جاری کریں - اور  
یاران طریقت کی فہرست مرتب کر کے ان کی حاضری حلقہ ذکر سے ہفتہ وار فقیر کو اطلاع دیا کریں -  
تا کہ تسلی ہو کر رہے - کیونکہ اس گمراہی کے زمانے میں طریقت کی خدمت انجام دینا افضل  
عبادات سے ہے -

اگر در خانہ کس است یک حرف لعل است

اندکے پیش تو گفتم غم دل تر سیدم کہ دل آزرده شوی ورنہ سخن بسیار است

الراقم خادم الملت والذین سید جماعت علی شاہ عفا اللہ عنہ لقلیم خود

از علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ۔ ۱۴ جولائی ۱۹۳۹ء • ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ  
جواب طلب جلد۔

(فائدہ) جیسا کہ خود حضور نے فرمایا یہ خط آپ نے املا کر دیا تھا۔ لیکن آخر کی دو سطریں ”الراقم“ سے لیکر ”جلد“ تک، دستِ خاص سے تحریر فرمائی تھیں۔

## مکتوب نمبر ۱۲

بنام جناب الحاج پروفیسر مولانا حامد حسن صاحب قادری (خلیفہ محراب) (صدر شعبہ فارسی اردو)  
(سینٹ جانس کالج آگرہ)

مجمع مکارم اخلاق مخلصم قادری صاحب زاد اللہ بقائکم،

السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ۔ طالبِ خیریت بخیریت۔

آج آپ کا خیریت نامہ بنام عبداللطیف پہنچ کر کاشفِ حالات و موجبِ اطمینان ہوا۔ پہلے بھی آپ کے خطوط پہنچتے رہے ہیں مگر فرصت نہ ہونے کی وجہ سے جواب میں توقف ہوا۔ پناہ گیر سوالیوں کا صبح سے شام تک تانتا لگا رہتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ ہفتے شمار کیا تو ایک دن میں ایک سو ایک کی تعداد تھی۔ ہر ایک کی سننا، دلاسا دینا، مدد کرنا وغیرہم میں ہی تمام دن صرف ہو جاتا ہے۔ مولوی کے خط میں میں بھی تھوڑا بہت لکھا دیتا رہا ہوں۔

اس بات سے بڑی خوشی و خورسندی ہے کہ آپ لوگوں نے ملازمت کو نہ چھوڑا۔ اور وہاں مقیم رہنے کا ارادہ کئے رکھا۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ اور ہر طرح سے مامون و محفوظ بخیر و عافیت و صحت رکھے۔ آمین۔ تم آمین

قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ”لینا دینا تو اسی سے ہے مگر حیلہ کرنا پڑتا ہے“ حالی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

دیا تو نے یاں جس بہانے سے چاہا ہنر کام آیا نہ علم و ادب کچھ

نیز فرمایا کرتے تھے کہ ”ملتے ہوئے کو چھوڑنا کفرانِ نعمت ہے“

۵ چیزے کہ بلے سوال رسد دادہ خدایت آں اتور دکن کہ فرستادہ خدایت

شعر مذکور ایک حدیث شریف کا فارسی میں ترجمہ ہے۔

الحمد للہ عرس شریف بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔ سال گزشتہ کی نسبت بہت زیادہ رونق تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت لا متناہی تھی۔ مجمع بڑا کثیر تھا۔ باوجودیکہ دکن۔ آگرہ۔ احمد آباد۔ مراد آباد۔ بیکانیر۔ بریلی۔ وغیرہم (حصہ ہندوستان) سے کوئی بھی شریک نہوسکا۔

مولوی عبدالستار خان صاحب نیازی سابق ایم ایل اے مغربی پنجاب۔ اور پیر صاحب مانکی تریپٹھی بھی تشریف لائے تھے۔ اور تقریریں بھی کی تھیں۔ الحمد للہ علی ذلک۔

عزیز زاہد حسن صاحب ابھی تک یہاں نہیں پہنچے۔ آنے والے ہی ہوں گے۔ میں ابھی تو یہاں ہوں۔ اللہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم شعبان کے عرس شریف کے بعد کوٹھڑے جانے کا ارادہ ہے۔ تاریخ روانگی کا تعین اس کے بعد ہی ہوگا۔

اگر اپنی اور متعلقین اور یاروں کی صحت عافیت سے مطلع کرتے رہا کریں۔ تو لطف سے بعید نہوگا۔ جمیع پرسان حال اور سب یاروں کو سلام علیکم۔ اندرون خانہ سب کو دعا۔ بر خورداروں کو دعا اور دیدہ بوسی۔ فقط والسلام والدعا۔

الراحم سید جماعت علی شاہ عفا اللہ عنہ

از علی پور سیدال۔ ۳۰ مئی ۱۹۴۸ء

(فائدہ) حضرت مولانا قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ مکتوب شریف مولوی عبداللطیف خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تسلیم کا لکھا ہوا ہے۔ دستخط خود حضرت والا رضی اللہ عنہ نے اپنے دست مبارک سے فرمائے ہیں،

# خطبات و مواعظ

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے اپنی طویل تبلیغی اور ملی خدمات کے دوران بلا مبالغہ سینکڑوں جلسوں کی صدارت فرمائی اور خطبے پڑھے۔ نیز ہزاروں تقریریں کیں اور مواعظ حسنہ سے سامعین کو فیض یاب فرمایا۔ اگر سب کو جمع کرنا ممکن ہو تو ایک ضخیم کتاب کئی جلدوں میں ترتیب پائے چند خطبات یا ان کے بعض اقتباسات دوسرے مقامات پر نقل کئے گئے ہیں۔ یہاں کچھ خطبات مکمل درج کئے جاتے ہیں تاکہ حضور کے اسلوب بیان اور طریق مواعظت کا نمونہ سامنے آجائے۔

۱۹۳۵ء مطابق ۱۳۵۴ھ

میں جمعیت العلماء ہند

## خطبہ صدارت مؤتمر جمعیت العلماء ہند بدایون

(سٹی کانفرنس) کا سالانہ اجلاس بدایون (یوپی) میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ آپ نے درج ذیل خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ • الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ  
الْبِیَانَ - وَ اَنْعَمَ عَلَیْنَا بِاَنْوَاعِ النِّعَمِ وَ لَطَافِ الْاِحْسَانِ - وَ فَضَّلَنَا عَلٰی سَائِرِ  
خَلْقِهِ بِتَعْلِیْمِ الْقُرْآنِ - وَ الصَّلَاةِ وَ السَّلَامِ عَلٰی النَّبِیِّ الرَّحْمٰنِ ، سَیِّدِنَا  
وَ غَوْثِنَا وَ غَیَاثِنَا وَ كَرِیْمِنَا وَ رَحِیْمِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا الْمَبْعُوْثِ بِخَیْرِ  
الْمِلْلِ وَ الْاَدِیَانِ - وَ عَلٰی اٰلِهِ وَ اَصْحَابِهِ بِدَوْرِ الْاِیْمَانِ - وَ الْاِیْمَةِ  
الْمُجْتَهِدِیْنَ وَ الْاَوْلِیَاءِ الْكٰمِلِیْنَ نَجْوِیْرِ الْاِیْقَانِ وَ الْعِرْفَانِ - وَ تَابِعِهِمْ  
اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ بِالْاِحْسَانِ -

اَمَّا بَعْدُ - اَیُّهَا الْعُلَمَاءُ الْعِرَامُ وَ الْمُحَضَّرُ الْعِظَامُ !

(ترجمہ) تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو بیان کی تعلیم فرمائی اور ہم پر نعمتوں کے اقسام اور احسان کے لطائف کا انعام فرمایا اور ہمیں تمام مخلوقات پر تعلیم قرآن کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی اور درود و سلام اللہ کے نبی پر ہو جو ہمارے سرار اور مدد کرنے

والے اور ہمارے کریم اور ہم پر حرم فرمانے والے اور ہمارے آقا محمد جو کہ بہتر مذہب اور دینوں کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے اور آپ کی آل پر درود اور سلام اور اصحاب پر جو کہ ایمان کے چاند ہیں اور اجتہاد کرنے والے اماموں پر اور اولیاء کا ملین پر جو کہ لقیین اور عرفان کے روشن ستارے ہیں اور ان پر جو احسان کے ساتھ ان کے تابع دار ہوئے ہیں قیامت کے دن تک بعد حمد و صلوة کے لئے علمائے کرام اور حاضرین عظام۔

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا فَتِيْرَ الْعِزَّةِ كِي حَمْدٌ بِيَا لَنَا هِيَ كِه اس نے مجھے یہ توفیق ارزانی فرمائی کہ میں اُمّتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف سلام و التحیّۃ کی مقدور بھر خدمت کر کے اپنی عاقبت سنواؤں کروڑوں درود اس پیکرِ جود اور اس نورِ مسعود پر جس کا اسوہ حسنہ ہمیں ہدایت کرتا ہے کہ ہم کسی حال میں بھی مفاد ملت کو فراکوش نہ کریں۔

محترم بھائیو! یہ آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے ایک بوریا نشین و حجرہ گزین کو اپنی محفل میں ایک ممتاز جگہ مرحمت فرمائی ہے۔ آپ علماء ہیں۔ آپ کی راہ میں فرشتے پرچھپاتے ہیں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ آپ کی آبرو رکھے۔ آپ نے ایک مسکین صوفی کو اپنی بارگاہِ علم میں صدارت کی مسند پر بٹھا کر بہت بڑی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے انتخاب کو کامیاب ثابت کرنے کی توفیق دے وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَانُ۔ (ترجمہ) اور اسی سے امداد کا مطالبہ ہے اور اسی پر توکل ہے۔

عزیزو! اس وقت جبکہ میں نے مسجد شہید گنج لاہور کی واگذاری کے لئے اپنی ناچیز خدمات قوم کے سامنے پیش کیں ہیں، میرے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ میں بدایوں پہنچ کر کچھ عرض کرتا لیکن اس کا کیا علاج کہ یارانِ طریقت نے مجھے اجمیر شریف بلایا۔ اربابِ شریعت نے مجھے بدایوں حاضر ہونے کو کہا۔ خدا کرے کہ جیسے طریقت و شریعت میں بے نگاہ حقیقت قطعاً کوئی فرق نہیں، ایسے ہی صوفیوں اور مولویوں میں بھی خالص اتحاد ہو جائے۔ اور دونوں اپنے اختلافات و مناقشات فروعی سے بے نیاز و بالاتر ہو کر متحدہ مقاصد کے حصول کے لئے یک قالب و یک جان ہو جائیں۔

اجمیر شریف میں حاضری اس لئے بھی مفید تھی کہ وہاں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا



مزار پر انوار ہے۔ اس خاک پاک کا ایک ایک ذرہ یہ سبق دیتا ہے کہ مصطلے پر بیٹھنے والے کا مدعا بھی وہی تھا جو غازی شہاب الدین غوری صاحب سیف کا تھا۔ کاشش! کہ سیاسی لیڈر شہاب الدین بن جابیں۔ صوفی خواجہ غریب نواز صاحب کارنگ اختیار کریں۔ اور لیڈر، عالم، صوفی تینوں مل کر اس گفرزار میں توحید کا علم بلند کریں۔ اپنا عزم تو یہی ہے کہ اپنی عمر کے چند باقی ماندہ لمحات اس کا رنجیر کے لئے وقف کر دوں۔

ہم تری راہ میں مٹ جائیں گے سوچئے یہی درو مندانِ محبت کا تقاضا ہے یہی علمائے کرام! اسلام میں آپ کا مقام بہت بلند ہے لیکن ہر منصب کی چند ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ جو عالم اپنے فرض سے غافل ہے، وہ اپنے تلامذہ کے نزدیک تو عالم ہو سکتا ہے مگر ملائکہ کی فہرست سے اس کا نام کاٹ دیا جاتا ہے۔ سنیئے رب العزت فرماتا ہے: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (ترجمہ) آپ فرمائیے کیا برابر ہیں وہ لوگ جو صاحب علم ہیں اور جو علم والے نہیں؟ کس قدر مؤکد پیرا یہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کوئی سلیم الفطرت انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ عالم اور غیر عالم برابر ہیں۔ عالم کا درجہ بہت بلند ہے۔ عالم پر قوم کے مصائب آشکار ہوتے ہیں۔ لہذا اس کا فرض ہوتا ہے کہ قوم کی مشکلات کا خاتمہ کرنے میں غیر عالم سے بڑھ کر تشر بانی و ایثار اور نکر و تدبیر سے کام لے۔ اگر وہ اس فرض سے غافل رہتا ہے تو اس کا جبہ و عمامہ اسی کے لئے روز قیامت پھانسی کا رستہ ثابت ہوگا۔

عالم کا وصف عند اللہ یہ ہے۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (ترجمہ) اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہ ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ یہ آیت مبارکہ واضح الفاظ میں بیان کر رہی ہے کہ عالم صرف خدا سے ڈرتا ہے۔ خشیت الہی اس کا حسن ہے۔ غیر اللہ سے ڈرنا شریعت و طریقت میں کفر و زندقہ سے بدتر ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

ہر کہ رمزِ مصطفیٰ فہمید اسب شرک اور خوفِ مضمردیدہ است

اگر عالم انگریز کے رعب و جلال سے ڈر کر، اس کے سامان حرب و ضرب سے گھبرا کر، حق کی حمایت نہیں کرتا، تو اس کا وجود علم اور انسانیت کے لئے ننگ ہے۔ اگر عالم کسی سچائی کو اس لئے بیان نہیں کر سکتا کہ ایسا کرنے سے سکھ ناراض ہو جائیں گے،

یا ہندوؤں میں اس کا وقت ر کم ہو جائے گا، یا اس کے مقتدی روٹھ جائیں گے، تو اسے کہہ دو کہ وہ اپنے نفس کو دھوکا نہ دے۔ وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اسے کہو کہ اپنے ایمان کی تجدید کر۔ کیا علماء کو معلوم نہیں کہ لاہور میں مسجد گرا دی گئی ہے؟ کیا مسجد پر کسی غیر مسلم کا قبضہ جائز ہے؟ یاد رکھو۔ اگر تم نے اپنی مصلحتوں کی بنا پر ایک مسجد کے انہدام کو معمولی حادثہ خیال کیا، تو ہمیں اپنی ان مساجد کی بھی فکر کرنی چاہیے جن کے منبروں پر بیٹھ کر تم مسائل بیان کرتے ہو۔ وقت ہے کہ ایک ایسا اعلان شایع کیا جائے جس پر ہر عالم کے دستخط ہوں۔ کہ کسی مسجد پر غیر مسلم کا تصرف از روئے اسلام جائز نہیں۔ جمعیت العلماء اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے جو عالم اس پر دستخط نہ کرے، اعلان کر دو کہ اس کی اقتدا میں نماز درست نہیں مقتدیوں اور متولیوں کو سمجھایا جائے کہ ایسے ننگ اسلام عالم کو مسجد کی امامت و خطابت سے محروم کر دیں۔

جہاں کہیں بھی کوئی مسجد ہے، وہ شاخ یا کونپل ہے اس بیت اللہ کی کہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرَعُهَا فِي السَّمَاءِ ر ترجمہ جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں کی مصداق ہے۔ وہ دنیا میں گھر سے پہلا خدا کا خلیل ایک محتاج جس بنا کا ازل سے مشیت نے تھا جس کو تاکا کہ اس گھر سے ابلے گا چشمہ نہا کا بیت اللہ عرب میں ہے۔ عرب کی نسبت حضور سرور کائنات علیہ الف الف سلام و تحیات کا ارشاد سفیض نہاویہ ہے کہ اَخْرَجُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ يَعْنِي جَزِيرَةَ عَرَبٍ سَے یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال دو۔

اے عالمان دین! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سلطان نجد ابن سعود نے ایک انگریز کمپنی کو عرب کی زمین میں معدنیات اور تیل کے چشمے معلوم کرنے کے لئے ٹھیکہ دیا ہے؟ دین کی حمایت کرنے والو! عرب سے کچھ فاصلے پر حبشہ کا ملک ہے، وہاں حکومت اطالیہ کیوں ظلم ڈھا رہی ہے؟ اس لئے کہ وہاں تیل ہے۔ اور اٹلی کو اپنی بلند پروازیوں یا اپنے ہوانی جہازوں کے لئے تیل درکار ہے۔ کیا دنیا کے واقعات شاہد نہیں کہ یورپ کی کسی قوم کو اگر کہیں بیٹھنے کی اجازت دیدی جائے، تو مکان بنانے کی راہ خود نکال لیتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ

ابن سعود کی اس روش کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہیں کی جاتی؟ یہ وہابیت اور خنفسیت کا سوال نہیں۔ یہ اماکن مقدسہ کی صیانت کا سوال ہے۔ اگر کسی کو ابن سعود کا وظیفہ اظہار حق سے روک رہا ہے، تو اسے چاہیے کہ اللہ کے اس فرمان پر توجہ کرے۔ ارشاد ہوتا ہے وَلَا تَشْرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا (ترجمہ) اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو، اور ثمن قلیل کی پروا نہ کرتے ہوئے نعرہ حق بلند کرو۔ تاکہ رب جلیل کی بارگاہ سے اجر جزیل حاصل ہو جائے۔

میری بات پر کان نہیں دھرتے تو حاجیوں سے پوچھ لو۔ کہ حبران رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ساکنانِ مدینہ کا کیا حال ہے۔ حکام نجد کے دستِ خوافی پر تو طرح طرح کے کھانے موجود ہوتے ہیں، لیکن تمھیں بتاؤں کہ مدینہ طیبہ کے مظلوم قدوسی کھجوروں کی گٹھلیوں کو ترس رہے ہیں۔ کیا رعایا کی پرورش راعی کا فرض نہیں؟ کیا شریعت کی رو سے جو سلطان رعایا کے خورد و نوش کا انتظام نہ کرے، اسے تابع سنت سلطان کہا جاسکتا ہے؟ بزرگ عالم و خلفائے راشدینؓ کی پوری سوانح عمریاں تمھیں ازبر ہیں۔ کیوں تمھاری زبانیں حبران رسولؐ کی صحت و اعانت کے لئے نہیں کھلتیں؟

سنو! ارشاد ہوتا ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِي مَآسِحِدٍ

بَيْنَهُمْ الخ (ترجمہ) تو اے محبوب تمھارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمھیں حاکم نہ بنائیں۔ کیا اس پاک فرمان کی رو سے آپ پر یہ شرعی فرض عاید نہیں ہوتا کہ آپ "قاضی ایکٹ" بنو آپس؟ عدالتوں میں فیصلے شریعت کے مطابق ہوں۔ کیا آج "طلاق" - خلع - ارتداد - وراثت - نکاح - ہبہ وغیرہ "امور شرعی کی ہندوستان میں انتہائی تزیل نہیں ہو رہی؟ اس تزیل کا انداد علماء سے بڑھ کر اور کون کر سکتا ہے؟ صحیح ہے کہ اس عرض کو برائے کار لانے کے لئے کافی سرمایہ کی حاجت ہے۔ کیا اس کے لئے "بیت المال" کا قیام شرعی تجویز نہیں؟ کب تک حجروں میں لیٹے رہو گے؟ میں ہر عالم سے عرض کرتا ہوں کہ ع؛ وقت آئی ہے کہ درحجرہ نشینی بے کار۔ جیسے حکومت بغیر حکم کے نہیں چل سکتی، ایسے ہی بیت المال کے بغیر تنظیم ملت کا خیال خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

ضروری ہے کہ ان مقاصد کے لئے آپ ملک کی مجالس آئین و قوانین سے بھی استفادہ کریں جس کی عملی صورت یہی ہے کہ ہر کونسل میں آپ کی قوم کو ٹھوس اور مضبوط حیثیت حاصل ہو۔ اس کے لئے "جداگانہ نیابت" ایک ضروری حق ہے جس سے اس وقت دست بردار ہو جانا مہلک ہے۔ کونسلوں میں جاؤ۔ اپنے حقوق منواؤ۔ مہم شرع قوانین منظور کراؤ۔ اوقاف کی حفاظت کرو۔ مقابر و مساجد کو اغیار کی دستبرد سے بچاؤ۔

یاد رکھو! کہ کونسلوں یا حکومت کی دارو گیر میں آپ کی عزت جمی ہے کہ آپ منظم ہو جائیں۔ آپ میں ایک ہو۔ آپ میں چھوٹ نہ ہو۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ کی مالی حالت شاندار ہو۔ مادہ پرست سلطنت دولت کی چپاری ہے۔ ہم مفلس ہیں، ہم مقروض ہیں۔ افلاس دولت کیانے اور دولت بچانے سے دور ہو سکتا ہے۔ دولت کمانے کا بہترین طریقہ "تجارت" ہے۔ تجارت میں فروغ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ مسلمان دوکانداروں سے سودا خریدیں۔ آپ کی قوم کاشتکار ہے۔ آپ کی قوم کارگیر ہے۔ آپ کی قوم مزدور ہے۔ بسکین اس کی زراعت، اس کی صنعت، اس کی محنت سے فائدہ غیر اٹھاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ کاشتکار تجارت بھی کریں۔ یعنی اپنا مال خود بیچیں۔ آڑھت کی دکانیں خود کریں۔ کارگیر اپنی مصنوعات خود فروخت کریں۔ دولت بچانے کے لئے لازمی ہے کہ آپ ہر نوعیت کے اسراف سے بچیں۔ اور یاد رکھیں کہ قرآن کی رو سے مُبْتَدِرِین اور مُتَسِفِرِین شیطان کے بھائی ہیں۔ یہ ہے وہ مختصر پروگرام جس پر عمل پیرا ہو کر آپ فلاح دارین حاصل کر سکتے ہیں۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ •

## خطبہ صدارتِ خلافتِ کانفرنسِ لائل پور

لائل پور ڈسٹرکٹ خلافتِ کانفرنس کا اجلاس ۳، ۴، ۵ مارچ ۱۹۲۱ء کو حضرت سید  
قدس سرہ العزیز کی صدارت میں لائل پور میں منعقد ہوا۔ آپ نے فی البدیہہ خطبہ  
صدارت ارشاد فرمایا تھا۔ جسے بعد میں طبع کرا کے بہت بڑے پیمانے پر تقسیم

کیا گیا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ سنونہ عربی میں فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا۔

سچا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ، سچے ہیں حبیبِ پاک رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ سچے ہیں۔ اور شکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کا نام لینے والوں  
میں پیدا کیا۔ اور اس نعمتِ عظمیٰ سے مالا مال کیا۔ یوں تو کونسی چیز ہے جو بطور خود ایک  
نعمت بے بہا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بے شمار، لاتعداد، اُن گنت نعمتیں پیدا کی ہیں  
لیکن ہمارے لئے سب سے افضل، سب سے اعلیٰ نعمت کیا ہے؟ وہ بہترین نعمت کلمہ  
توحید ہے۔ اس کلمہ طیبہ سے بہتر کون سی نعمت ہے جس پر ہم ناز و افتخار کر سکیں!!

میں نے کل کہا تھا کہ بعض اصحاب نے میرے متعلق یہ بدگمانی پھیلانی ہے کہ مجھے  
خلافت سے ہمدردی نہیں۔ میں خدمتِ خلافت میں حصہ لینے سے کتراتا ہوں۔ میں خدمتِ  
سلام کے لئے میدانِ عمل میں اترتے گھبراتا ہوں۔ یہ کذب ہے! دروغ ہے، افتراء،  
میں سب سے پہلے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔ میں نے حیدرآباد دکن، راولپنڈی،  
نوشہرہ، پشاور، بنگلور، گوہرہ اور کئی مقامات پر مجالسِ خلافت کے اجلاس کی صدارت  
کا شرف حاصل کیا ہے۔

آغا محمد صفدر صاحب نے یہ مشہور کیا کہ میں نے علی پور کے جلسے میں انہیں تقریر  
کرنے کی اجازت نہیں دی۔ یہ غلط ہے۔ عرس کے دن میں نے آغا صاحب سے کہا کہ "آپ کل  
تک قیام کریں۔ اگر کوئی مقدمہ زیرِ سماعت ہے، جس کے لئے آپ نے ضرور سیالکوٹ  
جانا ہے، تو آپ مقدمہ کے خیال کو دل سے نکال دیں۔ زبردستی میں ادا کر دوں گا۔ بلکہ کچھ

اور بھی نذر کروں گا۔ لیکن آغا صاحب اطلاع دیے بغیر علی پور سے چلے گئے۔ اخبار سیاست نے افتر ا  
 پر ازی کی اور مجھے بدنام کرنے کی کوشش کی۔ یہ تمام غلط بیانیوں کی کارگزاریاں ہیں۔ ناحق تہمت  
 ہے جو مجھ پر لگائی گئی ہے۔ میں سید ہوں، آل رسول ہوں۔ جو شخص مجھ پر بہتان باندھے گا زلیل و خوار ہوگا۔  
 مجھے خلافت سے ملی ہمدوی ہے جسے خلافت سے ہمدوی نہیں اس میں ایمان نہیں۔ اللہ کا  
 شکر ہے کہ مجھے خلافت سے ہمدوی ہے میں باایمان ہوں۔ اپنی تعریف خود کرنا جہالت ہے لیکن  
 فقہ کا اصول ہے کہ ضروریات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں اور حکم ربی ہے۔ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ  
 فَحَدِّثْ ترجمہ اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو (خدا کے اس فرمان کے مطابق میرا  
 فرض ہے کہ خدا نے جو نعمتیں عطا کی ہیں انھیں ظاہر کروں۔

میں جو کچھ کرتا ہوں اپنے خدا کی رضا جوئی کے لئے کرتا ہوں۔ مجھے دنیا اور دنیا والوں  
 سے خاص تعلق نہیں۔ مجھے ان کی کوئی خوشامد مقصود نہیں۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں اپنے مولیٰ کی خوشنودی  
 کے لئے کر رہا ہوں۔

جس زمانے میں ہندوستان کے مسلمانوں میں جذبہ اسلامی مفقود نظر آتا تھا، میں  
 تو بفضل خدا اس زمانے میں بھی اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا تھا۔ حجاز ریلوے کے  
 لئے چندہ کی فہرست کھولی گئی۔ ہندوستان میں سب سے پہلے مجھے یہ فخر حاصل ہوا کہ سلطان ابن  
 السلطان عبدالحمید خان غازی مرحوم و مغفور کے دستخط خاص سے پانچ اسناد عطا ہوئی  
 رقوم ارسال کردہ کے لئے مجھے پانچ تمغے بھی ملے۔

علی گڑھ یونیورسٹی کے لئے چندہ جمع ہونا شروع ہوا۔ میرے مکرم نواب وقار الملک مرحوم  
 اور نواب محمد اسماعیل خان صاحب میرے پاس آئے۔ انھوں نے میرے پاؤں پکڑنے میں نے کہا:

گر برس و چشم من نشینی نازت بکشم کہ ناز نیشینی

انھوں نے مجھ سے استدعا کی کہ میں شامل ہو گیا۔ میں نے ایک لاکھ روپیہ  
 سے زیادہ چندہ جمع کیا۔ طرابلس فنڈ، بلقان فنڈ، کان پور کی مسجد، اور دیگر مواقع پر میں  
 نے کافی سے زیادہ چندہ دیا۔ اور اپنے یارانِ طریقت سے دلویا۔

بعض اصحاب کہتے ہیں کہ میں نے خدمتِ خلافت میں حصہ نہیں لیا۔ گویا کہ میں مسلمان

نہیں۔ مجھ میں جذبہ سلامتی نہیں۔ اس سے زیادہ کذب اور رُوعِ بافی کیا ہوگی۔ میں نے آج جھک ساڑھے سترہ سو روپے اپنی جیب سے خدمتِ خلافت کے لئے پیش کئے ہیں۔ اور جو سرمایہ میرے یارانِ طریقت نے جمع کر کے پیش کیا ہے، وہ کئی لاکھ ہے۔ انشاء اللہ میں خود اور میرے یارانِ طریقت اسی طرح خدمتِ خلافت میں حصہ لیتے رہیں گے۔

مجھے سہرنا کے مظلومین سے، اپنے ترک بھائیوں سے ہمدردی ہے۔ بجز اللہ میں مسلمان ہوں۔ باایمان ہوں۔ آلِ رسول ہوں۔ حقیقی سید ہوں۔ مجھے ترکوں سے محبت ہے۔ اپنے خلیفہ المسلمین سے اپنے سلطانِ معظم سے عقیدت ہے۔ میں اپنا آپ اور اپنا سب کچھ حضورِ سلطانِ معظم اور خدمتِ اسلام کے لئے پیش کرنے کو تیار ہوں۔

خداوند تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”گھبراؤ نہیں، ہم تم کو سب پر غالب کریں گے۔ لیکن ایک شرط ہے کہ تم میں ایمان کا ہونا ضروری ہے“ ہم مسلمان کہلا کر مسلمانوں کے بے نام رکھ کر ذلیل ہو گئے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہم میں ”ایمان“ نہیں رہا۔ تم پوچھو گے کہ ”ایمان“ کس چیز کو کہتے ہیں۔ ایمان محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر محبت ہوگی اسی قدر ایمان کامل ہوگا۔ جس قدر محبت کامل ہوگی اسی قدر ایمان سالم و کامل ہوگا۔ جس قدر محبت میں کمی ہوگی اسی قدر ایمان میں نقص ہوگا۔ اس دعوے کا ثبوت قرآن شریف میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

• النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ۔ (ترجمہ) نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”تم میں سے کوئی شخص ایمان دار ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، تا وقتیکہ وہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ کرے، کہ مجھے اپنے ماں باپ سے، اپنے بیٹے سے اور دنیا کی تمام مخلوقات سے زیادہ عزیز نہ سمجھے“ اس سے ظاہر ہے کہ محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ایمان ہے۔ اب تم بتاؤ کہ تم میں سے کون ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت ہے اور کون ہے جو یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں ایمان دار ہوں۔

ایمان تو محبتِ رسول کا نام ہے۔ تم میں اس قدر محبتِ رسول ہی نہیں رہی۔ تم تو دنیا کے ہو گئے۔ دنیا کی عزت، چند روزہ شہرت پر مر مٹے۔ اس عارضی و جاہت و حشمت کے

لئے تم نے اپنے آپ کو کفار کے ہاتھوں میں دے دیا۔ تمہارا ایمان کمزور ہو گیا۔ اور تم ذلیل اور مغلوب ہو گئے۔ تم کب تک اسی طرح ذلیل و مغلوب رہنے کی کوشش کرو گے؟ آنکھیں کھولو۔ اپنے ایمان کی استقامت کی کوشش کرو۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو بڑھاؤ۔ تم کوشش کرو گے تو مومن مسلمان بن جاؤ گے۔ جب تم رسول پاک کی محبت کے طفیل ایماندار بن جاؤ گے، تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ وہ مسلمانوں کو کبھی مغلوب نہیں ہونے دیتا۔ بشرطیکہ ان کا ایمان قوی ہو۔ اَللّٰهُمَّ اَرْزُقْ حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِيْبِكَ (ترجمہ) اے پروردگار! ہمیں اپنی اور اپنے حبیب کی محبت عطا فرما۔!

تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ مسلمان وہ ہے جو خدا کے برتر و دانا کے ماسوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتا ہے کہ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوْنَ اِنِ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (ترجمہ) تم مخلوق سے مت ڈرو۔ اگر تم مومن ہو تو ہم سے ڈرو۔)

میں نے سنا ہے کہ میری نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ میں انگریزوں سے ڈرتا ہوں۔ میں ان کا طرفدار ہوں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ میں نے ان کا کون سا خطاب قبول کیا؟ کوئی جاگیر حکومت سے حاصل کی؟ کون سا تمغہ یا سندلی ہے؟ میں ان دنیا والوں اور ان کی تمام دنیاوی چیزوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ مجھے انگریزوں سے کیسا ڈر! کیسا خطر! اڈرے وہ جسے دنیا اور دنیا کی چیزوں کا خیال ہو۔ عزت و دولت دینے والا میرا خدائے پاک ہے۔ میرا مولا ہے۔ مجھے انگریزوں کی خوشامد سے کیا واسطہ! میرا رازق، میرا مالک خدائے برتر ہے۔ مسلمان کو خوشامد سے کیا نسبت! میں مسلمان ہوں مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہوں۔ اور انشاء اللہ مسلمان ہی مروں گا۔ میرا اٹھنا، میرا بیٹھنا، میرا چلنا، میرا کھانا، میرا پینا، میرا سونا، غرضیکہ میری ہر ایک بات خدا اور محض خدا کے لئے ہے۔ میں دنیا اور دنیاوی باتوں کے لئے ہرگز ہرگز کچھ نہیں کرتا۔

ہاں! ایک بات اور یاد آگئی۔ جب آغا خان مسلم یونیورسٹی کے لئے جلسے کرتے پھرتے تھے، تو انہوں نے امرتسر میں جلسہ منعقد کیا۔ میں اس جلسے کا صدر تھا۔ میاں محمد شفیع صاحب



بیرسٹر، جو آج کل وزیر حکومت ہند بنے ہوئے ہیں، تقریر کر رہے تھے۔ دوران تقریر انہوں نے کہا کہ میں آج بہت خوش ہوں کہ ہمارے دینی بزرگوں میں بھی احساس قومی پیدا ہو گیا۔ میں نے میاں محمد شفیع صاحب سے کہا: ”یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آج کوئی پہلا دن نہیں ہے کہ میں نے کسی تعلیمی کام میں حصہ لیا ہو۔ بلکہ میں تو ہر قومی انجمن کا صدر بنتا رہا ہوں۔ جس دن میں کوئی قومی خدمت انجام نہیں دے لیتا، میں اپنا کھانا حرام سمجھتا ہوں۔“

اس جلسے میں شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر۔ محمد عمر صاحب مرحوم بیرسٹر۔ مولوی ظفر علی خان صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب سب موجود تھے۔ میں نے ان سب اصحاب کو مخاطب کر کے کہا کہ ”تم ہی بتاؤ کہ جتنے قومی کام ہوئے ہیں، ان میں سے کتنے پرانے خیال کے بوڑھوں نے کئے ہیں، اور نئی روشنی کے نوجوانوں نے کتنے کئے ہیں؟“ ان حضرات نے اس موقع پر اس امر کو تسلیم کیا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے پنجاب کی فوج میں ایک متنفس کو بھی بھرتی نہیں کیا۔ ادوایر صاحب لفٹننٹ گورنر کو ایک محضر نامہ پیش کیا گیا۔ اس پر اکثر پیرانہ عظام کے دستخط موجود ہیں۔ لیکن میرے دستخط ہرگز ہرگز موجود نہیں ہیں کبھی لاٹ صاحب سے پاس تک نہیں گیا۔ خدا مجھے محفوظ رکھے! میں انشاء اللہ کبھی کسی افسر کے پاس نہیں جاؤں گا۔ میں سید ہوں آل رسول ہوں۔ باایمان ہوں۔ مجھے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہیں۔ مجھے خدا کی رحمت کا ملہ سے یقین ہے کہ میں اپنے ایمان اور اپنے اعمال کی بنا پر انشاء اللہ سادات بابرکات کی صف میں اٹھایا جاؤں گا۔

میں بیان کر رہا تھا کہ محبت کا نام ایمان ہے۔ اس کے کمال پر کمال ایمان کا انحصار ہے۔ مسلمانو! غور کرو۔ تم مسلمان خاندانوں میں پیدا ہوئے۔ مسلمانوں کے سے نام رکھے گئے۔ مرنے کے بعد مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوتے ہو۔ اور حال یہ ہے کہ مسلمانوں کی قبریں پیدا کرتے ہو۔ اپنے بھائیوں کو، اپنے مسلمان بھائیوں کو، چند پیسوں کے لئے شہید کرتے ہو۔ اپنے بھائیوں پر گولیاں چلاتے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی؟ لعنت ہے اللہ کی اس شخص پر جو غیروں کو غلام بنا دے، چہ جائیکہ اپنے بھائی پر گولی چلا کر اسے شہید کرے۔ اور اس کے ملک اس کے خاندان، اس کے سنگ و ناموس کو اعدائے اسلام کے حوالے کر دے۔

حکام کہتے ہیں کہ مسلمان بد عہدی کرتے ہیں۔ فساد کرتے ہیں۔ لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بات کے لئے کیا دلائل موجود ہیں۔ مجھے تو ایک بھی ایسا واقعہ معلوم نہیں، جس سے ظاہر ہو سکے کہ مسلمانوں نے کسی جگہ بھی فساد مچایا ہو۔ یہ مفت کا بہتان ہے جو مسلمانوں کے سر تھوپا جاتا ہے۔ مسلمان ہیں۔ تمام دنیا کے مسلمان ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارے بھائیوں پر جو شہ دایدروا رکھے جا رہے ہیں، ان پر جو ظلم توڑے گئے، ان کی داستانیں سن سن کر ہمارا دل تڑپتا ہے ہمیں رنج ہوتا ہے۔ حکومت برطانیہ نے عربوں سے کیا سلوک کیا؟ ایک شخص نے جو مکہ معظمہ سے واپس آیا ہے، مجھے بتایا کہ وہاں اجناس خوردنی اور اشیاء ضروری کی اس قدر گراں بازاری ہے کہ ڈیڑھ روپیہ سیر آٹا۔ دس روپیہ سیر گھی۔ اور سات روپیہ سیر گوشت ملتا ہے۔ جینا محال ہو رہا ہے۔ ہمارے بھائیوں کے سینکڑوں کیا ہزاروں خاندان بھوکے مر رہے ہیں۔ تفت ہے ہماری زندگی پر! کہ ہمارے بھائی بھوکے مریں اور ہم مزے کی زندگی بسر کریں، لذیذ اور مرغین غذا ایسے کھائیں!!

سمرنا کا حال آپ سن چکے ہیں۔ اسلام کے نام پر گھر بار، جان و مال، سب کچھ لٹا دینے والوں کا حال سن لیا، وہ بھوکے ہیں، ننگے ہیں، ان کے پاس کھانے کو نہیں، پہننے کو نہیں، ان پر کیا کیا ستم توڑے جا رہے ہیں۔ ہماری بہنوں کو ذلیل کیا جا رہا ہے۔ تم مسلمان ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ اسلام کا کیا حکم ہے؟ تمہیں اسلام نے سکھایا ہے کہ تم آپس میں متحد رہو۔ باہمی اتفاق و اتحاد رکھو۔ اللہ کی رستی کو مضبوط تھام لو۔ آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اسلام کا پہلا اصول ”باہمی محبت و اخوت“ ہے۔ اسلام محبت کا سبق دیتا ہے۔ ہمارے مولیٰ فرماتے ہیں کہ ”تمام مسلمان مادرزاد بھائیوں کے مانند ایک دوسرے کے بھائی ہیں“ شیخ سعدی کہتے ہیں۔

بنی آدم اعضائے یک دیگرند کہ درآفرینش زیک جو ہرند

چو عضوے بدر آورد روزگار وگر عضو ہارا مناند قرار

بنی آدم تو ایک طرف رہے، ہمارے بھائیوں کو، ہمارے ترک اور عرب بھائیوں

کو تکلیف پہنچے، ان کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے، وہ دکھ اٹھائیں، اور ہم بیٹھے دیکھا

کریں۔ ہم کس طرح مسلمان کو ہلاکے جا سکتے ہیں؟ کیا ہندوستان میں شوکت علی اور

محمد علی ای رہ گئے ہیں، جو ہر ایک مسلمان کے لئے تکلیفیں اٹھائیں، جہنجانوں میں جائیں؟ کیا باقی مسلمان مر گئے؟ تم میں غیرت نہیں۔ تم میں حمیت نہیں۔ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس میں غیرت نہیں، اس میں ایمان نہیں، تمہیں معلوم ہے کہ محمد علی نے قید کی تکلیف کیوں برداشت کی؟۔ محض اس لئے کہ انھوں نے انگریزوں کو مخاطب کر کے لکھ دیا تھا کہ ”تم مصر چھوڑ دو“۔ اور یہ کہ ”ترکی شریک جنگ ہونے میں حق بجانب تھا“، تم ہی بتاؤ کہ یہ کون سا جرم ہے؟ ہر ایک مسلمان شہر ٹھیکہ وہ واقعی مسلمان ہو ہی کہے گا کہ یہ کوئی جرم نہیں۔ تو پھر محمد علی کا جرم کیا ہے؟

ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ سلطان المعظم سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ تم ہندوستان میں پیدا ہوئے یہیں پرورش پائی، اسی ملک میں جوان اور بوڑھے ہوئے۔ کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں؟ کیا یہ بات اب تک راز ہے؟ کہ حضرت سلطان المسلمین تمام دنیا کے مسلمانوں کے بادشاہ ہیں۔ ان کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ اور تمام مسلمان ان سے محبت رکھتے ہیں۔

مسلمانو! یاد رکھو۔ ”جس شخص کو سلطان المعظم سے محبت نہیں، اسے اسلام سے تعلق نہیں“ مسلمان وہی ہے جسے حضرت سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین سے دلی عقیدت اور محبت ہو۔ سلطان المعظم ہماری رُوح ہیں، ہم جسم ہیں۔ اگر ہم جسم ہیں تو وہ ہمارا سر ہیں۔ ہم ان کے بل پر نازاں ہیں۔ وہ ہمارے لئے باعثِ افتخار ہیں۔ ہمیں فخر ہے، ہمیں ناز ہے کہ ہمارا بادشاہ موجود ہے۔ اور وہی کسی بادشاہ ہے جس کے سامنے تمام عالم کے مسلمان تسلیم خم کرتے ہیں۔ سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین ہیں۔ ہمارا سلطان المعظم سے اور سلطان المعظم کا ہم سے وہی تعلق ہے، جو انگریزوں کا عیسائی سلطنتوں سے ہے۔ انگریزوں! ذرا غور کرو کہ تم نے عیسائی سلطنتوں کو آزاد کرا دیا۔ تم نے بہت سے ملک ترکوں سے چھین کر اپنے عیسائی بھائیوں کے حوالے کر دیے۔ اب ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں تو یہ تمہاری ہی تقلید ہے۔ یہ سبق تو اس زمانے میں جب ہم اسلام کو بھول چکے ہیں، تم ہی نے یاد کرایا۔ اس میں تم ہی ہمارے استاد ہو۔

دو سال گزرے کہ ایک دفعہ گوجرانوالہ میں نماز جمعہ کے بعد میں وعظ کر رہا تھا کہ ملک لال خان صاحب نے مجھ سے کچھ خلافت کے متعلق کہوں۔ میں نے اس وقت یہ لفظ کہے تھے کہ جس شخص کو خلافت سے تعلق نہیں، اسے اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ سلطان المعظم ہمارے لئے مایہ صد ہزار ناز و افتخار

ہیں۔ ہماری عزت ان کے ہاتھ میں ہے۔ وہ سلام اور مسلمانوں کے پشت پناہ ہیں۔

میں آپ کو ایک پیش گوئی سناتا ہوں، آپ سن کر خوش ہوں گے۔ سلطنت عثمانیہ کا نام روشن کرنے والا ایک غریب شخص تھا۔ جو ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ مفلس تھا، تنگ دست تھا، مگر مسافروں کی خدمت کرنا اس کا شعار تھا۔ مہمان نوازی اس کا کام تھا۔ گھر میں کھانے کو نہ ہوتا تو بھی مہمان کی تواضع کرتا تھا گاؤں والوں نے اسے تنگ کرنا شروع کیا۔ آخر اسے گاؤں سے باہر نکال دیا۔

دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی شخص کو تکلیف پہنچتی ہے تو اسے خدا یاد آتا ہے۔ چنانچہ عثمان بھی اپنے پیر صاحب کی طرف دوڑا۔ اور پیر صاحب کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا یا حضرت! مجھے گاؤں والوں نے گاؤں سے باہر نکال دیا ہے۔ میرے پاس کچھ نہیں، اب میں کہاں جاؤں؟ پیر صاحب نے کمال شفقت سے اسے مکان کے اندر آنے کا حکم دیا۔ اپنا کمرہ اس کے حوالے کر کے آپ اندر تشریف لے گئے۔ عثمان تھکا ماندہ تو تھا ہی، کمرے میں لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہے کہ جس طرف اس کے پاؤں تھے، اسی طرف قرآن مجید رکھا ہوا ہے۔ عثمان تھا تو جاہل، مگر ایمان کا مضبوط تھا۔ سچا مسلمان تھا۔ جب اس نے کلام مجید کو دیکھا تو کانپ گیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ قرآن مجید کے نزدیک جا کر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ درگاہ ایزدی میں گر گڑا تا اور توبہ استغفار کرتا رہا۔ روتا تھا اور عرض کرتا تھا کہ ”میرے مولیٰ! مجھ سے سخت بے ادبی ہوئی۔ اس مکان میں تیرا کلام پاک رکھا تھا۔ اور میں پاؤں سپارے پڑا رہا۔ مجھے معاف فرما۔ میرا گناہ بخش دے!“ رات بھر کھڑا رویا۔ پچھلے پیر حضرت پیر صاحب باہر تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا عثمان! مبارک ہو! کہ آج رات قرآن تشریف نے بارگاہ ایزدی میں تیری سفارش کی ہے۔ یہ سفارش منظور ہو گئی۔ تیرے لئے حکم ہوا ہے کہ ”تو بادشاہ اور تیری اولاد بادشاہ“ عثمان نے رو کر کہا کہ حضرت! گاؤں والوں نے تو مجھے گھر تک سے جواب دیدیا۔ گاؤں سے باہر نکال دیا۔ لیکن پیر صاحب نے فرمایا کہ ”غم مت کر۔ تو بادشاہ اور تیری اولاد بادشاہ“ عثمان حیران تھا۔ بار بار عرض کرتا تھا اور یہی جواب پاتا تھا۔

آخر پیر صاحب کی اجازت پا کر رخصت ہوا۔ باہر نکلا ہی تھا کہ اسے بارہ سوار ملے! انہوں نے اسے ایک گھوڑا دیا۔ اور کہا کہ ہم آپ کے غلام ہیں۔ آپ کا ہر حکم ماننے کو تیار ہیں۔ عثمان ان

سپاہیوں کو لے کر آگے بڑھا۔ راستہ میں ایک گاؤں آیا۔ عثمان نے اس گاؤں کے سردار سے کہا کہ اطاعت قبول کرو یا میدان میں اُترو۔ اس نے کچھ روپیہ پیش کیا اور متابعت قبول کی۔ عثمان کوچ کرنا جاتا تھا۔ اور روپیہ اور فوج جمع کرتا جاتا تھا۔ اس زمانے میں روم کا بادشاہ عیسانی تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ عثمان کے پاس روپیہ بھی ہے اور فوج بھی۔ تو اسے فوج کا افسر بنا دیا۔ آخر عثمان کمانڈر ان چیف بن گیا۔ اس بادشاہ کے اولاد زریزہ نہیں تھی۔ اس کے مرنے کے بعد عثمان بادشاہ ہوا۔ سلطنت عثمانیہ اسی عثمان کی یادگار ہے۔

قرآن کریم کا یہ معجزہ آج تک آل عثمان کو یاد ہے۔ سلطان عبدالحمید خان غازی مرحوم و مغفور نے حکم دیا تھا کہ ”ایام جنگ میں ان کی تمام رعایا قرآن مجید کی تلاوت کیا کرے۔ اسی قرآن مجید کے طفیل ترکوں کو یہ عزت نصیب ہوئی ہے۔“ اسلامی ممالک میں قرآن شریف کا اب تک ادب و احترام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب کمرہ عدالت میں قرآن شریف لاتے ہیں، تو حاکم اور تمام عملہ عدالت ادب و احترام کے لئے ایستادہ ہو جاتے ہیں۔ تمام اسلامی ممالک میں قرآن مجید کا اسی قدر احترام و ادب کیا جاتا ہے۔ البتہ ہندوستان میں یہ صفت محمودہ مفقود ہے۔

ہم گوشہ نشینوں کو، ان لوگوں کو جنہوں نے ماسوا اللہ سے رشتہ منقطع کر لیا ہے، کہا جاتا ہے کہ

رموزِ مملکت خویش خسرواں اند گدائے گوشہ نشینی تو حافظا محروش

ہماری کسی بات کی شنوائی نہیں ہوتی۔ ہمارے اقوال کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ شاید دنیا داری بھول چکے ہیں کہ خدائے برتر اور اس کے بندوں میں کیا کیا طاقت موجود ہے۔ یاد رکھو کہ درویش کی صدا مانی جاتی ہے۔ اگر پہلے نہیں سنی جاتی تو اب سنی جائے گی۔ ہمارے مسلمان بھائی حکومت سے صرف یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے مقامات مقدسہ اور ان سے چھینے ہوئے ممالک واپس دیدیے جائیں۔ ہمیں تو خیال تھا کہ حکومت والے دنیا کے عجب و غرور کو بھلا کر اخلاق سے کام لیں گے۔ لیکن نہیں ایسا نہیں ہوا۔ دنیا کو معلوم ہو گیا کہ حکومت و اسکے سچی بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہمارا حق

ہمیں نہیں دیتے۔ ہماری خوشی کو اپنی آسائش پر قربان کر رہے ہیں۔ میں حکومت سے علی الاعلان کہتا ہوں کہ ”یاد رہے کہ اگر یہی حالت رہی تو معاملہ مگر طے جائے گا۔ ہم مسلمان ہیں۔ نہ چین سے بیٹھیں گے، نہ کسی کو چین سے بیٹھنے دیں گے۔“

امر تیسری کانگریس، مسلم لیگ، خلافت کانفرنس کے اجلاس منعقد ہوئے۔ ان اجلاسوں کے چند روز بعد ایک افسر نے کسی ہندوستانی سے کہا کہ ”یہاں کوٹے جمع ہوئے تھے۔ شور مچا کر چلے گئے۔ ہمارا کیا لے گئے۔ گلے پھاڑ پھاڑ کر کاتیں کاتیں شور مچا کر چلتے بنے۔“ لیکن اس افسر کو اور اس افسر کی حکومت کو معلوم نہیں کہ ہم کون ہیں۔ ابھی ہم نام کے مسلمان ہیں۔ ہم بہت جلد کام کے مسلمان بن جائیں گے۔ جب ہم کام کے مسلمان ہو جائیں گے تو ہم نہ خود سوئیں گے، نہ کسی کو سونے دیں گے۔ نہ خود آرام لیں گے، نہ کسی کو چین کے دن گزارنے دیں گے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے شہد کی مکھیوں کے چھتے کو چھیر ڈیا۔ مکھیوں کے چھتے سے نکل کر سینکڑوں کو لپٹ گئیں۔ اور سب کے منہ، سر اور اعضا کو کاٹ کاٹ کر تمام بسم کو خراب و خستہ کر دیا۔ کیا ہم مکھیوں سے بھی گئے گزرے ہیں؟ میں صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہم انسان ہیں مسلمان ہیں۔ ہماری آوازیں کسی کام کی ہیں۔ یہ کائیں کائیں نہیں ہے ہماری یہ کائیں کائیں بہت جلد رنگ لائے گی۔ انشاء اللہ عنقریب رنگ لائے گی۔!!

اگر ہم سے کچھ نہ ہو سکے گا تو ہم خود مر جائیں گے۔ اپنی جان دیدیں گے۔ میں کلمہ توحید پڑھ کر اعلان کرتا ہوں کہ خدمت اسلام، خدمت خلافت کے لئے میری جان تک حاضر ہے مجھے جان تک پیش کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ انشاء اللہ میں سب سے پہلے اپنی جان دینے کو تیار ہوں۔ جس کا دل چاہے میدان عمل میں تجربہ کرے۔

لوگوں کی زبان بندی کر دی جاتی ہے لیکن خدا کے سوا کون ہے جو میری زبان بند کر سکتا ہے؟ اگر مجھے باہر و غلط سنانے سے روکا گیا، تو میں مسجد کے منبر پر، مسجد کے اندر، مسجد کے مینار پر چڑھ کر کلمہ الحق سناؤں گا۔ کیا کوئی مجھ سے میری مسجد بھی چھین لے گا؟ آپ کو یاد ہے کہ جب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قطب الدین اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو ملک بدر کر دینے کا حکم دیا تھا، تو آپ نے اپنا سامان اٹھا کر مسجد میں رکھ لیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ ”جاؤ اب عالمگیر

سے کہہ دو کہ ہم تیری دنیاوی سلطنت سے نکل کر اپنے خدا کے گھر میں آگئے۔ یہاں تیرا حکم نہیں چل سکتا۔ اب ہمیں اس گھر سے کوئی نہیں نکال سکتا۔“

میں بھی مسجد میں جا بیٹھوں گا۔ اور اعلیٰ کلمۃ الحق کے فریض بجالاؤں گا۔ کون ہے جو مجھے اپنے خدا کے فرمان سننے سے روک سکیگا؟ کون ہے جو نامِ حق بلند کرنے میں مانع ہوگا؟ میں اکیلا نہیں ہوں۔ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان اور تیس کروڑ ہندو میرے ساتھ ہیں۔ مجھے کیا خطرہ ہے! میرا مولیٰ، میرا خالق، میرا رازق، میرا حافظ و ناصر ہے۔

مسلمانو! حالی مرحوم فرماتے ہیں:

کوہ و دریا جن کے پھوٹے تھے نہ ہرگز سدراہ وہ ارادے کیا ہوئے؟ اور وہ عزیمت کیا ہوئی

نیز فرماتے ہیں:

ہم ہی ہیں اے آریہ رت! ان سواروں کے سپوت جن کی جولان گاہ تھی تاتار سے تازنجبار  
میسور و نیل گری سے لیکر تمام ملکِ دکن، کشمیر اور تبت تک۔ کلکتہ سے افغانستان بلوچستان  
تک۔ ملکِ سندھ سے چین تک ہندوستان کے شمال سے جنوب تک۔ مشرق سے مغرب  
تک۔ تمام ملک میں میرے یارانِ طرقت موجود ہیں۔ میری آواز کو ایک آواز نہ سمجھا جائے۔ یہ ایک  
قوم کی، ایک جمعیت کی آواز ہے۔ میں ان تمام علاقوں میں تبلیغِ اسلام کی خدمت ادا کرتا رہا ہوں  
اور انشاء اللہ اس فرض کو پورا کرتا رہوں گا۔

حضرات! مانگنا کسی مذہب میں مجرم نہیں ہے۔ لیکن ہم مانگتے ہیں تو مجرم بنائے جاتے

ہیں۔

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے گھٹ کے مچاؤں یہ مرضی سے صیاد کی ہے

مذہبوں ہم نے وعدوں پر اعتبار کیا

ستم کو ہم کرم سمجھے۔ جفا کو ہم وفا سمجھے۔ گراس پر بھی نہ سمجھے تو پھر اس بُت سے خدا سمجھے

ہم نے لایڈ جارج سے نہیں کہا تھا کہ کوئی وعدہ کرے۔ ہم نے حکومتِ برطانیہ کو مجبور نہیں

کیا تھا۔ اس وقت تو برضا و رغبت تمام قوم کی طرف سے وعدے کئے جاتے تھے۔ اب

اپنے موعید کا یہ حشر کیا جاتا ہے۔ اس وعدہ خلافی نے ہمیں بد دل کر دیا ہے۔

حکومت والو! تم ہم سے سب کچھ چھین لو۔ ملک چھین لو۔ جان چھین لو۔ لیکن دل کو کون چھین سکتا ہے ہم دل سے مخالفت کریں گے۔ ہم دل سے دعائیں مانگیں گے۔ تم کو دوسرے کی آنکھ کا تینکا شہتیر نظر آتا ہے، لیکن اپنے گریبان میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتے۔ ہم کہے دیتے ہیں کہ ہماری دعائیں رایگاں نہیں جائیں گی۔ ہم انشاء اللہ ضرور کامیاب ہوں گے۔

حضرات! میں چاہتا تھا کہ اپنا اعمال نامہ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے پیش نہ کروں۔ لیکن آج بامر مجبوری اپنے متعلق چند الفاظ کہنے پڑ گئے۔ اب چونکہ نماز جمعہ کا وقت قریب ہے۔ اور ہمارے عزیز ہمان شوکت علی صاحب نے اس گاڑی سے لاہور واپس جانا ہے، اس لئے میں اپنی تقریر کو سلطنت عثمانیہ کے لئے دعا پر ختم کرتا ہوں۔

رَبَّنَا اقْبَلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ط (ترجمہ) اے ہمارے رب ہم سے قبول فرما بے شک تو ہی سُننے جانے والا ہے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمیں باد!!



# خطبہ ارتسبی کا نفرس مراد آباد

کل ہندسٹی کانفرنس (جمعیتہ العلماء ہند) کا اجلاس حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی صدارت میں ۱۷، ۱۸، ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو مراد آباد (یوپی) میں منعقد ہوا تھا۔ حضور نے فی البدیہہ خطبہ ارتشاد فرمایا تھا۔ جسے بعد میں طبع کیا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ • الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِیْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْهِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهِمْ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ فَمَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلِّهِ فَلَا هَادِيَ لَهُ۔ وَنَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَوَلَدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُوْلَهُ •

(ترجمہ) اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا • سب تعریفیں اللہ کے لئے ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور معافی کے خواستگار ہیں اور ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر توکل کرتے ہیں۔ اور ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کے ساتھ اپنے نفسوں کی برائیوں سے اور برے اعمال سے پس جس شخص کو اللہ ہدایت فرمائے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کے لئے وہ گمراہی پیدا کرے اس کے لئے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سردار اور ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں •

اما بعد خالق ارض و سما مالک ہر دو سرا بے شمار حمد و ثنا کے لائق ہے کہ جس نے اپنی عنایت بے غایت سے انسان کو حکم آیت شریفہ و لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ خَلَعْنَا عَلَيْهِمُ اسْرَفَ الْمَخْلُوْقَاتِ سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے عشق و محبت کی آتش اور معرفت اسرار و حقائق کی مقدس امامت اس کے سینے میں ودیعت کر کے اس کو اپنا حلیفہ زمین میں مقرر فرما کر تمام مخلوق کو اس کا تابع فرمان بنایا۔

اور لاتعداد درود و سلام بروح پرستوح طاہر مطہر منور مقدس سرور کائنات مفرح موجودات  
شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد محبتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم دائماً ابداً  
کثیراً کثیراً جس آفتاب ہدایت کے صدقے تمام اہل ایمان کو نور ایمان نصیب ہوا۔

انسان پر خداوند عظیم الاحسان کے اس قدر انعام و احسان ہیں کہ ان کا شکر بجا لانا  
تو دشوار، اگر انسان تمام عمر ان کے شمار کرنے میں صرف کرے، تو بھی ان کو شمار نہیں کر سکتا۔  
وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا (ترجمہ) اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہیں کر سکتے  
نص صریح اس پر شاہد ہے۔ انسان محدود علم و عقل و عمر سے اس بات کے بالکل ناقابل ہے۔ ۵

فضلِ خداے کہ تو انڈ شمار کرو یا کیفیت آنکے شکر کیے از ہزار کرو  
یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام، الطاف و نوازش اپنے بندوں پر بے مثال بے نظیر  
ہیں۔ مگر سب سے اعلیٰ درجے کی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عنایت کی وہ یہ ہے کہ  
اپنے محبوب رحمۃ العالمین افضل الانبیاء و المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے متمیز  
طوق سے ہمیں مزین و ممیز فرما کر یُحِبُّبْكُمْ اللهُ اپنا محبوب ہونے کا رتبہ ہم کو عطا کیا۔ اور نور  
ایمان و ایقان سے ہمارے دل و دیدہ کو منور فرمایا۔ انسان عاجز انسان مولیٰ کریم کی کسی ایک  
نعمت کا شکر ادا کرنے کے قابل نہیں ہے، مگر غلامی محبوب رب العالمین ایسی نعمت ہے  
کہ اگر بندہ تمام عمر ہر موزبان بن کر اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہے، تو بھی ادا نہیں ہو سکتا۔  
اس نعمت کے مقابلے میں باقی تمام انعام، پیچ اور بے حقیقت ہیں۔

حضرات علمائے کرام و صوفیائے عظام! فقیر ایک ادنیٰ خادم صوفیائے کرام ہے۔  
اپنی تمام عمر صوفیائے کرام اور درویشانِ عظام کی خدمت کرنے میں فقیر نے صرف کر دی  
اور اس خدمت کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھا۔ اور جو کام کیا خالصاً لوجہ اللہ کرتا رہا مخلوق  
خدا کی خدمت ان کو خدا کی محبوب مخلوق سمجھ کر محض خداوند عالم کی خوشنودی کے لئے کی کیونکہ  
طریقت بجز خدمتِ خلق نیست تسبیح و سجادہ و دلق نیست

اس مالک خالق ہر دوسرا کا بے حد شکر ہے کہ اس نے فقیر کو اپنے کمال لطف و عنایت  
سے علمائے کرام، و ارشاد حضرت سرکار کائنات کی مقدس مجلس میں اس خدمتِ جلیلہ کے لئے

سرفراز فرمایا۔ یہ عزت جو خداوند کریم نے اس فقیر کو عطا کی، اور یہ احسان جو فقیر کے حال پر کیا؛ اس کا شکر ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہے۔

ع شکر نعمت ہائے تو چند انکہ نعمت ہائے تو

اراکین آل انڈیا سنی کانفرنس کا بھی فقیر تہ دل سے شکر یہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے اس فقیر کو اس منصبِ جلیبہ کے لئے منتخب فرمایا۔ کیونکہ بحکم مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهُ آپ صاحبان نے جو اس فقیر کی عزت افزائی کی اور جو اہم خدمت اس فقیر کے سپرد کی، اس عزت افزائی کے لئے فقیر آپ سب صاحبان کا تہ دل سے مشکور اور مرہونِ منت ہے۔

## مذہبِ اسلام

حضرات! صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو خداوندِ دو عالم کا پسندیدہ

اور مقبول ہے جس پر إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ہے

دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے) کی آیت پاک شاہد ہے۔ یہ وہ مقبول اور برگزیدہ مذہب ہے جو خداوند کریم کے فرمانِ عالی شان وَرَضِينَا لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا تَرْتَمِبُ۔ اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا ہے۔) سے ظاہر ہے۔ یہ وہ پاک اور مقدس مذہب ہے جس کی پیروی کے بغیر کوئی عبادت کوئی دعوت قبول نہیں ہوتی۔ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ (ترجمہ۔ اور جو اسلام کے علاوہ کسی دین کا متلاشی ہے اس سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔) آیت پاک شاہد ہے۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

خلافِ پیغمبر کے رہ گزید کہ ہرگز بہ منزلِ نخواہد رسید

یہ وہ طیب مذہب ہے جس کی حفاظت کا خداوند عالم خود ذمہ دار ہے۔ آیہ شریفہ

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (ترجمہ۔ بے شک ہم نے اتارا ہے

یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔) اس پر شاہد ہے۔ یہ وہ پاک مذہب ہے جس

کے غلاموں کو پروردگار نے اپنا محبوب بننے کی اور تمام گناہوں سے مغفرت کی بشارت دی

ہے۔ آیت مبارکہ ہے، اَقْلُ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحِبُّكُمْ اللّٰهُ

وَ يُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ترجمہ۔ اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو! اگر

تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھیگا اور تمہارے گناہ

بخش دیگا۔ اور اللہ بخشے والا ہمہ زبان ہے) سبحان اللہ! کیا کیا برکتیں صاحبِ دل اہل بصیرتِ احسن کو اس مقدس مذہب میں نظر آتی ہیں۔

اربابِ علم پر یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے اسلام کا مقابلہ کیا اور اس کی اشاعت میں مخالفت کی، یا اس کو مٹانے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے انھی لوگوں کو اسلام کا حلقہٴ گوبوش بنا کر انھی سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا کام لیا۔ یہی وہ الہی مذہب ہے جس کے لئے قرآنِ پاک میں حکم ہے۔ **يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ** **وَاللَّهُ مُتِمِّمٌ نُورِهِ وَلِئَلَّكَ الْكَافِرُونَ**۔ (ترجمہ۔ ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل فرمانے والا ہے۔ اگرچہ کافر برامین۔) ۵

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پر خندِ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

حضرات! آج سے پیشتر کئی دفعہ مخالفین و معاندین اسلام نے اسلام کو مٹانے کی کوششیں کیں۔ بادشاہیوں کو مٹایا، سلطنتوں کو برباد کیا، کتب خانوں کو جلایا۔ مگر خداوندِ عالم کے محبوب کا مقبول و برگزیدہ مذہب ویسے کا ویسا قائم رہا۔ اور تاقیامت قائم رہے گا۔ زمانہ گزشتہ میں بے شمار مصائب اہل اسلام پر آئے، مگر جو خطرات موجودہ زمانے میں اسلام اور اہل اسلام پر ٹوٹ رہے ہیں وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ یہ ایک ایسی لمبی داستان ہے جس کے بیان کرنے کو بہت سا وقت چاہیے۔ ایک مصیبت ختم نہیں ہوتی کہ دوسری آ موجود ہوتی ہے۔ ایک بلا ابھی سر سے ٹلی نہیں ہوتی کہ دوسری آدبانی ہے۔ الغرض مسلمان **فِي زَمَانِنَا** ہر طرح سے ہدفِ ناوکِ مصائبِ آلام اور نشانہٴ تیرِ رنج و بلا بنے ہوئے ہیں۔

حضرات! حالاتِ زمانہٴ حاضرہ کو آپ بالتفصیل جانتے ہیں۔ ان تمام واقعات کو آپ کے روبرو مفصل بیان کرنا سوائے توضیحِ اوقات کے اور کچھ نہ ہوگا۔ مگر فقیر مجھلا چند ایک واقعات بیان کرے گا۔ اور نیز وہ تجاویز بیان کرے گا، جن سے ہماری عمت کی بہتری اور تنظیم ہو سکتی ہے۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہ واقعات آپ کی خدمت میں پیش کئے جائیں، فقیر مناسب سمجھتا ہے کہ اسلام کی حقانیت کے چند دلائل آپ حضرات کے سامنے پیش کرے۔

## حقانیتِ اسلام

حضرات! دنیا میں جو سب سے سچا مذہب ہے وہ اسلام ہے۔

فقیر اس لئے یہ بات نہیں کہتا کہ فقیر ایک مسلمان ہے یا مسلمان کے

گھر پیدا ہوا ہے۔ بلکہ حقیقت الامر بات یہی ہے۔ اگر لخبور دیکھا جائے تو تمام دنیا میں اگر کوئی

مذہب سچا ہو۔ نے کا دعویٰ کر سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اگرچہ ہر مذہب والا اپنے

مذہب کو سچا تصور کرتا ہے، اور اسی واسطے اس کا پیرو ہوتا ہے۔ مگر اس کی مثال

یوں سمجھئے کہ

ہزار آدمی کھڑے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں کانچ کا ایک ٹکڑا ہے۔ سوائے

ایک آدمی کے جس کے ہاتھ میں الماس کا ٹکڑا ہے۔ الماس صرف ایک آدمی کے ہاتھ

میں ہے، باقی سب نے کانچ کے ٹکڑے کو الماس سمجھ کر پکڑ رکھا ہے۔ ہر ایک خیال خود

یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں الماس ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اسی

طرح الماس یعنی سچا مذہب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور کانچ کے ٹکڑے یعنی مذاہب

باطلہ باقی سب لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔ ان سب اہل مذاہب سے اگر درپردہ دریافت کیا

جائے تو سب یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ اگر دنیا میں کوئی سچا مذہب ہے تو اہل اسلام کا ہے۔

کیونکہ جو جو خوبیاں اور جو برکتیں مذہبِ اسلام میں ہیں وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی

جائیں۔

(۱) فقیر کو اس پر ایک پُرانا واقعہ یاد آیا۔ کرنل ہالرائڈ صاحب لاہور میں ڈائرکٹر محکمہ

تعلیمات پنجاب تھے۔ انہوں نے اپنے ایک سرشتہ دار شیخ عزیز الدین سے دریافت کیا کہ

تمہارے پاس اسلام کے سچا مذہب ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ وہ کوئی عالم یا مولوی نہ تھا

پھر بھی جو دلائل وہ پیش کر سکتا تھا اس نے پیش کئے۔ مگر ہالرائڈ صاحب نے کہا "اؤ

میں تم کو بتاتا ہوں۔ ہمارے ملک انگلستان میں پارلیمنٹ کے کسی سوسممبران ہیں۔ جو

سب کے سب بڑے لائق و فائق، مدبر، عاقل، تجربہ کار اور عالم ہوتے ہیں۔ یہ صد ہا

ممبران پارلیمنٹ کامل غور و خوض اور بڑے نفع و تدبیر کے بعد مدتوں میں اپنے ملک

کے لئے ایک قانون بناتے ہیں۔ مگر اس قانون کو جاری ہونے سے ابھی پورا سال بھی نہیں گزرتا

کہ اس میں غلطیاں نظر آنے لگتی ہیں جس کے باعث پارلیمنٹ کو لاجپار یا تو اس قانون میں ترمیم کرنی پڑتی ہے یا اس کو منسوخ کرنا پڑتا ہے۔ اتنے بہت سے اشنمند آدمیوں کا بنایا ہوا قانون ایک سال نہیں چل سکتا۔ مگر تمہارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو امتی محض تھے، عرب کے ریگستان میں بیٹھ کر ایک قانون بنایا۔ جس کو تیرہ سو برس کا عرصہ گزر گیا اور اس میں آج تک ایک حرف کی غلطی نہیں نکلی۔ بلکہ وہ ہر زمانے کے لئے بالکل موافق و مطابق ہے اس سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ قانون خدائی قانون ہے اور وہ مذہب اسلام ہے جو خدا کا مقبول اور پسندیدہ ہے۔

(۲) بنگلور میں ایک دن کاؤنٹیس لیڈی ایک پفقیر کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ”میں نے دنیا کے تمام مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اور میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ اگر کوئی مذہب سچا ہے تو مسلمانوں کا ہے۔“ فقیر نے کہا کہ ”تم اتنا اقبال کر لینے سے نصف مسلمان تو ہو گئیں۔“ اس نے دریافت کیا کہ ”شاہ صاحب وہ کس طرح؟“ فقیر نے جواب دیا ”اسلام کے دو بڑے اصول ہیں۔ اول دل سے یقین۔ دوسرے زبان سے اقرار کرنا۔ آپ نے دل سے تو یقین کر لیا کہ سلام سچا مذہب ہے تو دل سے نصف مسلمان ہو گئیں۔ اب اگر زبان سے بھی اقرار کر لو تو پوری مسلمان ہو جاؤ گی۔“ میم صاحبہ نے کہا کہ ”اگر میں مسلمان ہو تو میرا صاحب کیا کرے گا؟“ فقیر نے کہا کہ ”صاحب مرے گا تو اپنی قبر میں جائے گا۔ تم مرو گی تو اپنی قبر میں جاؤ گی۔“ نیز فقیر نے کہا کہ ”تم پھر کسی وقت غسل کر کے اور پاک کپڑے پہن کر آنا تو فقیر تمہیں کچھ بتاے گا۔“ اس نے کہا ”میں اب بھی غسل کر کے اور پاک کپڑے پہن کر آئی ہوں۔“ فقیر نے اسی وقت اس کو کلمہ شریف کی تلقین کر کے داخل سلسلہ عالمیہ نقشبندیہ کر لیا۔ وہ اسی وقت سے ایسی ہی مسلمان بنی کہ اسی دن سے اس نے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اور تمام ارکان اسلام کی پابند اور تہجد گزار ہو کر قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔

پھر اس کی برکت سے اس کے شوہر نے بھی مذہب اسلام قبول کر لیا۔ حالانکہ اس کو دو سال تک آریہ لوگ وزغلاتے رہے تھے۔ اس کے بعد وہ صاحب بھی ایسا پکا مسلمان بن گیا کہ مبلغ کا کام کرنے لگا۔ چنانچہ ایک روز ایک اور انگریز ڈاکٹر کو جو لکھو کھا روپے کا مالک تھا فقیر کے پاس بنگلور ہی لے کر آیا۔ اس ڈاکٹر نے بھی اسلام کی تعریف کی، اور وہی الفاظ مرے جو میم صاحبہ نے کہے تھے۔ کچھ دیر گفتگو کے بعد فقیر نے اس کو بھی کلمہ شریف پڑھا کر حلقہ ذکر میں

بٹھایا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل کر لیا۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ ایسا بیخود ہوا کہ تین گھنٹے تک بیہوش پڑا رہا۔ اتنے میں خان بہادر سلیمہ حاجی محمد اسماعیل صاحب ایک دہائی ہمراہ لے کر آئے۔ اور اس کو ڈاکٹر صاحب کی حالت دکھا کر کہنے لگے ”اگر تم اس کو اس وقت ہوش میں لے آؤ تو میں تمہیں ایک سو روپیہ انعام دیتا ہوں۔“ بھلا وہ کیسے اس وقت اس کو ہوش میں لاسکتا تھا۔ غ :  
 یہ وہ نشہ نہیں جسے تشریحی آثار و تفسیر صاحب موصوف نے اپنے ہمراہی سے کہا کہ ”نہایت افسوس کی بات ہے کہ تم بھنگ، دھتورہ جیسی چیزوں کی تاثیر تو مانتے ہو۔ مگر خدا کے نام میں تاثیر کو نہیں مانتے“ وہ سخت شرمندہ ہوا۔

(۳) شام کے وقت اور بالعموم نماز مغرب کے بعد لاہور اور دوسرے شہروں کی مسجدوں کے دروازے پر جا کر دیکھو۔ جب مسلمان نماز پڑھ کر باہر آتے ہیں تو اہل ہنود کی بیسیوں عمرتیں اپنے بیمار بچوں کو گود میں لئے دم کرانے کے واسطے دروازوں کے باہر کھڑی نظر آئیں گی۔ یہ عورتیں جاتے وقت مسلمانوں کے جوتے اتارنے کی جگہ کی خاک لیکر اپنے خوبصورت ننھے بچوں کے منہ پر ملتی ہیں۔ اور یہ یقین رکھتی ہیں کہ مسلمانوں کے جوتوں کی خاک میں بھی شفا ہے۔ اگر وہ اسلام کو سچا نہ سمجھتیں تو ایسا کیوں کرتیں۔

(۴) اور سنیئے۔ انگریزوں کی آمد کے ابتدائی زمانے میں ولایت سے ایک پادری آیا۔ اور بمبئی میں ہزاروں قرآن مجید خریدنے شروع کر دیے۔ ایک مولوی صاحب نے اس سے دریافت کیا کہ تو کیوں قرآن شریف خرید رہا ہے۔ اس نے کہا ولایت سے حکم آیا ہے کہ جتنے قرآن شریف ہندوستان میں ہوں سب حاصل کر کے انہیں نیست و نابود کر دو۔ مولوی صاحب نے فرمایا ”تو دیوا ہے۔ ہمارا قرآن شریف ان کاغذوں پر نہیں ہے۔ ہمارے دلوں پر لکھا ہوا ہے۔ ہمارے دس دس سال کے بچوں کے سینوں میں لکھا ہوا ہے۔ تم اگر لکھو کھا قرآن شریف سمندر میں غرق کر دو، تو بھی ہمارے قرآن شریف کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہو۔ ہم ایک دن میں لکھو کھا قرآن شریف پھر لکھ سکتے ہیں“

کیا دنیا میں کوئی اور مذہب ہے، جو یہ دعویٰ کر سکے کہ ان کی کتاب اول سے آخر تک کسی کو یاد ہو؟ فقط کلام پاک کا ایک نمونہ تو یہ فقیر ہی آپ کے سامنے ہے۔ جو بار بار اس کی صداقت

کا تجربہ کر چکا ہے۔ نماز تراویح میں کئی دفعہ یہ واقعہ گزرا کہ فقیر کو نیند سے بچو دی آگئی۔ اس غنودگی کی حالت میں بھی قرآن شریف کے الفاظ صحت کے ساتھ ادا ہوتے رہے۔ اگر سینے میں لکھا نہ ہوتا تو نیم ہوش کے عالم میں وہ الفاظ کیسے زبان سے نکل سکتے تھے۔!

قرآن شریف کے حروف پانچ لاکھ چالیس ہزار چھ سو۔ رکوع پانچ سو چالیس سو تریس ایک سو چودہ۔ آیات چھ ہزار چھ سو چھ ہیں۔ کیا کوئی اور مذہب الایہ بات بتا سکتا ہے کہ ان کی مذہبی کتاب کے اتنے حروف ہیں؟ کیا کوئی مذہب والا اپنی کتاب اول سے آخر تک حرف بحرف زبانی پڑھ کر سنا سکتا ہے؟ ہمارے ملکوں میں تو دس دس سال کے بچے ہر شہر ہر قصبے میں موجود ہیں، جو کلام اللہ کے حافظ ہیں۔

(۱۵) جب قرآن شریف نازل ہوا تو مغربی ایشیا میں دو زبانیں مروج تھیں۔ ایک عبرانی جو نخبیل کی زبان تھی۔ دوسری سریانی جو تورات شریف کی زبان تھی۔ اس سے بڑھ کر سلام کے سچا ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خداوند کریم نے نہ صرف یہ کہ ان کتابوں ہی کو اٹھالیا، بلکہ ان کی زبانوں کو بھی اٹھالیا۔ آج ان تمام ملکوں میں سے کوئی ملک یا شہر یا قصبہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں عبرانی یا سریانی زبان بولی جاتی ہو۔ اب ان تمام ممالک میں عربی زبان بولی جاتی ہے اور عربی زبان ہی کا دور دورہ ہے۔ جو قرآن مجید کی زبان ہے۔

(۱۶) جب دنیا میں قرآن شریف نازل ہوا تو تمام ہندوستان، سووا، بھارت و ریش میں ہنسکرت بولی جاتی تھی۔ اب اس تمام علاقے میں واحد گھڑی نہیں ہے، جہاں سانسری زبان بولی جاتی ہو۔ بلکہ اس زبان کو سمجھنے والے آدمی بھی خال خال ہی اندر آئیں گے اگر کوئی کتاب تمام دنیا کی اصلاح کا دعویٰ کرتی ہے تو وہ صرف قرآن پاک ہے۔ کوئی اور کتاب تمام عالم کی اصلاح کا دعویٰ ہی نہیں کرتی۔

(۷) کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اہل ہنود کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے۔ نہ وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کتابیں جن کا وہ آسمانی ہونا بیان کرتے ہیں، کب کس جگہ اور کس پر نازل ہوئیں۔ اس وقت کون تو میں آباد تھیں۔ اور کون سی مخلوق دنیا میں موجود تھی۔

(۸) قرآن شریف کی برکتیں اور رحمتیں اتنی ہیں کہ انسان کے احاطہ شمار سے باہر ہیں۔



مگر مشقے نمونہ از خوارے، فقیر و تین آپ کے نوبر و بیان کرتا ہے:-

(الف) تیز سے تیز تلوار فقیر کے پاس لائیں۔ فقیر قرآن پاک کی آیت شریف پڑھ کر اس پر دم کر دے گا، اور وہ اسی گند ہو جائے گی کہ انسان کا بال تک بھی نہ کاٹ سکے گی۔

(ب) کسی شخص کو اگر باؤ لے کتے نے کاٹا ہو تو اس کو فقیر کے پاس لاؤ۔ فقیر قرآن مجید کی آیت پڑھ کر گسیلی مٹی پر دم کر کے اس شخص کے بدن پر ملے گا، تو اس مٹی میں سے جس رنگ کا کتا تھا، اسی رنگ کے بالوں کی صورت میں باؤ لے کتے کا زہر باہر نکلے گا۔ اور گ گزیدہ فضل الہی سے بالکل تندرست ہو جائے گا

(ج) تین ماہ کا عرصہ ہو فقیر ریاست رام پور گیا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ میری عورت کو سات دن سے دروزہ ہو رہا ہے۔ تمام ڈاکٹر اور دایاں عاجز آگئے ہیں۔ نہ وہ مرتی ہے نہ اس کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ سب نے مایوس ہو کر اسے لا علاج بتا دیا ہے۔“ فقیر نے اپنے پاس سے تین کھجوریں لے کر، ان پر قرآن شریف کی ایک آیت پڑھ کر، دم کر کے اس کو دیں۔ اس کی فقیر کو اپنے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اجازت تھی۔ پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ شخص دوڑتا ہوا آیا اور مبارکباد دی کہ خدا کے فضل سے بچہ ہو گیا۔ محض کلام الہی کی برکت سے ایسا ہوا۔

(د) کسی شخص کا لہ کا گم ہو جائے، تو فقیر مٹی کے تین ڈھیلوں پر قرآن شریف کی ایک سورۃ پڑھ کر دم کر دے گا۔ وہ مفقود الخیر بچہ اگر خداے تعالیٰ کو منظور ہوا تو آٹھ دن کے اندر ہی گھر واپس آجائے گا۔ صدی مرتبہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

ابھی کل کی بات ہے کہ جب یورپ کی آتش نے سلطنت عثمانیہ کو جو اس وقت حرمین الشریفین کے خادم اور خلافت کے متحمل تھے

## حالاتِ حاضرہ

آگھیرا۔ کئی سال کی جنگ کے بعد آخر ترکوں کو شکست ہوئی اور سلطان المعظم خلیفہ اسلام یورپی دُول کے ماتحت ایک کٹھ پتلی سا ہو گیا۔ تمام ممالک اسلامیہ میں عموماً اور سندھوستان میں خصوصاً کشمیر سے راس کماری تک، اور پشاور سے کلکتہ تک، ایک شوہر برپا ہو گیا کہ دُول یورپ نے اسلام اور خلافتِ اسلام کے مٹانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ چونکہ خلافتِ اہل اسلام

جوں تک مارنا منع ہو، وہاں جو لوگ بے گناہ غلامان سرکارِ دو عالم کو ذبح کریں، ان کے اس فعلِ شنیع و نامشروع کو کچھ لوگ استحسان کی نظر سے دیکھیں۔ اور مبارکباد کے تار دیویں۔ گویا حرمِ شریف کی بے حرمتی اور شعائرِ اسلام کی مخالفت کرنے کو جائز قرار دیا جائے۔ افسوس صد افسوس! مگر خداوند عالم پر پورا بھروسہ رکھنا چاہیے کہ یہ پاک اور مقدس گھر اس کا اپنا گھر ہے۔ اس کے فضل و کرم سے یقین رکھنا چاہیے کہ خدائے قدوس جلد اس صورت کو تبدیل کرے گا!!

رسیدِ مشردہ کہ ایامِ غم نخواہد ماند چنان نماز و جنس نیز ہم نخواہد ماند

تمام اسلامی فرقوں کا اتفاق چاہنے والو!

## اتفاق و اتحاد

سرگرم نالہ اگر تاب شنیدن داری سینہ بشکافم اگر طاقت دیدن داری

بہادرانِ صلّت! آج کل ممالک ہندوستان میں ہر طرف، ہر سمت، ہر گوشے سے اتفاق

باہمی اتحاد کی آواز آتی ہے ہمیں سے کوئی بھی اتفاق اور اتحاد کے خلاف نہیں ہے۔ اسلام تو تمام انسانوں کو اتفاق و اتحاد کی دعوت دیتا ہے کسی کی دل آزاری روا نہیں رکھتا۔ تواریخِ عالم شاہد ہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے کس دریا دلی اور عالی حوصلگی سے مخالفین و معاندینِ اسلام کے ساتھ سلوک کیا۔ کس عالی مہمتی سے ان کو مراعات دیں۔ کیوں نہ کرتے؟ غیر مذہب والوں کو محبوب کر کے ان کو اسلام میں لانے کا حکم نہ تھا۔ (لَا اِکْرَاهَ فِي الدِّينِ - ترجمہ۔ کوئی زبردستی نہیں دین میں) اور لَكُمْ دِينُكُمْ وَ لِي دِينِي (ترجمہ۔ تمہیں تمہارا دین، مجھے میرا دین) آیاتِ پاک اس پر شاہد ہیں۔ مگر اس پر بھی یہ الزام کہ اسلام تلوار کی دھار سے پھیلا یا گیا۔ یہ بالکل غلط، بہتان اور افتراء ہے۔

حضرات! غیر قوم کے ساتھ جو ہندوستان کے طول و عرض میں آباد ہے، اس

کے ساتھ اتفاق و اتحاد کا جو تلخ تجربہ مسلمانانِ ہند کو ہوا وہ اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ ان سے بہتری کی

امید رکھنی یا دوستی و اتفاق کی امید رکھنی صریحاً ارشادِ باری کے خلاف ہے۔ اب ان مدعیان و

حامیانِ اسلام کا حال سنئے۔ جو دراصل خود تو ارکانِ اسلام اور سنتِ رسولِ علیہ الصلوٰۃ و التسلیم

کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ اور راہِ راست سے منحرف ہو گئے ہیں اور ان کو جو جاوہِ مستقیم اور

دینِ قیم اور سنتِ مصطفویٰ پر قائم ہیں، ان کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں۔ افسوس! ایسا شور

برپا کرنے والوں کو علم ہونا چاہیے کہ وہ یقیناً خود ہی ارکانِ اسلام سے ناواقف اور نا آشنا

ہیں۔ نہ تو وہ خود صحیح معنوں میں غلام سرکارِ مدینہ ہیں اور نہ وہ لوگ ہی غلامانِ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کے لئے یہ لوگ شور برپا کر رہے ہیں۔ یہ سب فاتحِ حونی کی صفت سے بالکل متبرہ ہیں۔

افسوس! وہ ہم کو اتفاق کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ اور ہم پر نا اتفاقی کا الزام لگاتے ہیں جو بالکل خلاف واقعہ ہے۔ ہم اہل سنت و الجماعت کی آبادی تمام ممالکِ اسلامی میں زائد از چالیس کروڑ ہوگی۔ اور ہندوستان میں قریب سات کروڑ کے مسلمان ہوں گے۔ جن میں مشکل چند لاکھ دوسرے فرقوں کے ہوں گے۔ باقی زائد از ساڑھے چھ کروڑ اہل سنت و الجماعت ہیں۔ جو بالضرورت اتفاق و اتحاد پر قائم ہیں۔ اب ہندوستان میں، جہاں ہر وقت آزادی مذہب کی ڈینگ ماری جاتی ہے، ہر روز نئے نئے مذہبِ حسراتِ الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ پیغمبری کے بعد، کئی ایک سپرمان مرزا غلام احمد نے پیغمبری کے دعوے کئے۔ مرزا غلام احمد پہلے سیالکوٹ کی کچھری میں اہمدی کے عہدے پر ملازم تھا۔ وہاں سے مختار کاری کا امتحان دیا جس میں ناکامی ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ مریم، عیسیٰ، مسیح، مہدی، نبی، کل نبیوں کا سچوڑا، معاذ اللہ، خدا کا بیٹا، خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گوپال بن کر اس جہان سے سدھارا۔

ہواداران! آپ کو ابھی طرح معلوم ہوگا کہ صادق نبی اور کاذب نبی میں کیا فرق ہے۔ مگر چند ایک امتیازی نشانات میں بھی بیان کئے دیتا ہوں۔ (اول) سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ روحِ القدس سے تعلیم پاتا ہے۔ اس کی تعلیم و علم بلا واسطہ خداوندِ قدوس سے ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے خلاف ہوتا ہے۔ (دویم) سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد ایک دم حکمِ ربِّ العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کرتا ہے۔ اور اِنِّی رَسُولُ اللّٰہِ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعویٰ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ (سوم) حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جتنے نبی ہوئے، تمام کے نام مفرد تھے۔ کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ اس کے برعکس جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

(چہارم) سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا۔ سچا نبی کسی اولاد کو محروم الارث نہیں کرتا۔ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کے مرتا ہے۔ اور اولاد کو محروم الارث کرتا ہے۔

مرزائی جو مرزا غلام احمد کے پیرو ہیں، وہ ستم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارج رسالت و نبوت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج مرزا غلام احمد کے لئے مانتے ہیں۔ پھر ان سے اہل سنت و الجماعت کس طرح اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہم نے ان کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ وہ خود ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے۔ نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مرزائی خود سرکارِ دو عالم کی غلامی کو چھوڑ کے اور کی غلامی اختیار کریں۔ اس پر بھی ان کو مسلمان سمجھا جائے!! نفاق تو وہ خود کرتے ہیں۔ جماعت ناجیہ کو خود انھوں نے چھوڑا۔ بموجب فتوے اہل سنت و الجماعت وہ خود دین اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور چاہ ضلالت میں جا کرے ہیں۔ بے وفائی تو انھوں نے خود کی جو راہِ راست سے پھسل گئے۔ طوق غلامی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم انھوں نے گلے سے اتار دیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ بعض نادان دوست ہم کو کہتے ہیں کہ ان سے اتفاق کرو۔ نا اتفاقی کے مرتکب وہ ہیں اور شکایت الہی ہماری!!

گلہ ہم سے ہے بے وفائی کا کیا طریقہ ہے آشنائی کا

دوسرا گروہ ہندوستان میں وہابیوں کا ہے۔ جو اپنے آپ کو اہل حدیث پکارتے ہیں۔ حالانکہ یہ نام قرآن پاک میں کسی جگہ نہیں آیا۔ وہاں تو اہل ایمان اور اہل اسلام کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اس گروہ کی بھی ہندوستان میں بہت قلیل تعداد پائی جاتی ہے۔ اس جماعت کا بانی ایک شخص عبدالوہاب نجدی تھا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں بہت گستاخیاں کیں۔ ایسے ایسے ناروا کلمات کہے جو ناقابل بیان ہیں۔ وہاں بیان ہند اس سے بھی بدتر عقیدہ رکھتے ہیں۔ العیاذ باللہ! حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج نبوت اور مقامات رسالتِ محمدی کے منکر ہیں۔ اور حضور کی شان مبارک میں بے ادبی اور گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

اسلام اور ایمان تو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے جس کو حضور سے

محبت نہیں، جسے حضور کی غلامی کا فخر نہیں، اس میں ایمان نہیں۔ جتنی زیادہ محبت اور غلامی حضور کی ہوگی اتنا ہی زیادہ ایمان ہوگا۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہانت کرے گا، بے ادبی اور گستاخی کرے گا، وہ ایمان سے دور ہوگا۔

از خدا خواہم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضل لب

بے ادب تنہا نہ خود را داشتد بلکه آتش در ہمہ آفاق زد

ہم تو ان بھائیوں کو جو ہم کو چھوڑ کر استے سے بھٹک گئے ہیں، ہر وقت اپنے میں ملانے کے لئے، ان سے اتفاق و اتحاد قائم کرنے کے لئے، تیار ہیں۔ بشرطیکہ وہ راہِ راست پر واپس آجائیں۔ قصور و اخطا کا رتو وہ خود ہیں۔ طوق غلامی محبوب کبریا کو انھوں نے گلے سے اتارا ہے۔ ارباب محبت اور صاحب دلوں کی صحبت کو انھوں نے ترک کیا ہے۔ حبیبِ رب العالمین کی محبت کے رشتے کو توڑ دیا ہے۔ تو پھر ان سے کسی مومن، صاحب ایمان، غلام سرور و جہان کا کوئی تعلق ہو تو کس طرح سے۔

اس کو ارباب محبت میں کروں میں کیا شمار آپ کی زلفوں سے جس کا سلسلہ ملتا نہیں نہایت تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ حضور سرور کائنات مہم جو دات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات کہیں، اور بزرگان دین کو گالیاں دیں، ہم ان کی یادہ گوئی بھی سنیں اور پھر ان سے سلوک محبت و اخوت کا سلسلہ قائم رکھیں۔ تو پھر ہم سے بڑھ کر بے غیرت اور کون ہو سکتا ہے۔ **لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا غَيْرَةَ لَهُ**۔ (ترجمہ۔ جس کو غیرت نہیں اس میں ایمان نہیں۔)

ایمان والوں کے لئے تو حکم ہے کہ وہ ایمان والے تبھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں سے زیادہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز سمجھیں (آیت شریفہ) **النَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ**۔ (ترجمہ۔ یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔) اور (حدیث) **لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنْ وَاٰلِدَيْهِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ** (ترجمہ۔ تم میں سے کوئی ایک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کیلئے اسکی اولاد اور والد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں) جب اصول ایمان یہ ہوا تو جو بے دین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنے بزرگان

دین، مشائخ کرام، علمائے عظام کی توہین کرے، اس سے ہمارا کیا تعلق!!

مرزائی ہوں یا وہابی، چکر الوی ہوں یا بابی، وہ خود ہم کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ اور الزام  
الناس ہم پر لگایا جاتا ہے کہ ہم ان سے اتفاق کیوں نہیں کرتے۔ عجب دل اور است دزدے کہ مکلف علمائے دار  
کیا حدیث شریف میں نہیں ہے کہ جو اسلام میں رخنہ اندازی کرنے والا ہو، جو بدی کرنے والا ہو،  
جو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بدگونی کرنے والا ہو، اس سے علیحدگی اختیار کر لو؟۔ کیا یہ قرآن  
پاک کا حکم نہیں ہے کہ جب تم کسی سے ملو، جو ہماری آیات کی نسبت بہودہ گفتگو کر رہا ہو  
تو اس کی صحبت سے پرہیز کرو۔؟ فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔  
(ترجمہ) یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ انہی لوگوں کی پہچان میں حدیث شریف شاہد  
ہے کہ قرآن مجید ان کی گردنوں سے یعنی حلق سے نیچے نہیں ہوگا۔

ہم بالکل صاف دل سے اور علی الاعلان کہتے ہیں، اور ہر وقت کہتے ہیں، کہ ہم کو کسی  
سے کوئی پریشانی نہیں۔ کوئی ذاتی غرض ناراضگی کی نہیں۔ ہم سے بھاگ جانے والے، ہم  
سے جدا ہو کر چاہے ضلالت میں جا گرنے والے، گمراہی کے بادیہ کے سرگرداں، آج پھر  
واپس آجائیں تو ہم ان کو گلے لگانے کے لئے تیار اور ان کی خدمت کے لئے کمر بستہ  
ہیں۔ ہمیں کوئی کینہ اور بغض ان سے نہیں ہوگا۔

کفرست در طریقت ما کینہ داشتن آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن  
وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم کہ در طریقت ما کفری ست رنجیدین  
اتفاق و اتحاد کا راگ گانے والوں سے کہہ دینا چاہیے کہ کیا ان کو یاد نہیں ہے کہ  
حضرت سرور کون و مکان محبوب انس و جان روحی فداہ نے فرمایا ہے کہ میری امت کا  
اجتماع کبھی غلطی پر نہ ہوگا؟ (حدیث شریف) لَا تَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ تَارَةً  
میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتی (وہ ذرا چشم بصیرت سے بنظر غور دیکھیں اور سوچیں  
کہ امت کے سوا اعظم کا اجتماع کس طرف ہے اور وہ کس طرف۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ  
حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص سواد اعظم کو چھوڑ دے گا وہ داخل دوزخ ہوگا۔  
اتَّبِعُوا سَوَادَ الْأَعْظَمِ فَإِنَّهُ صَنْ شَدَّ شُدَّ فِي النَّاسِ۔ (ترجمہ) تم بڑی جماعت کی

تا بصداری کو پس جو شخص جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں جدا ہوا۔)

**حضرت بافقیر نے** اور پر بیان کیا ہے کہ آئے دن ہندوستان میں حشرات الارض کی طرح نئے مذہب پیدا ہوتے ہیں۔ فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں وہابی۔ مرزائی۔ چکڑالوی۔ بابی۔ بہائی وغیرہ پیدا ہوئے۔ چکڑالویوں کی تعداد اس قدر قلیل ہے کہ ان کا شمار انگلیوں پر ہوتا ہے۔ چکڑالوی کسی سنت و حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں مانتے۔ قرآن پاک کے معنی اور تفسیر اپنی مرضی کے مطابق کرتے ہیں۔ اتفاق کا ڈنکا پیٹنے والے بتائیں کہ ان سے اتفاق و اتحاد عمل کس طرح ہو سکتا ہے۔ نہ تو وہ صحیح معنوں میں سرورِ دو عالم کے غلام ہیں۔ نہ ان سے محبت اور تعلق رکھتے ہیں۔ اور نہ ان کے اعمال و انفعال مطابق سنت ہیں۔

ان کے علاوہ دو گروہ اور قابل ذکر ہیں۔ ایک تو رافضی دوسرے خارجی۔ رافضی اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صوفیائے کرام کو گالیاں دینا اور تہہ کرنا اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ خارجی اہل بیت کو تہہ کرنا اپنا ایمان جانتے ہیں۔ کوئی ذی عقل و ہوش ایسے مذہب کو صحیح اور درست سمجھ سکتا ہے جس میں گالیاں دینا اور دوسروں کو برا بھلا کہنا جائز اور جزو ایمان خیال کیا جائے؟ اور اس پر طرہ یہ کہ ہم سے کہا جاتا ہے کہ ان سے سلوک کرو۔ سلوک کن سے کرو؟ ظالموں سے، دین میں رخنہ اندازی کرنے والوں سے، ہم سے جدا ہو جانوالوں سے۔ سبحان اللہ! ان سے اتفاق کرانے والوں کا کیا یہ منشا تو نہیں ہے کہ ہم بھی ان سے مل کر گمراہ ہو جاویں اور اپنا ایمان کھو دیں۔ معاذ اللہ۔ خداوند کریم ایسے غلط مشورہ دینے والوں کو نور بصیرت، عقل سلیم، ایمان کامل عطا کرے۔ تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ کون غلطی پر ہے اور کون صحیح ہے۔ کس سے اتحاد و اتفاق عمل ہو سکتا ہے۔ کون سے دو شخص مل کر صحیح کام کر سکتے ہیں۔ کیا اتفاق و اتحاد صحیح نتیجہ نکالے گا۔ اور کس اتحاد سے جنگ و عناد پیدا ہوگا۔

صیحت ناجنس گرجاں بخشدت خوش دل مباحث

آب را دیدی کہ ما ہی را بدام افگند و رفت

وصلے کہ در و ملال باشد ہجرال بہ ازاں وصال باشد

تاریخ کو دیکھو تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آج سے ستر سال پہلے دنیا میں ایک فرد بھی وہابی نہ تھا۔ اور تمام ملکوں میں مسلمان اہل سنت و الجماعت تھے۔ آج سے چالیس سال پیشتر ہندوستان میں کوئی مرزائی یا قادیانی نہ تھا۔ سب اہل سنت و الجماعت تھے۔ آج سے بیس سال پیشتر تمام دنیا میں کوئی چکڑالوی نہ تھا۔ یہ تمام مذہب فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ان کے جس قدر پیرو ہیں، ان کو فقیر تو کہتا ہے کہ رہزنی اور ڈاکہ زنی کے ذریعے ہماری جماعت سے چرائے گئے ہیں۔ اور اب یہ سب ہم سے سخت اختلاف رکھتے ہیں۔ اس لئے سوال یہ ہے کہ نا اتفاقی اور مخالفت کرنے والے ہم اہل سنت و الجماعت ہیں۔ یا وہ جنہوں نے نئے نئے مذہب اختیار کئے۔ اور جاہد مستقیم اور سنت نبوی سے مھسل گئے۔ ہم پر یہ الزام لگانا کہ ہم نا اتفاقی پیدا کرتے ہیں محض تمہمت اور بہتان عظیم ہے۔ ہم تو دل سے چاہتے ہیں اور شب و روز دعا مانگتے ہیں کہ جتنے کافر دنیا میں آباد ہیں، سب خدا کرے مسلمان ہو جائیں۔ اور سلامی سرکار دو عالم حاصل کر کے ہر دو جہان میں سرخروئی حاصل کریں۔ تو ہم مسلمانوں کو کس طرح اپنے سے علیحدہ کر کے کافر بنانا چاہیں گے۔!!

آریہ سماجی اخبار ملاپ لاہور نے فقیر کی نسبت یہ لکھا تھا کہ اس کی سچی سچی پچیس ہزار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا، گو یہ تعدا دخلط تھی مگر فقیر خداوند کریم مجیب الدعوات کی بارگاہ قدس میں دعا کرتا ہے کہ فقیر کے ہاتھ سے بجائے پچیس ہزار کے خدا کرتے پچیس لاکھ ہندو مسلمان ہو جائیں!! ہمارے دشمن تو ہماری نسبت یہ رائے ظاہر کریں اور ہمارے بھائی ہم پر یہ الزام لگائیں کہ ہم مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔ یہ ہم پر صریح بہتان ہے۔ بخدا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ تمام کے تمام مرزائی، خارجی، وہابی، بانی، مہدوی وغیرہ اپنے عقاید باطلہ سے تائب ہو کر صحیح اسلامی عقاید کی جانب رجوع کریں۔ اور اہل سنت و الجماعت کا سوا و عظیم بن جائیں۔ **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا**۔ ترجمہ۔ اور اللہ کی رسی مضبوطی سے تھام لو سب مل کر اور باہمی تفریق نہ کرو۔ ہم ان کو دل و جان سے اپنے ساتھ ملانے کو تیار



ہیں۔ چشم مارو شن دل ماشاد

کوئی شخص اس بات کا ثبوت نہیں دے سکتا کہ اہل سنت و الجماعت میں کسی شخص نے بھی کسی کو یہ کہا ہو کہ وہ ہم میں سے نکل جائے۔ اس کے برعکس ان سب کو واپس لے لے اور اپنے میں ضم کرنے کے لئے یہ آل انڈیا سنی کانفرنس قائم کی گئی ہے۔ تاکہ وہ سب اپنے عقاید باطلہ کو چھوڑ کر پھر ہمارے ساتھ مل جائیں۔

آپ نے غالباً رسالہ تشحیذ الافہام جس کو اہل اسلام تخریب لایمان کہتے ہیں، لکھا ہوگا۔ یہ رسالہ مرزا محمود قادیان سے نکالتے تھے۔ غالباً اپریل ۱۹۱۰ء کے رسالہ میں مرزا محمود نے لکھا تھا کہ جو کوئی مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ اس طرح اس نے اپنے خیال کے بموجب تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر بنا دیا۔ اس لئے کہ وہ مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتے۔ اب ایسے اعتقاد والوں کو اہل سنت و الجماعت کیوں اپنے میں ملائیں۔ ان کے لئے تو واقعی وہی سزا صحیح ہے جو کابل میں مرزائیوں کو ملی۔ جو شریعت حقہ کے مطابق ہے۔ جمعیتہ العلماء ہند بھی اس امر کی تصدیق کر چکی ہے۔

تاریخ عالم اور سیر کی کتابوں کا مطالعہ کرنے پر یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اشاعت و تبلیغ اسلام کا جس قدر کام کیا ہے، وہ سب اہل سنت و الجماعت کے پاک اور مقبول بندگان خدا نے کیا ہے۔ جو کچھ ہوا ان کی سعی اور انہی کے مین و برکت سے ہوا۔ جس طرف ان غلامان سرکار سردی نے رخ کیا فسج و نصرت نے ان کے قدم پڑے۔ اور کیوں ایسا ہوتا؟ وہ اپنی خواہشات کو اتباع سنت اور محبت رسول میں فنا کر چکے تھے۔ جو کام کرتے تھے خالصتاً بوجہ اللہ کرتے تھے۔ بنود و تالیف، ریاء و آلائش کا شائبہ تک ان کے کاموں میں نہیں ہوتا تھا۔ ان کو خداوند کریم کی طرف سے رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ کا خطاب حاصل تھا۔ مگر افسوس! کہ آج ان کا ایمان، ان کی سعی و

ان کا استقلال و ارادہ، ان کا عزم و جزم ہم میں باقی نہ رہا۔ سبحان اللہ! مومن کی بڑی اونچی شان ہے۔ بڑا بلند پایہ ہے۔ مومن کسی سے مغلوب نہیں کسی سے نہیں ڈرتا۔ ارشاد باری تعالیٰ شاہد ہے۔ وَلَا تَهِنُوا وَلَا

ایک مقدس مسئلہ ہے، اس لئے خلافت کے برقرار رکھنے کے لئے ہر جائز و ممکن کوشش کرنا مسلمان کا مقدس فرض ہے۔

چنانچہ لکھو کھا روپیہ اس مقصد کے لئے فراہم کیا گیا سینکڑوں مجلسیں قائم کی گئیں۔ لیکچر، وعظ اور تقریریں کی گئیں۔ گریہ وزاری، الحاح و تضرع سے بارگاہِ رب العزت میں التجائیں اور دعائیں کی گئیں۔ بغیر مولیٰ کریم جوش میں آئی اور مصطفیٰ کمال پاشا نے اناطولیہ میں نوجوان ترکوں کی جماعت کی مدد سے ایک خود مختار ترکی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اور دُول یورپ کے پنجوں سے پہلے تو خلیفہ اسلام اور مقامِ خلافت کے رہا کرنے کی کوشش کی۔ اور دوسرا خلیفہ منتخب کیا گیا۔ مگر خدا جانے کہ اس کو کیا منظور ہے، کہ ایک طرف تو تمام عالم اسلام میں خلیفہ کے تقرر اور خود مختاری کے لئے شور برپا تھا اور دوسری طرف ترکانِ احرار کی اسی مجلس نے سال گزشتہ خلیفہ اسلام کو ملک بدر کر دیا۔

اربابِ علم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ انھی ترکوں کے آباؤ اجداد نے جب خلافتِ عباسیہ کو بغداد سے مٹایا تو وہ بُت پرست تھے۔ نوشت و خواند سے بالکل بے بہرہ اور اخلاق و آداب سے بالکل معرّا تھے۔ اول درجہ کے ظالم اور سفاک تھے۔ انھوں نے علمائے اسلام اور صوفیائے عظام کو چن چن کر قتل کرایا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور غیرتِ جوش میں آئی تو کیا ہوا! ترک دو صوفیائے کرام خواجہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد در بندہ رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے دربار میں لائے۔ ان کو سخت عذاب دیا گیا۔ مگر یہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی رحمۃً للعالمین کی شان میں جلوہ گر تھے، اس لئے ان کے نورِ باطن سے ترکوں کے دلوں میں اسلام کی روشنی پھیل گئی اور محکوموں کے سچے مذہب نے بُت پرست حاکموں کو ایسا محسوس و محسوس کر لیا کہ ان کو سوائے مذہبِ اسلام کو قبول کرنے کے اور چارہ باقی نہ رہا۔ سبحان اللہ! اسلام میں وہ جذب اور کشش ہے کہ جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے، بالآخر اسی کو اس کا دل سادہ اور شفیتہ ہونا پڑتا ہے۔

ایسا ہی حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا ہے۔ کہ معاذ اللہ گھر سے تو وہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے اور نورِ خداوندی کو بھجانے کے لئے جہاں سے

تھے، مگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے ہی حضور کی ایک نظر سے شہیدِ خنجر تسلیم ہو گئے۔ اور اسلام کی وہ وہ خدمات کیں جن کو مخالفین اور معاندین بھی تسلیم کرنے پر مجبور رہیں۔ اسی طرح انہی ترکوں نے مسلمان ہو کر مشرقی یورپ کا اکثر حصہ فتح کر لیا۔ اور قسطنطنیہ کو فتح کر کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور شیش گونی پوری کر دکھائی۔ اور بعد میں خادمِ خلافت بن کر سینکڑوں سال تک حرمین الشریفین کی خدمت کرتے رہے۔ مولیٰ کریم کے فضل و کرم سے فقیر کو اب بھی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی پاک بندے کے طفیل اسلام اور اہل اسلام کے ان تمام مصائب کو بھی دور کرے گا۔

شہر خالی ست ز عشاق مگر از طرفے مرے از غیب برون آید دکارے بکند

ابھی خلافت کا زخم دلوں میں تازہ تھا کہ اہل ہندو کے تمام فرقوں نے مل کر ایک سنگٹھن کی بنیاد رکھی جس کی غرض و غایت یہ ہے کہ پستار ان تو حید اور غلامانِ اسلام کو جادہ حق سے منحرف کر کے ان کو شدھ یعنی مرتد بنایا جائے۔ اور معاذ اللہ اسلام اور حلقہ بگوشانِ اسلام کا نام تمام ہندوستان سے مٹایا جائے۔

فتنہ ارتداد

ہر بلائے کہ آسمان آید خانہ انوری بھی جوید

چنانچہ تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا کہ لائٹ منشی رام صاحب سابق مینجر گورڈول کا نگڑی نے جو بڑے پکے اور متعصب آریہ سماجی ہیں، آگرہ میں ایک مرکز قائم کیا۔ اور مسلمان ملکائوں کو مقدس مذہبِ اسلام سے منحرف کرنے کے لئے بہت سے پرچارک مقرر کئے۔ روپیہ کا لالچ اور ڈرانے دھمکانے کے حربے استعمال کئے۔ ملکائوں کو ہندو بنانے کے لئے لکھو کھا روپے جمع کئے گئے جس میں اہل ہندو کے تمام طبقوں نے، راجہ سے لیکر دہقان گنوار تک نے، حصہ لیا۔

جو دکھ غریب مسلمان ملکائوں کو دیا گیا وہ ناقابلِ بیان ہے کسی کو طبع زر سے منحرف کرنے کی کوشش کی گئی کسی پر ناجائز دباؤ اور رعب ڈالا گیا کسی کو قرقی، نیلامی اور قیدی دھمکی دی گئی۔ ماؤں کو بچوں سے اور بچوں کو ماؤں سے، خاوند کو عورت سے اور عورت کو خاوند سے، علیحدہ کرنے کی سعی کی گئی۔ مگر خدا کا احسان اور فضل ہے کہ چند اہلِ درو اہلِ اسلام

نے اس طرف توجہ کی۔ اور بہت جلد کئی انجمنوں نے فتنہ ارتداد کے سدباب کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اور سرگرمی سے شذھی اور سنگھٹن کے خلاف کام شروع کر دیا۔ بھولے بھالے مسلمان ملکानوں کو غیر مذہب والوں کی چالاکی اور عیاری سے مطلع کیا گیا۔ ان کو اسلام کے اصولوں کی حقانیت اور تقدس سے آگاہ کیا گیا۔ مبلغ مقرر کر کے دینی مدرسے کھولے گئے۔ مدرسے مقرر کئے گئے۔ مساجد اور چاہات کی تعمیر کی گئی۔ شرف خانے بنائے گئے۔ اور مسلمان بچوں کو ضروری ارکان اسلام کی تعلیم اور تلاوت قرآن پاک کی تعلیم دینی شروع کی گئی۔ الحمد للہ! کہ اس کام میں خدا کے فضل سے اس قدر کامیابی ہوئی کہ اس کا شکر ادا کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔

انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیدان ضلع سیالکوٹ کے اراکین نے اس مقدس کام میں جس قدر حصہ لیا۔ اور جو کام کر دکھایا۔ وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اور صفحہ روزگار پہ تا ابد درخشاں رہے گا۔ انجمن کے مدارس میں سے دو عدد مدارس علاقہ کشمیر میں، دو عدد علاقہ جموں میں، دو عدد علاقہ ریاست بڑودہ میں، باقی ۳۴ مدارس علاقہ آگرہ، منٹھرا، دہلی، ایٹہ، بلند شہر، گڑگانواں، علی گڑھ، فرخ آباد وغیرہ میں ہیں۔

خداوند تبارک و تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ آریہ سماجیوں کو ان کے اس کام میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اور سال گزشتہ تو وہ بالکل مایوس و ناکام ہو کر واپس جا رہے تھے اور اپنی غلطی پر نادم تھے۔ مگر حضرات اہل اسلام اور اسلام کی یہ کامیابی محض تائید خداوندی اور فضل الہی پر منحصر تھی۔ ان کے مقابلے میں ہمارے پاس کوئی طاقت نہ تھی۔ اس لئے یاد رہے کہ ہمیں اپنی کامیابی اور آریہ سماجیوں کی ناکامی پر جو حکم قلُ جَاءَ الْحَقُّ وَنَهَقَ الْبَاطِلُ رُجْمًا - فرمائیے کہ حق آیا اور باطل ختم ہو گیا۔ ایک خدائی حکم کے ماتحت ہے، پھول کر اس نیک کام کی اشاعت اور تبلیغ کو بند نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ آپ کو بخوبی علم ہے کہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے۔ اور مسلمانوں کا ہر فرد اس کا مبلغ اور اشاعت کنندہ ہے۔

آپ کو بخوبی علم ہے کہ گزشتہ ماہ فروری ۱۹۲۵ء میں آریہ سماجیوں نے منٹھرا

میں دیانند کی، جو آریہ مت کا بانی تھا، سولہ یاد میں ایک جلسہ کیا تھا۔ ہندوستان کے ہر گوشے سے اہل ہنود کے لیڈروں کا جمع ہونے لگا۔ جہاں اہل اسلام اور اسلام کو مٹانے، اور مسلمانوں کو ان کے مقدس اور پاک مذہب سے گمراہ کرنے کے لئے کئی پوشیدہ اور ظاہر کمیٹیاں لگیں۔ اسی مطلب کے لئے لکھو کھا روپیہ جمع کیا گیا۔ معتبر ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں خفیہ سازشوں میں یہ حلیفہ فیصلہ ہوا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کم از کم پندرہ مسلمانوں کو گمراہ کر کے جاوہر مستقیم سے بھسلا کر اسلام سے خارج کرے گا۔ اور ہر طرح کے ناجائز طریقے، روٹی کا لالچ، لڑکیوں کا جال، زر کے لالچ کو کام میں لایا جائے گا۔

اس لئے ہر مسلمان کو آئندہ کے لئے ہوشیار ہو جانا چاہیے۔ اپنے مذہبی اصولوں سے پوری پوری واقفیت حاصل کرنی چاہیے۔ پاک مذہب اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ اپنے بچوں کو اصول اسلام اور حقانیت اسلام سے اچھی طرح واقفیت کرانا چاہیے اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلے کو جاری رکھ کر مخالفین و معاندین اسلام کی مدافعت کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔

ابھی کل کا ذکر ہے کہ اخبار تنظیم امرتسر اور اخبار زمیندار میں اور ان سے قبل اخبار طلب میں ایک طویل مضمون لالہ ہر دیال ایم لے کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں ہر دیال نے اسلام اور اشاعت اسلام پر نہایت رکیک حملے کئے ہیں۔ اس مضمون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون اسلام کی اشاعت اور اس کی تبلیغی تعلیم سے بالکل ناواقف ہے۔ یا پھر تعصب کی پٹی نے اسے اندھا کر رکھا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ:-

”اہل ہنود کا اسلام سے ہرگز اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو ہر جائز و ناجائز کوشش سے ہندو بنا کر اہل ہنود کے کسی نہ کسی فرقے میں داخل کر لو۔ اور اس طرح سوزا جیہ حاصل کر لو۔ اور بھارت ورث کو تمام غیر ہندوؤں سے پاک اور شہدہ کر لو۔ یعنی تمام غیر مذہب کو نیست و نابود کر دو۔ اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو پہلے سوزا جیہ حاصل کر لو۔ یہ سوزا جیہ ریاست بہاولپور یا نظام حیدرآباد کا سانہ ہو بلکہ کامل آزاد اور با اختیار ہو۔ اور ہندو ریاست قائم کر کے پھر سلطنت کے رعب، جاہ و چشم کی تحریف، اور زر کے لالچ سے تمام مسلمانوں کو گمراہ کر کے ہندو بنا لو“

یا اللّٰحجَب ! بڑی دُور کی سوچھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر ہندو، خواہ وہ ہندوستان میں ہو یا جلاوطن ہو، اس کے دل میں یہی خواہش موجزن ہے کہ جس طرح ہو، ہندوستان سے مسلمانوں کو اور ان کے مقدس نامہ سب سلام کو مٹا دیا جائے۔ یا تو مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال دیا جائے یا ان کو گمراہ کر کے ہندو بنا لیا جائے۔ ادھر ناقبت اندیش مسلمان گہری نیند میں سوئے ہوئے ہیں۔ اور اپنے مال و انجام سے بالکل بے خبر ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ زمانہ کس طرف کو جا رہا ہے اور وہ کہاں ہیں۔ زمانہ کی سنگ و دو میں وہ کس قدر پیچھے ہیں۔ نہ زمانہ ماضی سے پشیمان نہ حال کی پروا نہ فردا کی فکر۔ ایسی بے بسی کی حالت میں خدا ہی مقلب القلوب ہے کہ ان کے دلوں میں محبت اسلام بھر دے۔ ان کو فکر فردا میں لگا دے۔ ان کو دینی و دنیاوی ضرورتوں سے آگاہ کر دے۔ اور پتکا مسلمان بنا دے۔

دو سال کا ذکر ہے کہ جب فقیر بمبئی سے واپس آ رہا تھا تو حکیم اجمل خان صاحب فقیر کو ملے۔ تو فقیر نے ان سے کہا کہ "لاہور میں جمعیتہ العلماء نے نومبر ۱۹۲۲ء میں بے چارے بے گناہ مولیوں کے برخلاف غلط افواہوں کی بنا پر ہندوؤں کو بجز مسلمان بنانے کا الزام لگا کر یہ تجویز پاس کی کہ مسلمان ہندو کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ان سے ہمدردی ہے۔ مگر یہ نہیں دیکھتے کہ آج ہندو زبردستی غریب مسلمانوں کو راہ توحید سے پھسلا کر مرتد بنا رہے ہیں۔ آج تمہارے لیڈران ہندوؤں کے خلاف کیوں ریزولیشن پاس نہیں کرتے؟"

اہل ہندو کا اتفاق اور یکجانگی اور آپس کے تعلقات ایسے مضبوط اور استوار ہیں کہ وہ ایک کام کرنے کے لئے کئی سال پیشتر سے تیاری کرتے ہیں۔ واقعات ماضی اس پر شاہد ہیں کہ وہ مجبور مسلمانوں پر پہلے دستِ ظلم و تعدی دراز کرتے ہیں۔ ان کو تلوار بندوق کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور چونکہ ان کا نظام و اتحاد نہایت مستحکم ہے، اس لئے بعد میں خود کو مظلوم ثابت کر دیتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو جو کسی مرکزی انتظام سے وابستہ نہیں ہیں، ظالم، مجرم، پوچر و غیرہ بنا کر ان کا چیلان کر کے سزائیں دلاتے ہیں۔ اہل ہندو صاحبِ زر ہیں۔ ان کے حکام زیادہ ہیں۔ حکومت کے ہر شعبے میں ان کا عنصر غالب ہے۔ تجارت تمام ملک کی ان کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے اپنے زر، نور، لحاظ سے مظلوم کو ظالم بنا کے انصاف پروری نہیں ہونے دیتے۔ بلکہ اٹا غریب اور بکس، جاہل اور بے علم، بے گناہ اور بے سہارا مسلمانوں کو اپنی ہر طرح کی جائز اور ناجائز سہمی سے مجرم

بنانے اور سزائیں لوٹانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

سال گزشتہ کے واقعات سہارن پور، آگرہ، ملتان، دہلی، اجمیر وغیرہ کے اس امر کی کافی شہادت ہیں۔ مگر مسلمان ہیں کہ ان کے کان پر جوں بھی نہیں رنگتی۔ وہ ہر طرح کی مراعات سے کام لیتے ہیں۔ انھوں نے اسلام کے بڑے سے بڑے دشمن کو بادشاہی مسجد کے منبر پر بیٹھنے کی اجازت دی۔ اہل ہنود کی نعشوں کو کاڈھا دیا۔ ان کی دلجوئی کی خاطر چند نام نہاد مسلمانوں نے اسلامی شعائر ذبیحہ گاڈ کونا جائز تک کہنا شروع کر دیا۔ بلکہ تمام مسلمانان ہند نے محض اہل ہنود کے احساسات کا لحاظ کر کے کوئی گاڈے قربان نہیں کی۔ ادھر ہندو ہیں کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور ان کو راہِ ہدایت سے منحرف کر کے مشرک اور کافر بنانے کے لئے سرتاپا کوشش کر رہے ہیں۔

اول تو ہر جگہ مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں پٹے اور مقتول ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کسی جگہ ہندو ظالم ہوتے ہوئے بھی مظلوم بن جاتے ہیں، اور تمام لیڈر ان قوم ان سے مصالحت و مفاہمت کے لئے کوشش کرتے ہیں، تو بھی وہ مسلمانوں کو بغیر پھانسی چڑھائے نہیں چھوڑتے۔ اور مسلمانوں کی سادہ دلی دیکھئے۔ کہ کنگھل وغیرہ میں اہل ہنود نے جو مظالم بے کس اور مجبور مسلمانوں پر کئے۔ حدیہ کہ بچوں کو زندہ جلا دیا۔ ڈپٹی کمشنر ضلع نے خود مسلمانوں کو اپنی آنکھوں سے اس حال میں دیکھا۔ اس پر چند اہل ہنود کو سزا ہوئی تو مسلمان لیڈر اسے مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ جلسے کر کے گورنمنٹ کو تار دیے جائیں کہ وہ ہندوؤں کو رہا کر دے۔ سبحان اللہ!

ع بین تفاوت رہ از کجاست تا کجا

ہماری مروت اور احسان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم کو کمزور، بے کس اور بے بس خیال کر لیا گیا۔ اور سرے سے ہم کو ملک بدر کرنے اور ہمارے استیصال کے لئے منصوبے بنا کر کوشش کی گئی۔ مگر یاد رہے کہ مذہب اسلام چراغِ خداوندی ہے۔ اس چراغ کو بجھانا آسان نہیں۔ یہ تاقیامت روشن رہے گا۔

چراغی را کہ ایزد بر سر روزد کے کو تف زندر شیش بسوزد

اب اہل اسلام کا یہ کام ہے کہ وہ گذشتہ برسوں کے تلخ تجربے سے سبق حاصل

کریں۔ مومن کا کام یہ نہیں کہ ایک سوراخ سے دوبار ڈنک کھانے نیش زنی کر لے۔

ہر خرید آزمودم ازوے نبود سودم

مَنْ جَرَّبَ الْمُجْرِبَ حَلَّتْ لَهُ النَّدَامَةُ

(ترجمہ۔ جس نے تجربہ کردہ کام کی آزمائش کی وہ پشیمانی میں پڑا)

اس میں کوئی کلام نہیں کہ جو برداشت ہمارے مذہب میں ہے۔ کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ ہم کسی حالت میں بھی اپنے مذہب میں رخنہ اندازی برداشت نہیں کریں گے ہم کسی شعار اسلام کو ترک کرنے کے لئے کسی حال میں بھی تیار نہیں ہوں گے۔ وہ اتفاق وہ صلاح جس سے ہمارا ایمان اور اسلام اور اعتقاد جاتا رہے، ہم کسی طرح بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہندو قوم ہماری سالہا سال کی آزمائی ہوئی ہے۔ ان سے یہ توقع کرنی کہ ہمارے ساتھ دوستی رکھے گی، ہمارے ساتھ اتحاد و یگانگت کرے گی، بالکل فضول اور لاج حاصل ہے۔

ببصداق

بایداں بدباش و بانیکاں نکو

جائے گل گل باش و جائے خار خار

اور

نکوئی بایداں کردن چپناست

کہ بدکردن بجائے نیک مرداں

ہمارا اولین فرض ہونا چاہیے کہ ہر جائز طریقے سے ہم اپنی حفاظت اور غیروں سے

بچاؤ اور مدافعت کی کوشش کریں۔

افسوس! کہ مومن، بھولا بھالا مومن ان عیساریوں اور چالاکوں کا شکار ہو جاتا

ہے۔ تاریخ داں اصحاب پر روشن ہے کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام کن پاک نفوس کی

بدولت ہوئی۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت خواجہ مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

تشریف لائے۔ ان سے پیشتر ان کے پیر بھائی حضرت سید حسن زنجانی رح لاہور میں رونق افروز

تھے۔ ان کا بھی اہل ہندو نے سخت مقابلہ کیا۔ ان کو تکلیفیں پہنچانے کی بہت کوششیں کی گئیں۔

مگر حضرت داتا صاحب کے باطن میں نور نبوت سے نور ولایت موجود تھا۔ اس نور کے سامنے

کوئی استدراج کہاں کا میاب ہو سکتا تھا۔ خدائی نور نے تمام دنیاوی ساحرانہ چراغوں

کو بجھا دیا۔ اور حق باطل پر غالب آگیا۔ ازاں بعد حضرت خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ معین الدین



چشتی اجمیری تشریف لائے۔ اور پرپتی آج سے مقابلہ ہوا۔ حضور کے الفاظ مبارک کی خداوند  
عالم نے ایسی قدر کی کہ جو آپ نے فرمایا تھا وہی ہوا۔ آپ نے پرپتی راج کو کہا کہ "ماترا زندہ  
بہ مسلماناں سپردیم" خدا کی شان اسی سال تراوڑی کے مقام پر پرپتی آج زندہ قید ہو کر  
مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور قتل ہوا۔

خدا کے پاک اور مقبول بندے اہل اسلام میں اب بھی موجود ہیں۔ اگر وہ قسم کھا  
کر کسی کام کے لئے کہہ دیں گے تو انشاء اللہ العزیز خداوند کریم ویسا ہی کر دکھائے گا۔  
خاکساران جہاں راجھارت منگر توچہ دانی کہ دریں گرد سوائے باشد

مگر یہ تمام قصور ہمارا اپنا ہے۔ ہم خود اپنے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ جب ہم  
دیکھتے ہیں کہ سال ہا سال سے ہمارے ساتھ اس قسم کا بُرا سلوک ہو رہا ہے، اور مختلف قسم کے  
مظالم ہم پر توڑے جا رہے ہیں، تو ہم کیوں ہوشیار نہیں ہوتے؟ ہماری مظلومی، بے کسی اور  
بد انتظامی کی کوئی حد نہیں تو ہم کیوں اپنی تنظیم کی فکر نہیں کرتے؟۔

برادرانے اسلام! ادھر تو مسلماناں ہند اپنی زبردست ہمسایہ قوم کے مقابلے  
میں فتنہ ارتداد کا سدباب کرنے میں مصروف تھے، ادھر ناگاہ ان کے زخمی اور مجروح  
دلوں پر ایک اور کاری زحمت لگا۔ یعنی عرب کی مقدس سرزمین اور حرم شریف میں جہاں ہر  
قسم کا جدال و قتال شرعاً منع ہے، جس جگہ داخل ہو جانے والے کے لئے امن کی ضمانت  
خداوند کریم نے دی ہے۔ فرمایا ہے وَمَنْ دَخَلَ كَانِ اٰمِنًا رَاجِعًا اور جو کوئی اسمیں  
داخل ہوا وہ امن میں ہوا۔ (ہزاروں بے گناہ بندگان خدا اور غلامانِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ  
وسلم کو تہ تیغ کیا گیا۔ مردوں ہی کو نہیں بلکہ جیسا کہ بعض اخباروں میں درج ہے، نجدیوں نے  
معصوم بچوں، بوڑھوں، اور بے گناہ عورتوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ جوانوں کا تو  
بفرضِ مجال یہ تصور سمجھا جا سکتا ہے کہ انھوں نے حکومت کے خلاف کوئی کام کیا ہو اور طاقت  
نہ کی ہو۔ مگر بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کا کیا گناہ تھا؟

گنہ بود مرد دستمگاره را چہ تاواں زن و طفل بے چارہ را؟

خدا کی شان! وہ سرزمین مقدس جہاں بال تک کاٹنا، ناخن تک تراشنا، اور

تَخْزَنُوا وَأَنْتُمْ وَالْأَعْلَوْنَ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ (ترجمہ۔ اور مستی نہ کرو اور غم کھاؤ اور تم غالب ہو اگر تم ایمان لائے ہو۔) خداوند کریم کا وعدہ کسی طرح بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ وَتَرْجَمُ۔ تو مت ڈر بے شک تو غالب ہے۔) جب مومن کی یہ شان ہے کہ سب سے بلند، سب سے اعلیٰ ہے، کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا، تو پھر یہ دیکھنا ہو گا کہ ہماری موجودہ نسبت حالت کا سبب کیا ہے۔

غور کیجئے تو نظر آئے گا کہ

ہر چہ نسبت از قامت ناساز و بد اندام است ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

سوچیے کہ ایسے پاک اور مقدس مہوا عید کے ہوتے ہوئے ہماری اس ذلت و نکبت کی کیا وجہ ہے۔ ہمارے ادبار و افلاس کا کیا سبب ہے۔ آخر اس مفلوک الحالی پے عربی، مصائبِ آلام، رنج و بلا کی کوئی وجہ تو ضرور ہے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا تو اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی۔ حضور کے بعد اصحاب کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں بھی مسلمان باقی اقوام کے مقابلے میں بہت کم تعداد میں تھے۔ یہ کیا وجہ تھی کہ انہوں نے جبر کا رخ کیا تمام عالم کو مستخر کر لیا۔ مملکتوں کو تہ و بالا کر ڈالا۔ بڑے بڑے گردن کشوں کو مطیع و فرماں بردار بنا لیا۔ بڑے بڑے باجبروت بادشاہ مسلمانوں کے نام سے کانپتے تھے اور تمام عالم ان کے زیر فرمان تھا۔ ایک وہ وقت تھا کہ اسلام کے سچے قلیل البتعداد غلاموں اور متبعان رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شجاعت و ایمان، تہور و مردانگی، عالی ہمتی، دریا دلی، فیاضی، حریت، مساوات کا تمام عالم میں سکے بٹھا دیا تھا، اور ایک آج کا وقت ہے کہ باوجود دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں قریب چالیس کروڑ کے مسلمان موجود ہیں مگر باوجود اس کثیر تعداد کے وہ ادبار و فلاکت اور ذلت و نکبت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی سلطنتیں غیر اقوام نے یکے بعد دیگرے برباد کر دیں۔ ان کے اموال و املاک کو تاراج کیا۔ ان کے علم کی دولت ان سے چھین لی گئی۔ ان کی عزت جاتی رہی۔ تجارت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور وہ اقوام عالم میں ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔

ان تمام خرابیوں، بے عزتوں، ذلت ادبار کی کچھ وجوہ ضرور ہیں۔ اسلام، پاک اور مقدس اسلام اپنے اصولوں میں ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ اس پر کار بند ہونے والے آج بھی ویسے ہی پر جوش صاحب ایمان ہو سکتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں پھر ویسی ہی گرمی پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ آج کے مسلمانوں کے اعتقادات بھی صحیح ہیں کہ نہیں۔ کیا نور ایمان و الیقان ہمارے دلوں میں موجود ہے؟ کیا ہم میں وہ محبت رسول اور اتباع سنت، جو ہمیں فَاَتَّبِعُونِي کے درجہ میں لا کر شان محبوبیت پر پہنچاتی ہے، پائی جاتی ہے؟

حضرات! خداوند کریم جو دونوں جہان کا بادشاہ ہے، کبھی اپنے محبوب کو ذلیل نہیں ہونے دیتا۔ اس لئے آؤ! اس صحیح معیار پر اپنے اعتقادات اور اعمال اور محبت اور نور ایمان کو پرکھیں۔ اگر ہم میں وہی محبت ہو جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، یا مشائخ عظام اور صوفیائے کرام میں پائی جاتی تھی تو ہم کو محبوبیت اور مومن کی شان، جو تمام عالم سے اعلیٰ اور ارفع ہے، نصیب ہو سکتی ہے۔ اور اگر ہم میں نہ محبت رسول ہو، نہ اتباع سنت ہو، نہ ایمان صحیح ہوں، نہ اعمال صالح ہوں، نہ نسبت مشائخ حاصل ہو، تو پھر ہم نہ مومن ہیں نہ مسلم۔ بلکہ ہم صرف ”بدنام کفندہ نکونامے چند“ کے مصداق ہیں۔ اگر ہمارا ایمان صحیح نہیں اور ہم ارکان اسلام کی پابندی نہیں کرتے، ذکر خدا کے نور سے دل کو گرم اور روشن نہیں کرتے، نماز جو معراج مومن ہے ادا نہیں کرتے، شعائر اسلام کی پروا نہیں کرتے، تو پھر جی عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب! کام چور اس کام پر کس منہ سے اجرت کی طلب یاد رکھو خداوند کریم کے وعدے کبھی غلط اور جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ ہم ہی ان وعدوں کے اہل نہیں ہیں۔

عام ہیں اس کے تو اللطاف شہیدی سب پر تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا دیکھو تو خداوند کریم قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنِّي فَانِلَهُ مَعِيشَةٌ ضَنْكًا وَنَحْشَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا  
قَالَ كَذَلِكَ جِئْتَنِي بَصِيرًا فَكُنْتُ أَعْمَى فَانِلَهُ مَعِيشَةٌ ضَنْكًا وَنَحْشَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(ترجمہ۔ اور جس نے میری یاد سے مُنہ پھیرا تو بے شک اُس کے لئے تنگ زندگانی ہے اور ہم اُسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے، کہیں گے اے رب میرے مجھے تو نے کیوں اندھا اٹھایا میں تو آنکھوں والا تھا فرمایا کیوں ہی تیرے پاس آئیں آئی تھیں تو نے انہیں بھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔)

عزیزان و برادران! قرآن پاک وہ کتاب ہے، جس کا ہر حکم اہل ایمان کے لئے موجب از دیاد ایمان ہے جس کے ایک حرف کا بھی انکار مسلم کو کافر بنا دیتا ہے۔ تو پھر ماننا پڑتا ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ کو، جس نے صرف اسلام کو پسندیدہ مذہب بنایا ہے، اور جس نے حکم فرمایا ہے کہ بدون اسلامی طریقہ کے اور کوئی عبادت قبول نہیں ہو سکتی، مسلمانوں سے کوئی ضد نہیں ہے۔ نہ ہو سکتی ہے۔ بلکہ نتیجہ نیکلتا ہے کہ چونکہ مسلمانوں نے ہی شعائر اسلام کی خلاف ورزی کی، ان کے اعتقادات صحیح نہ رہے، ان کے اعمال و افعال غلط ہیں، اور ان کے اعتقادات کے ہمراہ نور لہتین کی تہائیہ نہیں رہی، نیز بزرگان دین اور مشائخ عظام سے، جو نور ایمان اور نور لہتین کا ہر چشمہ ہیں، انہوں نے مُنہ پھیر لیا، اور یاد خداوندی کا سرشتہ ان کے ہاتھ سے جاتا رہا، اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی ان سے چھٹ گئی، چنانچہ وہ سزا کے مستحق ٹھہرے۔ خداوند کریم کے ذکر اور احکام سے مُنہ موڑنے کی جو سزا ملی وہ یہ تھی کہ ان پر دنیا تنگ کر دی گئی۔ معیشت زندگی تنگ کر دی گئی۔ سلطنت چھین لی گئی۔ عزت و آبرو، دولت و جاہ و حشمت جاتی رہی۔ اس پر بھی اکتفا نہیں ہو گا۔ بلکہ ایسے لوگوں کو عاقبت میں اور بھی بھاری سزا ملے گی۔ اور قیامت کے روز ان کو اندھا اٹھایا جائے گا۔ تاکہ وہ دیدارِ الہی سے محروم رہیں۔

ہر کہ امروز نہ بیند اثر قدرت او غالب آنست کہ فرداش نہ بیند دیدار  
ارشا و ہوگا کہ چونکہ تم نے دنیا میں آنکھوں والا ہو کر اندھوں کی طرح ہماری آیات کو نہ دیکھا  
اور ان کو بھلا دیا۔ تو آج وہ دن ہے کہ ہم تم کو بھلا دیوں۔ خدا پناہ میں رکھے اس سزا سے!!  
دنیا میں بھی دولت اور آخرت میں بھی رسوائی۔ ازیں سوراندہ و ازان سودرماندہ۔  
اس جانم معیشت آنجا سزائے عصیاں آسایش دو گیتی بر ما حرام کردند

اُو! باز اُو! ابھی وقت ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ خداوند کی بارگاہِ عالی ہر وقت تمہاری دعاؤں کو، بشرطیکہ اضطراب و تصرع سے کی جائیں، مقبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ ندامت کے آنسو بہاؤ۔ گزشتہ گناہوں سے توبہ کرو۔

باز آ۔ باز آ۔ ہر آنچہ ہستی باز آ  
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ  
اسی درگہ مادرگہ نو میدی نیست  
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

دیکھو! کون سی بد عادت ہے جو مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔

## اصلاح

ہر قسم کے عیب اور گناہ میں ہم گرفتار ہیں۔ ہر موقع کی

رسوماتِ بدجن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہم میں پائی جاتی ہیں۔ سیاہ، شادی، منگنی وغیرہ پر بھی ہم سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرتے ہیں۔ فضول اور بُری رسموں نے ہم کو جاوہِ مستقیم سے کوسوں دُور لے جا کے ڈال دیا ہے۔

بُرے اخلاق اور بُری عادات والے ہم میں بے شمار پائے جاتے ہیں۔ بلکہ ایسے

بھی بہت ہیں جو ان برائیوں پر ساتھ ہی فخر بھی کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ!۔ چوری، رہزنی،

ڈاکہ، بداخلاقی اور دوسرے جرائم ہماری ہی قوم میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ حقہ نوشی،

بھنگ، چنڈو، گانجا، افیون، مے نوشی وغیرہ سارے افعالِ بد فخر سے کئے جاتے

ہیں۔ تعلیم کی طرف سے بالکل بے پروائی۔ ارکانِ مذہب سے بالکل ناواقف۔ دنیاوی تعلیم

میں ہمسایہ قوم سے بہت پیچھے۔ تجارت میں کوئی حصہ ہی نہیں۔ ملکی ملازمتوں میں بھی

صفر۔ جاہل و املاک غیروں کے قبضے میں۔ غرضیکہ ہماری ذلت کی کوئی حد نہیں۔

ہماری بے کسی اور بے بسی کی بُری حالت ہے نہ ہماری کوئی مرکزی انجمن ہے

نہ کوئی تنظیم۔ سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اپنی اندرونی اصلاح کریں۔ یعنی اول اپنی

دینی اصلاح کریں۔ دنیاوی اصلاح اس کے ساتھ ہوتی جائے گی۔ ضروری ہے کہ ہر

مسلمان اول اپنی دینی حالت کو درست کرے۔ یعنی اپنے دل میں اسلام کی صحیح محبت

پیدا کرے۔ اسلامی اصول و ارکان کا پابند بنے، شعارِ اسلام کی دل سے عزت

کرے۔ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام بن جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے

کہ اپنے گزشتہ گناہوں سے تائب ہو کر حضور کے مقدس اسوہ حسنہ کی پیروی اختیار کرے۔ اور اس نوریتین کی برکت حاصل کرنے کی کوشش کرے، جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں کو منور کیا تھا۔ اور جو نور باطن آج بھی صوفیائے کرام کے سینوں میں آفتاب درخشندہ کی طرح موجود ہے۔

ہم اور ان! آپ کو معلوم ہے کہ صرف دو مقدس صوفیائے کرام (خواجہ محمد یعقوب اور خواجہ محمد در بندی رحمۃ اللہ علیہما) کی دُعا سے سارے ترک مسلمان ہو گئے تھے۔ وہی توجہ، وہی نور، وہی دُعا، اب بھی اہل دل ارباب بصیرت کے سینوں میں موجود ہے۔ اگر موجودہ زمانہ کے زبوں حال مسلمان اپنے اعمالِ سیئہ سے تائب ہو کر صوفیائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوں، ان سے نورایمان و ایقان حاصل کریں، اور عقاید اہل سنت و الجماعت کے مطابق اسوہ حسنہ کی پیروی کریں، تو پھر وہی کچھ بن سکتے ہیں جو قرون اولیٰ میں تھے۔

غور کرو کہ وہ نور ایمان و ایقان و محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یاد رکھو کہ عطار کے پاس جاؤ گے تو عطر کی خوشبو پاؤ گے۔ آہن گر کے پاس جا کے بیٹھو گے تو نہ صرف کپڑے جلاؤ گے بلکہ ایسا بھی ہوگا کہ منہ بھی کالا ہو جائے گا۔ نور ایمان صرف صوفیائے کرام اور عاشقان و متبعان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے نصیب ہو سکتا ہے۔ محبت رسول اور معرفت خدا کے عطا کرنے والے یہی پاک و جود ہیں۔ دوسرے لوگ جو محبت سے نا آشنا ہیں، جو محبوبیت کی شان اور خلقِ محمدی سے ناواقف ہیں، ان کے پاس بیٹھنے سے وہی آہن گر کی صحبت کا سا حال ہوگا۔ صوفیائے کرام صحیح آئینہ یا صحیح منظر کمالاتِ محمدی ہیں۔ وہی فدائیانِ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کا باطن نورِ محمدی سے منور ہوتا ہے۔ اسی نورِ باطن سے وہ تمام عالم کو منور کرتے ہیں۔ مگر جو خود ہی نور کے حصول کی خواہش نہ کرے، اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ ان عاشقانِ محبوب رب العالمین کی غلامی اختیار کریں۔ اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر محبت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نور ایمان کے حصول کی سرگرم خواہش ظاہر کریں۔ تو پھر ان کے لئے دنیا و آخرت میں بہتری ہو سکتی ہے۔

شوہدم پروانہ تا سوختن آموزی با سوختگان بنشیں شاید کہ تو ہم سوزی  
خود ارکان دین اور علم دین سے واقفیت حاصل کرو۔ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلاؤ۔ ان کو اصول  
دارکان اسلام حفظ کراؤ۔ ان کی پابندی کی ان میں پکی عادت ڈالو۔ ان کو بدکاروں، بروں اور غیروں  
کی صحبت سے بچاؤ۔ اپنے علمائے کرام کی عزت کرو۔

دنیا میں سوائے ہندوستان کے اور کوئی ایسا ملک نہیں ہے جہاں اپنے بزرگان دین  
کی توہین کی جاتی ہو۔ جو اپنے بزرگوں کی عزت نہیں کرتا زمانہ اس کی عزت نہیں کرتا۔ اس لئے نہایت  
ضروری ہے کہ علمائے اسلام کی، جو تمھاری دینی اور دنیاوی بہتری کا راستہ بتاتے ہیں، اور جو  
پیغمبر علیہ السلام کے وارث ہیں، ان کی عزت و تکریم کیا کرو۔ ان کے مراتب کا لحاظ رکھا کرو۔  
خوب یاد رہے کہ تمھاری قومیت کی عزت انھی کی عزت و تعظیم پر منحصر ہے۔ اس لئے علمائے  
دین کی تعظیم و تکریم تمھارا اولین فریضہ ہے۔

دین کی تعظیم و تکریم تمھارا اولین فریضہ ہے۔

دین کی تعظیم و تکریم تمھارا اولین فریضہ ہے۔

جو فی زمانہ مروج ہے، نہایت ضروری ہے۔ تاکہ اہل اسلام غیر اقوام کے دوش بدوش  
شاہراہ ترقی پر چل سکیں۔ کوئی قوم جب تک وہ زمانے کے علوم سے واقف نہ ہو دوسری قوم کے  
مقابلے میں ترقی نہیں کر سکتی۔ نیز حکومت وقت کے ماتحت ملازمت حاصل کرنے کے لئے  
بھی موجودہ علوم میں سعادت اور تعلیم حاصل کرنی ضروری ہے۔ بدوں تعلیم کے حصول ملازمت  
ممکن نہیں۔ اور ملازمتوں میں بھی اہل اسلام کا دوسری قوموں کے مقابلے میں تناسب  
حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔

مسلمانوں کا ان تمام بڑی رسموں سے، جو اسلام کے مقدس اصول و  
ارکان کے منافی ہیں، بالکل کنارہ کش ہونا لازم ہے۔ یک قلم ایسی

تمام بڑی رسموں کو چھوڑ دینا چاہیے۔ تمام رسوم بد سے توبہ کرنی چاہیے۔ تمام عادات بد  
سے صحیح توبہ کر کے صحیح اسلامی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ فضول خرچی اور اسراف کے  
لئے قرآن پاک کا حکم ہے کہ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ در ترجمہ۔ بے شک حد سے بڑھنے والے

اُسے پسند نہیں ہے) نیز ارشاد ہے کہ وَلَا تُبْذِرُوا تَبْذِيرًا إِنَّ الْمُبْذِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ (ترجمہ - اور فضول نہ اڑا، بے شک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں)

اپنے غریب اور نادار اہل سنت مسلمان بھائی کو اپنا بھائی سمجھو۔  
**اُخْوَتٌ وَیَکَانُکُمْ** اس کے ہمراہ اُخْوَتٌ و محبت قائم کرو۔ اس کی عزت تمہاری عزت

ہے۔ اگر تم اس کی عزت نہیں کرو گے، تو اس کو کون اپنا بھائی اور محبت سمجھے گا۔ ذرا غور کرو۔ ممکن ہے تمہارے پاس دنیا کا زر مال اس سے زیادہ ہو، مگر خدا ہی جانتا ہے ممکن ہے کہ اس کے دل میں نور ایمان اور محبت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہت زیادہ ہو۔ اس صورت میں اس کا درجہ تم سے بہت بلند ہوا۔ یاد رہے خداوند کریم کی بارگاہ عالی میں دنیاوی زر و مال تعظیم و تکریم کا معیار نہیں ہے۔ وہاں تو حکم خداوندی إِنَّ الْکُفْرَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اتِّقَاکُمْ (ترجمہ - بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے) کے بموجب متقی اور پرہیزگار کا درجہ بلند ہے۔ تو شاید خدا اور اس کے رسول پاکؐ کے نزدیک وہ غریب مسلمان تم سے زیادہ عزت و تکریم کا مستحق ہو۔ برادران! جس طرح تم سرکار مدینہ کے غلام ہو، اسی طرح وہ بھی سرکار دو عالم کا غلام ہے۔

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم بندہ بارگاہ سلطانیم

تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ رب العزت کا فرمان ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (ترجمہ - مسلمان مسلمان بھائی ہیں) جہاں مومنین کے آپس میں بھائی بھائی ہونے کا مشرہ سنایا گیا، وہاں زر و دولت کی کوئی شرط نہیں لگانی گئی۔ یاد رہے کہ اگر ایک مومن کو دیکھ کر دوسرا اس سے محبت سے پیش نہیں آتا، یا اس کے دل میں اس مومن کو غم و مصیبت میں مبتلا دیکھ کر رنج و غم پیدا نہیں ہوتا، تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے ایمان میں کمی ہے۔ مومن کو مومن سے محبت اور اخوت لازمی ہے۔

تمام اہل سنت و الجماعت سے ان خرابیوں کو دور کرنے کے لیے یہ آل انڈیا سٹی کالفرنس قائم کی گئی ہے۔ تاکہ اہل اسلام کے دلوں میں صحیح اسلامی تصورات پیدا ہوں۔ پرانے خدا اور پرانے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو صحیح معنوں



میں غلام بنایا جائے۔ تاکہ قرآن پاک کی مقدس تعلیم پر ان کو ائمہ کرام اور سلف صالحین کی طرح عمل کرنے کی راہ دکھائی جائے۔

آخر میں فقیر ایک بار پھر یہ بات دہراتا ہے کہ ایمان کی تکمیل، جو نور الیقان کی تائید بغیر ناممکن ہے، حضرت سرور کائنات فخر موجودات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول غلاموں کی غلامی میں داخل ہونے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ صدق دل اور خلوص ارادت کے ساتھ ان مقبولان بارگاہِ صمدیت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں سے تائب ہوں۔ اور محبوبیت سرکارِ دو عالم کا مرتبہ حاصل کریں۔ اور یاد رکھیں کہ بدوں ان کی مہربانی اور عنایت کے حصولِ ایمان مشکل ہے۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق  
گر ملک باشد سیہ باشد ورق

# مواعظِ آگرہ

فتنہ ارتداد کے زمانے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آگرہ میں انجمنِ خدمِ الصویہ کا مرکزی دفتر قائم فرمایا تھا۔ اس زمانے کی کارگزاریوں کا مختصر حال ”فتنہ ارتداد“ کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے۔

۲۵ نومبر ۱۹۲۴ء کو حضور بہ نفسِ نفیس آگرہ تشریف لائے۔ اور بائیس دن قیام فرمایا۔ اس دوران آپ نے آگرہ کی مختلف مساجد اور محلوں میں مواعظِ حسنہ سے شائقین کو فیض یاب فرمایا۔ اس کے بعد انجمن کے تبلیغی کاموں اور کارگزاریوں کا معائنہ فرمانے اور تبلیغی کام میں رُوح پھونکنے کے لئے آپ نے کئی اصلاح کا دورہ کیا۔ اور گاؤں گاؤں تشریف لے گئے۔ واپسی میں پھر چند روز آگرہ میں قیام فرمایا۔ قیامِ آگرہ کے دوران آپ نے فی البدیہہ اکیس وعظ فرمائے۔ جن کی رُوداد محفوظ ہے۔ ان مواعظِ حسنہ کی تلخیص یہاں افادہِ عموم کے لئے درج کی جاتی ہے۔ آپ کا ہر وعظ خطبہٴ مسنونہ اور تلاوت کلامِ پاک سے شروع ہوتا تھا۔ تکرار سے بچنے کے لئے ان کو مخدوف کر دیا گیا ہے۔

## پہلے جلسے کا وعظ

(مقام اکبری مسجد تاریخ ۲۶ نومبر ۱۹۲۴ء)

ارشاد فرمایا کہ وعظ تو آپ بہت سن چکے۔ وقت بہت گزر گیا ہے۔ اس لئے فقیر صرف چار ضروری مسائل آپ کو سنائے گا۔ اگر آپ نے ان کو یاد رکھا اور عمل کیا، تو ہدایت کے لئے یہی کافی ہے۔

ہم ایک مرتبہ حیدرآباد دکن گئے تھے۔ ہمارے ساتھ ایک مولوی صاحب نے کسی گھنٹے فاصلہ پر تقریر فرمائی۔ لوگوں نے مجلس وعظ سے اٹھ کر مولوی صاحب کے وعظ کی بڑی تعریف کی۔ ہم جلسے سے قبل اختتام چلے آئے تھے۔ ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ بتاؤ۔ مولوی صاحب نے کیا بیان کیا تھا۔ لوگوں نے جواب دیا۔ یہ تو ہم کو یاد نہیں کہ انہوں نے کیا کیا کہا تھا۔ مگر غضب ہی کر دیا تھا۔ مولوی صاحب بہت اچھا وعظ فرماتے ہیں۔

بھائیو! ایسے اچھے وعظ کا کیا فائدہ ہے۔ تھوڑی دیر کی واہ وا کے علاوہ کچھ حاصل نہیں۔ اگر آپ کے سامنے دو چار ہی مسئلے بیان کئے جائیں۔ اور تم ان کو تمام عمر یاد رکھو اور ان پر عمل کرو تو وہ تمہارے کام آسکتے ہیں۔ بس میں آج صرف چند ضروری باتیں بیان کروں گا۔

(۱) یقین رکھو کہ تمہارا خالق، مالک، رازق، رب صرف وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی کی یاد اور عبادت میں لگے رہو۔ چونکہ اس کی رضا جوئی اور معرفت بدون پیغام رسالت ناممکن اور محال ہے۔ اس لئے جان لو کہ حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب، خاتم النبیین اور شفیع المذنبین ہیں۔ طائر ایمان کے دو بازو ہیں ایک بازو توحید کا ہے دوسرا رسالت کا۔ جس طرح کوئی پرندہ صرف ایک بازو سے پرواز کر کے اپنے اشیانے تک نہیں پہنچ سکتا، اسی طرح تم بھی ایمان کے ان دونوں

بازوؤں یعنی توحید اور رسالت کے بغیر منزل مقصود تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔

اسلام کا کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ جو اصل ایمان ہے، اسمیں پہلا حصہ توحید کا ہے اور دوسرا حصہ رسالت کا ہے۔ کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔ اور آپ کے ساتھ محبت کامل نہ ہو۔ کیونکہ حضور کی محبت ہی عین ایمان ہے۔ اور اس بارے میں خود قرآن کریم اور احادیث نبویٰ شاہد عادل ہیں۔ اکیسویں پارے سورہ احزاب کے پہلے رکوع میں ارشادِ ربّی ہوتا ہے۔ اَللّٰبِیُّ اَوَّْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (ترجمہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کے لئے ان کی اپنی جانوں سے بھی اولیٰ ہیں) اس آیت پر ایمان لانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس آیت کی رو سے ثابت ہے کہ مسلمان حضور کو اپنی جانوں سے بھی افضل سمجھیں۔ اگر کوئی ایسا نہیں ہے تو وہ مومن ہی نہیں ہے۔

اب حدیث شریف کو لو۔ فسما یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ لَا یُوْمِنُ اَحَدٌ کُوْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهِ وَ النّٰسِ اَجْمَعِیْنَ (ترجمہ۔ کوئی آدمی تم میں سے مومن نہیں ہے جب تک وہ آپ کے ساتھ اپنی اولاد، اپنے ماں باپ، اور سارے جہان سے زیادہ محبت نہ رکھتا ہو پس ہر شخص جس کو مومن ہونے کا دعویٰ ہے، اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لے کہ کہاں تک وہ اس آیت اور حدیث کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کامل رکھتا ہے۔ اور آیا وہ مومن کہلانے کا مستحق بھی ہے کہ نہیں۔ پس اپنے ایمانوں کو محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل اور مضبوط کر لو۔

(۲) دوسرا مسئلہ یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب دین اور دنیا کے دو کام پیش آئیں، تو تم پہلے دین کے کام کو سرانجام دو۔ یقین رکھو کہ تمہارا دنیا کا کام بفضلہ تعالیٰ خود بخود بوجہ حسن انجام پذیر ہو جائے گا۔

مجھے ایک عرب کی روایت یاد آئی۔ ایک نفع جمعہ کا دن تھا۔ اس کو نماز جمعہ ادا کرنا بھی ضروری تھی۔ اور ساتھ ہی اس کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔ اس کو تلاش کرنا بھی ضروری تھا۔ نیز اس غریب عرب کے کھیت میں پانی دینے کی باری بھی آگئی تھی۔ اب اس کو یہ مشکل

درپیش تھی کہ اگر جمعہ پڑھتا ہے تو گم شدہ اونٹ کی تلاش رہی جاتی ہے۔ اور کھیت میں پانی نہ دے  
تو سال بھر کی پیداوار سے بھی محروم رہا جاتا ہے۔ مگر عرب کی قوتِ ایمانی نے فیصلہ کیا، اور صحیح فیصلہ  
کیا، کہ اگر جمعہ ادا نہ ہو تو آخرت کا دائمی نقصان ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ ہاں! اونٹ نہ ملا تو  
دوسرا اونٹ بھی خرید اجا سکتا ہے۔ اور کھیت میں پانی نہ آیا تو روزی پہنچنے کے اور بھی بہت  
سے وسیلے ہو سکتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَصَاصِنُ ذَاتِ بَآئِنٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ  
رِمَاذِفُنْهَآ۔ (ترجمہ۔ زمین پر جتنے جاندار چلتے پھرتے ہیں، ان سب کی روزی اللہ کے ذمہ ہے)  
جب کوئی عاجز انسان کھانے کی دعوت کرتا ہے، تو اس کے وعدے پر بھروسہ کر کے آدمی  
بے فکر ہو جاتا ہے اور اسے اطمینان ہو جاتا ہے کہ آج کا کھانا اسے مل جائے گا۔ بھلا وہ قادر  
وقیوم رزاق مطلق روزی اپنے ذمے کرے تو پھر کسی کو کیا فکر ہو۔ ضرور کسی نہ کسی بہانے سے  
روزی مل ہی جائے گی۔

پس یقین کر کے وہ عرب نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے چلا گیا۔ جب فارغ ہو کر گھر آیا  
تو اس نے دیکھا کہ اونٹ مکان میں بندھا ہوا ہے۔ عرب نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ گم شدہ  
اونٹ کس طرح آگیا۔ اس نے جواب دیا۔ میاں! بھیرے اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔  
یہ بے تحاشا بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔ جب گھر میں داخل ہو گیا تو میں نے بازو دیا۔ بھیرے  
جنگل کو واپس چلے گئے۔ اس سے مطمئن ہو کر وہ عرب اپنے کھیت میں پہنچا۔ تو دیکھا کہ  
تمام کھیت پانی سے بھرا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر بے چارہ عرب حیران رہ گیا۔ آخر ہمسایہ سے  
پوچھا کہ بھائی ہمارا کھیت پانی کے کس طرح بھر گیا۔ ہمسایہ نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے  
تمہارے حال پر اپنا فضل فرمایا۔ ہم اپنے کھیت میں پانی دے رہے تھے۔ پانی دینے  
والا سو گیا۔ ہمارے کھیت سے پانی ٹوٹ گیا۔ اور جب تمہارا برابر والا کھیت بھر گیا تب  
آنکھ کھلی۔ اس روایت سے بخوبی ظاہر ہے کہ عرب نے دینی کام، نماز جمعہ، کو مقدم  
سمجھا۔ اور دنیا کے کام چھوڑ کر نماز کے لئے چلا گیا تو خدا سے تعالیٰ نے اس کے دنیاوی  
کام بھی بنا دیے۔

۱۳) تیسرا مسئلہ یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ سب السنائی تم کو مستعار دیا گیا

ہے۔ یہ تمہارا اپنا دائمی مملوکہ و مقبوضہ نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی امانت ہے جو تم کو کچھ عرصے کے لئے مستعار دیا گیا ہے۔ اس سے تم جو کام لے لو وہ تمہارا ہے۔ بہت کم آدمی اس نکتے کو سمجھتے ہیں۔ اکثر اس جسم مستعار کو اپنا متاع دائمی سمجھ رہے ہیں، اسی لئے اس کے نشوونما میں منہمک رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ روزہ محض اس لئے نہیں رکھتے کہ کہیں ہمارا یہ جسم کمزور نہ ہو جائے۔ حالانکہ اس جسم کو تو مالک کی طلبی پر ایک روز تم سے جدا ہو جانا ہے۔ سمجھو! آدمیوں کا یہ سلمہ اصول ہے کہ جب وہ کوئی چیز کسی سے مستعار مانگتے ہیں تو تھوڑے عرصے ہی میں اس سے اپنا سارا کام لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ اس چیز کے واپس مانگ لے جانے پر کام نہ کر لینے کی حسرت سے بچ جائیں۔ میرے عزیزو! اس جسم سے زادِ آخرت تیار کر لو۔ اس کو تو ایک روز اپنے مالک کے طلب کر لینے پر تم سے جدا ہو جانا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم کو اپنی اس غلط فہمی کی بنا پر کہ اس کو اپنی متاع سمجھ بیٹھے ہو، کوئی کام نہ کرنے کی حسرت اٹھانی پڑے۔ (اس موقع پر حضور نے بہت سے نیکو کار صالحین کا نمونہ پیش کیا۔ جنہوں نے صحیح معنوں میں اپنے جسم کو مستعار سمجھا۔ اور اس سے ہمیشہ صحیح کام لینے کی سعی کرتے رہے)

(۴) چوتھی بات یہ یاد رکھنے کی ہے کہ ہر ایک نئی چیز پیاری اور لذیذ معلوم ہوا کرتی ہے۔ عرب کا مشہور مقولہ ہے **كُلُّ جَدِيدٍ لَذِيذٌ**۔ اس کلیہ کے مطابق آپ ہر ایک نئی چیز پسند خاطر فرمائیں۔ مگر یاد رکھیں کہ دین نیا اچھا نہیں ہے۔ دین وہی پرانا چاہیے۔ بھائیو! ہمارا خدا بھی قدیم اس کا کلام بھی قدیم۔ مذہب بھی قدیم رکھو جو تمہارے بزرگوں کا دین ہے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض کوتاہ اندیش ہم کو بڑا کہتے ہیں اور عقاید باطلہ اور مذاہب جدیدہ کے رو کرنے پر ہم کو الزام دیتے ہیں کہ یہ بات تفرقہ پیدا کرتی ہے۔ لیکن جائے انصاف ہے کہ تمام جدید مذاہب باطلہ ابھی ہمارے سامنے پیدا ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں سب مسلمان اہل سنت و الجماعت واحد دین کے پیرو تھے۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے بے دین لوگوں نے تفرقہ اندازی اور ڈکیتی کر کے ہم سے ہمارے بھائیوں کو جدا کر دیا۔ اور بد عقیدہ بنا لیا۔ تھوڑی مدت کی بات ہے کہ یہاں کوئی مرزائی، وہابی، چکرالوی، بابی، بہائی وغیرہ عقاید کا پیرو نہ تھا۔ اب اگر اس سوادِ اعظم

سے بھٹک کر گمراہ ہو گئے، تو موردِ الزام وہ ہیں نہ کہ ہم۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث آپ کو سناتا ہوں۔ یقین جانو کہ سوادِ اعظم ہمارے پرانے مذہب اہل سنت و الجماعت سے نکل کر یہ جس قدر فرقے بن گئے ہیں، ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے۔ فرمایا مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے:

اَتَّبِعُوا سَوَادَ الْاَعْظَمِ۔ فَمَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ (ترجمہ) تم بڑے گروہ کی پیروی کرو۔ جو الگ ہو گا وہ جہنم میں جاگے گا۔) آج ہندوستان میں اتفاق اتفاق کی آواز بلند ہو رہی ہے اتفاق تو وہ کریں جنہوں نے تفرقہ اندازی کی۔ ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان ہیں۔ ساڑھے چھ کروڑ تو ہم اہل سنت و الجماعت ہیں، اور ہم میں سے تفرقہ انداز ڈاکوؤں نے ڈاکہ مار کر، نا اتفاقی کا بیج بو کر، ہمارے کچھ بھائیوں کو گمراہ کر دیا۔ صرف پچاس لاکھ آدمی یا اس سے بھی کم ہم میں سے نکل کر مرزائی، وہابی، چکڑالوی، بابی وغیرہ ہو گئے۔ بے اتفاقی انہوں نے کی۔ ہم تو اتفاق کے لئے تیار ہیں اور اتفاق پر قائم ہیں۔ اور الحمد للہ اسی اتفاق پر قائم رہیں گے اور اسی اتفاق پر مرینگے نا اتفاقی کرنے والوں کو جہنم کی آگ سے ڈرنا چاہیے، اور توبہ کر کے پھر سوادِ اعظم مذہبِ مسنت و الجماعت میں شامل ہو جانا چاہیے۔

دیکھو بکریوں کا ایک گلہ ہے۔ جو بکری اپنے گلے سے باہر نکلے گی اور بھٹک جائے گی اس کو بھیڑ یا پکڑ لے گا۔ جو بکری اپنے گلے سے باہر نہیں نکلے گی، اس کو بھیڑ نہیں پکڑے گا۔ پس اسی طرح جو کوئی ہم میں سے نکل جائے گا، شیطان اس کو گمراہ کر دے گا۔ ڈاکو ڈاکہ مارنے میں سرگرم اور درپے آزار ہیں۔ تم اپنے ایمان کو مضبوط رکھو۔ ایمان کے بہت سے رہزن طرح طرح سے تمہارے ایمان کو چرانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ نہ ان کی مجلسوں میں جاؤ۔ نہ ان کی صحبتوں میں بیٹھو۔ نہ ان کی بات سنو۔

میں ایک مرتبہ پنجاب میں سفر کر رہا تھا، ایک زمیندار نے میرے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اور دریافت کیا کہ ایک مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ غیر اللہ کا نام لینے سے چیز حرام ہو جاتی ہے۔ میں نے اس زمیندار سے کہا کہ یہ کھیت کس کا ہے۔ اس نے کہا میرا۔ میں نے پوچھا یہ لڑکا کس کا ہے۔ اس نے جواب دیا میرا۔ میں نے پوچھا یہ بسیل

کس کا ہے۔ اس نے کہا میرا ہے۔ میں نے سوال کیا کہ بھائی! خدا تعالیٰ کا نام تو تم نے کسی چیز پر بھی نہیں لیا، تو کیا سب چیزیں حرام ہو گئیں۔ اس مولوی سے کہو کہ اس کی بیوی بھی اس پر حرام ہے۔ کیونکہ اس عورت پر اس کا نام آگیا۔ نہیں! وہ خدا کی بندی تو اس پر حرام تھی۔ غیر اللہ کا نام آیا اور وہ مولوی کی عورت بنی، تبھی تو اس پر حلال ہوئی ہے۔

## دوسرے جلسے کا وعظ

(بمقام جامع مسجد آگرہ بتاريخ ۲۷ نومبر ۱۹۲۲ء)

کلمہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ** کے دو جز ہیں۔ ایک جز **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** دوسرا جز **وَمُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ**۔ سارے کلمہ شریف کے چوبیس حروف ہیں۔ پہلا جز توحید ہے، اس کے بارہ حروف ہیں۔ دوسرا جز ورسالت ہے۔ اس کے بھی بارہ حروف ہیں۔ یہ دونوں جزو اصل ایمان ہیں۔ اسی لئے ان دونوں اجزا کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ ادھر **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کی ختم ہوتی ہے کہ **مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ** کی مسم شروع ہو جاتی ہے۔ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک ان دونوں جزووں پر ایمان نہ لائے۔ یعنی ایک شخص صرف **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کہتا ہے تو اس کو مومن نہیں کہہ سکتے۔ توحید کا اقرار کرنے سے اس کو موحد کہیں گے۔ پس ایمان کے لئے دوسرے جزو **مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ** کا ماننا ضروری ہوا۔ اور اس قدر ضروری کہ پڑھنے میں **مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ** پیچھے آتا ہے۔ مگر اس کا اقرار مقدم اور ضروری ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کہنا کس نے سکھایا؟ توحید سے آگاہ کس نے کیا؟ محمد رسول اللہ نے۔ **صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**۔ پس اول محمد رسول پر ایمان لانا ضروری ہوا۔ ورنہ نری توحید سے کیا فائدہ۔ یوں تو شیطان بھی بڑا پکا موحد ہے۔ حیدرآباد میں ایک مرتبہ ہمارا اجکشن پرشاد وزیر ریاست فقیر سے ملنے کے لئے آیا۔ جب اس کے عقاید کی بابت گفتگو ہوئی تو کہنے لگا۔ حضرت! نہ میں مسلم نہ میں ہندو



میں تو موحد ہوں۔ میں نے کہا راجہ صاحب! موحد تو شیطان بھی ہے۔ مگر لعنت کا طوق گردن میں پڑا ہوا ہے۔ اس کی توحید اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکی کہ اس نے آدم علیہ السلام نبی کا انکار کیا۔ جب تک رسالت کا اقرار نہ ہو صرف توحید کے ماننے سے زیادہ سے زیادہ شیطان بن سکتے ہیں۔

اب ہم کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کے معنی بیان کرتے ہیں۔ پہلا جزو توحید ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ۔ وہ ہمارا خالق، مالک، اور رزاق ہے۔ جب ہمارا ایمان اپنے خالق، مالک اور رزاق پر ہو تو پھر کرسی۔ مگر یہاں یہ حال ہے کہ صبح کو مل گیا تو شام کی فکر ہے۔ اور شام کو مل گیا تو صبح کی فکر لگی ہوئی ہے۔ حالانکہ اس کی اتنی عمر تک نہ رزاق مطلق پہنچاتا رہا ہے۔ اور اس کا وعدہ سچا ہے۔ وہ اسی طرح پہنچاتا رہے گا۔ فکر محض کامل ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ صرف زبان سے کلمہ طیبہ پڑھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو اپنا رزاق کہتا ہے۔ اگر ایمان ہو تو فکر کیوں ہو۔

ایمان اس کیفیت قلبی کا نام ہے جو بندے کو اپنے مولیٰ پاک سے ہوتی ہے۔ اگر کوئی معمولی انسان شام کے کھانے کو کہہ دے تو اس کے قول پر اتنا اعتبار ہوتا ہے کہ نہایت اطمینان سے بے فکر بیٹھے رہتے ہیں۔ اور چولہے پر تو اتنا تک نہیں رکھتے۔ لیکن اس رزاق مطلق رَبُّ الْعَالَمِينَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ کے وعدے پر کسی معمولی انسان کے قول جیسا بھی اعتبار اور یقین نہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے تیری روزی اپنے اوپر واجب کر لی۔ اور تیری غفلت، کفر، بدعت، فسق، فجور، تمرد، کسر نفسی کے باوجود بھی وہ رزاق مطلق برابر روزی عنایت فرماتا رہا ہے۔ اور اس کا وعدہ سچا ہے۔ دیکھو پارہ ۱۲ کا پہلا رکوع۔ شروع آیت۔ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ مسلمانو! جب تمہارا کلام الہی پر ایمان ہے تو تم اس کے وعدے پر کیوں یقین نہیں رکھتے اور اس قدر روزی کی فکر میں لگ گئے کہ روزی رساں کو بھی بھول گئے۔ حضرت بیدل نے کیا خوب کہا ہے

چرا در رزق امروزہ اسیری فکر و غم داری      کہ نگزارد ترا محتاج ایزد تا کہ دم داری  
رساند رزق آل رزاق مطلق غم مخور غافل      بھروسہ کن بر بیدل خدا داری چہ غم داری

حضرت بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہے کہ آپ پہاڑ میں یادِ الہی کے لئے جا بیٹھے۔ جب کئی روز کا فاقہ ہو گیا تو گھبرا کر ایک آبادی کی طرف رجوع کیا۔ ایک یہودی کے دروازے پر پہنچے۔ اور کھانے کے لئے دستِ سوال دراز کیا۔ یہودی نے دو روٹیاں دے دیں۔ شیخ روٹی لے کر چلے تو یہودی کا کتا پیچھے ہو لیا۔ کچھ دور گئے تھے کہ اس نے بھونکنا شروع کیا اور کاٹنے کو آمادہ ہوا۔ شیخ نے ایک روٹی کتے کے آگے ڈال دی تاکہ اپنی جان بچائیں۔ کتا اس روٹی کو کھا کر پھر لپکا۔ اور اسی طرح بھونکنا اور کاٹنا شروع کیا۔ شیخ نے دوسری روٹی بھی ڈال دی اور وہاں سے بھاگے۔ کتے نے وہ بھی کھالی اور پھر پیچھا کیا۔ جب کتا نزدیک آ گیا تو شیخ نے کہا "او بے حیا! مجھے کئی دن کا فاقہ ہے۔ اس پر دو روٹیاں ملی تھیں۔ وہ دونوں تجھے دے دیں۔ تو پھر بھی بھونکنے کاٹنے سے باز نہیں آتا" اللہ تعالیٰ نے کتے کو گویا بی عطا کر دی۔ اس نے جواب دیا "اے شیخ! بے حیا میں نہیں ہوں، بے حیا تو ہے۔ کہ اپنے مالک کا دروازہ چھوڑ کر اس کے دشمن، ایک یہودی، کے دروازے پر روٹی کے لئے آیا۔ مجھے دیکھ کہ میں سارے دن دھوپ میں اپنے مالک کی بکریاں چرا کر شام کو گھر آتا ہوں۔ میرا مالک رات کو آرام سے سوتا ہے، اور میں رات بھر حفاظت کرتا رہتا ہوں۔ اور صبر و قناعت سے اپنے اسی مالک کے دروازے پر پڑا رہتا ہوں۔ جب کبھی میرے مالک کو خیال آ جاتا ہے، وہ روٹی کا ایک ٹکڑا ڈال دیتا ہے۔ میں اسی پر قناعت کرتا اور راضی برضا رہتا ہوں۔ کبھی کسی غیر کے دروازے پر نہیں جاتا۔ بے حیا تو ہوا یا میں؟"

حضرت شیخ کی آنکھیں کھل گئیں اور ہوش آ گیا۔ کاش انسان اپنے مالک کی رزاقیت پر اتنا بھروسہ ہی رکھتا، جتنا ایک نحس جانور کتا اپنے مالک پر رکھتا ہے!

ایک پنجابی بزرگ کہتے ہیں۔

رتا کھانڈے رب دا کہون کھانڈے کھٹ ستران ہی گلاں ہو یا پچوڑ چپٹ

انسان کی بھول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی کھاتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ وہ خود اپنے قوتِ بازو سے کما کر کھاتا ہے۔ کیا یہی کلمہ طیبہ پر ایمان ہے؟ قوتِ بازو کہاں سے آئی؟ صحت و عافیت اور روزی کے اسباب کس نے پیدا کئے؟

وہی حقیقی داتا اور رازق ہے۔ ایک ہندو شاعر کہتا ہے اور خوب کہتا ہے۔

ع: داتا ہمارا م ہے مودی سگل جہان

یعنی دینے والا تو ہمارا وہی اللہ ہے اور خزانچی سارا جہان ہے۔ جو اس بادشاہ حقیقی کے حکم سے شاہی خزانہ کا مودی بن کر مال تقسیم کر رہا ہے۔ افسوس ہے کہ بادشاہ حقیقی کو سب بھول گئے اور خزانچی کو دینے والا اور خزانے کا مالک سمجھ بیٹھے۔ یہ تو بڑا شرک ہے۔ مسلمانو! تم کو روزی، خواہ کسی دروازے اور کسی استے سے اور کیسے ہی ذریعے بہانے سے ملے، سچے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسے اپنے مولیٰ پاک کی طرف سے سمجھیں۔ اور اس کا شکر ادا کریں۔ ظاہری طور پر پہنچانے والا تو ایک خزانچی سے زیادہ کوئی شخصیت نہیں رکھتا۔ خزانچی کو شاہی خزانے پر ذاتی تصرف کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ وہ بلا حکم شاہی اپنی ذات پر بھی ایک پیسہ نہیں خرچ کر سکتا۔ کسی شخص کو قبل از وقت اور بیش از قسمت کچھ نہیں مل سکتا۔ پھر فردا کیوں؟ اور پریشانی کیسی؟ لاہور کے نزدیک ایک بزرگ شاہ کا کوگرے ہیں۔ ان کی خدمت میں ایک قوال نے ایسی خوش آوازی سے قوالی سنائی کہ شاہ صاحب خوش ہو گئے۔ اور فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ قوال نے عرض کیا کہ حضرت! نہ رتی گھٹے نہ تل بڑھے، آپ کب مجھے وہ چیز دے سکتے ہیں جو قضا و قدر نے میری قسمت میں نہیں لکھی۔ نہ آپ میری قسمت میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ اور ایسا نہیں کر سکتے تو پھر میں کیا طلب کروں۔ شاہ صاحب کو ہوش آگیا۔ فرمایا ”بھائی شاہ کا کوکا منہ کالا“ اب اس موضع کو بھی ”کالا شاہ کا کو کہتے ہیں۔“

توحید کے متعلق بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔ مگر ہم صرف ایک ضروری مسئلہ اور سنایتے ہیں۔ جب انسان کا کوئی عزیز مر جاتا ہے تو وہ ہائے والے کرتا ہے۔ اور سخت بے صبری ظاہر کرتا ہے۔ اس بے صبری کے کیا معنی؟ کیا یہی کلمہ طیبہ پر ایمان ہے؟ اگر کوئی آقا اپنے غلام سے کہتا ہے کہ لاؤ وہ روپے دیدو جو ہم نے تم کو دیے تھے، تو کیا کوئی سمجھدار غلام ایسے مطالبہ پر ہائے والے کرے گا۔ اور پھر بھی وہ آقا کا سچا فرماں بردار غلام کہلائے گا۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر کسی کے مرجانے پر بے صبری کیسی!۔

اپنی چیز کا وہ مالک ہے، جب چاہے لے لے۔ عذر کیسا! اگر عذر کرے اور بے صبری دکھائے تو اپنے ضعفِ ایمان کا اظہار کرے۔ زبان سے تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی میرا معبود نہیں ہے۔ میں اس کا بندہ ہوں۔ اور چاہتا یہ ہے کہ خود مالک بن جائے۔ اور جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ کیا ایمان اسی کا نام ہے؟ افسوس صد افسوس! جب اس نے مان لیا کہ میرا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو اسے رضا پر رہنا چاہیے۔

راضی ہیں ہم اسی پر جس میں تری رضا ہے، شکوہ تری رضا کا صبر و رضا نہیں ہے اب دوسرے جزو رسالت کو لیجئے۔

کلمہ طیبہ کا دوسرا جزو مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس جزو رسالت کے بھی دو جزو ہیں۔ ایک مُحَمَّدٌ دوسرا رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ محمد اسم موصوف ہے اور رسول اللہ اس کی صفت ہے۔ اسم محمد کے معنی ہیں "سرا ہا گیا"۔ اس سرا ہے گئے پیارے حبیب کی نسبت اللہ تعالیٰ خود شہادت دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَكُفِيَ بِاللّٰہِ شَہِیْدًا (ترجمہ کافی ہے اللہ شہادت دینے والا) اس کی شہادت سے زیادہ کس کی گواہی معتبر ہو سکتی ہے۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو چیز جس شخص نے بنائی ہو، وہ جب اپنی خود ساختہ چیز کی نسبت شہادت دے تو کسی دوسرے آدمی کا اعتراض قبول نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً اگرہ کے کسی کاربگیر کی بنائی ہوئی ایک دری ہے جس کی نسبت لوگوں میں اختلاف ہے۔ کوئی کسی کی بنائی ہوئی بتاتا ہے، اور کوئی کسی اور جگہ سے آئی ہوئی بیان کرتا ہے۔ اگر اگرہ کا وہ کاربگیر خود شہادت دے کہ میرے کارخانے میں بنی، اور میں نے خود تیار کی ہے۔ تو کسی کو کسی اعتراض کا حق باقی نہیں رہتا۔ اور ماننا پڑتا ہے کہ وہ دری اسی کاربگیر کی بنائی ہوئی ہے۔ بھلا جب وہ خالق کل اللہ تعالیٰ خود شہادت دے رہا ہے تو اس میں کسی کو کیا کلام ہو سکتا ہے۔

ع: وصف خالق ہی جو فرما کے تو بندہ کیا ہے!

بعض لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو نعت شریف کا انکار کرتے اور معترض ہوتے ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ کلمہ طیبہ تو خود نعت ہے۔ اسم محمد خود نعت۔ اور اس کا اگلا حصہ رسول اللہ یہ بھی نعت۔ غرض سارے کلمہ طیبہ میں نعت ہی نعت ہے۔ جس پر ایمان لانا فرض ہے۔ ساری عمر میں ہر مسلمان کو ایک مرتبہ یہ نعت پڑھنی فرض ہے۔ اور اس فرض کو بار بار ادا کیا جائے تو اتنا ہی زیادہ مفید ہے۔ جس سے ایمان قوی ہوتا ہے۔ مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے بھی پیدا ہو گئے ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت کی نعت تو پڑھو۔ مگر حد سے نہ بڑھاؤ۔ وہ ہمارے جیسے بشر تھے۔ افسوس! حد سے تو وہ بڑھائے جس کو حد معلوم ہو۔ کسی کو حد معلوم نہیں۔ جب حضور کی حد ہی کسی کو معلوم نہیں تو وہ حد سے کس طرح بڑھا سکتا ہے۔

اس مسئلے کے متعلق ایک معتبر روایت سنئے۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام شب معراج میں ہم رکاب سعادت سرارِ دو جہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے گئے۔ یہاں پہنچ کر ٹھہر گئے حضور نے ارشاد فرمایا: **سِرِّ مَعِيَ يَا أَخِي جِبْرَائِيلُ** (ترجمہ چلو میرے ساتھ اے بھائی جبریل) حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ حضور یہاں سے میں ایک قدم آگے بڑھاؤں تو تجلیات آہی سے جل جاؤں۔ یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ میری حد آچکی۔ سعدی نے اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے۔

اگر یک قدم پیش برتر نہم فروغِ تجلی بسوزد پریم

حضور نے فرمایا کہ ہمارا تو یہ پہلا قدم ہے۔ اس روایت سے آپ کو حد کا پتہ چلا۔ جہاں حضرت جبریل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے رہ جاتے ہیں، وہاں حضور کا پہلا قدم ہوتا ہے۔ اب سوچو کہ تم کون سی حد سے بڑھانے کی فکر میں گھل رہے ہو۔

یہاں معراج کا ذکر آگیا۔ اس لئے فیضوری مسئلہ بھی بیان کئے دیتے ہیں۔ کہ معراج جسمانی ہوئی یا روحانی۔ بہت لوگ خیال کرتے ہیں کہ معراج روحانی ہوئی تھی جسمانی نہیں ہوئی۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضور کو معراج جسمانی ہوئی۔ اس بات کے لئے ہمارے پاس قوی دلائل ہیں۔

اول یہ کہ جب شبِ آسری میں حضور کو معراج ہوئی تو حضور کو خیال ہوا کہ اس امر کے ظاہر کرنے پر کفار مکہ انکار کریں گے۔ ابو جہل جب حاضر ہوا تو اس نے بطور استہزا پوچھا کہ فرمائیے آج کیا نئی بات سنائی ہے۔ آپ نے معراج کی حقیقت ارشاد فرمائی۔ وہ سن کر بہت خوش ہوا اور سوچا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قائل کرنے کا آج اچھا موقع ہاتھ آیا۔ بھلا ان واحد میں بیت المقدس اور آسمانوں، جنت، دوزخ کی سیر کر کے واپس آ جانا کس کے قیاس میں آسکتا ہے اس بارے میں تو ابوبکر بھی ہمارے ساتھ مل کر معراج کا انکار کر دیں گے۔ اس نے حضرت ابوبکر صدیق سے جا کر کہا لو اب بھی اپنے صاحب کی باتوں کو مان لو گے۔ وہ کہتے ہیں ہم رات ہی رات میں بیت المقدس بھی ہو آئے۔ آپ نے بلا پس و پیش فرمادیا کہ وہ سچ فرماتے ہیں۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ جب جبریل امین آسمانوں سے چشم زون میں آجاتے ہیں اور وحی لاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول کے لئے یہ سیر بعید العقول اور مافوق العادۃ نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ابو جہل اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے معراج جسمانی پر بحث کی۔ کیونکہ روحانی معراج میں تو ابو جہل کو کوئی انکار نہیں ہو سکتا تھا۔ اور نہ کسی دلیل کی حاجت تھی خواب میں یا روحانی سیر میں بیت المقدس پہنچ جانا تو ممکنات سے ہے۔ وہ تو جسمانی معراج میں متروک تھا۔ جس کی تصدیق فرما کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق اکبر ہو گئے۔

دوسری دلیل خود قرآن کریم کے پارہ ۱۹ ربیع چوتھا رکوع تیسرا پڑھو۔ قَالَ عَفْرِيْتُ مِنَ الْجِنَّ اَنَا اَتَيْتِكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اٰمِيْنٌ ترجمہ۔ کہا جنوں میں سے ایک نے کہ میں لا دیتا ہوں وہ آپ کو اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں۔ اور میں اس پر قوی اور معتبر ہوں۔) قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ اَنَا اَتَيْتِكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَوْفًا ترجمہ۔ بولا وہ شخص جس کے پاس تھا علم کتاب کا۔ میں لا دیتا ہوں وہ آپ کو اس سے پہلے کہ آپ کی پلک جھپکے۔) بلقیس و سلیمان کا یہ قصہ مشہور اور معتبر ہے۔ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ بلقیس کا وہ تخت اس قدر وزنی تھا کہ اس کو چار سو آدمی اٹھاتے تھے۔ اور وہ تخت دو ماہ کی راہ پر تھا۔ سلیمان علیہ السلام نبی تھے۔ ان کا ایک خادم اس تخت کو چشم زون میں اتنے دور دراز

فاصلے سے اٹھا لایا۔ اب سوال یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام تو نہ رسول تھے، نہ صاحبِ شریعت نہ اولوالعزم، نہ مصطفیٰ تھے۔ ان کا ایک خادم تو اسی بسمِ عنصری کے ساتھ، اتنے بڑے وزنی تخت کو، اتنے فاصلے سے، چشمِ زدن میں لے آئے۔ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معراجِ جسمانی فرمائیں تو شکوک و اوہام پیدا ہو جائیں۔

تیسری دلیل بلبقیس کے قصے کو تو آپ بہت پرانا کہتے ہیں۔ لیکن اس زمانے کی شہادت سنئے۔ اخبارِ زمیندار میں پچھلے دنوں یہ خبر شائع ہو چکی ہے کہ دورانِ جنگِ جرمن نے ایک توپ ایسی ایجاد کی جس کا ایک گولہ دو سو من کا تھا۔ اور وہ تین سو میل کی مار کرتی تھی۔ اور اس کا گولہ تین سو میل پر ایسی جلدی پہنچ جاتا تھا کہ آواز پیچھے آتی تھی۔ اور گولہ پہلے پہنچتا تھا۔ افسوس ہے کہ آپ اس کو تو باور کر لیں کہ کافر اتنا وزنی گولہ ان واحد میں اس قدر فاصلے پر پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے، لیکن قادرِ قیومِ خدا، جس کی شان میں کلامِ پاک "إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" کا اعلان کر رہا ہے۔ اس کی اس قدرت سے انکار کرتے ہو کہ اس نے اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج نہیں کرائی۔ بلکہ روحانی سیر کرائی۔ کیا یہی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تمہارا ایمان ہے؟

چوتھی دلیل۔ قرآنِ کریم کا پندرہ پارہ پہلا رکوع۔ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ترجمہ: پاک ذات ہے وہ اللہ جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو ارب والی مسجد سے مسجدِ اقصیٰ تک۔ جس میں ہم نے خوبیاں رکھی ہیں۔ کہ دکھائیں اس کو کچھ اپنی قدرت کی نشانیاں۔ وہ ہے سننے والا اور جاننے والا۔

یہاں اسْرَىٰ بِعَبْدِهِ سے صاف ظاہر ہے کہ معراجِ جسمانی ہوئی۔ کیونکہ لفظ عبد کا اطلاق روح مع الجسم پر کیا جاسکتا ہے۔ نہ صرف روح کو بندہ کہتے ہیں اور نہ صرف جسم بلا روح کو سیر کرائی جاتی ہے۔ "بندے کو سیر کرائی گئی" یعنی حضور کو جسمِ اطہر حضور کے ساتھ معراج ہوئی۔ اگر روحانی سیر ہوتی تو عبد کا لفظ نہ ہوتا۔ اس سے صاف اور

روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے!۔ نہیں معلوم معراج جسمانی کو تسلیم کرنے میں کلام پاک کی قاطع حجت کے ہوتے ہوئے کیسے انکار کرتے ہیں۔  
اب کلمہ طیبہ کے باقی معنی سنئے۔

جس طرح بعض آدمی نعتِ رسول میں حد سے باہر ہونے نہونے کی فکر کرتے ہیں جس کا ہم نے ابھی کچھ ذکر کیا ہے۔ اسی طرح بعض گستاخی کرنے کو عین ایمان سمجھتے ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ اپنے جیسا بشر کہنے سے نہیں چوکتے۔ یہ مسئلہ بڑا ضروری ہے۔  
سنئے۔

قرآن کریم کے سولہویں پارہ، پہلے ربع، تیسرے رکوع، سورہ کہف کی آخری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُ الْوَاحِدُ ۚ تَرْجُمَةٌ یعنی اے ہمارے حبیب! فرما دیجئے کہ میرا ظاہر تمہاری مثل ہے۔ اور میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود خدائے واحد ہے۔ اس آیت میں لفظ ”بشر“ سے دھوکا کھا رہے ہیں۔ عربی میں ”بشر“ ظاہر جسم کو کہتے ہیں۔ انھوں نے اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ تو یاد کر لیا۔ لیکن يُوحَىٰ إِلَيَّ پر نظر نہ ڈالی۔ معاذ اللہ! اس پیکرِ قدسی نورِ محبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا جیسا بشر سمجھتے ہیں۔

یہ تو وہ بات ہوئی کہ ایک بے نمازی تارک الصلوٰۃ سے جب نماز کے لئے کہا گیا تو اس نے جھٹ قرآن کریم کی آیت لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ ۖ أَنتُمْ سَكَارَىٰ ۖ مُخَذَّبُونَ ۖ وَإِنَّمَا كُنْتُمْ فِي حَالِكُمْ تَمَسْكُمُ اس حالت میں ہو۔

یہی حال ان بے دینوں کا ہے۔ آیت کے ایک حصے کو پڑھتے ہیں۔ اور اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سے مثلیت کا خیال کر لیتے ہیں۔ يُوحَىٰ إِلَيَّ پر دھیان نہیں کرتے۔ وحی تو صرف حضور پر آتی تھی۔ یہ تو خاصہ حضور ہی کا ہے۔ ہاں! ایک بات حد مشترک ہے۔ وہ آگے ہے۔ اِنَّمَا إِلَهُ الْوَاحِدُ ۚ (ترجمہ۔ تمہارا معبود خدائے واحد ہے۔)



حضرت امام اعظم صاحب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا **مَحْمَدٌ وَبَشَرٌ**؟ آپ نے فرمایا  
**لَا كَالْبَشَرِ - بَلْ هُوَ يَا قُوتٌ فِي الْحَجَرِ**۔ کہ حضور بشر جیسے نہیں ہیں۔ وہ تو ایسے ہیں  
 جیسے یا قوت پتھروں میں۔ سب پتھر یا قوت نہیں ہو سکتے۔ پتھر کو کوڑی کو بھی کوئی نہیں پرچھتا۔  
 اور یا قوت انمول ہے۔ اگر پتھر یا قوت کو اپنا جیسا کہنے لگیں تو کیسی جہالت کی بات ہے۔ یہ  
 لوگ تو حضور کو اپنے جیسا بشر کہنے سے نہیں ڈرتے، اور میں کہتا ہوں کہ کوئی بھی کسی کا  
 مثل نہیں ہے۔ غور کیجئے کہ صورت شکل، رونے ہنسنے، آواز، گفتار میں کوئی بھی کسی کا  
 مثل نہیں ہے۔

اگر **بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** کا ترجمہ ان لوگوں کے لفظوں ہی میں مان لیا جائے، اور  
 کہا جائے کہ ”میں تو تمہارے جیسا بشر ہوں“ کہہ دینے کا ارشاد برتی ہے۔ تو بھی قابل  
 غور یہ امر ہے کہ یہ ارشاد اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو  
 ہوتا ہے۔ کہ آپ ان سے فرمادیں گے کہ ”یہود وعزیرا بن اللہ۔ اور نصاریٰ مسیح ابن اللہ۔  
 کہہ کر اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ تم میری نسبت ایسا غلط عقیدہ مت قائم کر لینا۔  
 بلکہ میں تم جیسا ہی بشر ہوں۔ ہاں! میری طرف وحی نازل ہوتی ہے“ اس کی مثال  
 ایسی ہے کہ بادشاہ اپنے نائب سلطنت و ایسرائے ہند کو حکم دے کہ آپ اعلان کر  
 دیں۔ کہ ”ہم تو تم سب آدمیوں کی طرح ملازم شاہی ہیں مطلق العنان بادشاہ نہیں ہیں“  
 اس اعلان پر کیا کسی چوکیدار کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وایسرائے سے کہے کہ ”تم تو میرے  
 جیسے ہی ملازم سرکار ہو“

دوسری مثال سنئے۔ ایک شخص کا نام نور محمد تھا۔ اس کا باپ بھی زندہ تھا اور  
 بیٹا بھی موجود تھا۔ باپ نے اسے پکارا اور کہا ”نور محمد ادھر آ“ باپ کو اس طرح پکارنے  
 کا حق ہے لیکن اگر اس شخص کا بیٹا بھی اسے اسی طرح پکارے اور کہے ”نور محمد ادھر آ“  
 تو کیا وہ بیٹا ناخلف نہیں ہے۔ اس کو اس طرح پکارنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ تو اگر  
 اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو اس طرح فرمادیں گے۔ اور حضور انور خود  
 بھی ایسا فرمائیں۔ تو بجا ہے لیکن امت کا ایسا کہنا صریح گستاخی اور بے ادبی ہے۔

اب ہم اس مسئلے پر مزید روشنی ڈالتے ہیں۔ اور دکھلاتے ہیں کہ جو لوگ مثلیت کے وہم میں ڈوبے ہوئے ہیں، وہ کہاں تک حق بجانب ہو سکتے ہیں۔ صحیح عقاید کی رو سے امت کے افراد میں حسب ذیل مدارج مانے گئے ہیں۔ (۱) مومن (۲) ابرار (۳) صالحین (۴) متقین (۵) مقربین (۶) اولیاء (۷) اولاد (۸) ابدال (۹) قطب (۱۰) غوث (۱۱) تبع تابعین (۱۲) تابعین (۱۳) صحابی (۱۴) اصحاب بدر (۱۵) خلفائے راشدین (۱۶) صدیق (۱۷) نبی (۱۸) رسول (۱۹) اولوالعزم (۲۰) مصطفیٰ - ہم زیادہ سے زیادہ مومن ہو سکتے ہیں۔ اور اس سے بھی بفضلہ تعالیٰ مدارج بلند ہوں تو بس مدارج میں سے صرف دسویں درجے غوث تک پہنچنا ممکن ہے۔ مگر تبع تابعی کا درجہ ملنا بھی محال ہو گیا۔ چہ جائیکہ باقی مدارج۔ اور سب سے افضل اور اعلیٰ نبیوں اور رسولوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثل اپنے آپ کو سمجھنے لگیں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک -

یہ بڑی گمراہی ہے۔ اور اس کی خود قرآن کریم شہادت دیتا ہے۔ دیکھو پارہ اٹھارویں آخر ربع، سورہ فرقان کا پہلا کوع - وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا أَوْ يُلْقَى إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا مَرْجُلًا مَسْحُورًا هُ الْنَظْرُ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا هُ ترجمہ - اور کہنے لگے یہ کیسا رسول ہے۔ کھانا کھاتا ہے۔ بازاروں میں پھرتا ہے کیوں نہ آتا اس پر کوئی فرشتہ کہ اس کے ساتھ ڈرانے کو رہتا۔ یا اس کے پاس خزانہ نہ ہو یا اس کے پاس باغ ہوتا کہ اس میں سے کھایا کرتا۔ اور ظالم کہنے لگے کہ تم ایک مرد سحر زدہ کا ساتھ پکڑتے ہو۔ دیکھ تیرے ساتھ کیسی مثالیں دیتے ہیں۔ پس گمراہ ہو گئے۔ اور اب کوئی راہ نہیں پائیں گے۔

مسلمانو! سوچو۔ صرف ایسی مثال دینے سے کہ وہ ہماری طرح بازاروں میں پھرتے تھے۔ اور ہماری طرح کھانا کھاتے تھے، حسب آیت مذکورہ بالا گستاخ گمراہ ہو گئے۔ اور کوئی راہ نہ پاسکے۔ تو تم اس گستاخی میں کیوں مبتلا ہوتے ہو۔ کیا تم نے کبھی

قرآن شریف پڑھا اور سنا ہی نہیں؟۔ یا تمہارا مذاق ایسا بگڑ گیا کہ صریح آیت قرآنی کے ہوتے ہوئے بھی تم نہیں سمجھتے؟ اور اپنے ساتھ مماثلت کرنے میں گستاخ بے ادب ہو کر اپنی راہ مار رہے ہو؟ قرآن کا منکر کافر ہے۔ اب بھی اگر تم نے ایسی مماثلت اور مثلیت ڈھونڈی تو کہیں ٹھکانا نہیں ہوگا۔

اب اس نتیجے پر پہنچ کر میں ایک سچی اور صاف بات کہوں گا۔ چاہے گمراہ لوگ اسے سن کر کیسے ہی حاشیے چڑھائیں۔ سنو! خدا تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے الوہیت میں اور حضرت کو پیدا کیا تو آپ وحدہ لا شریک ہیں عبدیت میں۔ نہ اس کا ثانی نہ اس کا ہمسر۔

أَنْتَ خَيْرُ الْخَلْقِ خَيْرَ الْأَنْبِيَاءِ خَيْرَ الرُّسُلِ  
مَصْدَرُ الْخَيْرَاتِ مُقَدَّمُ الصِّفَاتِ مُحَمَّدًا

## تیسرے جلسے کا وعظ

(بمقام اکبری مسجد بتاریخ ۲۸ نومبر ۱۹۲۲ء)

دین اسلام اپنی عالمگیر دل آویزی اور صداقت کے سبب سب دینوں پر غالب رہا۔ اور اللہ تعالیٰ خود اس کا محافظ ہے۔ جو شخص اسلام کی اعانت اور خدمت کرتا ہے وہ جزا کا مستحق ہے۔ اور یہ خاصانِ خدا کا حصہ ہے۔

در مطبخ عشق جز نکور انکشند لاغر صفتان و حیلہ جور انکشند  
گر عاشق صادق ز کشتن مگرینہ مردار بود کسیکہ اور انکشند

کم ہمت لوگ تبلیغ اسلام سے ڈرتے اور پہلو تہی کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ چالیس آدمی کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں دو چور ملے۔ اور انہوں نے ان کو مار پیٹ کر سب مال متاع لوٹ لیا۔ جب گھر پہنچے تو ان سے پوچھا گیا کہ کس طرح لٹ گئے۔ تو وہ بولے چور اور لاشی دو جنے اور ہم چالیس اکیلے۔ کس طرح مقابلہ کرتے۔ یہی حال آگرہ والوں کا ہے۔ ان کے علاقہ میں ارتداد کا فتنہ بپا ہے۔ دنیا سے اسلام میں تھلکہ پڑ گیا۔ اقصائے ہند میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ لوگ انسداد ارتداد کے لئے اپنی ضرورتوں کو پس پشت ڈال کر دوڑ پڑے۔ اور تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ مگر آگرہ والے اسی طرح خوابِ خرگوش میں پڑے سوچ رہے ہیں۔ کہ شردھانند اور مالوی دو جنے، اور آگرہ والے ایک لاکھ اکیلے۔ کیا کریں اور کس طرح اپنے بھائیوں کو ارتداد سے بچائیں۔

آگرہ کے مسلمانو! یاد رکھو کہ اسلام کا بال بیکا نہیں ہو سکتا۔ اس کو وہ قار سے جس نے سر نہکرایا وہ پاش پاش ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دین کسی کی اعانت کا محتاج نہیں ہے۔ مگر جو مسلمان خدمتِ اسلام کرے گا، اس کو دین و دنیا میں سرخروئی حاصل ہوگی۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور جو حضور کا نام لیوا ہے اس کا بھی میں خادم ہوں۔ مجھے اس کے ساتھ محبت ہے۔ مگر جو بے دین اللہ

تعالیٰ کے حبیب کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے۔

دنیا میں جس قدر فرقے اور مذاہب ہیں وہ لا تعداد اور بے حساب ہیں۔ وہ سب نے علم خود یہ سمجھتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں۔ اور دوسرے گمراہ۔ ہر ایک شخص اپنے مذہب کو سچا سمجھتا ہے۔ مگر اس کا کچھ معیار ہونا چاہیے۔ حق اور باطل کو جانچنے کے لئے کوئی کسوٹی ہونی چاہیے۔ دیکھئے۔ ہمیرا ایک ترقی پانچ سو روپے کو ملتا ہے۔ اسی رنگ کا کانچ ہوتا ہے۔ جو ایک پیسے کا دو تولہ آ جاتا ہے۔ بتور کی بھی یہی شکل ہوتی ہے۔ بتور پیسے کا اتنا آ جاتا ہے کہ اتنا ہمیرا ایک لاکھ روپے کا بھی نہیں آتا۔ اب دیکھو۔ ہمیرا صرف ایک کے ہاتھ میں ہے۔ دوسروں نے بتور کو ہمیرا سمجھ کر تسلی کر لی ہے کہ ان کے پاس ہمیرا ہے۔ مگر ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ہمیرا صرف مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ ہم سچے دل اور ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ سچا مذہب مسلمانوں کا ہے۔ باقی سب کے ہاتھوں میں کانچ کا ٹکڑا ہے۔ ثبوت لیجئے۔

جس قدر فرقے ہیں سب کوئی نہ کوئی دلیل رکھتے ہیں۔ آریہ کہتے ہیں کہ وید خدا کی طرف سے ہے۔ میں سوال کرتا ہوں کہ وید کب نازل ہوئے؟ اور کس کے اوپر اترے؟ اس وقت اس جگہ کون سی مخلوق آباد تھی؟ اس کا کوئی جواب نہیں۔ ساری دنیا اور آریہ اس کا جواب دینا چاہیں تو نہیں دے سکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ وید انادی ہیں۔ قدیم ہیں۔ خیال کیجئے کہ جب مخلوق نہیں تھی تو وید کس کی ہدایت کے لئے آئے تھے۔ مسلمانوں کی کتاب قرآن کریم ہمارے حضرت پر نازل ہوئی ہماری ہدایت کے لئے۔ اس کا ثبوت کہ وہ خدا کی طرف سے آئی۔ سنئے۔ قرآن شریف کے نزول سے پہلے صرف دو زبانیں مذہبی تھیں۔ نزولِ توریت کے وقت تمام ملک کی زبان سریانی تھی۔ انجیل عبرانی زبان میں اتری۔ مگر قرآن شریف عربی زبان میں نازل ہوا۔ اب دیکھئے کہ قرآن شریف نے نہ صرف توریت اور انجیل کو منسوخ کر دیا۔ بلکہ ان زبانوں کو بھی صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا۔ اس سے زیادہ کیا ثبوت درکار ہے۔ اب دور دورہ قرآن شریف کا ہے۔ جن ملکوں میں سریانی اور عبرانی زبانیں بولی جاتی تھیں۔ وہاں بھی اب عربی بولی جاتی ہے۔ اور قیامت تک بولی جائے گی۔

کوئی قوم اگر قرآن کریم کو صفحہ عالم سے مٹانا چاہے گی تو خود مٹ جائے گی۔ ہندوستان

میں انگریز آئے تو پادریوں نے چاہا کہ کسی طرح قرآن شریف اکٹھے کر لے جائیں۔ اور سارے قرآن تلف کر کے مسلمانوں سے ان کی مقدس کتاب لے لی جائے۔ ایک مولوی صاحب نے ایک پادری سے جو ان کا دوست تھا دریافت کیا کہ آخر اس تعداد کثیر میں قرآن شریف خریدنے کی کیا وجہ ہے۔ وہ پادری بہت صاف گو تھا۔ مولوی صاحب سے کہنے لگا کہ مشن کی تجویز یہ ہے کہ مسلمانوں سے تمام قرآن شریف خرید کر دریا برد کر دیے جائیں۔ مولوی صاحب نے جواب دیا۔ مسلمانوں کی کتاب کا غدول پر نہیں ہے۔ وہ تو ہمارے سینوں میں لکھی ہوئی ہے مسلمان تھوڑی دیر میں ہزاروں اور لکھ لیں گے۔

دنیا میں کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے کہ جو اپنی کتاب کی ایسی حفاظت کر سکے۔ ہمارے دس دس برس کے بچوں کے دلوں پر قرآن شریف لکھا ہوا ہے۔ ایک تو میں ہی ثبوت میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ میں قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ اور بعض دفعہ پڑھتے پڑھتے اذگھ آجاتی ہے۔ پیچھے سامعین میں حافظ قرآن موجود ہوتے ہیں۔ مگر قرآن شریف کی وہی آیتیں منہ سے خود بخود صحیح نکلتی رہتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ تو دل میں نقش ہو چکی ہیں۔ قرآن شریف میں تیس پارے۔ پانچ سو چالیس رکوع۔ ایک سو چودہ سورتیں۔ پانچ لاکھ چالیس ہزار چھ سو حرف اور چھ ہزار چھ سو چھ آیتیں ہیں۔ قرآن کریم کا ایک ایک حرف شمار کر لیا گیا ہے۔ کیا کوئی دوسرا مذہب یہ دعویٰ کر سکتا ہے؟ پانی پت یہاں سے زیادہ دور نہیں۔ وہاں عورتیں تک قرآن شریف کی حافظ ہیں۔ دس دس برس کے تو بے شمار بچے حافظ قرآن ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سات برس کی عمر میں حافظ ہو گئے تھے۔

دنیا میں جس قدر گمراہ اور بے دین فرقے ہیں وہ بھی جانتے ہیں کہ سچا دھرم مسلمانوں کا ہے۔ لاہور اور ہندوستان کے دوسرے اکثر شہروں میں دیکھا ہے کہ ہندو عورتیں اپنے بچوں کو لے کر اس جگہ کھڑی ہو جاتی ہیں جہاں مسجدوں میں نمازی اپنے بچے اتارتے ہیں۔ اگر ان ہندو عورتوں اور ان کے گھروالوں کو اسلام سچا مذہب نظر نہ آتا۔ تو وہ مسجدوں میں جو تئوں کی جگہ آ کر کیوں کھڑی ہوتی ہیں۔ ایک بیمار کے لئے میرے پاس پانی لائے اور کہا کہ اس کو دم کر دو۔ میں نے دم کرنے کے بجائے اس میں تھوک ڈیا۔

بیمار تو کچھ نہیں بولا مگر اس کے ساتھی نے کہا کہ اس پانی میں تو شاہ صاحب نے تھوک دیا ہے۔  
بیمار نے جواب دیا کہ تھوک دیا تو کیا ہوا۔ اس میں شفا ہے میں پی لوں گا۔ کیا وہ ہندو اسلام کو سچا  
مذہب نہیں جانتا تھا؟ جانتا تھا تبھی تو اس کو ایسا پتکا اعمقا دتھا۔

قرآن شریف میں صداقت اور برکت ہے۔ قرآن شریف کے نازل ہونے کے وقت  
اس میں جو برکت اور شفا تھی وہی اب تک ہے اور قیامت تک ہے گی۔ جو یہ کہے کہ قرآن  
شریف میں اب برکت اور شفا نہیں وہ کافر ہے۔ جس مرض کا کوئی علاج نہیں قرآن شریف  
اس کا علاج ہے جس کو ڈاکٹر لا علاج بتا دیتے ہیں، ہم اس کو قرآن شریف پڑھ کر دیتے  
ہیں، وہ شفا پا جاتا ہے۔ قرآن شریف روحانی بیماریوں کا عمل کرنے سے، اور جسمانی عوارض  
کا محض دم کرنے سے شفا بخش نسخہ ہے۔ کوئی آدمی جس کی طحال بڑھ گئی ہو، وہ خواہ کسی  
بھی فرقہ کا ہو، آجائے اور ساتھ ایک تیز تلوار لیتا آئے۔ ہم اللہ کا کلام پاک پڑھ کر  
اس تلوار سے طحال کو دباتے ہیں بال تک نہیں کٹتا اور تلی کٹ کے مریض شفا پا بھو  
جاتا ہے۔ اسی طرح سانپ گزیدہ اور سگ گزیدہ کے لئے گیلی مٹی کے ڈھیلے پر کلام پاک  
دم کر کے دیا جاوے گا۔ وہ اس کے بدن پر پھیر دو جس رنگ کے کتے نے کاٹا ہوگا،  
اسی رنگ کے بال اس مٹی کے ڈھیلے میں سے نکلیں گے۔ اور مریض اسی وقت اچھا ہو  
جاوے گا۔ جس کو قرآن کریم کی برکت دکھینی ہو وہ صبح ہی مریض کو لے آئے۔

میں یہ باتیں صرف اظہار حق کے لئے سناتا ہوں۔ تاکہ سب پر روشن ہو جائے  
کہ دوسرے مذاہب والوں کے ہاتھ میں فقط کانچ ہے اور مسلمانوں کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ  
کے فضل سے انمول بہیرا ہے۔

# پانچویں جلسے کا وعظ

(بمقام اکبری مسجد تاریخ ۳۰ نومبر ۱۹۲۴ء)

بعض لوگ نہ صرف یہ گمان فاسد کرتے ہیں، بلکہ زبان سے بھی کہتے ہیں۔ اور حضرت حبیب کبریٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صریح گستاخی کرتے ہیں۔ کہ معاذ اللہ حضور کے دشمن فوت ہو گئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام قدیم میں ایسا کہنے اور گمان کرنے سے منع فرماتے ہیں پڑھو پارہ دوسرا۔ پہلا ربح تیسرا رکوع۔ دوسری آیت۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ جَبَلٌ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ہ (ترجمہ۔ یعنی تم ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے مردہ مت کہو۔ وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں لیکن بے شعوروں کو شعور نہیں ہے۔) یہاں مردہ کہنے سے روکا گیا ہے۔

دوسری آیت سنو۔ پارہ چوتھا۔ ربح تیسرا۔ رکوع پہلا : وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ه فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ه الْأَخْوَفُ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ه (ترجمہ۔ یعنی تم ان لوگوں کی نسبت جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں یہ گمان بھی مت کرو کہ وہ مر گئے۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی دی جاتی ہے۔ خوش و خرم ہیں اس پر جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی ان کے پاس نہیں پہنچے۔ اس واسطے کہ نہ ڈرے ان پر اور نہ ان کو غم ہے۔) اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ شہید زندہ ہیں اور ان کو روزی بھی ملتی ہے۔ وہ خوش و خرم ہیں۔ پہلی آیت میں تو مردہ کہنے سے منع کیا گیا تھا۔ یہاں ایسا گمان کرنے سے بھی روکا گیا اور ان کو زندہ کہا گیا ہے۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ موت کس کو کہتے ہیں۔



انسان روح اور جسم کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ اور روح و جسم کی مفارقت کا نام موت ہے۔ ایک پتھرے میں طوطا محبوس ہے۔ جب تک طوطا پتھرے میں ہے ہم کہتے ہیں طوطا زندہ ہے جب طوطا پتھرے کو چھوڑ دیتا ہے تو کہتے ہیں کہ طوطے نے پتھرے کو چھوڑ دیا۔ مگر وہ مرا نہیں جب طوطا پتھرے کو چھوڑ دیتا ہے تو اس حالت میں اس کی پرواز پہلے سے بہت زیادہ ہو جاتی ہے اور کوئی یہ بھی گمان نہیں کرتا کہ وہ مر گیا ہے۔ البتہ جو طوطا پتھرے میں مر جائے اسے پتھرے سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اب اس کے پتھرے میں رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ موت کی صورت ہے۔ موت کے بعد جو طوطا پتھرے سے جدا کیا جاتا ہے اس کی پرواز بھی منقطع ہو جاتی ہے۔ پس پتھرے سے مراد جسم انسانی ہے اور طوطے سے مراد روح ہے جب انبیاء اور شہداء کی رُو ہیں اس قفس عنصری سے پرواز فرماتی ہیں تو ان کے مدارج اور مراتب پہلے سے بھی بہت زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور عام آدمی کی روح قفس عنصری سے جدا کی جاتی ہے۔ یہ جدائی موت کہلاتی ہے۔ ورنہ روح کے لئے موت نہیں ہے۔

وَلْيَسْئَلُوْنَا عَنِ الرُّوحِ ۚ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي ۚ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۚ

پارہ پنڈرہ۔ ربیع چوتھا۔ رکوع تیسرا۔ ترجمہ۔ اے ہمارے حبیب مکرم! تم سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کا امر ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ اب یہ مسئلہ بھی باسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ دور ہونا یا نزدیک ہونا جسم کے لئے ہے۔ روح کے لئے قرب و بعد نہیں ہے۔

ایک اور مثال سنئے۔ سورج ایک ہے۔ چین والے کہتے ہیں ہمارے یہاں سورج چمک رہا ہے۔ عرب کہتے ہیں سورج ہمارے گھر میں ہے۔ بظاہر ہزاروں میل کا فاصلہ ہے مگر سورج ہر شخص کو دکھائی دے رہا ہے۔ مسئلہ زیر بحث پر غور کیجئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللهُ نُورِي ثُمَّ خَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ نُورِي۔ ترجمہ۔ کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ پھر میرے نور سے ساری خلقت کو پیدا کیا۔ عالم امر اور عالم خلق سب حضور کے نور سے بنے ہیں۔ سورج بھی منجملہ اسی کائنات کے ہے جو حضرت کے نور سے پیدا کی گئی ہے۔ اب دیکھئے کہ سورج میں تو یہ طاقت ہے

کہ ایک ہی وقت میں ہزاروں میل کے فاصلے پر گھر گھر میں موجود ہو۔ مگر اس کی نسبت انکار کیا جاتا ہے جس سے ساری کائنات پیدا ہوئی۔ اور خود سورج بھی اسی کے نور کا ایک ذرہ ہے۔

لاکھوں آدمی ایک وقت میں مر کر دفن ہوتے ہیں۔ یہ ستم عقیدہ ہے کہ ہر قبر میں نکیرین مردے سے سوال کرتے ہیں کہ یہ شبیہ مبارک کس کی ہے۔ یہ کون ہیں۔ مومن سچان لیتا ہے۔ اور کافر انکار کرتا ہے۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ حضور ہر قبر میں ایک ہی وقت میں پہنچتے ہیں۔

ملک الموت کی نسبت بھی یقینی عقیدہ ہے کہ لاکھوں آدمیوں کی روح ایک ہی وقت میں قبض کرتے ہیں۔ حالانکہ ایک آدمی ہندوستان میں مڑتا ہے دوسرا افریقہ میں۔ ایک ہی وقت میں حضرت عذراہیل علیہ السلام کا سب جگہ پہنچنا قابل تسلیم ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہی وقت میں سب جگہ تشریف لانا معاذ اللہ شرک بتایا جاتا ہے۔ جب عذراہیل علیہ السلام بھی حضور کے نور مبارک سے پیدا ہوئے اور وہ ہر جگہ حاضر ہو سکتے ہیں، تو اس نور مبارک کے ایک ہی وقت میں ہر جگہ تشریف لانے میں کیا قباحت ہے؟

مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ جو آیات تلاوت کی گئیں دونوں آیات شہیدوں کے حق میں نازل کی گئی ہیں۔ اور یہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت گفتگو ہے۔ اس لئے ہم شہید کی تعریف کرتے ہیں۔ شہادت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شہادت صغریٰ دوسری شہادت کبریٰ۔ کافروں کے ساتھ جہاد کر کے شہید ہو جانا شہادت صغریٰ ہے۔ شہادت کبریٰ کا پتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریف سے چلتا ہے۔ حضور ایک بار جہاد فی سبیل اللہ فرما کے مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے تو آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ۔ (ترجمہ۔ کہ ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کیا۔) صحابہؓ کو خیال ہوا کہ شاید اب اس سے بھی کسی بڑی جنگ کی تیاری کرنی ہے۔ مگر حضور نے فرمایا کہ

”یہ جہاد نفس کے ساتھ ہے“

بات یہ ہے کہ شہید اللہ تعالیٰ کی راہ میں ثابت قدمی کے ساتھ اپنا سر کٹوا لیتا ہے۔ اور ان واحد میں گزرنے والی صورت گزر جاتی ہے۔ لیکن جہاد اکبر میں انسان ہر وقت اپنے نفس کے ساتھ جنگ کرتا رہتا ہے۔ اور یہ بات ایک دفعہ نہیں، ہر دم اور آخر وقت تک جاری رہتی ہے۔

حوادثِ زمانہ، رنج، دکھ، سردی، گرمی، غم، الم، دن رات کوئی حالت اور وقت ایسا نہیں ہوتا کہ جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے پہلو تہی کرے۔ ساری عمر کی اور ہر آن ہر ساعت میں نفس کی یہ پامالی جہادِ اکبر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ شہادتِ کبریٰ جس میں ہر ساعت نفس مرتا رہتا ہے، انسان کو آیتِ بالا کا مصداق بنا دیتی ہے۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیکر است

دوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ شہید کا درجہ بلند ہے یا نبی کا۔ سینے پانچواں پارہ۔ دوسرا ربع۔

تیسرا ربع۔ وَ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا

ترجمہ۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، پس وہ ان کے ساتھ ہیں جن کو اللہ نے نوازا: نبی، صدیق، شہید، اور صالحین اور اچھی ہے ان کی رفاقت۔

اس آیت سے مدارج کی ترتیب ظاہر ہوتی ہے۔ اول نبی پھر صدیق۔ اس کے بعد شہید۔

اور چوتھے درجے پر صالحین۔ مسلمانوں! جب تیسرے درجے کے لوگوں کی نسبت مردہ کہنے اور مردہ سمجھنے کی ممانعت آئی، تو اول درجے کی جماعت اور اس کے بھی سردار کی شان میں کیوں ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جب قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ تیسرے درجے کے لوگ یعنی شہید زندہ ہیں تو اول درجے کے برگزیدہ بندے یعنی نبی بدرجہ اولیٰ زندہ ہیں۔

محقق اور فلسفی سب کا اس پر اتفاق ہے کہ رُوح کے لئے موت نہیں ہے۔ اور جسم سے مفارقت کے بعد رُوح کی طاقت کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہے۔ دیکھو! جب طوطا پتھر سے میں تھا تو اس کی پرواز محدود تھی۔ پتھر سے آزاد ہو گیا تو پھر اس کی پرواز پہلے سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ مسلمانو! گستاخی مت کرو اور ایمان پر قائم رہو۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان پر یقین کرو۔ نبی ولی اور شہید کو مردہ مت خیال کرو۔ چہ جائیکہ سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات کی شانِ اقدس میں گستاخی کا تصور بھی کرو۔

# آٹھویں جلسے کا وعظ

(بمقام اکبری مسجد آگرہ بتاریخ ۲ دسمبر ۱۹۲۳ء)

کل کسی نے ہم سے کہا تھا کہ یہاں شیعوں کا بڑا زور ہے۔ اور اہل سنت و الجماعت بھی ان کے ساتھ تعزیرے نکالتے ہیں۔ اور بہت سی غلط رسموں اور بدعتوں میں گرفتار ہیں۔ تو آج ہم زیادہ تر گفتگو اسی موضوع پر کریں گے۔

میں ایک دفعہ علاقہ کشمیر میں جہوں گیا۔ قاضی ضیاء اللہ شیعہ مع دس بارہ ساتھیوں کے ملنے کے لئے آئے اور شیعیت کی باتیں کرنے لگے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ اس تحصیل میں پہلے کون تحصیل دار تھا۔ اس نے کہا فلان۔ اسی طرح اور پہلے کے کچھ تحصیلداروں کے نام بتائے۔ میں نے کہا کہ اگر موجودہ تحصیلدار اب سے سو سال پہلے کی مسلمین نکال کر فیصلہ کرنے لگے تو لوگ ضرور اسے پاگل کہیں گے۔ کہ مدعی بھی مر کھپ گئے اور مدعا علیہم بھی فوت ہو چکے، کوئی گواہ بھی زندہ نہیں رہا۔ اب گڑے مردے کیوں اکھاڑے جا رہے ہیں، اور ان دیرینہ مقدمات کا فیصلہ کر کے دیوانہ پن کا اظہار کس لئے ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کلام پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ اَلْاُذُنُ لِرَجْمٍ۔ وہ ایک گروہ ہے کہ گزر گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ان کے حال پر چھوڑو۔ اور اپنے حال کو سنوارو۔ انھوں نے دس روز کے بعد خط لکھا کہ میں نے رض سے توبہ کر لی ہے۔ اور حیدر شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ گالی نکالنا اور بُرا کہنا ہر اہل تشیعہ کے نزدیک بُرا ہے۔ جس مذہب میں یہ کام عبادت ہو وہ مذہب ہی جھوٹا ہے۔ دیکھو شیعہ مذہب میں صحابہ کبار کو گالیاں نکالنا اور بُرا کہنا ہی جڑ و ایمان ہے۔ اس لئے وہ مذہب ہی جھوٹا ہے۔

میرے پاس ایک مستری ہے۔ ہمارے گاؤں کے پاس ہی شیعوں کا ایک محبتد رہتا ہے۔ ایک روز اس مستری اور محبتد میں گفتگو ہوئی۔ مستری نے کہا کہ شہید تو زندہ ہیں۔

ان کی حیات کی آیت قرآن کریم میں موجود ہے۔ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی حیات اس آیت کی رو سے مستم ہے۔ پھر فرمائیے یہ ساری ساری رات شور اور واویلا کرنے کے کیا معنی۔ کیا کوئی زندہ پر بھی شور واویلا کرتا ہے۔ آپ ان کو شہید مانتے ہیں۔ شہیدوں کو زندہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ پھر اس نوحہ گری کا کیا سبب۔ کیا زندوں کا بھی نوحہ کیا جاتا ہے؟ مجتہد بولے کہ شاہ صاحب نے پڑھا کر بھیجا ہوگا۔

ایک دفعہ وہ مجتہد بیٹھا تھا اور بہت سے دوسرے شیعہ بھی موجود تھے۔ گفتگو ہونے لگی۔ میں نے کہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے سب محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر یہ صرف زبانی باتیں ہیں۔ یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو صرف ایک مرتبہ شہید کرایا تھا۔ اور یہ سال کے سال شہید کرتے ہیں۔ اور اس پر دعویٰ محبت ہے۔ یہ دیوانے ہیں۔ ان کو ہندوؤں ہی سے سبق سیکھنا چاہیے۔ ہندو راون کو مارتے ہیں۔ رام چندر کو نہیں مارتے۔ مگر شیعہ یزید کو نہیں مارتے۔ یہ تو امام حسینؑ کو ہر سال شہید کرتے ہیں۔ باقی رہا ان کا یہ واویلا کہ امام کو پانی نہیں ملا۔ اول تو دریائے فرات کے کنارے بالشت بھر زمین کھودو تو پانی نکل آئے گا۔ اس کے علاوہ میرا ایمان ہے کہ امام آسمان کی طرف اشارہ کرتے، تو نو نیزے پانی کھڑا ہو جاتا۔ زمین کی طرف اشارہ کرتے تو پانی کے چشمے جاری ہو جاتے۔ ان کے غلاموں کی کرامت سے پنجاب میں دو تین واقعات ایسے ظاہر ہو چکے ہیں کہ پانی نکل آیا۔ یہ حضرت امام کی کرامت سے انکار کرتے ہیں۔ مسلمانو! امام حسینؑ اور اہل بیت کی محبت ہمارا ایمان ہے۔ مگر افضیوں کی تقلید میں بدعتوں سے اپنا ایمان خراب مت کرو۔ دوسرا مسئلہ مرزائیت کے متعلق یاد رکھنے کے قابل ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ سب کے اکہرے مفرد نام تھے۔ دوہرے مرکب نام نہ تھے۔ مثلاً آدم، شیت، نوح وغیرہ۔ مگر مرزائی فرقہ کے بانی غلام احمد کا نام دوہرا ہے۔ ایک غلام اور دوسرا احمد دو لفظ ہیں۔ بھلا جب ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے کسی کا نام بھی دوہرا نہیں ہے تو غلام احمد دوہرے نام کا آدمی پیغمبر کیسے بن گیا۔

(۲) انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضرت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی استاد نہ تھا۔ اگر کوئی استاد ہوتا تو اس کی تعظیم واجب ہوتی۔ مگر یہ خاصانِ خدا خود ہی سب سے زیادہ واجب التعظیم تھے۔ اس لئے کوئی ان کا استاد ہی نہوا جس کی تعظیم کرتے۔ ہاں! غلام احمد کا استاد گل شاہ تھا۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ اس کا دعویٰ نبوت جھوٹا اور باطل ہے۔

(۳) سب نبیوں نے چالیس سال کی عمر میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور ایک دم دعویٰ کیا۔ تدریجی دعویٰ کسی نبی نے نہیں کیا۔ مرزا غلام احمد نے اول کہا میں محدث ہوں۔ پھر مجدد بنا۔ پھر مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر مسیح بن گیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ۔ مسلمانو! یہ سب جھوٹے مذاہب ہیں۔ اور یہ لوگ ایمان کے ڈاکو ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ان ڈاکوؤں سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

## دسویں جلسے کا وعظ

( بمقام محمد نوری دروازہ بتایخ سہ ماہی ستمبر ۱۹۲۲ء )

ہر مسلمان پر کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ كَاسَارِي عَمْرٍ فِي كَيْفِ  
مرتبہ پڑھنا اسی طرح فرض ہے جس طرح دن رات میں پانچ وقت نماز پڑھنا فرض ہے۔ سال  
بھر میں ایک ماہ رمضان شریف کے روزے رکھنا فرض ہے۔ چالیس روپیہ نقد یا زیور یا مال موسیقی  
دیا اس سے زیادہ مالیت ہو) اور اس کی ملکیت کو ایک سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ کا ادا کرنا  
فرض ہے۔ اور ساری عمر میں بشرط استطاعت ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے۔ سمجھ لو کہ  
جس طرح یہ فرائض ہیں اسی طرح ساری عمر میں ایک مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنا بھی فرض ہے۔ اور  
یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے بڑی نعمت ہے۔ ایک شخص نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ مشرک، کفر،  
فسق و فجور میں بسر کر دیا ہو۔ مگر جب وہ سچے دل سے توبہ کرتا ہے، اور ایک مرتبہ لَا إِلَهَ  
إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ پڑھ لیتا ہے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے  
ہیں۔

نہاں جیسا کہ ابھی بیان ہوا دن رات میں پانچ مرتبہ فرض ہے۔ مگر شب معراج میں  
دن رات کی پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور رسول کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کی امت ضعیف ہے۔ اس قدر نمازیں ادا نہیں کر سکے گی۔  
دوبارہ عرض کر کے تخفیف کرا لیجئے۔ چنانچہ حضرت نے جناب باری میں عرض کیا۔ ارشادِ ربی  
ہوا کہ اچھا پانچ نمازیں کم کر دی گئیں۔ مگر حضرت موسیٰ سے پھر ملاقات ہوئی تو آپ نے  
پھر وہی مشورہ دیا۔ اس طرح حضور سرورِ دو عالم بار بار جناب باری میں عرض کرتے رہے۔  
اور ہر درخواست پر پانچ نمازیں کم ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ صرف پانچ نمازیں فرض رہ گئیں۔  
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر بھی عرض کیا کہ یہ بھی بہت ہیں۔ اور بھی تخفیف کرا لیجئے۔ مگر  
حضور نے فرمایا اب مجھے اور زیادہ تخفیف کے لئے عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضور نے

یہ امر الہی اُمت کو پہنچا دیا۔ اور خود اس پر عمل کر کے نمونہ قائم کر دیا۔ کہ سفرِ حضرِ صحت بیماری بہر حال میں فرضِ نماز کو ادا کرتے رہیں۔

مسلمانو! جب کوئی رعایا اپنے بادشاہ کی حکم عدولی کرتی ہے تو وہ بغاوت کی مجرم سمجھی جاتی ہے۔ شہنشاہِ حقیقی کے اس حکم سے سرتابی کرنا کیا بغاوت کا جرم نہیں ہے؟ بے شک بندے کی یہ حکم عدولی بغاوت ہے۔ اور اسی لئے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ایک نماز قضا کرنے والے کو بھی جیل میں بند کر دو۔ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے تمارکِ صلوة کے لئے قتل کا فتویٰ دیا۔ بات بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو بے شمار نعمتیں دی ہیں، جن کا کوئی شمار نہیں۔ پھر بھی بندہ اپنے مولیٰ کے حکم سے سرتابی کرے اور نماز بھی نہ پڑھے، تو بے شک وہ باغی ہے۔ اور باغی کی سزا قتل ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمارکِ صلوة کے لئے سخت دردناک عذاب بتائے ہیں۔ مسلمانو! ڈرو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے۔ اور نماز کی پابندی اپنے اوپر لازم کر لو۔

نماز کسے کہتے ہیں؟۔ دُنیا کے سارے تعلقات چھوڑ کر اپنے رب کی طرف خشوع و خضوع سے رجوع کرنے اور اس کی بارگاہ میں حاضری دینے کا نام نماز ہے۔ نماز کو ایک نماز کے وقت سے دوسری نماز کے وقت تک فکر، اندیشہ اور لگن لگی رہتی ہے۔ کہ نماز کا وقت نہ گزر جائے۔ اور نماز قضا نہ ہو جائے۔ اس خیال میں لگا رہنا بھی نماز میں شامل ہے۔ اگر تم ساری دنیا کی بادشاہت رکھتے ہو، اور اسے کوئی چھین لے، تو اس سے بھی زیادہ غم تم کو ایک نماز اور تکبیرِ اولیٰ فوت ہو جانے کا ہونا چاہیے، تب تو تم نماز ہو ورنہ نہیں۔ میں تم کو گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں کبھی نماز نہ چھوڑوں گا۔ تم بھی اقرار کرو کہ ہمیشہ نماز کے پابند رہو گے۔

لوگو! ذرا سوچو کہ ہم کو خدائے تعالیٰ نے دُنیا میں کیوں بھیجا ہے۔ کیا اس لئے بھیجا ہے کہ اس کی دی ہوئی بے شمار نعمتیں اور پاک رزق کھا کر اس کو غلاطت بنا کے پھینک دیں اور بیوی بچوں میں مشغول رہ کر کولھو کے بیل بنے رہیں۔ سنو! انسان کی سپیدائش کی علت غائی خود اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ معجزِ نظام میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ



اَلَا لِيَعْبُدُوْنَ - (ترجمہ - اور میں نے جن اور آدمی صرف اس لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔)

اس پیدائش انسان کا مقصد یہ ہے

کہ دنیا میں جا کر عبادت کریں۔ اور اپنے دلوں کو پاک کر کے پھر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جسم آپ کو عبادت کرنے کے لئے عطا کیا ہے۔ جو کام اس بدن سے لے لو وہ تمہارا ہے۔ ورنہ یہ بدن تو مستعار ملا ہے، ایک نہ ایک دن تم سے جدا ہو جائے گا۔

ایک جلا ہے کو کپڑا بننے کے لئے عاریت کے طور پر اُزار مل گیا۔ اس کو احساس تھا کہ دو

روز کے بعد یہ مستعار اوزار واپس لے لیا جائے گا۔ اس لئے اتنے وقت میں جس قدر ہو سکے

کپڑا تیار کر لیا جائے۔ پس اس نے رات دن لگا کر پوری محنت سے اپنا کام کیا۔ کیا سمجھے؟۔ یہ

بدن بھی ہم کو عاریتاً ملا ہے۔ اور کام میں لانے کے لئے دیا گیا ہے، پالنے کے لئے نہیں دیا۔

بعض مسلمان روزہ نہیں رکھتے، اس وجہ سے کہ روزہ رکھنے سے کمزور ہو جائیں گے۔ روزہ سے

جو فوائد و برکات، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو انعام عطا ہونے والے ہیں، ان پر وہی یقین

کرے گا جس کو آخرت پر یقین ہے یقین کرو کہ ظاہری طور پر جس بیماری کا کوئی علاج نظر نہیں آتا،

اور اطلب اور ڈاکٹر جس کے علاج سے عاجز ہیں، اس کا علاج روزہ اور صرف روزہ ہے۔

نماز روزہ کے ظاہری اور باطنی فوائد بے شمار ہیں۔ ایک چور نے کسی کے گھر سے

موشی چرایا۔ صاحب خانہ جاگ اٹھا۔ اور اس نے چور کا تعاقب کیا۔ چور بھاگ کر ایک جگہ پہنچا۔ اور

قبلہ رو کھڑے ہو کر اس نے نماز کی نیت باندھ لی۔ لوگ تعاقب میں اس جگہ پہنچے تو سمجھے کہ یہ کوئی شب

بیدار شخص ہے، نماز پڑھ رہا ہے۔ فانس ہو تو اس سے چور کو پوچھیں گے۔ جب چور نے سلام پھیرا

تو انہوں نے پوچھا کہ کوئی چور تو ادھر سے نہیں گزرا۔ چور نے جواب میں ہوں ہوں کیا۔ لوگ سمجھے کہ اب

وظیفہ پڑھ رہا ہے۔ اسے چھوڑ دیا اور چور کی تلاش کرنے آگے چلے گئے۔ دیکھو! نماز نے اس

چور کو بچالیا۔ حالانکہ یہ صرف دکھاوے کی اور جھوٹی نماز تھی۔ بتاؤ! کہ پھر سچی نماز کیوں نہیں

بچائے گی۔ دنیا میں بھی بچائے گی اور آخرت میں بھی بچائے گی۔ سب مسلمانوں کو نماز روزے کا پابند

رہنا چاہیے۔ یہ تو ہمارے ہی فائدے کی بات ہے۔ ہم غرماً و ہم ثواباً۔ نماز روزے کی پابندی

ہی میں فلاح دارین کا راز مضمربے۔

## بارہویں جلسے کا وعظ

(بمقام جامع مسجد آگرہ بتاريخ ۵ دسمبر ۱۹۲۴ء)

پچھلے جمعہ کو کلمہ طیبہ کے پہلے حصے توحید کے متعلق بیان کیا گیا تھا۔ اب دوسرے حصے رسالت کے متعلق سنئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے - لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (ترجمہ - تمہارے پاس تمہی میں سے رسول آیا۔ تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے۔ تمہاری بہبود کے حرص میں۔ اور مسلمانوں پر نہایت درجہ شفیق اور مہربان ہیں۔ تو اگر وہ پلٹ جائیں تو کہہ دو کہ مجھے خدا بس کرتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور عرش عظیم کا مالک ہی ہے۔) (گیاہوں پارہ - سورہ توبہ - آخری رکوع - آخری آیتیں۔)

خدا کے تعالیٰ نے جتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کا کوئی حد و شمار نہیں ہے۔ مگر ہمارے لئے سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل نعمت یہ ہے کہ اس نے ہم کو اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا کیا۔ کیسا پیارا رسول ہے۔ ہمارا غمخوار۔ اور ہمارے ایمان پر حرصیں۔ نہایت شفیق اور نہایت مہربان۔ آپ کی رسالت پر ایمان لانے اور کلمہ طیبہ : لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ بِصدق دل سے ایک مرتبہ پڑھ لینے سے ساری عمر کے شرک و کفر، اور ہر قسم کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ ایک آدمی کافروں کے گھر پیدا ہوا۔ ساری عمر کفر اور گناہ میں سمیٹا رہا۔ ایک مرتبہ اس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا تو سارے گناہ معاف۔ اور وہ ہمارا بھائی ہو گیا۔ ہمارا رشتہ تمام مسلمانوں کے ساتھ اسلامی رشتہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے بچتہ رشتہ ہے۔ جو حضور کا غلام ہے ہم اس کے خادم ہیں۔ وہ ہمارا بھائی ہے۔ جو شخص حضور کی بے ادبی کرتا ہے، وہ خواہ کتنی ہی نمازیں

پڑھے، کتنے ہی روزے رکھے، اس کی کوئی عبادت مقبول نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ ایک آدمی دنیا بھر کی عبادتیں کرتا ہے۔ تب بھی ہمیں اس کی عبادت کی کوئی پروا نہیں جب تک اسے ہمارے دوستوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے عداوت نہیں، اس کی سب عبادتیں بیکار ہیں۔

کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ کلمہ طیبہ کے دونوں حُزُب نہ پڑھے۔ پڑھنے میں مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ پیچھے ہے اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پہلے ہے۔ لیکن ایمان میں مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ پہلے ہے۔ معمولی سی بات ہے۔ دیکھو! آدمی پہلے حضرت کی رسالت پر ایمان لاتا ہے۔ پھر توحید تک اس کی رسانی ہوتی ہے تم کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کس نے سکھایا؟ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ نے۔ پس پہلے تم مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ کی رسالت پر ایمان لائے تبھی تو تم نے کلمہ پڑھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور نے فرمایا قُلْ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! کہہ دو کہ جس نے کہا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پس وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ اس حدیث میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ نہیں فرمایا۔ کیوں؟ وجہ یہ ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو وہی کہتا تھا، جو جزور رسالت پر ایمان لے آتا تھا۔

غور کرو۔ ان کے لئے سب سے عجیب بات یہ تھی کہ ایک اللہ تعالیٰ کی پرستش ان کے روبرو پیش کی جاتی تھی۔ پارہ تیسس سورہ ص کے پہلے رکوع میں ارشاد ہوتا ہے۔ اَجْعَلِ الْاِلٰهَةَ الْاِلٰهًا وَاَحَدًا طِرَاقٌ هَذَا الشَّيْبِيُّ عَجَابٌ۔ درجہ۔ کیا اس نے سارے معبودوں کا ایک ہی عبود بنا دیا؟۔ یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔ ایک خدا کا ماننے والا کوئی نہ تھا۔ تو ظاہر ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وہی پڑھتا تھا جو پہلے حضور کی رسالت کو مان کر مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لیتا تھا۔ نجات کا مدار صرف اعمال پر نہیں ہے۔ ایمان اور عقیدہ اعمال پر مقدم ہے۔ کوئی عمل بغیر ایمان کے مقبول نہیں ہوتا۔

آج کل مال و دولت اور علوم و فنون میں بہت ترقی ہو رہی ہے۔ مگر قوتِ ایمانی کم ہو گئی ہے۔ اس ایمانی دولت پر ڈاکہ ڈالنے والے ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اس شہر میں بھی بہت

ہیں۔ ان کا کام سوائے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ پس مسلمانو! ان ایمان کے ڈاکوؤں کی صحبت سے پرہیز کرو۔ ان ڈاکوؤں سے بدتر وہ ہیں جو ان کے پاس جاتے اور ان کی باتیں سنتے ہیں۔ لاہور میں دو آدمی باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ ایک نے کسی کی بابت کہا کہ یہ بڑا بے حیا فرقہ ہے۔ دوسرا سمجھدار آدمی تھا۔ اس نے کہا۔ ان سے زیادہ بے حیا وہ لوگ ہیں جو ان کے پاس جاتے ہیں۔ مسلمانو! یہ ایمان کے ڈاکو تو بے دین ہیں۔ تم ان کے پاس جا کر کیوں ان سے زیادہ بے دین بنے جاتے ہو۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
 وَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِیٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ۔ (ترجمہ: نصیحت آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔) کہ ظالم قوم کے پاس بھی مت بیٹھو۔ ان کا اثر ضرور بُرا پڑے گا۔ یہاں ظالموں کے پاس بیٹھنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔ اور کیا رھویں پارے میں حکم ہوتا ہوتا ہے۔ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کہ سچوں کے ساتھ رہو۔

ایک آدمی ہماری ماں کو گالی دے یا ہمارے باپ کو برا کہے۔ تو کیا اس پر بھی ہم اس کے ساتھ محبت اور دوستی رکھ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ تو ذرا سوچو۔ ایک طرف تو ہم حضورؐ کے غلام کہلاتے ہیں۔ اور دوسری طرف ہم اس شخص کو جو حضورؐ کی اہانت کرتا ہے، اور آپؐ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کے لئے آمادہ رہتا ہے، اس کو کچھ نہ کہیں۔ اور اس کے ساتھ دوستی رکھیں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟۔ پانچ سال کا بچہ بھی گوارا نہیں کر سکتا کہ کوئی اس کی ماں کو برا کہے اور وہ چپ رہے۔ اس کی غیرت و حیثیت اجازت نہیں دیتی۔ فطرت انسانی اس کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے برا کہنے والے کو اچھا نہ سمجھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا غَیْرَةَ لَهٗ۔ جس میں غیرت نہیں اس میں ایمان نہیں۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے۔ فِرْؤُا مِنْ الْمَجْدُوْهِ كَمَا تَفِرُّوْنَ مِنَ الْاَسَدِ۔ کہ کورھی سے ایسے دور بھاگو، جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ مسلمانو! جسم کے کورھی سے تو تم پرہیز کرتے ہو۔ مگر روحانی کورھیوں سے پرہیز کرنا بھی از بس ضروری ہے۔ جسم کے کورھی کا اثر تو صرف جسم پر ہوتا ہے۔ اور روحانی کورھیوں کی صحبت تمہاری روح کو کورھی بنا کر، دین و دنیا میں برباد کر دے گی۔

ایک دفعہ میں اپنے مولوی صاحب کے ہاں مہمان ہوا۔ انہوں نے مجھے ایک مکان میں ٹھہرایا

دیا۔ مجھے اس مکان میں سخت بے چینی اور تکلیف رہی۔ آگ سی لگی ہوئی تھی۔ میں اضطراب میں ٹہلنے لگا۔ ایک کونے میں ایک سوراخ تھا۔ اس میں مجھے کچھ بال نظر آئے۔ معلوم ہوا کہ وہاں کوئی کنجری رہتی تھی۔ اس کی سیاہ کاریوں کا اثر اس جگہ پر باقی تھا۔ میں نے مولوی صاحب سے شکایت کی کہ آپ نے مجھے اس مکان میں کیوں ٹھیرایا، جہاں بدکاریاں ہوتی رہی ہیں۔ اور اس کی نحوست اس جگہ اب تک موجود ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اسی لئے تو ایسا کیا گیا ہے۔ تاکہ آپ کے قدموں کی برکت سے یہاں کی نحوست دور ہو جائے۔ میں نے کہا بھائی! اس وقت تو اس جگہ کی نحوست مجھے پریشان کر رہی ہے۔ مسلمانو! اگر اپنے ایمان کی حفاظت چاہتے ہو، تو ایسے فاسد العقیدہ لوگوں کے پاس بھی مت بیٹھو۔ دیکھو! تمہارے پاس اگر ایک اشرفی بھی ہو۔ تو تم اس کی کس قدر حفاظت کرتے ہو۔ کہاں کہاں چھپا کر رکھتے ہو۔ کیا ایمان کی حفاظت، اور ایمان کو بچانا مال کے برابر بھی ضروری نہیں ہے۔؟

(فائدہ) آگرہ میں اس موقع پر حضور نے تین ہفتے سے زیادہ تسیام فرمایا تھا۔ اس دوران انجمن خدام الصوفیہ کی طرف سے اکیس جلسے منعقد کئے گئے۔ کسی کسی دن دو دو جلسے ہوئے۔ ایک دن میں، دوسرے دن میں حضور نے تمام جلسوں میں بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ حسب معمول اول دوسرے علمائے کرام کے مواعظِ حسنہ ہوتے تھے، اور آخر میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے کلمات طیبات سے فیض یاب فرماتے تھے۔ فرودگاہ پر بھی ہر وقت زائرین کا ہجوم رہتا تھا۔ صبح و شام حلقے ہوتے تھے اور سینکڑوں افراد سلسلہ عالیہ میں داخل ہوتے رہے۔ حضور کا خوانِ یغما بھی اس دوران عادت مبارکہ کے مطابق جاری رہا اور جملہ حاضرین کے لئے صلائے عام ہوتی تھی۔ غرض حضور والا کے قدم مہینت لزوم سے اہل آگرہ کو کامل فیض حاصل ہوا۔ صرف چند مواعظِ حسنہ کی تلخیص لغرض افادہ ضبط تحریر میں لائی گئی۔



# اخلاف کرام اور خلفائے عظام

اخلاف کرام — خلفائے عظام

# الخلافة الكرام

## اخلاف کرام

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ تینوں صاحبزادگان گرامی شان کو اجازت و خلافت مرحمت فرمائی تھی۔ آپ کے مختصر حالات ذیل میں درج ہیں۔

### سراج الملت حضرت الحاج حافظ موی سید محمد حسین شاہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ ————— سجادہ نشین اول

آپ حضور کے خلیف اکبر تھے۔ آپ کی صحیح تاریخ پیدائش کہیں محفوظ نہیں ہے۔ غالباً ۸۸۰ھ (مطابق ۱۵۲۹ء) سے قبل ولادت پائی تھی۔ ابتدائے عمر ہی سے ذہانت و فطانت کے آثار پیشانی سے ظاہر ہوتے تھے۔ اور اہل بصیرت جانتے تھے کہ آپ مناصب بلند پر فائز ہوں گے۔

آپ دو تین مہینے کے تھے کہ بابا جی حضرت فقیر محمد صاحب چوراہی رحمۃ اللہ علیہ علی پور شریف تشریف لائے۔ تو آپ کے چچا حضرت سید صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو اپنی گود

میں لے کر حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں لائے۔ اور عرض کیا کہ ”اس پر دم کر دیجئے۔ یہ اکثر روتا رہتا ہے“ حضرت بابا صاحبؒ نے دم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”یہ رونے والا بچہ نہیں ہے۔ یہ بڑا مرد ہوگا۔ اور ہمیشہ خوش و خرم رہے گا“

جب عمر مبارک سوا چار سال کی ہو گئی تو آپ کو حضرت ستاری حافظ شہاب الدین صاحبؒ کی خدمت میں کلام مجید کی تعلیم اور حفظ کے لئے بٹھایا گیا۔ آپ نے بڑی شفقت سے صاحبزادہ صاحب کو پڑھانا شروع کیا۔ اور بہت چھوٹی عمر میں پورا کلام مجید حفظ کرادیا۔

رمضان کا مہینہ آیا تو حضرت قبلہ عالمؒ کے حکم پر آپ نے تراویح میں سنانا شروع کیا۔ کہیں کسی کو لقمہ دینے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ آپ نے نہایت عمدہ لہجہ میں تھمتل سکون اور ترسیل کے ساتھ پورا قرآن مجید سنایا۔ تمام نمازیوں نے بے حد پسند کیا اور حضرت قبلہ عالمؒ نے بھی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اس کے بعد سے معمول تھا کہ آپ ہر سال تراویح میں سنایا کرتے تھے۔ اور حفظ و ضبط اتنا عمدہ تھا کہ مدت العمر کبھی کوئی لغزش نہیں ہونے پائی۔ حضرت قبلہ عالمؒ رحمۃ اللہ علیہ آپ کی تلاوت کی خاص طور پر تعریف و تحسین فرماتے اور ارشاد کرتے کہ ”صاحبزادہ نہایت اچھا پڑھتا ہے۔ دوسرا کوئی حافظ اتنا عمدہ نہیں پڑھتا“

حضرت سراج الملت کا معمول تھا کہ روزانہ نماز فجر کے بعد کلام مجید کھول کے سامنے رکھ لیتے اور کم از کم سوا پارہ ہر روز پڑھتے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے خود مجھ سے کسی دفعہ فرمایا تھا کہ ”شبینہ میں تیرے باپ نے کسی بار پہلی رکعت میں اکیس پارے اور دوسری رکعت میں نو پارے پڑھ کر سلام پھیرا ہے“

جب آپ کلام مجید کے حفظ سے فارغ ہو گئے تو آپ کو اسکول میں داخل کرایا گیا۔ علی پور سیداں میں کوٹ والی مسجد میں پانچویں جماعت تک اسکول قائم کیا جا چکا تھا۔ آپ بھی اسی میں پڑھتے رہے۔ اسی کے ساتھ آپ مولوی عبدالرشید صاحب سے فارسی کا سبق لیتے رہے۔ گلستان بوستان اور دوسری ابتدائی



کتابیں آپ نے انھی سے پڑھی تھیں۔ قلعہ سوہا سنگھ میں آٹھویں جماعت تک یعنی  
 مڈل اسکول کھل چکا تھا۔ علی پور سیداں کے پرائمری اسکول کے بعد آپ قلعہ سوہا سنگھ  
 کے مڈل اسکول میں داخل ہوئے۔ اور وہاں سے آٹھویں جماعت (مڈل) کا امتحان پاس  
 کر کے سند حاصل کی۔ مگر اس دوران بھی مولوی عبدالرشید صاحب سے فارسی کی کتابیں  
 پڑھتے رہے۔

حضرت سراج الملتِ عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے کہ حضرت مولانا مولوی  
 نور احمد صاحب سپروری حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے مولوی صاحب  
 سے کہا کہ صاحبزادہ کا امتحان لو۔ انھوں نے کچھ صیغے دریافت کئے جو صاحبزادہ صاحب  
 نے بتائے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ محنت نہیں کرتا۔ مولوی صاحب نے  
 جواب دیا۔ ”بچہ ذہین اور محنتی ہے۔ تصور استاد کا ہے کہ ٹھیک ذہن نشین نہیں کرتا۔“  
 اس کے بعد مولوی صاحب نے الگ لے جا کر صاحبزادہ صاحب کو کچھ صرفی قواعد سمجھائے  
 اور پھر حضرت قبلہ عالم سے عرض کیا کہ اب حضور ان کا امتحان لے لیں۔ حضور نے جو سوالات  
 کئے صاحبزادہ صاحب نے صحیح جواب دیا۔ اس پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا  
 کہ ”مولوی صاحب آپ ان کو اپنے ساتھ لے جائیں اور وہیں تعلیم دیں۔“

حضرت الحاج مولانا نور احمد صاحب انجمن نعمانیہ کے صدر اور مدرسہ  
 میں صدر مدرس تھے۔ شیخ بڈھا کی مسجد میں امامت و خطابت کے  
 فرائض انجام دیتے تھے۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحب مولوی صاحب کے ہمراہ امرتسر گئے اور  
 اور وہاں ان سے عربی کی درسی کتب پڑھیں۔ علوم و فنون، محقول و منقول کی اکثر کتابیں آپ  
 نے مولوی صاحب ہی سے پڑھی تھیں۔

امرتسر کے قیام میں حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محنت اور دلجمعی  
 سے تحصیل علم میں وقت صرف کیا تھا۔ ہماری برادری کے مہر دار جناب سید قائم علی شاہ صاحب  
 نے ایک دفتر مجھے بتایا تھا کہ ”ہم لوگ ذاتی کام سے امرتسر گئے ہوئے تھے تو صاحبزادہ صاحب

سے ملنے شیخ بڈھا کی مسجد میں پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب ایک حجرہ میں بیٹھے اپنا سبق یاد کر رہے ہیں۔ مٹی کے لوٹے کے اوپر روٹی رکھی ہے۔ روٹی کا لقمہ توڑ کر نمک مرچ لگا کر منہ میں رکھ لیتے ہیں۔ اور مطالعہ جاری ہے۔ تھوڑی دیر باہر کھڑے ہم یہ مشغل دیکھتے رہے۔ اور خوش ہوئے کہ ایسی محنت ہو تبھی اعلیٰ پڑھائی ہو سکتی ہے۔ اچانک صاحبزادہ صاحب کی نظر ہم پر پڑی تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ محبت اور عزت سے پیش آئے۔ کھانے کی تواضع کی۔ مگر ہم کھانا کھا کے ان کے پاس گئے تھے۔ اس لئے معذرت کر دی۔ اور کہا کہ ہم تو صرف آپ سے ملنے اور آپ کی خیریت معلوم کرنے آئے تھے،

امر سر میں تحصیل علم کر چکنے کے بعد آپ دہلی گئے اور وہاں مدرسہ امینیہ میں داخلہ لیا۔ درس نظامیہ کی تمام اعلیٰ کتابیں، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، فلسفہ وغیرہ کی تکمیل آپ نے یہیں کی تھی۔ حضرت سراج الملّت فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر حضرت مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب سے پڑھی ہے اور حدیث کی کتابیں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے پڑھی ہیں۔"

مدرسہ امینیہ میں آپ نے دورہ حدیث ختم کیا تو دستار بندی کے لئے حضرت مولانا مولوی محمود الحسن صاحب تشریف لائے تھے۔ آپ نے ایک ایک طالب علم کی دستار بندی کی اور سندیں عطا کیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب فطری تواضع انکسار کے مطابق سب سے پیچھے تھے۔ جب آپ کی باری آئی تو دستاریں ختم ہو چکی تھیں۔ مولانا محمود الحسن صاحب کو معلوم ہوا کہ اب کوئی دستار نہیں رہی تو انھوں نے اپنی ٹوپی اور دستار اتار کر صاحبزادہ صاحب کی دستار بندی کی۔ اور آپ کی ذہانت و فطانت کی تحسین فرمائی۔ آپ کی سند پر اپنے دستخط ثبت کئے۔ اور آپ کے لئے دعا کی۔ (یہ دستار اور سند اب تک ہمارے پاس محفوظ ہے۔)

ایک دفعہ مولوی محمد عالم صاحب خلیفہ مجاز حضرت سراج الملّت کی ہم رکابی میں دہلی گئے ہوئے تھے۔ آپ بازار سے گزرتے ہوئے ایک دوکان کے سامنے رُک گئے۔ تو مولوی صاحب نے توقف کا سبب دریافت کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "دہلی میں تعلیم حاصل کرنے کے

دوران میں اکثر و بیشتر رات کو اس دوکان کے تختہ پر بیٹھ کر کتابوں کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ بازار کی روشنی میرے پڑھنے کے لئے کافی ہوتی تھی۔ دیر تک مطالعہ جاری رکھنا اس لئے آسان ہوتا کہ میں سوچتا کہ اگر مجھے نیند آئی تو تھڑے (تختہ) سے نیچے سڑک پر گر پڑوں گا۔ اس اندیشہ میں نیند نہیں آنے پاتی تھی۔ اور میں رات گئے تک مطالعہ میں مصروف رہتا تھا۔

قیام دہلی کے زمانے میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے حکیم اجمل خان صاحب مرحوم کے طبیبہ کالج میں داخلہ لے کر طب کی بھی باقاعدہ

## تحصیل علم طب

تعلیم حاصل کی تھی۔ حکیم اجمل خان صاحب آپ کو اپنے لایق شاگردوں میں شمار کرتے تھے۔ دہلی کے یونانی طب سے تعلق رکھنے والے ادارے آپ کی طبیبانہ حیثیت سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ ہمدرد دواخانہ دہلی سے جو اشتہارات، فہرستیں اور کتابچے آتے رہتے تھے، ان پر آپ کے نام کے ساتھ حکیم بھی لکھا ہوتا تھا۔ حضرت کی خدمت میں جو بیمار تعویذ کے لئے آتے تھے، آپ انھیں تعویذ کے ساتھ دواؤں کا نسخہ بھی عطا فرماتے تھے۔ علاج پر مہیز کی بابت تاکید فرماتے۔ اور ضروری ہدایت کی پابندی پر زور دیتے تھے۔ دیگر شدید امراض کے علاوہ اٹھرا جیسے موزی مرض کے لئے بھی آپ نسخہ تجویز کر کے دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ نارووال کے اسٹیشن پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دسترخوان پر سیالکوٹ کا ڈپٹی کمشنر بھی دعوت میں شریک تھا۔ حضرت بڑے صاحبزادہ صاحب نے ڈپٹی کمشنر کو ہدایت فرمائی کہ دو پلاؤ پہ دہی ڈال کے کھاؤ۔ دہی پلاؤ کا مصلح ہے۔ اس پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ لا بھئی! صاحبزادے نے طب پڑھی ہے میں نے نہیں پڑھی۔ سب لوگ ان کی ہدایت پر عمل کرو۔ اور پلاؤ کے ساتھ دہی ضرور استعمال کرو۔

آپ کے دیگر اساتذہ کے نام مجھے تحقیق نہیں ہو سکے۔ اس لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کو عربی فارسی پر ایسا

کامل عبور حاصل تھا کہ تحریر و تقریر میں اہل زبان جیسی سانی

## عربی فارسی پر کامل عبور

مہارت حاصل رہی۔ اور تمام عمر کبھی بول چال میں کوئی رکاوٹ نہ آئی۔ دوسرے مذہب والوں

سے آپ کو اکثر تحریری مناظروں کے مواقع حاصل ہوئے۔ ان کی تحریر میں آپ نے ہمیشہ غلطیاں نکالیں۔ اور وہ کبھی تو جیہہ و تاویل نہ کر سکے۔ مگر آپ کی تحریر میں ان کو نکتہ چینی اور خوردہ گیری کی جسارت نہ ہوتی۔ آپ نے بارہا چیلنج بھی کیا مگر معاندین کو چپ سا دھ جانے ہی میں عاقبت نظر آئی۔

ایک دفعہ مولوی غلام رسول صاحب گوہر کے چچا صاحب کے گاؤں والے آپ کو اہل حدیث سے مناظرہ کرنے کے لئے اپنے گاؤں لے گئے۔ آپ نے ان کے اعتراضات کے جواب اور پھر اپنی طرف سے کچھ سوالات عربی زبان میں مدلل لکھ کر اس جماعت کے علماء کے پاس بھیجے۔ اور مطالبہ کیا کہ عربی ہی میں جواب لکھ کر دو۔ آپ کی فصیح و بلیغ عربی دیکھ کر وہ لوگ راتوں رات وہاں سے بھاگ نکلے۔ آپ نے حسب عادت لوگوں کی ہدایت کے لئے مجمع میں تفسیر فرمائی جس سے بہت لوگ صحیح العقیدہ بن گئے۔

ایک بار جامع ازہر کے ایک استاد مصر سے علی پور سیداں آئے۔ بعض مسائل پر ان سے اختلاف ہوا تو مستقل بحث اور مناظرہ ہونے لگا۔ تین دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت اس دوران برابر عربی میں گفتگو فرماتے رہے۔ مدرسہ کے اساتذہ و طلبہ محفل میں موجود ہوتے اور ان علمی مباحث سے استفادہ کرتے۔ آپ نے دلائل و براہین سے حنفی مسلک کی صحت اور افادیت ثابت کی۔ اور ان مصری عالم کو قائل کر دیا۔ آپ کی فصیح اور شستہ عربی گفتگو پر ان عربی عالم کو سخت حیرت تھی۔ آخر انھوں نے دریافت کیا کہ آپ نے ملک عرب میں کتنی مدت گذاری ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حج کے زمانے کے علاوہ مجھے کبھی وہاں رہنے کی عزت حاصل نہیں ہوئی۔ ان عرب کو حیرت تھی کہ پھر آپ ہندوستان میں رہتے ہوئے کیونکر اتنی عمدہ لسانی مہارت بہم پہنچا سکے ہیں۔

۳۳-۱۹۳۲ء کے حج کے موقع پر آپ حریم الشریعین تشریف

کتابوں کا شوق

لے گئے۔ تو جہاں دوسرے لوگوں نے ڈھیروں تبرکات اور تحفے

خریدے، آپ نے لاتعداد عربی کتابیں خرید فرمائیں۔ اور پیٹیاں بھر کر علی پور لائے۔ جو کتا ہیں

ہندوستان میں نایاب اور کمیاب تھیں خاص طور پر آپ نے انھی کی خریداری کا اہتمام فرمایا تھا۔ مثلاً منصوص خرسی - فتح القدیر - بحر الرائق - شیخ زاوہ - عینی - قسطلانی (شروح بخاری) تفسیر روح المعانی - تفسیر روح البیان - تفسیر ابن جریر وغیرہ - پہلے مدرسہ کے کتب خانہ کی مختصر فہرست آچکی ہے - یہ سب کتابیں آپ ہی کی جمع کی ہوئی ہیں -

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز آپ کے اس شوق کی بڑی قدر کرتے تھے۔ کئی بار حسین و آفرین کے کلمات زبان مبارک سے ادا ہوئے ہیں۔ ایک بار فرمایا تھا کہ ”لوگ ایسے تبرکات خریدتے ہیں جو فنا ہو جاتے ہیں۔ صاحبزادہ نے ایسی چیزیں خریدی ہیں جن کو بقا ہے“ حضرت سراج الملک خود بھی اپنی اس سعی مشکور کا تذکرہ فخر کے ساتھ کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ”میں نے ایسی کتابیں جمع کر دی ہیں جو باقیات الصالحات کی مصداق ہیں“ حضرت قبلہ عالم نے کتابوں کی کثرت دیکھ کر یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ ”صاحبزادہ نے تو مکہ شریف کے تمام کتب خانے خرید لئے ہیں“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دینی کارناموں میں ذکر آچکا ہے کہ

### مدرسہ نقشبندیہ

آپ نے علی پور سیداں میں مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا تھا۔ جو محمد اللہ

اب تک بخیر و خوبی خدمات دینی و علمی انجام دے رہا ہے۔

جب حضرت سراج الملک تحصیل علوم کے بعد علی پور سیداں واپس آئے تو آپ نے مدرسہ کا تمام انتظام و انصرام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ آپ ہی اس کے مدرس اعلیٰ تھے اور آپ ہی مہتمم۔ ابتدا میں نین تنہا تمام طلبہ کو اعزازی طور پر درس دیا کرتے تھے۔ بتدریج یہ مدرسہ اس قدر مشہور و معروف ہو گیا کہ بنگال، مدراس، دکن، ایران اور بخارا سے بھی طالب علم آنے لگے جن طلبہ کی ماوری زبان فارسی ہوتی تھی ان کو آپ فارسی ہی میں درس دیتے تھے۔

طلبہ کی تعداد بڑھ گئی اور کام زیادہ ہو گیا تو کانپور سے مولوی محمد یوسف صاحب کو بلوایا گیا۔ بعد میں دو تین اور مدرسوں کا بھی اضافہ ہوا۔ لیکن دوسرے مدرسوں کے آجانے کے بعد بھی حضرت خود صدر مدرس کی حیثیت سے تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ عموماً اعلیٰ درسی کتب کا درس دیتے تھے۔ آپ کو تدریس کا ایسا ملکہ تھا کہ مشکل سے مشکل مسائل بہت آسانی سے

طلبہ کے ذہن نشین فرمادیتے تھے۔ اسی لئے منتهی اسباق کے طلبہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے سے سبق لینے کے روادار نہ ہوتے تھے۔ حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، بہیت، عقائد، معانی و بیان، ادبیات جملہ علوم کی تدریس میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ اور یکساں مہارت و اعتماد کے ساتھ درس دیتے تھے۔

طلبہ کے قیام، طعام، صحت، ورزش وغیرہ کی تفصیلات پہلے آچکی ہیں اس لئے مزید تکرار سے احتراز کیا جاتا ہے۔

حضرت سراج الملّت جلیل القدر عالم، محدث اور فقیہ تھے۔ اس لئے فتویٰ نویسی کی خدمت بھی آپ ہی سے متعلق تھی۔ آپ مشکل سے

### فتویٰ نویسی

مشکل مسائل پر تسلیم برداشتہ فتویٰ لکھ دیتے تھے۔ حدیث و فقہ کی کتابوں پر ایسا عبور حاصل تھا کہ آپ کے فتوے قوی اور مضبوط دلائل سے حوالہ جات کے مطابق مزین ہوتے تھے جن سے انحراف کی مجال ممکن تھی۔ عدالتوں میں بھی ان پر اعتماد کیا جاتا اور ان سے سند لی جاتی تھی۔ علم الفرائض بہت مشکل چیز ہے مگر آپ کو اس میں بھی کامل مہارت حاصل تھی۔ میراث کے مسائل کا جواب برحسبہ دیتے اور ترکہ کی تقسیم کے معاملات مدلل طور پر قرآن و حدیث کی روشنی میں فوراً حل فرمادیتے تھے۔

ایک دفعہ لائل پور میں دو اجنبی شخص حاضر خدمت ہوئے۔ انھوں نے میراث کا ایک فتوے پیش خدمت کر کے رائے معلوم کی۔ آپ نے فتویٰ پڑھ کر ارشاد کیا کہ ”مولوی یونس نے ترکہ کی تقسیم غلط کی ہے۔ صحیح تقسیم یوں نہیں یوں ہوگی“، قلم اٹھا کر اسی کا غلط تصحیح فرمادی۔ اور ارشاد فرمایا کہ جاؤ مولوی یونس کو دکھا دو۔ مولوی یونس نے پڑھا تو دریافت کیا کہ یہ حضرت نے کتابوں سے دیکھ کر تصحیح کی ہے یا زبانی؟ ان اشخاص نے جواب دیا کہ ”وہاں تو کوئی کتاب بھی سامنے موجود نہ تھی“، مولوی یونس کو آپ کے فاضل اجل ہونے کی تائید کرنی پڑی۔

ایک بار حضرت کلکتہ تشریف لے گئے۔ وہاں اس وقت ایک طلاق کے مسئلے نے سب کو پریشان کر رکھا تھا۔

ایک شخص کو اپنی بیوی کی ہنڈیا چاٹنے کی عادت سے لفرت تھی اسے بار بار منع کر چکا تھا کہ ہنڈیا نہ چاٹا کر مگر وہ باز نہ آتی تھی۔ آخر اس نے غصے میں اپنی بیوی سے کہا کہ "اب اگر تو نے ہنڈیا چاٹی تو تجھ پر طلاق" عورت بھی غصے میں تھی اور اس نے ضد میں ہنڈیا چاٹنی شروع کر دی۔ اس طرح طلاق واقع ہو گئی۔ غصہ رفع ہونے کے بعد اس شخص کو افسوس ہوا اور اس نے مفتیوں سے رجوع کیا تو سب نے کہا کہ اسکی بیوی کو طلاق ہو گئی۔ انہی دنوں آپ کلکتہ پہنچے۔ اس شخص نے آپ سے رجوع کیا۔ آپ نے اس کی بیوی سے دریافت فرمایا "تم نے ہنڈیا کس طرح چاٹی ہے" اس نے جواب دیا "یوں۔ انگلی سے پونچھ پونچھ کر" آپ نے فرمایا "جانتھہ کو طلاق نہیں ہوئی۔ تو نے اپنی انگلی چاٹی ہے۔ ہنڈیا نہیں چاٹی" کلکتہ کے دوسرے علماء آپ کی فراست و ذہانت کی یہ مثال دیکھ کر حیران رہ گئے۔

حضرت جتنے جلیل القدر عالم تھے اسی کے مطابق آپ کو اتباع شریعت اور پابندی سنت کا اہتمام ملحوظ ہوتا تھا۔ محرمات اور مکروہات کا تو ذکر ہی کیا ہے، آپ مباح چیزوں میں بھی شبہ کی صورت میں احتیاط برتتے تھے۔ کبھی کسی مشتبہ کام کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اور ہمیشہ تقویٰ پر کار بند رہے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے معمولات اور معاملات میں پابندی شریعت اور اتباع سنت کا ذکر تفصیل سے آیا ہے، حضرت کے حیات طیبہ میں بھی اسی کا کامل پرتو نظر آتا تھا۔ شریعت و سنت پر عمل آپ کی سرشت بن چکا تھا۔ اس سے سزا و انحراف کا کبھی تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

زمینوں کی دیکھ بھال اور اہتمام و انصرام حضرت سے متعلق تھا۔ کچھری دیوانی ہو یا مال کی۔ وہاں احتیاط بہت مشکل ہوتی ہے۔ مگر آپ نے کبھی غیر شرعی عمل کا سہارا نہ لیا۔ آپ کو ان معاملات میں بڑی بڑی مشکلات بھی پیش آئیں مگر کبھی پیشانی پر بل نہ آیا۔ اور ہرگز کسی ناروا اقدام کو جائز نہ سمجھا۔

تحصیل دار پٹواری اور دوسرے عملہ کے ساتھ روزانہ کام پڑتا تھا۔ یہ لوگ بغیر رشوت کے کب قابو میں آتے ہیں۔ مگر آپ نے پوری زندگی میں رشوت کو کبھی مقصد برآری کا ذریعہ

نہیں بنایا۔ بہت سے نیاز مند اکثر عرض کرتے کہ مقدمہ میں فلاں رکاوٹ دود کرنے کے لئے رشوت بغیر چارہ نہیں۔ مگر آپ فرماتے کہ ”مجھے حلال و حرام کی تمیز کا علم حاصل ہے۔ میں حرام تو کیا مشتبہ کام بھی نہیں کروں گا۔ آگے اللہ کار ساز ہے۔“ چنانچہ رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کے تمام کام بخیر و خوبی تکمیل پاتے۔ اور لوگ حیران ہوتے کہ ایسا کیونکر ممکن ہوا۔

جب لائل پور والی زمین کا معاملہ بہت اُلجھ گیا۔ یہاں تک کہ علی اکبر خان وزیر تعلیم اور علی شیر خان ممبر اسمبلی سے مقابلہ آ پڑا۔ تو مولوی قطب الدین جیسے بزرگ نے میرے سامنے حضرت سے عرض کیا کہ ”رشوت دیکر اپنا حق حاصل کرنے کو فقہانے جائز لکھا ہے“، مگر آپ کئی گھنٹے تک مولوی صاحب سے بحث فرماتے رہے۔ ان کے دلائل رد کرتے اور صحیح مسئلہ بیان فرماتے۔ حوالہ جات نقل فرماتے، اور مولوی صاحب کو قائل کرتے کہ رشوت کا سہارا لینا ہر حال میں ناجائز ہے۔ آخر تنگ آ کر مولوی صاحب نے عرض کیا ”اگر آپ رشوت نہ دیں گے تو زمین ملنی ناممکن ہے“ آپ نے فرمایا کہ ”مولوی صاحب اگر آپ دلائل سے رشوت دینی جائز ثابت کر دیں تو بھی میں ہرگز ہرگز رشوت نہیں دوں گا“ مولوی صاحب نے کہا ”تو پھر زمین بھی آپ کو نہیں مل سکتی“ آپ نے جواب دیا ”زمین ملے یا نہ ملے۔ میں رشوت ہرگز نہیں دوں گا“ مولوی صاحب حیران رہ گئے۔ انھوں نے آپ کے پاؤں پکڑ لئے اور عرض کیا کہ ”آپ کی زمین کہیں نہیں جاسکتی“ حضرت نے فرمایا ”مولوی صاحب یہ کیا۔ ابھی تو آپ کچھ اور کہہ رہے تھے اور ابھی زبان بدل لی“ مولوی صاحب نے کہا ”جب آپ کو اپنے اللہ پر اتنا اور ایسا اعتماد ہے کہ آپ اس کے بھروسے پر اپنی جدی جاہداد کو لات مارنے پر آمادہ ہیں۔ مگر رشوت کا سہارا کسی عنوان منظور نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی آپ کو جدی جاہداد سے محروم نہیں ہونے دیگا“

نتیجہ سب کے سامنے ہے کہ باوجود ہر قسم کے اثرات اور مخالفانہ کارگزاریوں کے بالآخر حضرت ہی کو کامیابی ہوئی۔ اور لائل پور کی زمین ہماری ملکیت میں برقرار رہی۔

حضرت نے قلعہ سوہا سنگھ کے ڈاکخانہ میں مدرسہ کارپوزیہ جمع کر رکھا تھا۔ اس رستم کو جمع کئے ہوئے مدت گزار چکی تھی۔ ایک دفعہ حضرت

ڈاکخانہ کا سوہ



نے مولوی محمد اسماعیل سے کہا کہ ذرا قلعہ سو بھاسنگہ جا کر پوسٹ ماسٹر سے معلوم کر آؤ کہ اس وقت تحویل میں کتنی رقم ہے۔ پوسٹ ماسٹر نے مولوی صاحب کو بتایا کہ ابتدا میں حضرت نے گیارہ ہزار روپیہ جمع کئے تھے۔ اس پر ہر سال سو چھڑھتارہ۔ اب سو دو کی رقم بائیس ہزار ہو گئی ہے۔ اتنی بڑی رقم ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ ضرور وصول فرمائیں۔ مولوی اسماعیل صاحب نے کہا میں یہ جرات نہیں کر سکتا کہ حضرت کے سامنے ایسا عرض کروں۔ پوسٹ ماسٹر نے کہا اچھا میں خود آ کر عرض کروں گا۔

اس واقعہ سے اگلے روز پوسٹ ماسٹر مجھ سے ملا۔ حضرت لائل پور تشریف لے جا چکے تھے۔ اس نے مجھے تفصیل بتائی۔ تو میں نے جواب دیا کہ حضرت تحریر دے چکے ہیں کہ ہم سو دو کی رقم نہیں لیں گے۔ اس نے کہا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اب دوسری تحریر دیدیں کہ میں یہ رقم وصول کروں گا۔ میں لائل پور گیا تو میں نے ساری تفصیل حضرت سے عرض کی۔ آپ نے ساری گزارش سنی مگر پسند نہ فرمایا۔ اور کہا کہ ”ہم ایک دفعہ لکھ کر دے چکے ہیں کہ ہمیں سو دو نہیں لینا ہے۔ بار بار اس بل کو اس کی کیا ضرورت ہے؟“ چنانچہ ضرورت پڑنے پر آپ نے صرف اپنی جمع کردہ رقم وصول کی۔ اور سو دو کا ایک پیسہ بھی لینا گوارا نہیں کیا۔

حضرت بذات خود مکرانہ تشریف لے گئے۔ اور ہاں سے مسجد نور کے لئے سنگ مرمر پتھر خرید فرمایا۔

### مسجد نور کا پتھر سنگ مرمر خریدنا

مکرانہ سے چھوٹی لائن آتی ہے اور پھر پنجاب کے لئے بڑی لائن بدلتی ہے۔ اسٹیشن ماسٹر نے کہا کہ چھوٹی لائن سے بڑی لائن پر سامان اتارنے لادنے کا کام بغیر رشوت کے نہیں ہوگا۔ حضرت نے فرمایا یہ ریل والوں کی ذمہ داری ہے۔ ہم اس کام کا کچھ بھی نہیں دیں گے۔ اس نے صاف جواب دے دیا کہ پتھر پتھر بھی نہیں جائے گا۔ آپ نے فرمایا ”یہ خانہ خدا کا پتھر ہے۔ ضرور جائے گا“

چنانچہ آپ پتھر چھوڑ کر وہلی چلے آئے۔ اور ریل کے بڑے افسروں سے مل کر تمام معاملہ ان کے گوش گزار کیا۔ افسران نے اس اسٹیشن ماسٹر کو فوراً وہاں سے تبدیل کر کے دوسرے کو وہاں تعینات کیا۔ اور ساتھ ہی حکم جاری کیا کہ ان کا خرید کردہ پتھر فوراً روانہ کیا جائے۔ چنانچہ مسجد کی تعمیر کا پتھر بخیر و خوبی علی پور سیدیاں پہنچ گیا۔

## جو دوسرا

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مانند آپ بھی بڑے سخی اور جواد تھے۔

یتیموں اور یتیم خانوں کی خاص طور پر خبر گیری فرماتے تھے۔ اور ان

کی نقد و جنس کی تمام ضرورتیں فراہم کرتے رہتے تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ عام طور پر دوسروں کو خبر بھی نہیں

ہونے دیتے تھے۔ اسی طرح مدرسہ کے طلبہ کی ہر قسم کی ضروریات کا اہتمام فرماتے تھے۔ تاکہ طلب علم

میں ان کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ ان تمام کاموں میں جو روپیہ صرف ہوتا اس کا علم خدا

کے علاوہ کسی کو نہیں ہوتا تھا۔

ایک دفعہ آپ بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حج کو گئے ہوئے تھے۔ مدینہ

منورہ میں حضرت قبلہ عالم نے ایک دن مولوی ضیاء الدین صاحب سے دریافت کیا کہ ”آپ نے صاحبزادہ

سے ملاقات کی؟“ مولوی صاحب نے جواب دیا ”جی ہاں! ملاقات ہوئی۔ میں ان سے مل کر بہت خوش ہوا

وہ بڑے عالم اور فاضل ہیں۔ آپ کے صحیح جانشین ہوں گے“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

”مولوی صاحب! بعض باتوں میں وہ مجھ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ میں کسی کو کچھ دیتا ہوں تو لوگ ایک

کے چار کر کے بتاتے ہیں۔ مگر وہ دُائیں ہاتھ سے دیتا ہے تو بائیں کو خبر نہیں ہونے دیتا“

بعض تفصیلات پہلے حضرت قبلہ عالم کی سیرت طیبہ کے بیان میں آچکی ہیں۔ اس لئے ان

کے اعادے سے گریز کیا جاتا ہے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی سیرت کے بیان میں دینی، ملی،

## ملی خدمات

فلاحی خدمات کا ذکر آیا ہے۔ ان تمام تحریکوں میں حضرت سراج الملت

برابر شریک ہے۔ انجمن خدام الصوفیہ، فتنہ ارتداد، تحریک خلافت، ساردا ایکٹ، تحریک

قیام پاکستان، اور دوسری تعلیمی، دینی، اور ملی خدمات میں آپ ہی تمام انتظامات کے ذمہ دار

ہو کر تھے کسی تحریک کے ناظم اعلیٰ، کسی کے خازن اور کسی کے ہتھم بنتے۔ اور اپنے فرائض

پوری تن دہی اور جاں فشانی سے انجام دیتے تھے۔

اس سلسلے میں آپ کو اطراف و اکناف ملک کے طویل دورے بھی کرنے پڑتے

تھے۔ آپ نجوشی دوروں پر جاتے۔ دوردراز علاقوں کے سفر فرماتے۔ ہر جگہ عام دینی تبلیغ اور

پند و مواعظت کے ساتھ دوسرے قومی کام بھی انجام دیتے۔ ہر جگہ سلسلہ عالیہ کی توسیع اور توثیق

فرماتے اور یارانِ طریقت کی ظاہری و باطنی اصلاح کرتے۔ اس ذیل میں آپ نے بار بار مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک سارے ملک کے دورے فرمائے ہیں۔ ان تمام سفروں میں اپنا ہی نہیں، ہمراہیوں کے سفر و حضر کے اخراجات کا بار آپ خود اٹھاتے تھے۔ اور کبھی کسی کو خبر بھی نہیں ہوئی کہ کس دورے پر کتنی خطیر رقم خرچ ہوئی ہے۔

دربار شریف کے کاروبار اور زمینوں کے انتظامات آپ کے متعلق تھے۔ مدرسہ کے اہتمام کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ اس

## حسابِ فہمی میں اہتمام

کے بھی آپ پوری طرح کفیل ہوتے تھے۔ حساب کتاب کے معاملے میں اور لین دین میں آپ پوری احتیاط برتتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی اس بارے میں پورا محتاط رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ ایک دفعہ لائل پور میں آپ نے گھر کے لئے سبزی ترکاری خریدنے کے لئے روپیہ دیا۔ واپس آکر لانے والے نے آپ کو حساب نہیں بتایا۔ آپ نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ ڈھائی آنے بچے ہوں گے۔ دریافت فرمایا کہ ”بچے ہوئے پیسے کس کے پاس ہیں۔ لاکے دو۔ آج کل لوگ پیسے کے معاملے میں بے پروائی کرنے لگے ہیں۔ حلال حرام میں تمیز لازم ہے“

ماموں صاحب پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کی کچھ کاروباری شرکت تھی۔ آخری دفعہ جب ماموں صاحب نے حساب بیباق کیا اور کاغذات بھجے تو آپ نے ان کی پڑتال کی معلوم ہوا کہ دو آنے زیادہ آگئے ہیں۔ آپ نے ماموں صاحب کو واپس کئے۔ ماموں صاحب وہ دو آنے پا کر بہت خوش ہوئے۔ ان کو آنکھوں سے لگایا اور فرمایا کہ ”صاحبزادہ صاحب ہمیشہ سے پیسے کے معاملے میں بیحد محتاط ہیں۔ حساب میں کبھی ایک پیسے کی بھول چوک بھی ان کو گوارا نہیں ہوئی۔ یہ ان کے ولی اللہ ہونے کا پکا ثبوت ہے“

حضرت بڑے متواضع اور حلیم الطبع بزرگ تھے۔ ہر ایک سے شفقت اور نرمی سے پیش آتے تھے۔ طبیعت میں بڑی سادگی تھی، جس کا

## عاداتِ کریمہ

اظہار لباس اور غذا وغیرہ میں ہوتا تھا۔ آپ نہایت سادہ کھانا تناول فرماتے تھے۔ مگر گوشت اور انڈا مرغوب تھا۔ ویسے جو سامنے لایا جاتا بے تامل تناول کرتے۔ آپ کو غصہ نہیں آتا تھا کسی نے کبھی آپ کو برا بھلا کہتے اور سخت الفاظ استعمال کرتے نہیں دیکھا۔

اگر آپ کو کسی کی کوئی بات بہت زیادہ ناگوار ہوتی تو صرف اتنا فرماتے ”تو جانور ہے“ یا کہتے ”تو چول ہے“

## قیافہ شناس سے ملاقات

حضرت کے خادم خاص سائیں محمد علی بیان کرتے تھے کہ ”ایک دفعہ سفر میں جس ڈبے میں حضرت سفر کر رہے

تھے ایک انگریز بھی بیٹھا تھا۔ وہ انگریز اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آیا اور پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ میں نے بتایا کہ یہ پیر پادری ہیں۔ اس پر اس نے بتایا کہ ”میں قیافہ شناسی میں بڑی مہارت رکھتا ہوں۔ آج کل سیاحت پر ہندوستان آیا ہوں۔ میں نے ان کے قیافہ سے سمجھا کہ یہ بڑے عالم، دانشمند، اور بزرگ آدمی ہیں۔ میں نے اس طرح کا قیافہ شاذ ہی دیکھا ہے“

حضرت نے سائیں محمد علی کو آواز دے کر پاس بلایا اور تنبیہ کی کہ کیوں باتوں میں وقت ضائع کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں حضرت کی آنکھ لگ گئی تو محمد علی پھر اس انگریز سے باتیں کرنے لگے۔ اس انگریز نے کہا ”میرا علم مجھے بتاتا ہے کہ یہ صاحب کرامات بزرگ ہیں۔ اور ان سے لوگوں کو بہت فائدے پہنچیں گے“

## شادی اور اولاد

حضرت کی شادی آپ کے تایا حضرت پیر نجابت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ آپ بڑی عابدہ

اور متقی خاتون تھیں۔ سلیم الطبعی اور خوش مزاجی سے آراستہ تھیں۔ گھر بھر میں سب کی خیر خبر رکھتی اور امداد و اعانت پر آمادہ رہتی تھیں۔ میں نے اپنے ہوش کے زمانے میں ان کو دو بکے رات کے بعد کبھی سوتے نہیں دیکھا۔ عنفوان عمر سے آخر تک آپ نے کبھی تہجد کی نماز قضا نہیں ہونے دی۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

حضرت کے کچھ بچے طفولیت میں وفات پا گئے تھے۔ جنہوں نے بڑی عمر پائی صرف تین تھے۔ سید اختر حسین۔ سید انور حسین اور سردار فاطمہ

برادر حضرت الحاج سید انور حسین شاہ عالم دین، حافظ قرآن اور متقی پرہیزگار شخص تھے ہمیشہ مسجد جا کر جماعت سے نماز ادا کرتے تھے۔ تہجد کی نماز کبھی قضا نہیں ہونے دی۔

اسی لئے سفر سے احتراز فرماتے اور زیادہ تر گاؤں ہی میں رہتے تھے۔ تاکہ نماز باجماعت اور تہجد کی ادائیگی میں خلل کا اندیشہ نہ آئے۔ چار دفعہ آپ نے حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ نبویؐ کی سعادت حاصل کی۔ آپ زیادہ وقت روضہ شریف کی خدمت اور لوگوں کی مقصد رابری میں صرف کرتے تھے۔ ۱۹۷۲ء میں بیمار ہوئے۔ ابتدا میں آپ نے بیماری کی فکر نہ کی۔ آخر تکلیفیں ٹھہرتی گئیں۔ لاہور لے جائے گئے۔ پورے اہتمام سے علاج معالجہ کیا گیا۔ لیکن وقت آگیا تھا۔ طویل بیماری کے بعد ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو لاہور میں وفات پائی۔ اور علی پور سیداں لاکر روضہ شریف کے شمال مشرقی گوشہ کے حجرے میں والد صاحبہ کے برابر دفن کئے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کی یادگار صرف ایک صاحبزادے سید منور حسین شاہ ہیں۔ آپ نے اپنا سارا سرمایہ آخری وصیت کی رو سے مدرسہ نقشبندیہ کو دے دیا تھا۔ اسی طرح اپنی زر خرید آٹھ ایکڑ زمین بھی مدرسہ کو عطا کر دی تھی۔

(اضافہ از محمد طاہر فاروقی) بڑے صاحبزادہ حضرت الحاج سید اختر حسین شاہ صاحب قبلہ جو بہر ملت جو اس کتاب کے مصنف ہیں۔ جلیل القدر عالم دین اور فصیح البیان خطیب ہیں۔ آپ نے عربی فارسی کی مکمل تعلیم حاصل کی اور درس نظامیہ کے بعد دورہ حدیث ختم کیا۔ آپ دربار شریف میں امور خانہ داری اور زمینداری کے مہتمم اعلیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی لئے آپ کا زیادہ وقت انتظامات کی نذر ہو جاتا ہے۔ مگر اس پر بھی آپ کے تبلیغ و ارشاد کے مشاغل جاری رہتے ہیں۔ اور فتویٰ نویسی میں آپ مفتی مدرسہ کی رہنمائی بھی فرماتے رہتے ہیں۔

تبلیغی اور مذہبی جلسوں میں بھی آپ شرکت فرماتے ہیں۔ اور حاضرین بڑے شوق سے آپ کے عالمانہ اور مدلل خطبات سنتے اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت قبلہ عالم کے ہمراہ آپ کے سفروں کا جا بجا ذکر آیا ہے۔ اسی طرح انجمن خدام الصوفیہ اور دوسری ملی اور دینی خدمات کے سلسلے میں آپ کی کارگزاریاں بیان میں آئی ہیں۔ ان سے آپ کے حالات کا کم و بیش اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

آپ حلیم الطبع، متواضع اور مہمان نواز بزرگ ہیں۔ فیاض طبعی اور سیر چشمی کے ساتھ حرم و احتیاط، معاملہ فہمی اور دور اندیشی کی صفات سے آراستہ ہیں۔ دور دور سے لوگ اپنی

مشکلات اور معاملات میں مشورہ اور رہنمائی حاصل کرنے آتے ہیں۔ اور آپ بڑی بردباری اور ہنرمندی سے ان کو اپنے مشوروں سے سرفراز کرتے اور ان کی اعانت فرماتے ہیں۔ آپ کی عمر اس وقت تریسٹھ سال ہے۔ آپ نے دوج کئے ہیں۔ (مدظلہ العالی)۔

آپ کی شادی آپ کے ماموں پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ آپ کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ صاحبزادہ سید اشرف حسین شاہ صاحب۔ صاحبزادہ سید افضل حسین شاہ صاحب۔ صاحبزادہ سید خورشید حسین شاہ صاحب۔ صاحبزادہ سید ذاکر حسین شاہ صاحب اور صاحبزادہ سید مظفر حسین شاہ صاحب۔ عابدہ بی بی اور شاہدہ بی بی۔

حافظ پیر سید اشرف حسین شاہ صاحب کی شادی حضرت حاجی حافظ پیر سید نذر حسین شاہ صاحب کی صاحبزادی مسرت فاطمہ سے ہوئی ہے۔ صاحبزادہ اشرف شاہ صاحب دربار شریف کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اور ہمانوں کی خاطر مدارات خاص لچ چپی کے ساتھ انجام دیتے ہیں حضرت الحاج حافظ صاحبزادہ سید افضل حسین شاہ صاحب عالم دین فاضل اجل اور بڑے شیریں بیان خطیب ہیں۔ نیز عابد و زاہد، خوش اخلاق، بلند کردار اور صفات حسنہ سے آراستہ جوان صالح ہیں۔ ایک بلند پایہ عالم اور دل پسند خطیب ہونے کے لحاظ سے آپ کو دور دور سے بلاوے آتے رہتے ہیں۔ اور آپ بھی اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو فیض یاب کرنے اور تبلیغ و ارشاد کے لئے طویل سفر فرماتے رہتے ہیں۔ آپ فارغ التحصیل اور عالم فاضل نوجوان ہیں۔ مدرسہ نقشبندیہ اور اس کا کتب خانہ آپ کی نگرانی میں ہے۔ آپ کتابوں کی حفاظت اور ترتیب وغیرہ میں بڑی چسپی لیتے ہیں۔ لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ ایسے قیمتی کتب خانہ کے لئے مناسب اور وسیع جگہ میسر نہیں ہے۔ خدا حالات سدھارے تو حضرت صاحبزادہ صاحب بھی کتب خانہ سے متعلق اپنی حیثیت اور صلاحیت کا پورا مظاہرہ فرما سکیں۔ حضرت افضل حسین شاہ صاحب کی ایک ہی صاحبزادی عزیزہ فاطمہ ہیں جو ۱۹۷۳ء میں پیدا ہوئی ہیں۔ سلہما اللہ تعالیٰ۔ (اس مختصر اضافہ پر بس کرتا ہوں کہ گے بڑھنے کی اجازت نہیں۔ فاروقی)

مولوی ضیاء الدین صاحب ہاجر مدنی کہتے تھے کہ مختلف ممالک سے بڑے بڑے علماء اور فضلاء

مولوی ضیاء الدین صاحب مدنی

روضہ نبوی کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ میں ان سے ملتا رہا ہوں۔ مگر

میں نے کسی کو حضرت سراج الملت جیسا متبحر عالم نہیں پایا۔ آپ کے علم کے بحر ذخار کا اور چھوڑ سلوم ہی نہیں ہوتا۔

مولوی صاحب ہی کا بیان ہے کہ جب حضرت مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو میں آپ کے ہمراہ روضہ نبوی پر سلام کے لئے حاضر ہوا۔ سلام پیش کرنے کے بعد میں نے عرض کیا کہ ”حضرت آغا خلیل صاحب تشریف فرما ہیں۔ ان سے بھی مل لیجئے“ جواب میں فرمایا ”جن کی خدمت اقدس میں حاضری مقصود بالذات ہے۔ پہلے اس بارگاہِ مقدّس میں حاضری دے لوں تو پھر کسی اور سے بھی ملاقات کروں گا“ چنانچہ آپ یر تک روضہ شریف پر حاضر رہے اور پھر فرد گاہ پر واپس چلے آئے جب حضرت آغا خلیل صاحب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے مولوی ضیاء الدین صاحب کے گھر آئے تو وہ خود ہی حضرت صاحبزادہ صاحب سے ملنے کے لئے آپ کے پاس بھی آئے۔

مولوی محمد اسماعیل نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ”حضور میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں میٹرک (انگریزی) کے امتحان میں

**مولوی محمد اسماعیل**

کامیاب ہو جاؤں“ ارشاد فرمایا پہلے اتنے امتحان دیے تو کبھی دعا نہیں کروائی۔ اب بھی بغیر دعا کے کامیاب ہو جاؤ گے“

جس روز نتیجہ آیا میں نے مولوی اسماعیل سے کہا کہ اپنا نتیجہ معلوم کرو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ”میں پاس ہوں۔ میرے ڈیڑھ سو میں سے چوراسی نمبر آئے ہیں“ میں نے دریافت کیا تمہیں بغیر اخبار دیکھے کیسے معلوم ہو گیا۔ انہوں نے کہا ”رات میں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ”تو پاس ہے۔ تیرے چوراسی نمبر ہیں“ اس لئے مجھے اپنی کامیابی میں ذرا بھی شبہ نہیں“ میرے اصرار پر وہ قلعہ سو بھانگہ جا کر اخبار لائے تو تصدیق ہو گئی۔ بعد میں یونیورسٹی سے نتیجہ کا کارڈ آیا تو اس میں بھی چوراسی نمبر درج تھے۔

مولوی محمد اسماعیل نے ۱۹۵۵ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا تھا وہ جب بھی حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کے لئے حاضر ہوتے، حضور فرماتے ”یار تو نے منشی فاضل پاس کر لیا مگر محکمہ نے تیری تنخواہ میں اضافہ نہیں کیا“ کبھی ارشاد ہوتا ”یار یہ حکومت بڑی بے انصاف ہے تمہیں اب تک کوئی پیسہ نہیں دیا“ اس زمانے میں یہ قانون نہ تھا کہ

منشی فاضل پاس کرنے پر بھی ایک ترقی زائد دی جائے گی۔ حضرت سراج الملت کے وصال کے بعد ۱۹۴۲ء میں نیا قانون بنا تو ترقی منظور کی گئی۔ چنانچہ مولوی محمد اسماعیل کو ایک دم پانچ ترقیاں مل گئیں۔ اور حضرت سراج الملت کا فرمان پورا ہو گیا۔

نواب صاحب ریاست شاہ نور (دکن) | رانا شبیر احمد خان صاحب نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ کی زبان مبارک سے

یہ واقعہ خود سنا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ شاہ نور ریاست کے نواب صاحب نے اپنے لڑکے کی شادی میں حضرت قبلہ عالم کو مدعو کیا تھا۔ اور تین سو روپیہ کا منی آرڈر بھی زادراہ کے لئے بھیج دیا تھا۔ حضرت قبلہ عالم کی طبیعت کچھ ناساز تھی، اس لئے آپ نے حضرت سراج الملت کو اپنی جگہ دکن کی اس ریاست کے سفر پر روانہ کر دیا۔ حضرت کے ہمراہ صرف ایک درویش فقیر محمد گئے تھے۔ نواب نے دیکھا۔ کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بجائے بڑے صاحبزادہ صاحب تشریف لائے ہیں تو اسے تھوڑی سی مایوسی ہوئی مگر اس نے ظاہر نہ کیا۔

نواب نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے قاضی کے ہاں جائداد کی وراثت کا ایک مسئلہ بہت زیادہ الجھ گیا ہے۔ بہت علماء جمع ہیں۔ مگر کسی سے حل نہیں ہوتا۔ آپ توجہ کریں۔ آپ نے تفصیلات معلوم کیں۔ اور قلم برداشتہ اس میراث کی تقسیم کا حل کاغذ پر لکھ دیا جس میں کتب فرائض کے حوالہ جات بھی درج تھے۔ اور نواب صاحب سے کہا کہ علماء سے کہو کہ کتابوں میں حوالہ جات کا مطالعہ کر کے مسئلہ کو سمجھ لیں۔ اور پھر بھی سمجھ میں نہ آئے تو یہاں آئیں، میں سمجھا دوں گا۔

نواب آپ کے تبحر علمی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور ان کے دل میں آپ سے بغایت عقیدت پیدا ہو گئی۔ انھوں نے آپ کو بڑے اعزاز و اکرام سے مہمان رکھا۔ جمعہ کی نماز کے بعد آپ نے وعظ فرمایا تو اس کا موضوع بھی ”وراثت“ تھا۔ جس میں آپ نے سلامی وراثت کی خوبیاں اور فضائل بیان کئے۔ اور علم فرائض کی اہمیت اور فضیلت ثابت کی۔ نواب صاحب خود بھی بہت متاثر ہوئے۔ انھوں نے آپ کی رخصت کے وقت اپنے لڑکوں کے ساتھ خود بھی چلائی اور پوری عزت و احترام سے آپ کو رخصت کیا۔

اولاد ثرینہ پیدا ہونا | ایسی بہت سی روایات تصدیق کو پہنچی ہیں کہ لوگوں کے



یہاں صرف لڑکیاں پیدا ہوتی تھیں، آپ نے تعویذ دیا تو لڑکے پیدا ہونے لگے۔ چک نمبر ۲۳۲ ضلع جھنگ میں نول سلطان کے یہاں تین لڑکیوں کے بعد آپ کے ارشاد کے مطابق لڑکا ہوا۔ جس کا نام پہلے ہی آپ نے محمد اسم تجویز کر دیا تھا۔ اس کے بعد بھی اس کے ہاں جتنی اولاد ہوئی سب لڑکے ہوئے۔

ضلع جھنگ کے چک نمبر ۲۲۷ میں صالح محمد کے یہاں پانچ چھ لڑکیاں تھیں۔ لڑکا نہ ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا اب لڑکا ہوگا۔ چنانچہ اس کے بعد اس کے گھر کوئی لڑکی نہیں ہوئی سب لڑکے پیدا ہوتے رہے۔

ضلع جھنگ ہی کا رہنے والا محمد شمس حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے سات لڑکیاں ہیں، دعا فرمائیے کہ لڑکا پیدا ہو حضور نے فرمایا جاؤ بڑے صاحبزادہ سے تعویذ لے لو۔ آپ کے تعویذ کی برکت سے خدا نے اسے لڑکا عطا کیا۔

ایسے بہت سے معتبر واقعات معلوم ہیں۔ مگر طوالت سے بچنے کے لئے انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت کو موتیابند کا عارضہ ہو گیا تھا۔ آپ نے گوجرہ میں آنکھ کا آپریشن کرایا جس سے نگاہ ٹھیک ہو گئی۔ مگر اسی کے بعد سے آپ کی

### بیماری اور وصال

صحت خراب رہنے لگی۔ دل بہت کمزور ہو گیا تھا اور لمغم آنے لگا تھا۔ بہت سے حکیموں ڈاکٹروں کا علاج کیا گیا۔ ذرا بہت عارضی افادہ ہو جاتا تھا۔ مگر صحت کبھی حاصل نہ ہو سکی۔

۱۹۵۵ء میں حضرت کی صحت زیادہ خراب ہو گئی تو ملتان کے سول ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ ڈاکٹر جو دوا میں تجویز کرتے آپ ان کے اجزاء کی تفصیل معلوم کئے بغیر استعمال نہیں فرماتے تھے۔ ایک ایک ایسی دوا لکھی گئی جس میں ایک یا دو فی صد الکحل تھی۔ آپ کے انکار پر میں نے عرض کیا کہ اتنی کم مقدار سے سُکر پیدا نہیں ہو سکتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کُلُّ صُکْرٍ قَلِيلٌ وَ كَثِيرٌ لَا حَرَامٌ۔ جو بھی نشہ آور چیز ہے اس کی زیادہ اور کم ہر مقدار حرام ہے۔ چنانچہ آپ نے ہر توجیہ رو فرمادی اور وہ دوا استعمال نہیں کی۔

رانا شبیر احمد خان صاحب دن رات ہسپتال میں حاضر رہتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ اس زمانے میں تین دن ایسا حال رہا کہ اظہار ہوش نہ ہوتا تھا۔ مگر اس حال میں بھی جب نماز کا وقت

ہوتا حکم دیتے مجھے نماز پڑھاؤ۔ چنانچہ تیمم سے نماز ادا کرتے۔ رانا صاحب کہتے ہیں کہ آپ نے چودہ فرض نماز اسی طرح ادا کیں اور حد یہ ہے کہ ایک دن بھی تہجد کی نماز ناغہ نہونے دی۔

آخری بیماری میں بھی نماز کا یہی اہتمام فرماتے رہے۔ انتہائی ضعف کے باعث ہم سمجھتے کہ حضور بیہوش ہیں۔ مگر نماز کے وقت آپ کو ہوش ہو جاتا اور تیمم کر کے جماعت سے فرض ادا فرماتے۔ برادر م عزیزم سید نذر حسین شاہ صاحب پانچوں وقت جماعت کراتے اور آپ اشاروں کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔

مرض الموت میں حافظ نورا احمد صاحب قصوری نے آپ کی بڑی خدمت کی گھر بار چھوڑ کر دن رات آپ کی خدمت میں حاضر رہے۔ اسی طرح حاجی مہر عبدالحق صاحب، سائیں محمد علی درویش خاص، مولوی ادریس صاحب اور محمد صدیق صاحب مرحوم نے بھی آپ کی بڑی خدمت کی، اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر اور فلاح دارین عطا فرمائے۔

آخر سولہ اکتوبر ۱۹۶۱ء کو آپ نے وصال فرمایا اور خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کے جنازے میں ہزاراں ہزار خلقت تھی۔ آپ کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس کے برابر اسی طرف مغرب کی سمت دفن کیا گیا۔ وصال مبارک کے وقت آپ کی عمر شریف پچاسی سال تھی۔

آپ کے خلفائے کرام کی صحیح تعداد اور نام مجھے بھی تحقیق نہ ہو سکے۔  
**آپ کے خلفاء**  
 یقین کے ساتھ جن حضرات کو خلافت و اجازت عطا کی گئی، ان کے

اسمائے گرامی ذیل میں درج ہیں۔

- ۱۔ مولوی محمد عالم صاحب میرپوری (۲) ڈاکٹر غلام حیدر صاحب ساکن گلہ ہل (۳) ڈاکٹر محمد ظریف صاحب شیخوپورہ۔ (۴) مولوی محمد شریف صاحب خطیب جامع مسجد نور ڈسکہ (۵) مولوی محمد ادریس صاحب ساکن آباد۔
  - (۶) پیر حسام الدین صاحب حیدرآباد سندھ۔ (۷) حکیم مبارک احمد صاحب۔ لاہور۔
  - (۸) کیپٹن محمد امین صاحب کنجاہ۔ (۹) مولوی ضیاء الدین صاحب نعمانی گجرات۔ (۱۰) حافظ محمد زکریا صاحب۔ گجرات۔ (۱۱) بابو محمد سلطان صاحب وزیر آباد۔ (۱۲) شیخ خورشید صاحب۔ وزیر آباد۔
- ان سب حضرات نے اپنے طور پر ہدایت و ارشاد میں سعی تبلیغ کی ہے۔ اور توسیع سلسلہ عالیہ کے لئے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ جزا ہم اللہ خیر العباد فی الدارین۔

## خادم الملت حضرت الحاج حفظا سيد خادم، حنين شاه صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ منجھلے صاحبزادے تھے پچھن ہی سے بڑے ذہین، متقی اور پرمہیزگار تھے۔ اتبار تشریف کا آپ کو ابتداء سے خاص اہتمام مد نظر رہتا تھا۔ آپ نے بھی حضرت حافظ قاری شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کلام مجید حفظ کیا تھا۔ اس کے بعد اردو و فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم علی پور شریف ہی میں حاصل کی۔ مابعد تحصیل علم کے لئے آپ کو لاہور بھیجا گیا۔

آپ نے لاہور میں مسجد ٹولیاں کے ایک حجرے میں قیام کیا۔ اور عربی علوم کی تحصیل میں سرگرمی سے کوشاں رہے بعد میں اور نیشنل کالج لاہور میں داخل ہو کر مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ انھی دنوں مرزا میوں نے آپ پر ایک جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ جس کی تفصیل حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے حالات میں بیان ہو چکی ہے۔ مقدمہ سے براہوت کے بعد آپ تحصیل تکمیل علم کے لئے کان پور تشریف لے گئے۔

کانپور میں آپ نے مدرسہ جامع العلوم میں باقاعدہ درس نظامیہ کی تکمیل کی۔ تفسیر احادیث، فقہ اور دیگر معقولی علوم حاصل کئے۔ اور دورہ حدیث کی سند حاصل کی۔ اس زمانے میں گھر سے دور رہ کر آپ کو مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ لیکن حصول علم کے شوق و ذوق میں آپ نے ہر سختی کو سہل سمجھا اور عالم فاضل بن کر گھر واپس آئے۔

آپ کی زبان میں معمولی سی لگنت تھی لیکن اس پر بھی علمی اور تبلیغی مشاغل میں کوئی اخلاقِ حسنہ لکھی نہ آنے دی۔ ہمیشہ نماز فجر کے بعد کلام مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ تبلیغ و ارشاد کے لئے دور دور تک دورے فرماتے۔ اور لوگوں کو اپنے مواعظِ حسنہ سے فیض یاب فرماتے رہتے۔ آپ گرمی کے موسم میں ہمیشہ کسی سرد مقام، کشمیر، کوٹہ وغیرہ تشریف لیجاتے تھے۔ یارانِ طریقت کی خوشی اور غمی میں بالالتزام شرکت فرماتے اور ان کی دل جمعی اور ہدایت میں کوشاں رہتے تھے۔ آپ وسیع الاخلاق، خوش مزاج، بردبار اور اوصافِ حسنہ سے آراستہ تھے۔ آپ کی سخاوت اور دریا دلی کے واقعات زبان زد عام و خاص ہیں۔ عزاب و مساکین کی دستگیری

اور حاجت روائی آپ کا شیوہ اور ہر ایک کی امداد و اعانت آپ کا خاصہ تھا۔

**شادی اور اولاد** | آپ کی پہلی شادی اپنی پھوپھی صاحبہ کی لڑکی سے ہوئی۔ جن سے ایک لڑکا حامد حسین پیدا ہوا۔ مگر سات آٹھ سال کا ہو کر لقبضائے الہی فوت

ہو گیا۔ چند سال بعد زوجہ محترمہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کی دوسری شادی آپ کے تایا حضرت پیر سید نجات علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی لڑکی سے ہوئی۔ جن سے ایک لڑکا ہوا۔ جن کا نام نامی حضرت حافظ حاجی سید نذر حسین شاہ ہے۔ ان کی عمر اب تقریباً اڑتیس سال ہے۔ عالم دین، خوش اخلاق، متواضع، متقی اور پابند شریعت جو ان صالح ہیں۔ اور دربار شریف اور یارانِ طریقت کی خدمت میں اپنا وقت صرف فرماتے ہیں۔ صاحبزادہ نذر حسین شاہ صاحب کی شادی ان کے ماموں حضرت سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لڑکی سے ہوئی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ ان کے دو لڑکے سید منظر حسین شاہ اور سید اشتیاق حسین شاہ اور دو لڑکیاں فرحت بی بی اور عصمت بی بی ہیں۔ خدا ان سب کو اپنے فضل و کرم سے نوازے اور صاحب علم و عمل بنائے (آمین) پیر سید نذر حسین شاہ صاحب کسی بار حج کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

**کتاب خانہ** | حضرت منجھلے صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مطالعہ کتب کا بہت شوق تھا۔ آپ نے اپنا ذاتی کتب خانہ قائم کیا تھا۔ جس میں قیمتی کتابوں کا قابل قدر ذخیرہ جمع کیا تھا۔ آپ نے اپنا سارا کتب خانہ مدرسہ نقشبندیہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ آپ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی، دینی، ملی اور سماجی کاموں میں پوری استعداد سے حصہ لیتے تھے۔ اور اس مقصد کے لئے دور دراز مقامات کے دورے فرماتے رہتے تھے۔ آپ کو تین دفعہ فریضہ حج کی بجا آوری کا شرف اور مدینہ منورہ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔

**وفات** | آپ ایک پریجانی کے گھر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ ان کا گاؤں کچا کھوہ ریلوے اسٹیشن کے قریب تھا۔ یہاں گاڑی بہت کم وقت کے لئے رکتی تھی۔

آپ ریل سے اترنے نہ پائے تھے کہ گاڑی روانہ ہو گئی۔ آپ چلتی گاڑی سے اترے تو گر پڑے اور دونوں پاؤں میں سخت چوٹ آئی۔ جس سے کافی خون بہا۔ اسی حالت میں آپ کو خانہ نیوال کے ہسپتال پہنچایا گیا۔ زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے ہسپتال والے بھی کچھ نہ کر سکے۔ اور وہیں آپ نے جام شہادت نوش کیا۔

اس طرح ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو آپ بھی خالق حقیقی سے جا ملے۔

سب سے پہلے ملتان کے پیر بھائی حاجی خوشی محمد صاحب اور حکیم نذیر احمد صاحب کو آپ کے اصل بھتیجے ہونے کا علم ہوا۔ وہ دوسرے یارانِ طریقت کے ساتھ فوراً خانپولی پہنچے۔ صندوق تیار کرایا۔ اور آپ کی میت کو لے کر علی پور سیدیاں آئے۔ اس ناکہانی حادثے نے سارے خاندان اور متوسلین کو بے حد متاثر اور افسردہ کیا۔ ابھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی کا غم فرو نہ ہو چکا تھا کہ دو مہینہ سے کم مدت میں یہ سانحہ پیش آگیا۔ سب سے پہلے آپ ہی حضرت قبلہ عالم قدس سرۃ العزیز کے جوار مبارک میں پہنچے تھے حضرت قبلہ عالم کے روضہ شریف میں مرقد منور کی بائیں طرف سمت مشرق میں قبر شریف سے ملحق ہی آپ کو دفن کیا گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

## حضرت شمس الملت الحاج حافظ سید نور حسین شاہ صاحب

مدظلہ العالی سجادہ نشین ثانی

آپ حضرت قبلہ عالم قدس سرۃ العزیز کے تیسرے اور سب سے چھوٹے صاحبزادے **حلیہ شریف** ہیں۔ آپ کا تاریخی نام اعظم شاہ ہے۔ جس سے ۱۳۱۷ھ برآمد ہوتے ہیں (مطابق ۱۸۹۹ء) آپ نے خود بھی اپنا سال پیدائش یہی بتایا ہے۔ آپ شکل و صورت میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مشابہت رکھتے ہیں۔ جوانی میں حسین و جمیل اور شاندار وجاہت کے حامل تھے۔ بلند قامت خوش پوش، سیاہ شیرانی اور سفید بلند عمامہ باندھ کر راستہ چلتے تو سب کی نظریں آپ کی شان و شوکت سے خیرہ ہو کر رہ جاتیں۔ اور دل آپ کی جانب کھینچے جاتے۔ اب کبر سن اور بیماریوں نے آپ کو بہت کمزور کر دیا ہے۔ مگر پھر بھی چہرہ مبارک سے وجاہت اور شان ہویا ہے۔

آپ نے سب سے پہلے حضرت قاری شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولوی حافظ قاری عبدالرحمان صاحب سے کلام مجید حفظ کیا۔

اور اس کے بعد علی پور سیدیاں ہی میں قاری اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے مدرسہ نقشبندیہ میں کئی علماء و فضلاء سے درس لیا ہے۔ مولوی محمد یوسف صاحب سے فارسی عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر مولوی عبدالغفور صاحب نے متوسط درجات کی کتابیں پڑھائیں۔ مولوی بخاری صاحب سے اعلیٰ کتب کا سبق لیا۔ اور آخر میں مولانا ہزاروی صاحب سے کتب تفسیر و حدیث

کی تکمیل کی۔ ابتدائی ایام میں علی پور سیداں کے اسکول میں آپ نے پرائمری جماعتوں میں تعلیم حاصل کی تھی۔ جس کے بعد درس نظامی کی تکمیل مدرسہ نقشبندیہ کے اساتذہ کرام سے کی۔ اور یہیں سے دورہ حدیث کی سند حاصل کی۔

**اتباع شریعت و سنت** حضرت شمس الملکت مدظلہ، ابتدا سے پابندی شریعت اور اتباع پر سنت بڑی سختی سے کار بند رہے ہیں۔ تقویٰ، پرہیزگاری، دریا دلی،

خوش طبعی، پاکیزگی اور خوش اخلاقی آپ کے اوصافِ حسنہ کی امتیازی صفات ہیں۔ بچپن سے آپ کو نماز فجر سے قبل غسل کرنے کی عادت ہے۔ گرمی ہو یا سردی عادت مبارکہ قائم ہے ضعیق النفس، جسمانی ضعف اور دیگر عوارض کی وجہ سے ڈاکٹروں اور طبیوں نے لاکھ منع کیا مگر آپ نے یہ عادت نہ چھوڑی۔ اور نماز تہجدی ادا کی کے بعد اب بھی ہمیشہ اول غسل فرماتے ہیں۔ تب نماز فجر ادا کرتے ہیں۔ آپ کے مزاج میں صفائی اور احتیاط بحد کمال ہے۔ ذرا سا بھی شبہ پیدا ہو جائے تو فوراً غسل فرماتے اور نئے کپڑے تبدیل کر لیتے ہیں۔ سفر اور حضر میں ہر جگہ اور ہر موسم میں یہ عادت مبارک قائم رہتی ہے۔

**سجاوت اور دریا دلی** آپ کو اللہ تعالیٰ نے شاہانہ طبیعت عطا کی ہے۔ جو دو سخا اور دریا دلی میں بے مثال ہیں۔ خود حضرت قبلہ عالمؒ آپ کا

نام لے کر فرمایا کرتے تھے کہ ”رب تعالیٰ نے اس کو میرے دل سے خاص حصہ عطا فرمایا ہے“ حج کے سفر میں خود مجھ سے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ ”میں مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں محفلوں کو سو سو روپیہ پیش کیا کرتا تھا۔ مگر اب کے نور حسین ”بادشاہ“ حج کرنے کے لئے آیا ہے۔ تو اس نے محفلوں کو دو دو سو روپے پیش کئے۔ چنانچہ اب مجھے بھی دو دو سو روپے دینے پڑتے ہیں“ حضرت شمس الملکت کا نام لے کر آپ نے پھر فرمایا کہ ”رب تعالیٰ نے اس کو بہت بڑا دل عطا فرمایا ہے“

**حج زیارت** حضرت شمس الملکت مدظلہ، کئی مرتبہ خود حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ عام طور پر تین درندہ درویش سفر میں آپ کے ہمراہ ہوا کرتے ہیں۔ حج و زیارت میں ہمراہیوں

کی تعداد اور بھی زیادہ ہو جایا کرتی ہے۔ اور آپ خود ان کے اخراجات کے کفیل ہوتے ہیں۔ آپ نے اپنے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تمام افراد کو باری باری سے ایک ایک دو دو مرتبہ حج و زیارت کی سعادت کے لئے بھیجا ہے۔ اور ان کے جملہ اخراجات کا بار خود برداشت کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، راقم الحروف کو بھی دو مرتبہ خود آپ نے اخراجات سفر عطا کر کے حج کی ادائیگی کے لئے بھیجا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ہمراہی درویشوں کے جملہ اخراجات سفر حج دو مرتبہ آپ نے جیب خاص سے عطا فرمائے تھے۔ خاندان کے افراد کو اس فریضہ مقدسہ کی ادائیگی میں اعانت فرمانے کے بعد اب آپ نے رگاہ شریفی کے تمام درویشوں کو اس سعادت سے مشرف کرانے میں کوشاں ہیں۔ ہر سال کئی افراد کو اپنے صرفہ پر حج و زیارت کے لئے بھیجتے ہیں اور بیس پچیس ہزار روپیہ ہر سال اس کار خیر میں جیب خاص سے صرف کرتے ہیں۔ اس سال بھی حضرت نے تین اصحاب کو اٹھارہ بیس ہزار روپیہ عطا فرما کر حج کے لئے بھیجا ہے۔ جن میں مولوی غلام رسول صاحب صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ بھی شامل ہیں۔ حق یہ ہے کہ آپ کی فراخ دلی، شاہ خرچی اور فیض رسانی بے مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی صفت سچوادی سے خاص حصہ عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کو پیسہ سے کوئی رغبت نہیں جو آتا ہے آپ اللہ کی راہ میں خرچ فرمادیتے ہیں۔ اور اس کا اظہار و اعلان بھی اپنی زبان مبارک سے نہیں کرتے۔ میرا یہ بیان بطور "تحدیثِ نعمت" کے ہے، اس میں افشائے راز کا کوئی شائبہ نہیں۔

**تبلیغ و ارشاد**  
حضرت مدظلہ کو تبلیغ و ارشاد سے کامل دلچسپی ہے۔ اکثر طویل دورے فرماتے ہیں اور دور دراز مقامات پر پہنچ کر ترویج سلسلہ عالیہ اور تربیت یاران طریقت میں کوشاں رہتے ہیں۔ کبرسنی اور ضعف جسمانی بھی اس عادت مبارک میں رکاوٹ نہیں بنتے۔ اس نیک مقصد کے لئے نوجوانی کے زمانے سے اطراف و اکناف ہند کا سفر فرماتے رہے ہیں۔ خاص طور پر جنوبی ہند کے آپ نے بہت دورے کئے ہیں۔ حیدرآباد، میسور، بنگلور، مدراس، ممبئی اور جنوبی ہند کے دور دراز علاقوں کے دورے تقسیم ملک کے بعد بھی جاری رہے ہیں۔ بھارت کی آمد و رفت بندہ قحطی اور ویزا میں دشواریاں تھیں تب بھی

آپ دکن تشریف لے جاتے، تو تین چار۔ بلکہ پانچ چھ مہینہ قیام فرما کے پاکستان میں آتے تھے۔ پنجاب کے اضلاع کے دورے آپ عموماً گھوڑے پر سوار ہو کر انجام دیتے تھے۔ دور کے مقامات کے لئے ریل کا سفر اختیار فرماتے تھے۔ دکن کے سفر کے لئے عرصہ سے ہوائی جہاز کی سواری پسند کرتے ہیں۔ اب ضعف کے باعث اضلاع کے دوروں کے لئے ذاتی موٹر میں سفر فرماتے ہیں اور کراچی وغیرہ کے لئے ہوائی جہاز استعمال کرتے ہیں۔ مگر تبلیغ و ارشاد اور تربیت و اصلاح کے لئے سفرزوں کا یہ سلسلہ پہلے کی طرح اب بھی جاری ہے۔

**مہمان نوازی** | مہمان نوازی آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے۔ سفر و حضر میں مہمانوں اور ہمراہیوں کی ہر گونہ آسائش کا خیال رکھتے اور درویشوں کو تاکید فرماتے رہتے ہیں کہ مہمانوں کی تمام ضروریات کا پوری طرح اہتمام رکھیں۔ مہمانوں کے لئے آپ عمدہ سے عمدہ کھانا تیار کرتے اور اپنے ساتھ ہی نہیں اپنے سامنے بٹھا کر کھلاتے ہیں۔ اور بار بار اس قدر اصرار سے کھلاتے ہیں کہ مہمان عاجز آجاتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زائرین صبح کے ناشتے کے بعد ریل سے روانگی کی اجازت لے چکے ہوتے ہیں۔ مگر ناشتا آتا ہے تو تفصیل اور اصرار سے ایک ایک چیز کھانے کی تاکید فرماتے ہیں۔ بارہا سب نے سنا ہے کہ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ”پیٹ بھر کے کھاؤ۔ اتنا کھا لو کہ بس اس کے بعد شام ہی کو ضرورت پڑے“ لوگ بس کرنے لگتے ہیں تو بار بار فرماتے ہیں ”خوب کھاؤ۔ سیر ہو کے کھاؤ۔ کچھ نہیں ہوگا۔ کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ ریل نہیں جائے گی“ اور ہوتا یہی ہے کہ ناشتے میں زیادہ وقت صرف ہونے پر بھی ریل چلتی ہے۔

۱۳۹۳ھ کے رمضان تشریف میں فاروقی صاحب پہلی سحری کو دربار تشریف میں حاضر تھے۔ سائیں محمد علی نے کہا چلئے سحری کے وقت میں صرف دس منٹ روگئے ہیں۔ فاروقی صاحب نے جواب دیا ”میں تو چالیس منٹ میں کھانا ختم کرتا ہوں“ سائیں نے ان کے باب رحمت میں پہنچنے سے قبل یہ بات حضرت کے گوش گزار کر دی۔ حضرت نے اپنے دست مبارک سے ٹٹول ٹٹول کے نرم پر اٹھے ان کو دیے تاکہ جلدی چاب سکیں۔ اسی دوران سپر چلا کہ ابھی وقت میں نصف گھنٹہ باقی ہے تو فاروقی صاحب کو بھی تسکین ہوئی اور حضرت مدظلہ بھی عادت



مبارک کے مطابق اصرار کر کے مختلف کھانے کھلاتے رہے۔

فاروقی صاحب کا بیان ہے کہ ”حضرت شمس الملک مدظلہ کا ٹائم پیس سامنے ہی رکھا رہتا ہے۔ میں نے اکثر گھڑی دیکھ کر اندازہ کیا ہے کہ حضور خود اتنا کم تناول فرماتے ہیں کہ مشکل شاید پانچ منٹ لگتے ہوں گے مگر سہاے لے آپ کی تواضع اور تاکیہ مصیبت بن جاتی ہے۔ لیکن تجربہ یہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ حوصلہ سے زیادہ کھا جاتے ہیں مگر سب بھضم ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا وقت آنے سے پہلے بھوک لگنے لگتی ہے“

**فرض سسانی** | حضرت مدظلہ کی عالی حوصلگی اور فیض سسانی کا بیان جتنا بھی کیا جائے کم ہے آپ ضرور مندوں اور سالکوں کی جو مالی اعانت فرماتے رہتے ہیں اس کا پوری

طرح علم بھی نہیں ہوتا۔ صدقات جاریہ اور مصارف خیر میں آپ نے ہمیشہ سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ روضہ شریف کی عمارت کی تکمیل کے لئے آپ ہمیشہ عطیات دیتے رہتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے پچاس ہزار روپیہ کی خطیر رقم اس کا خیر کے لئے عطا فرمائی (جزاۃ اللہ الخیر الجزاۃ فی الدارین)

**دینی و ملی خدمات** | حضرت قسبہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، ملی اور رفاہی تحریکوں میں آپ نے بھی ہمیشہ دام، درمے، قدمے، سٹخنے ہر طرح حصہ

لیا ہے۔ فتنہ ارتداد، تحریک قیام پاکستان اور دوسری تحریکوں میں آپ سرگرمی سے متحمل رہے اور اپنی جیب خاص سے زر کثیر صرف فرما کر طویل دورے کئے۔ جن کا مختصر ذکر ”سیرت“ کے مختلف ابواب میں آچکا ہے۔

**شادی اور اولاد** | حضرت قبلہ مدظلہ کی پہلی شادی آپ کے تایا زاد بھائی حضرت علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی لڑکی سے ہوئی تھی

جن سے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں تولد ہوئیں۔ آپ کے صاحبزادے برادر عزیز حافظ حاجی سید بشیر حسین شاہ صاحب عالم فاضل شخص ہیں۔ دربار شریف میں قیام فرما رہتے ہیں۔ مگر تبلیغ و ارشاد کے لئے دورے بھی فرماتے ہیں۔ آپ خوش بیان خطیب بھی ہیں۔ دربار شریف میں منعقد ہونے والے جلسوں کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی لوگ بڑے شوق سے آپ کی تقریریں پذیر سنتے اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ برادر عزیز سید بشیر حسین شاہ صاحب بھی کئی مرتبہ حج کی ادائیگی کے

لئے تشریف لے گئے ہیں۔

برادرِ سید بشیر حسین شاہ صاحب کی شادی راقم الحروف کی بہن سے ہوئی ہے۔ ان کی اولاد دو لڑکیاں ہیں۔ زبیدہ بی بی اور طاہرہ بی بی۔ زبیدہ بی بی کی شادی بنخوڑا عزیزم حاجی حافظ سید افضل حسین شاہ سلمہ سے ہوئی ہے جن کی ایک سچی عزیز فاطمہ ہے جس کی عمر تقریباً ایک سال ہے۔ حضرت قبلہ مدظلہ کی صاحبزادی صوفیہ بی بی کی شادی برادرِ عزیزم سید انور حسین شاہ رحمۃ اللہ سے ہوئی تھی۔ اور دوسری صاحبزادی سعیدہ بی بی کی شادی میرے بھوپنی زاد بھائی برادرِ عزیزم حافظ حاجی سید حمید حسین شاہ صاحب کے ساتھ ہوئی ہے۔ دونوں بہنیں اوصافِ حمیدہ سے آراستہ اور دیندار تہجد گزار دیبیاں ہیں۔ صوفیہ بی بی صاحبہ مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ ہیں مہمانوں کی ہر طرح خاطر و مدارات کرتی ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے ان کو کھانا کھلا کر خوش ہوتی ہیں۔

دعا ہے کہ رب تعالیٰ حضرت شمسِ ملت مدظلہ کو صحت و سلامتی کے ساتھ قائم و دائم رکھے۔ تاکہ آپ یارانِ طریقت اور خلقِ خدا کو اپنے فیوضات سے مستفید فرماتے اور ان کے اصلاح احوال میں سرگرم عمل رہ سکیں۔

ع: ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمیں باد

## حضرت صاحبزادی بنت رسول عرف بوجی صاحبہ

(رحمۃ اللہ علیہا)

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ایک ہی لڑکی تھیں۔ آپ کا نام نامی بنت رسول اور عرف بوجی صاحبہ تھا۔ آپ کی دینداری، تقویٰ، خوش اخلاقی اور سیرتِ نبوی زباں زد خاص عام ہے۔ ہر چھوٹا بڑا آپ کے حسن سلوک کا گرویدہ ہو جاتا تھا اور آپ کے اوصافِ حمیدہ کے باعث آپ کے زیادہ سے زیادہ عزت و احترام پر مجبور رہتا تھا۔ آپ نے بھی فریضہ حج ادا کیا ہے۔ آپ کی شادی حضرت قبلہ عالم کے برادرِ خورد حضرت سید صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت پیر سید اولاد حسین شاہ صاحب سے ہوئی تھی۔ آپ کی صرف ایک اولاد

ہوئی۔ حضرت حاجی حافظ مولوی سید حیدر حسین شاہ صاحب آپ کے خلف ارشید ہیں۔ ان کی شادی حضرت شمس الملک مدظلہ کی صاحبزادی سعیدہ فاطمہ صاحبہ سے ہوئی ہے۔ ان کا ایک لڑکا سید عابد حسین دو ڈھائی سال کا ہو کر بفضلے الہی فوت ہو گیا تھا۔ اب ان کی صرف ایک پچی زاہد بی بی ہے۔ جو اس سال ان کے ہمراہ حج کو گئی ہے۔ آپ ہر سال حج کی ادائیگی اور زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ اور اکثر اپنی اہلیہ کو بھی ہمراہ لے جاتے ہیں۔

حضرت بوجی صاحبہ بڑی فراخ دل اور غریبوں سے بخشنے والی خاتون تھیں۔ دنیوی مال و دولت میسر نہ ہوتے ہوئے بھی آپ کسی کو دکھی اور غمگین دیکھتیں تو اس کی ہر

## خلاق حسنہ

طرح امداد فرماتیں۔ اپنے تمام کپڑے اور زیورات تک آپ نے غریبوں مسکینوں میں تقسیم کر دیے تھے۔ گاؤں کی بیوہ عورتیں اور یتیم بچیوں کی کفالت اور اعانت میں آپ کو خاص اہتمام مد نظر ہوتا تھا۔ خود بالکل سادہ لباس زیب تن فرماتی تھیں۔ لیکن غریبوں اور یتیموں کی شادی میں ان کو اچھے سے اچھے کپڑے سلوا کر عطا فرماتیں اور زیورات سے بھی مدد کرتیں۔ جہان نوازی میں بھی آپ کیتاے زمانہ تھیں۔ جہانوں کی خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ ہونے دیتیں۔ خود کھڑی ہو کر ان کو کھانا کھلاتیں اور ان کا ہر طرح خیال رکھتی تھیں۔ آپ کے پاس کانوں میں جو ذرا بہت زیور باقی تھا، وہ آپ نے وفات سے قبل مجھے بلا کر روضہ شریف کی تعمیر کے اخراجات کے لئے عطا فرما دیا تھا۔

اپنے والد ماجد، دو بھائیوں اور اکلوتے پوتے کی وفات کے باعث آپ

## وفات

کے دل کو سخت صدمہ پہنچا تھا جس سے ہمیشہ دلگیر و مغموم رہنے لگی تھیں۔ اس سے صحت بھی گرنی شروع ہو گئی۔ غذا کم ہو گئی۔ اور کمزوری بڑھتی گئی۔ اپنی ذات کے لئے آپ نے پہلے بھی کوئی اہتمام پسند نہیں کیا تھا، اس وقت بھی اپنی صحت کا مطلق خیال نہ کیا۔ نتیجہ یہ کہ اندر ہی اندر گھلتی چلی گئیں۔ اور آخر وقت مقررہ پر خاص عرس شریف کے دن ۱۱ مئی ۱۹۵۳ء کو اعلیٰ علیتین کے سفر پر روانہ ہو گئیں۔

عرس شریف کی وجہ سے آپ کے جنازے میں بڑا اثر دھا تھا۔ پوسے اعزاز کے ساتھ آپ کی نماز خیارہ ادا کی گئی۔ اور روضہ مبارک کے جنوب مشرقی گوشے کے حجرے میں آپ آسودہ خاک کی گئیں۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

# خلفائے عظام

جس طرح حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کی تعداد کسی کو صحیح معلوم نہیں، اسی طرح آپ کے خلفائے کرام کی صحیح گنتی بھی کبھی سننے میں نہیں آئی۔ یہ سب جانتے ہیں کہ تبلیغ و ارشاد اور ترویج سلسلہ عالیہ کے لئے آپ مدت العمر کوشاں رہے۔ یہ بھی سب کے سامنے ہے کہ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے لاکھوں لوگ حاضر خدمت ہو کر فیض حاصل کرتے۔ آپ کی مقبولیت اور شہرت قابل رشک حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ برصغیر کا گوشہ گوشہ آپ کی فیض سانی کا گواہ ہے۔ حج و زیارت کے ان گنت سفر و میل میں عربین الشریفین میں بھی بے شمار لوگ داخل سلسلہ ہوتے رہتے تھے۔ افغانستان اور یاخستان کے علاقے بھی آپ کی فیض سانی سے محروم نہیں رہے۔ اور یہ کام جوانی کے زمانے سے کہولت تک اسی نوے سال مسلسل جاری رہا ہے۔ اس لئے بے تکلف و تامل قیاس کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں تھی۔

یہ بھی بخوبی علم ہے کہ آپ ہر جگہ یا رانِ طریقت کے لئے حلقے قائم کرتے تھے اور کسی مرد صالح کو "امیر حلقہ" مقرر فرماتے تھے۔ یہ بھی واضح ہے کہ یا رانِ طریقت اور امیرانِ حلقہ میں سے منتخب حضرات کو آپ نے اجازت و خلافت سے نوازا تھا۔ بعض محفلوں کی بابت اس کتاب میں ذکر آچکا ہے کہ آپ نے ایک ہی اجتماع میں کئی کئی حضرات کو دستارِ خلافت کا امتیاز بخشا تھا۔ اسی صورت میں آپ کے خلفاء کی تعداد یقیناً سینکڑوں تک پہنچی ہوگی۔ میں نے بار بار جلسوں میں اعلان کیا ہے کہ جو لوگ ذاتی طور پر حضور کی حیاتِ طیبہ کے مختلف واقعات اور خلفائے عظام کی تفصیلات سے باخبر ہوں، مجھ سے تعاون کریں۔ اور تحریری طور پر اپنی معلومات بھیج کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔ مگر معدودے چند یا رانِ طریقت کے علاوہ کسی نے توجہ نہ کی۔

ان حالات میں میرے لئے کوئی چارہ کار نہ رہا۔ اور میں مجبور ہوا کہ اب تک بعض کتابوں میں جو معلومات جمع ہو چکی ہیں یا جو باتیں میرے ذاتی علم میں ہیں، ان پر پھر و سہ کروں۔ اس لئے اگر خلفائے کی فہرست ناقص ہو تو مجھے معذور گردانا جائے۔ اگر کچھ یا رانِ طریقت اب بھی

معلومات میں اضافہ فرمائیں تو میں مشکور ہوں گا۔ اور آئندہ اشاعت میں اضافہ ممکن ہوگا۔  
 حضور کے خلفائے عظام کے صرف یہ نام تحقیق ہو سکے ہیں۔

## خلفائے عظام کے اسمائے گرامی

- ۱ حضرت سراج الملت الحاج حافظ مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب سجادہ نشین اڑوں۔
- ۲ حضرت خادم الملت الحاج حافظ سید خادم حسین شاہ صاحب (فرزند دوم)
- ۳ حضرت شمس الملت الحاج حافظ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین ثانی۔
- ۴ حضرت الحاج مولانا محمد حسین صاحب قصوری۔ بی۔ اے۔
- ۵ حضرت الحاج حافظ ظفر علی صاحب پسروری۔
- ۶ حضرت الحاج مولانا محبوب احمد صاحب المقلب بہ خیر شاہ۔ امرتسری۔
- ۷ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بیکانیری۔
- ۸ حضرت مولانا غلام احمد صاحب انگر امرتسری۔
- ۹ حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب کشمیری۔
- ۱۰ حضرت مولانا عبد القیوم صاحب الہ آبادی۔
- ۱۱ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب یاعستانی۔
- ۱۲ حضرت مولانا میر محمد صاحب میسوری۔
- ۱۳ حضرت سید عبد اللطیف صاحب کابلی۔
- ۱۴ حضرت مولانا محمد عبد اللہ حسین صاحب بنگلوری۔
- ۱۵ حضرت مولانا غلام محمد صاحب رنگ پٹی (دکن)۔
- ۱۶ حضرت مولانا سید میر عیسیٰ صاحب بنگلوری۔
- ۱۷ حضرت سید محمد شفیع صاحب گورداسپوری۔
- ۱۸ حضرت خواجہ احمد شاہ صاحب امرتسری۔
- ۱۹ حضرت پیر حیات محمد صاحب سیالکوٹی۔

حضرت کریم بخش صاحب قصوری - بی اے -	۲۰
حضرت محمد ایوب صاحب مروانی -	۲۱
حضرت مولانا امام الدین صاحب رائے پوری -	۲۲
حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب گجراتی -	۲۳
حضرت ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کنجاہی -	۲۴
حضرت مولانا قطب الدین صاحب بھنگی -	۲۵
حضرت ماسٹر کریم الہی صاحب سیالکوٹی - بی اے - ایل ایل بی -	۲۶
حضرت مولانا قاضی حفیظ الدین صاحب رہتی -	۲۷
حضرت مولانا عبدالمجید صاحب قصوری (جھجر)	۲۸
حضرت الحاج نصیب خان صاحب رہتی -	۲۹
حضرت مولانا عابد حسن صاحب فریدی ایم اے ایل ٹی - پروفیسر سینیٹ جانس کالج آگرہ -	۳۰
حضرت مولانا حامد حسن صاحب قادری - پروفیسر سینیٹ جانس کالج آگرہ -	۳۱
حضرت مولانا محمد محبوب صاحب احمد آبادی -	۳۲
حضرت شیخ مصطفیٰ علی خاں صاحب بنگوری بی اے - ریٹائرڈ - ڈی ایس پی - مہاجرینی -	۳۳
حضرت سید محمود شاہ صاحب کشمیری -	۳۴
حضرت حافظ سلطان احمد صاحب پشوری -	۳۵
حضرت حافظ علی احمد جان صاحب پشوری -	۳۶
حضرت سید محمود شاہ صاحب ہزاروی -	۳۷
حضرت سید عبدالقاضی صاحب ہزاروی -	۳۸
حضرت مولانا سعید احمد شاہ صاحب کوہاٹی -	۳۹
حضرت محمد اکبر خان صاحب ہزاروی -	۴۰
حضرت محبوب عالم صاحب بجنوری (بھارت) -	۴۱
حضرت الحاج حافظ نورا احمد صاحب قصوری -	۴۲

- ۲۳ حضرت سید ولی محمد شاہ صاحب ملتانی۔
- ۲۴ حضرت مولوی محمد عظیم صاحب گلہڑوی۔
- ۲۵ حضرت صوفی محمد عظیم صاحب فیروز پوری۔ بی۔ اے۔
- ۲۶ حضرت مولانا محمد عالم صاحب خطیب کھاریاں چھاؤنی۔ میر پوری۔
- ۲۷ حضرت مولانا محمد امین صاحب الہ آبادی۔
- ۲۸ حضرت سید جعفر شاہ صاحب بخاری۔
- ۲۹ حضرت مولانا محمد مقصود صاحب بنگالی۔
- ۵۰ حضرت پیر افضل شاہ صاحب کشمیری (درین)
- ۵۱ حضرت پیر گل شاہ صاحب کشمیری (درین)
- ۵۲ حضرت پیر عبدالرحمان صاحب کشمیری (کلگام)
- ۵۳ حضرت بھائی ذاکر علی صاحب رہنگی۔ (کراچی)
- ۵۴ حضرت الحاج سرور خان صاحب کوہاٹی۔
- ۵۵ حضرت الحاج حکیم خادم علی صاحب سیالکوٹی۔
- ۵۶ حضرت مولوی محمد شریف صاحب سیالکوٹی (کوٹلی لوہاراں)
- ۵۷ حضرت ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری۔
- ۵۸ حضرت حافظ عبد الحمید صاحب (روپوچک ضلع سیالکوٹ)
- ۵۹ حضرت صوفی خوشی محمد صاحب فیروز پوری (ملتان)
- ۶۰ حضرت قاری شہاب الدین صاحب حیدرآبادی۔
- ۶۱ حضرت مولانا محمد اصل صاحب جھنگوی۔
- ۶۲ حضرت حکیم سید فخر احمد صاحب اکبرآبادی۔
- ۶۳ حضرت بابا فیروز الدین صاحب۔
- ۶۴ حضرت الحاج منشی احمد الدین صاحب۔ گجرات۔

● مذکورہ بالا ناموں میں سے ابتدائی اکسٹھ ناموں کی ہیں خود حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے

تصدیق و توثیق حاصل کر چکا ہوں۔ اور ان میں سے بیشتر حضرات سے میں خود بھی بخوبی واقف ہوں۔

برادر م عزیز الحاج حافظ سید حمید حسین شاہ صاحب نے اپنی تصنیف ”تذکرہ شاہ جماعت“ میں کچھ زائد نام درج فرمائے ہیں۔ ان میں سے حکیم سید قمر احمد صاحب (آگرہ) کے متعلق پروفیسر زاہد حسن صاحب فریدی دپریسپل گورنمنٹ کالج۔ ننگہ گنگ (انے بیان کیا کہ ”جب ہم نے حکیم صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کا حال سنا تو اکمل بھائی (الحاج اکمل علی صاحب صدیقی جماعتی) سے دریافت کیا۔ انہوں نے بذات خود حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے رہتک کے قیام کے دنوں میں تصدیق چاہی حضور نے اثبات میں جواب دیا اور توثیق فرمائی“ اس لئے حکیم سید قمر احمد صاحب کا نام فہرست بالا میں شامل کر لیا گیا۔ باقی دو حضرات کی خلافت کا بھی مجھے ذاتی طور پر علم ہے۔ مولانا محمد عالم صاحب میرپوری کو حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خلافت سے نوازا تھا۔

دوسرے جو نام ”تذکرہ شاہ جماعت“ میں پائے گئے، ان میں سے حسب ذیل پانچ ناموں میں جزئی فرق پایا جاتا ہے۔ جس سے التباس کا قوی شبہ ہوتا ہے۔

(۱) فہرست بالا میں نمبر ۱۲ پر حضرت مولانا میر محمد صاحب میسوی کا نام آیا ہے۔ غالباً انھی کو ”تذکرہ“ میں میر محمد حسین لکھا گیا ہے۔

(۲) فہرست بالا میں نمبر ۱۴ پر حضرت مولانا محمد عبداللہ حسین کونگلوری لکھا گیا ہے۔ قیاس یہ ہے کہ انھی کو ”تذکرہ“ میں ”مولانا حافظ سید عبداللہ صاحب حمید آبادی“ لکھا گیا ہے۔

(۳) فہرست بالا میں نمبر ۱۵ پر حضرت مولانا غلام محمد صاحب رنگ پٹنی (دکن) کا نام آیا ہے۔ ”تذکرہ“ میں جو نام ”حضرت مولانا غلام احمد صاحب المخاطب بہ نواب محاسب جنگ“ بیان ہوا ہے۔ غالب گمان یہ ہے کہ یہ وہی بزرگ ہیں۔

(۴) فہرست بالا میں نمبر ۴۴ پر مولانا محمد امین صاحب الہ آبادی کا نام لکھا ہے۔ ”تذکرہ“ میں اغلباً انھی کو مولانا شاہ امین اللہ ناروی“ تحریر کیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کا پورا نام ”محمد امین اللہ“ ہو۔ نارہ الہ آباد کے قریب مشہور موضع ہے۔ اس لئے ناروی اور الہ آبادی دونوں نسبتیں قابل فہم ہیں۔

(۵) فہرست بالا میں نمبر ۵۲ پر حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب کوشمیری لکھا ہے۔ انھی کو



”تذکرہ“ میں ہزاروی بیان کیا گیا ہوگا۔

اس تنقیح کے بعد ”تذکرہ شاہ جماعت“ میں حسب ذیل چودہ نام اور زائد پائے جاتے ہیں۔ جن کی میں ذاتی طور پر کوئی تصدیق کرنے سے قاصر ہوں۔ یا تو یہ اصحاب میرے ہوش سے پہلے گزرے ہیں یا پھر مجھے ان کا مطلق علم نہ ہو سکا۔

- |  |  |
|--|--|
| ۱۔ حضرت مولانا محمد غوث صاحب سکھو چک ضلع لکھنؤ         | ۸۔ حضرت مولانا حسن بیگ صاحب لاہوری                       |
| ۲۔ حضرت مولانا پروفیسر ابوالحامد میر محمود صاحب میسوری | ۹۔ حضرت مولانا رجب علی صاحب جھنگوی                       |
| ۳۔ حضرت مولانا نواز ش علی صاحب حیدرآبادی (دکن)         | ۱۰۔ حضرت مولانا سید محی الدین صاحب کولاری (دکن)          |
| ۴۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب نعیمی مرادآبادی           | ۱۱۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نیل گری (دکن)            |
| ۵۔ حضرت مولانا سید محمد محمود صاحب (عدن)               | ۱۲۔ حضرت مولانا محمود خان صاحب صفی دکنجام۔ (دکن)         |
| ۶۔ حضرت مولانا محمد انصر صاحب مدراسی                   | ۱۳۔ حضرت الحاج نبی بخش صاحب قصوری                        |
| ۷۔ حضرت مولانا منظور شاہ صاحب ناگپوری                  | ۱۴۔ حضرت مہر امیر اللہ صاحب آزریری ٹبرٹ (کلاؤ ضلع گنٹاک) |

حسب ذیل خلفائے کرام کے حالات مجھے مطلق تحقیق نہ ہو سکے اس لئے انکے محض اسمائے گرامی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

- |                                      |   |
|--------------------------------------|---|
| ۱۔ مولانا عبدالقیوم صاحب الہ آبادی   | ۲۔ مولانا میر محمد صاحب میسوری              |
| ۳۔ سید عبداللطیف صاحب کابلی          | ۴۔ مولانا محمد عبداللہ حسین صاحب بنگلوری    |
| ۵۔ مولانا غلام محمد صاحب رنگ پٹنی    | ۶۔ مولانا سید محمد یحییٰ صاحب بنگلوری       |
| ۷۔ سید محمد شفیع صاحب گورداسپوری     | ۸۔ مولانا محمد ایوب صاحب مردانی             |
| ۹۔ سید محمود شاہ صاحب کشمیری         | ۱۰۔ مولانا محبوب عالم صاحب بجنوری           |
| ۱۱۔ مولانا محمد امین صاحب الہ آبادی  | ۱۲۔ پروفیسر ابوالحامد میر محمود صاحب میسوری |
| ۱۳۔ مولانا نواز ش علی صاحب حیدرآبادی | ۱۴۔ مولانا رجب علی صاحب جھنگوی              |
| ۱۵۔ مولانا حسن بیگ صاحب لاہوری       | ۱۶۔ مولانا منظور شاہ صاحب ناگپوری           |
| ۱۷۔ مولانا سید محمود صاحب (عدن)      | ۱۸۔ مولانا محمد انصر صاحب مدراسی            |
| ۱۹۔ مولانا سید محی الدین صاحب کولاری | ۲۰۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب نیل گری (دکن)    |

۲۱۔ مولانا محمود خان صاحب صغنی (گنجام۔ دکن) ۲۲۔ مولانا نبی بخش صاحب قصوری  
جن خلفائے گرامی قدر کے حالات کم و بیش تحقیق ہو سکے آئندہ صفحات میں ملاحظہ کیے جائیں۔

## ۱۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری بی۔ ا۔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے اجداد کا وطن موضع مرال میں تھا۔ وہاں سے آپ کے اجداد میں سے میاں نور محمد صاحب  
رحمۃ اللہ علیہ قصور آکر آباد ہو گئے تھے۔ میاں صاحب کے صاحبزادے میاں احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
مفتی شہر تھے۔ سارا خاندان زہد و ریاضت میں مشہور تھا۔ یہ دونوں بزرگ حضرت بلھے شاہ صاحب  
کے احاطہ میں دفن ہیں۔ حضرت میاں احمد دین صاحب نے کوچہ جھگیاں میں ایک مسجد تعمیر کرائی  
جو اب تک مسجد میاں احمد مرالی کے نام سے معروف ہے۔ میاں احمد دین صاحب کے صاحبزادے  
میاں غلام احمد صاحب امرتسر میں فارسی کے مدرس تھے۔ اور دینداری اور نیکو کاری میں مشہور تھے  
حضرت میاں غلام احمد صاحب کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد حسین صاحب تھے۔  
مولانا صاحب کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ آپ نے صرف چھ ماہ میں قرآن مجید ختم کر لیا تھا۔ آپ  
کے والدین نے آپ کی تعلیم و تربیت پوری توجہ سے کی۔ آپ کے والد صاحب فرمایا کرتے تھے:  
”میں نے اپنا سارا دماغ ان کی تعلیم و تربیت میں خالی کر دیا۔ اگر  
اللہ تعالیٰ مجھے دوسرا بیٹا دیتا تو اس کے لئے ایک اور دماغ بھی عطا فرماتا۔“  
قصور میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ اپنی والدہ صاحبہ کے ہمراہ امرتسر چلے  
گئے۔ اور وہاں آپ کی باقاعدہ تعلیم شروع ہوئی۔ جب آپ ایف۔ اے میں تھے تو والد ماجد نے  
رحلت فرمائی۔ مگر آپ نے ہمت نہ ہاری اور تعلیم جاری رکھی۔ آخر ۱۸۹۰ء میں گورنمنٹ کالج لاہور  
سے بی۔ اے پاس کیا۔ اس کے بعد ایم۔ اے فلسفہ میں داخلہ لیا تھا۔ مگر مجبوریوں کے باعث چھوڑنا  
پڑا۔ اور ایس۔ اے وی پاس کر کے مدرسے کا پیشہ اختیار فرمایا۔

حضرت مولانا صاحب ابتداء میں دو سال ڈیرہ غازی خان میں مدرس رہے۔ اس کے  
بعد آپ کا تبادلہ قصور کے ہائی اسکول میں ہو گیا۔ جہاں دس سال سیکنڈ ماسٹری کے عہدے پر  
فائز رہے۔ جب آپ ڈیرہ غازی خان میں تھے، تبھی آپ کی شادی ہو گئی تھی۔ آپ کی زوجہ

محترمہ فقور کے مشہور رئیس میاں غلام فرید صاحب مہبل کی صاحبزادی تھیں۔ بڑی عابدہ، زائدہ اور مہمان نواز تھیں۔ حضرت کے فرزند ارجمند الحاج حافظ نور احمد صاحب خلیفہ مجاز فرماتے ہیں کہ ”میری والدہ ماجدہ مہمانوں کی آمد سے بہت خوش ہوتیں۔ اور جتنے مہمان آتے۔ ہر ایک کے شکرانے میں دو دو نفل پڑھتیں نیز فرمایا کہ ”جب ہم سوتے تو وہ مصلے پر ہوتی تھیں اور جب ہم اٹھتے تب بھی انھیں مصلے ہی پر دیکھتے۔“ جب حضرت مولانا صاحب بی لے کی تیاری میں مصروف تھے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

چوہدر شریف سے لاہور تشریف لائے۔ آپ اسی وقت سبیت ہوئے تھے۔

اور اس طرح آپ کو شرف سبیت حاصل کرنے میں دوسروں پر سبقت حاصل تھی۔ اور بقول حضرت مولانا عبدالمجید صاحب خلیفہ مجاز ”حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیمیا اثر آن واحد میں اپنا کام کر گئی تھی۔“ بہت تھوڑے عرصہ میں حضرت قبلہ عالم نے آپ کو خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور آپ کے شیخ حضرت قبلہ بابا جہا فقیر محمد صاحب چوہدری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دستار خلافت عطا فرمائی۔

حضرت مولانا صاحب کو قدرے ثقل سماعت تھا۔ اس کی آڑے کر ایک معصب ہندو اسکپرنے پور کر دی۔ چنانچہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو محکمہ تعلیم سے آپ کو سبکدوش کر دیا گیا۔ آپ ”فارع البال“ ہو کر علی پور شریف حاضر ہو گئے۔ اور ارادہ تھا کہ باقی عمر یہیں صرف فرمادیں گے۔ مگر حضور نے حکم دیا کہ آپ رہتک جا کر قیام کریں۔ تمہیں ارشاد میں آپ کو رہتک جانا پڑا۔ جہاں آپ حضرت الحاج حافظ انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے۔

انھی دنوں ڈسٹرکٹ جج رہتک کی عدالت میں ”کلرک آف دی کورٹ“ کی نئی اسامی نکلی۔ آپ نے بھی عرضی دیدی۔ مقابلہ سخت تھا مگر آپ امتحان میں اول آئے۔ اور ۱۱ جولائی ۱۹۰۳ء کو آپ کا تقرر ہو گیا۔ تقریباً چودہ سال رہتک میں گزارنے کے بعد آپ کا کرناں تبادلوں ہو گیا۔ اور باقی عمر مبارک کرناں ہی میں گزری۔ رہتک کے قیام کے دوران ۱۹۰۹ء میں آپ نے فریضہ حج اور زیارت مدینہ منورہ کا شرف حاصل کیا۔ فروری ۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۶ء تک آپ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کرناں کی عدالت میں بحیثیت مترجم کے مامور رہے۔ ۱۹۲۶ء میں پنشن پانے کے بعد بھی آپ کرناں ہی میں قیام فرما رہے اور یہیں وصال فرمایا۔

رہتک اور کرناں کے قیام کی تمام مدت آپ نے فرائض منصبی ادا کرنے کے ساتھ ساتھ تبلیغ و

ارشاد اور توسیع سلسلہ عالیہ میں صرف فرمائی۔ چنانچہ ہر مایہ کے علاقے میں ہزاروں کو آپ نے مشرف باسلام کیا۔ اور ہزاروں ہی آپ کے دست حق پرست پر بعیت کر کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔

آپ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جاری کردہ تمام دینی، ملی اور علمی تحریکوں میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ اور اے، اور اے، قدمے، سخنے ہر طرح شرکت فرمائی ہے۔ بلقان فنڈ، سمرفنڈ، حجاز ٹریسٹ، تحریک خلافت اور فتنہ ارتداد وغیرہ میں آپ نے بذات خود دورے فرمائے۔ چندے جمع کئے۔ اور پوسے انہماک اور جوش کے ساتھ ان تحریکوں کو کامیاب بنانے میں سرگرم رہے۔

فتنہ ارتداد کے زلزلے میں جب آپ اگر علی گڑھ وغیرہ کے اضلاع کا دورہ فرما رہے تھے تو آپ کو شدید درد قویح کا دورہ پڑا تھا۔ کچھ مدت علاج کے بعد دور ہو گیا تھا۔ مگر تقریباً دو سال بعد خالص عید الفطر کے دن عید گاہ میں پھر اسی درد کا اعادہ ہوا۔ آخر اسی میں ۳ شوال ۱۳۴۵ھ مطابق ۶ اپریل ۱۹۲۷ء کو بروز چہار شنبہ آپ نے وفات پائی۔ اور اگلے دن کرنال ہی میں حضرت شاہ ابو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ پاک کے قریب جرنیلی سڑک پر آپ کا مرقد مبارک تعمیر ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام عبادات و معاملات میں اتباع شریعت اور پیروی سنت پر شدت سے عمل فرماتے تھے۔ رفتار و گفتار، نشست و برخاست ہر بات میں آپ کی ذات بابرکات ایک مومن کامل کا نمونہ پیش کرتی تھی۔ آپ مریدین کو ”بھائی“ اور ”یار طریقت“ کے نام سے یاد کرتے تھے اور ان میں اسلامی اخوت اور دینی محبت کی روح پیدا کرنے کی کامل سعی فرماتے تھے۔

آپ دوسروں کی خدمت کر کے بے حد خوش ہوتے تھے۔ جو دوسرا آپ کا خاصہ تھا۔

حافظ نذرا احمد صاحب کا بیان ہے کہ تھیک دفعہ آپ ہم سب کو لینے تو داوی صاحب نے فرمایا کہ بیٹا کپڑے بدل لو۔ مگر معلوم ہوا کہ آپ کے پاس دوسرا جوڑا ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ سارے کپڑے محتاجوں کو دیدیے تھے۔ پھر جب ہم لوگ رہتک پہنچے تو گھر میں چائے کے برتن نہیں تھے معلوم ہوا کہ وہ بھی آپ نے کسی ضرورت مند کو دے دیے تھے۔“

ایک مرتبہ ایک متعصب ہندو جج نے جمعہ کے دن اپنی عدالت کے اوقات کار بڑھا دیے اور مسلمان عملہ کو جمعہ کی نماز کے لئے جانے سے بھی روک دیا۔ نماز جمعہ کا وقت آیا تو حضرت مولانا صاحب نے نماز کے لئے جانے کی اجازت چاہی مگر جج نے انکار کر دیا۔ جب بار بار کے کہنے سے بھی فائدہ نہوا تو مولانا صاحب

نے استعفا لکھ کر حج کی میز پر رکھ دیا۔ اور گرجہ دار بارعب کو از میں ارشاد فرمایا "ملازمت جاتی ہے تو جائے نماز نہیں جاسکتی" حضرت کے ان الفاظ پر ہی وہ ہندو حج لڑ گیا اور اس نے ہیبت زدہ ہو کر نماز جمعہ کو جانے پر سے پابندی اٹھالی۔

تبلیغی دورے فرمانا آپ کی سرشت بن گیا تھا۔ اسکول اور کچہری کی ملازمت کے دوران خالی وقت تبلیغ میں صرف فرماتے تھے بیفہتہ کی شام کو دیہات کی طرف چلے جاتے تھے۔ اسی طرح تعطیلات کا سارا زمانہ گاؤں گاؤں میں تبلیغ کرنے میں صرف ہوتا تھا۔ اس مقصد کے لئے کبھی کبھی کسی مہینہ کی نخصت بھی لیتے تھے۔ اور مختلف قصبات اور دیہات میں ہنچکڑن اور رات میں کئی کئی وعظ فرماتے، مجلس میلاد منعقد کرتے اور تبلیغ و ارشاد کا کام بحسن و خوبی انجام دیا کرتے تھے۔

اسی طرح آپ دینی مدارس اور جدید تعلیم کے اسکول، جن میں قرآن مجید کی تعلیم لازمی ہوتی تھی، قائم کرنے میں بھی کوشاں رہتے تھے۔ ہریانہ کے علاقہ میں کئی مقامات پر آپ نے اس طرح کی درسگاہیں جاری کیں۔ کلاندر ضلع رہتک کا مسلم راجپوت ہائی اسکول اور رہتک کا نصرت الاسلام پرائمری اسکول خاص طور پر مشہور ہوئے۔ اسی طرح آپ مذہبی اور سلائی مضامین لکھ کر رسائل اور اخبارات میں چھپاتے رہتے تھے۔ نیز اپنے خطوط میں مکتوب الہیم کو دینی امور کی خصوصیت سے تعلیم دیتے تھے۔

حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے بلند پایہ ولی اللہ تھے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور آپ کو حضور کے خلفائے کرام میں "خلیفہ اول" کی حیثیت حاصل تھی۔ آپ کا کشف بہت بڑھا ہوا تھا۔ آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔ سلب مرض آپ کے سلائی کام تھا۔ آپ کی توجہ بہت قوی ہوتی تھی۔ اور زبان مبارک سے جو نکل جاتا ہو کر رہتا۔ آپ کی نظر کیمیا اثر سے ہزاروں کی اصلاح ہوتی اور بہت سے غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ پروفیسر منشا علی صاحب نے آپ کے حالات و کرامات "خوبیہ فیض قصوری" میں جمع کر دیے ہیں۔ صاحبان ذوق کے لئے اس کتاب کا مطالعہ از بس مفید ہوگا۔

۲۔ حضرت حافظ ظفر علی پسروری رحمۃ اللہ علیہ

آپ پسرور کے رہنے والے تھے۔ آپ کے عشق مجازی کا واقعہ "سیرت" میں بیان ہو چکا ہے۔

اسی واقعہ اور ضرورت نے آپ کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پہنچایا تھا۔ آپ پہلی نظر ہی میں ایسے گرویدہ ہو گئے کہ پھر مستقل خدمت الایمیں رہنے لگے۔ سفر و حضر میں حضور کے ہمراہ رہتے۔ اٹھارہ سال تک سپرور کا منہ نہ دیکھا۔ حالانکہ دربار شریف سے سپرور فقط نو میل ہے۔ آپ علی پور میں رہ کر حضور کے موشیوں کی خدمت کرتے اور دوسرے کام سرانجام دیتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز فضل پر خود ہی ان کے گھر پر اناج اور دوسری ضروری اشیا ارسال فرما دیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز نے بتایا کہ ایک بار انجمن خدام لکھنؤ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر حضور قبلہ عالم نے مختلف علماء کے نام لے کر فرمایا کہ ان سے کہو وعظ بیان کریں۔ آپ نے جن علماء کا نام لیا وہ اس وقت تک جلسہ گاہ میں تشریف نہیں لائے تھے۔ آخر آپ نے حکم دیا۔ ”حافظ ظفر علی کو بلاؤ“۔ دستار مبارک اپنے سر سے اتار کر ان کے سر پر رکھ دی۔ اور فرمایا ”جاؤ وعظ بیان کرو“۔ اس دن سے آپ ایسے فصیح البیان خطیب بن گئے کہ بڑے بڑے جلسوں میں لوگ بڑے شوق و ذوق سے ان کا وعظ سنتے تھے۔

جیسا کہ بیان ہوا آپ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی دوروں میں آپ کے ہمراہ رہتے تھے۔ حضور کے ارشاد پر جلسوں سے خطاب فرماتے تھے۔ انگریزی بھی جانتے تھے اس لئے کہ آپ نے ایف اے تک تعلیم پائی تھی۔ مناظرہ کے ماہر تھے۔ مخالف جماعتوں کے سربراہ آپ کی موجودگی میں مناظرہ سے گھبراتے تھے۔ اور بار بار انہوں نے پیشگی راہ فرار اختیار کرنے ہی میں عافیت سمجھی۔ تبلیغی دوروں میں آپ دکن تک تشریف لے گئے ہیں۔ اور مخالفین کے ہاتھوں بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ مگر آپ ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے اور تبلیغ و ارشاد میں خلل واقع نہیں ہونے دیتے تھے۔

آخر میں آپ حضرت قبلہ عالم کی اجازت سے سپرور ہی میں رہنے لگے تھے اور وہیں آپ نے وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۔ حضرت مولانا محبوب احمد الملقب بہ خیر شاہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ خاص امرتسر کے رہنے والے تھے۔ بڑے عالم، بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ آپ نے

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں بکثرت تبلیغی دورے کئے اور گاؤں گاؤں جا کر تبلیغ وارشاد کی خدمت انجام دی۔ "سیرت" میں ذکر آچکا ہے کہ کس طرح آپ حضور کے فرمان کے مطابق دکن تشریف لے گئے تھے اور باوجود معاندین کی ہر قسم کی مخالفت اور دشمنی کے کس طرح آپ نے ان پر فتح حاصل کی آپ فن مناظرہ میں طاق تھے۔ بیسیوں مناظروں میں آپ نے مخالفین کو شکست فاش دی ہے۔ اور پنجاب اور دکن میں ہزاروں آدمی آپ کے دستِ حق پرست پر تائب ہو کر سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ آخری عمر میں آپ امرتسر آگئے تھے اور وہیں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

#### ۴۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بیکانیری وکیل رحمۃ اللہ علیہ

آپ ریاست بیکانیر میں وکالت کا پیشہ کرتے تھے۔ کامیاب وکیل اور مخزنین شہر میں سے تھے۔ بڑے دیندار، نیکو کار، بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ علی پور سیداں آتے تو طویل قیام فرماتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو کئی دفعہ باصرار دعوت دے کر بیکانیر لے گئے۔ جب حضور بیکانیر تشریف لے جاتے تو مولوی ابراہیم صاحب ہمارا جہ سے ہاتھی ستارے کے حضور کو ہاتھی پر سوا کر کے جلوس کی صورت میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ شہر میں گشت کراتے۔ اور پھاپنے گھر لے جا کر جہان رکھتے۔ اور حضور کی خدمت گزاری کی سعادت حاصل کرتے۔

آپ نے بیکانیر کے علاقے میں تبلیغ وارشاد کی روشن خدمات انجام دی ہیں۔ سلسلہ عالیہ کی توسیع میں بڑی کامیاب کوششیں کی ہیں۔ اور بہت لوگوں کو پکا دین ار بنایا ہے۔ آپ نے بیکانیر ہی میں حلت فرمائی اور وہیں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

#### ۵۔ حضرت مولانا غلام احمد صاحب انگر امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عالم دین، واعظ و مناظر۔ بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ ابتدائی زمانہ میں آپ اکثر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی دوروں میں ہمراہ رہتے تھے۔ جلسوں میں تقریریں کرتے۔ اور اپنے وعظ و نصیحت سے خلقِ خدا کو فیض یاب کرتے تھے۔ بہت لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔

امر تسریں جماعت اہل حدیث کا اخبار ”اہل حدیث“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی شان اقدس میں ہرزہ سرائی کتنا رہتا تھا۔ مولانا غلام احمد صاحب انگر اور مولانا خیر شاہ صاحب اخبار ”الفقیر“ میں مفصل اور مدلل جوابات شائع فرماتے تھے اور علمائے اہل حدیث کو قائل کرتے تھے۔ حضرت مولوی ثناء اللہ امرتسری سے بھی آپ دونوں حضرات کے اکثر مناظرے ہوئے ہیں۔ جن میں مستح آپ ہی کو حاصل ہوئی ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اکثر ہدایت فرماتے کہ ”جواب جاہلان باشد خموشی“ مگر ان دونوں بزرگوں کی دینی حمیت اور شیخ کی محبت و حمایت ان کو مجبور کرتی کہ مخالفین کے چیلنج کا جواب دیں۔ اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ آنے دیں کہ وہ میدان سے ہٹ گئے۔

آپ بڑے عابد اور شب زندہ دار بزرگ تھے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار ارشاد فرمایا تھا کہ ”مولوی غلام احمد انگر امرتسری نے بچپن میں ایک مرغ خرید لیا تھا۔ ان کے والد صاحب بڑے بزرگ آدمی تھے انھوں نے دریافت کیا مرغ کا کیا کرے گا۔ عرض کیا کہ یہ اذان دے گا تو جلد آنکھ کھل جائے گی اور نوال باسانی ادا کر سکوں گا۔ نیت نیک اور خیال پاکیزہ تھا، مگر آپ کے والد بلند رتبہ شخص تھے فرمایا ”انسان ہو کر حیوان کا محتاج ہوتا ہے“ مولوی صاحب کو ہوش آگیا۔ مرغ کو اسی وقت فرج کر دیا۔ اور خدا کا فضل و کرم یہ کہ ساری عمر نماز تہجد کے لئے از خود بیدار ہو جایا کرتے تھے“

مولوی صاحب بڑے عالم دین ہونے کے ساتھ ذوق سخن بھی رکھتے تھے۔ انگر تخلص فرماتے تھے اور زیادہ تر نعت کے مضامین کہتے تھے۔ امرتسری میں انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ

#### ۶۔ حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سری نگر مہاراج گنج کے رہنے والے تھے۔ بہت نیک، پارسا، متقی اور دیندار بزرگ تھے۔ آپ سیف بان بھی تھے۔ جو زبان مبارک سے نکل جاتا ہو کر رہتا۔ میں ۱۹۳۸ء میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے ہمراہ کشمیر گیا تو آپ وفات پا چکے تھے۔ سر نیگر کے لوگ آپ کے کشف و کرامات کے بہت واقعات سناتے تھے۔ جن کا اس مختصر تحریر میں سمونا ممکن نہیں۔ اکثر آپ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے کشمیر کے تبلیغی دوروں میں حضور کے ہمراہ رہے ہیں۔ اور از خود بھی تبلیغ و ارشاد اور توسیع سلسلہ عالیہ کی خدمات انجام دی ہیں۔ اور



بہت لوگوں کو بیعت میں لے کر صراطِ مستقیم پر گامزن کیا ہے۔ آخری عمر میں آپ پر جذب غالب آ گیا تھا۔ مگر اس حالت میں بھی فرائضِ مذہبی کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہونے پائی۔ سرنگیہ ہی میں آپ واصل بحق ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

## ۷۔ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب یاغستانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کھبل کے رہنے والے تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کھبل تشریف لاتے تو بڑھ چڑھ کر حضور کی خدمت کرتے تھے۔ اور لوگوں کو حضور کے دستِ حق پرست پر بیعت کراتے تھے۔ اپنے وعظ و نصیحت اور اخلاقِ کریمانہ سے گرد و نواح کے لوگوں کو فیضِ یاب فرماتے اور ان کو پابندِ شریعت بناتے تھے۔ بہت لوگ آپ سے بیعت کر کے داخلِ سلسلہ ہوئے۔ میں نے بھی آپ کی زیارت کی ہے۔ بڑے بزرگ، خدا رسیدہ اور ولی اللہ تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

## ۸۔ حضرت سید جعفر شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بخارا سے علمِ دین حاصل کرنے ہندوستان تشریف لائے تھے اور علی پور سیداں آکر یہیں کے ہو رہے۔ درسِ نظامیہ کی تکمیل مدرسہ نقشبندیہ علی پور میں کی۔ اور حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی سے مشرف ہوئے۔

آپ بڑے عالم، متقی اور دیندار بزرگ تھے۔ علی پور سیداں سے دستارِ فضیلت بانڈھ کر رخصت ہونے کی اجازت چاہی تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت و خلافت سے نوازا۔ اور ہدایت فرمائی کہ بخارا واپس جا کر دین کی تبلیغ اور سلسلہ عالیہ کی توسیع کی خدمت انجام دیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

## ۹۔ حضرت مولوی محمد مقصود صاحب بنگالی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بنگال سے تحصیل علم کے لئے علی پور سیداں آئے تھے۔ یہاں قیام کر کے مدرسہ نقشبندیہ سے درسِ نظامیہ کی سند حاصل کی۔ اور حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر، حدیث، فقہ علوم دینیہ حاصل کئے۔ بڑے عالم، پارسا، سادہ مزاج، دیندار اور متقی بزرگ تھے۔

واپسی کے وقت حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے آپ کو اجازت و خلافت مرحمت فرمائی۔ تاکہ بنگال جا کر تبلیغ دین اور سلسلہ عالیہ کی ترویج فرماتے رہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

## ۱۰۔ حضرت خواجہ احمد شاہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے عالم۔ نیک۔ متقی۔ اور پارسا بزرگ تھے۔ بہت لوگوں کو فیض پہنچایا اور داخل سلسلہ کر کے پکا دیندار بنایا۔ میں نے ان کی زیارت کی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

## ۱۱۔ حضرت پیر حیات محمد شاہ صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے آباؤ اجداد کشمیر میں بیج دہارہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے بزرگ کشمیر سے منتقل ہو کر پنجاب آگئے تھے۔ اور سیالکوٹ کے دیہات میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ پیر صاحب رحمۃ اللہ نے دین کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ دیہات کے بہت لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر سعیت کی۔ نواحی دیہات میں آپ نے سلسلہ عالیہ کی ترویج کا خوب کام کیا اور بہت لوگوں کو دینداری اور تقویٰ کے شرف سے مالا مال کیا۔

آپ کو حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے معتمد علیہ ہونے کی سعادت حاصل تھی۔ حضرت قبلہ عالم آپ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ آپ بڑے بزرگ، متقی، شب زندہ دار اور صبا کشف و کرامت ولی اللہ تھے۔ مگر جب علی پور سیداں حاضر ہوتے تو دوسرے معمولی درویشوں کی طرح پوری جاں فشانی کے ساتھ حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں مصروف ہو جاتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے کشمیر کے تبلیغی دوروں میں آپ اکثر سمراہ ہوتے۔ اور آپ کے مواظب حسنہ کا کشمیری زبان میں ترجمہ کرتے رہتے تھے۔ خود بھی اکثر کشمیر کے دوروں پر تشریف لے جاتے اور اپنے وعظ و نصیحت سے خلق خدا کو فیض یاب فرماتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے پیر خلیل احمد صاحب جو خود بھی عالم و خطیب، متقی و صالح بزرگ ہیں، تبلیغ و ارشاد میں سرگرمی سے کوشاں ہیں۔

مولوی محمد شفیع صاحب خطیب کامونکے حضرت پیر حیات محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے خلفاء میں سے ہیں۔ عالم اور متقی بزرگ ہیں اور تبلیغ و ارشاد میں سرگرم ہیں۔ آپ نے حضرت پیر صاحبؒ کے حالات اپنی تصنیف ”راحت القلوب“ میں جمع کر دیے ہیں۔ جس کا مطالعہ از بس مفید ہوگا۔  
رحمۃ اللہ علیہ۔

## ۱۲۔ حضرت کریم بخش صاحب قسوی بی اے۔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے زمانے کے بی اے پاس، روشن خیال اور دین دار بزرگ تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں تبلیغ دین اور توسیع سلسلہ میں سعی بلیغ فرمائی۔ اور بہت لوگوں کو پکا دیندار اور پابند شریعت بنایا۔ بڑے نیک متقی، روشن ضمیر اور بزرگ آدمی تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

## ۱۳۔ حضرت مولانا امام الدین صاحب اے پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عالم دین، اعلیٰ پایہ کے خطیب اور فن مناظرہ میں یکتا تھے۔ اوصافِ پسندیدہ اور اخلاقِ کریمانہ کے حامل تھے۔ پابندی شریعت اور اتباع سنت میں مستعد اور تقویٰ و پرہیزگاری میں اعلیٰ امتیاز رکھتے تھے۔ عرصہ تک آپ سالہ انوار الصوفیہ کے مدیر رہے ہیں۔ اور دینی علمی خدمات خوش اسلوبی سے انجام دی ہیں۔

ریاست جموں اور اطراف ہند میں آپ نے تبلیغ و ارشاد کے لئے بہت دورے کئے اور بہت سے لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں کے تبلیغی دوروں میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ رہے اور اپنے پند و مواعظت سے ہزاروں بندگانِ خدا کو فیضیاب کیا۔ فتنہ ارتداد کے زمانہ میں راجپوتانہ اور یوپی کے اضلاع میں گاؤں گاؤں پہنچے۔ آریوں اور مرزائیوں سے مناظرے کئے۔ اور شدمی کی لعنت کو روکنے میں بڑے نمایاں کارنامے انجام دیے۔ رحمۃ اللہ علیہ

## ۱۴۔ حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موضع رائے وال ضلع گجرات کے رہنے

والے تھے۔ آپ بہت بزرگ، متقی، خدا رسیدہ اور کامل ولی اللہ تھے۔ آپ نے علوم عربیہ کی تحصیل فرمائی تھی۔

اور جلیل القدر عالم و فاضل بزرگ تھے۔

گجرات میں مسجد حاجی پیر بخش مرحوم بالکل ویران پڑی تھی۔ آپ گجرات تشریف لائے تو آپ نے اس مسجد کو آباد کیا اور خود امامت کی ذمہ داری ادا فرماتے لگے۔ کچھ عرصہ بعد یہیں قرآن مجید کی تدریس کا کام شروع کیا۔ تدریسی کام کو ترقی دی۔ اور اپنی مدد کے لئے کئی استاد متعین کئے۔ آپ نے گجرات میں انجمن خدام الصوفیہ قائم کی۔ اور مدرسہ کو مدرسہ نقشبندیہ کے نام سے منظم فرمایا۔

جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت اجازت عطا کی تو آپ نے اپنے دینی

اور تدریسی کاموں کے ساتھ توسیع سلسلہ عالیہ کی خدمات بھی پورے شد و مد سے انجام دینی

شروع کر دیں۔ دیہات میں جا کر تبلیغ فرمائی۔ لوگ بڑی تعداد میں آپ سے سعیت ہونے لگے۔ اور آپ

بھی ان کو پابند شریعت بنانے اور تعلیمات مذہبی پر کار بند بنانے میں سرگرم ہو گئے۔ چنانچہ آپ کا سلسلہ

بحمد اللہ خوب وسیع ہو گیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کے ساتھ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بڑی شفقت

اور خصوصیت فرماتے تھے۔

گجرات میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عرس تشریف بڑے اہتمام سے منایا جاتا ہے جس

میں حضرت سجادہ نشین صاحب ثانی مدظلہ العالی اور دیگر صاحبزادگان خصوصیت سے شرکت فرماتے

ہیں۔ حاجی منشی احمد الدین صاحب ساکن کارہ کلاں (گجرات) حضرت پیر ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ

کے ابتدائی مریدین میں سے ہیں۔ ان کو حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ

نے بھی خلافت عطا فرمائی ہے۔ انجمن اور عرس وغیرہ کے انتظامات میں منشی صاحب بہت خدمات

انجام دیتے ہیں۔ بڑے نیک اور متقی انسان ہیں۔ اور بہت مدت سے تبلیغ دین کا کام کر رہے ہیں

حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں بھی آپ نے بہت مذہبی اور تبلیغی خدمات انجام

دی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مزید بہت و توفیق عطا فرمائے۔

حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت شمس الملت مدظلہ العالی

(سجادہ نشین ثانی) نے ان کے بڑے فرزند ارجمند جناب مولانا سید محمود شاہ صاحب کی دستاویزی

کرائی اور حضرت پیر صاحب کا جانشین بنایا۔ نیز دوسرے دو صاحبزادگان جناب سید حامد شاہ

صاحب اور جناب سید احمد شاہ صاحب کی بھی دستار بندی کرائی تاکہ تینوں صاحبزادگان باہم مل کر انجمن، مدرسہ اور سلسلہ عالیہ کی خدمات سرانجام دیتے رہیں۔ یہ حضرات اہل علم، باحوصلہ اور صاحب توفیق اشخاص ہیں۔ چنانچہ کثیر مخلوق ان سے فہم حاصل کرتی ہے۔ رب العزت سے دعا ہے کہ ان کو دینی خدمت، رفاہ عام اور توسیع سلسلہ کی اور زیادہ ہمت و توانائی میسر آئے تاکہ وہ شریعت و طریقت کی خدمات اعلیٰ سے اعلیٰ پیمانے پر انجام دیتے رہیں۔

### ۱۵۔ حضرت پیر افضل شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

کشمیر میں موضع درین کے رہنے والے تھے بہت ہی بزرگ اور نیک انسان تھے۔ تبلیغ اور توسیع سلسلہ عالیہ میں بہت کوشاں رہتے تھے۔ سینکڑوں آدمیوں کو راہ راست پر لگایا۔ اور پابند شریعت بنایا۔ ان کے مرید بھی بہت تھے۔ کشمیر میں مذہب اور تصوف کی بڑی خدمت کی ہے۔ وفات پانچلے میں ان کی اولاد بھی دیندار اور صالح ہے۔ ان کے بڑے بڑے لڑکے تبلیغ کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

### ۱۶۔ حضرت پیر گل شاہ صاحب کشمیری

آپ پیر افضل شاہ صاحب کے چھوٹے حقیقی بھائی تھے۔ جوانی سے نیکو کار اور صالح شخص تھے۔ اپنے بڑے بھائی کی طرح انھوں نے بھی دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ اور بہت لوگوں کو سلسلہ عالیہ میں داخل کیا۔ اور شریعت و طریقت کا پابند بنایا ہے۔

### ۱۷۔ حضرت پیر عبدالرحمان صاحب کشمیری

کشمیر میں پہلے گام کے قریب موضع کلگام کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے بھی شریعت اور طریقت کی بہت خدمت کی ہے اور بہت لوگوں کو سلسلہ عالیہ میں داخل کیا ہے۔ بہت نیک اور پرہیزگار شخص تھے۔

جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کشمیر تشریف لے جاتے تھے تو یہ تینوں حضرات پیر افضل شاہ

صاحب۔ پیر گل شاہ صاحب اور پیر عبدالرحمان صاحب (خدمت والا میں حاضر رہتے تھے۔ شب و روز خدمت کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ جو کشمیری زن مرد اپنی حاجتیں لیکر حاضر خدمت ہوتے، انھی میں سے کوئی صاحب ان کی ترجمانی کیا کرتے تھے۔ اگر کچھ لوگ سلسلہ عالیہ میں حضور سے سبیت ہوتے تو کشمیری زبان میں اسباق کی ترجمانی بھی یہی کرتے تھے۔ غرض ان میں سے کم از کم ایک صاحب ہمہ وقت حضور کے قریب ہوتے تھے۔ تاکہ زبان کی اجنبیت کا برآری میں رکاوٹ نہ بنے۔

تقسیم ملک کے بعد بھارت نے کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تو ان حضرات کے حالات کا بھی کوئی علم ممکن نہیں۔

## ۱۸۔ حضرت ڈاکٹر اللہ داتا صاحب کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کنجاہ ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ اور فوج میں ملازم تھے۔ بہت خوبصورت جوان تھے۔ کالی دائرھی آپ کے چہرے پر خوب سجتی تھی۔ دین اور تصوف کی کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ آخر اسی بدولت ذی علم، خطیب، صوفی اور مبلغ بن گئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا کی تو ارشاد فرمایا کہ ”اب دین کی خدمت کیا کرو؟“ آپ نے ملازمت چھوڑ کر خود کو ہمہ تن دینی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ چنانچہ دوسرے فرماتے۔ وعظ کہتے اور سلسلہ عالیہ کی توسیع میں لگے رہتے تھے۔ بہت لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ جن میں ریلوے کے ملازمین زیادہ تعداد میں تھے۔ بابا فیروز دین صاحب ریلوے میں ملازم تھے اور ڈاکٹر صاحب سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ ان کی وجہ سے ریلوے کے بہت سے ملازمین حضرت ڈاکٹر صاحب سے داخل ہوئے۔ بابا فیروز دین صاحب بہت نیک اور بزرگ آدمی تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بھی خلافت سے نوازا تھا۔ انھوں نے ڈاکٹر صاحب کے وصال کے بعد شریعت و طریقت کی بہت زیادہ خدمت انجام دی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے مریدین میں بی اے۔ ایم اے پاس شخصوں کی خاصی تعداد تھی۔ اور وہ سب ڈاکٹر صاحب کی تربیت سے پابند شریعت اور صالح بن گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی وفات کے بعد حضرت سراج الملک رحمۃ اللہ علیہ نے جناب محمد امین صاحب کو دستارِ خلافت سے نوازا اور ڈاکٹر

صاحب کا جانشین بنایا۔ امین صاحب بہت بزرگ اور صالح انسان ہیں۔ پیرخانہ سے الہانہ مجتہد ہے۔ فوج میں ملازم تھے۔ کیپٹن کے عہدے سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ اور دین کی خدمت میں منہمک رہتے ہیں۔

جناب نعمانی صاحب بھی ڈاکٹر صاحب کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ صالح اور بزرگ انسان ہیں۔ ایم اے پاس اور بہت عمدہ مقرر ہیں۔ گجرات میں قیام ہے۔ سلسلہ عالیہ کی بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ آپ کو بھی حضرت سراج الملّت رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا فرمائی ہے۔

جناب بابو سلطان صاحب زیر آباد کے رہنے والے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے ملنے والے تھے اور پیرخانہ سے الہانہ الفت و عقیدت رکھتے تھے۔ بڑے نیک، متواضع اور خلیق آدمی تھے۔ اسی طرح شیخ غور شید صاحب ڈاکٹر صاحب کے حلقہ کے لوگوں میں سے تھے۔ ان دونوں حضرات کو بھی حضرت سراج الملّت رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا کی ہے۔

اللہ تعالیٰ جناب محمد امین صاحب، جناب نعمانی صاحب اور دیگر حضرات کو شریعت و طریقت کی خدمت کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

## ۱۹۔ حضرت ماسٹر محمد کرم الہی صاحب سیالکوٹی بی اے، ایل ایل بی۔ ایڈووکیٹ رحمۃ اللہ علیہ

سیالکوٹ کے قریب بڈیانہ گاؤں کے رہنے والے تھے۔ انٹرنس پاس کر کے محکمہ تعلیم میں مدرس ہو گئے اور کوہاٹ تقرر ہوا۔ پھر آپ نے پرائیویٹ طور پر ایف اے اور بی اے کیا۔ اور ایل ایل بی کرنے کے بعد سیالکوٹ میں وکالت شروع کی۔ اور سیالکوٹ ہی میں رہائش اختیار کر لی۔ مدرسہ میں یہ وقت گزارا تھا۔ اس بے ماسٹر کا لفظ آپ کے نام کا گویا ایک جزو بن گیا تھا۔

حافظ ظفر علی صاحب سپروزی کی وفات کے بعد ماسٹر صاحب کو انجمن خدام الصوفیہ کا سکریٹری مقرر کیا گیا۔ اور آپ تاحین حیات سکریٹری کے فرائض انجام دیتے رہے۔ مولوی امام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کئی برس تک رسالہ انوار الصوفیہ کے ایڈیٹر بھی رہے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی تمام تحریکوں میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور دامنے، درمے، قدمے ہر طرح کی خدمات انجام دیں۔ بعض تبلیغی دوروں میں بھی شریک رہے۔

مرزا یوں یا دوسرے معاندین نے جو مقدمات دائر کئے۔ آپ ان سب میں بطور وکیل پیش ہوتے رہے۔ اور بڑی قابلیت اور محنت سے پیروی کی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ نے آپ کو خلافت عطا کی تو چورہ شریف سے بھی آپ خلافت سے نوازے گئے۔ حضرت قبلہ عالم نے حاجی مہر عبدالحق صاحب سے فرمایا تھا کہ ”ماسٹر صاحب بہت بزرگ آدمی ہیں۔“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ دربار شریف میں فرودکش ہوتے تو آپ پابندی سے ہر ہفتہ کی شام حاضری دیتے تھے اور اتوار کا دن یہیں گزار کر سیالکوٹ واپس جاتے تھے۔ آپ نے کئی بار حج و زیارت کی سعادت حاصل کی تھی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی آخری بیماری میں ہفتہ کے دن ماسٹر صاحب کو بہت یاد کرتے رہے۔ مگر بعض مجبوریوں کے سبب اس دفعہ ماسٹر صاحب اتوار کی صبح حاضر ہوئے تو حضور نے جربہ یہ شعر پڑھا۔

نزع میں بھی ذوق کو تیرا ہی بس ہے انتظار

جانب فرودیکھ لے ہے جب کہ ہوش آجائے ہے

ماسٹر صاحب تڑپ گئے اور قدموں سے لپٹ کر رونے لگے۔ آپ کو حضور کی ذات باریکات سے والہانہ محبت اور عقیدت تھی۔ اور حضور بھی آپ پر خاص کرم فرماتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

## ۲۰۔ حضرت الحاج مولانا قطب الدین صاحب جھنگی رحمۃ اللہ علیہ

آپ چک ۲۳۲ جو تین الاصلح جھنگ کے رہنے والے تھے۔ آپ بڑے عالم دین، خطیب، مبلغ اور فن مناظرہ میں طاق تھے۔ سند یافتہ طبیب بھی تھے اور تین سال مسیح الملک حکیم محمد اہل خان صاحب دہلوی کی معیت میں گزارے تھے۔ آپ نے مدت العمر کوئی ملازمت نہیں کی۔ عمر بھر تبلیغ دین کرتے رہے۔ غیر مذہب والوں کے ساتھ بے شمار مناظرے کئے اور ہر معرکہ میں کامیاب رہے۔ آپ کو اپنے پیرخانہ سے والہانہ محبت و عقیدت تھی۔ آپ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہمراہی میں کئی بار فریضہ حج ادا کیا تھا۔

حضرت مولانا صاحب بڑے صالح، متقی، بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ مدتوں آپ کی یہ عادت رہی کہ مغرب کی نماز کے فوراً بعد کھانا کھا کر سو جاتے۔ دس بجے کے قریب بیدار ہو کر باجماعت



عشاء کی نماز ادا کرتے۔ پھر اسی مصعدے پر بیٹھے رہتے اور درود شریف اور وظائف پورے کرتے۔ اسی وقت سے تہجد کی نماز ادا کرتے اور فجر کی نماز تک درود شریف اور اوراد میں مشغول رہتے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر آرام فرماتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

## ۲۱۔ حضرت مولانا قاضی حفیظ الدین صاحب، رامپور کی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا دل رویش اور بلند پایہ ولی اللہ تھے۔ آپ کے سلوک میں جذب شامل تھا۔ اور جذب کی یہ کیفیت تھی کہ ذرا ذرا سی بات پر چینیں مارنے اور ٹرپنے لگتے تھے۔ ذرا کسی کا ہاتھ چھو جائے، کوئی بلند آواز کان میں پڑ جائے، کوئی نعرہ سن لیں، شیخ کا ذکر کان میں پڑ جائے، غرض ذرا ذرا سی بات پر جذب کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ اور بعض دفعہ بڑی دیر تک قائم رہتی تھی۔ کشف بہت بڑھا ہوا تھا۔ تصرف اور فیوضات کے عجیب عجیب واقعات لوگ روزانہ مشاہدہ کرتے تھے۔

آپ کی طبیعت میں بڑی سادگی تھی۔ سادہ لباس سادہ کھانا۔ عام طور پر سفید لباس ہوتا تھا۔ اور سر پر سفید عمامہ کبھی کبھی گول کھڑی ٹوپی بھی پہنی ہے۔ باہر جاتے تو واسکٹ اور قبائلی پہنتے جس سے عالمانہ شان ظاہر ہوتی تھی۔ قد بلند، رنگ سانولا اور آواز شیریں اور دلکش تھی۔ فتنہ ارتداد کا حال "سیرت" میں درج ہو چکا ہے۔ جب آگرہ میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ مرکز قائم فرمایا تو حضرت مولانا غلام احمد صاحب انگر کو ناظم حضرت قاضی حفیظ الدین صاحب کو نائب ناظم اور حضرت مولانا عبد المجید خان صاحب کو انسپکٹر مدارس مقرر فرمایا تھا۔ حضرت مولانا انگر صاحب کے واپس آجانے کے بعد حضرت قاضی صاحب نے ناظم کے فرائض سنبھال لئے تھے۔ اسی لئے یاران آگرہ آپ کو مستقل ناظم صاحب کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ آپ نے فتنہ ارتداد کے زمانے میں دین اور سلسلہ کی بڑی قابل قدر اور یادگار خدمات انجام دی ہیں، جن کا ذکر آچکا ہے۔

آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔ مکاشفات اور تصرفات کے بھی بہت واقعات ہیں۔ یاروں کی امداد کے لئے ہمہ وقت آمادہ رہتے تھے اور ان کی مشکلات حل فرماتے تھے "پنج گنج علی پوری" میں تفصیل درج ہے۔ شائقین مطالعہ کریں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۱ء میں حج و زیارت کے لئے پہلے تشریف لے چاہتے تھے حضرت شمس الملت مدظلہ العالی نے حضرت قاضی صاحب کو اپنے ساتھ لے جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو آپ نے مدینہ منورہ تارودے کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حاصل کی۔ اور حج و زیارت سے فسیض یاب ہوئے۔ حضرت ذاکر علی صاحب رشتگی اور حضرت نصیب خاں صاحب بھی اس سفر مبارک میں حضرت شمس الملت مدظلہ العالی کے ہمراہ گئے تھے۔ ۱۹۴۴ء میں حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرب مبارک سے فارغ ہو کر آپ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کنال سے رہتک تشریف لائے۔ ان دنوں آپ سخت بیمار تھے۔ حاجی مصطفیٰ خاں صاحب کہتے تھے کہ میں، صوفی ذاکر علی صاحب اور چند دوسرے اجباب حاضر خدمت تھے عشا کے وقت فرمایا "آپ لوگ نماز پڑھیں میں بھی پڑھتا ہوں" تیمم کر کے نماز کی نیت باندھی اور نماز ہی میں رحلت فرمائی۔ اس دن ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۶۳ ہجری تھی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

## ۲۲۔ حضرت مولانا عبدالمجید خاں صاحب ہجری رحمۃ اللہ علیہ

آپ جھجر کے لال خانی افغانوں میں سے تھے۔ آپ کے والد ماجد غلام محمد خان صاحب بڑے عالم و زاہد اور نقشبندی بزرگ تھے۔ فرماتے تھے کہ عبدالمجید خان بچپن ہی سے لہو و لعب سے دور رہتے تھے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے غلام محمد خان صاحب سے فرمایا تھا کہ "خان صاحب آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبدالمجید جیسا ہونہا فرزند عطا کیا ہے" آپ نے جھجر سے انگریزی مڈل پاس کیا۔ اور جھجر کی جامع مسجد کے مدرسہ عربیہ میں فارسی عربی کی تحصیل کی۔ آپ کو جملہ علوم عربی پر عبور حاصل تھا۔ حفر اور کیمیا وغیرہ سے علمی رچسپی تھی۔ اور ثیقین کو ان علوم کے نکات سے بہرہ ور فرماتے تھے۔ آپ شاعر بھی تھے اور فی البدیہہ و جربتہ بہت خوب اشعار کہتے تھے۔ آپ کے شیخ حضرت مولانا صاحب قصور کے رہنے والے تھے۔ اس لئے آپ نے اپنا تخلص "وقصوری" اختیار فرمایا تھا۔

آپ صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ "احیاء الکلمات" میں حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے احوال قلمبند فرمائے ہیں۔ ۱۲ چودھویں صدی کا فتنہ "مختصر کتاب ہے جس میں مرزا قادیانی کے حالات ہیں۔

(۳) ”عز حقیقی بجز اب حرۃ قادریانی“ میں ایک قادیانی کے پچپن سوالات و اعتراضات کا مدلل و مفصل جواب تحریر فرمایا ہے۔ اور اس کے بعد خود پچپن سوالات قائم کئے ہیں۔ آپ کے اعتراضات ایسے مضبوط ہیں کہ اب تک کوئی ان کا جواب دینے کی ہمت نہ کر سکا۔ (۴) ”قومی کا نامے“ مختصر رسالہ ہے جس میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی دینی و ملی خدمات بڑی خوش اسلوبی سے شمار کرائی ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے فارسی کے مشہور شعر پر اضافہ کر کے یہ قطعہ ترتیب دیا تھا۔ اور خیال ظاہر کیا تھا کہ یہی قطعہ کونڈرا کے آپ کے مزار پر لگا دیا جائے تو بہتر ہے

قصری دفن شدہیں جا سراہ سراپا نام از جرم و خطائے  
”مگر صاحب دے روزے بہ رحمت کند در حق این مسکین دعائے“

آپ کے وصال کے بعد حضرت مولانا حامد حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی وفات کی اطلاع کی گئی تو ساتھ ہی قطعہ تاریخ کی فرمائش کی گئی۔ اور یہ قطعہ بھی خط میں لکھ دیا گیا۔ مولانا قادری صاحب نے جواب میں لکھا کہ ”خدا جانے کتنا عرصہ ہوا جب انھوں نے وہ قطعہ فرمایا تھا۔ لیکن ان کی گرامت دیکھیے کہ اس کے پہلے مصرع میں گویا اپنی تاریخ وفات ارشاد فرمادی تھی۔ میں نے آپ کا کارڈ پڑھتے ہی کھڑے کھڑے اس کارڈ کو دیکھ کر زبانی اس مصرع کے عدد نکالے تو پورے ۵۱۳۷۵ نکلے“

آپ کی نسبت عالیہ سراپا جمال تھی۔ کبھی آپ کی زبان سے اللہما بالجہر کسی کے سننے میں نہیں آیا۔ جب نسبت کا زیادہ غلبہ ہوتا تو آپ پر گریہ طاری ہو جاتا۔ آپ ہر وقت سلطان الاذکار کے شغل میں محو رہتے تھے۔ آپ کا کشف بہت بڑھا ہوا تھا۔ اور کرامات بے شمار ہیں۔ تفصیل کے لئے ”پہنچ گنج علی پوری“ کا مطالعہ مفید مطلب ہوگا۔

حضرت مولوی صاحب کا قد درمیانہ اور بسم بھاری تھا۔ رنگ گندی اور چہرہ گول تھا۔ دائرہ میں مہدی کا خضاب لگاتے تھے۔ بینی آخر تک درست رہی۔ خود فرمایا تھا کہ وہ ایک دفعہ جمعہ میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب خطبہ پڑھنے لگے تو چشمہ موجود نہ تھا۔ تمام جبیں ٹٹولیں نہ ملا۔ میں نے بڑھ کر اپنا چشمہ پیش خدمت کیا۔ جمعہ کے بعد واپس فرمانے لگے مگر میں نے قبول نہیں کیا۔ اس وقت تک پڑھنے کے لئے مجھے چشمے کی ضرورت ہو کر تھی۔ اس کے بعد سے یہ حالت ہو گئی ہے کہ چاند کی روشنی میں لکھ پڑھ لیتا ہوں۔ گویا مجھ سے چشمہ لیکر حضرت قبلہ نے مجھے بینیائی عنایت فرمادی ہے،

حضرت کے صاحبزادے عبدالحمید خان صاحب کا بیان ہے کہ ”۱۳ جون ۱۹۵۶ء کو آپ کو بخار ہوا۔ ڈاکٹر نے دوا دی اور کہا کہ ملیریا ہے۔ جاتا رہے گا۔ مگر بخار تیز ہوتا گیا۔ اور غفلت رہنے لگی۔ ۲۴ جون کو دو بجے دن کے آپ نے لیٹے لیٹے نماز کی نیت باندھ لی۔ میں نے سمجھا غفلت میں ایسا کیا ہے۔ ہاتھ کھول دیے۔ تین بار ایسا ہی ہوا۔ تیسری دفعہ میں نے ہاتھ کھولنے کا ارادہ کیا تو نیم باز آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ میں نے ہاتھ مٹائے۔ چند لمحوں کے بعد روح قفسِ عنبری سے پرواز کر گئی۔“ سرگودھا میں اہل جھجر نے قبرستان میں لب سڑک نئی مسجد بنائی ہے۔ اس سے ذرا آگے بڑھ کر حلیہ میں آپ نچتہ مزار میں آسودہ ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۲۔ حضرت الحاج نصیب خان صاحب رہنمائی نعت خوان۔

آپ کا بہنی صلح رہتک کے رہنے والے تھے۔ فوج میں ملازم تھے۔ جب آپ کی تعیناتی سیالکوٹ میں تھی تو حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز سے بیعت ہوئے تھے۔ ملازمت چھوڑنے کے بعد اکثر علی پور ٹریفک میں حاضر خدمت رہتے تھے۔ یا پھر تبلیغی دوروں میں حضور کے ہمراہ ہوتے تھے۔ بلند آواز اور خوش الحان تھے۔ نعت خوانی بڑے شوق و ذوق سے فرماتے تھے۔ خود کہتے تھے کہ ”جوانی میں میری آواز میل میل بھرتک سنائی دیتی تھی“ بڑے نیک، متقی اور بزرگ آدمی تھے۔ کئی بار آپ حضرت قبلہ عالم کے ہمراہ حج اور زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۴۔ حضرت الحاج بھائی ذاکر علی صاحب رہنمائی مظاہر العالی

آپ حضرت حافظ انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت انور علی صاحب کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ خصوصیت اور عقیدت تھی۔ اور حضور ہی آپ کی بڑی عزت کرتے اور شفقت فرماتے تھے۔ حافظ صاحب کے گھرانے کے سب افراد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ ان کی وفات کے بعد جب بھی حضرت قبلہ عالم رہتک تشریف لے گئے۔ بھائی ذاکر علی صاحب نے میزبانی کی سعادت حاصل کی اور خدمت سے فیض یاب ہوئے۔

آپ بڑے عابد و زاہد اور متقی بزرگ ہیں۔ کئی دفعہ حج و زیارت کی سعادت سے مشرف یاب ہوئے

ہیں۔ دو حج انہوں نے میری معیت میں کئے تھے۔ ۱۹۴۶ء کے حج کے بعد حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے بھائی سچی سے فرمایا کہ ”تم نے اور اختر نے حاجیوں کی بڑی خدمت کی ہے۔ میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں کہ تم دونوں کے حج مقبول و مبرور ہوئے۔“

اب آپ کراچی میں رہتے ہیں۔ اور سلسلہ عالیہ کی خدمت میں دن رات سرگرم رہتے ہیں۔ ہفتہ کے معین دنوں میں تو وہاں ختم شریف اور حلقہ ہوتا ہی ہے لیکن بھائی سچی کہتے تھے کہ ہفتہ کا کوئی دن مشکل سے خالی جاتا ہوگا۔ ورنہ کبھی ایک کے اور کبھی دوسرے کے گھر ختم شریف ہوتا رہتا ہے۔ جب حضرت بخشیشی مصطفیٰ علیہما صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور کے حکم پر کراچی سے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے لگے تو انہوں نے میرے ذریعے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ میرے چلے جانے کے بعد کراچی میں کون کام کرے گا۔ تو حضور نے ادنیٰ تا مل کے بعد فرمایا کہ ”ذاکر علی سے بہتر کوئی آدمی نہیں ہے۔“ چنانچہ تو صلح سلسلہ کے لئے آپ بہت قابل قدر کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ سے زیادہ بہت اور صحت عطا فرمائے۔

## ۲۵۔ حضرت الحاج مولانا عابد حسن صاحب فریدی ایم ایل ٹی ایم آر ایس رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا خاندان بچھراؤں ضلع مراد آباد (دیوبند) میں آباد تھا۔ آپ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے ہیں۔ آپ کا خاندان ”مولویوں“ کا خاندان کہلاتا تھا۔ آپ کے بزرگوں میں سبھی متداول عربی علوم حاصل کرتے تھے اور بعض بڑے بلند پایہ عالم گزرے ہیں۔ آپ کے والد ماجد مولوی احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ریاست رام پور میں وکالت کرتے تھے۔ بلند رتبہ عالم اور محدث کے لقب سے مشہور ہیں۔

فریدی صاحب کی تاریخ ولادت ۱۳۰۷ھ (مطابق ۱۸۸۹ء) ہے۔ آپ نے مدرسہ کی رسمی تعلیم کے بعد رام پور کے اسٹیٹ ہائی اسکول سے انٹرنس کا امتحان پاس کیا اور کالج کی تعلیم ایم اے او کالج علی گڑھ میں حاصل کی۔ انٹرنس ۱۹۰۹ء میں بی اے ۱۹۱۳ء میں پاس کیا۔ آپ بی اے کے آخری سال میں تھے کہ آپ کے والد ماجد نے رحلت فرمائی۔ مگر آپ نے تعلیم جاری رکھی۔ اور الہ آباد سے ۱۹۱۴ء میں ایل ٹی کی سند حاصل کی۔

اس کے بعد آپ اسلامیہ ہائی اسکول اٹاواہ میں تھرڈ ماسٹر ہو گئے۔ اور یہیں سے ۱۹۱۷ء میں حلیم مسلم ہائی اسکول کانپور میں ہیڈ ماسٹر کے عہدے پر چلے گئے۔ اٹاواہ اور کانپور کی ملازمت کے دوران آپ نے ایم اے فارسی (پرپولیس) ۱۹۱۷ء میں اور فائنل ۱۹۱۸ء میں پاس کیا۔ ۱۹۲۰ء کے سال تعلیمی کے آغاز میں آپ سینٹ جانس کالج آگرہ میں فارسی کے پروفیسر اور صدر شعبہ بن کر آگئے۔ اور وفات تک اسی خدمت پر فائز رہے۔ جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نومبر ۱۹۲۴ء میں فتنہ ارتداد کے انسداد کے لئے آگرہ تشریف لائے ہیں تو حضور نے تین ہفتے سے زیادہ آگرہ میں قیام فرمایا تھا۔ حضرت فریدی صاحب اسی وقت سلسلہ عالیہ میں بیعت ہوئے تھے حضور نے اس کے بعد بھی آگرہ کے کئی دورے فرمائے۔ ابتدا میں خنہن خدام الصوفیہ کے دفتر میں قیام فرماتے تھے۔ بعد میں حضرت فریدی صاحب کی درخواست پر ان کے گھر قیام ہوتا تھا۔ حضور تقریباً ہر سال دکن کے دورے پر تشریف لیجا کرتے تھے۔ واپسی پر بالالتزام آگرہ میں چند روز قیام فرماتے۔ اور ہر بار فریدی صاحب میزبانی کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ ایسے موقع پر فریدی صاحب پہلے سے یارانِ طریقت کو اطلاع کر کے دعوت دیتے تھے۔ چنانچہ دہلی۔ رہتاک۔ جھجر۔ بہادر گڑھ اور اطراف یوپی سے اکثر پیر بھائی آگرہ حاضر ہو جاتے تھے۔ اور حضور کی خدمت میں باریابی سے مشرف ہوتے تھے۔

پہلے ذکر آچکا ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جب گرمیوں میں باہر کھوہ والی مسجد میں تشریف لے جاتے تھے تو تمام یارانِ طریقت بھی سمراہ ہوتے تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد آپ فریدی صاحب کو حکم دیتے کہ "ان کو مسئلہ سناؤ" حضرت فریدی صاحب تقریباً ایک گھنٹہ تقریر فرماتے۔ اور دعا کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر دست بوسی کرتے تھے۔ ایسے موقع پر کئی بار حضور نے اپنی خوشنودی کا اظہار بھی فرمایا۔ اور میرٹھ پڑھانے وقت تو خوش کہ وقت مانوش کر دی حضور نے انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ جلسہ میں اپنی تقریر دل پذیر سے پہلے جو کلمات تحسین ارشاد فرمائے تھے وہ پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

فریدی صاحب کا معمول تھا کہ دسمبر کی تعطیل میں اکثر و بیشتر اور گرمیوں میں کالج بند ہو جانے کے بعد ہمیشہ دربارِ بشریف حاضر ہوا کرتے تھے۔ دسمبر میں آٹھ دس دن اور مئی میں کچھ دن سے ہینہ بھر تک قیام کیا کرتے تھے۔ دورانِ قیام حضور سے وعدہ لے لیتے تھے کہ سفر دکن میں

آگرہ کو بھی نزولِ اجلال سے فتنیں یاب فرمائیں گے۔ آگرہ کی دریاں اور جامناز مشہور ہیں۔ بہت عمدہ، خوبصورت اور دیرپا ہوتے ہیں۔ فریدی صاحب کے پیش کے ہونے بعض جامناز، دریاں اور صفیں اب تک آستانہ عالیہ میں موجود ہیں۔

فریدی صاحب کو حضرت قبلہ عالم نے آگرہ میں "امیر حلقہ" مقرر فرمایا تھا۔

۳۰ دسمبر ۱۹۳۰ء کو دربار عالی میں حضور نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ انہوں نے اپنی عادت کے مطابق اس کو اخفا میں رکھنا چاہا۔ مگر حضور کے تاکید حکم پر مجبوراً لوگوں کو داخل کرنے لگے ورنہ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ طالبانِ حق کو حضرت قبلہ عالم یا صاحبزادگان کی آمد تک بیعت کے لئے انتظار کراتے تھے۔

آپ کا کشف بہت بڑھا ہوا تھا مگر اس کے اظہار سے گریز کرتے تھے۔ احکامِ شریعت کی پابندی کے ساتھ آپ کو اتباعِ سنت کا خاص التزام ملحوظ رہتا تھا۔ آپ بڑے خوش مزاج بذلہ سنج، مہمان نواز اور بربار طبیعت کے مالک تھے۔ اپنے کسی سچے پر آپ نے کبھی غصہ نہیں کیا۔ مگر فاروقی صاحب کا بیان ہے کہ فرمانِ مصطفوی کی تعمیل میں اپنے بڑے صاحبزادے اہلسن فریدی کو ان کے بچپن میں نماز نہ پڑھنے پر ٹمچپیوں سے مارا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے یا بعد ان کو سزا دی نہ کسی اور سچے کو۔ اتباعِ سنت کی ایک اور دلچسپ مثال آپ کے مرض الموت میں دیکھے میں آئی۔

حضرت مولانا الحاج محمد سعادت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم، محدث اور ولی اللہ تھے۔ وہ اپنے بڑے صاحبزادے پروفیسر مفتی محمد حبیب صاحب کے پاس اجمیر شریف میں تھے۔ فریدی صاحب بیمار ہوئے تو فاروقی صاحب سے خط لکھوا کر مولوی صاحب کو اجمیر سے بلا یا۔ مولوی صاحب اجمیر سے آکر اپنے گھر میں مقیم ہوئے اور روزانہ فریدی صاحب کو دیکھتے آتے رہے۔ فاروقی صاحب کا بیان ہے کہ "میں نے مولوی صاحب قبلہ سے عرض کیا فرما صاحب کو اتنا تیز بخار ہے۔ اور اندر گرمی بھری ہوئی ہے۔ مگر وہ بار بار کہتے ہیں کہ مجھ پر چھڑکو" کوئی ایسی دوا بنا دیجئے جس سے تسکین حاصل ہو۔ مولوی صاحب قبلہ نے سر جھبکا لیا کچھ دیر خاموش رہے۔ اور پھر الگ سہٹ کر مجھ سے کہا "ان کی اس گرمی اور اس فرمایش کا کوئی دوا"

تدارک نہیں کر سکتی۔ وہ تو اتبارع سنت انجام دے رہے ہیں۔“ (حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض مبارک میں اپنے جسم اطہر پر پانی کے چھینٹے دینے کا حکم دیا تھا۔“)

فریدی صاحب نے تقریباً اکتیس سال معلمی کے فرائض انجام دیے تھے۔ آپ کے طلبہ آپ کے اخلاقِ کریمانہ اور مشفقانہ برتاؤ کے بے حد مداح ہوتے تھے۔ اور آپ بھی علاوہ تدریسی فرائض انجام دینے کے ان کی اصلاح احوال میں کوشاں رہتے تھے۔ فریدی صاحب کے ایک شاگرد جو بہت بڑے عہدے پر فائز ہیں، جب پشاور میں کمشنر تھے، تو خود انھوں نے فاروقی صاحب کو اپنا یہ قصہ سنایا کہ

”ہماری ایم اے کی جماعت کالج کے آخری اوقات میں ہوتی تھی۔ فریدی صاحب کا پیریڈ نہایت دل چسپ ہوتا تھا۔ خبر بھی نہیں ہوتی تھی کہ کتنی دیر ہو گئی۔ ایک جمعرات کو کلاس سے فارغ ہو کر مولانا نے (وہ فریدی صاحب کو ہمیشہ مولانا ہی کہتے چلے آئے ہیں) مجھ سے فرمایا کہ ”چلو۔ آج سیدنا چلتے ہیں“۔ اگر وہ کے عرف عام میں حضرت سیدنا میر ابو العلاء رحمۃ اللہ علیہ کو صرف سیدنا کہا جاتا ہے) میں کہاں مزارات کی حاضری کا شوقین تھا۔ میں نے طرح طرح کے حیلے بہانے تراشے۔ مگر مولانا نہ مانے اور مجھے ساتھ لے کر سیدنا کے (وضہ شریف پر چاہیے۔ اب مجبوراً مجھے وضو کر کے عصر کی نماز پڑھنی پڑی۔ نماز کے لئے مولانا نے فرمایا ”آؤ۔ جماعت سے پڑھتے ہیں“ میرے پاس ٹوپی بھی نہیں تھی۔ رومال باندھ لیا تھا۔ نماز پڑھ کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھی۔ اتنے میں مغرب کی اذان ہو گئی۔ مسجد میں مغرب کی نماز باجماعت پڑھ کر مولانا کے ساتھ واپس آ گیا۔

”اس دن مولانا کے پیچھے عصر کی نماز کیا ادا کی کہ اس دن سے آج تک خدا کے فضل سے میری ساری نمازیں ہوتی رہی ہیں۔ ایسا تو ہو جاتا ہے کہ کام میں نماز قضا ہو جاتی ہے۔ مگر بحمد اللہ میں دوسرے وقت قضا نماز کو ادا کر لیتا ہوں۔ عجیب بات ہے۔ مولانا نے مجھے کبھی نماز پڑھنے کی بابت کوئی نصیحت نہیں فرمائی۔ مگر اس شام ان کے ساتھ عصر کی نماز پڑھنے۔ نیز مغرب کے وقت صف میں ساتھ کھڑے ہونے کا یہ فائدہ میرے سامنے ہے کہ خدا کے فضل سے ادا یا قضا



نماز پڑھتا رہا ہوں“

فریدی صاحب بڑے خدا رسیدہ ولی اللہ تھے۔ فاروقی صاحب کا بیان ہے کہ ”رات کو ساڑھے گیارہ بجے سے کچھ پہلے آپ نے وصال فرمایا تھا۔ حضرت مولانا سعادت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے اور ساری رات وہیں رہے۔ صبح تک سب لوگ ذکر اور تلاوت میں مشغول رہے۔ رات ہی میں اکثر دوستوں اور یاروں کو مطلع کر دیا گیا تھا۔ فریدی صاحب کا تصرف یہ تھا کہ اس وقت یا اس کے بعد کسی کے رونے کی آواز بھی کسی دوسرے کے کان تک نہ گئی۔ چیخ لپکار تو ذکر ہی کیا ہے۔ نماز فجر کے بعد جب نرا روشنی ہونے لگی تو آپ کے جسم پر سے چادر ہٹائی کہ اب غسل کی تیاری کی جائے۔ چادر ہٹائی تو سب نے دیکھا کہ آپ کا قلب مبارک اتنے زور زور سے ”ذکر“ کر رہا ہے کہ صاف اسم ”اللہ“ سمجھ میں آتا تھا نصف جسم پر سے چادر ہٹائی جا چکی تھی۔ یہ دیکھ کر سب ک گئے۔ بتدیج یہ آواز کم ہوتی گئی اور کچھ دیر میں بالکل جاتی رہی۔ حضرت مولانا مولوی محمد سعادت اللہ صاحب قبلے آپ کے سر ہانے کھڑے تھے۔ ان سے نہ رہا گیا۔ بے اختیار جھک کر فریدی صاحب کے گلے میں ہاتھیں ڈال دیں۔ ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا ”یہ حال تھا آپ کا۔ اور ساری عمر اپنے آپ کو پوری طرح چھپائے رہے“

فریدی صاحب کے ایک اور شاگرد ریاض الحسن صاحب فاروقی مرحوم و مغفور بی اے بی ٹی نقشبندی سلسلہ میں داخل، بڑے عابد و زاہد، متقی اور خدا رسیدہ شخص تھے۔ انہوں نے جون ۱۹۵۳ء میں فاروقی صاحب کو سنایا کہ ”حضرت نوحہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ پاک پر روشنی کا انتظام مطلق نہیں ہوتا تھا۔ ایک بار میں بعد مغرب حاضر ہوا۔ فاتحہ پڑھ کر وہیں مراقبہ میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں آنکھ کھولی تو میں نے دیکھا کہ مزار مبارک سے آسمان تک نور کا ایک ستون قائم ہے۔ قریب ہی کوئی صاحب اور تشریف رکھتے تھے۔ میں حیران ہوا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ جن کی وجہ سے یہ فیضان ہو رہا ہے۔ مگر اندھیرے میں مجھے مطلق معلوم نہ ہو سکا۔ اتنے میں نماز عشا کے لئے اقامت ہونے لگی۔ میں اٹھ کر مسجد کی طرف آنے لگا۔ دوسرے لوگ بھی اندر والان کی طرف جا رہے تھے۔ کسی نے یونہی میرے پاس سے گزرتے ہوئے کہا کہ ”مولانا فریدی صاحب آئے ہوئے ہیں“ میں نے سمجھ لیا کہ یہ خطاب خاص طور پر میرے لئے ہے۔ اور یقیناً فریدی صاحب قبلہ ہی اس وقت مزار مبارک

پر حاضر تھے۔ میرا جی بھی چاہا کہ استاد محترم کی زیارت کا شرف حاصل کروں۔ مگر مسجد میں صرف ایک چھوٹا سا بلب روشن تھا۔ جس میں کسی کو تلاش کرنا ممکن نہ تھا۔ حسرت لئے واپس آ گیا۔“

اسی صحبت میں ریاض صاحب نے فاروقی صاحب کو دوسرا واقعہ یہ سنایا کہ ”اگلے دن چاندنی چوک سے گزرتے ہوئے میں ٹرام میں سوار ہوا۔ جب سیٹ پر بیٹھ گیا تو دیکھا کہ میرے بالکل سامنے کی سیٹ پر حضرت مولانا فریدی صاحب تشریف فرما ہیں۔ میں نے اٹھ کر سلام کیا۔ بڑی شفقت سے مصافحہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ ”خوب ہو آپ مل گئے۔ میں آپ کے پاس آنا چاہتا تھا مگر مجھے نہ تو آپ کی قیام گاہ کا علم تھا اور نہ اس ہائی اسکول کا نام یاد تھا جہاں آپ ہیڈ ماسٹر ہیں۔ آپ کے والد صاحب کے انتقال کا حال معلوم کر کے بہت افسوس ہوا۔ آئیے ابھی فاتحہ پڑھ لیں۔“ یہ کہہ کر فریدی صاحب قبلہ نے ہاتھ اٹھائے۔ میں نے بھی تقلید کی۔ تو میں یہ دیکھ کر سخت حیران تھا کہ یہ فاتحہ غائبانہ نہیں تھی بلکہ ہم دونوں کے درمیان والد صاحب کی قبر صاف نظر آ رہی تھی۔“

جیسا کہ ذکر ہوا مئی ۱۹۴۵ء میں آپ بیمار ہوئے تھے۔ نو دس دن علیل رہ کر ۱۹ مئی ۱۹۴۵ء (مطابق ۴ جمادی الثانی ۱۳۶۴ھ) کو خالق حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ اور سیدنا میر ابو العلاء رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ کے باہر حضرت شاہ نور الزمان رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کے بالمقابل سڑک کی دوسری جانب دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت قبلہ عالم نے سفر دکن سے واپسی میں آگرہ میں قیام فرمایا۔ اور مزار شریف پر تشریف لیا جاکر فاتحہ پڑھی۔ اور بہت دیر وہاں رکے رہے۔

فریدی صاحب کے چار لڑکے دد لڑکیاں ہیں۔ بڑے لڑکے پروفیسر زاہد حسن فریدی ایم اے پرنسپل گورنمنٹ کالج تلہ گنگ ہیں۔ دوسرے عارف حسن فریدی گورنمنٹ ہائی اسکول کوٹہ میں سینئر انگلش ٹیچر ہیں۔ تیسرے صادق حسن فریدی نوٹ شوگر مل کے لاہور میں مینیجر ہیں۔ چوتھے احاج حافظ ظفر حسن فریدی راولپنڈی میں صلیب بینک کی ایک شاخ کے مینیجر ہیں۔ بڑی لڑکی حضرت قادری صاحب کے بڑے لڑکے ساجد حسن قاوڑی سے منسوب ہیں جو کوٹہ میں ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیئرمین ہیں۔ اور چھوٹی اپنے ماموں زاد بھائی زبیر عالم چشتی سے

منسوب ہیں جو اسپنسر کے مرکزی دفتر کراچی میں چیف اکاؤنٹنٹ ہیں۔ سب افراد داخل سلسلہ ہیں۔ فریدی صاحب کی اہلیہ دو بار شرفینج وزارت حاصل کر چکی ہیں۔ بڑی پارسا، متقی، عابدہ اور بزرگ خاتون ہیں۔ پیرخانہ سے والہانہ محبت ہے۔ اور سال میں کئی دفعہ باوجود بیماری اور ضعف کے حاضر ہوتی رہتی ہیں۔ خدا ان سب کو اپنے فضل و کرم سے نوازتا رہے۔

## ۲۶۔ حضرت الحاج مولانا حامد حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ فریدی صاحب کے حقیقی بڑے بھائی ہیں۔ آپ کے والد صاحب کے دور کے ہوئے مگر دونوں زندہ نہ رہے۔ ان دونوں کا نام حامد حسن تھا۔ آپ پیدا ہوئے تو بہت نحیف و لاغر تھے۔ سب کو یقین تھا کہ یہ بھی جیتا نہ رہیں گے۔ سب نے اصرار کیا کہ یہ نام ٹھیک نہیں۔ اب کے کچھ اور نام رکھا جائے۔ مگر آپ کے والد ماجد عالم و محدث بزرگ تھے ضعیف الاعتقادی کی ایسی باتوں کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اس لئے آپ نے ان کا نام بھی حامد حسن ہی رکھا۔ اور خدا کا فضل و کرم کہ باوجود عمر بھر نحیف الجبہ اور دائم المرض رہنے کے آپ نے طویل عمر پائی۔

آپ کی ولادت ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۰۴ھ (مطابق ۱۰ مارچ ۱۸۸۷ء) کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر اور مدرسہ میں حاصل کر کے اسٹیٹ ہائی اسکول رام پور میں داخل ہو گئے۔ لیکن اس قدر نحیف الجبہ اور دھان پان تھے کہ ۱۹۰۹ء میں میٹرک پاس کرنے کے بعد بزرگوں نے کالج کی پڑھائی کو سب سے سمجھا۔ چنانچہ آپ مدرسہ عالیہ ام پور میں داخل ہو کر فارسی اور عربی کی تحصیل میں مصروف ہو گئے۔ اور پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور اردو فاضل کے امتحانات پاس کئے۔ صرف انگریزی میں ایف اے کیا۔ مگر اس کے بعد بی اے کی نوبت نہ آئی۔

آپ کو بچپن سے مطالعہ کا اس قدر شوق تھا کہ آپ کی والدہ صاحبہ مرحومہ فرماتی تھیں کہ ”میری جب بھی آنکھ کھلتی، دیکھتی کہ حامد پڑھ رہے ہیں۔ میں تاکید کرتی کہ اب بہت رات ہو چکی ہے لالٹین گل کرو اور سو جاؤ۔ میں تو پھر سو جاتی اور یہ کبھی دو بجے رات سے قبل نہ سوتے۔ حالانکہ ان دنوں چھٹی جماعت کے طالب علم تھے۔“ مطالعہ کا یہ شوق اور عادت ساری عمر قائم رہی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ انگریزی ادب اور تنقید کا وسیع مطالعہ اپنے شوق سے کیا تھا۔ جیسا کہ ان کے علمی اور تنقیدی مقالے

سے ثابت ہے۔ انگریزی ادب کے پروفیسر تک آپ کی دقت نظر اور وسعت علم سے حیران رہتے تھے۔ یہی حال فارسی عربی ادب اور دینی علوم کا تھا۔ کہ آپ نے مدرسہ میں جس قدر علم حاصل کیا تھا۔ عمر بھر کے مطالعہ سے اس میں بہت کچھ اضافہ کیا تھا۔ اور حبیب اللہ عالم بن گئے تھے۔

غالباً ۱۹۲۳ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کا سالانہ جلسہ حلیم مسلم ہائی اسکول کان پور میں منعقد ہوا تھا۔ حکیم اجمل خان صاحب مرحوم صدارت فرما رہے تھے۔ اور نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا سید سلیمان ندوی اور دوسرے ممتاز علماء شریک جلسہ تھے۔ قادری صاحب ان دنوں حلیم اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ آپ نے اس جلسے میں ”عربی لسانیات“ پر ایک بلند پایہ علمی مقالہ پڑھا تھا۔ جس میں عربی زبان کی معجزانہ خصوصیات کے عجیب عجیب نکتے بیان کئے تھے۔ مقالہ ختم ہوا تو ان اکابرین نے آگے بڑھ کر حسین و آفرین کہی۔ نواب صدر یار جنگ بہادر نے جوش طرب میں آپ کی پیشانی چوم لی۔ حکیم اجمل خان صاحب نے کرسی صدارت سے اٹھ کر بے اختیار گلے لگا لیا اور پرجوش الفاظ میں داد دی۔ اور مولانا سلیمان ندوی نے فرمایا کہ ”جزاک اللہ۔ آپ نے ہمارا کام انجام دیا ہے“

تحصیل علم کے بعد آپ اپنے چھوٹے چچا پروفیسر محمد حسن صاحب فاروقی مرحوم کے پاس اندور چلے آئے۔ جہاں وہ کنیڈین مشن کالج میں عربی فارسی کے پروفیسر تھے۔ آپ کی ملازمت کی ابتدا مہو چھاؤنی کے ایک اسکول سے ہوئی۔ جس کے بعد آپ اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوا آگئے۔ یہاں سے بڑودہ کالج کی پروفیسری پر گئے۔ یہاں آپ طلبہ کو انگریزی زبان میں درس دیا کرتے تھے۔ یہیں آپ نے علم البیان اور علم البدیع پر انگریزی زبان میں بڑے معرکہ کی کتاب تصنیف کی جس میں عربی۔ فارسی۔ اردو اور انگریزی چار زبانوں کی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ امثلہ و شواہد عربی میں بیشتر کلام مجید سے دی ہیں۔ اور دوسری زبانوں میں ان زبانوں کے مستند شعراء و علماء کے کلام اور تصنیفات سے جمع کی ہیں۔

۱۹۱۷ء میں مولانا فریدی صاحب کا تقرر حلیم مسلم ہائی اسکول کان پور کی ہیڈ ماسٹری پر ہوا تو ساتھ ہی آپ بھی ہیڈ ماسٹر ہو کر یہاں تشریف لے آئے۔ فریدی صاحب تو تین سال بعد آگرہ چلے گئے۔ آپ دس سال کان پور میں رہے۔ خدا کا فضل یہ کہ ۱۹۲۷ء میں آپ کو بھی آگرہ کے اسی کالج میں پروفیسری مل گئی۔ ۱۹۴۵ء میں فریدی صاحب کے وصال پانے کے بعد آپ سینٹ جانش کالج ہی میں ان کی جگہ صدر شعبہ فارسی و اردو بن گئے۔ اور ۱۹۵۱ء میں ریٹائر ہوئے۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا حضرت فریدی صاحب ہر تعطیل میں علی پور شریف حاضر ہوا کرتے تھے۔ دسمبر ۱۹۲۷ء میں قادری صاحب بھی آپ کے ہمراہ دربار شریف آئے اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ اس کے بعد سے دونوں بھائی ہمیشہ ساتھ ہی حاضر ہوتے رہے۔ فریدی صاحب کے وصال کے بعد جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فاتحہ خوانی کے لئے آگرہ تشریف لائے ہیں، تو ۷ جولائی ۱۹۴۵ء کو آپ کو خلافت سے نوازا گیا۔ فریدی صاحب کے بعد حضرت قبلہ عالم کی میزبانی کی سعادت آگرہ میں قادری صاحب ہی کو حاصل ہوتی رہی۔

دسمبر ۱۹۳۱ء میں جب دونوں بھائی دربار شریف حاضر ہوئے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ”اب کے آپ بھی ہمارے ہمراہ حج کو چلے“ دونوں نے تعمیل ارشاد کا وعدہ کیا۔ مگر زادِ راہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ انھوں نے نیت کر لی کہ اپنی والدہ صاحبہ کو بھی ضرور ہمراہ لے جائیں گے۔ فریدی صاحب کی اہلیہ محترمہ نے بھی ساتھ جانے کا ارادہ کر لیا۔ اس طرح جانے والے تو دو سے چار ہو گئے۔ اور زادِ راہ ایک کے لئے بھی مہیا نہ تھا۔ مگر منجانب اللہ انتظام ہو گیا۔ ایک ناشر پر کئی سال کی قسم واجب الادا تھی۔ اس نے کئی ہزار روپے آپ کے حصہ رسدی کے پیش خدمت کئے۔ اور بڑے اطمینان سے ۱۹۳۲ء میں ان سب نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہم رکابی میں حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ لوگوں کو اکثر تعجب ہوا ہے کہ ایک ہی خاندان میں ایسا کیوں ہے کہ کچھ لوگ فاروقی ہیں۔ کچھ فریدی اور کچھ چشتی۔ حضرت قادری صاحب نے بتایا کہ اس صدی کے آغاز میں جب یہ شوق عام ہوا کہ اپنے نام کے ساتھ اس طرح کی نسبتیں لگانی جائیں۔ تو آپ کے حقیقی چچا مولوی محمد محسن صاحب فاروقی نے اپنے لئے ”فاروقی“ اختیار کیا۔ اور فریدی صاحب نے ”فریدی“۔ یہ دونوں نسبتیں باعتبار نسب ہیں۔ اُس وقت تک ان کا سارا خاندان چشتی قادری سلسلے میں بیعت تھا۔ اس لئے قادری صاحب ”قادری“ اور ان کے ناموں زاد بھائی مولوی ظہیر عالم صاحب چشتی مرحوم نے ”چشتی“ نسبت اختیار کی۔ بعد میں یہ سبھی حضرات اور ان کے تمام افراد خاندان نقشبندی سلسلہ سے وابستہ ہو گئے۔ مگر ان نسبتوں کی حیثیت اب بطور روایت کے جزو نام بن چکی ہے۔ اس لئے بدستور باقی ہے۔

حضرت قادری صاحب عالم فاضل ہونے کے ساتھ بلند رتبہ شاعر بھی تھے۔ غزل تو آپ نے صرف اوائل عمر میں کہی۔ اس کے بعد نظم، نعت اور منقبت کہتے رہے۔ حضرت قبلہ عالم کی منقبت میں آپ نے کسی

غزل، نمانظیں کہی ہیں۔ آپ کا تصنیف کردہ ”شجرہ طیّبہ“ اور حضور کی رحلت پر ”ترکیب بند“ اس کتاب میں پہلے اچکا ہے۔ آپ اس زمانے کے باکمال استاد، مصنف اور لسانیات و تنقید میں استناد کے درجہ پر فائز تھے۔ فن تاریخ کوئی اب بالکل اٹھ گیا ہے۔ مگر تادری صاحب کو اس میں بھی استادی کے درجہ کی مہارت حاصل تھی۔ کلام مجید اور حدیث شریف سے بے مثال اور جربستہ تاریخ لکاتے تھے۔ آپ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی تاریخ قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے نکالی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ - آپ کی کہی ہوئی تاریخوں کی کئی جلدیں اب تک غیر مطبوعہ حالت میں ہیں۔

آپ کی علمی اور تنقیدی تصنیفات کی تعداد بہت ہے۔ جن میں سے چند مشہور کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ داستان تاریخ اُردو۔ نقد و نظر۔ کمال ذراع۔ انتخاب مومن۔ تاریخ و تنقید۔ تاریخ مرثیہ گوئی۔ منظوم ترجمہ رباعیات خیام۔ منظوم ترجمہ رباعیات ابوسعید ابوالخیر۔ وغیرہ وغیرہ۔ بیان و بدیع کی کتاب کا ذکر پہلے آیا۔ دوسری بہت سی کتابیں ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔ آپ کے علمی اور تنقیدی مقالات بلند پایہ رسائل کی زینت بنتے رہے ہیں کسی کو طباحت کی توفیق ہو تو کسی جلدوں میں سمائیں گے۔ پنجاب یونیورسٹی کے ایک طالب علم نے آپ پر ایم اے کے امتحان کے لئے علمی مقالہ لکھا تھا۔ اب سندھ یونیورسٹی میں ایک صاحب بی ایچ ڈی کے لئے آپ پر مقالہ لکھ رہے ہیں۔

آپ کے دو صاحبزادے ساجد حسن قادری اور خالد حسن قادری پہلے پاکستان آچکے تھے۔ ان کے اصرار پر آخر ۱۹۵۵ء میں آپ بھی آکرہ سے کراچی آ گئے۔ آپ مدت العمر سیٹ کی بیماریوں میں مبتلا رہے تھے مگر آپ نے فرمایا کہ ”جب سے کراچی آیا ہوں صحت بہت اچھی رہتی ہے“ یہاں آکر آپ نے تصنیفات کا سلسلہ بالکل ختم کر دیا تھا۔ اور صرف عبادت و ریاضت میں وقت صرف فرماتے تھے۔ توسیع سلسلہ عالیہ کے سلسلے میں آپ بڑی خدمت انجام دیتے رہے۔ اور کراچی میں ہر ہفتہ باقاعدہ آپ کے گھر حلقہ ذکر ہوا کرتا تھا۔

آپ خاموش مزاج اور کم گو شخص تھے۔ تواضع، ہمان نوازی، بردباری، انکسار اور راز بینی آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ شاگردوں یا بچوں پر کبھی غصہ نہیں ہوتے تھے۔ گھروں میں ملازم یا بچہ سے کوئی نہ کوئی غلطی ہو ہی جاتی ہے جس پر دوسرے ناراض ہوتے تھے۔ آپ سامنے ہوتے تو ہنستے اور انھیں

منع فرماتے تھے۔ اگر کسی سے چینی یا شیشے کا برتن گر کر ٹوٹ جاتا تو دوسروں کو تو غصہ آتا تھا۔ اور آپ ہنس  
ہنس کر بار بار یہ مصرع دہرایا کرتے تھے۔ ”شگون نیک ہے شیشے کا چکنا چور ہو جانا“  
بھالی ڈاکر علی صاحب، قادری صاحب کے تصرفات اور کرامات کے واقعات سناتے ہیں۔  
مگر آپ خود اخفا کے قائل تھے۔ اور یہ بھی ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے تھے کہ آپ اہل دل، روشن ضمیر،  
صاحب کشف، اور ولایت کے بلند رتبہ پر فائز ہیں۔

آپ نے کراچی میں ۶ جون ۱۹۶۴ء (مطابق ۲۴ محرم ۱۴۰۸ھ) کو وفات پائی۔ اور  
پاکپش نگر کے قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کے صاحبزادگان اور عقیدت مند ہر سال آپ  
کے عرس پر قرآن خوانی اور فاتحہ کراتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کی شادی آپ کی منجھلی ماموں زاد بہن سے ہوئی تھی۔ بڑی نیک، پارسا، حلیم الطبع اور  
متقی بی بی تھیں۔ حال میں ۵ ستمبر ۱۹۷۷ء کو وفات پائی ہے۔ آپ کے بھی چار لڑکے اور دو لڑکیاں  
ہیں۔ بڑے لڑکے ساجد حسن قادری کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔ دوسرے ڈاکٹر خالد حسن قادری ہیں، جو  
لندن یونیورسٹی میں اردو کے استاد ہیں۔ تیسرے ماجد حسن فریدی ہیں۔ آپ اس سال چوتھی مرتبہ  
حج و زیارت کی سعادت حاصل کرنے گئے ہیں۔ اور کراچی میں سیکنڈری اسکول کے پرنسپل ہیں۔ چھوٹے  
راشد حسن قادری ایم کام بینک میں کنٹرولر کے عہدے پر فائز ہیں۔ بڑی لڑکی کی شادی فریدی صاحب  
کے بڑے صاحبزادے زاہد حسن فریدی سے ہوئی تھی اور چھوٹی کی شادی ان کے ماموں زاد بھائی  
ناصر عالم چشتی سے ہوئی ہے۔ جو بینک میں افسری کے عہدے پر ملازم ہیں۔ خدا ان سب کو سعادت  
فلاح دارین سے نوازے۔

## ۲۷۔ حضرت مولانا محمد خوب صاحب احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے عالم، نیک، متقی اور بزرگ شخص تھے جنہوں نے قبلہ عالم قدس سرہ العزیز سے  
رہنمائی میں بیعت ہو گئے تھے۔ علی پور سیداں پابندی سے حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ نے دس سال  
تک مسلسل سفر و حضر میں حضور کی خدمت فرمائی ہے۔ گجرات (بھارت) کے علاقے میں تبلیغ اسلام اور  
ترویج سلسلہ کے لئے بہت کام کیا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد بھی یہ کام جاری رہا۔ آپ نے بہت لوگوں

کو براہِ راست حضور سے بیعت کرایا۔ اور بہت سے افراد کو خود بیعت میں لیا۔ تبلیغی جلسوں اور عرسوں میں اہتمام سے شرکت فرماتے تھے اور اصلاح احوال میں سعی بلیغ فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے کئی دفعہ حج و زیارت کا شرف حاصل کیا تھا۔ کئی سال ہوئے وہیں احمد آباد میں آپ کا وصال ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

## ۲۸ حضرت الحاج بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب بنگلوری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بنگلور کے رہنے والے تھے۔ بی اے کو کے محکمہ پولیس میں ملازم ہو گئے۔ اور ڈی ایس پی کے عہدے تک ترقی کی۔ بڑے دیندار، متقی، صالح، پرہیزگار بزرگ تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز آپ پر بہت شفقت فرماتے اور آپ کے ظاہر و باطن کی اصلاح و ترقی میں توجہ فرماتے تھے۔ آپ کو بھی اپنے شیخ اور سائے پیرخانہ سے کمال عقیدت اور محبت تھی۔ اگر کسی سے کوئی بات ایسی سرزد ہو جاتی جو بخشی صاحب کے خیال میں توہین کا شائبہ بھی رکھتی تھی، تو اس کو بہت سختی سے پیش آتے تھے۔ سرزنش فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ کے لئے علیک سلیک تک بند کر دیتے تھے۔

آپ بڑے نڈر، بے باک، متدین اور فرض شناس پولیس افسر تھے۔ جس کام میں دوسرا کوئی افسر ہاتھ ڈالتے ہوئے گھبراتا تھا، آپ بے تکلف اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت قبلہ عالم کی اعانت کے بھروسے پر اس خطرناک مہم کو سر کر لیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے خود اپنا ایک اقامتہ مدینہ منورہ سے لکھ کر رسالہ انوار الصوفیہ میں طباعت کے لئے بھیجا تھا۔ لکھا تھا کہ ”میں مدراس کے علاقے میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس لگا ہوا تھا۔ ایک مقام پر ہندوؤں کے دو فرقوں میں فساد ہو گیا۔ عوام مندر کے مہنت کے خلاف ہو گئے تھے اور یاترا کے رتھ کے جلوس میں مزاحم تھے۔ دونوں کے مددگاروں کا اثر دھما ہو گیا۔ بھاری تعداد میں پولیس بھیجی گئی۔ مگر ہجوم اور فساد بڑھتا ہی گیا۔ اور پولیس اور حکام کو بیس تیس ہزار کے مجمع نے محاصرہ میں لے لیا۔“

”تحصیل دار، تھانیدار اور سپاہی سب اپنی اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے فقط میں اور دو سپاہی رہ گئے۔ ان دو سپاہیوں میں بھی ایک ہندو تھا اور ایک مسلمان۔ ہر طرف خوف و ہراس چھایا ہوا تھا۔ ہمیں بھی اپنی جان کا سخت اندیشہ تھا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم رحم تشریف لائے اور میری پشت پر ہاتھ رکھ کر حکم دیا کہ ”گھبراؤ مت۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو“ اب تو



میں شیر ہو گیا۔ میں نے سپیک کو منتشر ہو جانے کا حکم دیا اور کہہ دیا کہ اگر چند منٹ میں منتشر نہ ہوئے تو گولی چلا دی جاگی۔ مگر جمع بہت زیادہ مشتعل ہو چکا تھا۔ کسی نے پروانہ کی چنانچہ ہم نے اللہ کے بھروسے پر فائرنگ شروع کر دی۔ پانچ سات آدمی زخمی ہو گئے تو سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور ہمیں کسی قسم کا خطرہ نہ رہا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ تحصیل دار اور دوسرے افسروں کے ڈیول کو جمع نے لوٹ کھسوٹ کے برباد کر دیا تھا۔ مگر میرا ڈیرہ جوان کے قریب ہی تھا بالکل محفوظ رہا۔“

آپ کی ملازمت کے دوران جب حضور قلبہ عالم دکن کے تبلیغی سفر پر تشریف لے جاتے تھے۔ تو بخشی صاحب حاضر خدمت ہو کر دعوت دیتے تھے۔ اور اصرار سپہم کے بعد اپنی تعیناتی کے مقام پر لیجانے میں کامیاب ہوتے تھے۔ اس طرح آپ کو کئی دفعہ حضور کی میزبانی کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ جس کی تفصیل آپ نے خود اپنی تصنیف کردہ کتاب ”آفتاب عالم تاب“ میں لکھی ہے۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد آپ حضور کے ہمراہ تبلیغی دوروں میں دور دور تک ہم رکاب رہے۔ ایک دفعہ کشمیر کے سفر میں بھی ہماری سے مشرف ہوئے۔ میں بھی اس دفعہ حضور کے ساتھ تھا۔

بخشی صاحب نے کئی بار فریضہ حج و زیارت بھی حضور کی معیت میں ادا کیا ہے۔ ۱۹۴۲ء کے حج میں حضرت قبلہ عالم نے خود مجھ سے فرمایا تھا کہ ”رب تعالیٰ نے بخشی صاحب کو بہت بڑا دل عطا کیا ہے۔ بادشاہوں سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں۔“ اسی طرح ارشاد فرمایا کہ ”مہر حاکم دین لاکل پوری کا دل بھی بخشی صاحب کی طرح بہت وسیع ہے۔ جتنا خرچ ان دونوں نے حج میں آکر کیا ہے، کوئی بادشاہ بھی مشکل ہی سے کر سکتا ہے۔“

حضرت بخشی صاحب بڑے متقی، پابند شریعت اور اتباع سنت میں سرگرم شخص تھے۔ حضور کے فرمان مبارک پر آپ نے مدینہ منورہ ہجرت کی۔ اور وہیں کی مقدس زمین میں پیوند خاک ہوئے۔ آپ نے خود جولائی ۱۹۷۰ء میں مدینہ منورہ میں فاروقی صاحب سے کہا تھا کہ ”جب حضور نے ہجرت کا حکم دیا تو میں بہت پریشان تھا کہ اخراجات کا کیا ہوگا۔ پنشن کیسے ملے گی۔ پاکستان کا ابتدائی دور تھا۔ دفاتر کا حال ابتر تھا۔ اس لئے اور زیادہ تشویش تھی۔ مگر فرمان مبارک کی تعمیل فرض تھی۔ اس لئے دوز و صوب شروع کر دی۔ اور حضور کا کرم یہ کہ جو کام برسوں میں نہیں ہوا کرتے، وہ ہفتوں اور دنوں میں ہو گئے۔ پنشن کی منتقلی کا سخت مرحلہ بھی باسانی انجام پا گیا۔ اور میں اس ارض پاک میں حاضر ہو گیا۔“

یہاں آکر اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بھی دی کہ یہ مکان جس میں آج کل فروش ہوں خود خرید لیا۔ اور جو اہل مقدس میں رہنے کی مستقل صورت پیدا ہو گئی۔“

حضرت بخششی صاحب نے مدینہ منورہ میں حضور کے نام پر ”جماعت منزل“ تعمیر کرانی شروع کی اور آپ کی اپیل پر یارانِ طریقت نے بھی کثیر رقمیں پاکستان سے ارسال کیں۔ بحمد اللہ یہ عمارت دو منزل کی نچتہ اور مستحکم طیار ہو چکی ہے۔ جس میں مساکین، یتیمی اور بے گھر افراد آباد ہیں۔ بخششی صاحب نے ایک اور زمین دوسری ”جماعت منزل“ کے لئے خرید لی تھی۔ اور اس کی تعمیر کا اہتمام فرما رہے تھے کہ داعی اجل نے آپ کو دربار الہی میں پہنچا دیا۔ اور آپ نے اسی سال ۶ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ (مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۷۷ء) کو رحلت فرمائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

دوسری ”جماعت منزل“ کی تعمیر کی حکومت سے اجازت مل چکی ہے اور ابتدائی مراحل طے ہو چکے ہیں۔ مولوی علاء الدین صاحب عمائد مدینہ منورہ میں سے ہیں اور ہجرت کے بعد یہیں عرصہ سے امانت گزیں ہیں۔ بخششی صاحب کے آپ سے خصوصی مراسم تھے۔ بڑے اسخ العقیدہ اور دیانت دار بزرگ ہیں۔ بخششی صاحب نے ”جماعت منزل“ کی تعمیر سے متعلق تمام کاغذات اور رقوم آپ کو امانت میں سونپ دی ہیں۔ خدا نے چاہا تو اس دوسری عمارت کی تعمیر بھی تکمیل کو پہنچے گی اور بخششی صاحب کی آرزو پوری ہو کر رہے گی۔ لوگ عام طور پر بخششی صاحب قبلہ کو نذر نیاز۔ حج بدل۔ تعمیر جماعت منزل اور دوسرے مصارف خیر کے لئے بڑی رمتیں بھیجا کرتے تھے۔ فاروقی صاحب کہتے ہیں کہ ”میں نے خود دیکھا کہ آپ ان تمام مذاات کا حساب الگ الگ حربوں میں باقاعدہ لکھتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اب آپ بہت ضعیف ہو گئے تھے۔ اور لکھنے پڑھنے کے لئے آپ کو اتنی شیشے کی مدد لینی پڑتی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ ”اس حساب کتاب کی کیا ضرورت ہے۔ ہم میں سے جو کوئی آپ کو زحمت دیتا ہے اسے آپ پر اعتماد ہے۔ آپ خود بھی محتاط ہیں۔ اس لئے اس بیکار مشقت سے اپنی جان کو بچائیے۔“ بخششی صاحب نے فرمایا ”یہ سب سجاو درست۔ مگر مجھے خود بغیر لکھے تسکین نہیں ہوتی۔ لکھ لینے پر پورا اطمینان ہو جاتا ہے کہ کوئی پیسہ ادھر ادھر نہیں ہوا۔“ اس کا میں کیا جواب دیتا۔ چپ ہو جانا پڑا۔ حضرت بخششی صاحب صرف ایک وقت دن میں کھانا کھایا کرتے تھے۔ جولائی ۱۹۷۷ء میں ترکی سے واپس آتے ہوئے فاروقی صاحب آپ کے دولت کدے پر مہمان ہوئے تو ان کا بیان ہے کہ

”ایک تو حضرت نجاشی صاحب قبلہ اس قدر ضعیف ناتواں ہو چکے تھے۔ دوسرے اُن کے رفیق اور خادم جناب غلام رسول صاحب (آستانہ مبارک کے جارب کیش) خود بہت کمزور اور کوز لپشت تھے۔ میں نے لاکھ عرض کیا کہ مجھے بھی رات کو کھانا کھانا فرض نہیں ہے۔ پھر یہ کہ آپ نے ہر طرح کے پھل جمع کر رکھے ہیں، ضرورت ہوئی تو ان میں سے کچھ کھالیا کروں گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ روضہ مقدسہ سے ایسی میں بازار میں کچھ کھاؤں۔ آپ ہرگز زحمت نہ فرمائیں۔ اس لئے بھی رات کے کھانے کے وقت ہی حضرت غلام رسول صاحب کو مسجد مقدس کی جارب کیشی کے فرائض انجام دینے پڑتے ہیں، ان میں خلل آئے گا۔“ مگر میری اس طویل اور نیاز مندانه عرضداشت کا یہ مختصر جواب تھا کہ ”نہیں۔ غلام رسول درمیان میں اتنا وقت نکال سکتا ہے کہ ہمیں کھانا کھلا جائے۔ اور اس طرح میں بھی آپ کے ساتھ کچھ کھالیا کروں گا۔“ اب میں لاجواب تھا۔ چنانچہ دس دن یہی تواضع اور کرم جاری رہا۔“

آپ بڑی خوبیوں کے حامل اور بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ آپ کے صرف ایک صاحبزادے ہیں۔ جو پاکستانی فوج میں میجر جنرل کے عہدے سے سبکدوش ہو کر کراچی میں فردکشی ہیں۔ انہوں نے ساری عمر شادی ہی نہیں کی۔ اللہ بس باقی ہوں۔

## ۲۹۔ حضرت حافظ علی احمد جان صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے عالم اور حافظ قرآن تھے۔ چائے کی تجارت فرماتے تھے۔ جس میں خدا کے فضل سے بڑی برکت تھی۔ حضور قبلہ عالم اور صاحب ادگان والا شان کی میزبانی کی سعادت آپ نے کسی بار حاصل کی۔ دربار شریف میں عرس کے موقع پر بھی آپ مہمانوں کی بڑی خدمت انجام دیتے تھے۔ پیرخانے سے کمال عقیدت اور شیفتگی رکھتے تھے۔ بڑے نیک، متقی، مہمان نواز اور وسیع الاخلاق بزرگ تھے۔ آپ کے فرزند اکبر محمد نواز حضرت حافظ سلطان احمد صاحب خلیفہ مجاز کے ہمراہ عرس شریف میں کھانا کھلانے کی خدمت میں بدل و جان سرگرم رہتے ہیں۔ اور صالح نوجوان ہیں۔ خدا ان کو اور سب اہل خانہ ان کو دین و دنیا میں فلاح و عافیت عطا کرے۔

## ۳۰۔ حضرت حافظ سلطان احمد صاحب پشاوری مدظلہ العالی

آپ بہت نیک، متقی، خوش اخلاق اور بندگان آدمی ہیں۔ پشاور کے سرکٹ ہاؤس میں

ہیڈ ماسٹری تھے۔ اپنے فرائض بڑی تندہی سے انجام دیتے تھے۔ افسران آپ کی دینداری اور پابندی کے سبب آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ پشاور میں آپ ہی "امیر حلقہ" ہیں اور ہر جمعہ کو بعد نماز مغرب پابندی سے یہ خدمت انجام دیتے ہیں۔ یارانِ طریقت کی خدمت اور خبر گیری آپ کا شیوہ ہے۔ اور توسیع سلسلہ عالیہ میں ہمہ وقت منہمک رہتے ہیں۔ عرس شریف کے دنوں میں یارانِ طریقت کو کھانا کھلانے کے ہمتم ہوتے ہیں۔ اور دیگر یارانِ طریقت کے تعاون سے یہ خدمت بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتے ہیں۔ **بِسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَجَزَاهُ خَيْرُ الْجَزَاءِ فِي الدَّرَجَاتِ**

### ۳۱۔ حضرت سید محمود شاہ صاحب ہزاروی مدظلہ العالی

آپ بڑے عالم دین اور اعلیٰ خطیب ہیں۔ فوج میں ملازم تھے۔ وہاں سے ریٹائر ہو کر اپنے گھر جو یلیاں میں قیام پذیر ہیں اور شریعت و طریقت کی خدمت میں سرگرمی سے منہمک رہتے ہیں۔ آپ چشتیہ سلسلہ میں داخل تھے۔ مگر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بھی خلافت و اجازت عطا فرمائی۔ آپ سلسلہ عالیہ کی شاندار خدمت انجام دے رہے ہیں اور کثیر تعداد آپ کے ارادتمندوں میں شامل ہے جن کے احوال کی اصلاح اور تربیت فرماتے رہتے ہیں۔ **اللّٰهُمَّ زِدْهُ فِرْدًا**

### ۳۲۔ حضرت سید عبدالقاسمی صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت سید محمود شاہ صاحب ہزاروی کے بڑے بھائی تھے۔ آپ بھی عالم دین اور چشتیہ سلسلہ میں داخل تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بھی خلافت سے نوازا تھا۔ بہت لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور آپ نے دین کی بڑی خدمت انجام دی۔

### ۳۳۔ حضرت مولانا سعید احمد شاہ صاحب کوہاٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے نیک متقی اور دیندار شخص تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے الہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ کی بہت خدمت انجام دی ہے۔ عموماً حضور کے دستِ حق پرست

پر لوگوں کو بیعت کراتے تھے۔ مجھے صحیح علم نہیں کہ خود بھی بیعت لیتے تھے یا نہیں۔

### ۳۴۔ حضرت حاجی سرور خان صاحب کوہاٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی بڑے صالح اور متقی شخص تھے۔ حضور قبلہ عالم سے بڑی عقیدت تھی۔ عرس شریف پر کھانا کھلانے اور پانی بھرنے کا انتظام آپ کے ذمہ ہوتا تھا۔ بڑے منظم شخص تھے۔ یاران کوہاٹ کی رفاقت میں بڑی خوش اسلوبی سے سب کام انجام دیتے تھے۔ بڑی ہمت کے آدمی تھے۔ جب حضور کوہاٹ کی دعوت دینی مقصود ہوتی تو دربار شریف حاضر ہو جاتے۔ کئی کئی ہفتے سفر حضر میں حضور کے ہمراہ رہتے۔ آخر حضور کو ہمراہ لے کر کوہاٹ واپس جاتے۔ اور بڑی تندہی اور جاں فشانی سے حضور کی خدمت کی سعادت حاصل کرتے۔ یاران کوہاٹ آپ سے کمال محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ اور آپ بھی ان کے احوال کی اصلاح میں پوری توجہ فرماتے تھے۔ یاران کوہاٹ پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا خاص کرم تھا جس کا ذکر آپ کے نام مبارک میں آچکا ہے۔

### ۳۵۔ حضرت حاجی اکبر خان صاحب کوہاٹی رحمۃ اللہ علیہ

کوہاٹ کے پیر بھائیوں میں اکبر خان نام کے دو بزرگ تھے۔ دونوں فوج میں ملازم تھے اور دونوں صوبیدار کے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے۔ دونوں حضرات نے حج و زیارت کی عزت حاصل کی تھی۔ دونوں حضرات شریعت کے پابند حضور کے شیدائی اور صالح انسان تھے۔ مجھے صحیح نہیں معلوم کہ ان دونوں میں سے کون خلافت سے نوازے گئے تھے۔ خدا دونوں کو اپنے فضل و کرم سے نوازے۔

### ۳۶۔ حضرت الحاج حافظ نور احمد صاحب قصوی مدظلہ العالی

آپ بہت نیک، متقی، متواضع، بہمان نواز اور فراخ دل بزرگ ہیں۔ آپ حضرت مولانا محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے صاحبزادے ہیں۔ اور اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چل کر شریعت و طریقت کی خدمت میں کوشاں رہتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ”پہلے خلیفہ“ تھے اور آپ حضور کے ”آخری خلیفہ“ ہیں۔ آپ نے کئی بار حج و زیارت کا سعادت حاصل کی ہے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ بھی بڑی نیک اور پارسا بی بی ہیں۔ اور مہمانوں کی خدمت کر کے بہت خوش ہوتی ہیں۔ آپ کے صاحبزادگان محمد اختر صاحب اور محمد اقبال صاحب صالح اور خدمت گزار جوان ہیں۔ تجارت کرتے اور والدین کی خدمت میں سرگرم رہتے ہیں۔ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین اول) کی بیماری میں جب حضرت حافظ صاحب حال کہنے اور دوایلینے کے لئے حضرت حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سیالکوٹ گئے۔ تو حافظ صاحب کے چلے آنے کے بعد حکیم صاحب نے کسی سے پوچھا کہ ”بہ کون صاحب تھے“ مخاطب نے جواب دیا کہ ”یہ حضور کے رہنے والے ہیں۔ اور اب ماسٹر کرم الہی صاحب کے انتقال کے بعد انجمن خدام الصوفیہ کے سیکرٹری بھی ہیں“ تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ ”یہ بہت بزرگ آدمی ہیں“ لطف کی بات ہے کہ جب حضرت سراج الملت نے حافظ صاحب کو سیکرٹری مقرر فرمایا تھا تو آپ نے بھی یہی الفاظ استعمال فرمائے تھے کہ ”حافظ صاحب بہت نیک اور موزوں آدمی ہیں“

حافظ صاحب سلسلہ عالیہ اور انجمن خدام الصوفیہ کی بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے محمد اقبال صاحب عرس شریف میں جلسوں کے اہتمام اور انصرام میں آپ کی زیادہ سے زیادہ معاونت کرتے ہیں۔ خدا ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور منسلح دارین کی سعادت نصیب کرے۔ (آمین)

### ۳۔ حضرت الحاج حکیم خادم علی صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اعلیٰ درجہ کے طبیب اور عالم شخص تھے۔ سادہ طبیعت، روشن ضمیر، اخلاق پاکیزہ کے مالک اور بزرگ آدمی تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے کامل عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ یارانِ طریقت میں سے کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو دیر تک حضور کی ہی باتیں کرتے رہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ”ہر فن مولیٰ“ کا فقرہ پڑھا تو تھا مگر اس کی مثال صرف حضور کی ذات مبارک میں دیکھی کہ آپ کو ہر علم اور ہر شے میں کامل درک حاصل تھا۔

آپ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضور کی بہت سی کرامتیں مشاہدہ کیں اور لوگوں کو سنائی ہیں۔ آپ بلند مرتبہ شاعر تھے اور آپ نے حضرت قبلہ عالم کی منقبت میں بہت سے قصیدے کہے ہیں۔ آپ کا ایک قصیدہ اس کتاب میں شامل ہے جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

جماعت علی شاہ فرخ نہاد کہ مانند او لطن گیتی نزا

آپ حضرت قبلہ عالم کے طبیب خاص تھے۔ جب بھی حضور بیمار ہوتے تو آپ روزانہ بلا ناغہ سیالکوٹ سے علی پور سیداں حاضر ہو کر علاج معالجہ میں مگرگرم رہتے تھے۔ اور ضرورت ہوتی تو رات کو بھی یہیں رک جاتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ”اگر مجھ سے قیامت میں سوال ہوا کہ تو نے دنیا میں کیا کام کیا۔ تو میں عرض کروں گا کہ تیرے ایک بندے کی منبض دیکھی ہے۔ اور میری نجات کے لئے اتنا ہی کافی ہو گا۔“ رحمۃ اللہ علیہ۔

یوں تو آپ ساری عمر خدمت خلاق انجام دیتے رہے۔ مگر آخری عمر میں آپ نے بہت لوگوں کو داخل سلسلہ کیا اور ان کے احوال کی اصلاح فرمائی۔ آپ کے اکلوتے فرزند حکیم عبداللہ صاحب آپ کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں۔ بہت نیک اور بزرگ آدمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل و کرم سے نوازے۔ اور اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چل کر دین اور تصوف کی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا کرے۔

### ۳۸۔ حضرت الحاج سید ولی محمد صاحب شاہ آبادی مدظلہ العالی

آپ شاہ آباد کے رہنے والے اور اب ملتان میں مقیم پذیر ہیں۔ آپ کے والد صاحب چشتی سلسلہ میں داخل تھے۔ مگر آپ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں آ گئے۔ متقی، صالح، ہمان نواز، حلیم الطبع، سادہ مزاج اور سادہ لباس بڑے بزرگ اور ولی اللہ ہیں۔ گویا اسم بامسمیٰ ہیں۔ علیحدگی اور تنہائی پسند کرتے ہیں۔ مگر لوگ کہاں چھوڑتے ہیں۔ ڈھونڈ نکالتے ہیں اور ہر وقت گھیرے رہتے ہیں۔

ہر کجا چشمہ بود شیریں مردم و مرغ و مور گرد آئیند

آپ شریعت و طریقت کی بہت خدمت انجام دے رہے ہیں۔ لوگوں کو شریعت و سنت

کا پابند بناتے ہیں۔ اور بہت لوگوں کو فیض یاب فرماتے ہیں۔  
 بہت سے لوگوں کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل کیا ہے۔ آپ بہت سیف زبان ہیں۔  
 آپ کا دسترخوان کافی وسیع ہے۔ پیرخانہ کے ساتھ آپ کو بہت محبت اور خاص تعلق ہے۔ آپ  
 کی سخاوت کا شہرہ ملتان میں ہر شخص کی زبان پر ہے۔ اللہم زدو فرود۔

### ۳۹۔ حضرت ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ میر سعید اللہ صاحب امرتسری کے بڑے بھائی تھے۔ ان کا سارا خاندان حضرت قلید عالم  
 کے عقیدت مندوں میں تھا اور سب پیرخانہ کی خدمت میں سرگرم رہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب بڑے  
 نیک، متقی اور دیندار بزرگ تھے۔ آپ نے حضرت قبلہ عالم کے ہمراہ کئی بار حج و زیارت کی سعادت  
 حاصل کی تھی۔ حضور سے الہانہ محبت و عقیدت رکھتے تھے اور حضور بھی ان کے حال پر خاص شفقت  
 فرماتے تھے۔

### ۴۰۔ حضرت مولانا صوفی ماسٹر محمد عظیم صاحب فیروز پوری کے رحمۃ اللہ علیہ

آپ صالح، متقی، شب بیدار اور بزرگ شخص تھے۔ طالب علمی کے زمانے ہی میں حضرت  
 قبلہ عالم قدس سرہ العزیز سے بیعت ہوئے تھے۔ اور خلافت بھی آپ کو بہت ابتدائی زمانے میں عطا  
 ہوئی تھی۔ بے حد سادہ طبیعت، متواضع اور سیف زبان بزرگ تھے۔ جن باتوں کا لوگوں کو مطلق علم  
 نہ ہوتا تھا، آپ بنا دیا کرتے تھے۔ بعد میں معلوم ہوتا تھا کہ آپ نے بجا فرمایا تھا۔ آپ کے دوسرے بھائی  
 بھی سلسلہ عالیہ میں داخل تھے۔ آپ عرصہ تک رسالہ انوار الصوفیہ کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں۔

### ۴۱۔ حضرت مولانا محمد عالم صاحب میر پوری خطیب کھاریاں چھاؤنی مدظلہ العالی

آپ میر پور (آزاد کشمیر) کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے ابتدائی زمانے میں دینی تعلیم اول  
 علی پور سیداں کے مدرسہ نقشبندیہ میں حاصل کی۔ پھر ربیلی (یوپی) جا کر علم حدیث پڑھا اور سند حاصل  
 کی۔ آپ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرصہ تک رہے ہیں۔ اور حاجی بوٹا صاحب کی طرح



بڑی مستعدی سے سفر و حضر میں حضور کی خدمات انجام دی ہیں۔ آپ نے کئی بار حج و زیارت کی سعادت بھی حاصل کی ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت سراج الملت نے بھی آپ کو خلافت عطا فرمائی تھی۔ بڑے نیک، متقی اور بزرگ آدمی ہیں اور سلسلہ عالیہ کی توسیع میں سرگرم رہتے ہیں۔ آپ ابتدا میں مہدی کے قریب بسا اور میں خطیب تھے۔ پھر نبرہ چک جنوبی بھلوال کے قریب خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اب عرصہ سے کھاریاں چھاؤنی میں خطیب ہیں۔ اور خلق خدا کی فیض رسانی میں منہمک رہتے ہیں۔ رب زد و فرد۔

۲۲۔ حضرت الحاج حافظ عبد الحمید صاحب ساکن روپو چک ضلع یالکوٹ مدظلہ العالی

آپ نے بھی مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں میں تعلیم حاصل کی ہے۔ بہت نیک آدمی اور اچھے خطیب ہیں۔ علم طب کی تعلیم بھی حاصل کی ہے اور فوج میں عرصہ تک خطیب رہے ہیں۔ فتنہ ارتداد میں آپ نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور اب بھی خلق خدا کو فیض پہنچا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین اور تصوف کی اور زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۳۔ حضرت الحاج خوشی محمد صاحب فیروز پوری متوطن ملتان رحمۃ اللہ علیہ

آپ صلح، متقی اور دین دار بزرگ تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہت وقت گزارا اور فیض حاصل کیا تھا۔ کئی دفع حج اور زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ حضور سے کمال عقیدت اور محبت تھی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے بھائی محمد شفیع صاحب ان کے جانشین ہیں۔ بلاناغہ عرس شریف میں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ سے زیادہ خدمت اور فیض رسانی کی توفیق بخشے۔

۲۴۔ حضرت قاری شہاب الدین صاحب حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

بڑے نیک، عقیدت مند، متقی، عابد و زاہد اور بزرگ آدمی تھے۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے، ابتدا میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حیدرآباد میں ”نبی خانہ“ میں قیام فرماتے تھے اس

کے بعد قاری صاحب کو میرزائی کی عزت حاصل ہوتی رہی۔ اور حضور ہمیشہ آپ ہی کے گھڑتیا کرتے رہے۔ آپ کو حضور سے والہانہ محبت و عقیدت تھی۔ حضور کی ضیافت میں بڑا اہتمام اور وسیع پیمانے پر دعوتیں کیا کرتے تھے۔ ہر سال علی پور شریف عرس پر حاضر ہوتے اور یہاں سے ایک بوری چاول اور ایک بوری گندم اپنے استعمال کے لئے ساتھ لے جاتے تھے۔

آپ بڑی کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ اور کئی سال ایسے گزارے ہیں کہ تول کر ایک چھٹانک آٹے کی روٹی ایک وقت اور ایک چھٹانک چاول دوسرے وقت کھایا کرتے تھے۔ دربار شریف سے جو جنس لے جاتے وہی تمام سال کفایت کرتی تھی۔ آخر عمر میں پانی پینا بالکل بند کر دیا تھا۔ تقریباً پچیس سال یا زیادہ عرصہ بالکل پانی نہیں پیا۔ ہر مہینہ گیارھویں شریف کا ختم کیا کرتے تھے۔ اور بڑی گیارھویں پر سو سو دیگ برائی کی پکواتے۔ جس میں سب کے لئے صلاک عام ہوتی تھی۔ واضح ہو کہ حیدر آباد دکن کی برائی میں سیر بھر چاولوں میں دوسیر گوشت ڈالا جاتا ہے اور اسی تناسب سے گھی بھی بہت ہوتا ہے۔ غرض بڑی گیارھویں پر قاری صاحب ہزار ہا روپیہ خرچ کیا کرتے تھے۔

آپ نے کئی شادیاں کی تھیں مگر کسی سے اولاد نہیں ہوئی۔ پاکستان بننے کے بعد صرف ایک دفعہ علی پور شریف حاضر ہو سکے تھے۔ حیدر آباد (دکن) ہی میں وفات پائی اور وہیں بیوند خاک ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ایک بار حضرت مولانا فریدی صاحب بھی حضور متلبہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حیدر آباد کے قیام کے زمانے میں قاری صاحب کے مہمان ہوئے تھے۔ وہ یہ لطیفہ سناتے تھے کہ جب دسترخوان بچھا اور کھانا چہن دیا گیا۔ تو حضرت قاری صاحب نے حکم دیا کہ ”فریدی صاحب کے لئے میٹھا سالن تو لاؤ۔“ فریدی صاحب بہت گھبرائے کہ میٹھا سالن کیا معنی۔ جب آپ کے لئے الگ پلیٹ آئی اور آپ نے کھایا تو سالن بالکل قاعدے سے پکا ہوا تھا۔ بعد میں قاری صاحب کے اس معنی کو حل کرنا چاہا تو قاری صاحب بہت ہنسے۔ اور فرمایا کہ ”ہمارے سالن میں اتنی زیادہ ترشی پڑتی ہے کہ آپ اسے مطلق نہیں کھا سکتے۔ اس لئے میں نے آپ کے طریقہ کا سالن الگ پکوا دیا تھا۔ اسے ہماری اصطلاح میں ”میٹھا سالن“ کہتے ہیں کیونکہ اس میں ترشی بالکل نہیں ڈالی جاتی۔“

## ۴۵۔ حضرت الحاج مولانا محمد واصل صاحب جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ

جھنگ کے رہنے والے اور بڑے متقی اور صالح بزرگ تھے حضرت قبلہ عالم کی آخری بیماری میں حاضر ہوئے توجہ و زیارت کے سفر پر جانے کی اجازت چاہی۔ حضور نے اجازت ہی خلافت سے نوازا۔ اور تلقین فرمائی کہ خلق خدا کو اللہ کا نام بتایا کرو۔ اور باقی عمر سلسلہ عالیہ کی خدمت میں صرف کرو۔

## ۴۶۔ حضرت حکیم سید سہرا احمد صاحب اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا خاندان قدیم سے آگرہ میں آباد تھا۔ آپ یہاں کے گڑھی حکیمان کے حکموں کے خاندان سے تھے۔ آپ کے والد حکیم سید مقبول حسین صاحب بڑے درویش اور صاحب دل صوفی تھے۔ گلاب خانہ میں رہتے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۳۰۳ ہجری میں ہوئی۔ فن طب کی باقاعدہ تعلیم اپنے بڑے بھائی سے حاصل کی جو گلاب خانہ میں مطب کیا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ دہلی رہ کر حکیم اجمل خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ بہت اچھے نباض اور معالج تھے۔ بہت سے معرکے کے علاج کئے اور روسا سے بڑے انعام و اکرام پائے۔

آپ کی طبیعت میں سادگی اور قلندری تھی۔ خوش اخلاقی، مروت، بہت خلق اور فیض رسانی آپ کی فطرت بن چکی تھی۔ خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کی دنیا اور عاقبت سنوارنے میں کوشاں رہتے تھے۔ بہت سے پیر بھائیوں کو وعظ و نصیحت میں لگائے رہتے تھے۔ جب بارہ بچ جاتے تو تہجد پڑھوا کر گھر جانے دیتے۔ اس طرح آپ نے بہت لوگوں کو تہجد گزار بنا دیا۔ آگرہ کے یاروں میں سب سے پہلے آپ ہی نے حضرت قبلہ عالم سے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔

بھائی مہدی حسن صاحب جماعت امرحوم سے آپ کا نسبتی تعلق نہ تھا۔ مگر مدتوں

ان کے گھر رہے اور سب بچوں اور بیبیوں کی اصلاح احوال کی کوشش فرمائی۔

مہدی حسن صاحب کے گھر رہتے ہوئے کبھی ان پر بار نہ بنے۔ صمد ہوٹل میں آپ کا مستقل کھانا کھلا رہتا تھا۔ ہوٹل کا کھانے اور چائے کا بل عموماً ڈھائی تین سو روپے کا ہر مہینہ ادا کرتے تھے۔ جس میں اپنے ذات سے زیادہ دوستوں اور یاروں کی ضیافت کا خرچ شامل ہوتا تھا۔

ایک جگہ بیٹھ کر کبھی مطب نہیں کیا۔ مگر جانے والے آتے رہتے تھے اور آپ ان کو نسخہ لکھ کر دے دیتے تھے۔ جو دوائیں خود بنا کر دیتے ان کی آمدنی واحد ظاہری ذریعہ تھی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے الہانہ عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ جب علی پور شریف حاضر ہوتے تو اسٹیشن سے جوتا اتار دیتے۔ اور دربار شریف میں مستقل ننگے پاؤں رہتے تھے۔ واپسی کے وقت ریل میں سوار ہو کر دوبارہ جوتا پہنتے تھے۔ اسی طرح جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ آگرہ تشریف لاتے تو آپ خدمت اقدس میں حاضری کے وقت گھڑی سے جوتا اتار کر باہر نکلتے تھے جنھوں سے الہانہ شیفتگی کی بدولت حکیم صاحب میں جذب اور کشف کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ جب حضور نے وصال فرمایا ہے اور آپ کو اطلاع ہوئی تو اس قدر شدید صدمہ ہوا کہ تین دن تک نہ کسی سے بات کی۔ نہ کچھ کھایا پیا۔ حالانکہ آپ طبعاً بڑے صابر و شاکر بزرگ تھے۔ حکیم صاحب بڑے عابد و زاہد اور ریاضت گزار بزرگ تھے۔ دوسروں کی مقصد برآری کے لئے آپ مشکل قسم کے روحانی عمل بھی فرماتے تھے۔ مقصد فیض رسانی اور خدمتِ خلق ہوا کرتا تھا۔ آپ عام طور پر مغرب اور عشا کی نمازیں اکبری مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ اور نماز کے بعد جو باریا احباب مل جاتے ان کو پسند و مواعظت سے فیض یاب کرتے تھے۔ آپ کے مریدین کی تعداد بھی خاصی تھی۔

ایک دفعہ جامع مسجد میں اعلان ہوا کہ "ایک لاوارث نابینا عورت ہے۔ کوئی اس سے شادی کرے تو بیچاری کی دنیا و عاقبت سدھر جائے" حکیم صاحب کی پہلی بیوی موجود تھیں۔ مگر آپ فوراً اس معذور اور نادیدہ بی بی سے نکاح کرنے پر راضی ہو گئے۔ آپ کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ خدا نے یہ فضل کیا کہ اس نابینا عقیفہ سے ان کے دو لڑکے ہوئے۔ بڑے صاحبزادے نور محمد ایم اے بی ٹی۔ اسلامیہ کالج کراچی میں لیکچرار ہیں۔ اور چھوٹے نور احمد کراچی ہی میں زردوزی کا کام کرتے ہیں۔ بھلا اللہ دونوں صالح نوجوان ہیں۔ خدا ان کو

فلاح دارین عطا فرمائے۔

حکیم صاحب پاکستان بننے کے بعد آگرہ ہی میں رہے۔ وہیں ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ کو وفات پائی اور حضرت فریدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے حقیقے سے متصل چبوترے کے نیچے جانب شرق دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ ہر سال آپ کے خلیفہ مجاز مولوی عبد السبحان شاہ صاحب جماعتی آپ کے عرس مبارک کا اہتمام کرتے ہیں۔ مشاہیر اکبر آباد میں مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی صدیقی نے آپ کا تذکرہ قلم بند فرمایا ہے۔

### ۴۷۔ حضرت مہرا میر اللہ صاحب کلانوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کلانور ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ بڑے نیک، دیندار اور بزرگ آدمی تھے۔ ذلیلار ہونے کے علاوہ آنریری محب سڑپ بھی تھے اور معززین میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ بڑے عابد و زاہد شخص تھے۔ نماز اشراق سے فارغ ہو کر ان لوگوں کی حاجت روائی کرتے جو تعویذ لینے یا دم کرانے کے لئے روزانہ جمع ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی برکت سے مریضوں کو شفا عطا فرماتے اور لوگوں کی مشکلات حل فرماتے تھے۔ اس طرح مہر صاحب کا فیض عام جاری رہتا۔ اور لوگ دعائیں دیتے ہوئے واپس جاتے تھے۔

## انتخبینا

انٹرنیشنل پروفیسر محمد طاہر فاروقی - ایم اے ڈاکٹور ادب

سابق پروفیسر صدر شعبہ زبان اردو و مطالعہ پاکستان انقرہ یونیورسٹی - انقرہ (ترکی) و سابق مونس جسٹس

جامعہ اردو (اردو یونیورسٹی) ، علی گڑھ (بھارت)

(۱)

فدائے قبلہ عالم کہ از رہ تجبید  
عطا شد دست بہ طاہر سعادت تسوید  
زہے شرافتِ نجات و خمے جلالتِ کار  
”کلاہ گوشہ دہقان بہ آفتاب رسید“

(۲)

جناب جوہر ملت کے حکم کی تعمیل  
ہے میرے واسطے ضامن برائے اجر جزیل  
نہیں ہے کم یہ خوشی بھی کہ فضلِ باری سے  
جناب قادری کے وعدے کی ہوئی تکمیل

(۳)

تدریس میں اک عمر سہاری گزری  
خدمت میں ادب کی جو گزاری - گزری  
ہے خاتمۃ الباب جو ذکر حضرت رح  
سمجھا کہ بخیر عسری گزری

(۴)

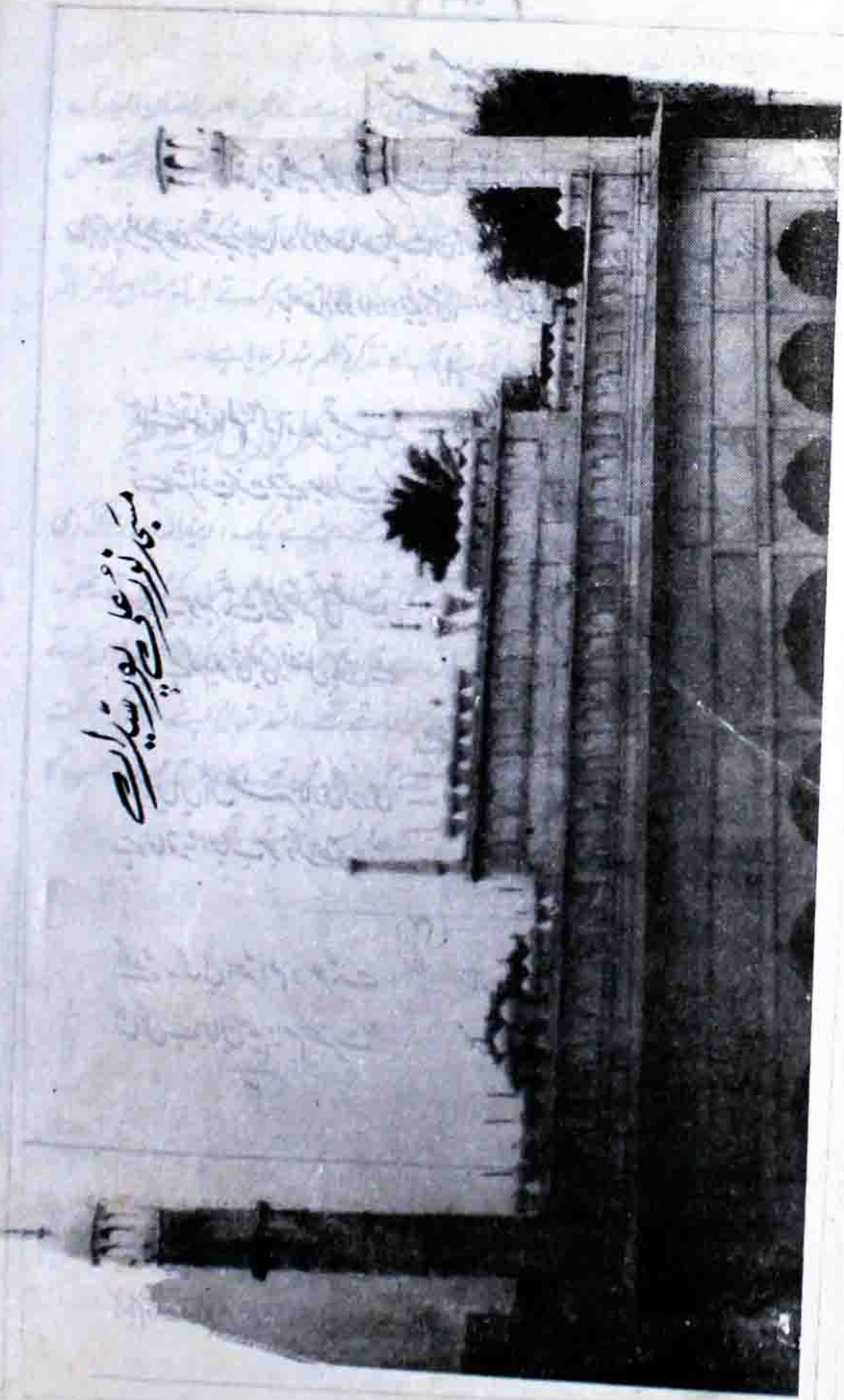
لکھنے بہ کمالِ احترام و عزت  
تاریخ طباعت کتاب سیرت  
شامل ہے جمالِ جمیم نامِ حضرت رح  
کہہ دیجئے - سیرت امیر ملت رح

$$۱۳۹۱ + ۳ = ۱۳۹۴$$

۳

۱۔ حضرت الحاج مولانا حامد حسن صاحب قادری نے حضرت جوہر ملت صاحبزادہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے عرض کیا تھا کہ آپ سیرت طیبہ کے لئے تمام مواد اور یادداشتیں جمع فرمائیے۔ پھر میں تسوید کی خدمت انجام دے دوں گا۔ میں نہ ہوا تو اور کوئی یہ خدمت و سعادت حاصل کرے گا۔ بہر حال کتاب سیرت مکمل ہو جائیگی۔

مسجد نور علی نور سیدارہ

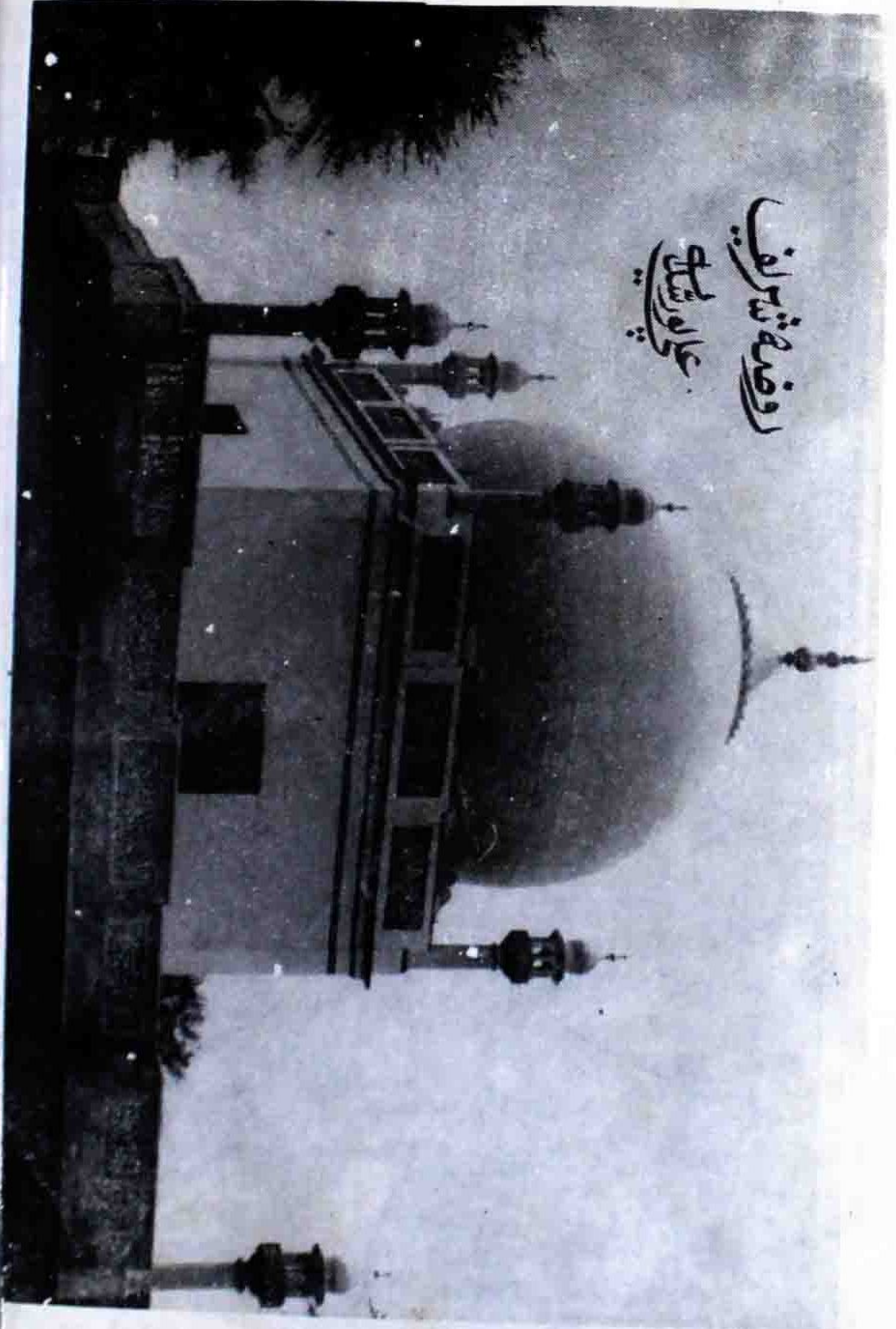




مسجد نور کا اندرونی منظر اقدیم اٹلے گلکاری اور فالوے



روضہ شہر آفرین  
علاؤ شہادت



Handwritten text in Urdu script, likely a signature or a note related to the photograph.

تفصیلات

در بارہ شریف خان پور سیدانہ سے بیابانہ کی طرف

کے سفر کے بارے میں اس وقت کے حالات کے بارے میں

کے بارے میں اس وقت کے حالات کے بارے میں